2

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

تفسیر جلالین



تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی

امام جلال الدین سیوطی شافعی

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

سورۃ انعام　سورۃ مائدہ　سورۃ اعراف　سورۃ نساء



M Awais Sultan

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

تفسیر مصباحین

ترجمہ و شرح

تفسیر جلالین

نمبر 2

سورۃ نساء | سورۃ مائدہ | سورۃ انعام | سورۃ اعراف

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر

نام کتاب ——— (نمبر 2) ——— تفسیر مصباحین فی تفسیر جلالین

تصنیف ——— امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی

مترجم ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ——— ورڈز میکر

باہتمام ——— ملک شبیر حسین



ترتیب

السورة الانعام

مقدمہ تفسیر مصباحین

تفسیر قرآن میں صحابہ وتابعین کے علوم پر اعتماد کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ والذی لا الہ غیرہ ما نزلت آیۃ من کتاب اللہ الا وانا اعلم فیمن نزلت واین نزلت ولو اعلم احداً اعلم بکتاب اللہ منی تنالہ المطایا لاتیتہ ۔ (ابن کثیر)

معبودِ حقیقی کی قسم کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی مجھے اس کے متعلق علم ہے کہ کس کے حق میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور اگر میری دانست میں کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی موجود ہوتا اور وہاں تک سواری جاسکتی تو میں ضرور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اسی قسم کا مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اہل علم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرماتے ہیں۔ خذوا من الرأی مایصدق من کان قبلکم ولاتاخذوا الخلاف لھم فانھم اخیر منکم واعلم ۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

صرف وہی نظریہ اور رائے اختیار کرو جو تم سے پہلے لوگوں یعنی صحابہ کرام اور اکابر تابعین کی تصدیق کرے ایسی رائے نہ لو جو ان کے خلاف ہو اس لئے کہ وہ تم سے بہتر بھی تھے اور زیادہ علم والے بھی۔

بلاشبہ اپنے سے پہلے لوگوں کے متعلق ہم اخیر واعلم کا نظریہ جب تک قائم رہے گا امت میں خیر باقی رہے گی کیوں نہ ہو جن کے سامنے وحی نازل ہوتی رہی جن کو اول وحی کی کیفیات واحوال کے مشاہدہ کے مواقع نصیب ہوئے قرآن کی کونسی آیت: کس وقت کس جگہ نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی کس کے حق میں نازل ہوئی سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں نازل ہوئی یا تبوک سے واپسی پر۔ الغرض اسی قسم کے جزئیاتی امور ایک ایک کر کے جن کے حافظہ میں نقش تھے قرآن کے ایک ایک حرف پر جن کو صاحب قرآن کی نگرانی میں عملی مشق کی سعادت میسر آئی۔ پھر جن کے علم وتقویٰ فضل وکمال زہد وورع اور فہم وذکاء کی قرآن ہی نے شہادت دی جن کی جان بازی اور سرفروشی ایثار اور قربانی کی نظیر پیش کرنے سے اولین وآخرین عاجز رہے جن کی عفت وپارسائی توکل اور قناعت جبرئیل ومیکائیل کے لئے باعثِ رشک بنی رہی اگر ان کی اور ان کے تربیت یافتہ شاگردوں کی تفسیر پر اعتماد نہ ہوگا تو ان کے بعد اللہ کی کتاب کو سمجھنے اور سمجھانے کا سلیقہ کس کو نصیب ہوسکتا ہے؟

تفسیر کا اصل سرمایہ صحابہ اور تابعین کے آثار ہیں

یہاں ایک اور نکتہ پر تنبیہ ضروری ہے وہ یہ کہ یوں تو کتاب اللہ کے اسرار کا سلسلہ غیر متناہی ہے ایک عامی سے لے کر ایک

اعلیٰ درجہ کے مفکر فلسفی ادیب اور عالم تک سب ہی اس میں غور کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے اور ہر ایک اپنی اپنی استعداد اور فراخ دامنی کے بقدر اس خزانہ عامرہ سے استفادہ کرتا رہے گا لیکن جہاں تک اس کے نفسِ مفہوم کا تعلق ہے اور اس کی وضاحت جہاں تک انسانی وسعت کے دائرہ میں آسکتی ہے اس سے صحابہ کرام اور ثقات تابعین کے علوم نے بعد میں آنے والے تمام انسانوں کو مستغنی کر دیا ہے اس لئے قرآن کی شرح و تفسیر میں نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام اور ان کے تربیت یافتہ شاگردوں کے آثار جو صحیح اور مقبول اسناد کے ساتھ مروی ہیں اصل سرمایہ ہیں۔ کوئی آیت ایسی نہیں جسے ان حضرات نے نبی کریم ﷺ کی منشا کے موافق نہ سمجھا دیا ہو قرآن سے متعلقہ اشکالات میں سے کوئی دشواری ایسی نہیں جسے ان نفوس قدسیہ نے جزئیاتی یا کلیاتی انداز میں حل نہ کر دیا ہو اور قرآن سے پیدا ہونے والے علوم کی طرف اشارہ نہ کر دیا ہو۔

اسی سلسلہ کی ایک اور مثال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جن صدیقی اصولِ تفسیر کو ذکر کرتا چلا آرہا ہوں اسی سلسلہ کی یہ روایت خاص اہمیت کی حامل ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے ایک دفعہ حاضرین سے دریافت فرمایا کہ قرآن کی ان دو آیتوں کا کیا مطلب سمجھے ہو؟

(۱) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا ۔ (۲) الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم ۔

مطلب یہ کہ پہلی آیت میں استقاموا کے معنی اور دوسری آیت میں ظلم کا مفہوم حضرت ابوبکر صدیق نے حاضرین سے دریافت کرنا چاہا۔

جواب میں ان کی طرف سے عرض کیا گیا: ثم استقاموا ای فلم یذنبوا ولم یلبسوا ایمانھم ای بخطیئۃ یعنی ثم استقاموا کے معنی یہ کہ پھر گناہ نہ کیا اور ظلم سے مراد بھی گناہ ہے۔ آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی معنی مفہوم ہوتے ہیں جو انہوں نے بیان کر دیئے لیکن قرآن ہی میں دوسری آیتیں ایسی بھی ہیں جن کو سامنے رکھنے کے بعد یہ معنی درست نہیں رہتے بہرحال ان کی اس تفسیر کے سن لینے کے بعد خود حضرت ابوبکر نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر فرمائی حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔

لقد حملتموھما علی غیر المحمل . قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلم یمیلوا الی الٰہ غیرہ ولم یلبسوا ایمانھم بظلم بشرك .

تم نے دونوں آیتوں کو غیر محمل پر حمل کر دیا ان دونوں آیتوں کے یہ معنی نہیں بلکہ ثم استقاموا کے معنی تو یہ ہیں کہ پھر اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی طرف مائل نہ ہوئے اور ظلم سے مراد شرک ہے

اس مقام پر قابل توجہ امر یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے کس بنیاد پر ان حضرات کی تفسیر کو بے محل قرار دیا؟ اور ان حضرات کی تفسیر میں کیا نقص پایا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی تفسیر غیر صحیح قرار پائی؟ روایت کے الفاظ میں چونکہ اس سوال سے تعرض نہیں اس لئے قرائنِ خارجیہ کی طرف رجوع کرنے کے بعد ہی ان کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت جو ولم یلبسوا ایمانھم بظلم کے جواب میں نقل کی ہے اس سے یہ

اشکال رفع ہو جاتا ہے یعنی یہ آیت جب نازل ہوئی تو اصحاب رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ! اس آیت میں امن اور ہدایت کو ایمان اور ترکِ ظلم پر معلق کیا گیا ہے اور ہم میں ایسا کون ہے جس نے ظلم بمعنی کوئی گناہ نہ کیا ہو؟ اس پر آیت

ان الشرك لظلم عظيم

نازل ہوئی جس کا حاصل یہ ہوا کہ ظلم سے مراد آیت زیر بحث میں شرک ہے مطلق گناہ مراد نہیں۔ بلکہ مسند احمد کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی عام بے چینی جو اس آیت سے ان کو لاحق ہوئی تھی اسے سن کر فرمایا۔

انه ليس الذى تعنون الم تسمعوا ما قال العبد الصالح يابنىّ ان الشرك لظلم عظيم انما هو الشرك ۔

(ابن کثیر)

اس کا یہ مفہوم نہیں جو تم مراد لے رہے ہو کیا تم نے عبد صالح (لقمان علیہ السلام) کا قول نہیں سنا کہ بیٹا! واقعۃً شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے پس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ یہ آیت جس کے متعلق حضرت ابو بکر صدیق اپنی عام روش کے خلاف لوگوں کو چھیڑ چھیڑ کر ان کے علم کی تصحیح فرما رہے تھے اس کی تفسیر خود قرآن ہی میں دوسری جگہ کی جا چکی ہے اور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے استفسار پر اس آیت کا حوالہ بھی دے چکے ہیں جس میں اس آیت کی تفسیر قرآن میں کی گئی ہے (ان الشرك لظلم عظيم) اس لئے اس سوال کے جواب میں جو اوپر عرض کر چکا ہوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کی طرف سے ان حضرات کی تفسیر کے غیر صحیح قرار دیئے جانے کی بنیاد یہی آیت ہے جس کا حوالہ خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے پیش فرمایا اور یہیں سے دوسرے سوال کا جواب بھی نکل آیا کہ ان بزرگوں کی تفسیر میں جس کو حضرت ابو بکر صدیق نے بے محل قرار دیا بنیادی نقص یہی تھا کہ ان حضرات نے صرف اسی مقام کو سامنے رکھ کر تفسیر فرما دی دوسرے مقام پر ان کی نظر نہیں گئی جہاں اس اجمال کو مفصل کر دیا گیا تھا۔

بہر حال! اگر اس صدیقی روایت کا مطلب یہی ہے جو میں نے عرض کیا تو اس میں جس اصول کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ آپ مجھ ہی سے سن چکے ہیں کہ کتاب اللہ کے معاملہ میں صدیقی ذوق احتیاطی دقائق رکھتا تھا وہ لوگوں کے بار بار سوال کرنے پر بھی تفسیرِ کتاب اللہ پر حرف زنی کے لئے حتی الوسع تیار نہ ہوتے تھے لیکن یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ از خود لوگوں سے سوال کرتے ہیں پھر ان کے علم کی تصحیح فرماتے ہیں اور اپنے علم کو پیش فرماتے ہیں کہنے کو تو یہ ایک جزئی واقعہ ہے جو شاید اپنی جزئیت ہی کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک زیادہ توجہ کا مستحق نہ ہو لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ ہر جزئیہ کسی کلیہ کے تحت مندرج ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری اصلاح کو جزئیہ تک ہی محدود مانا جائے اور صدیقی نظر کو اس جزئیہ سے کلیہ کی طرف متعدی نہ مانا جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک اور تفسیری خطبہ مروی ہے جسے مشکوٰۃ شریف میں ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے اور ترمذی کی تصحیح کے ساتھ نقل کیا گیا ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

یـا ایها الناس انکم تقرؤن هذه الآیة: یا ایها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم وانمی سـمعت رسول الله ا یقول: ان الناس اذا راُوا ظالماً فلم یاخذوا علی یدیه اوشك ان یعمهم الله بعقاب هذا حدیث حسن صحیح ۔ (ترمذی)

لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو! اے ایمان والو! تم اپنی ذات کی فکر کرو تمہیں نقصان نہیں اس کا جو گمراہ ہوا جب تم ہدایت پر ہوگیا اور میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں (یعنی اسے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں) تو بعید نہیں: کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب عام میں مبتلا کردے۔

پڑھنے کی حد تک اس آیت کو کون نہیں پڑھتا لیکن آیت کا مفہوم کیا یہی ہے کہ آدمی پر صرف اس کی ذات کی ذمہ داری ہے؟ غلط کاروں کی اصلاح گمراہوں کو غلط راستے سے ہٹانے اور ظالم کے مقابلہ کی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں؟ آیت کا مطلب اگر یہی ہوتا تو امر بالمعروف کی آیات نہی عن المنکر کے احکام اور جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل جو قرآن ہی میں مذکور ہیں ان کے کیا معنی ہوں گے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وانـی سـمعت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اعلان فرمارہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو سامنے رکھے بغیر آیت کا ظاہری مفہوم اگر لیا جائے تو یہ تفسیرِ قرآن پر بڑا ظلم ہوگا صرف اس خطبہ کے سامعین کو نہیں بلکہ آنے والی پوری امت کو امت کا پہلا صدیق آگاہ کردینا چاہتا ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کا مفہوم وانی سمعت رسول اللہ ﷺ کی روشنی اور حدیثِ نبوی ﷺ کی بصارت کے بغیر متعین کرنے والے ظالم ہیں جن کا ہاتھ اگر نہ پکڑا گیا ان کی زبان اگر نہ کھینچی گئی ان سے قلم اگر نہ چھینا گیا ان کی کتاب اللہ پر دست درازیوں پر گرفت نہ کی گئی تو بعید نہیں کہ اللہ کا عذابِ عام نازل ہوجائے اور ایمان و اعمال کی استعداد ہی امت سے سلب کرلی جائے: ویمسی مؤمنا ویصبح کافراً، صبح ایک شخص مؤمن ہوگا شام کو کافر اور شام کو مؤمن ہوگا صبح ہوتے ہی کافر (معاذ اللہ) کا نقشہ سامنے آنے لگے۔

آیت پڑھ کر اس کی کوئی شرح کیے بغیر معاً میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کا لفظ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوجاتا ہے جانتے ہو، یہ اپنے اندر ایمان ویقین اور فہم وفراست کا کتنا وزن رکھتا ہے؟ سننے والوں کو صرف آیت کی تفسیر نہیں بتلائی گئی بلکہ یہ تفسیری اصول تلقین کیا گیا کہ پڑھنے والوں کو آفتابِ نبوت ﷺ کی ذات سے صادر شدہ کلمات مبارکہ کو سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا چاہیے۔

محمد لیاقت علی الرضوی الحنفی

سُورَة نساء

یہ قرآن مجید کی سورت نساء ھے

(مَدَنِيَّة وَ اٰيَاتهَا 176 اَوْ 177 نَزَلَتْ بَعْدَ الْمُمْتَحِنَة)

یہ سورت مدنی ہے اس کی آیات ۱۷۶ یا ۱۷۷ ہیں یہ سورہ ممتحنہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور تین ہزار پینتالیس کلمے اور سولہ ہزار تیس حرف ہیں۔

سورہ نساء کے نام کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کریمہ میں عورتوں کے حقوق نسبتاً زیادہ بیان ہوئے ہیں، اس لئے اس کا نام النساء رکھا گیا ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں پورے قرآن مجید میں سورہ الرِّجَالُ یعنی مردوں کی سورت کے نام سے کوئی سورت نہیں ہے، تو پھر کتنے بے انصاف اور کس قدر ظالم ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو حقوق نہیں دیئے۔ اور اس سورہ کریمہ میں چونکہ قرابت کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں ہدایت وارشادات ہیں اس لیے اس کا آغاز تقویٰ کے امر وارشاد سے فرمایا گیا ہے، کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو ان حقوق کی حفاظت و پاسداری اور ان کی ادائیگی پر آمادہ و تیار کر سکتی ہے، بہر کیف چونکہ اس سورہ کریمہ میں عورتوں کے حقوق سے متعلق زیادہ احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ اسی لئے اس کو سورہ طلاق کے مقابلے میں سورہ نساء کبریٰ یعنی بڑی سورہ نساء کہا جاتا ہے۔ جب کہ سورہ طلاق کو سورہ نساء صغریٰ یعنی چھوٹی سورہ نساء کہا جاتا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر، سورہ نساء)

سورہ نساء کے شان نزول ومضامین کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مدینہ شریف میں اتری ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ جب یہ سورت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب روک رکھنا نہیں،

سورۃ آل عمران کی آخری آیت تقویٰ پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورت بھی حکم تقویٰ سے شروع ہو رہی ہے، پہلی سورت میں بعض غزوات اور مخالفین کے ساتھ برتاؤ کرنے اور غزوات کے سلسلہ میں مال غنیمت حاصل ہونے پر خیانت کی مذمت اور بعض دیگر امور کا ذکر تھا، اس سورت کے شروع میں اپنوں سے میل جول یعنی حقوق العباد سے متعلق احکام ہیں، مثلاً یتیموں کے حقوق، رشتہ داروں اور بیویوں کے حقوق وغیرہ، لیکن حقوق کچھ تو ایسے ہیں جو قانون انضباط میں آسکتے ہیں اور ان کی ادائیگی بزور قانون کرائی جاسکتی

ہے، جیسے عام معاملات بیع وشراء اجارہ ومزدوری کے ذریعہ پیدا ہونے والے حقوق، جو باہمی معاہدات اور صلح کے ذریعہ طے ہو سکتے ہیں، اگر کوئی فریق مقررہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو بزور حکومت بھی دلوائے جاسکتے ہیں، لیکن اولاد، والدین، شوہر اور بیوی ویتیم بچے جو اپنی تحویل میں ہوں اور دوسرے رشتہ داران کے باہمی حقوق جو ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں، ان کی ادائیگی کا مدار، ادب، احترام، دلداری، ہمدردی اور قلبی خیر خواہی پر ہے، اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی کانٹے میں تولی نہیں جاسکتیں، اور معاہدات کے ذریعہ بھی ان کی پوری تعیین مشکل ہے، لہٰذا ان کی ادائیگی کے لئے بجز خوف خدا اور خوف آخرت کے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں، جس کو تقویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حقیقت میں یہ تقویٰ کی طاقت حکومت اور قانون کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے، اس لئے اس سورت کو امر بالتقویٰ سے شروع فرمایا۔

سورہ نساء کی فضیلت کا بیان

امام حاکم نقل فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ نساء میں پانچ آیتیں ایسی ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے مل جائے جب بھی مجھے اس قدر خوشی نہ ہو جتنی ان آیتوں سے ہے۔ یعنی آیت (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ)، النساء، ۴۰)

اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور جس کسی کی جو نیکی ہوتی ہے اس کا ثواب بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے جو بطور انعام اجر عظیم دے وہ جداگانہ ہے۔ (مستدرک، از امام حاکم)

اور آیت (اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا) 4۔النسآء:31)
اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچ جاؤ تو ہم تمہارے صغیرہ گناہ خود ہی معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ جنت میں لے جائیں گے۔

اور آیت (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا) 4 . النسآء:48)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کرنے والے کو تو نہیں بخشتا باقی جس گنہگار کو چاہے بخش دے اور آیت (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا)، النساء، ۶۴)

یعنی یہ لوگ گناہ سرزد ہو چکنے کے بعد تیرے پاس آجاتے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش طلب کرتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے استغفار طلب کریں تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو معافی اور مہربانی کرنے والا پاتے۔

مصنف عبدالرزاق کی اس روایت میں آیت (ولوانہم) کے بدلے آیت (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء، ۱۱۰) ہے۔

یعنی جس شخص سے کوئی برا کام ہو جائے یا اپنی جان پر ظلم کر گزرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو ...

والا مہربان پائے گا۔ دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ایک آیت کا بیان کرنا پہلی حدیث میں یا تو رہ گیا ہے اور اس کا بیان دوسری حدیث میں ہے تو چار آیتیں پہلی حدیث اور پانچویں آیت اس حدیث (ومن یعمل)، کی مل کر پانچ ہوگئیں یا یہ ہے کہ آیت (ان الله لا یظلم مثقال ذرۃ) والی آیت پوری ہے اور آیت (وان تك حسنته) کو الگ آیت شمار کیا ہے تو دونوں احادیث میں پانچ پانچ آیتیں ہوگئیں۔ (مستدرک ومصنف عبدالرزاق، مطبوعہ، بیروت)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا
رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝
اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ اور اس سے جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثیر مردوں
اور عورتوں کو پھیلایا اور تم اللہ سے ڈرو، جس سے مانگتے ہو اور قرابتوں کا خیال کرو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

انسان کی تخلیق اور تقویٰ کے حکم کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا النَّاس" اَیْ اَهْل مَكَّة "اتَّقُوا رَبَّكُمْ" اَیْ عِقَابه بِاَنْ تُطِيعُوهُ "الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْس وَاحِدَة" اٰدَم "وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجهَا" حَوَّاء بِالْمَدِّ مِنْ ضِلَع مِنْ اَضْلَاعه الْيُسْرٰى "وَبَثَّ" فَرَّقَ وَنَشَرَ "مِنْهُمَا" مِنْ اٰدَم وَحَوَّاء "رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاء" كَثِيرَة "وَاتَّقُوا اللّٰه الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ" فِيهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي السِّين وَفِي قِرَاءَة بِالتَّخْفِيفِ بِحَذْفِهَا اَیْ تَتَسَاءَلُوْنَ "بِهِ" فِيمَا بَيْنكُمْ حَيْثُ يَقُول بَعْضكُمْ لِبَعْضٍ اَسْاَلك بِاللّٰهِ وَاَنْشُدك بِاللّٰهِ "وَ" اتَّقُوا "الْاَرْحَام" اَنْ تَقْطَعُوهَا وَفِي قِرَاءَة بِالْجَرِّ عَطْفًا عَلَى الضَّمِير فِي بِهِ وَكَانُوْا يَتَنَاشَدُوْنَ بِالرَّحِمِ "اِنَّ اللّٰه كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا" حَافِظًا لِاَعْمَالِكُمْ فَيُجَازِيكُمْ بِهَا اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

اے لوگو! یعنی اہل مکہ، تم اپنے رب سے ڈرو یعنی اس کے عذاب سے ڈرو تا کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ جس نے تمہیں ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے۔ اور اس سے جوڑا پیدا کیا یعنی حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا کیا۔ لفظ حواء یہ مد کے ساتھ بھی آیا ہے۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے پیدا کیا۔ اور ان دونوں یعنی آدم وحواء سے کثیر مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اور تم اللہ سے ڈرو، جس سے مانگتے ہو، یہاں پر تسالون میں تاء کا سین میں ادغام ہے اور ایک قرأت میں تاء کے حذف یعنی تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے تتسالون، یعنی تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوئے کہتے ہو میں اللہ کیلئے سوال کرتا ہوں یا اللہ کی قسم دیتے ہو، اور قرابتوں کا خیال کرو۔ یعنی اپنے آپ کو قطع رحمی سے بچاؤ، اور ایک قرأت ارحام میں جر کے ساتھ آیا ہے۔ جب اس کا عطف بہ ضمیر پر ڈالا جائے۔ یعنی وہ ایک دوسرے کو صلہ رحمی کرنے کا سوال کرتے تھے۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ یعنی تمہارے اعمال کا حافظ ہے۔ پس وہ تمہیں اس کے ساتھ ان کی جزاء دے گا۔ یعنی وصف حفاظت کے ساتھ ہمیشہ سے

متصف ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

جملہ " الذی خلقکم " ربکم " کی صفت اور تقویٰ کی رعایت کرنے کے ضروری ہونے کی علت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی چونکہ اس نے تمہیں خلق کیا ہے اور تمہاری تدبیر کر رہا ہے لہٰذا تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے اور اسکے احکام پر عمل کرنا لازمی ہے۔ ہوسکتا ہے کلمہ "ربّ" (تربیت و تدبیر کرنے والا) تقویٰ کے حکم کے مقصد کی طرف اشارہ ہو۔ یعنی تقویٰ کا حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری تربیت و ہدایت کی جائے۔

بث۔ اس نے بکھیرا۔ اس نے پھیلایا۔ بث سے ماضی واحد مذکر غائب باب ضرب۔ نصر۔ نفس واحدۃ۔ ایک جان۔ من اصل واحد وھو ادم ابو البشر علیہ السلام یعنی ایک اصل سے جس سے مراد ذات آدم علیہ السلام ہے۔ صیغہ واحد مونث نفس کے لئے آیا ہے۔ جو مونث سماعی ہے۔ زوجھا۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت (جوڑا) کو زوج کہا جاتا ہے۔ جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو اہ اس کا زوج کہلاتی ہے۔

زوجھا میں ھا ضمیر مونث واحد نفس کی رعائیت سے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ زوج سے مراد حضرت آدم کی زوجہ حضرت حوا مراد ہیں۔

منھما۔ ھما ضمیر تثنیہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف راجع ہے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

تساء لون بہ۔ تم باہم سوال کرتے ہو اس کے نام سے۔ تم آپس میں مانگتے ہو اس کے واسطہ سے۔ تسائل (تفاعل) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تتساء لون تھا تاء تثنیہ کو حذف کر دیا گیا۔ بہ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے۔ والارحام۔ منصوب ہے اس کا عطف لفظ اللہ پر ہے ارحام رحم کی جمع ہے۔

رحم عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادہ میں پلتا ہے۔ استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے واتقوا الارحام۔ اور ڈرو قطع رحمی سے۔ رقیبا۔ نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ مطلع۔ منتظر۔ راہ دیکھنے والا۔ فعیل کے وزن پر اسم صفت ہے۔

پیدائش سے پہلے چار باتوں کی تقدیر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق و مصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک

مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بد بخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آ جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آ جاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 468)

عورت کا پسلی سے پیدا ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کر وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، پسلی کا سب سے زیادہ مڑا ہوا حصہ اس کا اوپر والا حصہ ہوتا ہے۔ اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ دے گا، اگر اسی طرح چھوڑے گا تو یہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔ لہٰذا ان کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ (صحیح بخاری، احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریت، حدیث 3331)

اس حدیث کے بارے میں محمد الجبالی کہتے ہیں: "اس حدیث میں پسلی کیا وپر والے حصہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے، غالباً اس کا اشارہ سر کی طرف ہے، جہاں پر انسان کی اہم صلاحیت مرتکز ہوتی ہے۔ (قوت بصارت اور قوت سماعت) اور وہاں زبان بھی ہے جو بولنے کا فعل انجام دیتی ہے۔ سر جسم کا وہ حصہ ہے جہاں سوچ بچار کا عمل انجام پاتا ہے"۔

حافظ ابن حجر رح نے فتح الباری میں حدیث 5186 کی توضیح کرتے ہوئے کہا ہے: "ہوسکتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال عورت کے جسم کے انتہائی اوپر والے حصہ کے لیے دی ہو کیونکہ اس کا اوپر والا حصہ، اس کا سر ہے، اس میں اس کی زبان ہوتی ہے جو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان فرق واختلاف مسائل سے نمٹنے کے طریق کار کا ہے۔ طریق کار کا مختلف ہونا ان کی الگ الگ سوچوں اور محسوس کرنے کے مختلف انداز کا نتیجہ ہوتا ہے، جبکہ حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ان کا جذباتی رد عمل (ہنسنا، طعن وتشنیع اور جھوٹ بولنا وغیرہ) بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتا ہے۔

صلہ رحمی کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 943)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب پیدا کرنے سے فارغ ہو چکا تو رشتہ داری نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحم سے تیری پناہ مانگے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس سے ملوں جو تجھ ملے۔

اور اس سے قطع تعلق کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے، رشتہ داری نے عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار! خداوند تعالیٰ نے فرمایا بس تجھے حاصل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو، فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (سورہ محمد،۲۲) (بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 945)

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ
اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝
اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور بُری چیز کو عمدہ چیز سے نہ بدلا کرو اور نہ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر کھایا کرو،
بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

یتیموں کے اموال کو اپنے مالوں سے نہ بدلنے کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ يَتِيمٍ طَلَبَ مِنْ وَلِيِّه مَاله فَمَنَعَهُ "وَاٰتُوا الْيَتَامَى" الصِّغَار الَّذِيْنَ لَا اَب لَهُمْ, "اَمْوَالهمْ" اِذَا بَلَغُوا "وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيث " الْحَرَام "بِالطَّيِّبِ" الْحَلَال اَيْ تَاْخُذُوهُ بَدَله كَمَا تَفْعَلُوْنَ مِنْ اَخْذ الْجَيِّد مِنْ مَال الْيَتِيم وَجَعْل الرَّدِيء مِنْ مَالكُمْ مَكَانه "وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالهمْ " مَضْمُومَة "اِلٰى اَمْوَالكُمْ اِنَّهُ" اَيْ اَكْلهَا "كَانَ حُوبًا" ذَنْبًا "كَبِيرًا"

یہ آیت اس یتیم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنے ولی سے مال طلب کیا تو اس نے منع کر دیا۔ تو یہ حکم نازل ہوا کہ اور یتیموں یعنی وہ چھوٹے جن کا باپ نہ ہو ان کو ان کے مال دے دو جب وہ بالغ ہو جائیں۔ اور بُری چیز یعنی حرام کو عمدہ چیز یعنی یتیم کا عمدہ مال لیکر اس کی جگہ اپنا خراب مال رکھ کر تبدیل نہ کرو۔ حلال سے نہ بدلا کرو اور نہ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر کھایا کرو، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فعل "لاتاکلوا" کا "الی" کے ساتھ متعدی ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس فعل میں ملانے اور ضم کرنے کا معنی موجود ہے۔ لا تتبدلوا۔ نہی۔ جمع مذکر غائب۔ تبدل (تفعل) سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ تم نہ بدل ڈالو۔ انہ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اکل مال یتیم کی طرف راجع ہے جس سے ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم میں ممانعت فرمائی ہے۔ حوبا۔ گناہ۔ وبال، اسم ہے۔ الحوب (باب نصر) سے جرم کا ارتکاب کرنا۔

سورہ نساء آیت ۲ کے سبب نزول کا بیان

مقاتل اور کلبی کہتے ہیں یہ آیت کریمہ قبیلہ غطفان کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی اس کے یتیم بھتیجے کے پاس بہت

پاس لائے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چچا نے آیت سنتے ہیں کہا ہم نے اللہ کا حکم مان لیا اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور ہم بڑے وبال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور بھتیجے کو اس کا مال دے دیا تو نبی نے فرمایا جو شخص نفس کی ہوس سے بچا لیا گیا اور اس سے اس طرح رد کردیا تو وہ جنت میں داخل ہوگیا جب نوجوان نے اپنا مال لیا تو اس نے بھی اللہ کے راستے میں خرچ کردیا تو رسول اللہ نے فرمایا اجر ثابت ہوگیا اور گناہ باقی رہ گیا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے اجر کا ثابت رہنا تو جان لیا لیکن گناہ کیسے باقی رہ گیا حالانکہ اس نے مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے لیے اجر ثابت ہوگیا اور باپ پر گناہ باقی رہ گیا کیونکہ وہ مشرک تھا۔ (تفسیر قرطبی 5۔۸، بیروت)

یتیم کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

یتیم کے لفظی معنی اکیلے اور منفرد کے ہیں، اسی لئے جو موتی سیپ میں تنہا ایک ہو، اس کو در یتیم کہا جاتا ہے، اصطلاح شرع میں اس بچہ کو یتیم کہا جاتا ہے جس کا باپ مرگیا ہو اور جانوروں میں اس کو یتیم کہا جاتا ہے جس کی ماں مرگئی ہو۔ (قاموس)

بالغ ہونے کے بعد شرعی اصطلاح میں اس کو یتیم نہیں کہا جائے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں تصریح ہے لا یتم بعد احتلام، یعنی بلوغ کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی۔ (مشکوۃ شریف، ص ۲۸۴)

یتیم کا مال کھانا ہلاکت والا کام ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسی باتیں ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 42)

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝
اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار
پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

سورہ نساء آیت ۳ کے سبب نزول کا بیان

وَلَمَّا نَزَلَتْ تَحَرَّجُوْا مِنْ وِلَايَةِ الْيَتَامٰى وَكَانَ فِيْهِمْ مَنْ تَحْتَهٗ الْعَشْر اَوْ الثَّمَان مِنْ الْاَزْوَاج فَلَا يَعْدِل بَيْنهنَّ فَنَزَلَ،

"وَاِنْ خِفْتُمْ" اَنْ لَّا "تُقْسِطُوا" تَعْدِلُوْا "فِي الْيَتَامٰى" فَتَحَرَّجْتُمْ مِنْ اَمْرِهِمْ فَخَافُوْا اَيْضًا اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا

بَیْنَ النِّسَاءِ إِذَا نَكَحْتُمُوْهُنَّ "فَانْكِحُوا" تَزَوَّجُوْا "مَا" بِمَعْنٰى مَنْ "طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ" اَیْ اثْنَتَیْنِ وَثَلَاثًا وَّاَرْبَعًا وَّلَا تَزِیْدُوْا عَلٰى ذٰلِكَ "فَاِنْ خِفْتُمْ" اَنْ لَّا "تَعْدِلُوْا" فِیْهِنَّ بِالنَّفَقَةِ وَالْقَسْمِ "فَوَاحِدَةً" انْكِحُوْهَا "اَوْ" اقْتَصِرُوْا عَلٰى "مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ" مِنَ الْاِمَاءِ اِذْ لَیْسَ لَهُنَّ مِنَ الْحُقُوْقِ مَا لِلزَّوْجَاتِ "ذٰلِكَ" اَیْ نِكَاحُ الْاَرْبَعِ فَقَطْ اَوِ الْوَاحِدَةِ اَوِ التَّسَرِّیْ "اَدْنٰى" اَقْرَبُ اِلٰى "اَلَّا تَعُوْلُوْا" تَجُوْرُوْا،

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو لوگوں نے یتیم کی کفالت میں حرج سمجھا حالانکہ ان کی کفالت میں آٹھ آٹھ یا دس دس یتیم بیویاں ہوتی تھیں۔ جن کے درمیان عدل کرنا ان کے بس میں نہ ہوتا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے یعنی ان کی کفالت میں جب حرج جاننے لگو کہ تم ان کے درمیان انصاف قائم نہ کر سکو گے۔ تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں۔ یہاں پر ما بہ معنی من ہے۔ دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے۔ پس چار سے آگے نہ بڑھو۔ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو نفقہ اور تقسیم میں برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ کیونکہ باندیوں کے وہ حقوق نہیں ہوا کرتے جو بیویوں کے ہوتے ہیں۔ یعنی یا تو چار سے نکاح کر لو یا صرف ایک سے یا باندی پر اکتفاء کرو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"ان خفتم" کی جزا حذف ہوگئی ہے اور "فانکحوا" اس کا قائم مقام ہے یعنی: "ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فلاتنکحوھن و انکحوا" اور اس کے شان نزول میں جو کچھ ذکر ہوا ہے اسکے مطابق یہ نہی اس نکاح سے متعلق ہے جو مناسب مہر ادا کئے بغیر بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے کرتے ہیں۔

ان خفتم " کی جزا حذف ہوگئی ہے اور "فانکحوا" اس کا قائم مقام ہے یعنی: "ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فلاتنکحوھن و انکحوا " اور اس کے شان نزول میں جو کچھ ذکر ہوا ہے اسکے مطابق یہ نہی، اس نکاح سے متعلق ہے جو مناسب مہر ادا کئے بغیر بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے کرتے ہیں۔

خفتم۔ خوف (اجوف وادی) باب سمع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں خوفتم تھا۔ واو متحرک ماقبل مفتوح واو کو الف سے بدلا۔ دو ساکن جمع ہوئے۔ الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ بعد ازاں تاء کلمہ کے فتح کو کسرہ سے بدلا کہ ماضی مکسور العین ہے۔ خفتم۔ تم ڈرے۔ تم کو ڈر ہوا۔ الا۔ ان لا کا مخفف ہے۔

تقسطوا۔ تم انصاف کرو۔ تم انصاف کرو گے۔ اقساط سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تقسطون تھا۔ ان ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ الا تقسطوا۔ کہ تم انصاف نہیں کرو گے۔ یا نہ کر سکو گے۔

طاب۔ طیب (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ خوش لگے۔ بھلا معلوم دے۔ صاحب مدارک التنزیل نے ماطاب

لکم سے مراد لیا ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں۔ الا تعدلوا۔ کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے۔

ادنی۔ دان اور دنی کا اسم تفضیل ہے۔ الدنو (باب نصر) کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ قرب ذاتی۔ حکمی۔ مکانی۔ زمانی اور قرب ملحاظ مرتبہ کے سب کو شامل ہے۔ لفظ ادنی کبھی بمعنی اصغر آتا ہے اس صورت میں اکبر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی ادنی بمعنی ارذل آتا ہے اس وقت یہ خیر کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔ اور کبھی بمعنی اول (نشاۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور الاخر (نشاۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جیسے خسر الدنیا و الاخرۃ اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

اور کبھی ادنی بمعنی اقرب آتا ہے اور اقصیٰ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جیسے اذ انتم بالعدوۃ و الدنیا وھم بالعدوۃ القصوی، جس وقت تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔

وذلک ادنی ان یاتوا بالشھادۃ علی وجھھا، یہ طریقہ زیادہ قریب ہے کہ گواہ صحیح صحیح شہادت دیا کریں۔ یہاں ادنی بمعنی اقرب آیا ہے۔ الاتعولوا۔ تا کہ تم ایک طرف نہ جھک جاو۔ تم بے انصافی نہ کرو۔ تعولوا۔ عول (نصر) سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جس کا معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھنی وصول کرنے کے ہیں۔ عال المیزان۔ ترازو جھک گئی۔ عال الحاکم۔ حاکم نے بے انصافی کی۔ عال السھم۔ تیز نشانہ سے ہٹ گیا۔

یتیموں کی کفالت وانصاف کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے، وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی ۔ کہ یہ آیت ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی جس کی پرورش ایک یتیم لڑکی تھی اس یتیم لڑکی کے پاس کافی مال تھا لیکن اس کی خاطر جھگڑا کرنے والا کوئی نہ تھا وہ شخص اس کے مال کی ہوس میں اس کا نکاح نہ کرواتا تھا اور اسے تکلیف دیتا تھا اور اسے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہ کرتا تھا اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ، اور تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار نکاح کر لو۔ یعنی جو میں نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان سے نکاح کر لو اور ان کو چھوڑ دو۔ (مسلم 3018، بخاری 2362)

سعید بن جبیر، قتادہ، ضحاک اور سدی کہتے ہیں کہ یہ لوگ یتیموں کے اموال سے تو بچتے اور عورتوں کو رخصت سمجھتے اور جتنی عورتوں سے چاہتے نکاح کر لیتے پھر بعض اوقات عدل کرتے اور بعض اوقات ناانصافی جب انہوں نے یتیموں کے متعلق سوال کیا تو آیت یتامی اتری (واتو الیامی اموالھم) ۔ اور یتیموں کا مال (جو تمہاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو۔ تو اللہ نے اس کے ساتھ یہ آیت بھی نازل فرمائی، وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی،

اور تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار نکاح کر لو۔ فرماتے ہیں کہ جس طرح تم یتیموں کے بارے میں ناانصافی سے بچتے ہو اسی طرح عورتوں کے

بارے میں بھی ناانصافی سے ڈرو جن کے حقوق کا خیال رکھنا تمہارے لیے ممکن ہے ان سے زائد سے نکاح مت کرو کیونکہ ضعیف اور عجز میں عورتیں بھی یتیموں ہی کی طرح ہیں۔ والبی کی روایت میں یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ (تفسیر نیسابوری 121)

نکاح کرنے میں ترجیحات دینی ودنیاوی کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت سے نکاح کرنے کے بارے میں چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اول اس کا مالدار ہونا دوم اس کا حسب نسب والی ہونا سوم اس کا حسین وجمیل ہونا اور چہارم اس کا دین دار ہونا لہٰذا دیندار عورت کو اپنا مطلوب قرار دو اور خاک آلودہ ہوں تیرے دونوں ہاتھ۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 305)

حسب ونسب والی سے مراد وہ عورت ہے جو نہ صرف اپنی ذات میں شرف وبلندی اور وجاہت رکھتی ہو بلکہ وہ جس خاندان وقبیلہ کی فرد ہو وہ خاندان وقبیلہ بھی عزت ووجاہت اور شرف وبلندی کا حامل ہو چنانچہ انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے بیاہ کرے جو باحیثیت وباعزت خاندان وقبیلہ کی فرد ہوتا کہ اس عورت کی وجہ سے اپنی اولاد کے نسب میں شرف وبلندی کا امتیاز حاصل ہو۔ بہر کیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ عورت سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مذکورہ چار چیزوں کو بطور خاص ملحوظ رکھتے ہیں کہ کوئی شخص تو مالدار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ بعض لوگ اچھے حسب ونسب کی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت ان کی رفیقہ حیات بنے اور کچھ نیک بندے دین دار عورت کو ترجیح دیتے ہیں لہٰذا دین ومذہب سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دین دار عورت ہی کو اپنے نکاح کے لئے پسند کرے کیونکہ اس میں دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی سعادت ہے۔ اور خاک آلودہ ہوں تیرے دونوں ہاتھ ویسے تو یہ جملہ لفظی مفہوم کے اعتبار سے ذلت وخواری اور ہلاکت کی بددعا کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس جملہ سے یہ بددعا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد دین دار عورت کو اپنا مطلوب قرار دینے کی ترغیب دلانا ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۝
اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس میں سے کچھ تمہارے لئے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اس سے ہنسی خوشی کھاؤ۔

عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرنے کا بیان

"وَ اٰتُوا" اَعْطُوا "النِّسَاء صَدُقَاتهنَّ" جَمْع صَدُقَة مُهُورهنَّ "نِحْلَة" مَصْدَر عَطِيَّة عَنْ طِيب نَفْس "فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْء مِنْهُ نَفْسًا" تَمْيِيز مُحَوَّل عَنْ الْفَاعِل أَيْ طَابَتْ أَنْفُسهنَّ لَكُمْ عَنْ شَيْء مِنْ الصَّدَاق فَوَهَبْنَهُ لَكُمْ "فَكُلُوهُ هَنِيئًا" طَيِّبًا "مَرِيئًا" مَحْمُود الْعَاقِبَة لَا ضَرَر فِيهِ عَلَيْكُمْ فِي الْآخِرَة نَزَلَتْ رَدًّا عَلَى مَنْ كَرِهَ ذٰلِكَ،

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، یہاں پر صدقات یہ صدقہ کی جمع ہے مراد حق مہر ہیں۔ اور نحلہ یہ مصدر ہے یعنی دلی خوشی سے دینا ہے۔ پھر اگر وہ اس میں سے کچھ تمہارے لئے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں، یہاں نفسا یہ فاعل سے منقول ہو کر حال ہے۔ یعنی جب

خوشی سے وہ تمہیں اس میں سے ہبہ کردیں تو تب اس سے ہنسی خوشی کھاؤ۔ یعنی یہ معاملہ اچھا ہے اس کے بارے میں آخرت میں تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور یہ آیت اس شخص کے رد میں نازل ہوئی ہے جس ایسا کرنا مکروہ جانتا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اس مطلب میں کلمہ "نحلة" کو ایک محذوف، مفعول مطلق کیلئے صفت کے طور پر اخذ کیا گیا ہے "اتوھن ابتاء نحلة" یعنی یہ ادائیگی بغیر کسی احسان ولالچ کے ہونی چاہیے۔

صدقتھن ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صدقہ کی جمع ہے بمعنی مہر۔ نحلة۔ مصدر۔ واسم۔ باب فتح۔ خوشدلی کے ساتھ۔ اپنی خوشی سے بغیر مطالبہ کے۔ طبن وہ خوش ہوئیں۔ ان کو بھلا معلوم ہوا۔ طیب۔ مصدر۔ باب ضرب۔ ھنیئا۔ صیغہ صفت مشبہ۔ ھناء مصدر (فتح۔ ضرب۔ نصر) خوش مزہ۔ پاکیزہ۔ فعیل کے وزن پر۔ واحد، جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ ھنیئی۔ خوش گوار۔ مبارک۔ وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جاوے۔ مریئا۔ صفت مشبہ۔ خوشگوار۔ مراءۃ مصدر۔ خوش گوار ہونا (کرم۔ سمع۔ فتح) امراء (افعال) کھانے کو خوشگوار بنانا۔ استمراء (استفعال) کھانے کو خوشگوار پانا۔

سورہ نساء آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

ابوصالح سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح کرواتا تو اس کا مہر اسے دینے کے بجائے خود رکھ لیتا اللہ نے انہیں اس سے منع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ (سیوطی 67)

حق مہر کی تعریف کا بیان

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں۔ اصطلاح فقہ میں مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح کے بعد عورت سے نفع حاصل کرنے کے بدلے دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض فقہاء نے کہا ہے مہر وہ ہے جو ملک بضع کے بدلے میں بیوی کو دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کے مال ہونے میں مختلف حیثیت ہے۔

فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ مہر وہ مال ہے جو نکاح سے یا مباشرت سے یا خاوند سے حقوق زوجیت سے جبری طور پر محروم کیے جانے یا خلع کے سبب جھوٹی (گواہی) سے واجب ہوجاتا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۵، ص ۱۲۱، اوقاف پنجاب)

زوجہ کیلئے مہر ہونے کا شرعی بیان

ابوداؤد، ترمذی ونسائی ودارمی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ نہیں بندھا اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عورت کو مہر مثل ملے گا، نہ کم نہ زیادہ اور اس پر عدت ہے اور اُسے میراث ملے گی۔

معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا

ہی حکم فرمایا تھا۔ یہ سن کر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوئے۔ (جامع ترمذی، ۱۱۴۸)

حاکم و بیہقی عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "بہتر وہ مہر ہے جو آسان ہو۔ (مستدرک، رقم الحدیث، ۲۷۹۶)

مہر نہ دینے پر وعید کا بیان

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا۔

تو جس روز مرے گا زانی مرے گا اور جو کسی سے کوئی شے خریدے اور یہ نیت ہو کہ قیمت میں سے اُسے کچھ نہ دے گا تو جس دن مرے گا، خائن مرے گا اور خائن نار میں ہے۔ (معجم کبیر، ج۲، ص ۳۵، رقم الحدیث، ۷۳۰۲)

مہر کی مقدار میں مذاہب اربعہ

عاصم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے ان کے والد کے حوالے سے سنا کہ قبیلہ بنوفزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیاں مہر مقرر کر کے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم جوتیوں کے بدلے میں اپنی جان ومال دینے پر راضی ہو، اس نے عرض کیا ہاں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ اس باب میں حضرت عمر، ابوہریرہ، سہل بن سعد، ابوسعید، انس، عائشہ، جابر اور ابوحدرد اسلمی سے بھی روایت ہے عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے مہر کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں لہٰذا زوجین جس پر متفق ہو جائیں وہی مہر ہے۔ سفیان، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ مہر چار دینار سے کم نہیں۔ بعض (فقہاء احناف) اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہوتا۔ (جامع ترمذی، ج۱، رقم الحدیث ۱۱۱۳)

چنانچہ حنفیہ کے مسلک میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (30،۶۲ گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے اتنا مہر باندھا جو دس درہم یعنی (۳۰،۶۲ گرام چاندی) کی قیمت سے کم ہو تو مہر صحیح نہیں ہوگا۔

حضرت امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر کی آخری حد چوتھائی دینار ہے اور حضرت امام شافعی وحضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ثمن یعنی قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا مہر باندھنا جائز ہے۔

عورت کے مہر کے کچھ حصے کا معاف ہونا

شیخ الاسلام امام علی بن ابوبکر فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصل بات تو یہی ہے کہ مہر وہی چیز ادا کی جائے گی جو اس نے بیوی کو کہا تھا، لیکن اگر خاوند اور بیوی دونوں اس کے خلاف یا پھر اس میں کمی یا زیادتی پر متفق ہو جائیں تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کرلو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں) النساء، (24)

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں۔یعنی مہر کی کمی اور زیادتی میں رضامندی کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے جبکہ مہر مقرر ہو چکا ہو۔(تفسیر القرطبی، ج۵،ص۲۳۵، بیروت)(ہدایہ، کتاب نکاح، ج۲، لاہور)

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا
وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝
اور بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، جو اللہ نے تمھارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں اور انھیں ان میں سے کھانے کے لیے دو
اور انھیں پہننے کے لیے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ناسمجھ بچوں کو مال دینے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تُؤْتُوا" اَیُّهَا الْاَوْلِیَاء "السُّفَهَاء" الْمُبَذِّرِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالصِّبْیَان "اَمْوَالَكُمْ" اَیْ اَمْوَالَكُمْ الَّتِیْ فِیْ اَیْدِیكُمْ "الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰه لَكُمْ قِیَامًا" مَصْدَر قَامَ اَیْ تَقُوم بِمَعَاشِكُمْ وَصَلَاح اَوْلَادكُمْ فَیَضَعُوهَا فِیْ غَیْر وَجْههَا وَفِیْ قِرَاءَة قِیَمًا جَمْع قِیمَة مَا تَقُوم بِهِ الْاَمْتِعَة "وَارْزُقُوهُمْ فِیْهَا" اَیْ اَطْعِمُوهُمْ مِنْهَا "وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا" عِدُوهُمْ عِدَة جَمِیْلَة بِاِعْطَائِهِمْ اَمْوَالهمْ اِذَا رَشَدُوا.

اے وارثو! بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، یعنی مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے فضول خرچی کرنے والے ہیں۔جو اللہ نے تمھارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں یہاں پر قیام فعل قام سے مصدر ہے یعنی جس سے تمہاری معیشت اور تمہاری اولاد کی اصلاح قائم ہے جبکہ وہ اس کو بلاضرورت خرچ کردیں گے۔اور ایک قرأت میں قیما یہ قیمہ کی جمع ہے یعنی جس سے تمہاری زندگی کے منافع قائم ہیں۔اور انھیں ان میں سے کھانے کے لیے دو اور انھیں پہننے کے لیے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔یعنی ان سے مال دینے میں اچھا وعدہ کرو کہ جب تم لوگ سمجھدار بن جاؤ گے تو ہم تمہیں تمہارا مال دے دیں گے۔

لفظ قیام کے مختلف معانی کا بیان

قیما۔مصدر بھی ہے(باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا۔بیٹھنے کی حالت سے اٹھنا۔اور قائم کی جمع بھی ہے۔کھڑے ہونے والے۔قیام کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادہ سے کھڑا ہونا۔مثال منها قائم وحصيد ،ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تہس نہس ہوگئے ہیں (تسخیری طور پر کھڑا ہونے کے معنی ہیں)۔والذين يبيتون لربهم سجدا وقياما،اور وہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ میں اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔

قیام للشیء۔کسی شے کی حفاظت اور نگرانی کرنا۔الرجال قوامون على النساء،مرد عورتوں پر راعی اور محافظ ہیں

کسی کام کا پختہ ارادہ کر لینا۔ یایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوة، مومنو! جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا۔

قیام اور قوام اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقا وابستہ ہو۔ مثلاً آیۃ ہذا: ولا تؤتوا السفهاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما، نہ دو نادانوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے۔

اموالکم۔ سے اصل مراد وہ مال ہے جو نادان یتیموں کا دوسروں کی تحویل میں بطور نگران دیا گیا ہے۔ ھم کی بجائے کم کی ضمیر کا استعمال اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہوا ہے کہ یہ مال ایسا ہی قابل توجہ اور قابل احتیاط ہے جیسا کہ تمہارا اپنا مال۔ اس لئے اس کا ضیاع بہر نوع مذموم ہے۔ اور جعل اللہ لکم قیاما جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہرا بنایا ہے) کے الفاظ اس مال کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اس کو بے مقصد خرچ کرنا منع ہے تو اس آیۃ کا مطلب یہ ہوا کہ نابالغ۔ بے سمجھ یتیموں کے مال کی اپنا مال سمجھ کر حفاظت کرو یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اسے بے مقصد خرچ کے لئے ان کے مال ان نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو۔ جو نادانی کی وجہ سے اسے چند دنوں میں اڑا دیں گے (لیکن ان کے کھانے پینے اور لباس ضرور یہ پر اس مال سے خرچ کر سکتے ہو۔

حجر کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

اور کسی شخص کے تصرفات قولیہ روک دینے کو حجر کہتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مراتب پر پیدا فرمایا ہے کسی کو سمجھ بوجھ اور دانائی وہوشیاری عطا فرمائی اور بعض کی عقلوں میں فتور اور کمزوری رکھی جیسے مجنون اور بچے کہ ان کی فہم وعقل میں جو کچھ قصور ہے وہ مخفی نہیں اگر ان کے تصرفات نافذ ہو جایا کریں اور بسا اوقات یہ اپنی کم فہمی سے ایسے تصرفات کر جاتے ہیں جو خود ان کے لیے مضر ہیں تو انھیں کو نقصان اٹھانا پڑے گا لہٰذا اس کی رحمتِ کاملہ نے ان کے تصرفات کو روک دیا کہ ان کو ضرر نہ پہنچنے پائے۔ باندی غلام کی عقل میں فتور نہیں ہے مگر یہ خود اور جو ان کے پاس ہے سب مِلکِ مولیٰ ہے لہٰذا ان کو پرائی مِلک میں تصرّف کرنے کا کیا حق ہے۔

کم عقل اہل وعیال کو مال پر تصرف سے روک دینے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں (سفہاء) سے مراد تیری اولاد اور عورتیں ہیں، اسی طرح حضرت ابن مسعود حکم بن عیینہ حسن اور ضحاک رحمۃ اللہ سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یتیم مراد ہیں، مجاہد عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ عورتیں مراد ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک عورتیں بیوقوف ہیں مگر جو اپنے خاوند کی اطاعت گزار ہوں، ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرکش خادم ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہیں کھلاؤ پہناؤ اور اچھی بات کہو ابن عباس فرماتے ہیں یعنی تیرا مال جس پر تیری گزر بسر موقوف ہے اسے اپنی بیوی بچوں کو نہ دے ڈال کر پھر ان کا ہاتھ تکتا پھرے بلکہ اپنا مال اپنے قبضے میں رکھ اس کی اصلاح کرتا رہ اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کھانے کپڑے کا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا، ایک وہ شخص جس کی بیوی بد خلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بیوقوف کو دے دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیوقوف کو اپنا مال نہ دو تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر ہو اور اس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو۔ ان سے بھلی بات کہو یعنی ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ محتاجوں سے سلوک کرنا چاہئے اسے جسے بالفعل تصرف کا حق نہ ہو اس کے کھانے کپڑے کی خبر گیری کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ نرم زبانی اور خوش خلقی سے پیش آنا چاہئے۔

حجر میں معتبر ہونے والے اسباب کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ (۱) جس کی عقل زائل ہوگئی ہو بلا وجہ لوگوں کو مارے، گالیاں دے، شریعت نے اس میں کوئی اپنی اصطلاح جدید مقرر نہیں فرمائی، وہی ہے جسے فارسی میں دیوانہ، اردو میں پاگل کہتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مجنون کی ولایت عصبہ کو ہے۔ سب میں مقدم اس کا بیٹا عاقل بالغ، وہ نہ ہو تو باپ، پھر دادا، پھر بھائی، پھر بھتیجا، پھر چچا، پھر چچا کا بیٹا الی آخر العصبات، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ولایت مال صرف سات کو ہے۔ بیٹا، پھر اس کا وصی، پھر باپ، پھر اس کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، یا ان وصیوں کا وصی علی الترتیب، اور ان میں کوئی نہ ہو تو حاکم اسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) شرعاً مجنون وصبی غیر عاقل ایک حکم میں ہیں، اور صبی عاقل کا حکم اس سے جدا ہے۔ وہ خرید وفروخت باجازت ولی کر سکتا ہے اور مجنون نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۵) مجنون کی طلاق نہیں واقع ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶) ڈرائیں یا نہیں۔ ولی موجود ہو یا نہیں۔ مجنون کے دئے طلاق نہیں ہو سکتی جبکہ اس کا جنون ثابت ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۷) اس کا جواب گزرا کہ صبی لا یعقل اور مجنون کا ایک حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۸) نہیں واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب حجر، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انہیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت پرہیز کرے۔ اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔

دنیاوی معاملات میں یتیموں کو آزماتے رہنے کا بیان

"وَابْتَلُوا" اخْتَبِرُوا "الْيَتَامَى" قَبْل الْبُلُوغ فِي دِينهمْ وَتَصَرُّفهمْ فِي أَحْوَالهمْ "حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاح" أَيْ صَارُوا أَهْلًا لَهُ بِالِاحْتِلَامِ أَوْ السِّنّ وَهُوَ اسْتِكْمَال خَمْس عَشْرَة سَنَة عِنْد الشَّافِعِيّ "فَإِنْ آنَسْتُمْ" أَبْصَرْتُمْ "مِنْهُمْ رُشْدًا" صَلَاحًا فِي دِينهمْ وَمَالهمْ "فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالهمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا" أَيّهَا الْأَوْلِيَاء "إِسْرَافًا" بِغَيْرِ حَقّ حَال "وَبِدَارًا" أَيْ مُبَادِرِينَ إِلَى إِنْفَاقهَا مَخَافَة "أَنْ يَكْبَرُوا" رُشَدَاء فَيَلْزَمكُمْ تَسْلِيمهَا إِلَيْهِمْ "وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا" مِنْ الْأَوْلِيَاء "فَلْيَسْتَعْفِفْ" أَيْ يَعِفّ عَنْ مَال الْيَتِيم وَيَمْتَنِع مِنْ أَكْله "وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ" مِنْهُ "بِالْمَعْرُوفِ" بِقَدْرِ أُجْرَة عَمَله "فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ" أَيْ إِلَى الْيَتَامَى "أَمْوَالهمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ" أَنَّهُمْ تَسَلَّمُوهَا وَبَرِئْتُمْ لِئَلَّا يَقَع اخْتِلَاف فَتَرْجِعُوا إِلَى الْبَيِّنَة وَهَذَا أَمْر إِرْشَاد "وَكَفَى بِاللّٰهِ" الْبَاء زَائِدَة "حَسِيبًا" حَافِظًا لِأَعْمَالِ خَلْقه وَمُحَاسِبهمْ

اور بلوغت سے پہلے یتیموں کے دین اور خرچ کرنے احوال میں ان کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، یعنی احتلام یا عمر کے حساب سے نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کی عمر کا پندرہ سال مکمل ہونا ہے۔ پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری یعنی ان کے دین اور مال کے حالات معلوم کرلو یعنی دیکھ لو تو ان کے مال ان کے سپرد کردو اور اے وارثو! بلاوجہ فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے یعنی اپنے اخراجات کی جانب پھیر کر انہیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہوجائیں گے۔ یعنی وہ بڑے ہوجائیں گے تو مال کو ان کے سپرد کرنا لازم ہوجائے گا۔ اور اولیاء میں سے جو غنی ہو تو وہ یتیم کے مال سے بہت پرہیز کرے۔ یعنی کھانے سے اپنے آپ کو روک رکھے۔ اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، یعنی کام کی مزدوری کے برابر کھائے۔ پھر جب ان یتیموں کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنالو کہ ان کا مال ان کے حوالے کرچکے ہو اور تم بری الذمہ ہوچکے ہو لہٰذا اب کوئی اختلاف واقع نہ ہوگا۔ اور اگر اختلاف واقع ہوا بھی تو تم گواہ کی طرف معاملہ حوالے کردو گے۔ اور یہاں امر ارشاد کے معنی میں ہے۔ اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔ یہاں پر باء زائدہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے اعمال کا حافظ ومحاسب ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ابتلوا ۔ تم آزماؤ۔ تم امتحان لو۔ ابتلاء (افتعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یعنی تم ان کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتے رہو کہ آیا شعور محکم کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے نفع ونقصان کو صحیح طور پر رکھ سکتے ہیں۔

حتی اذا بلغوا النکاح ۔ نکاح مصدر ہے اس کے معنی نکاح کرنا یا جماع کرنا دونوں ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جاویں اور سن تمیز کو پالیں۔

رشدا۔ رشد کے معنی ہیں ہدایت۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ حسن تدبیر (رشد یرشد کا مصدر ہے) یہاں مراد صلاحیت ہے۔ ادفعوا۔ تم دیدو۔ تم حوالہ کردو۔ دفع سے۔ امر کا صیغہ مذکر حاضر۔ ولا تاکلوھا۔ یعنی تم خود اس مال سے خرچ مت کرو۔ اسرافا۔ فضول مدوں میں۔ بدارا۔ جلدی کر کے بروزن فعال۔ مصدر۔ یعنی شتابی اور سرعت سے کام نے کر ان کا مال بے دریغ خرچ نہ کر ڈالو کہ بڑے ہو گئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے۔ فلیستعفف۔ امر۔ واحد مذکر غائب۔ استعفاف (استفعال) مصدر۔ وہ بچتا رہے۔ یعنی یتیموں کے مال خود خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔ بالمعروف۔ مناسب مقدار میں۔ حسیبا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔

سورہ نساء آیت ۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آیت، وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ، کے یتیم کے ولی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اگر وہ محتاج ہو تو دستور کے موافق اپنے حق کے بقدر یتیم کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 41)

یہ آیت ثابت بن رفاعہ اور ان کے چچا کے متعلق نازل ہوئی حضرت رفاعہ فوت ہو گئے اور ایک چھوٹا بیٹا ثابت چھوڑ گئے ثابت کے چچا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور پوچھا کہ میرے بھائی کا یتیم بچہ میری پرورش میں ہے اس کے مال سے میرے لیے کیا حلال ہے اور میں اس کا مال کب اس کے حوالے کروں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (زادالمسیر 2۔ 14)

یتیم کے مال میں میں تصرف کرنے کا بیان

اور جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہیں تو ان کے ولیوں کو چاہئے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضروری حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دیں ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو خود امیر ہو کھاتا پیتا ہو تو اسے تو چاہئے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے، مردار اور بہے ہوئے خون کی طرح یہ مال ان پر حرام محض ہے، ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بیشک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق وقت کی حاجت اور دستور کے موجب اس مال میں سے کھا پی لے اپنی حاجت کو دیکھے اور اپنی محنت کو اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے اور اگر محنت حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے، پھر ایسا ولی اگر مالدار بن جائے تو اسے اس کھائے ہوئے اور لئے ہوئے مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ واپس نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنے کام کے بدلے لے لیا ہے۔ امام شافعی کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے، اس لئے کہ آیت میں بغیر بدل کے مباح قرار دیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال نہیں ایک یتیم میری پرورش میں ہے تو کیا میں اس کے کھانے سے کھا سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں اس یتیم کا مال اپنے کام میں لا سکتا بشرطیکہ حاجت سے زیادہ نہ اڑا نہ جمع کرنہ یہ ہو کہ اپنے مال کو تو بچا رکھے اور اس کے مال کو کھاتا چلا جائے، ابن ابی حاتم میں بھی ایسی ہی روایت ہے،

ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے یتیم کو ادب سکھانے کے لئے ضرورتاً کس چیز سے ماروں؟ فرمایا جس سے تو اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہے اپنا مال بچا کر اس کا مال خرچ نہ کر نہ اس کے مال سے دولت مند بننے کی کوشش کر، حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ میرے پاس بھی اونٹ ہیں اور میرے ہاں جو یتیم پل رہے ہیں ان کے بھی اونٹ ہیں میں اپنی اونٹنیاں دودھ پینے کے لئے فقیروں کو تحفہ دے دیتا ہوں تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ ان یتیموں کی اونٹنیوں کا دودھ پی لوں؟ آپ نے فرمایا اگر ان یتیموں کی گم شدہ اونٹنیوں کی کو تو ڈھونڈ لاتا ہے ان کے چارے پانی کی خبر گیری رکھتا ہے ان کے حوض درست کرتا رہتا ہے اور ان کی نگہبانی کیا کرتا ہے تو بیشک دودھ سے نفع بھی اٹھا لیکن اس طرح کہ نہ ان کے بچوں کو نقصان پہنچے نہ حاجت سے زیادہ لے، (موطا مالک)

حضرت عطاء بن رباح حضرت عکرمہ حضرت ابراہیم نخعی حضرت عطیہ عوفی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنگ دستی کے دور ہو جانے کے بعد وہ مال یتیم کو واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے البتہ ایک وجہ سے جواز ہو گیا تھا جب وہ وجہ جاتی رہی تو اس کا بدل دینا پڑے گا جیسے کوئی بے بس اور مضطر ہو کر کسی غیر کا مال کھا لے لیکن حاجت کے نکل جانے کے بعد اگر اچھا وقت آیا تو اسے واپس دینا ہوگا، دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو اعلان فرمایا تھا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی کی حیثیت ہے اگر مجھے ضرورت ہی نہ ہوئی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاجی ہوئی تو بطور قرض لوں گا جب آسانی ہوئی پھر واپس کر دوں گا۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ حدیث سعید بن منصور میں بھی ہے اور اس کو اسناد صحیح ہے، بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے، ابن عباس سے آیت کے اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ بطور قرض کھائے اور بھی مفسرین سے یہ مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں معروف سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے اور روایت میں آپ سے یہ مروی ہے کہ وہ اپنے ہی مال کو صرف اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے لائق ہی خرچ کرے تا کہ اسے یتیم کے مال کی حاجت ہی نہ پڑے،

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں اگر ایسی بے بسی ہو جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے تو بیشک کھالے لیکن پھر ادا کرنا ہوگا، یحییٰ بن سعید انصار اور ربیعہ سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ اگر یتیم فقیر ہو تو اس کا ولی اس کی ضرورت کے موافق دے اور پھر اس ولی کو کچھ نہ ملے گا، لیکن عبارت یہ ٹھیک نہیں بیٹھتا اس لئے کہ اس سے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ جو غنی ہو وہ کچھ نہ لے، یعنی جو ولی غنی ہو تو یہاں بھی یہی مطلب ہوگا جو ولی فقیر ہو نہ یہ کہ جو یتیم فقیر ہو، دوسری آیت میں ہے آیت (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ (6 . الانعام:152) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ ہاں بطور اصلاح کے پھر اگر تمہیں حاجت ہو تو حسب حاجت بطریق معروف اس میں سے کھاؤ پیو پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھ لو کہ ان میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کر دو، تا کہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے، یوں تو دراصل سچا شاہد اور پورا نگراں اور باریک حساب لینے والا اللہ ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی؟ آیا خورد برد کیا تباہ و برباد کیا

جھوٹ سچ حساب لکھا اور دیا یا صاف دل اور نیک نیتی سے نہایت چوکسی اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال رکھا اور حساب کتاب صاف رکھا، ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی دانا وبینا نگران ونگہبان کو ہے،

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ابوذر میں تمہیں ناتواں پاتا ہوں اور جو اپنے لئے چاہتا ہوں وہی تیرے لئے بھی پسند کرتا ہوں خبردار ہرگز دو شخصوں کا بھی سردار اور امیر نہ بننا نہ کبھی کسی یتیم کا ولی بننا۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء، ۵)

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ
وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝
مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے، ماں باپ اور قریبی
رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ، مقرر کردہ حصہ ہے۔

دور جاہلیت کے قانون وراثت کی تردید کا بیان

وَنَزَلَ رَدًّا لِمَا كَانَ عَلَيْهِ فِى الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ عَدَمِ تَوْرِيثِ النِّسَاءِ وَالصِّغَارِ: "لِلرِّجَالِ" الْاَوْلَادِ وَالْاَقْرِبَاءِ ، "نَصِيْبٌ" حَظٌّ "مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ " الْمُتَوَفَّوْنَ "وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ " اَىِ الْمَالِ "اَوْ كَثُرَ" جَعَلَهُ اللّٰهُ "نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا " مَقْطُوْعًا بِتَسْلِيْمِهِ اِلَيْهِمْ،

یہ آیت مبارکہ دور جاہلیت میں عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت نہ ملنے کی وجہ سے اس قانون کے رد میں نازل ہوئی جو دور جاہلیت میں رائج تھا۔ مردوں یعنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے موت کے بعد چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے، ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں نے حصہ ہے۔ وہ ترکہ کا مال تھوڑا ہو یا زیادہ، مقرر کردہ حصہ ہے۔ یعنی یقیناً ان کے حوالے کرنا لازم کیا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

'الاقربون" کا معنی ہے، قریبی ترین رشتہ دار (لسان العرب) لہٰذا جو وارث تمام رشتہ داروں سے زیادہ میت کے نزدیک ہو وہی ارث لینے میں مقدم ہے۔ عورتوں کو ارث سے محروم کرنے والی جاہلانہ رسم کا ختم کیا جانا۔ طبری نقل کرتے ہیں کہ عرب جاہلیت میں عورتوں کو ارث سے محروم کر دیتے تھے اور یہ آیت اسی رسم کو ختم کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے۔ عورت اور مرد کیلئے، کلمہ "نصیب" کا تکرار ارث سے ان دونوں کے حصہ کے متفاوت ہونے کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔

سورہ نساء آیت ۷ کے شان نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اوس بن ثابت وفات پا گئے اور ایک بیوی ام کجہ اور تین بیٹیاں چھوڑیں دو آدمی سوید اور عرفجہ جو میت کے چچازاد بھائی تھے اور اس کے وصی تھے کھڑے ہوئے اور اس کے مال پر قابض ہو گئے نہ بیوی کو کچھ دیا اور نہ ہی بچیوں کو یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچے کو ترکے میں سے کچھ نہ دیتے اگرچہ وہ بچہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو صرف بڑے آدمی وارث بنتے یہ کہتے کہ ورثہ صرف اس شخص کو ملتا ہے جو گھوڑے کی پیٹھ پر لڑے اور مال غنیمت جمع کرے ام کجہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اوس بن ثابت فوت ہو گیا پیچھے تین بیٹیاں چھوڑی ہیں اور میں اس کی بیوی ہوں میرے پاس کچھ نہیں کہ ان بچیوں پر خرچ کروں حالانکہ ان کے والد نے اچھا ترکہ چھوڑا ہے جو کہ سوید اور عرفجہ کے پاس ہے نہ وہ اس مال میں سے مجھے دیتے ہیں اور نہ ہی بیٹیوں کو کچھ دیتے ہیں جبکہ وہ میری پرورش میں ہیں نہ وہ مجھے کھلاتے پلاتے ہیں اور نہ ان کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالتے ہیں۔

آپ نے ان دونوں کو بلایا انہوں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی اولاد گھوڑے پر سوار نہیں ہوئی نہ انہوں نے بوجھ اٹھایا اور نہ دشمن سے لڑائی کی تو آپ نے فرمایا یہاں سے چلے جاؤ یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ اللہ ان کے بارے میں مجھ سے کیا بیان فرماتے ہیں پس وہ چلے گئے تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (نیسابوری 122، سیوطی 67، قرطبی 5۔46)

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا٥
اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

موت کے بعد میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان

"وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ" لِلْمِيرَاثِ "اُولُو الْقُرْبٰى" ذَوُو الْقَرَابَة مِمَّنْ لَا يَرِث "وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِين فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ" شَيْئًا قَبْل الْقِسْمَة "وَقُولُوا" اَيُّهَا الْاَوْلِيَاء "لَهُمْ" اِذَا كَانَ الْوَرَثَة صِغَارًا "قَوْلًا مَعْرُوفًا" جَمِيلًا بِاَنْ تَعْتَذِرُوا اِلَيْهِمْ اَنَّكُمْ لَا تَمْلِكُونَهُ وَاَنَّهُ لِلصِّغَارِ وَهٰذَا قِيلَ اِنَّهُ مَنْسُوخ وَقِيلَ لَا وَلٰكِنْ تَهَاوَنَ النَّاس فِي تَرْكه وَعَلَيْهِ فَهُوَ نَدْب وَعَنْ ابْن عَبَّاس وَاجِب،

اور جب تقسیم یعنی میراث کے وقت قرابت والے یعنی وہ قرابت جو وارث نہ بن سکیں اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے تقسیم سے پہلے کچھ دو اور اولیاء میت ان سے اچھی بات کہو۔ جب ورثاء کم سن ہوں۔ تو معذرت کے ساتھ ان سے کہہ دو کہ ابھی تم اس کے مالک نہ بنو گے کیونکہ اولاد چھوٹی ہے۔ اور اس حکم کے نسخ و عدم نسخ کا قول بھی آیا ہے۔ لیکن لوگوں نے عدم نسخ پر عمل کیا ہے۔ اور اس صورت میں یہاں امر مستحب کے معنی میں ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا وجوب بیان کیا گیا ہے۔

سورہ نساء آیت ۸ کے سبب نزول کا بیان

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ان کے والد نے تقسیم میراث کے وقت ایک بکری ذبح کرا کے کھانا پکایا اور رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کو کھلایا اور یہ آیت پڑھی ابن سیرین نے اسی مضمون کی عبیدہ سلمانی سے بھی روایت کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کہا کہ اگر یہ آیت نہ آئی ہوتی تو یہ صدقہ میں اپنے مال سے کرتا۔ تیجہ جس کو سویم کہتے ہیں اور مسلمانوں میں معمول ہے وہ بھی اسی آیت کا اتباع ہے کہ اس میں رشتہ داروں اور یتیموں و مسکینوں پر تصدق ہوتا ہے اور کلمہ کا ختم اور قرآن پاک کی تلاوت اور دعا قول معروف ہے اس میں بعض لوگوں کو بیجا اصرار ہو گیا ہے جو بزرگوں کے اس عمل کا ماخذ تو تلاش نہ کر سکے باوجود یہ کہ اتنا صاف قرآن پاک میں موجود تھا لیکن انہوں نے اپنی رائے کو دین میں دخل دیا اور عمل خیر کو روکنے پر مصر ہو گئے۔ اللہ ہدایت کرے۔ (خزائن العرفان)

میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے ثواب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کی وفات ہوگئی اور میں ان کے پاس موجود نہ تھا، کیا انہیں کچھ نفع دے گا۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ سعد نے کہا اچھا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ مخراف نامی ان کی طرف سے صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 31)

مذکورہ آیت وحدیث کے مطابق میت کی طرف سے ایصال ثواب کیلئے تیجہ، دسواں اور چہلم وغیرہ کا ختم شریف دلا کر غرباء ومساکین میں کھانا تقسیم کرنا یہ میت کی بخشش کا سبب بنے گا۔ لہٰذا مسلمانوں جو خشک فکر سکالری نظریے کے حامل گمراہ کن لوگوں سے بچنا چاہیے اور فوت شدہ والدین و مسلمان بھائیوں کیلئے ایصال ثواب کا اہتمام کرنا چاہیے۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ
فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝
اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتواں اولاد چھوڑتے، تو ان کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔

یتیموں کے حقوق میں اولاد کی طرح اچھا خیال رکھنے کا بیان

"وَلْيَخْشَ" اَیْ لِيَخَفْ عَلَى الْيَتَامٰى "الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوا" اَیْ قَارَبُوا اَنْ يَّتْرُكُوا "مِنْ خَلْفِهِمْ" اَیْ بَعْد مَوْتهمْ "ذُرِّيَّة ضِعَافًا" اَوْلَادًا صِغَارًا "خَافُوْا عَلَيْهِمْ" الضَّيَاع "فَلْيَتَّقُوا اللّٰه" فِیْ اَمْر الْيَتَامٰى وَلْيَاْتُوْا اِلَيْهِ مَا يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّفْعَل بِذُرِّيَّتِهِمْ مِنْ بَعْدهمْ "وَلْيَقُوْلُوْا" لِمَنْ حَضَرَتْهُ الْوَفَاة "قَوْلًا سَدِيْدًا" صَوَابًا بِاَنْ يَّاْمُرُوْهُ اَنْ يَّتَصَدَّق بِدُوْنِ ثُلُثه وَيَدَع الْبَاقِی لِوَرَثَتِهٖ وَلَا يَتْرُكهُمْ عَالَة،

اور وہ یتیموں کے حقوق پر ڈریں کہ وہ لوگ اپنی موت کے بعد اگر ناتواں اولاد یعنی چھوٹی اولاد چھوڑتے، تو ان کے ضائع

کرنے کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہئے کہ یتیموں کے معاملات میں اللہ سے ڈریں۔ یعنی ان کو اسی طرح دیں جس طرح وہ اپنی اولاد کو موت کے بعد دینا پسند کرتے، اور سیدھی بات کریں۔ یعنی موت کے وقت اچھی بات کہو اور ان کو تہائی سے کم پر صدقے کا حکم دو اور بقیہ وراثت کیلئے چھوڑ دو۔ جبکہ انہیں محتاج کر کے نہ چھوڑنا۔

الفاظ کے معانی کا بیان

پہلے جملے (لو تركوا من خلفهم ذرية ضعافاً) کے قرینے سے جملہ "فليتقوا الله" کا معنی اس طرح ہوگا: "فليتقوا الله فی امر الذرية الضعاف" یعنی جولوگ اپنی موت کے بعد اپنے یتیم بچوں کے حقوق کے بارے میں پریشان ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے یتیم بچوں کے بارے میں تقوائے الہی اختیار کریں۔

ورثاء ترکہ کو ان کا حق ادا کردینے کا بیان

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی۔ یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بچیاں ہیں ان کا باپ جنگ احد میں شہید ہو گیا ہے بچیوں کے چچا (سعد بن ربیع کے بھائی) نے سعد کے سارے ترکہ پر قبضہ کرلیا ہے اور ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ اور مال کے بغیر ان کا نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خود اس معاملہ میں فیصلہ فرمائے گا۔ پھر میراث کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کے بھائی کو بلایا اور فرمایا کہ ترکہ میں سے دو تہائی تو سعد کی بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو۔ باقی جو بچے (یعنی ۲۴ حصوں میں سے صرف ۵ حصے) وہ تمہارا ہے۔ (ترمذی، ابواب الفرائض)

بعض کے نزدیک اس کے مخطب اوصیاء ہیں (جن کو وصیت کی جاتی ہے) ان کو نصیحت کی جارہی ہے کہ ان کے زیر کفالت جو یتیم ہیں انکے ساتھ وہ ایسا سلوک کریں جو اپنے بچوں کے ساتھ اپنے مرنے کے بعد کیا جانا پسند کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کے مخاطب عام لوگ ہیں کہ وہ یتیموں اور دیگر چھوٹے بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مرنے والے کو اچھی باتیں سمجھائیں تا کہ وہ نہ حقوق اللہ میں کوتاہی کر سکے نہ حقوق بنی آدم میں، اور وصیت میں وہ ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھے۔ اگر وہ خوب صاحب حیثیت ہے تو ایک تہائی مال کی وصیت ایسے لوگوں کے حق میں ضرور کرے جو اس کے قریبی رشتہ داروں میں غریب اور مستحق امداد ہیں یا پھر کسی دینی مقصد اور ادارے پر خرچ کرنے کی وصیت کرے تا کہ یہ مال اس کے لیے زاد آخرت بن جائے اور اگر وہ صاحب حیثیت نہیں ہے تو اسے تہائی مال میں وصیت کرنے سے روکا جائے۔

تا کہ اس کے اہل خانہ بعد میں مفلسی اور احتیاج سے دوچار نہ ہوں۔ اسی طرح کوئی اپنے ورثا کو محروم کرنا چاہے تو اس سے اس کو منع کیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ اگر ان کے بچے فقر وفاقہ سے دوچار ہو جائیں تو اس کے تصور سے ان پر کیا گزرے گی۔ اس تفصیل سے مذکورہ سارے ہی مخاطبین اس کا مصداق ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء، بیروت)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھرتے ہیں،

اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔

یتیموں کا مال کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا " بِغَيْرِ حَقٍّ "اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ " اَیْ مِلْأَهَا "نَارًا" لِاَنَّهٗ يُؤَوَّلُ اِلَيْهَا "وَسَيَصْلَوْنَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ يَدْخُلُوْنَ "سَعِيْرًا" نَارًا شَدِيْدَةً يَحْتَرِقُوْنَ فِيْهَا،

بیشک جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھرتے ہیں، یعنی ان کا کھایا ہوا مال آگ میں بدل جائے گا۔ اور وہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔ اور "وَسَيَصْلَوْنَ" یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے اور سعیر سے مراد سخت جلا دینے والی آگ ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۰ کے سبب نزول کا بیان

مقاتل بن حیان کہتے ہیں یہ آیت کریمہ غطفان کے ایک آدمی مرثد بن زید کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے ایک یتیم بھتیجے کا ولی تھا جو چھوٹا تھا یہ اس کا مال کھا گیا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی 5۔53، زاد المسیر 2۔32)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اچھے طور سے اور یہ کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طریقہ پر کھا رہے ہیں تو در اصل وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ تو جن جن لوگوں کے پاس یتیم تھے (یعنی ان کے زیر کفالت وسرپرستی تھے) انہوں نے اپنا کھانا پینا ان کے کھانے پینے سے الگ کر لیا۔ پس اگر یتیم کا کھانا بچ جاتا تو وہ اس کو اٹھا کر رکھ دیتے یہاں تک کہ وہ کھانا خود اس یتیم ہی کو کھانا پڑتا یا سڑ جاتا۔ پس اس حکم پر عمل کرنا لوگوں کے لئے دشوار ہو گیا۔ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو ان کے لئے بھلائی کرنا اچھا ہے اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے ان کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے کے ساتھ شریک کر لیا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1104)

یتیموں کا مال کھانا باعث ہلاکت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی باتیں ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن بھولی

بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 42)

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّھُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، اور مُورِث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مُورِث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مُورِث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مُورِث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوگی) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

احکام وراثت کے قوانین کا بیان

"يُوْصِيْكُمْ" يَاْمُرُكُمْ "اللّٰهُ فِيْ" شَاْنِ "اَوْلَادِكُمْ" بِمَا يُذْكَرُ "لِلذَّكَرِ" مِنْهُمْ "مِثْلُ حَظِّ" نَصِيْب "الْاُنْثَيَيْنِ" اِذَا اجْتَمَعَتَا مَعَهُ فَلَهُ نِصْفُ الْمَالِ وَلَهُمَا النِّصْفُ فَاِنْ كَانَ مَعَهُ وَاحِدَة فَلَهَا الثُّلُث وَلَهُ الثُّلُثَانِ وَاِنْ انْفَرَدَ حَازَ الْمَالَ "فَاِنْ كُنَّ" اَيْ الْاَوْلَاد "نِسَاء" فَقَطْ "فَوْق اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ" الْمَيِّت وَكَذَا الِاثْنَتَانِ لِاَنَّهُ لِلْاُخْتَيْنِ بِقَوْلِهِ "فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ" فَهُمَا اَوْلٰى وَلِاَنَّ الْبِنْت تَسْتَحِقّ الثُّلُث مَعَ الذَّكَر فَمَعَ الْاُنْثٰى اَوْلٰى (وَفَوْق) قِيلَ صِلَة وَقِيلَ لِدَفْعِ تَوَهُّم زِيَادَة النَّصِيب بِزِيَادَةِ الْعَدَد لِمَا فُهِمَ اسْتِحْقَاق الْبِنْتَيْنِ الثُّلُثَيْنِ مِنْ جَعْل الثُّلُث لِلْوَاحِدَةِ مَعَ الذَّكَر "وَاِنْ كَانَتْ" الْمَوْلُودَة "وَاحِدَة" وَفِي قِرَاءَة بِالرَّفْعِ فَكَانَ تَامَّة "فَلَهَا النِّصْف وَلِاَبَوَيْهِ" اَيْ الْمَيِّت وَيُبْدَل مِنْهُمَا "لِكُلِّ وَاحِد مِنْهُمَا السُّدُس مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ وَلَد" ذَكَر اَوْ اُنْثٰى وَنُكْتَة الْبَدَل اِفَادَة اَنَّهُمَا لَا يَشْتَرِكَانِ فِيهِ وَاُلْحِقَ بِالْوَلَدِ وَلَد الِابْن وَبِالْاَبِ الْجَدّ "فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَد وَوَرِثَهُ اَبَوَاهُ" فَقَطْ اَوْ مَعَ

زَوْج "فَلِاُمِّهِ" بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِهَا فِرَارًا مِنَ الْاِنْتِقَالِ مِنْ ضَمَّةٍ اِلٰى كَسْرَةٍ لِثِقَلِهِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ "الثُّلُثُ" اَیْ ثُلُثُ الْمَالِ اَوْ مَا يَبْقٰى بَعْدَ الزَّوْجِ وَالْبَاقِیْ لِلْاَبِ "فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ" اَیْ اثْنَانِ فَصَاعِدًا ذُكُوْرًا اَوْ اِنَاثًا "فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ" وَالْبَاقِیْ لِلْاَبِ وَلَا شَیْءَ لِلْاِخْوَةِ وَاِرْثُ مَنْ ذُكِرَ مَا ذُكِرَ "مِنْ بَعْدِ" تَنْفِيْذِ "وَصِيَّةٍ يُوْصِیْ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ "بِهَا اَوْ" قَضَاءِ "دَيْنٍ" عَلَيْهِ وَتَقْدِيْمُ الْوَصِيَّةِ عَلَى الدَّيْنِ وَاِنْ كَانَتْ مُؤَخَّرَةً عَنْهُ فِی الْوَفَاءِ لِلْاِهْتِمَامِ بِهَا "اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ" مُبْتَدَاٌ خَبَرُهٗ "لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا" "لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا" فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَظَانٌّ اَنَّ ابْنَهٗ اَنْفَعُ لَهٗ فَيُعْطِيْهِ الْمِيْرَاثَ فَيَكُوْنُ الْاَبُ اَنْفَعَ وَبِالْعَكْسِ وَاِنَّمَا الْعَالِمُ بِذٰلِكَ هُوَ اللّٰهُ فَفَرَضَ لَكُمُ الْمِيْرَاثَ "فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمًا" فِيْمَا دَبَّرَهٗ لَهُمْ: اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ان میں سے لڑکے کے لئے دولڑکیوں کے برابر حصہ ہے، اور جب ایک لڑکے کے ساتھ دولڑکیاں ہیں تو ترکہ میں سے بیٹے کیلئے نصف ہے۔اور جب ایک لڑکے کے ساتھ ایک لڑکی ہو تو لڑکی کیلئے ایک تہائی جبکہ لڑکے کیلئے دوتہائیاں حصہ ہوگا۔اور اگر صرف لڑکا ہے تو وہ پورا مال لینے والا ہوگا،

پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دویا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دوتہائی حصہ ہے،دولڑکیوں کیلئے دوتہائی حصہ ہوگا۔اور ایسے یہ دو بہنوں کیلئے بھی دوتہائی ہوگا۔اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے۔فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ،

لہٰذا دولڑکیاں اس کی بدرجہ اولیٰ حقدار ہوں گی۔کیونکہ لڑکی جب ایک لڑکے کے ساتھ تہائی کی حقدار ہوتی ہے تو وہ ایک لڑکی کے ساتھ بدرجہ اولیٰ حقدار بن جائے گی۔اور فوق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ صلہ ہے جو عدد کی زیادتی کے سبب حصہ کی زیادتی کے وہم کو دور کرنے کیلئے آیا ہے جو دو بیٹیوں کیلئے دوتہائی جبکہ ایک بیٹے کے ساتھ ایک تہائی کے سبب سمجھا جار ہا تھا۔

اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے،ایک قرأت میں واحدہ کو رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔تو اس صورت میں کان تامہ ہوگا۔اور مُورِث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) کیونکہ لکل واحد یہ ابویہ سے بدل ہے، بشرطیکہ مُورِث کی کوئی اولاد ہو،بدل ہونے کا نکتہ یہ ہے کہ اس بات کا فائدہ حاصل ہوگا کہ وہ دونوں سدس میں شریک نہ ہوں گے بلکہ ہر کوئی الگ الگ سدس کا حقدار ہوگا۔اور ولد کے ساتھ ولد الابن اور اب کے ساتھ جد کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

پھر اگر اس میت (مُورِث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں یا ان کے ساتھ صرف زوج ہو تو میت کی ماں کے لئے کل مال سے تہائی ہے۔لفظ ام ضمہ اور کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔تاکہ ضمہ سے کسرہ کی انتقال ثقل سے بچنے کیلئے دونوں جگہ پر ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔یعنی زوج کو دینے کے بعد ماں کیلئے بقیہ میں سے تہائی ہے۔اور باقی سب باپ کا حصہ ہے، پھر اگر مُورِث کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے باقی سب کا باپ کا ہے اور بھائی بہنوں کیلئے کچھ نہ ہوگا۔یہ تقسیم اس وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد ہوگی، یوصی یہ معروف

ومجہول دونوں طرح آیا ہے اور وصیت کو دین پر مقدم اس کی شان کے پیش نظر کیا گیا ہے اگرچہ ادائیگی میں مؤخر ہی سہی۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہاں پر "اٰبَــآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ " یہ مبتداء اور اس کی خبر "لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا " ہے۔ ممکن وہ یہ گمان کرتا کہ اس کا بیا اس کیلئے زیادہ فائدے مند ہے لہٰذا یہ میراث اس کے حوالے کر دیتا جبکہ اس کا باپ زیادہ فائدہ دینے والا ہے یا اس کے برعکس ہوتا۔ پس اللہ ہی اس معاملہ کو زیادہ جاننے والا ہے لہٰذا اسی نے میراث کو فرض کیا ہے۔ اور یہ تقسیم اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، بیشک اللہ خوب اپنی مخلوق کو جاننے والا، اپنی تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ اسی صفت کے متصف رہتا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"لِلذَّكَرِ"، "الانثیین" اور کالام، تملیک کیلئے ہے اور "من بعد وصية" اس تملیک کے واقع ہونے کا ظرف ہے۔ جملہ "فان کان لہ اخوۃ" ایک مقدر جملے پر متفرع ہے، یعنی ماں کا ارث میں سے حصہ اس وقت ایک تہائی (تیسرا حصہ) ہے جب میت کے متعدد بھائی نہ ہوں لیکن اگر میت کے بھائی موجود ہوں تو ماں کا حصہ چھٹا ہوگا اور چونکہ فرض یہ ہے کہ میت کے وارث فقط والدین ہیں، باقی حصہ باپ کا ہوگا۔ میت کے ماں باپ یا اس کی اولاد موجود ہو تو میت کے بھائیوں کو میراث میں سے کچھ نہیں ملتا۔ چونکہ میت کے بھائیوں کی موجودگی میں (فان کان لہ اخوۃ) فقط اسکے ماں باپ کو اس کا وارث شمار کیا گیا ہے (وورثہ ابواہ، جملہ "فان کان لہ اخوۃ" کے مفہوم سے پتہ چلتا ہے کہ اگر میت کا کوئی بھائی نہ ہو یا فقط ایک بھائی ہو تو اس کا وہی سابقہ سہم یعنی ایک تہائی اسے ملے گا۔

سورہ نساء آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوگیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔

جب افاقہ ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اپنے مال کے متعلق کیا فیصلہ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ یہ آیات نازل ہوئیں يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے متعلق وصیت کرتے ہیں کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور کئی لوگوں نے اس حدیث کو محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 953)

اصحاب فروض کے حصوں میں کمی وبیشی کی ممانعت کا بیان

میت کے ورثاء میں ذوی الفروض کے حصے کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع سے ثابت ہیں۔ ان میں کمی بیشی ممکن نہیں جن کا جتنا حصہ مقرر ہے ان کو اتنا دیا جائے گا نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ ذوی الفروض کو اپنا اپنا حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ

مستحق عصبات کو دیا جائے گا۔ اگر ان میں کوئی بھی نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کو اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے میت کو آزاد کیا ہوا گر وہ نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کے مرد عصبات کو مال ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں یا میت کبھی غلام رہا ہی نہ ہو تو بقیہ مال کو بھی ذوی الفروض نسبیہ پر رد کیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بقیہ مال کو موجودہ ذوی الفروض نسبی کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اگر ذوی الفروض نسبی نہ ہو تو باقی مال ذوی الارحام کو ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں تو پھر مولیٰ الموالاۃ کو دیا جائے گا ورنہ مقرلہ بالنسب علی الغیر اور وہ نہ ہو تو اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے میت نے سارے مال کی وصیت کی ہے۔ اگر مندرجہ بالا میں سے کوئی بھی نہ ملے تو باقی مال بیت المال کا ہوگا۔

خاوند کی دو حالتوں کا بیان

(۱) جب فوت شدہ بیوی کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو خاوند کو ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ اولاد اور نرینہ اولاد کی اولاد فرع کہلاتی ہے مثلاً بیٹا پوتا پڑپوتا بیٹی پوتی پڑپوتی ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمہاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے لیے نصف ہے۔

(۲) جب بیوی کی کوئی فرع وارث ہو خواہ اسی خاوند سے ہو یا کسی پہلے خاوند سے تو خاوند کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بیویوں کی اولاد ہو تو تمہارے لیے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ (النساء)

باپ کی تین حالتوں کا بیان

(۱) جب میت کی مذکر فرع وارث ہو جیسے بیٹا پوتا وغیرہ تو باپ کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔
(۲) جب میت کی مونث فرع وارث ہو جیسے بیٹی پوتی وغیرہ تو باپ چھٹے حصے کے ساتھ عصبہ بھی بنے گا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہوگا۔
(۳) جب میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو باپ بطور عصبہ وارث بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث والدین ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔ باقی دو تہائی بطور عصبہ باپ کا ہوگا۔

دادا کی تین حالتوں کا بیان

باپ کی عدم موجودگی میں دادا وارث بنتا ہے اور باپ کی مذکورہ تینوں حالتیں دادا پر جاری ہوں گی۔

مادری بہن بھائی کے حصوں کا بیان

(مادری بہن اور بھائی) وارثت میں برابر ہوتے ہیں اور ان کی تین حالتیں ہیں 1۔ اگر ایک ہو تو اس کے لیے چھٹا حصہ ہوگا۔ 2۔ اگر زیادہ ہوں تو ان کے لیے ایک تہائی حصہ ہوگا۔ 3۔ اگر میت کی فرع وارث یا باپ دادا موجود ہوں تو یہ ترکہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کوئی میت مرد یا عورت کلالہ ہو (جس کا اصل یا فرع میں سے کوئی نہ ہو) اور اس کا ایک بھائی یا

ایک بہن ہو تو ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے حصے میں شریک ہوں گے۔ (النساء)

نوٹ: مادری بہن بھائی کو اصطلاح میں اَخیافی بہن بھائی کہا جاتا ہے۔ یہ (مذکر اور مونث) وراثت کے استحقاق اور آپس کی تقسیم میں برابر ہوتے ہیں۔

نیز ماں کی موجودگی میں بھی وارث بنتے ہیں۔ جبکہ دیگر ورثاء اس وارث کی موجودگی میں اکثر محروم ہو جایا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ میت کے رشتہ دار بنتے ہیں۔

بیوی کے دو احوال کا بیان

1 جب فوت شدہ خاوند کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو بیوی کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ (النساء 4:12)

2 جب خاوند کی فرع وارث ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ النساء 4:12

نوٹ: اگر بیوی اکیلی ہو تو تنہا چوتھا یا آٹھواں حصہ لے گی اگر زیادہ ہوں تو یہی حصہ آپس میں برابر تقسیم کر لیں گی۔ اور رجعی طلاق کی عدت میں بھی عورت وارث ہو گی۔

ماں کے تین احوال کا بیان

1 جب فوت شدہ بیٹے کی کوئی فرع وارث ہو یا ایک سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں چھٹا حصہ ہے۔ النساء 4:11

اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ النساء 4:11

2 جب مذکورہ وارث (اولاد یا ایک سے زیادہ بہن بھائی) نہ ہوں تو ماں کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملے گا۔ 3۔ جب میت کے والدین کے ساتھ خاوند یا بیوی میں سے کوئی ہو تو ماں کو باقی ماندہ ترکہ کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔ باقی ماندہ سے مراد خاوند یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد بچنے والا حصہ ہوتا ہے۔ اسے مسئلہ عُمَرِیَّتَین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا فیصلہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اس کی دو صورتیں ہیں: خاوند ماں اور باپ۔ بیوی ماں اور باپ۔

دادی و نانی صحیحہ کے احوال کا بیان

دادی اور نانی کو ترکہ میں چھٹا حصہ ملے گا جب میت کی ماں موجود نہ ہو۔ اور باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہو جاتی ہے البتہ نانی وارث بنتی ہے۔

نوٹ: میت کی دادی اور نانی دونوں ہوں تو چھٹا حصہ آپس میں برابر تقسیم کر لیں گی۔ اگر ایک ہو تو تنہا چھٹے حصے کی وارث بنے

گی۔

قریبی کی موجودگی میں بعیدی محروم ہو جاتی ہے۔ مثلاً دادی کی موجودگی پڑدادی اور نانی کی موجودگی پڑنانی کو محروم کردے گی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس میت کی جدہ (نانی) آئی اور اپنی میراث کا سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا تیرا حصہ کتاب اللہ میں (بیان) نہیں ہے اس کے بارے میں مجھے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی معلوم نہیں اس لیے واپس چلی جاؤ۔ میں لوگوں سے (اس بارے) میں سوال کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو آپ نے جدہ (نانی) کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تیرے ساتھ اور کون تھا؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اسی طرح کہا جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے یہی حکم جاری کر دیا۔

پھر دوسری جدہ (دادی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کے دور خلافت) میں آئی اور اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے فرمایا: کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ (بیان) نہیں۔ البتہ وہی چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں (دادی اور نانی) ہو تو یہ چھٹا حصہ تمھارے درمیان مشترکہ ہوگا اگر کوئی اکیلی ہو تو صرف اس کے لیے ہوگا۔ جامع الترمذی)

قاضی حسین نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی میت کی نانی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی دادی تھی۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، 229/6)

بیٹی کے تین احوال کا بیان

1۔ جب میت کی اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹی اکیلی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔ النساء 4:11

2۔ جب ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو تہائی حصہ لیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی حصہ ہوگا۔ النساء 4:11

3۔ جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں قسم کی اولاد ہو تو بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ بطور عصبہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہیں۔ النساء 4:11

پوتی کے پانچ احوال کا بیان

1۔ جب میت کی اولاد میں سے صرف ایک پوتی ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ 2۔ جب ایک سے زیادہ ہوں تو انھیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ 3۔ جب ایک یا زیادہ پوتیوں کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہو تو انھیں چھٹا حصہ ملے گا اور بیٹی کو اس صورت میں نصف ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کے لیے نصف پوتی کے لیے چھٹا حصہ دو تہائی کی تکمیل کے لیے اور باقی ماندہ بہن کے لیے ہوگا۔ (صحیح البخاری الفرائض)

4۔ جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ 5۔ جب میت کا بیٹا یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔

حقیقی بہن کے پانچ احوال کا بیان

1۔ جب میت کی صرف ایک بہن ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آپ سے (کلالہ کے بارے) میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے: اللہ تعالیٰ تمھیں کلالہ کے بارے فرماتا ہے اگر کوئی مرد بغیر اولاد کے فوت ہو جائے اور اس کی ایک (حقیقی یا پدری) بہن ہو تو اسے نصف ملے گا۔ النساء 4:176

2۔ جب ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر بہنیں دو (یا دو) سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی ہے۔ النساء 4:176

3۔ جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو ان کو بطور عصبہ حصہ ملے گا اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر بھائی مذکر اور مونث (دونوں قسم کے) ہوں تو مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہوں گے۔

النساء 4:176

4۔ جب میت کی مونث فرع وارث ہوں تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ 5۔ جب میت کی مذکر فرع وارث ہوں یا باپ موجود ہو تو محروم ہو جاتی ہیں۔

پدری بہن کے چھ احوال کا بیان

1۔ جب میت کی صرف ایک پدری بہن ہو اور حقیقی بہن نہ ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ 2۔ جب یہ ایک سے زیادہ ہوں اور حقیقی بہن نہ ہو تو دو تہائی لیں گی۔ 3۔ ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں چھٹا حصہ کی وارث بنے گی تاکہ دو تہائی مکمل ہو جائے۔ 4۔ جب ان کے ساتھ ان کا بھائی یا میت کی مونث فرع وارث ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔ 5۔ جب میت کی مذکر فرع، باپ یا حقیقی بھائی وارث ہو تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔ 6۔ دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں بھی یہ محروم ہو جاتی ہیں۔ الا یہ کہ ان کے ساتھ پدری بھائی ہو۔ اس وقت بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ
مِنْ ۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ
وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ
امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى

الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ○

اور تمہارے لئے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے (یہ بھی) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا (تمہارے) قرض کی ادائیگی کے بعد علاوہ اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، اور اللہ خوب علم وحلم والا ہے۔

وراثت سے متعلق بعض احکام شرعیہ کا بیان

"وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَد" مِنْكُمْ اَوْ مِنْ غَيْرِكُمْ "فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَد فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَا اَوْ دَيْن" وَاُلْحِقَ بِالْوَلَدِ فِيْ ذٰلِكَ وَلَدُ الِابْنِ بِالْاِجْمَاعِ "وَلَهُنَّ" اَيِ الزَّوْجَاتِ تَعَدَّدْنَ اَوْلَا "الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَد فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَد" مِنْهُنَّ اَوْ مِنْ غَيْرِهِنَّ "فَلَهُنَّ الثُّمُنُ بِمَا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْن" وَوَلَدُ الِابْنِ فِيْ ذٰلِكَ كَالْوَلَدِ اِجْمَاعًا "وَاِنْ كَانَ رَجُل يُّوْرَثُ" صِفَةٌ وَالْخَبَرُ "كَلٰلَةً" اَيْ لَا وَالِدَ لَهٗ وَلَا وَلَد "اَوِ امْرَاَةٌ" تُوْرَثُ كَلٰلَةً "وَلَهٗ" اَيْ لِلْمُوْرِثِ كَلٰلَةً "اَخٌ اَوْ اُخْتٌ" اَيْ مِنْ اُمٍّ وَقَرَاَ بِهٖ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَغَيْرُهٗ "فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ" مِمَّا تَرَكَ "فَاِنْ كَانُوْا" اَيِ الْاِخْوَةُ وَالْاَخَوَاتُ مِنَ الْاُمِّ "اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ" اَيْ مِنْ وَاحِدٍ "فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ" يَسْتَوِيْ فِيْهِ ذَكَرُهُمْ وَاُنْثَاهُمْ "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ" حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ يُوْصٰى اَيْ غَيْرَ مُدْخِلٍ الضَّرَرَ عَلَى الْوَرَثَةِ بِاَنْ يُّوْصِيَ بِاَكْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ "وَصِيَّةً" مَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ لِيُوْصِيْكُمْ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ" بِمَا دَبَّرَهٗ لِخَلْقِهٖ مِنَ الْفَرَائِضِ "حَلِيْمٌ" بِتَاْخِيْرِ الْعُقُوْبَةِ عَمَّنْ خَالَفَهٗ وَخَصَّتِ السُّنَّةُ تَوْرِيْثَ مَنْ ذُكِرَ بِمَنْ لَيْسَ فِيْهِ مَانِعٌ مِنْ قَتْلٍ اَوِ اخْتِلَافِ دِيْنٍ اَوْ رِقٍّ،

اور تمہارے لئے اس مال کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان میں سے تمہاری یا تمہارے سوا کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ سے چوتھائی [illegible]

انہوں نے کی ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد، یہاں پر اجماع کے مطابق ولد اور ولد الابن کو لاحق کر دیا گیا۔

اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے چوتھا حصہ ہے اگرچہ وہ متعدد ہوں یا نہ ہوں۔ بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ان سے یا ان کے سوا سے ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس مال کی نسبت کی ہوئی وصیت پوری کرنے یا تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد۔ یہاں پر پوتا بہ اجماع بیٹے کی طرح ہے۔

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد، یورث یہ رجل کی صفت ہے جبکہ کلالہ یہ کان کی خبر ہے۔ اور جب مورث کلالہ کی ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق ہے۔

پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے اور میں مذکر و مونث برابر ہوں گے۔ یہ تقسیم بھی اس وصیت کے بعد ہوگی، جو وارثوں کو نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد، اور یہاں پر غیر مضار یہ یوصی کی ضمیر سے حال ہے یعنی تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، وصیت یہ یوصیکم کیلئے بہ طور تاکید ہے۔ اور اللہ خوب علم والا یعنی جو اس نے اپنی مخلوق کیلئے حصے مقرر کرنے کی تدبیر فرمائی ہے۔ جو شخص اس کے احکام کی مخالفت کرے اس سے درگزر کرنے والا ہے۔ احادیث کے مطابق مذکورہ وراثت کے حقداروں کیلئے وہ حصے ہیں جن کے درمیان کوئی مانع نہ ہو۔ جس طرح قتل، اختلاف دین اور رقیت ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ہوسکتا ہے کلمہ "غیر مضار" وصیت و دین دونوں کیلئے حال ہو، اور اصطلاحاً کہا جاتا ہے کہ ذوالحال، احد الامرین ہے جو انتزاعی عنوان ہے، یعنی میت کی وصیت یا اس کا قرض، نقصان دہ و ضرر رساں نہ ہو، اور ہوسکتا ہے مورث کا حال ہو، یعنی وہ اپنی وصیت اور دین کے ذریعے وارث کیلئے ضرر و نقصان نہ پہنچائے۔

کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جس کا باپ اور اولاد نہ ہو، اور گذشتہ آیت میں موجود کلمہ "ورثہ ابواہ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماں کے ہوتے ہوئے بھی بہن و بھائی ارث نہیں لیتے، بنابرایں بہن و بھائی اس وقت ارث لیں گے کہ جب طبقہ اول میں سے کوئی بھی وارث نہ ہوں، جملہ "فلکل واحد، "اور جملہ "فان کانوا اکثر، سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر میت کی ایک بہن اور ایک بھائی بھی ہو تو ہر ایک کا سہم ارث چھٹا ہوگا۔

وارث کو نقصان پہنچانے والی وصیت کے باعث جہنم ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی عبادت کرتے ہیں پھر جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وصیت کر کے وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں پس ان کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے شہر بن حوشب کہتے ہیں۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ نے میرے سامنے قرآن کی آیت، مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ، الخ تک پڑھی۔ ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اشعث بن جابر نصر بن علی کے دادا ہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1100)

اولاد نہ ہونے صورت میں خاوند کیلئے نصف وراثت کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مردو تمہاری عورتیں جو چھوڑ کر مریں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے آدھوں آدھ حصہ تمہارا ہے اور اگر ان کے بال بچے ہوں تو تمہیں چوتھائی ملے گا، وصیت اور قرض کے بعد۔ ترتیب اس طرح ہے پہلے قرض ادا کیا جائے پھر وصیت پوری کی جائے پھر ورثہ تقسیم ہو، یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علماء امت کا اجماع ہے، پوتے بھی اس مسئلہ میں حکم میں بیٹیوں کی ہی طرح ہیں بلکہ ان کی اولاد در اولاد کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی موجودگی میں خاوند کو چوتھائی ملے گا۔

پھر عورتوں کو حصہ بتایا کہ انہیں یا چوتھائی ملے گا یا آٹھواں حصہ چوتھائی تو اس حالت میں کہ مرنے والے خاوند کی اولاد نہ ہو، اور آٹھواں حصہ اس حالت میں کہ اولاد ہو، اس چوتھائی یا آٹھویں حصے میں مرنے والے کی سب بیویاں شامل ہیں چار ہوں تو ان میں یہ حصہ برابر برابر تقسیم ہو جائے گا تین یا دو ہوں تب بھی اور اگر ایک ہو تو اسی کا یہ حصہ ہے آیت (من بعد وصیة) کی تفسیر اس سے پہلی آیت میں گزر چکی ہے۔

(کلالہ) مشتق ہے اکلیل سے اکلیل کہتے ہیں اس تاج وغیرہ کو جو سر کو ہر طرف سے گھیر لے، یہاں مراد یہ ہے کہ اس کے وارث اردگرد حاشیہ کے لوگ ہیں اصل اور فرع یعنی جڑ یا شاخ نہیں، صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلالہ کا معنی پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ کی طرف سے ہے۔

اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری الذمہ ہیں، کلالہ وہ ہے جس کا نہ لڑکا ہو نہ باپ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی اس سے موافقت کی اور فرمایا مجھے ابو بکر کی رائے سے خلاف کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ نساء، بیروت)

کلالہ کی وراثت میں مذاہب واقوال اسلاف امت کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری زمانہ پانے والا میں ہوں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے بات وہی ہے جو میں نے کہی ٹھیک اور درست یہی ہے کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا نہ ولد ہو والد، حضرت علی، ابن مسعود، ابن عباس، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین، شعبی نخعی، حسن، قتادہ، جابر بن زید، حکم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں، اہل مدینہ اہل کوفہ اہل بصرہ کا بھی یہی قول ہے۔

ساتوں فقہاء چاروں امام اور جمہور سلف وخلف بلکہ تمام یہی فرماتے ہیں، بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے، ابن لباب فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور ممکن ہے کہ راوی نے مراد سمجھی ہی نہ ہو پھر فرمایا کہ اس کا بھائی یا بہن ہو یعنی ماں زاد، جیسے کہ سعد بن

وقاص وغیرہ بعض سلف کی قرأت ہے، حضرت صدیق وغیرہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے اگر زیادہ ہوں تو ایک ثلث میں سب شریک ہیں۔

ماں زاد بھائی باقی وارثوں سے کئی وجہ سے مختلف ہیں، ایک تو یہ کہ یہ باوجود اپنے ورثے کے دلانے والے کے بھی وارث ہوتے ہیں مثلاً ماں دوسرے یہ کہ ان کے مرد وعورت یعنی بہن بھائی میراث میں برابر ہیں تیسرے یہ کہ یہ اسی وقت وارث ہوتے ہیں جبکہ میت کلالہ ہو پس باپ دادا کی یعنی پوتے کی موجودگی میں یہ وارث نہیں ہوتے، چوتھے یہ کہ انہیں ثلث سے زیادہ نہیں ملتا تو گو یہ کتنے ہی ہوں مرد ہوں یا عورت، حضرت عمر کا فیصلہ ہے کہ ماں زاد بہن بھائی کا ورثہ آپس میں اس طرح بٹے گا کہ مرد کے لئے دوہرا اور عورت کے لئے اکہرا، حضرت زہری فرماتے ہیں حضرت عمر ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تاوقتیکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہو، آیت میں اتنا تو صاف ہے کہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ثلث میں شریک ہیں، اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر میت کے وارثوں میں خاوند ہو اور ماں ہو یا دادی ہو اور دو ماں زاد بھائی ہوں اور ایک یا ایک سے زیادہ باپ کی طرف سے بھائی ہوں تو جمہور تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں خاوند کو آدھا ملے گا اور ماں یا دادی کو چھٹا حصہ ملے گا اور ماں زاد بھائی کو تہائی ملے گا اور اسی میں سگے بھائی بھی شامل ہوں گے قدر مشترک کے طور پر جو ماں زاد بھائی ہے، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک ایسی ہی صورت پیش آئی تھی تو آپ نے خاوند کو آدھا دلوایا اور ثلث ماں زاد بھائیوں کو دلوایا تو سگے بھائیوں نے بھی اپنے تئیں پیش کیا آپ نے فرمایا تم ان کے ساتھ شریک ہو،

حضرت عثمان سے بھی اسی طرح شریک کر دینا مروی ہے، اور دو روایتوں میں سے ایک روایت ایسی ہے ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت سعید بن مسیب، قاضی شریح، مسروق، طاؤس، محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز، ثوری اور شریک رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے، امام مالک اور امام شافعی اور امام اسحٰق بن راھویہ بھی اسی طرف گئے ہیں، ہاں حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شرکت کے قائل نہ تھے بلکہ آپ اولادِ ام کو اس حالت میں ثلث دلواتے تھے اور ایک ماں باپ کی اولاد کو کچھ نہیں دلاتے تھے اس لئے کہ یہ عصبہ ہیں اور عصبہ اس وقت پاتے ہیں جب ذوی الفرض سے بچ جائے، بلکہ وکیع بن جراح کہتے ہیں حضرت علی سے اس کے خلاف مروی ہی نہیں۔

حضرت ابی بن کعب حضرت ابوموسیٰ اشعری کا قول بھی یہی ہے، ابن عباس سے بھی مشہور یہی ہے، شعبی، ابن ابی لیلیٰ، ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد بن حسن، حسن بن زیادہ، زفر بن ہذیل، امام احمد، یحییٰ بن آدم، نعیم بن حماد، ابوثور، داؤد ظاہری بھی اسی طرف گئے ہیں ابوالحسن بن لبان فرضی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو ان کی کتاب الایجاز پھر فرمایا یہ وصیت کے جاری کرنے کے بعد ہے، وصیت ایسی ہو جس میں خلاف عدل نہ ہو کسی کو ضرر اور نقصان نہ پہنچایا گیا ہو نہ کسی پر جبر وظلم کیا گیا ہو، کسی وارث کا نہ ورثہ مارا گیا ہو نہ کم وبیش کیا گیا ہو، اس کے خلاف وصیت کرنے والا اور ایسی خلاف شرع وصیت میں کوشش کرنے والا اللہ کے حکم اور اس

کی شریعت میں اس کے خلاف کرنے والا اور اس سے لڑنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وصیت میں کسی کو ضرر و نقصان پہنچانا کبیرہ گناہ ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نساء، بیروت)

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝
یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں
ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ کے قوانین پر عمل کرنے والوں کیلئے انعام جنت کا بیان

"تِلْكَ" اَلْاَحْكَام الْمَذْكُورَة مِنْ اَمْرِ الْيَتَامٰى وَمَا بَعْده "حُدُوْدُ اللّٰه" شَرَائِعه الَّتِى حَدَّهَا لِعِبَادِهِ لِيَعْمَلُوْا بِهَا وَلَا يَتَعَدَّوْهَا "وَمَنْ يُّطِعْ اللّٰه وَرَسُوْلَهٗ" فِيْمَا حَكَمَ بِهٖ "يُدْخِلْهُ" بِالْيَاءِ وَالنُّوْن اِلْتِفَاتًا، جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ،

یتیموں اور اس کے بعد ذکر کردہ احکام یہ یا اللہ کی حدیں یعنی وہ راستے ہیں جس کو اس نے اپنے بندوں کیلئے مقرر کیا ہے تا کہ وہ ان پر عمل پیرا ہوں اور ان سے آگے نہ بڑھیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے یعنی جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ یدخل یہ باء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص ستر سال تک نیکی کے عمل کرتا رہتا ہے پھر وصیت کے وقت ظلم و ستم کرتا ہے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ایک شخص برائی کا عمل ستر سال تک کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے اور خاتمہ اس کا بہتر ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل جاتا ہے، پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کو پڑھو آیت (تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ،

وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝
اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا
ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے دردناک کرنے والا عذاب ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے کیلیے دائمی جہنم ہونے کا بیان

"وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَه يُدْخِلْهُ" بِالْوَجْهَيْنِ "نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ" فِيْهَا "عَذَابٌ مُّهِيْنٌ" ذُوْ اِهَانَةٍ رُوْعِيَ فِي الضَّمَائِرِ فِي الْاٰيَتَيْنِ لَفْظُ مَنْ وَفِيْ خَالِدِيْنَ مَعْنَاهَا،

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، یدخلہ اور ندخلہ یہ دونوں آیا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے دردناک کرنے والا عذاب ہے۔ یعنی اہانت والا عذاب ہوگا اور مذکورہ دونوں آیات میں لفظ من کی جبکہ خالدین میں معنی کی رعایت کی گئی ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

مندرجہ بالا مطلب اس بنا پر اخذ کیا گیا ہے کہ جب جملہ "یتعد حدودہ" کا "یعص اللہ و رسولہ" پر عطف، عطف تفسیری ہو۔ کلمہ "مھین" کا معنی ذلیل کرنے والا ہے، چونکہ اللہ تعالی کے عذاب، انسان کے گناہ سے تناسب رکھتے ہیں، لہٰذا عصیان سے مراد وہ نافرمانی ہے جو طغیان وسرکشی کی بنا پر ہو۔

حدود اللہ سے تجاوز کرنے والوں کا انجام نہایت ہولناک

اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والوں کیلیے دوزخ کی آگ اور رسوا کن عذاب ہے کہ انہوں نے اپنے تکبر و غرور کی بناء پر حق سے منہ موڑا تھا (جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) اس لئے اب اس کو اس رسوا کن عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ لہٰذا یہ عذاب مہین (رسوا کن عذاب) ایسے شخص کیلیے ہے جو تجاوز حدود یعنی حدوں کے پھلانگنے کے اس جرم کو حلال جانتا ہو، اور اس کی پرواہ ہی نہ کرتا ہو، کہ ایسا کرنا کفر ہے جس کی سزا عذاب مہین یعنی رسوا کن عذاب ہے۔

البتہ وہ لوگ جن سے بشری تقاضوں کی بناء پر ایسے ہو جائے اور وہ اس پر اصرار کرنے کی بجائے توبہ و استغفار کرلیں وہ اس زمرے میں نہیں آتے۔ (مدارک التنزیل، سورہ نساء ۱۴، بیروت)

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝

اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کیلیے کوئی آسانی پیدا کردے۔

زنا کی شہادت میں چار کا نصاب ہونے کا بیان

"وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ" الزِّنَا "مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ" اَيْ مِنْ رِّجَالِكُمْ

الْمُسْلِمِیْنَ "فَاِنْ شَهِدُوْا" عَلَیْهِنَّ بِهَا "فَاَمْسِکُوْهُنَّ" احْبِسُوْهُنَّ "فِی الْبُیُوْتِ" وَامْنَعُوْهُنَّ مِنْ مُخَالَطَةِ النَّاسِ "حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ" اَیْ مَلَائِکَتُه "اَوْ" اِلٰی اَنْ "یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا" طَرِیْقًا اِلَی الْخُرُوْجِ مِنْهَا اُمِرُوْا بِذٰلِکَ اَوَّلَ الْاِسْلَامِ ثُمَّ جَعَلَ لَهُنَّ سَبِیْلًا بِجَلْدِ الْبِکْرِ مِائَةً وَتَغْرِیْبِهَا عَامًا وَرَجْمِ الْمُحْصَنَةِ وَفِی الْحَدِیْثِ لَمَّا بَیَّنَ الْحَدَّ قَالَ (خُذُوْا عَنِّیْ خُذُوْا عَنِّیْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا) رَوَاهُ مُسْلِمٌ،

اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری یعنی زنا کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں یعنی مسلمان مردوں میں سے چار کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یعنی قید کردو، اور ان کو لوگوں سے اختلاط کرنے سے منع کردو۔ یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا لے یعنی فرشتے لے جائیں یا اللہ ان کیلئے کوئی قانون مقرر کردے۔ یعنی ان کو اس قید سے نکالنے کا کوئی حکم نازل فرمادے۔ یہ ابتدائے اسلام کا حکم ہے اس کے بعد ان کیلئے قانون یہ آیا کہ باکرہ کیلئے ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی جبکہ محصنہ کیلئے رجم کا حکم آیا۔ اور حدیث مبارکہ میں حد کو جس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حکم پکڑو، مجھ سے حکم پکڑو یقیناً اللہ نے ان کیلئے راستہ بنایا ہے۔ اس کا امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

الفاحشۃ" کا معنی بُرا کام ہے اور اس کا الف و لام اس خاص عمل کی طرف اشارہ ہے جو مورد کی مناسبت سے زنا ہے اور "مساحقہ" کو بھی شامل ہوسکتا ہے "فاحشۃ" لغت میں انتہائی بُرے عمل کو کہتے ہیں اور مذکورہ آیت میں زنا اور مساحقہ کو فاحشۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حکم رجم کے سبب ابتدائی بدکاری کی سزا کی تنسیخ کا بیان

ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب عادل گواہوں کی سچی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے گھر میں ہی قید کردیا جائے اور جنم قید یعنی موت سے پہلے اسے چھوڑا نہ جائے، اس فیصلہ کے بعد یہ اور بات ہے کہ اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ پیدا کردے، پھر جب دوسری صورت کی سزا تجویز ہوئی تو وہ منسوخ ہوگئی اور یہ حکم بھی منسوخ ہوا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب تک سورۃ نور کی آیت نہیں اتری تھی زنا کار عورت کے لئے یہی حکم رہا پھر اس آیت میں شادی شدہ کو رجم کرنے یعنی پتھر مار مار کر مار ڈالنے اور بیشادی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم اترا، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت عطاء خرسانی، حضرت ابوصالح، حضرت قتادہ، حضرت زید بن اسلم اور حضرت ضحاک کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

غیر شادی شدہ مرد وعورت کی سزا سو کوڑے ہونے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے فرمایا مجھ سے حاصل کرلو مجھ سے حاصل کرلو۔ تحقیق اللہ نے عورتوں کے لئے راستہ بنایا ہے کنوارا مرد کنواری عورت سے جو زنا کرنے والا ہو تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے ملک

بدر کرو اور شادی شدہ عورت ۔ سے زنا کرے تو سو کوڑے مارو اور رجم یعنی سنگسار کرو۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1921)

شادی شدہ مرد وعورت کی سزا حد رجم ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے۔ بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اس میں آیت رجم بھی ہے۔ ہم نے اسے پڑھا، یاد رکھا اور اسے سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (زانی کو) سنگسار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم نے بھی سنگسار کیا۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر زمانہ دراز گزرے گا کہ کہنے والا کہے گا کہ ہم اللہ کی کتاب میں سنگسار کا حکم نہیں پاتے تو وہ ایک فریضہ کو چھوڑنے پر گمراہ ہوں گے جسے اللہ نے نازل کیا ہے حالانکہ جب شادی شدہ مرد، عورت زنا کریں جب ان پر گواہی قائم ہو جائے یا اعتراف کر لیں تو اللہ کی کتاب میں اسے سنگسار کرنا ثابت ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1925)

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ؀
اور تم میں سے جو بھی کوئی بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو ایذا پہنچاؤ، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو انہیں
سزا دینے سے گریز کرو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

بدکاری کرنے والوں کی ابتدائی سزا کا بیان

"وَالَّلذَانِ" بِتَخْفِيفِ النُّوْنِ وَتَشْدِيْدِهَا "يَاْتِيَانِهَا" اَیْ الْفَاحِشَةَ الزِّنَا اَوِ اللِّوَاطَ "مِنْكُمْ" اَیِ الرِّجَالِ "فَاٰذُوْهُمَا" بِالسَّبِّ وَالضَّرْبِ بِالنِّعَالِ "فَاِنْ تَابَا" مِنْهَا "وَاَصْلَحَا" الْعَمَلَ "فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا" وَلَا تُؤْذُوْهُمَا "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا" عَلٰى مَنْ تَابَ "رَحِيْمًا" بِهٖ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِالْحَدِّ اِنْ اُرِيْدَ بِهَا الزِّنَا وَكَذَا اِنْ اُرِيْدَ بِهَا اللِّوَاطُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ لٰكِنَّ الْمَفْعُوْلَ بِهٖ لَا يُرْجَمُ عِنْدَهٗ وَاِنْ كَانَ مُحْصَنًا بَلْ يُجْلَدُ وَيُغَرَّبُ وَاِرَادَةُ اللِّوَاطِ اَظْهَرُ بِدَلِيْلِ تَثْنِيَةِ الضَّمِيْرِ وَالْاَوَّلُ قَالَ اَرَادَ الزَّانِيَ وَالزَّانِيَةَ وَيَرُدُّهُ تَبْيِيْنُهُمَا بِمِنَ الْمُتَّصِلَةِ بِضَمِيْرِ الرِّجَالِ وَاشْتِرَاكُهُمَا فِي الْاَذٰى وَالتَّوْبَةِ وَالْاِعْرَاضِ وَهُوَ مَخْصُوْصٌ بِالرِّجَالِ لِمَا تَقَدَّمَ فِي النِّسَاءِ فِي الْحَبْسِ،

اللذان یہ نون کی تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ اور تم یعنی مردوں میں سے جو بھی کوئی بدکاری یعنی زنا ولواطت کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو سب وشتم اور جوتوں سے مار کر ایذا پہنچاؤ، پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اپنے عمل کی اصلاح کر لیں تو انہیں سزا دینے سے گریز کرو، یعنی ان کو سزا نہ دو۔ اور جو توبہ کرے، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔ یہ حکم حد والے حکم کے ساتھ منسوخ ہے۔ یعنی جب وہ زنا کا ارادہ کریں۔ اور اسی طرح امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ لواطت کا ارادہ کریں

لیکن ان کے نزدیک مفعول بہ کو رجم نہیں کیا جائے گا۔اور اگرچہ وہ محض محصن ہے۔تو کوڑے ماریں جائیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی کی جائے گی۔اور ارادہ لواطت والے کیلئے ضمیر تثنیہ کی دلیل سے یہ حکم ظاہر ہے۔اور پہلے قول میں جبکہ زانی اور زانیہ مراد ہو جس کا رداس کیا گیا ہے کہ من متصلہ کا بیان ضمیر رجال کے ساتھ آیا ہے۔لہٰذا وہ تکلیف وتوبہ اور اعراض میں برابر ہوں گے۔اور وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے،جس عورتوں کو قید کرنے والے حکم میں پہلے بیان گزر چکا ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۶ کے سبب نزول کا بیان

حضرت مجاہد فرماتے ہیں لواطت کے بارے میں یہ آیت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے تم لوطی فعل کرتے دیکھو تو فاعل مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو،ہاں اگر یہ دونوں باز آ جائیں اپنی بدکاری سے توبہ کریں اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں اور ٹھیک ٹھاک ہو جائیں تو اب انکے ساتھ درشت کلامی اور سختی سے پیش نہ آؤ،اس لئے کہ گناہ سے توبہ کر لینے والا مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے۔اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے،بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کسی کی لونڈی بدکاری کرے تو اس کا مالک اسے حد لگا دے اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے،یعنی حد لگ جانے کے بعد پھر اسے عار نہ دلایا کرے کیونکہ حد کفارہ ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ
فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۝
اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں پھر جلد ہی توبہ کرلیں
پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا،اور اللہ بڑے علم بڑی حکمت والا ہے۔

اللہ کی رحمت سے قبولیت توبہ کا بیان

"اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ" اَیِ الَّتِی كَتَبَ عَلٰی نَفْسِه قَبُولَهَا بِفَضْلِهٖ "لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ" اَلْمَعْصِيَةَ "بِجَهَالَةٍ" حَال اَیْ جَاهِلِيْنَ اِذَا عَصَوْا رَبَّهُمْ "ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ" زَمَن "قَرِيْب" قَبْل اَنْ يُغَرْغِرُوْا "فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ" يَقْبَل تَوْبَتَهمْ "وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمًا" فِیْ صُنْعه بِهِمْ،

اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔یعنی جس کو اس نے اپنے فضل سے قبولیت کے درجے میں لکھ دیا ہے۔جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں،جہالت یہ یہاں پر حال ہے۔پھر جلد ہی توبہ کرلیں یعنی وقت نزاع کے آنے سے پہلے توبہ کرلیں۔پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا،اور اللہ اپنی مخلوق کے ساتھ بڑے علم والا،اپنی صنعت میں ان کے ساتھ بڑی حکمت والا ہے۔

مندرجہ بالا مطلب میں جملہ "فان تابا،فاعرضوا" جملہ "فاذوھما" پر عطف اور متفرع ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

ان کی سزا و آزار کا خاتمہ ان کے توبہ کرنے پر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی سزا جاری رہنی چاہیئے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں۔

یہ اس بنا پر ہے کہ جب جملہ "فان تابا" کا ایک محذوف جملے پر عطف ہو یعنی "فاذوھما ان لم یتوبا فان تابا و اصلحا فاعرضوا عنھما،

سورہ نساء آیت ۱۷ کے سبب نزول کا بیان

امام تفسیر مجاہد نے فرمایا: کل عامل بمعصیتہ اللہ فھو جاھل حین عملھا یعنی جو شخص کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہا ہے وہ یہ کام کرتے ہوئے جاہل ہی ہے۔ اگرچہ صورت میں بڑا عالم اور باخبر ہو۔

اور ابو حیان نے تفسیر بحر محیط میں فرمایا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے حدیث میں ارشاد ہے: لا یزنی الزنی وھو مومن، یعنی زنا کرنے والا مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا۔ مراد یہ ہے کہ جس وقت وہ اس فعل بد میں مبتلا ہوا ہے اس وقت وہ ایمانی تقاضہ سے دور جا پڑا۔

اسی لئے حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ، امور الدنیا کلھا جھالۃ یعنی دنیا کے وہ سارے کام جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت سے خارج ہوں سب کے سب جہالت ہیں۔ اور وجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا تھوڑی دیر کی لذت کو ہمیشہ باقی رہنے والی لذت پر ترجیح دے رہا ہے اور جو اس تھوڑی دیر کی لذت کے بدلہ میں ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب شدید خریدے وہ عاقل نہیں کہا جا سکتا، اس کو ہر شخص جاہل ہی کہے گا، اگرچہ وہ اپنے فعل بد کو جانتا ہو اور اس کا قصد و ارادہ بھی کر رہا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کوئی گناہ قصداً کرے یا خطاءً دونوں حالت میں گناہ جہالت ہی سے ہوتا ہے، اسی لئے صحابہ و تابعین اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص قصداً کسی گناہ کا مرتکب ہو اس کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ (بحر محیط)

موت سے قبل ہونے والی توبہ کے اعتبار کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو مہینہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ہفتہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ایک دن پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے، یہ سن کر حضرت ایوب نے یہ آیت پڑھی تو آپ نے فرمایا وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، دوسرے نے پوچھا کیا سچ مچ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو دوسرے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے کہا میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں تک سنا ہے کہ جب تک اس کے نرخرے میں روح نہ آ جائے توبہ کے دروازے اس کے لئے بھی کھلے رہتے ہیں، ابن مردویہ میں مروی ہے کہ جب تک جان نکلتے ہوئے گلے سے نکلنے والی آواز شروع

نہ ہو تب تک توبہ قبول ہے۔

حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس پر لعنت نازل فرمائی تو اس نے مہلت طلب کی اور کہا تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم کہ ابن آدم کے جسم میں جب تک روح رہے گی میں اس کے دل سے نہ نکلوں گا، اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں بھی جب تک اس میں روح رہے گی اس کی توبہ قبول کروں گا۔

سو بندوں کے قاتل کی توبہ کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا پس اس کی ایک راہب کی طرف راہنمائی کی گئی وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا اس نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے اس نے کہا نہیں پس اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دیئے پھر زمین والوں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی اس نے کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے تو اس نے کہا جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے تم اس اس جگہ کی طرف جاؤ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ بری جگہ ہے پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب آدھے راستے پر پہنچا تو اس کی موت واقع ہو گئی پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کر لیا تھا (جہاں سے وہ چلا تھا)۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2507)

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ
وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝
اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے
تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں
یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

موت کے وقت توبہ کی عدم قبولیت کا بیان

"وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ" الذُّنُوب "حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ" وَاَخَذَ فِي النَّزْع "قَالَ" عِنْدَ مُشَاهَدَةِ مَا هُوَ فِيْهِ "اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ" فَلَا يَنْفَعهُ ذٰلِكَ وَلَا يُقْبَل مِنْهُ "وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّار" اِذَا تَابُوْا فِي الْاٰخِرَة عِنْد مُعَايَنَة الْعَذَاب لَا تُقْبَل مِنْهُمْ "اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا" اَعْدَدْنَا "لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا" مُؤْلِمًا،

اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام یعنی گناہ کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جاتی ہے۔ یعنی نزاع کا وقت آ جاتا ہے: اور اس کو دیکھ کر وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کر لی، پس اس توبہ کا اس کو کوئی نفع نہیں اور نہ ہی ایسی توبہ قبول ہوتی ہے، اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یعنی جب وہ آخرت میں عذاب کو دیکھ کر توبہ کریں گے۔ تو وہ قبول نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے تکلیف دینے والا دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یہ آیت اہل شرک کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جب تک پردہ نہ پڑ جائے پوچھا گیا پردہ پڑنے سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا شرک کی حالت میں جان نکل جانا۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت دردناک المناک ہمیشہ رہنے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

انسانی عمل سے توبہ کے منقطع ہو جانے کا بیان

جب زندگی سے مایوس ہو جائے فرشتوں کو دیکھ لے اور روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے سینے میں گھٹن لگے حلق میں اٹکے سانسوں سے غرغرہ شروع ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا کہ مرتے دم تک جو گناہوں پر اڑا رہے اور موت دیکھ کر کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں تو ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی، جیسے اور جگہ ہے آیت، فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (غافر) مطلب یہ ہے کہ ہمارے عذابوں کا معائنہ کر لینے کے بعد ایمان کا اقرار کرنا کوئی نفع نہیں دیتا اور جگہ ہے آیت، يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (الانعام:) مطلب یہ ہے کہ جب مخلوق سورج کو مغرب کی طرف سے چڑھتے ہوئے دیکھ لے گی اس وقت جو ایمان لائے یا نیک عمل کرے اسے نہ اس کا عمل نفع دے گا نہ اس کا ایمان۔ پھر فرماتا ہے کہ کفر و شرک پر مرنے والے کو بھی ندامت و توبہ کوئی فائدہ نہ دے گی نہ ہی اس فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا چاہے زمین بھر کر سونا دینا چاہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ
مَآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِھْتُمُوْھُنَّ
فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○
اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہران کو دیا تھا اس
میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں
تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

دور جاہلیت کے رسم ورواج کی طرح عورتوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ " اَیْ ذَاتَهُنَّ "كَرْهًا" بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ لُغَتَانِ اَیْ مُكْرِهِيهِنَّ عَلٰى ذٰلِكَ كَانُوْا فِی الْجَاهِلِيَّةِ يَرِثُوْنَ نِسَاءَ اَقْرِبَائِهِمْ فَاِنْ شَاءُوْا تَزَوَّجُوْهُنَّ بِلَا صَدَاقٍ اَوْ زَوَّجُوْهُنَّ وَاَخَذُوا صَدَاقَهُنَّ اَوْ عَضَلُوْهُنَّ حَتّٰى يَفْتَدِيْنَ بِمَا وَرِثْنَهُ اَوْ يَمُتْنَ فَيَرِثُوْهُنَّ فَنُهُوا عَنْ ذٰلِكَ "وَلَا" اَنْ "تَعْضُلُوْهُنَّ" اَیْ تَمْنَعُوا اَزْوَاجَكُمْ عَنْ نِكَاحِ غَيْرِكُمْ بِاِمْسَاكِهِنَّ وَلَا رَغْبَةَ لَكُمْ فِيْهِنَّ ضِرَارًا "لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ" مِنَ الْمَهْرِ "اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ" بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكَسْرِهَا اَیْ بَيَّنَتْ اَوْ هِیَ بَيِّنَةٌ اَیْ زِنًا اَوْ نُشُوْزٍ فَلَكُمْ اَنْ تُضَارُّوْهُنَّ حَتّٰى يَفْتَدِيْنَ مِنْكُمْ وَيَخْتَلِعْنَ "وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ " اَیْ بِالْاِجْمَالِ فِی الْقَوْلِ وَالنَّفَقَةِ وَالْمَبِيْتِ "فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ" فَاصْبِرُوْا "فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا" وَلَعَلَّهٗ يَجْعَلُ فِيْهِنَّ ذٰلِكَ بِاَنْ يَّرْزُقَكُمْ مِنْهُنَّ وَلَدًا صَالِحًا،

اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی، یہاں پر کرھا کی فتحہ اور ضمہ دونوں لغات ہیں یعنی ان کو اس معاملہ پر مجبور کرو جس طرح دور جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔ کہ قریبی رشتے دار ہی عورتوں کے وارث بن جاتے پس اگر وہ چاہتے تو خود ہی بلا مہران سے نکاح کر لیتے یا دوسروں سے نکاح کر دیتے یا ان کو روک لیتے حتیٰ کہ وہ فدیہ دے یا فوت ہو جائے تو وہ اس کے مال کے مالک بن جائیں لہذا ان کو ان کے اس عمل سے منع کر دیا گیا۔ اور عورتوں دوسروں سے نکاح کرنے سے بھی نہ روکو، کیونکہ تمہیں ان سے کوئی رغبت نہیں ہے۔ لہذا نقصان کی غرض سے منع نہ کرو۔ اس نیت سے کہ جو مہران کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں۔ مبینہ یہ یاء کی فتحہ اور کسرہ دونوں طرح آئی ہے یعنی وہ بالکل نمایاں ہو یا ظاہر کرنے والی ہو۔ یعنی زنا یا نافرمانی تو پھر تمہیں انہیں روک دو حتیٰ کہ وہ تم کو فدیہ دیں وہ تم سے خلع لے لیں۔ اور ان سے گفتگو میں اور نفقہ میں اور شب باشی میں اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو تم صبر کرو، تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور

اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ یعنی شاید اللہ ان سے کوئی نیک بیٹا عطا فرمادے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

میت سے ارث لینا، انسان کے اختیار میں نہیں، لہٰذا "ترثوا" سے مراد عورتوں کو آزاد نہ چھوڑنا ہے تا کہ ان کے مرنے کے بعد ان سے ارث حاصل کیا جائے اور "کرھاً" بمعنی "کارھین" ہے اور "ان ترثوا" کی ضمیر کیلئے حال ہے۔

ان ترثوا "مسبب ہو کہ جو سبب کی جگہ آیا ہے (یعنی عورت کو ارث کی خاطر رکھنے کی حرمت، چونکہ مرد اس وقت اپنی بیوی کی وراثت لے سکتا ہے کہ جب اسے اپنے ساتھ رکھے اور اسے طلاق نہ دے، کرھاً" بمعنی" کارھات "اور" النساء" کیلئے حال ہو یہ بھی یاد رہے کہ "ان ترثوا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ مرد کے زندگی بسر کرنے کا مقصد فقط ارث لینا ہے یعنی اسے اور کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۹ کے سبب نزول کا بیان

جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے گھر والے اس کی بیوی کے حق دار ہوتے اگر چاہتے تو اس سے نکاح کر لے اور اگر وہ چاہیں تو کسی سے اس کا نکاح کروادیں اور اگر چاہیں تو اس کا نکاح نہ کروائیں۔ وہ اس کے گھر والوں سے اس کے زیادہ حق دار ہوتے اس بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (بخاری 4303، قرطبی 5۔95)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آل مدینہ زمانہ جاہلیت اور شروع اسلام میں اس حالت پر تھے کہ جب ان میں سے کوئی شخص مر جاتا اور اس کی کوئی بیوی ہوتی تو اس شخص کا بیٹا جو دوسرے عورت سے ہوتا یا کسی عصبی رشتہ دار، آتا اور کپڑا اس عورت پر ڈال دیتا تو وہ اس عورت کا اس کی اپنی ذات اور تمام دوسروں سے بڑھ کر حق دار ہو جاتا اور اگر وہ چاہتا تو اس سے بغیر مہر کے سوائے اس مہر کے جو میت نے اسے دیا تھا نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دیکر مہر وصول کر لیتا اور اسے بالکل کچھ نہ دیتا اور اگر چاہتا تو اسے روک لیتا اور تکلیف دیتا رہتا تا کہ وہ اس میت سے حاصل ہونے والی وارث فدیہ کے طور پر دے دے یا اسی حالت میں مرجائے اور یہ اس کے مال کا وارث بن جائے۔

چنانچہ ابو قیس بن اسلت انصاری وفات پا گئے ان کی ایک بیوی کبیشہ بنت معن انصاریہ تھی قیس کا دوسری عورت سے بیٹا کھڑا ہوا جس کا نام حصن تھا مقاتل کہتے ہیں کہ اس کا نام قیس بن ابی قیس تھا اس نے اپنا کپڑا اس پر ڈال دیا اور اس کے نکاح کا وراث بن گیا پھر اس کو چھوڑ دیا نہ اس سے صحبت کرتا اور نہ ہی اس پر کچھ خرچ کرتا اور اسے تکلیف دیتا رہتا تا کہ وہ فدیے میں اپنا مال دے دے اس سے پریشان ہو کر کبیشہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور سارا ماجرا سنایا کہ قیس فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا میرے نکاح کا وارث بن گیا اب وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور مجھ پر قابض ہے نہ تو مجھ سے جماع کرتا ہے۔

اور نہ ہی مجھ پر خرچ کرتا ہے اور نہ ہی مجھے چھوڑتا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تو اپنے گھر بیٹھ جا یہاں تک کہ تیرے بارے میں اللہ کا حکم آجائے پس وہ واپس چلی گئی اور یہ سارا قصہ مدینہ کی عورتوں نے بھی سنا وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں

اور عرض کیا ہماری حالت بھی بالکل کبیشہ کی طرح ہے ماسوائے کہ اس کے ہمارے بیٹے ہم سے نکاح نہیں کرتے بلکہ چچا کے بیٹے کرتے ہیں اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 123، طبری 4۔209)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عورت ناپسند ہے دل نہیں ملا چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اس صورت میں حق مہر کے علاوہ بھی وغیرہ تمام حقوق دینے پڑیں گے اس صورت حال سے بچنے کے لئے اسے ستانا یا طرح طرح سے تنگ کرنا تا کہ وہ خود اپنے حقوق چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ ہو جائے ایسا رویہ اختیار کرنے سے قرآن پاک نے مسلمانوں کو روک دیا ابن سلمانی فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں میں سے پہلے آیت امر جاہلیت کو ختم کرنے اور دوسری امر اسلام کی اصلاح کے لئے نازل ہوئی، ابن مبارک بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر اس صورت میں کہ ان سے کھلی بیحیائی کا کام صادر ہو جائے۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا
مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝
اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ
واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال لینا چاہتے ہو۔

بیوی کو دیا ہوا مال واپس نہ لینے کا بیان

"وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ" اَیْ اَخْذَهَا بَدَلَهَا بِاَنْ طَلَّقْتُمُوْهَا "وَ" قَدْ "اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ" اَیِ الزَّوْجَاتِ "قِنْطَارًا" مَالًا كَثِيْرًا صَدَاقًا "فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا" ظُلْمًا "وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا" بَيِّنًا وَّنَصْبُهُمَا عَلَى الْحَالِ ، وَالاِسْتِفْهَامُ لِلتَّوْبِيْخِ،

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو یعنی ایک بیوی کو طلاق دیکر دوسری سے شادی کرنا چاہو اور تم اسے یعنی بیویوں کو جو ڈھیروں مال دے چکے ہو، تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال لینا چاہتے ہو۔ مبینا یہ بینا کے معنی میں ہے اور منصوب حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور یہاں استفہام زجر و توبیخ کیلئے ہے۔

جملہ "فان کرھتموھن" کے بعد جملہ "ان اردتم" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ "استبدال" کی وجہ موجودہ بیوی کو پسند نہ کرنا اور دوسری شادی کار حجان رکھنا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ بات مہر واپس لینے کا جواز فراہم نہیں کرسکتی۔

سورہ نساء آیت ۲۰ کے سبب نزول کا بیان

اسلام سے پہلے یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کوئی چاہتا کہ پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرے تو پہلی عورت پر تہمت لگاتا اور مختلف طرح سے اس پر زیادتی اور سختی کرتا کہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور نکاح جدید میں کام آئے۔ یہ آیت اس کی ممانعت میں نازل ہوئی کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری کرو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اب اس میں سے کچھ بھی واپس

مت لو، کیا تم بہتان باندھ کر اور صریح ظلم کر کے زوجہ اولیٰ سے وہ مال لینا چاہتے ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔

اس آیت سے گراں مہر مقرر کرنے کے جواز پر دلیل لائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بر سر منبر فرمایا کہ عورت کے مہر گراں نہ کرو ایک عورت نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ اے ابن خطاب اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو اس پر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے جو چاہو مقرر کرو سبحان اللہ خلیفہ رسول کے شان، انصاف اور نفس شریف کی پاکیزگی، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

صحیح حدیث میں ہے مومن مرد مومنہ عورت کو الگ نہ کرے اگر اس کی ایک آدھ بات سے ناراض ہوگا تو ایک آدھ خصلت اچھی بھی ہوگی۔ پھر فرماتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے اور اس کی جگہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسے دیئے ہوئے مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لے چاہے خزانہ کا خزانہ دیا ہوا ہو۔

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا عورتوں کے مہر باندھنے میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیوی طور پر کوئی بھی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک یہ تقویٰ کی چیز ہوتی تو تم سب سے پہلے اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کا یا کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں کیا (تقریباً سوا سو روپیہ) انسان زیادہ مہر باندھ کر پھر مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اسے بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے اور اس کے دل میں اس کی دشمنی بیٹھ جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے کہ تو نے تو میرے کندھے پر مشک لٹکا دی۔

وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۝
اور تم اسے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے پہلو بہ پہلو مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکے ہیں۔

دیئے ہوئے مہر سے واپس نہ لینے کا بیان

وَلِلْاِنْكَارِ فِیْ قَوْلِهٖ: "وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ" اَیْ بِاَیِّ وَجْهٍ "وَقَدْ اَفْضٰى" وَصَلَ "بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ" بِالْجِمَاعِ الْمُقَرِّرِ لِلْمَهْرِ "وَاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا" عَهْدًا "غَلِيْظًا" شَدِيْدًا وَّهُوَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ مِنْ اِمْسَاكِهِنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحِهِنَّ بِاِحْسَانٍ،

اور یہ استفہام انکاری ہے۔ اور تم اسے کیسے یعنی کس وجہ سے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے جماع کے ذریعے مہر مقرر سے پہلو بہ پہلو مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکے ہیں۔ یعنی وہ سخت عہد جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا ان کو بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

افضی "کا مصدر" افضاء "ہے جس کا معنی اتصال ہے، اور آیت میں ہوسکتا ہے یہ زوجین کے اتحاد و یگانگت سے کنایہ ہو نہ

مباشرت سے ورنہ یوں فرماتا "و قد افضیتم الیھن" "مباشرت اور دخول کا معنی بیان کرنے کیلئے کلمہ "افضی" کا استعمال (یہ اس بنا پر ہے کہ جب "افضی" کا معنی مباشرت لیا جائے) کلام کی ادائیگی میں قرآنی ادب کو ظاہر کرتا ہے۔

کلمہ کیف کا استعمال یہاں پر تعجب اور استنکار کیلئے ہے۔ یعنی تم لوگ ان سے اپنا دیا ہوا مہر کس طرح واپس لیتے ہو جبکہ تم آپس میں اس طرح کے عظیم الشان رشتے میں منسلک ہو چکے ہو۔ اور ایسے عظیم الشان بندھن میں باہم بندھ چکے ہو۔ اور تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے بے حجابانہ طور پر مل چکے ہو۔ ایک دوسرے سے تمتع اور فائدہ حاصل کر چکے ہو۔ اور وہ عورتیں تم لوگوں سے ایک بڑا مضبوط اور پختہ عہد لے چکی ہیں یعنی اللہ کے نام کے ساتھ رشتہ ازدواج میں بندھ چکی ہیں، اور تمہارے باہمی تعلق سے یہ رشتہ ازدواج اور بھی مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے، سو ایسے میں تمہارا اس مہر میں سے کچھ واپس لینا اور بھی بعید اور تمہاری مروت و فتوت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

خلوت صحیحہ ہو جانے کے بعد مہر کی عدم واپسی کا بیان

اب تم اپنا مال ان سے کیسے واپس لے سکتے ہو، جبکہ صرف عقد نکاح ہی نہیں بلکہ خلوت صحیحہ اور ایک دوسرے سے بے حجابانہ ملنا بھی ہو چکا ہے، کیونکہ اس صورت میں دیا ہوا مال اگر مہر کا ہے تو عورت اس کی پوری مستحق اور مالک ہو چکی ہے، کیونکہ اس نے اپنے نفس کو شوہر کے سپرد کر دیا، اب اس کی واپسی کے کوئی معنی نہیں اور اگر دیا ہوا مال ہدیہ تحفہ کا ہے تو بھی اب اس کی واپسی ممکن نہیں، کیونکہ میاں بیوی جو آپس میں ایک دوسرے کو ہبہ کریں اس کی واپسی نہ شرعاً جائز ہے اور نہ قانوناً نافذ کی جاتی ہے، غرض ازدواجی تعلق ہبہ کی واپسی سے مانع ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝
اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، بے شک
یہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔

منکوحہ اب سے نکاح کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَنْكِحُوا مَا" بِمَعْنٰى مَنْ "نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاء اِلَّا" لٰكِنْ "مَا قَدْ سَلَفَ" مِنْ فِعْلِكُمْ ذٰلِكَ فَاِنَّهُ مَعْفُوٌّ عَنْهُ "اِنَّهُ" اَیْ نِكَاحهنَّ "كَانَ فَاحِشَة" قَبِيحًا "وَمَقْتًا" سَبَبًا لِلْمَقْتِ مِنَ اللّٰه وَهُوَ اَشَدّ الْبُغْض "وَسَاءَ" بِئْسَ "سَبِيلًا" طَرِيقًا ذٰلِكَ۔

یہاں پر ما بمعنی من ہے۔ اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، یعنی وہی معاف ہے۔ بے شک یہ نکاح ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔ جو اللہ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے۔ اور اس کی ناراضگی سب سے سخت ہے اور ایسا کرنا کتنا برا راستہ ہے۔

سورہ نساء آیت ۲۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حصن بن ابی قیس کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں سے شادی کی تھی جس کا نام کبیشہ تھا دوسرا شخص جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، الاسود بن خیف جس نے اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں سے شادی کی تھی تیسرا شخص صفوان بن امیہ بن خلف تھا جس، نے اپنی سوتیلی ماں فاختہ بنت الاسود بن المطلب سے شادی کی تھی اور چوتھا شخص منظور بن زبان تھا جس نے اپنے والد کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں ملیکہ بنت خارجہ سے شادی کی تھی۔

اشعث بن سوار کا قول ہے کہ ابوقیس فوت ہوگیا یہ شخص انصار کے نیکوکار لوگوں میں سے تھا اس کے بیٹے قیس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ منگنی کی تو اس نے اس سے کہا کہ میں تم سے ایک بچے کا وعدہ کرتی ہوں۔

لیکن میں رسول اللہ کے پاس جا کر ان کی اجازت لوں گی چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے آپ کو اس صورت حال کی اطلاع دی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری ملاقات میرے اپنے چچا سے ہوئی جن کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے ایک ایسے شخص کی گردن اتار دینے کے لئے بھیجا ہے جس نے اس حکم کے بعد اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے۔ (ابن ماجہ،، جامع البیان)

نکاح کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

نکاح کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے لہٰذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی یعنی جمع ہونا بمعنی مجامعت کرنا مراد لینا چاہئے بشرطیکہ ایسا کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔ علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد وعورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

محرمات سے بدکاری کرنے والی کی سزا میں مذاہب اربعہ

جو شخص محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کرے اسے قتل کردو۔ فقہاء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ امام احمد تو اسی بات کے قائل ہیں کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے اور اس کا مال ضبط کر لیا جائے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ اگر اس نے محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کیا ہو تو اس پر حد زنا جاری ہوگی، اور اگر نکاح کیا ہو تو اسے سخت عبرتناک سزا دی جائے گی۔

سوتیلی ماں سے حرمت نکاح پر اجماع کا بیان

اس پر تو علماء کا اجماع ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کرلی خواہ نکاح کر کے خواہ ملکیت میں لا کر خواہ شبہ سے وہ

عورت بیٹے پر حرام ہے، ہاں اگر جماع نہ ہوا ہو تو صرف مباشرت ہوئی ہو یا وہ اعضاء دیکھے ہوں جن کا دیکھنا اجنبی ہونے کی صورت میں حلال نہ تھا تو اس میں اختلاف ہے۔

امام احمد تو اس صورت میں بھی اس عورت کو لڑکے پر حرام بتاتے ہیں، حافظ ابن عساکر کے اس واقعہ سے بھی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت خدیج حمصی نے جو حضرت معاویہ کے مولی تھے حضرت معاویہ کے لئے ایک لونڈی خریدی جو گورے رنگ کی اور خوبصورت تھی اسے برہنہ ان کے پاس بھیج دیا ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے اشارہ کر کے کہنے لگے اچھا نفع تھا اگر یہ ملبوس ہوتی پھر کہنے لگے اسے یزید بن معاویہ کے پاس لے جاؤ پھر کہا نہیں نہیں ٹھہرو ربیعہ بن عمرو حرسی کو میرے پاس بلا لاؤ یہ بڑے فقیہ تھے جب آئے تو حضرت معاویہ نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میں نے اس عورت کے یہ اعضاء مخصوص دیکھے ہیں، یہ برہنہ تھی۔ اب میں اسے اپنے لڑکے یزید کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تو کیا اس کے لئے یہ حلال ہے؟ حضرت ربیعہ نے فرمایا امیر المومنین ایسا نہ کیجئے یہ اس کے قابل نہیں رہی فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو اچھا جاؤ عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو بلا لاؤ وہ آئے وہ تو گندم گوں رنگ کے تھے اس سے حضرت معاویہ نے فرمایا اس لونڈی کو میں تمہیں دیتا ہوں تا کہ تمہاری اولاد سفید رنگ پیدا ہو یہ عبداللہ بن مسعدہ وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو دیا تھا آپ نے انہیں پالا پرورش کیا پھر اللہ تعالیٰ کے نام سے آزاد کر دیا پھر یہ حضرت معاویہ کے پاس چلے آئے تھے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝

تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں حرام کر دی گئی ہیں، اور تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو، پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں، جو تمہاری پشت سے ہیں، اور یہ بھی کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع کرو سوائے اس کے کہ جو دور جہالت میں گزر چکا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

دائمی حرمت نکاح کے اسباب کا بیان

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ" اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَشَمِلَتِ الْجَدَّاتُ مِنْ قِبَلِ الْاَبِ اَوِ الْاُمِّ "وَبَنَاتُكُمْ"

وَشَمِلَتْ بَنَاتَ الْاَوْلَادِ وَاِنْ سَفَلْنَ "وَاَخَوَاتُكُمْ" مِنْ جِهَةِ الْاَبِ اَوِ الْاُمِّ "وَعَمّٰتُكُمْ" اَىْ اَخَوَاتُ اٰبَائِكُمْ وَاَجْدَادِكُمْ "وَخٰلٰتُكُمْ" اَىْ اَخَوَاتُ اُمَّهَاتِكُمْ وَجَدَّاتِكُمْ "وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ" وَيَدْخُلُ فِيْهِنَّ اَوْلَادُهُمْ "وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْٓ اَرْضَعْنَكُمْ" قَبْلَ اسْتِكْمَالِ الْحَوْلَيْنِ خَمْسَ رَضَعَاتٍ كَمَا بَيَّنَهُ الْحَدِيْثُ "وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ" وَيُلْحَقُ بِذٰلِكَ بِالسُّنَّةِ الْبَنَاتُ مِنْهَا وَهُنَّ مَنْ اَرْضَعَتْهُمْ مَوْطُوءَتُهُ وَالْعَمَّاتُ وَالْخَالَاتُ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ مِنْهَا لِحَدِيْثِ (يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ) رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ وَمُسْلِمٌ "وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ" جَمْعُ رَبِيْبَةٍ وَهِىَ بِنْتُ الزَّوْجَةِ مِنْ غَيْرِهٖ "الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ" تُرَبُّوْنَهُنَّ صِفَةٌ مُوَافِقَةٌ لِلْغَالِبِ فَلَا مَفْهُوْمَ لَهَا "مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" اَىْ جَامَعْتُمُوْهُنَّ "فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ" فِىْ نِكَاحِ بَنَاتِهِنَّ اِذَا فَارَقْتُمُوْهُنَّ "وَحَلَآئِلُ" اَزْوَاجُ "اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ" بِخِلَافِ مَنْ تَبَنَّيْتُمُوْهُمْ فَلَكُمْ نِكَاحُ حَلَائِلِهِمْ "وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ" مِنْ نَسَبٍ اَوْ رَضَاعٍ بِالنِّكَاحِ وَيُلْحَقُ بِهِمَا بِالسُّنَّةِ الْجَمْعُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا وَيَجُوْزُ نِكَاحُ كُلِّ وَاحِدَةٍ عَلَى الْاِنْفِرَادِ وَمِلْكُهُمَا مَعًا وَيَطَأُ وَاحِدَةً "اِلَّا" لٰكِنْ "مَا قَدْ سَلَفَ" فِى الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ نِكَاحِهِمْ بَعْضَ مَا ذُكِرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْهِ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا" لِمَا سَلَفَ مِنْكُمْ قَبْلَ النَّهْىِ "رَّحِيْمًا" بِكُمْ فِىْ ذٰلِكَ۔

تم پر تمہاری مائیں یعنی ان سے نکاح کرنا حرام ہے اس میں باپ کی طرف سے دادیاں اور ماں کی جانب سے نانیاں بھی شامل ہیں۔

اور تمہاری بیٹیاں اس میں پوتیاں بھی شامل ہیں اور اسی طرح نیچے تک تمام داخل ہیں، اور تمہاری بہنیں اور علاتی واخیافی بیٹیاں بھی تم پر حرام کردی گئی ہیں۔

اور تمہاری پھوپھیاں یعنی تمہارے باپ دادوں کی بہنیں، اور تمہاری خالائیں یعنی تمہاری ماؤں اور نانیوں کی بہنیں، اور بھتیجیاں اور بھانجیاں، ان میں ان کی اولادیں بھی شامل ہیں۔ اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو، یعنی جنہوں نے دوسال مکمل ہونے سے پہلے پانچ گھونٹ دودھ پلایا ہو۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے، اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور اس میں رضاعی بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور وہ لڑکیاں جن کو موطوءہ نے دودھ پلایا ہو۔

رضاعی پھوپیاں، خالائیں اور رضاعی بھتیجیاں اور رضاعی بھانجیاں بھی اس اصول سے حرام ہیں جو حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہی رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اور تمہاری بیویوں کی مائیں حرام کردی گئی ہیں، اور تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو، یہاں پر ربائب ئی ربیبہ کی جمع ہے یعنی جو اس کی بیوی کی دوسرے شوہر سے لڑکی ہو۔ یہاں پر ای حجورکم

یہ صفت غالب ہے پس یہاں مفہوم مخالف معتبر نہ ہوگا۔ یعنی وہ تب حرام ہوں گی جب وہ اپنی بیویوں سے ہیں۔

پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں، جب تم نے بیویوں سے جماع بھی نہیں کیا کوئی حرج نہیں، خواہ ان بیویوں کو تم الگ کر دو۔

اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں، جو تمہاری پشت سے ہیں، وہ تم پر حرام ہیں۔ جبکہ متبنیٰ جس کو بنایا ہے فرقت کے ان سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ تم دو بہنوں خواہ وہ حقیقی ہوں یا رضاعی ہوں ان کو ایک ساتھ جمع کرو یہ حرام ہے۔ اور حدیث مبارکہ کے مطابق بیویوں کو ان کی خالاؤں اور ان کی پھوپھیوں کے ساتھ جمع کرنا حرام ہے جبکہ الگ الگ ان میں سے ہر ایک نکاح درست ہے۔ اور ان کی ملکیت حاصل کرنا بھی درست ہے البتہ وطی صرف ایک مخص کر سکتا ہے۔

سوائے اس کے کہ جو دورِ جہالت میں گزر چکا۔ یعنی مذکورہ میں سے کسی کا نکاح ہوا تو اس میں حرج نہ ہوگا۔ کہ احکام تکلیفہ سے پہلے کا معاملہ ہے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، احکام بیان میں مہربان ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک مدت رضاعت کا بیان

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ دودھ کے رشتے شیر خواری کی مدت میں قلیل دودھ پیا جائے یا کثیر اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے شیر خواری کی مدت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تیس ماہ اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہیں شیر خواری کی مدت کے بعد دودھ پیا جائے اس سے حرمت متعلق نہیں ہوتی اللہ نے رضاعت (شیر خواری) کو نسب کے قائم مقام کیا ہے اور دودھ پلانے والی کو شیر خوار کی ماں اور اس کی لڑکی کو شیر خوار کی بہن فرمایا اسی طرح دودھ پلائی کا شوہر شیر خوار کا باپ اور اس کا باپ شیر خوار کا دادا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی اور اس کا ہر بچہ جو دودھ پلائی کے سوا اور کسی عورت سے بھی ہو خواہ وہ قبل شیر خواری کے پیدا ہوا یا اس کے بعد وہ سب اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں۔

اور دودھ پلائی کی ماں شیر خوار کی نانی اور اُس کی بہن اُس کی خالہ اور اُس شوہر سے اُس کے جو بچے پیدا ہوں وہ شیر خوار کے رضاعی بھائی بہن اور اُس شوہر کے علاوہ دوسرے شوہر سے جو ہوں وہ اس کی سوتیلے بھائی بہن اس میں اصل یہ حدیث ہے کہ رضاع سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں اس لئے شیر خوار پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے نسبی و رضاعی اصول و فروع سب حرام ہیں۔ (خزائن العرفان، نساء ۲۳)

حرمت رضاعت کا حرمت نسب پر قیاس کرنے کا بیان

(۱) حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رشتے نسب سے حرام کیے ہیں وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام کیے ہیں اس باب میں حضرت عائشہ، ابن عباس، ام حبیبہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1152)

(۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی وہی رشتے

سیاہ فام عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹی ہے۔ عقبہ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ پر چہرہ پھیر لیا میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور آیا اور عرض کیا وہ جھوٹی ہے آپ نے فرمایا کیسے؟ جب کہ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ کو پلایا ہے تم اس عورت کو چھوڑ دو۔

حدیث عقبہ بن حارث حسن صحیح ہے کئی راوی یہ حدیث ابن ابی ملیکہ سے اور وہ عقبہ بن حارث سے نقل کرتے ہیں اور اس میں عبید بن ابی مریم کا ذکر نہیں کرتے پھر اس حدیث میں یہ الفاظ بھی نہیں ہیں کہ تم اس کو چھوڑ دو۔ بعض علماء صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے کہ رضاعت کے ثبوت کے لیے ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں یہ اس صورت میں کافی ہے کہ اس عورت سے قسم لی جائے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی گواہی کافی نہیں بلکہ زیادہ ہونی چاہیئیں۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے انہیں طائف میں قاضی مقرر کیا تھا ابن جریج کہتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس صحابیوں کو پایا ہے ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے جارود بن معاذ سے سنا ہے کہ وکیع کے نزدیک بھی رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی کافی نہیں لیکن اگر ایک عورت کی گواہی سے اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو یہ عین تقویٰ ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1158)

حرمت نکاح کا سبب رضاعت و ربیبہ ہونے کا بیان

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری بہن پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیوں کیا بات ہے؟ بولیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے نکاح کر لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرو گی وہ بولیں صرف میں ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی نہیں ہوں اور میں اس بات کو پسند کروں گی کہ میری بہن بھی ان میں شامل ہو جائے جو میرے ساتھ خیر میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں) شریک ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہو سکتی (کیونکہ ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح جائز نہیں) (یہ سن کر) ام حبیبہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درہ (یا ذرہ) بنت ابی سلمہ سے نکاح کا پیغام دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیرت سے دریافت فرمایا کہ کیا ام سلمہ کی بیٹی درہ سے ام حبیبہ نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تو میری ربیبہ ہے اور اگر وہ ربیبہ نہ بھی ہوتی تو بھی وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے (پس دونوں صورتوں میں وہ میرے لیے حلال نہیں لہٰذا تمہیں اس کی جو خبر ملی ہے وہ غلط ہے) مجھے اور اس کے باپ ابوسلمہ کو تو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے پس تم میرے لیے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو پیش مت کرو۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 291)

حرام کیے ہیں جو ولادت سے حرام کیے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے اس مسئلہ میں علماء کا اتفاق ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1153)

حرمت رضاعت سے متعلق بعض فقہی مذاہب کا بیان

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میرے پاس میرے رضاعی چچا تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے پاس داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ تو تمہارے چچا ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں آپ نے فرمایا انہیں چاہیے کہ وہ تمہارے پاس آ جائیں اس لیے کہ وہ تمہارے چچا ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اس پر عمل ہے کہ انہوں نے رضاعی رشتہ والے مرد کے سامنے ہونے کو مکروہ کہا ہے بعض اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1154)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں ہیں ان میں سے ایک نے لڑکی کو اور دوسرے نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا کیا اس لڑکے کے لیے وہ لڑکی حلال ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ منی تو ایک ہی ہے (یعنی وہ شخص دونوں باندیوں کے ساتھ صحبت کرتا ہے) یہ مرد کے دودھ کی تفسیر ہے اس باب میں یہی اصل ہے امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1155)

محرمات رضاعیہ کی تفصیل کا بیان

حرمت رضاعت کا تعلق جس طرح دودھ پلانے والی عورت سے ہوتا ہے اسی طرح اس کے شوہر سے بھی ہوتا ہے دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول وفروع حرام ہیں۔ خواہ وہ اصول اور فروع نسبا ہوں یا رضاعی، حتی کہ دودھ پلانے والی کا اس شخص (شوہر) سے یا کسی سے بچہ پیدا ہو، اس دودھ پلانے سے پہلے یا اس کے بعد یا وہ عورت کسی اور بچہ کو دودھ پلائے تو یہ سب اس دودھ پینے والے کے بہن بھائی ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائی بہنوں کی اولاد ہے اور دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور اس کا بھائی اس کا ماموں ہے اور اس کی بہن اس کی خالہ ہے اسی طرح دادا، اور دادی کا حکم ہے اور رضاعت میں مصاہرت بھی ثابت ہوگی حتی کہ دودھ پلانے والی کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہوگی اور دودھ پینے والے کی بیوی اس پر حرام ہوگی۔ (فتاوی عالم گیری، ج ۱، ص ۳۴۳۔۳۴۲، بولاق مصر)

دعویٰ رضاعت میں شہادت کا فقہی حکم

حضرت عقبہ بن حارث سے نقل کرتے ہیں عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عقبہ سے بھی سنی ہے لیکن عبید کی حدیث مجھے زیادہ یاد ہے کہ عقبہ نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ فام عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تھا ایک

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت کا بیان

ابن فیروز دیلمی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنے لیے منتخب کرلو، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1134)

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر سلف وخلف کا اجماع

صحابہ تابعین ائمہ اور سلف وخلف کے علماء کرام کا اجماع ہے کہ دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ ایک کو رکھ لے اور دوسری کو طلاق دے دے اور یہ اسے کرنا ہی پڑے گا حضرت فیروز فرماتے ہیں میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔ (مسند احمد)

ابن ماجہ ابوداؤد اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے ترمذی میں بھی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے جسے چاہو ایک کو رکھ لو اور ایک کو طلاق دے دو، امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں، ابن ماجہ میں ابوخراش کا ایسا واقعہ بھی مذکور ہے ممکن ہے کہ ضحاک بن فیروز کی کنیت ابوخراش ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو اور اس کے خلاف بھی ممکن ہے

حضرت دیلمی نے رسول مقبول صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان سے جسے چاہو ایک کو طلاق دے دو (ابن مردویہ) پس دیلمی سے مراد ضحاک بن فیروز ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ یمن کے ان سرداروں میں سے تھے جنہوں نے اسود عنسی متنبی ملعون کو قتل کیا چنانچہ دو لونڈیوں کو جو آپس میں سگی بہنیں ہوں ایک ساتھ جمع کرنا ان سے وطی کرنا بھی حرام ہے، اس کی دلیل اس آیت کا عموم ہے جو بیویوں اور اور لونڈیوں پر مشتمل ہے

حضرت ابن مسعود سے اس کا سوال ہوا تو آپ نے مکروہ بتایا سائل نے کہا قرآن میں جو ہے آیت (الا ما ملکت ایمانکم) یعنی وہ جو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اس پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا تیرا اونٹ بھی تو تیرے داہنے ہاتھ کی ملکیت میں ہے. جمہور کا قول بھی یہی مشہور ہے اور آئمہ اربعہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں گو بعض سلف نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ایک آیت اسے حلال کرتی ہے دوسری حرام میں تو اس سے منع کرتا سائل وہاں سے نکلا تو راستے میں ایک صحابی سے ملاقات ہوئی اس نے ان سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے فرمایا اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں ایسا کرنے والے کو عبرت ناک سزا دیتا،

حضرت امام مالک فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ فرمانے والے غالباً علی کا نام اس لئے نہیں لیا کہ وہ عبدالملک بن مروان کا مصاحب تھا اور ان لوگوں پر آپ کا نام بھاری پڑتا تھا حضرت الیاس بن عامر کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے سوال

کیا کہ میری ملکیت میں دو لونڈیاں ہیں دونوں آپس میں سگی بہنیں ہیں ایک سے میں نے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور میرے ہاں اس سے اولاد بھی ہوئی ہے اب میرا جی چاہتا ہے کہ اس کی بہن سے جو میری لونڈی ہے اپنے تعلقات قائم کروں تو فرمایئے شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلی لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کی بہن سے یہ تعلقات قائم کر سکتے ہو، اس نے کہا اور لوگ تو کہتے ہیں کہ میں اس کا نکاح کرادوں پھر اس کی بہن سے مل سکتا ہوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا دیکھو اس صورت میں بھی خرابی ہے وہ یہ کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے یا انتقال کر جائے تو وہ پھر لوٹ کر تمہاری طرف آ جائے گی، اسے تو آزاد کر دینے میں ہی سلامتی ہے، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا سنو آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے احکام حلت وحرمت کے لحاظ سے یکساں ہیں ہاں البتہ تعداد میں فرق ہے یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے اور لونڈیوں میں کوئی تعداد کی قید نہیں اور دودھ پلائی کے رشتہ سے بھی اس رشتہ کی وہ تمام عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسل اور نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

نکاح میں ممانعت جمع سے متعلق قاعدہ فقہیہ

توقف اول الکلام علی اخرہ فلا جرم یقترنان (نورالانوار)

کلام کا اول حصہ آخری حصہ پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا دونوں حصے اول و آخر زمانے میں مقترن ہو گئے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ ولا یجمع بین الاختین ۔(النساء)

اگر کسی شخص کے وکیل نے دو حقیقی بہنوں کو اس کے نکاح میں جمع کر دیا اور نکاح پڑھا دیا تو اس پر نکاح کرنے والے نے کہا'' اجزت نکاح ھذہ و ھذہ '' میں نے اس اور اُس کے نکاح کی اجازت دی۔ تو دونوں سے نکاح باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی بہن کے نکاح کا اقرار کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصہ میں اس کی دوسری بہن کا نکاح کا اقرار ہے جبکہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے لہٰذا ایک زمانہ میں دو حقیقی بہنوں سے اقرار نکاح کی وجہ سے دونوں سے نکاح باطل ہو گیا۔ پہلی بہن سے نکاح کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نکاح تو کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصے کا اقرار شرعاً باطل تھا وہ تو موقوف علیہ ہونے کی وجہ سے باطل ہو گیا۔ اور دوسری بہن کا نکاح بھی پہلے اقرار کو ثابت کرنے کیلئے تھا جبکہ اس اقرار کو اس طرح ثابت کرنا شرعاً باطل تھا لہٰذا دونوں کا نکاح باطل ہو گیا۔ اور یہ قاعدہ بھی ثابت ہو گیا۔ (نورالانوار)

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ
اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

اور شوہر والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) سوائے ان (کافروں کی قیدی عورتوں) کے جو تمہاری مِلک میں آ جائیں، (ان احکام
حرمت کو) اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے، اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں تا کہ تم اپنے اموال کے
ذریعے طلبِ نکاح کرو پاک دامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے، پھر ان میں سے جن سے تم نے اس کے عوض فائدہ
اٹھایا ہے انہیں ان کا مقرر شدہ مَہر ادا کر دو، اور تم پر اس مال کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مَہر مقرر کرنے کے بعد
باہم رضا مند ہو جاؤ، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

محصنات کی حرمت کا بیان

"وَ" حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ "الْمُحْصَنَاتُ" اَیْ ذَوَاتُ الْاَزْوَاجِ "مِنَ النِّسَاءِ " اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَبْلَ مُفَارَقَةِ اَزْوَاجِهِنَّ حَرَائِرَ مُسْلِمَاتٍ كُنَّ اَوْ لَا "اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" مِنَ الْاِمَاءِ بِالسَّبْيِ فَلَكُمْ وَطْؤُهُنَّ وَاِنْ كَانَ لَهُنَّ اَزْوَاجٌ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ بَعْدَ الِاسْتِبْرَاءِ "كِتَابَ اللّٰهِ" نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَرِ اَیْ كَتَبَ ذٰلِكَ "عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ "لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ" اَیْ سِوَى مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ النِّسَاءِ "اَنْ تَبْتَغُوا" تَطْلُبُوا النِّسَاءَ "بِاَمْوَالِكُمْ" بِصَدَاقٍ اَوْ ثَمَنٍ "مُحْصِنِيْنَ" مُتَزَوِّجِيْنَ "غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ" زَانِيْنَ "فَمَا" فَمَنْ "اسْتَمْتَعْتُمْ" تَمَتَّعْتُمْ "بِهٖ مِنْهُنَّ" مِمَّنْ تَزَوَّجْتُمْ بِالْوَطْءِ "فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ" مُهُوْرَهُنَّ الَّتِيْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ "فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ" اَنْتُمْ وَهُنَّ "بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ" مِنْ حَطِّهَا اَوْ بَعْضِهَا اَوْ زِيَادَةٍ عَلَيْهَا "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمًا" فِيْمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ۔

اور وہ شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں۔ جن سے تم ان کے شوہروں سے جدا ہونے کے بغیر نکاح کرنا چاہو۔ اگرچہ وہ آزاد ہوں یا باندیاں ہوں یا کوئی دوسری عورتیں ہوں۔

لیکن ان کافروں کی قیدی عورتیں جو تمہاری مِلک میں آ جائیں، وہ استبرائے رحم کے بعد تمہارے لئے حلال ہیں اگرچہ ان کے شوہر دار الحرب میں موجود ہوں۔ ان احکامِ حرمت کو اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے۔ یعنی نصب ذالک مصدر ہونے کے سبب منصوب ہے۔

اور ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں، احل یہ معروف و مجہول دونوں طرح آیا ہے۔ تا کہ تم اپنے اموال کے ذریعے طلبِ نکاح کرو پاک دامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے، پھر ان میں سے جن سے تم نے نکاح کے بعد جماع کے ذریعے فائدہ اٹھایا ہے انہیں ان کا مقرر شدہ مَہر ادا کر دو، اور تم پر اس مال کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مَہر مقرر کرنے کے بعد باہم رضا مند ہو جاؤ، یعنی اس میں کل کے اسقاط پر یا بعض کم کرنے پر یا زیادہ کرنے پر، بیشک اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، ان کی تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔

'محصنة" مسلمان، عفیف، آزاد یا شوہر دار عورت کو کہتے ہیں اور حکم وموضوع کی مناسبت سے آیت میں اس سے مراد شوہر دار عورت ہے۔ 'المحصنات" کیلئے "من النساء" کی قید، تاکید کیلئے ہے۔ اور یہ غیر مسلمان عورت کے شمول پر دلالت کر رہی ہے۔

سورہ نساء آیت ۲۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ اوطاس کے موقع پر ہم لوگوں نے مال غنیمت کے طور پر ایسی عورتیں پائیں جن کے شوہر مشرکین میں موجود تھے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے ان سے صحبت کرنا مکروہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاۤءِ اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، اور حرام ہیں خاوند والی عورتیں مگر یہ کہ وہ تمہاری ملکیت میں آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے، یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 955)

دارالاسلام میں عدت کے اعتبار کا بیان

ابن شہاب سے روایت ہے کہ چند عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو جاتی تھیں اپنے ملک میں ہجرت نہیں کرتی تھیں اور خاوند ان کے کافر ہوتے تھے انہی عورتوں میں سے ایک عاتکہ تھی جو ولید بن مغیرہ کی بیٹی تھیں جو صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھیں وہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئیں اور ان کے خاوند صفوان بھاگ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچازاد بھائی وہب بن عمیر کو اپنی چادر نشانی کے واسطے دے کو صفوان کے پاس بھیجا اور ان کو امان دی اور اسلام کی طرف بلایا اور یہ کہا کہ میرے پاس آئے اگر تمہای خوشی ہو تو مسلمان ہونا نہ تو تم کو دو مہینے کی مہلت ملے گی جب صفوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی چادر لے کر آ آئے تو لوگوں کے سامنے پکار اٹھے اے محمد وہب بن عمیر میرے پاس تمہاری چادر لے کر آئے اور مجھ سے کہا کہ تم نے مجھ کو بلایا ہے اس شرط پر کہ اگر میں چاہوں تو مسلمان ہو جاؤں نہیں تو مجھ کو دو مہینے کی مہلت ملے گی۔ آپ نے فرمایا اترو اے ابووہب صفوان نے کہا قسم اللہ کی میں کبھی نہ اتروں گا جب تک تم مجھ سے بیان نہ کرو گے کہ وہب بن عمیر کا پیام صحیح ہے آپ نے فرمایا وہ تو کیا میں تمہیں چار مہینے کی مہلت دیتا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ہوازن کی طرف حنین میں گئے اور آپ نے صفوان سے کچھ ہتھیار اور سامان عاریتاً مانگا صفوان نے کہا آپ خوشی سے مانگتے ہیں یا زبردستی سے آپ نے فرمایا خوشی سے صفوان نے ہتھیار اور سامان دیئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے اور صفوان کفر ہی کی حالت میں آپ کے ساتھ رہے مگر آپ نے ان کی عورت کو ان سے نہ چھڑایا یہاں تک کہ صفوان بھی مسلمان ہو گئے اور ان کی عورت بدستور ان کے پاس رہیں۔ ابن شہاب نے کہا کہ صفوان کی بی بی خاوند سے ایک مہینہ پہلے اسلام لائی تھیں اور جو عورت دارالکفر سے مسلمان ہو کر دارالاسلام میں ہجرت کر کے آئے تو وہ اپنے خاوند سے جدا ہو جائے گی اور عدت کر کے دوسرا نکاح کر لے گی مگر جب اس کا خاوند اس کی عدت کے اندر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جائے۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1019)

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور تم میں سے جو مالی لحاظ سے طاقت نہ رکھے کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو ان میں سے جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ ہوں، تمھاری مومن باندیوں سے نکاح کر لے، اور اللہ تمھارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے، تمھارا بعض بعض سے ہے۔ تو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور انھیں ان کے مہر اچھے طریقے سے دو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی، پھر جب وہ نکاح میں لائی جا چکیں تو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمھارے لیے بہتر ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

محصنات سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھنے کا بیان

"وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا" اَىْ غِنًى "اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَات" الْحَرَائِر "الْمُؤْمِنَات" هُوَ جَرْى عَلَى الْغَالِب فَلَا مَفْهُوم لَهُ "فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانكُمْ" يَنْكِح "مِنْ فَتَيَاتكُمْ الْمُؤْمِنَات وَاللّٰهُ اَعْلَم بِاِيْمَانِكُمْ" فَاكْتَفُوْا بِظَاهِرِهِ وَكِلُوا السَّرَائِر اِلَيْهِ فَاِنَّهُ الْعَالِم بِتَفْضِيلِهَا وَرُبَّ اَمَة تَفْضُل حُرَّة فِيْهِ وَهٰذَا تَأْنِيس بِنِكَاحِ الْاِمَاء "بَعْضكُمْ مِنْ بَعْض" اَىْ اَنْتُمْ وَهُنَّ سَوَاء فِى الدِّيْن فَلَا تَسْتَنْكِفُوْا مِنْ نِكَاحهنَّ "فَانْكِحُوهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلهنَّ" مَوَالِيهنَّ "وَاٰتُوهُنَّ" اَعْطُوهُنَّ "اُجُورهنَّ" مُهُورهنَّ "بِالْمَعْرُوْفِ" مِنْ غَيْر مَطْل وَنَقْص "مُحْصَنَات" عَفَائِف حَال "غَيْر مُسَافِحَات" زَانِيَات جَهْرًا "وَلَا مُتَّخِذَات اَخْدَان" اَخِلَّاء يَزْنُوْنَ بِهِنَّ سِرًّا "فَاِذَا اُحْصِنَّ" زُوِّجْنَ وَفِىْ قِرَاءَة بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ تَزَوَّجْنَ "فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ" زِنًا "فَعَلَيْهِنَّ نِصْف مَا عَلَى الْمُحْصَنَات" الْحَرَائِر الْاَبْكَار اِذَا زَنَيْنَ "مِنْ الْعَذَاب" الْحَدّ فَيُجْلَدْنَ خَمْسِينَ وَيُغَرَّبْنَ نِصْف سَنَة وَيُقَاس عَلَيْهِنَّ الْعَبِيد وَلَمْ يَجْعَل الْاِحْصَان شَرْطًا لِوُجُوْبِ الْحَدّ لِاِفَادَةِ اَنَّهُ لَا رَجْم عَلَيْهِنَّ اَصْلًا "ذٰلِكَ" اَىْ نِكَاح الْمَمْلُوكَات عِنْد عَدَم الطَّوْل "لِمَنْ خَشِيَ" خَافَ "الْعَنَت" الزِّنَا وَاَصْله الْمَشَقَّة سُمِّىَ بِهِ الزِّنَا لِاَنَّهُ سَبَبهَا بِالْحَدِّ

فِي الدُّنْيَا وَالْعُقُوبَة فِي الْآخِرَة "مِنْكُمْ" بِخِلَافِ مَنْ لَا يَخَافهُ مِنَ الْأَحْرَار فَلَا يَحِلّ لَهُ نِكَاحهَا وَكَذَا مَنِ اسْتَطَاعَ طَوْل حُرَّة وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ وَخَرَجَ بِقَوْلِهِ "مِنْ فَتَيَاتكُمُ الْمُؤْمِنَات" الْكَافِرَات: فَلَا يَحِلّ لَهُ نِكَاحهَا وَلَوْ عَدِمَ وَخَافَ "وَأَنْ تَصْبِرُوا" عَنْ نِكَاح الْمَمْلُوكَات "خَيْر لَكُمْ" لِئَلَّا يَصِير الْوَلَد رَقِيقًا "وَاللّٰهُ غَفُور رَحِيم" بِالتَّوْسِعَةِ فِي ذٰلِكَ،

اور تم میں سے جو مالی لحاظ سے طاقت نہ رکھے کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے۔ایمان کی صفت غلبے کے سبب ہے لہٰذا اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا۔ ان میں سے جن کے مالک نکاح کے اعتبار سے تمھارے دائیں ہاتھ ہوں، تمھاری مومن باندیوں سے نکاح کرلے، اور اللہ تمھارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے، یعنی تم ان کے ظاہری ایمان کا کافی سمجھو اور ان کے رازوں کو اللہ کے حوالے کردو کیونکہ دلوں کے راز وہی جانتا ہے۔ کیونکہ بہت سی باندیاں ایمان میں آزاد عورتوں پر مرتبہ رکھتی ہیں۔ لہٰذا ان کو باندیوں سے نکاح کرنے کی رغبت دلانا ہے۔ تمہارا بعض بعض سے ہے۔ یعنی تم اور وہ دین میں برابر ہو لہٰذا ان سے نکاح کرنے کا انکار نہ کرو۔ تو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انھیں ان کے مہر اچھے طریقے سے دو، یعنی بغیر کسی کمی اور ٹال مٹول کے مہر دے دو۔ جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی، جس کے سبب وہ پوشیدہ زنا کرنے والی ہوں۔ ایک قرأت میں یہ معروف ہے کہ جب وہ نکاح کرلیں۔ پھر جب وہ نکاح میں لائی جاچکیں تو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ یعنی شادی شدہ عورتوں کی بہ نسبت نصف ہے۔ اور جب وہ زنا کریں تو ان کی سزا پچاس کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔ اور اسی پر غلاموں کو قیاس کیا جائے گا۔ اور یہاں احصان کی شرط وجوب حد کیلئے نہیں بلکہ اس فائدے کیلئے کہ اصلا اس پر رجم نہ ہوگا۔ اور جو شخص نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو یہ حکم اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے۔ عنت کا معنی مشقت ہے اور زنا میں مشقت ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں اس کی سزا حد اور آخرت میں سخت سزا کا ہونا ہے۔ جبکہ وہ لوگ جن کو زنا کا اندیشہ نہیں ہے تو ان کیلئے باندیوں سے نکاح حلال نہ ہوگا۔ اور یہی حکم اس بندے کا ہے جو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ اور مؤمن عورتوں کی قید سے کافر عورتیں خارج ہوگئی ہیں۔ لہٰذا اس کیلئے کافر عورتوں سے نکاح حلال نہ ہوگا اگرچہ اس کو زنا وغیرہ کا خوف نہ ہو اور یہ کہ تم صبر کرو تمھارے لیے بہتر ہے یعنی باندیوں سے نکاح کرنے پر ضبط کرے۔ تاکہ بچہ غلام نہ ہو۔ اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت وسعت کے ساتھ مہربان ہے۔

منکوحہ باندی کا آقا کیلئے حرام ہونے کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردے تو پھر اس لونڈی کی شرمگاہ کو نہ دیکھو کیونکہ نکاح کے بعد وہ اپنے آقا کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تو وہ اس لونڈی کے جسم کے اس حصہ کو نہ دیکھے جو ناف کے نیچے سے زانو کے اوپر تک

ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 332)

جب اپنے غلام کے ساتھ نکاح کر دینے کی صورت میں یہ حکم ہے تو پھر کسی دوسرے کے غلام کے ساتھ اپنی لونڈی کا نکاح کر دینے کی صورت میں یہ حکم بطریق اولی ہوگا کہ اس لونڈی کو اپنے لئے بالکل حرام سمجھا جائے۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب اس لونڈی کو بیاہ دیا جائے تو پھر اس کے جسم کی اس حد کو دیکھنا حرام ہوگا جو ناف اور زانوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ بیاہ ہو جانے کے بعد لونڈی اپنے آقا کے حق میں کسی غیر کی لونڈی کی مانند ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ بیاہ ہو جانے کے بعد لونڈی کا سر عین اس کے جسم کا مستور حصہ مرد کے ستر کی مانند ہے۔

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ان کا احصان اسلام اور عفت ہے لیکن یہ حدیث منکر ہے اس میں ضعف بھی ہے اور ایک راوی کا نام نہیں، ایسی حدیث حجت کے لائق نہیں ہوتی، دوسرا قول یعنی احصان سے مراد نکاح ہے حضرت ابن عباس مجاہد عکرمہ طاؤس سعید بن جبیر حسن قتادہ وغیرہ کا یہی قول ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ابوعلی طبری نے اپنی کتاب ایضاح میں یہی نقل کیا ہے، مجاہد فرماتے ہیں لونڈی کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ کسی آزاد کے نکاح میں چلی جائے، اسی طرح غلام کا احصان یہ ہے کہ وہ کسی آزاد مسلمہ سے نکاح کر لے۔

ابن عباس سے بھی یہ منقول ہے، شعبی اور نخعی بھی یہی کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں قرآتوں کے اعتبار سے معنی بھی بدل جاتے ہیں، احصن سے مراد تو نکاح ہے اور احصن سے مراد اسلام ہے۔

امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں، لیکن بظاہر مراد یہاں نکاح کرنا ہے اسی لئے کہ سیاق آیات کی دلالت اسی پر ہے، ایمان کا ذکر تو لفظوں میں موجود ہے بہر دو صورت جمہور کے مذہب کے مطابق آیت کے معنی میں بھی اشکال باقی ہے اس لئے کہ جمہور کا قول ہے کہ لونڈی کو زنا کی وجہ سے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ہو باوجودیہ کہ آیت کے مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ غیر محصنہ لونڈی پر حد ہی نہ ہو، پس اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، جمہور کا قول ہے کہ بیشک "جو بولا گیا" مفہوم پر مقدم ہے اس لئے ہم نے ان عام احادیث کو جن میں لونڈیوں کو حد مارنے کا بیان ہے اس آیت کے مفہوم پر مقدم کیا۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگو اپنی لونڈیوں پر حدیں قائم رکھو خواہ وہ محصنہ ہوں یا نہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی لونڈی کے زنا پر حد مارنے کو فرمایا چونکہ وہ نفاس میں تھی اس لئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں حد کے کوڑے لگنے سے یہ مر نہ جائے چنانچہ میں نے اس وقت اسے حد نہ لگائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا جب تک وہ ٹھیک ٹھاک نہ ہو جائے حد نہ مارنا،

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ نفاس سے فارغ ہو تو اسے پچاس کوڑے لگانا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور زنا ظاہر ہو جائے تو اسے وہ حد مارے اور برا بھلا نہ کہے پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو بھی حد لگائے اور ڈانٹ جھڑک نہ کرے، پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرے اور ظاہر ہو تو اسے بیچ ڈالے اگرچہ ایک رسی کے ٹکڑے کے بدلے ہی ہو۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب تین بار یہ فعل اس سے سرزد ہو تو چوتھی دفعہ فروخت کر ڈالے، عبداللہ بن عیاش بن ابوربیعہ مخزومی فرماتے ہیں کہ ہم چند قریش نوجوانوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امارت کی لونڈیوں سے کئی ایک پر حد جاری کرنے کو فرمایا ہم نے انہیں زنا کی حد میں پچاس پچاس کوڑے لگائے دوسرا جواب ان کا ہے جو اس بات کی طرف گئے ہیں کہ لونڈی پر احصان بغیر حد نہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مارنا صرف بطور ادب سکھانے اور باز رکھنے کے ہے، ابن عباس اسی طرف گئے ہیں طاؤس سعید ابوعبید داؤد ظاہری کا مذہب بھی یہی ہے ان کی بڑی دلیل مفہوم آیت ہے اور یہ شرط ہے مفہوموں میں سے ہے اور اکثر کے نزدیک یہ محض حجت ہے اس لئے ان کے نزدیک ایک عموم پر مقدم ہو سکتا ہے۔

اور ابو ہریرہ اور زید بن خالد کی حدیث جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جب لونڈی زنا کرے اور وہ محصنہ نہ ہو یعنی اس کا نکاح نہ ہوا ہو تو کیا جائے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اسے حد لگاؤ پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ پھر بیچ ڈالو گو ایک رسی کے ٹکڑے کے قیمت پر ہی کیوں نہ بیچنا پڑے، راوی حدیث ابن شہاب فرماتے ہیں نہیں جانتا کہ تیسری مرتبہ کے بعد یہ فرمایا یا چوتھی مرتبہ کے بعد۔ پس اس حدیث کے مطابق وہ جواب دیتے ہیں کہ دیکھو یہاں کی حد کی مقدار اور کوڑوں کی تعداد بیان نہیں فرمائی جیسے کہ محصنہ کے بارے میں صاف فرما دیا ہے اور جیسے کہ قرآن میں مقرر طور پر فرمایا گیا کہ محصنات کی نسبت نصف حد ان پر ہے، پس آیت وحدیث میں اس طرح تطبیق دینا واجب ہوگئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نساء، بیروت)

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝
اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کر دے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتا دے اور تم پر اپنی رحمت سے
رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے،

احکام شرع و مصالح دین کو بیان کرنے کا حکم

"يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ" شَرَائِعَ دِيْنِكُمْ وَمَصَالِحَ أَمْرِكُمْ "وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ" طَرَائِقَ "الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فِي التَّحْلِيْلِ وَالتَّحْرِيْمِ فَتَتَّبِعُوْهُمْ "وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ" يَرْجِعُ بِكُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ الَّتِي كُنْتُمْ عَلَيْهَا إِلٰى طَاعَتِهِ "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ" بِكُمْ "حَكِيْمٌ" فِيْمَا دَبَّرَهُ لَكُمْ،

اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام اور تمہارے لئے مصالح کو بیان کر دے اور تمہیں اگلوں یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی سنن بتا دے جن میں احکام حلت وحرمت تھے تا کہ ان کی اتباع کرو۔ اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے یعنی تم کو معصیت سے طاعت کی ... اللہ تمہیں جانتا ہے تمہارے لئے تدبیر کرنے میں حکمت والا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یہ اس بنا پر ہے کہ جب "سنن الذین"، لیبین" کا بھی مفعول ہو یعنی دونوں فعل" لیبین " اور "یھدیکم " از باب تنازع "سنن" میں عمل کریں۔

مذکورہ بالا مطلب میں جملہ "یھدیکم " کو، احکام کے بیان کی غایت کے طور پر لیا گیا ہے، اور کلمہ "یھدیکم" کے مطابق، سابقہ قوموں کے سنن اور طور طریقوں سے مراد ان کے صحیح آداب واحکام ہیں کہ جن کی پہچان اللہ اپنے بیان کے ذریعے کروا رہا ہے۔

جملہ "یبین لکم" پر جملہ "یھدیکم" کا عطف اور ان دونوں سے ارادہ الٰہی کا تعلق، گزشتہ قوموں کے سنن وقوانین اور احکام (اسلام) کی تبیین میں ایک قسم کے ارتباط کو ظاہر کرتا ہے اور بعد والی آیات میں "یرید اللہ ان یخفف عنکم " کے قرینے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس مورد نظر ارتباط سے مراد ان دونوں کے درمیان موازنہ ہے۔

اگر "لیبین" پر جملہ "یتوب علیکم " کا عطف، عطف تفسیری ہو تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ خداوند متعال کی جانب سے احکام کا بیان، بعینہ بندوں کی طرف اسکی بازگشت ہے۔

احکام شریعت کا مکلف کے مطابق ہونے کا بیان

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں سدرۃ المنتہی سے لوٹے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے دریافت کیا کہ آپ پر کیا فرض کیا گیا؟ فرمایا ہر دن رات میں پچاس نمازیں تو کلیم اللہ نے فرمایا واپس جایئے اور اللہ کریم سے تخفیف طلب کیجئے آپ کی امت میں اس کی طاقت نہیں میں اس سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں وہ اس سے بہت کم ہیں گھبرا گئے تھے اور آپ کی امت تو کانوں آنکھوں اور دل کی کمزوری میں ان سے بھی بڑھی ہوئی ہے چنانچہ آپ واپس گئے دس معاف کرا لائے پھر بھی یہی باتیں ہوئیں پھر گئے دس ہوئیں یہاں تک کہ آخری مرتبہ پانچ رہ گئیں۔

شریعت کو لوگوں پر تنگی اور حرج نہ ڈالنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے کہا لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ انکی صلاح بہتر ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مصیبت میں کر دیتا، بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے اور لا عنتکم کے معنی لا حرجکم و ضیق (یعنی تمہیں حرج اور تنگی میں ڈال دیتا) اور عنت کے معنی جھک گئے اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بسلسلہ سند حماد ایوب نافع بیان کیا، حضرت ابن عمر نے کبھی کسی کی وصیت نامنظور نہیں کی اور ابن سیرین کو یتیم کے مال میں زیادہ پسند یہ تھا، کہ اس کے خیر خواہ اور اس کے اولیاء جمع ہوں اور غور کریں کہ اس کے لئے جو مفید ہے وہی کام اس کے مال سے آغاز کر دیا جائے اور طاؤس سے جب یتیموں کے معاملہ میں پوچھا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھ دیتے واللہ یعلم المفسد الخ اور عطاء نے یتیموں کے بارے میں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے کہا ہے کہ ولی ہر شخص پر بقدر اس کے حصہ کے خرچ کرے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 43)

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا

اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے، اور جو اپنے شہوات کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔

توبہ کی طرف ترغیب کا بیان

"وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ" كَرَّرَهُ لِيَبْنِيَ عَلَيْهِ "وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَات" الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى اَوْ الْمَجُوس اَوْ الزُّنَاة "اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا" تَعْدِلُوْا عَنْ الْحَقّ بِارْتِكَابِ مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ فَتَكُوْنُوْا مِثْلهمْ.

اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے، اس کو مکرر لانے کا مقصد پر پابندی ہے۔اور جو لوگ اپنی شہوات یعنی یہود ونصاریٰ یا مجوسی یا زنا کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔یعنی ان حرام کاموں کا ارتکاب کر کے حق سے دور ہو جاؤ اور تم بھی ان کی طرح بن جاؤ۔

لوگوں کو اپنی خواہشات پر پیچھے لگانے والے کی عبادت کے رد کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف پھیرنے کے لئے عمدہ گفتگو سیکھے اللہ قیامت کے روز اس کے صرف وعدل فرائض اور نفلی عبادات قبول نہیں فرمائے گا (ایک قول یہ ہے کہ صرف سے مراد توبہ ہے اور عدل سے مراد عبادات، نماز، روزہ، وغیرہ کا فدیہ ہے)۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1598)

نعمان بن سعد، علی سے نقل کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رمضان کے علاوہ کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے ہیں حضرت علی نے فرمایا میں نے صرف ایک آدمی کے علاوہ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے نہیں سنا میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے رمضان کے علاوہ کون سے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں فرمایا اگر رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہے تو محرم کے روزے رکھا کرو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور اس دن دوسری قوم کی بھی توبہ قبول کرے گا۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 725)

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا۔

احکام شریعت میں سہولیات کا بیان

"یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ" یُسَہِّلَ عَلَیْکُمْ اَحْکَامَ الشَّرْعِ "وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا" "لَا یَصْبِرُ عَنِ النِّسَاءِ وَالشَّہَوَاتِ،

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے یعنی احکام شرع میں تمہارے لئے آسانی پیدا کردے۔اور آدمی کمزور بنایا گیا۔یعنی وہ عورتوں اور شہوات کے بارے میں صبر نہ کر پائے گا۔

اس کو عورتوں سے اور شہوات سے صبر دُشوار ہے حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں بھلائی نہیں اور ان کی طرف سے صبر بھی نہیں ہوسکتا نیکوں پر وہ غالب آتی ہیں بد اُن پر غالب آجاتے ہیں۔

احکام شرع میں تخفیفات سبعہ کا بیان

۱۔**تخفیف اسقاط؛** عذر کے پائے جانے کی وجہ سے عبادات کا ساقط ہونا جیسے حالت حیض میں نماز کا سقوط

۲۔**تخفیف تنقیص (کمی)؛** عذر کی وجہ سے عبادات میں کمی کا حکم جیسے حالت سفر میں نماز قصر کا حکم۔

۳۔**تخفیف ابدال؛** عذر کی وجہ سے ایک عبادت کے قائم مقام دوسری عبادت کا حکم جیسے وضو اور غسل کے بدلے میں تیمم کا حکم۔

۴۔**تخفیف تقدیم؛**

کسی عبادت کو اس کے وقت سے پہلے ادا کرنا جیسے کوئی شخص نصاب زکوٰۃ پر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔اسی طرح صدقہ فطر اگر کسی نے رمضان المبارک یا اس سے بھی پہلے ادا کر دیا تو فطرانہ ادا ہو جائے گا۔

۵۔**تخفیف تاخیر؛** کسی عذر شرعی کی وجہ سے عبادت کو موخر کرنا جیسے کسی مسافر یا مریض کا رمضان المبارک کے روزوں کو موخر کرنا۔

۶۔**تخفیف ترخیص؛** عذر شرعی کی وجہ سے رخصت جیسے زخمی عضو پر باندھی ہوئی پٹی پر مسح کرنا۔

۷۔**تخفیف تغیر؛** عذر شرعی کی وجہ سے عبادت کے طریقہ کار میں تبدیلی لانا جیسے نماز خوف کا طریقہ ہے

انتباہ؛ مشقت اور حرج کا اعتبار وہاں ہوگا جہاں نص وارد نہ ہوئی ہو اور اگر مشقت وحرج کی وجہ سے فراہم کردہ آسانی کے خلاف نص آجائے تو پھر اس آسانی وسہولت کو ترک کرنا واجب اور نص پر عمل کرنا ضروری ہے۔(الاشباہ والنظائر، ص ۲۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ۝
اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور
اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

باطل طریقے سے مالوں کو کھانے کی ممانعت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" بِالْحَرَامِ فِى الشَّرْعِ كَالرِّبَا وَالْغَصْبِ "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ تَكُوْنَ" تَقَعُ "تِجَارَةً" وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِالنَّصْبِ اَنْ تَكُوْنَ الْاَمْوَالُ اَمْوَالَ تِجَارَةٍ صَادِرَةٍ "عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ" وَطِيبِ نَفْسٍ فَلَكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْهَا "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" بِارْتِكَابِ مَا يُؤَدِّىْ اِلٰى هَلَاكِهَا اَيًّا كَانَ فِى الدُّنْيَا اَوِ الْاٰخِرَةِ بِقَرِينَةِ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا" فِىْ مَنْعِهٖ لَكُمْ مِنْ ذٰلِكَ۔

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ یعنی جو شریعت کے نزدیک حرام ہے جیسے سود اور غصب ہے مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔ ایک قرأت کے مطابق تجارتِ منصوب ہے۔ یعنی تجارت کی غرض والے اموال مراد ہیں۔ اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔ یعنی ایسے اعمال کے ارتکاب کی طرف جانا جو دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث ہوں۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا" بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ یعنی ایسے اعمال سے منع کرنے میں تمہارے لئے اس کی مہربانی ہے۔

سورہ نساء آیت ۲۹ کی عدم تنسیخ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے پوچھا کہ ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر مجھے پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ کپڑا اور ایک درہم واپس کردوں گا آپ نے اس آیت کی تلاوت کردی یعنی اسے باطل مال میں شامل کیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہو سکتی ہے، آپ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ہاں کھانا چھوڑ دیا جس پر یہ آیت (لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ ۔ 24 ۔ النور: 61) اتری تجارۃ کو تجارۃ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ استثنا منقطع ہے گویا یوں فرمایا جارہا ہے کہ حرمت والے اسباب سے مال نہ لو ہاں شرعی طریق پر تجارت سے نفع اٹھانا جائز ہے جو خریدار اور بیچنے والے کی باہم رضامندی سے ہو۔ جیسے دوسری جگہ ہے کسی بیگناہ جان کو نہ مارو ہاں حق کے ساتھ ہو تو جائز ہے اور جیسے دوسری آیت میں ہے وہاں موت نہ چکھیں گے مگر پہلی بار کی موت۔

آیت میں لاتاکلوا کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں مت کھاؤ۔ مگر عام محاورہ کے اعتبار سے اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کے مال میں ناحق طور پر کسی قسم کا تصرف نہ کرو، خواہ کھانے پینے کا ہو یا اسے استعمال کرنے کا، عرف عام میں کسی کے مال میں تصرف کرنے کو اس کا کھانا ہی بولا جاتا ہے، اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہ ہو، لفظ باطل جس کا ترجمہ ناحق سے کیا گیا ہے عبداللہ بن مسعود اور جمہور صحابہ کے نزدیک تمام ان صورتوں پر حاوی ہے جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہیں، جس میں چوری، ڈاکہ، غصب، خیانت، رشوت، سود و قمار اور تمام معاملات فاسدہ داخل ہیں۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ نساء، بیروت)

تجارت و بہانوں کے ذریعے ناحق مال کھانے والوں کا بیان

حضرت ابوذر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے مہربانی وعنایت کا کلام کرے گا نہ بنظر رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان تینوں کے لئے دردناک عذاب ہے ابوذر نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر و بھلائی سے محروم اور اس ٹوٹے میں رہنے والے وہ کون شخص ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تو پائچے لٹکانے والا دوسرا کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت بڑھانیوالا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 36)

حضرت عبید ابن رفاعہ تابعی اپنے والد محترم حضرت رفاعہ ابن رافع انصاری صحابی سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تاجر لوگوں کا حشر فاجروں (یعنی دروغ گو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہوگا ہاں وہ تاجر اس سے مستثنیٰ ہوں گے) جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی (یعنی خیانت اور فریب دہی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوئے) اور نیکی کی (یعنی اپنے تجارتی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا یہ کہ عبادت الٰہی کرتے رہے) اور سچ پر قائم رہے (ترمذی، ابن ماجہ دارمی) اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس روایت کو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے نیز امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 39)

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝
اور جو کوئی تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اسے آگ میں ڈال دیں گے، اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔

حلال سے بڑھ کر حرام کو اپنانے پر سخت وعید کا بیان

"وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ " اَیْ مَا نُهِیَ عَنْهُ "عُدْوَانًا" تَجَاوُزًا لِلْحَلَالِ حَال "وَظُلْمًا" تَاكِيد "فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ" نُدْخِلهُ "نَارًا" يَحْتَرِق فِيْهَا "وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا " هَيِّنًا،

اور جو کوئی تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا یعنی منع کردہ کام کرے تو ہم عنقریب اسے آگ میں ڈال دیں گے، یعنی حلال کو چھوڑ کر اس سے آگے بڑھ جائے اور یہاں عدوانا کا معنی تجاوزا ہے جو حال ہے۔ یعنی ایسی آگ میں جو جلا ڈالے گی۔ اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بعض کا کہنا ہے کہ "عدوانا" اور "ظلما" قید توضیحی ہے اور عقوبت وعذاب کی علت کی طرف اشارہ ہے یعنی چونکہ قتل و خودکشی، تجاوز اور ظلم ہے لہٰذا موجب عقوبت وعذاب ہے۔

جو کوئی ایسا کرے گا زیادتی وظلم کے ساتھ تو ہم اس کو جھونک دیں گے ایک بڑی ہی ہولناک آگ میں۔ یعنی تنوین تعظیم و

تہویل کیلئے ہے "اَیْ هَائِلَةٌ شَدِیْدُ الْعَذَاب" (محاسن التاویل)

برے اعمال کے سبب دوزخ میں جانے کا بیان

اور ظاہر ہے کہ دوزخ کی اس سے بڑھ کر ہولناک اور خوفناک آگ اور کون سی ہو سکتی ہے؟ جو دنیا کی ہماری اس آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہوگی، بہر کیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع فرمودہ اور حرام کردہ امور کے ارتکاب کا نتیجہ وانجام بہت برا ہے۔" ذالک" کا مشارٌ الیہ جیسا کہ ظاہر اور متبادر ہے، وہی امور ہیں جن کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے۔ یعنی خودکشی کا ارتکاب اور دوسروں کا مال ناحق طور پر مار کھانا، لیکن اس میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس کا مشارٌ الیہ وہ تمام اوامر وارشادات ہوں جن کا ذکر اس سورہ کریمہ کے شروع سے لیکر یہاں تک فرمایا گیا ہے۔۔ "عدوان" سے مراد حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ اور "ظلم" سے مراد کسی پر ناحق دست درازی کرنا ہے۔

یہاں ایسے کام سے مراد وہ تمام اوامر ونواہی ہیں جن کا ذکر اس سورہ کی ابتداء سے چلا آ رہا ہے۔ اور از راہ ظلم وزیادتی سے مراد یہ ہے کہ جو شخص از راہ معصیت وتکبر اللہ کے اوامر ونواہی کی پروانہ کرے اور گناہوں کا ارتکاب کرتا جائے اس کی سزا دوزخ ہی ہو سکتی ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا٥
اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹا دیں گے
اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرما دیں گے۔

صغیرہ گناہوں کا نیکیوں کے سبب مٹ جانے کا بیان

"اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ" وَهِيَ مَا وَرَدَ عَلَيْهَا وَعِيد كَالْقَتْلِ وَالزِّنَا وَالسَّرِقَة وَعَنْ ابْن عَبَّاس هِيَ اِلَى السَّبْع مِائَةِ اَقْرَب "نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتكُمْ" الصَّغَائِر بِالطَّاعَاتِ "وَنُدْخِلكُمْ مُدْخَلًا" بِضَمِّ الْمِيم وَفَتْحهَا اَيْ اِدْخَالًا اَوْ مَوْضِعًا "كَرِيمًا" هُوَ الْجَنَّة،

اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو یعنی جن پر سخت وعید آئی ہے جس طرح قتل وزنا اور چوری ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سات سو تک ہیں۔ تو ہم طاعات کے سبب تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹا دیں گے۔ مدخل یہ میم کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرما دیں گے۔ جو کہ جنت ہے۔

کبیرہ گناہ کے تفسیری مفہوم کا بیان

گناہ کبیرہ کی تعریف میں بہت اقوال ہیں جامع تر قول وہ ہے جس کو روح المعانی میں شیخ الاسلام بارزی سے نقل کیا ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا حد ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس میں مفسدہ کسی ایسے گناہ کے برابر یا زیادہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی

ہو یا وہ براہ تہاون فی الدین صادر ہو وہ کبیرہ ہے اور اس کا مقابل صغیرہ ہے اور حدیثوں میں جو عدد وارد ہے اس سے مقصود حصر نہیں بلکہ مقتضائے وقت ان ہی کا ذکر ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا 'اللہ کے نزدیک کونسا گناہ بڑا ہے؟' فرمایا 'یہ کہ تو کسی اور کو اللہ کے برابر کردے حالانکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا۔' میں نے عرض کیا 'یہ تو واقعی بڑا گناہ ہے اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟' فرمایا 'تو اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ اسے کھلانا پڑے گا۔' میں نے پوچھا 'پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟' فرمایا 'یہ کہ تو ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے' (بخاری، کتاب التفسیر)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا تو فرمایا 'بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ناحق خون کرنا، والدین کو ستانا۔' پھر فرمایا 'کیا میں تمہیں بڑے سے بڑا گناہ نہ بتاؤں قول الزور، (جھوٹ کو ہیرا پھیری سے سچ بنانا) یا ایسی ہی جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری، کتاب الادب)

امام ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الزواجر میں ان تمام گناہوں کی فہرست اور ہر ایک کی مکمل تشریح بیان فرمائی ہے جو مذکور (الصدر تعریف کی رو سے کبائر میں داخل ہیں، ان کی اس کتاب میں کبائر کی تعداد چار سو سترسٹھ تک پہنچی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بعض نے بڑے بڑے ابواب معصیت کو شمار کرنے پر اکتفاء کیا ہے تو تعداد کم لکھی ہے بعض نے ان کی تفصیلات اور انواع واقسام کو پورا لکھا تو تعداد زیادہ ہوگئی، اس لئے یہ کوئی تعارض واختلاف نہیں ہے۔

۸۳ کبیرہ گناہوں کا کی تفصیل کا بیان

احادیث میں ایک جگہ تمام کبیرہ گناہوں کا تعین اور تفصیل کے ساتھ ذکر موجود نہیں ہے، بلکہ موقع محل کی مناسبت یا کسی سائل کو جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کردہ کبیرہ گناہوں کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ مختصراً یوں ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا یعنی کسی کو اس کی عبادت یا اس کی صفات میں شریک کرنا مثلاً استعانت (مدد چاہنے) میں، علم میں، قدرت میں، تصرف میں، تخلیق میں، پکارنے میں، نام رکھنے میں، ذبح کرنے میں، نذر ماننے میں اور لوگوں سے امور سونپنے میں کسی کو بھی وہ درجہ اور حیثیت دینا جو صرف اللہ تعالیٰ کی سزاوار ہے۔ (۲) گناہ پر اصرار ودوام کی نیت رکھنا۔ (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) زنا کرنا۔ (۵) لواطت کرنا۔ (۶) چوری کرنا۔ (۷) جادو سیکھنا اور جادو کرنا (۸) شراب پینا اور نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنا۔ (۹) محارم یعنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، نانی اور خالہ وغیرہ سے نکاح کرنا۔ (۱۰) جوا سیکھنا اور جوا کھیلنا (۱۱) دار الحرب سے ہجرت نہ کرنا۔ (۱۲) دشمنان دین سے ناروا دوستی اور تعلق رکھنا۔ (۱۳) طاقت وقوت اور غالب حیثیت رکھنے کے باوجود دشمنان دین سے جہاد نہ کرنا۔ (۱۴) سود کھانا۔ (۱۵) خنزیر اور مردار کے گوشت کا استعمال کرنا۔ (۱۶) نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا۔ (۱۸) ناحق کسی کا مال ہڑپ کرلینا۔ (۱۸) پاکباز مرد یا پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت دھرنا۔ (۱۹) جھوٹی گواہی دینا۔ (۲۰) کسی عذر شرعی کے بغیر قصداً رمضان کا روزہ نہ رکھنا یا روزہ توڑنا۔ (۲۱) جھوٹی قسم کھانا۔ (۲۲) قطع تعلق کرنا۔ (۲۳) ماں باپ کو ستانا اور ان کی

نافرمانی کرنا۔(۲۴) جنگ کے موقع پر دشمنان دین کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا۔(۲۵) یتیموں کا مال ناحق کھانا۔(۲۶) ناپ تول میں خیانت کرنا۔(۲۷) نماز کو وقت پر نہ پڑھنا۔(۲۸) مسلمانوں سے ناحق لڑنا جھگڑنا۔(۲۹) ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگانا۔(۳۰) رسول، کتاب اللہ اور فرشتوں کا انکار کرنا یا ان کا مذاق اڑانا۔(۳۱) احکام دین اور مسائل شریعت کا انکار کرنا۔(۳۲) فرائض پر عمل نہ کرنا یعنی نماز نہ پڑھنا، زکوۃ ادا نہ کرنا، رمضان کے روزے نہ رکھنا اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا۔(صحابہ یا کسی صحابی کو برا کہنا۔(۳۴) بالعذر کتمان شہادت کرنا۔(۳۵) رشوت لینا۔(۳۶) میاں بیوی کے درمیان نفاق ڈلوانا۔(۳۷) حاکم کے سامنے کسی کی چغل خوری کرنا۔(۳۸) غیبت کرنا۔(۳۹) اسراف میں مبتلا ہونا۔(۴۰) رہزنی کا ارتکاب کرنا۔(۴۱) دین کے نام پر یا کسی دنیوی غرض کے تحت روئے زمین پر فتنہ وفساد پھیلانا۔(۴۲) گناہ صغیرہ پر اصرار ودوام اختیار کرنا۔(۴۳) کسی کو گناہ کی طرف راغب کرنا یا گناہ کے ارتکاب میں مدد دینا۔(۴۴) ہارمونیم، طبلہ اور دوسرے ممنوع باجوں کے ساتھ گانا۔(۴۵) نہاتے وقت دوسروں کے سامنے ستر کھولنا۔(۴۶) مالی مطالبات وواجبات کی ادائیگی میں بخل کرنا۔(۴۷) خود کشی کرنا۔(۴۸) اپنے اعضاء بدن میں سے کسی عضو کو ضائع کرنا اور تلف کر دینا۔(۴۹) منی اور پیشاب کی گندگی سے صفائی اور پاکی حاصل نہ کرنا۔(۵۰) تقدیر کو جھٹلانا۔(۵۱) اپنے سردار اور حاکم سے عہد شکنی کرنا۔(۵۲) کسی کی ذات اور نسب میں طعنہ زنی کرنا۔(۵۳) غرور اور تکبر کے تحت پائنچے لٹکانا۔(۵۴) لوگوں کو گمراہی کی طرف بلانا۔(۵۵) میت پر نوحہ کرنا۔(۵۶) برے طریقے اور بیہودہ رسمیں رائج کرنا۔(۵۷) دھاردار آلہ سے کسی مسلمان کی طرف اشارہ کرنا۔(۵۸) کسی کو خصی کر دینا۔(۵۹) اپنے بدن کے کسی حصہ کو کاٹنا۔ مثلاً داڑھی منڈانا یا ناک وغیرہ تھوڑی سی کاٹ ڈالنا۔(۶۰) اپنے محسن سے احسان فراموشی کرنا۔(۶۱) حدود حرم میں ان کاموں کو کرنا جن کی ممانعت ہے۔(۶۲) حدود حرم میں جاسوسی کرنا۔(۶۳) نرد کھیلنا یا ایسا کوئی بھی کھیل کھیلنا جو بالاتفاق حرام ہو۔(۶۴) کسی مسلمان کو کافر کہنا یا اس کو کسی ایسے الفاظ سے مخاطب کرنا جو صرف کافر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۶۵) اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان باری میں عدل نہ کرنا۔(۶۶) جلق کرنا (مشت زنی کرنا)۔(۶۷) غلہ وغیرہ کی گرانی سے خوش ہونا۔(۶۸) جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنا۔(۶۹) عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔(۷۰) دنیا کی محبت میں مبتلا ہونا۔(۷۱) امرد پر بری نظر رکھنا۔(۷۲) دوسروں کے گھر میں جھانکنا۔(۷۳) صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اس کے گھر کے اندر داخل ہونا۔(۷۴) دیوثی اور قرم ساقی کرنا۔(۷۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی اچھے کاموں کی تبلیغ وتلقین اور برے کاموں سے روکنے) کا فریضہ باوجود قدرت کے انجام نہ دینا۔(۷۶) پڑھنے کے بعد قرآن مجید کو بھلا دینا۔(۷۷) جانوروں کو آگ میں جلانا (۷۸) عورت کا بغیر عذر شرعی اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا۔(۷۹) مرد کا عورت پر ظلم کرنا۔(۸۰) اللہ کی رحمت ومغفرت سے ناامید ہونا۔(۸۱) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔(۸۲) علماء اور حفاظ کی توہین وتحقیر کرنا۔(۸۳) بیوی سے ظہار کرنا، بعض علماء نے کبائر کی فہرست میں کچھ اور گناہوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہاں اختصار کی پیش نظر اسی فہرست پر اکتفا کیا

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

باہمی برتری کی تمنا نہ کرنے کا بیان

"وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" مِنْ جِهَةِ الدُّنْيَا اَوِ الدِّيْنِ لِئَلَّا يُؤَدِّي اِلَى التَّحَاسُدِ وَالتَّبَاغُضِ "لِلرِّجَالِ نَصِيْب" ثَوَاب "مِمَّا اكْتَسَبُوا" بِسَبَبِ مَا عَمِلُوْا مِنَ الْجِهَادِ وَغَيْرِهٖ "وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْب مِمَّا اكْتَسَبْنَ" مِنْ طَاعَةِ اَزْوَاجِهِنَّ وَحِفْظِ فُرُوْجِهِنَّ نَزَلَتْ لَمَّا قَالَتْ اُمّ سَلَمَةَ: لَيْتَنَا كُنَّا رِجَالًا فَجَاهَدْنَا وَكَانَ لَنَا مِثْل اَجْر الرِّجَال "وَسَاَلُوا" بِهَمْزَةٍ وَدُوْنهَا "اللّٰه مِنْ فَضْله" مَا احْتَجْتُمْ اِلَيْهِ يُعْطِكُمْ "اِنَّ اللّٰه كَانَ بِكُلِّ شَيْء عَلِيْمًا" وَمِنْهُ مَحَلّ الْفَضْل وَسُؤَالكُمْ۔

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، یعنی یہ فضیلت خواہ دنیاوی ہو یا دینی ہو کیونکہ یہ تمہیں باہمی حسد اور غصے کی طرف لے جانے والی ہے۔ مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، یعنی جہاد وغیر کے عمل سے جو انہوں نے کسب کیا ہے۔ اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، یعنی اپنے شوہروں کی اطاعت اور اپنی ناموس کی حفاظت کے سبب جو انہوں نے کسب کیا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ کاش ہم مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح ثواب حاصل ہوتا تو تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَسَاَلُوا، یہ ہمزہ کے بغیر بھی آیا ہے۔

اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو، یعنی جس طرف تم محتاج ہو پس وہ تمہیں عطا کرتا ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اسی سے محل فضل اور تمہارے جیسے سوالیوں کیلئے بارگاہ ہے۔

سورہ نساء آیت ۳۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتیں۔ پھر ہم عورتوں کی لئے وراثت میں سے بھی مرد سے آدھا حصہ ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر۔ النساء) مجاہد کہتے ہیں کہ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔ بھی انہی (ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ پہلی عورت ہیں جو مکہ سے ہجرت کر کے

مدینہ طیبہ آئیں۔ یہ حدیث مرسل ہے بعض راوی اسے ابو نجیح سے اور وہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس طرح، اس طرح فرمایا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 961)

قتادہ اور السدی کا قول ہے کہ جب اللہ کا یہ قول نازل ہوا۔ للذکر مثل حظ الانثیین ۔تو مردوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ہماری نیکیوں کی بناء پر آخرت میں بھی فضیلت حاصل ہو جس طرح اللہ نے میراث میں ہمیں عورتوں پر فضیلت دی ہے یوں عورتوں کے مقابل میں ہمارا اجر دوگنا ہوگا عورتوں نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ آخرت میں مردوں کے مقابلے میں ہمارا بوجھ نصف ہو جس طرح دنیا میں میراث میں ہمارا حصہ مردوں کے مقابلے میں نصف ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی ۔ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔

ثواب میں دوگنی فضیلت کو طلب کرنے کا بیان

سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مردوں نے کہا تھا کہ جب دوہرے حصے کے مالک ہم ہیں تو دوہرا اجر بھی ہمیں کیوں نہ ملے؟ اور عورتوں نے درخواست کی تھی کہ جب ہم پر جہاد فرض ہی نہیں ہمیں تو شہادت کا ثواب کیوں نہیں ملتا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو روکا اور حکم دیا کہ میرا فضل طلب کرتے رہو۔ حضرت ابن عباس؟ سے یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ انسان یہ آرزو نہ کرے کہ کاش کہ فلاں کا مال اور اولاد میرا ہوتا؟ اس پر اس حدیث سے کوئی اشکال ثابت نہیں ہوسکتا جس میں ہے کہ حسد کے قابل صرف دو ہیں ایک مالدار جو راہ اللہ اپنا مال لٹاتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کاش کہ میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اسی طرح فی سبیل اللہ خرچ کرتا رہتا پس یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر میں برابر ہیں اس لئے کہ یہ ممنوع نہیں یعنی ایسی نیکی کی حرص بری نہیں کسی نیک کام کے حاصل ہونے کی تمنا یا حرص کرنا محمود ہے اس کے برعکس کسی کی چیز اپنے قبضے میں لینے کی نیت کرنا ہر طرح مذموم ہے جس طرح دینی فضیلت حاصل کرنے کی حرص جائز رکھی ہی اور دنیوی فضیلت کی تمنا ناجائز ہے پھر فرمایا ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے شر اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق ورثہ دیا جاتا ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم سے ہمارا فضل مانگتے رہا کرو آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت کی تمنا بیکار امر ہے ہاں مجھ سے میرا فضل طلب کرو تو میں بخیل نہیں کریم ہوں وہاب ہوں دوں گا اور بہت کچھ دوں گا۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لوگو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو اللہ سے مانگنا اللہ کو بہت پسند ہے یاد رکھو سب سے اعلیٰ عبادت کشادگی اور وسعت و رحمت کا انتظار کرنا اور اس کی امید رکھنا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

اور ہم نے سب کے لئے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں حق دار مقرر کر دیے ہیں، اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے سو انہیں ان کا حصہ دے دو، بیشک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔

اموال وراثت میں حقوق مقرر ہونے کا بیان

"وَلِكُلٍّ" مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ "جَعَلْنَا مَوَالِيَ" عَصَبَة يُعْطَوْنَ "مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ " لَهُمْ مِنَ الْمَالِ "وَالَّذِينَ عَقَدَتْ" بِأَلِفٍ وَدُونَهَا "أَيْمَانكُمْ" جَمْع يَمِين بِمَعْنَى الْقَسَم أَوْ الْيَد أَيْ الْحُلَفَاء الَّذِينَ عَاهَدْتُمُوهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّة عَلَى النُّصْرَة وَالْإِرْث "فَآتُوهُمْ" الْآن "نَصِيبهمْ" حُظُوظهمْ مِنَ الْمِيرَاث وَهُوَ السُّدُس "إِنَّ اللَّه كَانَ عَلَى كُلّ شَيْء شَهِيدًا" مُطَّلِعًا وَمِنْهُ حَالكُمْ وَهَذَا مَنْسُوخ بِقَوْلِهِ "وَأُولُو الْأَرْحَام بَعْضهمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ"

اور ہم نے سب کے لئے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں حق دار مقرر کر دیئے ہیں، اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ خواہ وہ ہزار کے بدلے میں ہو یا اس کے سوا ہو۔ ایمان یہ یمین کی جمع ہے بمعنی قسم یا عہد ہے یعنی وہ حلف والے جن سے تم نے دور جاہلیت میں مدد اور وراثت کا عہد کیا ہے۔ لہٰذا اُنہیں ان کا حصہ دے دو، یعنی جو حصہ میراث میں سے ہے اور وہ چھٹا حصہ ہے، بیشک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔ یعنی وہ مطلع ہے اور اسی طرح تمہاری حالت پر مطلع ہے۔ اور یہ حکم اس قول کے سبب منسوخ ہے۔ وَأُولُو الْأَرْحَام بَعْضهمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ،

سورہ نساء آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت داؤد بن حصین سے روایت ہے کہ میں ام سعد بنت ربیع کے پاس قرآن پڑھتا تھا۔ وہ ایک یتیم لڑکی تھیں جنہوں نے حضرت ابوبکر کی گود میں پرورش پائی تھی۔ پس جب میں نے یہ آیت، وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ، پڑھی تو بولیں یہ آیت مت پڑھ (یعنی اس پر عمل مت کر کیونکہ یہ ایک خاص شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی) دراصل یہ آیت حضرت ابوبکر اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جبکہ عبدالرحمٰن نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ میں اس کو اپنا وارث نہ بناؤں گا۔ لیکن جب بعد میں وہ اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان کو ان کا حصہ دیا جائے۔ عبدالعزیز کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عبدالرحمٰن بزور شمشیر مسلمان ہوئے، یعنی جب اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا تب اسلام لائے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1156)

علامہ قرطبی اس آیت کے نزول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے بیٹوں کے علاوہ منہ بولے بیٹے بنا لیتے اور ان کو میراث میں حصہ دیتے تو ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی ان کے لیے وصیت میں حصہ مقرر فرمایا۔

اور اللہ نے اس سے منع فرمایا کہ منہ بولے بیٹوں کے لیے بیٹا بنانے والے کی میراث میں حصہ مقرر کیا جائے ہاں ان کے لیے وصیت میں حصہ رکھ دیا۔ (طبری 5۔35، قرطبی 5۔165)

مسئلہ وارثت میں موالی؟ وارث اور عصبہ کی وضاحت واصلاحات

بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں بعض کہتے ہیں عصبہ مراد ہیں؟ چچا کی اولاد کو بھی موالی کہا جاتا ہے جیسے حضرت فضل بن عباس کے شعر میں ہے۔ پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اے لوگو! تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے عصبہ مقرر کر دیئے ہیں جو اس مال کے وارث ہوں گے جسے ان کے ماں باپ اور قرابتدار چھوڑ مریں اور تمہارے منہ بولے بھائی ہیں تم جن کی قسمیں کھا کر بھائی بنے ہو اور وہ تمہارے بھائی بنے ہیں انہیں ان کی میراث کا حصہ دو جیسے کہ قسموں کے وقت تم میں عہد و پیان ہو چکا تھا، یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اور حکم ہوا کہ جن سے عہد و پیان ہوئے وہ نبھائے جائیں اور بھولے نہ جائیں لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں اور بعد کے جملہ سے مراد یہ ہے کہ مہاجرین جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو یہ دستور تھا کہ ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی بند کا وارث ہوتا اس کے ذو رحم رشتہ دار وارث نہ ہوتے پس آیت نے اس طریقے کو منسوخ قرار دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو انہیں فائدہ پہنچاؤ ان کی خیر خواہی کرو لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی ہاں وصیت کر جاؤ۔ قبل از اسلام یہ دستور تھا کہ دو شخصوں میں عہد و پیان ہو جاتا تھا کہ میں تیرا وارث اور تو میرا وارث اسی طرح قبائل عرب عہد و پیان کر لیتے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاہلیت کی قسمیں اور اس قسم کے عہد اس آیت نے منسوخ قرار دے دیئے اور فرمایا معاہدوں والوں کی بہ نسبت ذی رحم رشتہ دار کتاب اللہ کے حکم سے زیادہ ترجیح کے مستحق ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کی قسموں اور عہدوں کے بارے میں یہاں تک تاکید فرمائی کہ اگر مجھے سرخ اونٹ دیئے جائیں اور اس قسم کے توڑنے کو کہا جائے جو دارالندوہ میں ہوئی تھی تو میں اسے بھی پسند نہیں کرتا، ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں اپنے بچپنے میں اپنے ماموؤں کے ساتھ حلف طیبین میں شامل تھا میں اس قسم کو سرخ اونٹوں کے بدلے بھی توڑنا پسند نہیں کرتا پس یاد رہے کہ قریش وانصار میں جو تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم کیا تھا وہ صرف الفت و یگانگت پیدا کرنے کے لئے تھا، لوگوں کے سوال کے جواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ جاہلیت کے حلف نبھاؤ۔ لیکن اب اسلام میں رسم حلف کالعدم قرار دے دی گئی ہے فتح مکہ والے دن بھی آپ نے کھڑے ہو کر اپنے خطبہ میں اسی بات کا اعلان فرمایا داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ام سعد بنت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قرآن پڑھتا تھا میرے ساتھ ان کے پوتے موسیٰ بن سعد بھی پڑھتے تھے جو حضرت ابوبکر کی گود میں یتیمی کے ایام گزار رہے تھے میں نے جب اس آیت میں عاقدت پڑھا تو مجھے میری استانی جی نے روکا اور فرمایا عقدت پڑھو اور یاد رکھو یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ عبدالرحمٰن اسلام کے منکر تھے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھالی کہ انہیں وارث نہ کریں گے بالآخر جب یہ مسلمانوں کے بے انتہا حسن اعمال سے

اسلام کی طرف آمادہ ہو سکے اور ان کا ایمان ہو [illegible]
دل رہا ہیں لیکن یہ حکم [illegible] ہے۔

اور صحیح قول یہی ہے کہ الغرض اس آیت [illegible]
کے قائل ہیں جیسے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب [illegible]
ہے۔ کہ جمہور اور امام مالک اور امام شافعی سے صحیح [illegible]
میں ارشاد ہے کہ جس شخص کے وارث اس کے اصلی لوگ ہیں [illegible]
فرماتے ہیں حصہ داروں اور وارثوں کو ان کے حصوں کے مطابق [illegible]
آیتوں میں ہے اور جن سے تم نے مضبوط عہد و پیمان اور قسموں [illegible]
اور قسمیں ہوں خواہ اس آیت کے اترنے کے بعد ہوں سب کا یہی حکم ہے [illegible]
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا حصہ امداد و خیر خواہی اور وصیت ہے [illegible]
کرتے تھے کہ ان میں سے جو پہلے مر جائے اس کا وارث ہے [illegible] اللہ تعالیٰ نے وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ
أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا (33-الاحزاب: 6)
نازل فرما کر حکم دیا کہ ذی رحم محرم ایک سے اولیٰ ہے البتہ اپنے دوستوں سے حسن سلوک [illegible]
دینے کی وصیت کر جاؤ تو جائز ہے۔

یہی معروف و مشہور امر اور بہت سے سلف سے یہی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے [illegible] وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ
أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَن تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم مَّعْرُوفًا (33-الاحزاب: 6) [illegible]
ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انہیں ان کا حصہ دو یعنی میراث۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک
صاحب کو اپنا بیٹا بنائے تھے اور انہیں اپنی جائیداد کا جائز وارث قرار دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے [illegible] وصیت میں [illegible]
میراث کا مستحق موالی یعنی ذی رحم محرم رشتہ داروں اور عصبہ کو قرار دیا [illegible]
ہوئے بیٹوں کو ورثہ نہ دیا جائے ہاں ان کے لئے وصیت میں [illegible] سکتے ہو۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [illegible] قول یہ ہے کہ انہیں حصہ دو یعنی امداد نصیحت [illegible]
انہیں ان کے ورثہ کا حصہ دو تو یہ معنی کرنے سے یہ آیت منسوخ ماننے کی وجہ باقی نہیں رہتی [illegible]
نہیں رہا۔ بلکہ آیت کی دلالت صرف اسی امر پر ہے کہ جو عہد و پیمان آپس میں امداد و اعانت کے خیر خواہی [illegible]
انہیں وفا کرو پس یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے۔

لیکن امام صاحب کے قول میں ذرا اشکال ہے اس لئے کہ [illegible]

ہوتے تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض عہد و پیمان ورثے کے بھی ہوتے تھے جیسے کہ بہت سے سلف صالحین سے مروی ہے اور جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر بھی منقول ہیں۔ جس میں انہوں نے صاف فرمایا ہے کہ مہاجر انصار کا وارث ہوتا تھا اس کے قرابتی لوگ وارث نہیں ہوتے تھے نہ ذی رحم رشتہ دار وارث ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ منسوخ ہو گیا پھر امام صاحب کیسے فرما سکتے ہیں کہ یہ آیت محکم اور غیر محکم منسوخ ہے۔ (تفسیر جامع البیان، نساء، تفسیر ابن کثیر، نساء، بیروت)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ
فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ
فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝
مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے
مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں، جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا
اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں
آ جائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔

عورتوں پر مردوں کی حکمرانی کا بیان

"اَلرِّجَال قَوَّامُوْنَ" مُسَلَّطُوْنَ "عَلَى النِّسَاء" يُؤَدِّبُوْنَهُنَّ وَيَأْخُذُوْنَ عَلٰى اَيْدِيهِنَّ "بِمَا فَضَّلَ اللّٰه بَعْضهمْ عَلٰى بَعْضٍ" اَیْ بِتَفْضِيلِهٖ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ بِالْعِلْمِ وَالْعَقْل وَالْوِلَايَة وَغَيْر ذٰلِكَ "وَبِمَا اَنْفَقُوا" عَلَيْهِنَّ "مِنْ اَمْوَالهمْ فَالصَّالِحَات" مِنْهُنَّ "قَانِتَات" مُطِيعَات لِاَزْوَاجِهِنَّ "حَافِظَات لِلْغَيْبِ" اَیْ لِفُرُوجِهِنَّ وَغَيْرِهَا فِيْ غَيْبَة اَزْوَاجهنَّ "بِمَا حَفِظَ" لَهُنَّ "اللّٰه" حَيْثُ اَوْصٰى عَلَيْهِنَّ الْاَزْوَاج "وَاللَّاتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوزهنَّ" عِصْيَانهنَّ لَكُمْ بِاَنْ ظَهَرَتْ اَمَارَته "فَعِظُوهُنَّ" فَخَوِّفُوهُنَّ اللّٰه "وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِع" اعْتَزِلُوْا اِلٰى فِرَاش اٰخَر اِنْ اَظْهَرْنَ النُّشُوز "وَاضْرِبُوهُنَّ" ضَرْبًا غَيْر مُبَرِّح اِنْ لَّمْ يَرْجِعْنَ بِالْهِجْرَانِ "فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ" فِيْمَا يُرَاد مِنْهُنَّ "فَلَا تَبْغُوا" تَطْلُبُوا "عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا" طَرِيْقًا اِلٰى ضَرْبهنَّ ظُلْمًا "اِنَّ اللّٰه كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا" فَاحْذَرُوْهُ اَنْ يُّعَاقِبَكُمْ اِنْ ظَلَمْتُمُوْهُنَّ،

مرد عورتوں پر حکمران ہیں کیونکہ وہ ان کو ادب سکھاتے ہیں اور ان کو ناپسند کاموں سے بچاتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ یعنی ان کو علم، عقل، ولایت وغیرہ میں فضیلت ہے۔ اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں۔ جو اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرتی ہیں۔ خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں، یعنی اپنی ناموس وغیرہ کو اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں محفوظ رکھتی ہیں۔ جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔ یعنی ان پر ازواج کو

نصیحت کی۔ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو۔ یعنی نافرمانی کی علامات ظاہر ہو جائیں، تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ۔ یعنی ان کے بستر الگ کر دو۔ اور وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو انہیں مارو۔ یعنی ایسی مار جو سخت تکلیف والی نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آ جائیں۔ یعنی جو تم ان سے ارادہ رکھتے ہو۔ تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، یعنی محض بہانے تلاش کر کے زیادتی مت کرو۔ بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔ یعنی تم اس سے ڈرو کہ وہ تمہارا عورتوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے انتقام لے۔

سورہ نساء آیت ۳۴ کے شان نزول کا بیان

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ سعد بن ربیع کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ نقباء (سرداروں) میں سے تھے ان کی بیوی حبیبہ بنت زید بن ابی ہریرہ تھی یہ دونوں انصار میں سے تھے ایک مرتبہ ان کی بیوی نے ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اسے طمانچہ مارا بیوی اپنے والد کے ساتھ نبی کی خدمت میں آئی اور والد نے کہا کہ میں نے اپنی محبوب بیٹی اس کے نکاح میں دی اور وہ اسے طمانچہ مارتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے شوہر سے قصاص لے گی۔

چنانچہ یہ اپنے والد کے ساتھ شوہر سے قصاص لینے کے لیے گئی نبی نے فرمایا کہ واپس لوٹو یہ جبرائیل ہمارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے اور آپ نے فرمایا ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے بھی ایک بات کا ارادہ کیا اور جس چیز کا ارادہ اللہ نے فرمایا وہی بہتر ہے اور یہ فرما کر قصاص کو ختم کر دیا۔ (قرطبی 5-168)

جہنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا وہ حضور کے پاس جھگڑا لے کر گئی اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے گئی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری عزیزہ کو طمانچہ مارا ہے تو آپ فرمانے لگے کہ قصاص لیا جائے گا اور کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لیے کہ خدا نے بعض کو بعض پر افضل بنایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے سوا دوسری بات کا ارادہ فرمایا۔ (سیوطی 71، طبری 5-37)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی صاحبہ کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔ پس آپ نے بدلہ لینے کا حکم دیا ہی تھا جو یہ آیت اتری اور بدلہ نہ دلوایا گیا ایک اور روایت کہ ایک انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی صاحبہ کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا جس کا نشان اب تک میرے چہرے پر موجود ہے آپ نے فرمایا اسے حق نہ تھا وہیں یہ آیت اتری کہ ادب سکھانے کے لئے مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝

اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو تو تم ایک مُنصِف مرد کے خاندان سے اور ایک مُنصِف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، اگر وہ دونوں صلح کرانے کا ارادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔

شوہر اور زوجہ کے درمیان منصف مقرر کرنے کا بیان

"وَاِنْ خِفْتُمْ" عَلِمْتُمْ "شِقَاقَ" خِلَاف "بَيْنِهِمَا" بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ وَالْاِضَافَة لِلِاتِّسَاعِ اَيْ شِقَاقًا بَيْنَهُمَا "فَابْعَثُوْا" اِلَيْهِمَا بِرِضَاهُمَا "حَكَمًا" رَجُلًا عَدْلًا "مِنْ اَهْله" اَقَارِبه "وَحَكَمًا مِنْ اَهْلهَا" وَيُوَكِّل الزَّوْج حُكْمه فِيْ طَلَاق وَقَبُول عِوَض عَلَيْهِ وَتُوَكِّل هِيَ حُكْمهَا فِي الِاخْتِلَاع فَيَجْتَهِدَانِ وَيَأْمُرَانِ الظَّالِم بِالرُّجُوعِ اَوْ يُفَرِّقَانِ اِنْ رَاَيَاهُ قَالَ تَعَالٰى "اِنْ يُرِيْدَا" اَيْ الْحَكَمَانِ "اِصْلَاحًا يُوَفِّق اللّٰه بَيْنَهُمَا" بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اَيْ يُقَدِّرهُمَا عَلٰى مَا هُوَ الطَّاعَة مِنْ اِصْلَاح اَوْ فِرَاق "اِنَّ اللّٰه كَانَ عَلِيْمًا" بِكُلِّ شَيْء "خَبِيْرًا" بِالْبَوَاطِنِ كَالظَّوَاهِرِ،

اور اگر تمہیں ان دونوں یعنی زوجین کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو یہاں پر شقاق بینھما کے درمیان اضافت اتساع کیلئے ہے یعنی اصل میں "شقاقا بینھما" ہے۔ تو تم ایک مُنصِف مرد کے خاندان سے اور ایک مُنصِف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، لہٰذا شوہر طلاق کے حکم کیلئے اور اس کے عوض کیلئے بہ طور وکالت کسی شخص کو بھیجے جبکہ بیوی خلع کیلئے کسی شخص کو اختیار دے پس وہ دونوں رجوع کی کوشش کرائیں یا ان دونوں کو الگ الگ کرادیں۔ اگر وہ دونوں صلح کرانے کا ارادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا، یعنی وہ دونوں طاعت کے اعتبار سے اصلاح وفراق کا اختیار رکھتے ہیں۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔ یعنی باطنی احوال کو بھی ظاہری احوال کی طرح جانتا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

شقاق۔ الشق۔ شگاف کو کہتے ہیں۔ جیسے مشققۃ بضفین میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ قرآن کریم میں ہے ثم شققنا الارض شقا، پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اذا السماء انشقت، جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشق (بکسر ش) اس مشقت کو کہتے ہیں کہ جو تنگ و درد سے بدن یا جسم کو لاحق ہوتی ہو۔ مثلاً الا بشق الانفس، مگر جان پر مشقت جھیلنے کے بعد۔ الشقاق۔ کے معنی مخالفت۔ عداوت۔ ناچاقی کے ہیں۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ شق طرف شقاق بمعنی الگ الگ (مخالف) طرف میں ہونا

فابعثوا۔ تم بھیجو۔ تم بلا بھیجو۔ تم اٹھاؤ۔ مقرر کرو۔ بعث سے باب فتح۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ حکما۔ مفعول بہ۔ منصف۔ پنچ۔ فیصلہ کرنے والا۔ حکم سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد جمع۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں۔ حاکم سے زیادہ بلیغ۔ یریدا تثنیہ مذکر غائب اس سے مراد دو پنچ۔ ایک خاوند کی طرف سے ایک بیوی کی طرف سے۔ اصل میں یریدان تھا۔ ان ناصبہ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ یوفق اللہ۔ یوفق مضارع مجزوم مکسور بالوصل واحد مذکر غائب توفیق مصدر باب تفعیل موافقت پیدا کر دے گا۔ بینھما میں ھما ضمیر تثنیہ مونث غائب مرد اور عورت کے لئے ہے۔

زوجین کی برداری سے دو منصف بندوں کے انتخاب کا بیان

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خلافت کے زمانے میں ایک میاں بیوی اپنی ناچاقی کا جھگڑا لے کر آئے اس کے ساتھ اس کی برادری کے لوگ تھے اور اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے لوگ بھی، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں جماعتوں میں سے ایک ایک کو چنا اور انہیں منصف مقرر کر دیا پھر دونوں پنچوں سے کہا جانتے بھی ہو تمہارا کام کیا ہے؟ تمہارا منصب یہ ہے کہ اگر چاہو دونوں میں اتفاق کرا دو اور اگر چاہو تو الگ الگ کرا دو یہ سن کر عورت نے تو کہا میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوں خواہ ملاپ کی صورت میں ہو جدائی کی صورت میں مرد کہنے لگا مجھے جدائی نامنظور ہے اس پر حضرت علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تجھے دونوں صورتیں منظور کرنی پڑیں گی۔

منصفین کے اختیار اجتماع وافتراق میں مذاہب اربعہ

علماء کا اجماع ہے کہ ایسی صورت میں ان دونوں منصفوں کو دونوں اختیار ہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں اجتماع کا اختیار ہے تفریق کا نہیں، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول مروی ہے، ہاں احمد ابوثور اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے ان کی دلیل (اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا) 4۔ النسآء:35) والا جملہ ہے کہ ان میں تفریق کا ذکر نہیں، ہاں اگر یہ دونوں دونوں جانب سے وکیل ہیں تو بیشک ان کا حکم جمع اور تفریق دونوں میں نافذ ہوگا اس میں کسی کو پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ دونوں پنچ حاکم کی جانب سے مقرر ہوں گے اور فیصلہ کریں گے چاہے ان سے فریقین ناراض ہوں یا یہ دونوں میاں بیوی کی طرف سے ان کو بنائے ہوئے وکیل ہوں گے، جمہور کا مذہب تو پہلا ہے اور دلیل یہ ہے کہ ان کا نام قرآن حکیم نے حکم رکھا ہے اور حکم کے فیصلے سے کوئی خوش یا ناخوش بہر صورت اس کا فیصلہ قطعی ہوگا آیت کے ظاہری الفاظ بھی جمہور کے ساتھ ہی ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نیا قول بھی یہی ہے

اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، لیکن مخالف گروہ کہتا ہے کہ اگر یہ حکم کی صورت میں ہوتے تو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خاوند کو کیوں فرماتے ؟ کہ جس طرح عورت نے دونوں صورتوں کو ماننے کا اقرار کیا ہے اور اسی طرح تو بھی نہ مانے تو تو جھوٹا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں علماء کرام کا اجماع ہے کہ دونوں پنچوں کا قول جب مختلف ہوتو دوسرے کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اوراس امر پر بھی اجماع ہے کہ یہ اتفاق کرانا چاہیں تو ان کا فیصلہ نافذ ہے ہاں اگر وہ جدائی کرانا چاہیں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس میں بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے گوانہیں وکیل نہ بنایا گیا ہو۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اور قرابتداروں کے ساتھ اور یتیموں، مسکینوں قریب کے ہمسایہ، دور کے ہمسایہ، پہلونشین، مسافر غربت زدہ، غلام و کنیز سب کے ساتھ نیک برتاؤ کرو کہ اللہ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

بندوں کے حقوق کا خیال رکھنے کا بیان

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ" وَحِّدُوْهُ "وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا" اَحْسِنُوْا "وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا" بِرًّا وَّلِيْنَ جَانِبٍ "وَبِذِى الْقُرْبٰى" الْقَرَابَةِ "وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى" الْقَرِيْبِ مِنْكَ فِى الْجِوَارِ اَوِ النَّسَبِ "وَالْجَارِ الْجُنُبِ" الْبَعِيْدِ عَنْكَ فِى الْجِوَارِ اَوِ النَّسَبِ "وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" الرَّفِيْقِ فِى السَّفَرِ اَوْ صِنَاعَةٍ وَقِيْلَ الزَّوْجَةِ "وَابْنِ السَّبِيْلِ" الْمُنْقَطِعِ فِى سَفَرِهٖ "وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ" مِنَ الْاَرِقَّاءِ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا" مُتَكَبِّرًا "فَخُوْرًا" عَلَى النَّاسِ بِمَا اُوْتِيَ،

اور اللہ وحدہ کی عبادت کرو، اور کسی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو یعنی ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ اور قرابتداروں کے ساتھ اور یتیموں، مسکینوں، قریب کے ہمسایہ، یعنی جو ہمسائیگی اور نسب میں تمہارے قریب ہے۔ دور کے ہمسایہ، یعنی جو نسب میں اور ہمسائیگی میں تم سے دور ہو، پہلونشین، یعنی جو سفر کا کاروباری ساتھی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بیوی ہے۔ مسافر غربت زدہ، یعنی جو سفر کو جاری رکھنے میں بے بس ہو چکا ہے۔ غلام و کنیز سب کے ساتھ نیک برتاؤ کرو کہ اللہ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی مال و دولت وغیرہ کے سبب تکبر کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وبالوالدین احسانا ۔ اس کی تقدیر یہ ہے واحسنوا بالوالدین احسانا ۔ وبذی القربی ۔ ایمانکم میں ذوی القربی ۔ والیتامی ۔ والمساکین ۔ والجار ذی القربی ۔ والجار الجنب ۔ والصاحب بالجنب وابن السبیل اور ما ملکت ایمانکم سے پہلے احسنوا محذوف ہے۔ الجار ذی القربی ۔ الجار ...

پڑوسی ذوی القربیٰ۔ قرابت دار ہو۔ یعنی رشتہ دار پڑوسی الجار الجنب۔ جنب بمعنی دور۔ اجنبی۔ یعنی وہ پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو۔ صاحب بالجنب پہلو کا رفیق۔ قریبی دوست کا سفر کا ساتھی۔ ابن السبیل مسافر۔

مختالا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کان۔ اختیال (افتعال) مصدر۔ بمعنی اکڑنے والا۔ اترانے والا۔ اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا۔ فخوراً۔ خبر ثانی۔ کان مبالغہ کا صیغہ فاخر سے مفعول بمعنی فاعل بہت فخر کرنے والا۔ گھمنڈ کرنے والا۔ اترانے والا۔ شیخی خور،

شرک اور والدین کو ناراض کرنا کبیرہ گناہ ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کو ناراض کرنا، راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم کہنے لگے کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو جائیں۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 958)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وصیتیں فرمائی تھیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے، دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل اور مال کو چھوڑ دو دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل اور مال کو چھوڑ دو۔ (مسند احمد)

مسلمانوں کے باہمی چھ حقوق کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر مسلمان کے چھ حق ہیں (ایک تو یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو دوسرا مسلمان اس کی عیادت کرے دوسرے یہ کہ جب کوئی مسلمان مر جائے تو دوسرا مسلمان اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو تیسرے یہ کہ جب کوئی مسلمان کھانے پر بلائے تو بلایا جانے والا مسلمان اس کی دعوت کو قبول کرے (بشرطیکہ کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو۔ جیسے کہ اس دعوت میں باجا گاجا وغیرہ ہو یا اس دعوت کا تعلق اظہار فخر وریا کاری سے ہو۔ چوتھے یہ کہ جب کوئی مسلمان ملے تو اس کو سلام کرے پانچویں یہ کہ جب کوئی مسلمان چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دے یعنی یرحمک اللہ کہے اور اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور چھٹے یہ کہ ایک مسلمان کی ہر حالت میں خیر خواہی کرے خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 564)

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰـهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝

جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

بخل کرنے اور بخل کا حکم دینے والوں کا بیان

"الَّذِیْنَ" مُبْتَدَأ "یَبْخَلُوْنَ" بِمَا یَجِب عَلَیْهِمْ "وَیَاْمُرُوْنَ النَّاس بِالْبُخْلِ" بِهٖ "وَیَكْتُمُوْنَ مَا اٰتَاهُمْ اللّٰه مِنْ فَضْله" مِنْ الْعِلْم وَالْمَال وَهُمْ الْیَهُوْد وَخَبَر الْمُبْتَدَأ لَهُمْ وَعِید شَدِیْد "وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِیْنَ" بِذٰلِكَ وَبِغَیْرِهٖ "عَذَابًا مُهِینًا" ذَا اِهَانَة،

الذین مبتداء ہے۔ جو خود اس میں بخل کریں جو ان پر واجب ہے۔ اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں یعنی جو علم اور مال دیا ہے اور وہ یہود ہیں۔ اور یہ مبتداء کی خبر ہے کہ ان کیلئے سخت وعید ہے۔ اور کافروں کے لئے ہم نے اس کے سبب ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یعنی ایسا عذاب جو اہانت والا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یبخلون۔ مضارع جمع مذکر غائب بخل (باب سمع) مصدر وہ بخل کرتے ہیں۔ کنجوسی کرتے ہیں۔ فضلہ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ فضل کے معنی مال۔ برتری۔ قوت۔ حسن۔ مرتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی کے ہیں۔ اعتدنا۔ ہم نے تیار کیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اعتاد مصدر۔ عتد مادہ۔ العتاد ضرورت کی چیزوں کا پہلے سے ذخیرہ کر لینا۔ یہی معنی اعداد کے ہیں۔ اعتدنا بروزن افعلنا۔ اعتاد سے فعل ماضی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصل میں اعددنا ہے۔ ایک دال کو ت میں تبدیل کیا گیا ہے۔

سورہ نساء آیت ۳۷ کے شان نزول کا بیان

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی تعریف کو چھپالیا اور لوگوں کے سامنے بیان نہ کیا حالانکہ وہ اپنے پاس کتابوں میں اس کے متعلق لکھا ہوا پاتے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ یہود تھے جنہوں نے اپنی کتابوں میں محمد کی صفت اور نعت کو اپنے پاس آنے والے پر صدقہ کرنے سے بخل کیا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ یہ تین آیات اللہ کے فرمان (سورہ نساء آیات 36 تا 39) یہود کے متعلق نازل ہوئی ابن عباس اور ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی جو انصار کے پاس آ کر ان سے ملتے اور انہیں نصیحت کرتے کہ اپنے اموال مت خرچ کرو کیونکہ ہمیں تمہارے بارے میں فقر کا اندیشہ ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ

النَّاسَ بِالْبُخْلِ، جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو (مال) خدا نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کر رکھیں اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (طبری 5-55، زادالمسیر 2-81)

اللہ اور رسول مکرم ﷺ سے بخل نہ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں فتح مکہ کے دن ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے (اس دن) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ مشرکین میں سے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے اور (مشرکین میں سے) جو شخص ہتھیار ڈال دے وہ امن میں ہے (بعض) انصار (یہ اعلان سن کر آپس میں) کہنے لگے کہ اس شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی قوم کے تئیں مروت و مہربانی اور اپنی بستی والوں (یعنی مکہ) کے تئیں رغبت و چاہت کا جذبہ (طبعی طور پر) غالب آ گیا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی (جس کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا گیا کہ انصار اس اس طرح کہہ رہے ہیں اس پر آپ نے انصار کو بلایا) اور (ان سے) فرمایا: تم نے یہ کہا ہے کہ اس شخص پر اپنی قوم کے تئیں مروت و مہربانی اور اپنی بستی والوں کے تئیں رغبت و چاہت کا جذبہ غالب آ گیا ہے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہوں میں نے اللہ کی طرف (یعنی اللہ کے حکم سے اور اللہ کے اجر وانعام حاصل کرنے کے لئے) اور تمہاری طرف (یعنی تمہارے دیار کی طرف) ہجرت کی ہے اب تو زندگی بھی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے اور مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے (یہ سن کر) ان انصار نے (معذرت کا اظہار کرتے ہوئے) عرض کیا: واللہ ہم نے یہ بات صرف اس لئے کہی کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ ہم کو بخل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہیں راست گو مانتے ہیں اور تمہاری یہ معذرت قبول کرتے ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 868)

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ
وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۝
اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر
اور شیطان جس کا بھی ساتھی ہو گیا تو وہ برا ساتھی ہے۔

ریاکاری کے طور پر مال کو خرچ کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ" عُطِفَ عَلَى الَّذِيْنَ قَبْله "يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالهمْ رِئَاء النَّاس" مُرَائِيْنَ لَهُمْ "وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِر" كَالْمُنَافِقِيْنَ وَاَهْل مَكَّة "وَمَنْ يَكُنْ الشَّيْطَان لَهُ قَرِيْنًا" صَاحِبًا يَعْمَل بِاَمْرِهِ كَهٰؤُلَاءِ "فَسَاءَ" بِئْسَ "قَرِيْنًا" هُوَ.

والذین کا عطف ماقبل الذین پر ہے۔ اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان

رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، جس طرح منافقین اور اہل مکہ ہیں۔ اور شیطان جس کا بھی ساتھی ہو گیا یعنی وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تو وہ برا ساتھی ہے۔ پس وہ کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

اعمال میں ریاکاری کرنے والے کیلئے رسوائی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے درمیان شہرت دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس "ریاکارانہ عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ (یعنی جو شخص کوئی نیک کام کر کے لوگوں کو یہ سنائے گا کہ اس نے یہ کام کیا ہے اور اس کے ذریعہ اس کا مقصد شہرت وعزت حاصل کرنا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی اس ریاکاری کو ظاہر کر دے گا اور لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچا دے گا کہ یہ شخص ریاکار اور غیر مخلص ہے نیز (قیامت کے دن) اس کو رسوا کرے گا اور (دنیا وآخرت میں) ذلت وخواری سے دوچار کرے گا۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1249)

وَمَاذَا عَلَيۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا ۝
اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے عطاء کردہ میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے
اور اللہ ان کو جانتا ہے،

ایمان لانے میں نفع ہونے کا بیان

"وَمَاذَا عَلَيۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ" اَیۡ اَیّ ضَرَر عَلَيۡهِمۡ فِیۡ ذٰلِكَ وَالِاسۡتِفۡهَام لِلۡاِنۡكَارِ وَلَوۡ مَصۡدَرِيَّة اَیۡ لَا ضَرَر فِيۡهِ وَاِنَّمَا الضَّرَر فِيۡمَا هُمۡ عَلَيۡهِ "وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا" فَيُجَازِيهِمۡ بِمَا عَمِلُوۡا،

اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے عطاء کردہ میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے۔ یعنی ان کیلئے اس بات میں کیا نقصان تھا یہ استفہام انکاری ہے۔ اور یہاں لو مصدریہ ہے یعنی اس میں کوئی نقصان نہ تھا جبکہ نقصان اس میں ہے جس میں وہ ہیں۔ اور اللہ ان کو جانتا ہے۔ لہٰذا وہ ان کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا۔

ایمان لانے اور خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں گزر جاتیں اور وہ تمام سونا یا اس کا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود رہتا۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 357)

اترتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ تو سخی کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے دے یا آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما اور دوسرا فرشتہ بخیل کے لئے بددعا کرتا ہے۔

اے اللہ! بخیل کو تلف (نقصان) دے اور یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف و ضائع کر دے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 358)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اولاد آدم! جو مال تمہاری حاجت و ضرورت سے زائد ہو اسے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا تمہارے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔

اور اسے روکے رکھنا یعنی خرچ نہ کرنا اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کے نزدیک بھی تمہارے لئے برا ہے! بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے اور جو مال تمہاری حاجت سے زائد ہو اسے خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے اہل و عیال سے ابتداء کرو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 361)

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝
بیشک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔

سات سو گنا تک نیکیوں کے ثواب میں اضافہ ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِم" اَحَدًا "مِثْقَال" وَزْن "ذَرَّة" اَصْغَر نَمْلَة بِاَنْ یَّنْقصهَا مِنْ حَسَنَاته اَوْ یَزِیدهَا فِیْ سَیِّئَاته "وَاِنْ تَكُنْ" الذَّرَّة "حَسَنَة" مِنْ مُؤْمِن وَفِیْ قِرَاءَة بِالرَّفْعِ فَكَانَ تَامَّة "یُضَاعِفهَا" مِنْ عَشْر اِلٰی اَكْثَر مِنْ سَبْع مِائَة وَفِیْ قِرَاءَة یُضَعِّفهَا بِالتَّشْدِیْدِ "وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْه" مِنْ عِنْده مَعَ الْمُضَاعَفَة "اَجْرًا عَظِیْمًا" لَا یَقْدِرهُ اَحَد،

بیشک اللہ کسی ایک پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا، یعنی چھوٹی سے چیونٹی کے برابر بھی نیکیوں میں کمی یا اس کے گناہوں میں زیادتی نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی مؤمن نیکی کرے تو اسے دوگنا کر دیتا ہے۔ حسنہ ایک قرأت میں رفع کے ساتھ آیا ہے۔ اس وقت تک یہ تامہ ہوگا۔ اور اضافے سے مراد دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک اضافہ کر دیتے ہیں۔ اور ایک قرأت میں یضاعف یہ تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ اور اپنے پاس سے بڑا یعنی اس کی بارگاہ میں بڑا ثواب جو ہے وہ اجر عطا فرماتا ہے۔ جس پر کسی اور کو کوئی قدرت ہی حاصل نہیں ہے۔

سورہ نساء آیت ۴۰ کے سبب نزول کا بیان

امام ابی حاتم لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ (آیت "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها)

اعراب کے بارے میں اتری ہے اس پر ان سے سوال ہوا کہ پھر مہاجرین کے بارے میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے بہت ہی اچھی (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا، نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم رازی)

نیکی میں ثواب کے بڑھ جانے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس سے صدق واخلاص کے مطابق سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں جو شخص اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔

جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 786)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھجور برابر (خواہ صورت میں خواہ قیمت میں) حلال کمائی میں خرچ کرے، اللہ تعالیٰ صرف مال حلال قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے اور پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے اسی طرح پالتا ہے۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ یا اس کا ثواب) پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 387)

مسند احمد کی ایک غریب حدیث میں ہے حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکی کا ثواب دے گا مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر ان سے خود پوچھ آؤں چنانچہ میں نے سامان سفر درست کیا اور اس روایت کی چھان بین کے لئے روانہ ہوا معلوم ہوا کہ وہ تو حج کو گئے ہیں تو میں بھی حج کی نیت سے وہاں پہنچا ملاقات ہوئی تو میں نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے سنا آپ نے ایسی حدیث بیان کی ہے؟ کیا یہ سچ ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں تعجب معلوم ہوتا ہے؟ تم نے قرآن میں نہیں پڑھا؟ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ کو اچھا قرض دے اللہ اسے بہت بہت بڑھا کر عنایت فرماتا ہے اور دوسری آیت میں ساری دنیا کو کم کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک نیکی کو بڑھا کر اس کے

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۝

پھراس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہرامت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کوان سب پر گواہ لائیں گے۔

قیامت کے دن کی شہادت کا بیان

"فَكَيْفَ" حَال الْكُفَّار "إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّة بِشَهِيدٍ" يَشْهَد عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا وَهُوَ نَبِيّهَا "وَجِئْنَا بِك" يَا مُحَمَّد،

پھراس دن کفار کا کیا حال ہوگا جب ہم ہرامت سے ایک گواہ لائیں گے جوان کے عمل کی گواہی دے گا اور وہ ان کا نبی ہوگا اور یا محمد ﷺ ہم آپ کوان سب پر گواہ لائیں گے۔

مذکورہ بالا مطلب میں "هٰؤلاء" جملہ سابق میں موجود "شہید" کی طرف اشارہ ہے چونکہ ہرامت کا ایک خاص شاہد ہے اور امتیں بھی متعدد ہیں لہٰذا گواہ بھی متعدد ہوں گے، لہٰذا اسم اشارہ صیغہ جمع "هؤلاء" کے ساتھ لایا گیا ہے۔

سورہ نساء آیت ۴۱ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قرآن پڑھوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورت نساء کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچا۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا، پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہرامت میں سے احوال کہنے والا اور بلائیں گے آپ کوان لوگوں پر احوال بتانے والا۔ (النساء) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ابوالاحوص بھی اعمش وہ ابراہیم وہ علقمہ اور وہ عبداللہ سے اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ابراہیم، عبیداللہ سے اور وہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 963)

ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرہ میں باب باندھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت پر شہادت کے بارے میں کیا آیا ہے؟ اس میں حضرت سعید بن میتب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لائے ہیں کہ ہر دن صبح شام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں مع ناموں کے پاس آپس قیامت کے دن ان سب پر گواہی دیں گے پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر چیز اور ہر جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں پس وہ انبیاء پر اور ماں باپ پر ہر جمعہ کو پیش کیے جاتے ہیں اور اس میں کوئی تعارض نہیں ممکن ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر جمعہ کو بھی پیش ہوتے ہوں اور ہر دن بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

(تذکرہ، امام قرطبی، ترجمہ استاذی المکرم علامہ غلام نصیرالدین گولڑوی مدظلہ العالی)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ط وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝

اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔

قیامت کے دن کفار کی تمناؤں کا بیان

"يَوْمَئِذٍ" يَوْم الْمَجِيء "يَوَدّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْل لَوْ" اَيْ اَنْ "تُسَوّٰى" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِل مَعَ حَذْف اِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْاَصْل وَمَعَ اِدْغَامهَا فِي السِّين اَيْ تَتَسَوّٰى "بِهِمُ الْاَرْض" بِاَنْ يَكُوْنُوْا تُرَابًا مِثْلهَا لِعِظَمِ هَوْله كَمَا فِيْ اٰيَة اُخْرٰى "وَيَقُوْل الْكَافِر يَا لَيْتَنِيْ كُنْت تُرَابًا" "وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰه حَدِيْثًا" عَمَّا عَمِلُوْهُ وَفِيْ وَقْت اٰخَر يَكْتُمُوْنَهُ وَيَقُوْلُوْنَ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ"،

یومئذ سے مراد آنے والا دن یعنی قیامت کا دن ہے۔اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کردی جائے ،تسوی یہ مجہول اور دونوں تاؤں میں سے ایک کے حذف کے ساتھ معروف بھی آیا ہے اور سین کے ادغام کے ساتھ یعنی ان پر زمین کو برابر کر دیا جاتا کہ اس دن کی ہولناک سختی سے بچ جائیں جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے کہ کافر کہیں گے کہ کاش میں مٹی ہوتے۔اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔یعنی جس پر انہوں نے عمل کیا ہے اور دوسرے وقت میں وہ اس کو چھپانا چاہتے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں۔اللہ ہمارا رب ہے ہم مشرکین میں سے نہیں ہیں۔

سورہ نساء آیت ۴۲ کے مضمون نزول کا بیان

اس دن کافر کہے گا کاش میں کسی زمین میں سما جاؤں پھر زمین برابر ہو جائے گی۔کافر نا قابل برداشت ہولناکیوں رسوائیوں اور ڈانٹ ڈپٹ سے گھبرا اٹھے گا، جیسے اور آیت میں ہے (يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا) 78 ۔ النبا: 40) جس دن انسان اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال اپنی آنکھوں دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کاش کہ میں مٹی ہو گیا ہوتا۔

میدان حشر میں مخلوق کے پسینے کا بیان

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ " قیامت کے دن (میدان حشر میں) سورج کو مخلوق کے نزدیک کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلہ پر رہ جائے گا پس تمام لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں شرابور ہوں گے چنانچہ ان میں سے بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا۔

بعض لوگ وہ ہوں گے جو کمر تک پسینہ میں ڈوبے ہوں گے اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے لئے ان کا پسینہ لگام بن جائے

گا یعنی ان کے داہنے تک پسینہ ہوگا بلکہ دہانے کے اندر تک پہنچ جائے گا یہ فرما کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنے دہانہ، مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 113)

قیامت کے دن کی سختی کے سبب بات کرنے پر بھی قدرت نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن (میدان حشر میں جب حساب کتاب کی ابتداء ہوگی اور نامہ اعمال کھلنے شروع ہوں گے تو) لوگوں کو پسینہ آئے گا اور وہ پسینہ اس قدر بہے گا کہ زمین کے اندر ستر گز تک چلا جائے گا اور ان کے لئے لگام بن جائے گا۔

یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا یعنی وہ پسینہ ان کے دہنوں تک پہنچ کر لگام کی طرح ان کے منہ کو جکڑے گا کہ وہ بات چیت کرنے پر بھی قادر نہیں ہوسکیں گے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 112)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا
اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ
مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب نہ جاؤ، اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو اور نہ اس حال
میں کہ جنبی ہو، مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ غسل کرلو۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر، یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو،
یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر ملو
بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔

تیمم کے حکم نزول کا بیان

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاة" اَیْ لَا تُصَلُّوا "وَاَنْتُمْ سُكَارَى" مِنْ الشَّرَاب لِاَنَّ سَبَب نُزُولهَا صَلَاة جَمَاعَة فِیْ حَال سُکْر "حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" بِاَنْ تَصْحُوا "وَلَا جُنُبًا" بِاِیْلَاجٍ اَوْ اِنْزَال وَنَصْبه عَلَى الْحَال وَهُوَ يُطْلَق عَلَى الْمُفْرَد وَغَيْره "اِلَّا عَابِرِیْ" مُجْتَازِیْ "سَبِيْل" طَرِيْق اَیْ مُسَافِرِيْنَ "حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا" فَلَكُمْ اَنْ تُصَلُّوا ، وَاسْتِثْنَاء الْمُسَافِر لِاَنَّ لَهُ حُكْمًا اٰخَر سَيَاْتِیْ وَقِيْلَ الْمُرَاد النَّهْی عَنْ قُرْبَان مَوَاضِع الصَّلَاة اَیْ الْمَسَاجِد اِلَّا عُبُورهَا مِنْ غَيْر مُكْث "وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى" مَرَضًا يَضُرّهُ الْمَاء "اَوْ عَلَى سَفَر" اَیْ مُسَافِرِيْنَ وَاَنْتُمْ جُنُب اَوْ مُحْدِثُوْنَ "اَوْ جَاءَ اَحَد

مِنكُمْ مِنَ الْغَائِطِ " هُوَ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ أَيْ أَحْدَثَ "أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ " وَفِي قِرَاءَةٍ بِلَا أَلِفٍ وَكِلَاهُمَا بِمَعْنَى اللَّمْسِ هُوَ الْجَسُّ بِالْيَدِ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَأَلْحَقَ بِهِ الْجَسَّ بِبَاقِي الْبَشَرَةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ الْجِمَاعُ "فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً " تَتَطَهَّرُونَ بِهِ لِلصَّلَاةِ بَعْدَ الطَّلَبِ وَالتَّفْتِيشِ وَهُوَ رَاجِعٌ إِلَى مَا عَدَا الْمَرْضَى "فَتَيَمَّمُوا" اقْصِدُوا بَعْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ "صَعِيدًا طَيِّبًا" تُرَابًا طَاهِرًا فَاضْرِبُوا بِهِ ضَرْبَتَيْنِ "فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ" مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ مِنْهُ وَمَسَحَ يَتَعَدَّى بِنَفْسِهِ وَبِالْحَرْفِ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا،

اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ، یعنی نماز نہ پڑھو۔ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یعنی شراب پینے کی حالت میں کیونکہ اس کا سبب نزول حالت نشہ میں جماعت کی نماز کا پڑھنا ہے۔ یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو یعنی جب تم صحیح حالت میں آ جاؤ۔ اور نہ اس حال میں کہ جنبی ہو، یعنی دخول یا انزال کے سبب جنبی ہو۔ جنبا یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اس کا اطلاق مفرد وغیر مفرد دونوں پر ہوتا ہے۔ مگر راستہ عبور کرنے والے مسافر کیلئے رخصت ہے کہ بغیر غسل نماز پڑھ لے اس کا استثناء عنقریب آ جائے گا۔ جبکہ بقیہ کیلئے حکم ہے کہ غسل کر لیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہی سے مراد نماز کے مقامات یعنی مساجد سے گزرنا ہے البتہ بغیر رکنے کے گزرنا جائز ہے۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر، یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، غائط اس جگہ کو کہتے ہیں جو قضائے حاجت کیلئے بنائی گئی ہے۔ یعنی بے وضو ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، ایک قرأت میں مس بغیر لام کے ہے جبکہ معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور وہ ہاتھ سے چھونا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے اسی طرح کہا ہے۔ اور اسی چھونے کو بقیہ بدن کے ساتھ ملا دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد جماع ہے۔ پھر کوئی پانی نہ پاؤ یعنی نماز کیلئے طہارت حاصل کرنے کیلئے تلاش و ڈھونڈنے کے بعد بھی پانی نہ پاؤ، اور وہ مریض بھی نہیں ہے۔ تو وقت کے داخل ہونے کے بعد پاک مٹی کا قصد کرو، یعنی پاک مٹی سے دو ضربیں مارو۔ پس اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ملو۔ یہاں پر مسح متعدی بہ نفسہ اور متعدی بہ حرف دونوں طرح ہے۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔

سورہ نساء آیت ۴۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے کھانا تیار کیا اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی انہوں نے دعوت میں کھایا اور جب نماز کا وقت آیا تو ایک شخص آگے بڑھا اور مغرب کی نماز پڑھائی اس نے نماز میں (قل یاایھا الکافرون) کی تلاوت کی لیکن درست نہ پڑھی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۔ مومنو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) کو جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ۔ (نیسابوری 129، سیوطی 73، قرطبی 5-200))

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کر لو۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب ہم بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا رسول اللہ ﷺ اور لوگ اس کی تلاش میں لگ گئے ان کے ارد گرد پانی نہ تھا اور نہ ہی ان کے پاس پانی موجود تھا لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو بات کی تلاش میں ٹھہرا دیا اور ان کے پاس پانی بھی موجود نہیں ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ابوبکر آئے دراں حالیکہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے آپ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی حالت میں ٹھہرنے دیا کہ نہ تو لوگوں کے آس پاس پانی تھا اور نہ ہی ان کے س اتھ پانی تھا آپ فرماتی ہیں کہ ابوبکر نے مجھے خوب ڈانٹا اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھ سے کہا اور میرے پہلو میں اپنے ہاتھ سے مارنا شروع کر دیا مجھے اس بات نے حرکت کرنے سے روکا کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں رسول اللہ ﷺ اسی طرح سوئے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور پانی موجود نہ تھا اس موقع پر اللہ نے آیت تیمم نازل کی پس سب نے تیمم کیا اسید بن حضیر جو نقباء سرداروں میں سے ایک تھے نے کہا اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی کھڑا کیا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ (بخاری 4331، قرطبی 5-214، زاد المسیر 2-93)

تیمم کے لغوی و فقہی مفہوم کا بیان

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پاک سطح زمین کا قصد کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو"۔ جس کا ملک العلماء نے بدائع میں افادہ فرمایا اور بہت سے حضرات نے ان کا اتباع کیا جس کے آخری لوگوں میں سے صاحب درر ہیں وہ یہ ہے: "جنس زمین کا' وہ خاص عضووں میں، تطہیر کے ارادہ سے، مخصوص شرائط کے ساتھ استعمال کرنا"۔ امام زیلعی نے حضرات علماء سے حکایت کرتے ہوئے جو الفاظ ذکر کیے وہ یہ ہیں "زمین کے کسی جز کا، خاص اعضاء پر تطہیر کے ارادہ سے استعمال کرنا۔ (بدائع الصنائع)

تیمم کی ضربوں کے اختلاف میں فقہی مذاہب اربعہ

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں یا ایک ضرب ہے؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی یا اس کے قائم مقام مثلاً پاک چونے اور پتھر وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک ضرب تو منہ کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ حضرت امام شافعی کا بھی مختار مسلک یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام احمد بن حنبل کا مشہور مسلک اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے یعنی تیمم کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ہی مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مار کر اسے منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے، حضرت امام اوزاعی، عطاء اور مکحول سے بھی یہی منقول ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مضطرب روایات کا بیان

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک سفر میں تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن ابوداؤد، ۳۲۸، معرفۃ السنن، ۳۲۵)

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ۵۵۶، سنن ابوداؤد، ۳۲۰)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا۔ پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں۔

(صحیح ابن خزیمہ، ۲۷۰، سنن ابوداؤد، ۳۲۶)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد، ۳۲۵)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منسوب جس قدر بھی روایت موجود ہیں اور جن کو ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے ان کے متن میں شدید اضطراب ہے ہم نے چند ایک کو مثال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس قدر اضطراب والی روایات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں جس طرح فقہاء احناف نے دلائل ذکر کیے ہیں۔ وہی اصل وصحیح ہیں۔ اور ان کی ہی اتباع وپیروی کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک چونکہ یہ ہے کہ تیمم کے لیے مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا چاہیے ایک مرتبہ تو منہ پر پھیرنے کے لیے اور دوسری مرتبہ کہنیوں تک ہاتھوں پر پھیرنے کے لیے اس لیے حضرت شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مٹی پر ہاتھ مارنے کی کیفیت وصورت دکھا دیں کہ جنابت کے لیے تیمم اس طرح کر لیا کرو مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد پورے تیمم کی کیفیت بیان کرنا نہیں تھا اس لیے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت حدیث کے وقت ایک مرتبہ ہاتھ مارنے ہی کو بطور تعلیم ذکر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے علاوہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں تیمم کے بارے میں منقول ہیں ان میں صراحت کے ساتھ دو مرتبہ ہی ہاتھ مارنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

مسح تیمم میں تمام عضو کو گھیر لینے کے حکم کا بیان

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی لکھتے ہیں۔ امام کرخی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک تیمم

تیمم سے ذرا بھر بھی چھوڑا تو تیمم نہ ہوگا۔ کیونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے جس طرح ذرہ برابر بھی عضو سے دھونا رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اسی طرح تیمم بھی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے نوادر میں اس قول کی تاکید موجود ہے اور وہ روایت اس طرح بھی ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں نہ پہنچے تو وہ انگلیوں کا خلال کرے۔ اس حالت میں اس تین ضربوں کی ضرورت ہے کیونکہ ایک ضرب چہرے کیلئے دوسری ہاتھوں کیلئے اور تیسری انگلیوں کے خلال کیلئے ہوگی۔ اسی پر یہ دلیل ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اور وہ اس کو نہیں اتارتا یا عورت کے ہاتھ سوار ہے اور تیمم کی حالت میں اسے اتارا نہیں تو تیمم نہ ہوگا۔

امام حسن نے فقہاء احناف سے نقل کیا ہے کہ اگر اس نے ربع سے کم ترک کیا تو تیمم کفایت کرے گا۔ اور امام حسن نے ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر وہ کفین یا ذراعین کے اکثر کا مسح کرلے تو جائز ہے۔ کیونکہ اکثر کا مسح ایسے ہے جیسے کل کا استیعاب ہے۔ کیونکہ مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ اسی روایت کے مطابق انگوٹھی یا سوار کا اتارنا واجب نہ ہوگا۔ امام شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی روایت تعریف مسح میں محفوظ کیا جائے کیونکہ اسی میں عموم بلویٰ (عرف) ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے امام حسن سے مختلف روایت مذکور ہے جو یہ ہے کہ اگر کسی نے ظاہر ہتھیلی کی مقدار مسح ترک کیا تو تیمم نہ ہوگا۔ حالانکہ ظاہر کف ربع سے کم ہے۔

فقیہ ابو جعفر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو امام حسن سے روایت ہے وہی ظاہر الروایہ ہے۔ کیونکہ تیمم کرنے والا ربع سے کم کا متروک ہے تو جائز ہے۔ کف کا مسئلہ اسی سے مستخرج ہے۔ اور اس میں کف کی تعریف کا تعین کیا جائے گا۔ لہٰذا امام حسن کی روایت تیمم اور وضو کے درمیان فرق کی محتاج ہے۔ (محیط برہانی فی فقہ نعمانی، تیمم کے مسائل، بیروت)

مس سے مراد جماع یا چھونے اقوال اسلاف کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اولامستم النساء سے مراد مجامعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبید بن عمیر حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ بن حیان سے بھی یہی مروی ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ اس لفظ پر مذاکرہ ہوا تو چند موالی نے کہا یہ جماع نہیں اور چند عرب نے کہا جماع ہے، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا آپ نے پوچھا تم کن کے ساتھ تھے میں نے کہا موالی کے فرمایا موالی مغلوب ہوگئے لمس اور مس اور مباشرت کا معنی جماع ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں کنایہ کیا ہے، بعض اور حضرات نے اس سے مراد مطلق چھونا لیا ہے۔ خواہ جسم کے کسی حصہ کو عورت کے کسی حصہ سے ملایا جائے تو وضو کرنا پڑے گا۔ لمس سے مراد چھونا ہے۔ اور اس سے بھی وضو کرنا پڑے گا۔ فرماتے ہیں مباشرت سے ہاتھ لگانے سے بوسہ لینے سے وضو کرنا پڑے گا۔ لمس سے مراد چھونا ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عورت کا بوسہ لینے سے وضو کرنے کے قائل تھے اور اسے لمس میں داخل جانتے تھے۔

عبیدہ، ابوعثمان ثابت ابراہیم زید بھی کہتے ہیں کہ لمس سے مراد جماع کے علاوہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ انسان کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے ہاتھ لگانا ملامست ہے اس سے وضو کرنا پڑے گا (موطا مالک) دار قطنی میں خود عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے لیکن دوسری روایت آپ سے اس کے خلاف بھی پائی جاتی ہے آپ باوضو تھے آپ نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا پھر وضو نہ کیا اور نماز ادا کی۔ پس دونوں روایتوں کو صحیح ماننے کے بعد یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ آپ وضو کو مستحب جانتے تھے۔

مطلق چھونے سے وضو کے قائل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور مشہور امام احمد بن حنبل سے بھی یہی روایت ہے۔ اس قول کے قائل کہتے ہیں کہ یہاں دو قرأتیں ہیں لامستم اور لمستم اور لمس کا اطلاق ہاتھ لگانے پر بھی قرآن کریم میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے (وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ) 6۔الانعام:7) ظاہر ہے کہ یہاں ہاتھ لگانا ہی مراد ہے اسی طرح حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ کا یہ فرمانا کہ شاید تم نے بوسہ لیا ہوگا ہاتھ لگایا ہوگا وہاں بھی لفظ لمست ہے۔ اور صرف ہاتھ لگانے کے معنی میں ہی اور حدیث میں ہے (حدیث والیدز ناھا اللمس ہاتھ کا "زنا" چھونا اور ہاتھ لگانا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں بہت کم دن ایسے گزرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آ کر بوسہ نہ لیتے ہوں یا ہاتھ نہ لگاتے ہوں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع ملامست سے منع فرمایا یہ بھی ہاتھ لگانے کے بیع ہے پس یہ لفظ جس طرح جماع پر بولا جاتا ہے ہاتھ سے چھونے پر بھی بولا جاتا ہے شاعر کہتا ہے ولمست کفی کفه اطلب الغنی میرا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملا میں تونگری چاہتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص سرکار محمد ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے بارے میں کیا فیصلہ ہے جو ایک اجنبیہ عورت کے ساتھ تمام وہ کام کرتا ہے جو میاں بیوی میں ہوتے ہیں سوائے جماع کے تو (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ) 11۔ہود:114) نازل ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں وضو کر کے نماز ادا کر لے اس پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے ہیں کیا یہ اسی کے لئے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے کام ہے آپ جواب دیتے ہیں تمام ایمان والوں کے لئے ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ٥
کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ عطا کیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ۔

یہود اہل ایمان کو راہ حق سے ہٹانے کی تمنا رکھتے ہیں

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا" حَظًّا "مِنَ الْكِتَاب" وَهُمُ الْيَهُوْد "يَشْتَرُوْنَ الضَّلَالَة" بِالْهُدٰى "وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْل" تُخْطِئُوا الطَّرِيْق الْحَقّ لِتَكُوْنُوْا مِثْلهمْ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ عطا کیا گیا۔ وہ یہود ہیں جو گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ۔ یعنی تم بھی ان کی طرح راہ حق سے ہٹ جاؤ۔

سورہ نساء آیت ۴۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رفاعہ بن زید بن تابوت یہود کے بڑے سرداروں میں سے تھا اس نے رسول اللہ ﷺ سے زبان موڑ موڑ کر گفتگو کی اور کہا اے محمد ﷺ میری بات غور سے سنو میں تمہیں سمجھاتا ہوں پھر ہنسی مذاق کرتے ہوئے اسلام پر طعن کرنے لگا اس کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَۃَ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ، بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا تھا کہ وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ۔ (تفسیر قرطبی 5-241)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝
اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے اور اللہ مددگار کافی ہے۔

اللہ اہل ایمان کے دشمنوں کو جانتا ہے

"وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ" مِنْكُمْ فَيُخْبِرُكُمْ بِهِمْ لِتَجْتَنِبُوهُمْ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا" حَافِظًا لَكُمْ مِنْهُمْ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا" مَانِعًا لَكُمْ مِنْ كَيْدِهِمْ،

اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، یعنی وہ ان سے تمہیں خبردار کرتا ہے تا کہ تم ان سے بچ جاؤ۔ اور اللہ کارساز کافی ہے یعنی تمہاری حفاظت کرنے والا ہے۔ اور اللہ مددگار کافی ہے۔ یعنی تمہیں ان کے فریب سے بچانے والا ہے۔

کفی باللہ ولیا ۔ کفی یکفی (ضرب) کفایۃ الشی ۔ کسی شی کا کافی ہونا۔ کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔ علیا۔ صفت مشبہ (فعیل) ولایۃ محافظ۔ حامی۔ بچانے والا۔ کارساز۔ مددگار۔ دوست۔ رفیق۔ کفی باللہ۔ میں اللہ فاعل ہے ب زائدہ کی وجہ سے مکسور ہے۔ ولیا تمیز ہے بطور دوست اللہ ہی کافی ہے۔

دشمنان اسلام یہود سے بچ کر اسلام پر قائم رہنے کا بیان

یہود کو کتاب سے کچھ حصہ ملا یعنی لفظ پڑھنے کو ملے اور عمل کرنا جو اصل مقصود تھا نہیں ملا اور گمراہی خرید کرتے ہیں یعنی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف کو دنیا کی عزت اور رشوت کے واسطے چھپاتے ہیں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اے مسلمانو تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ تم ایسا ہرگز نہیں جانتے سو اللہ کے فرمانے پر اطمینان کرو اور ان سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچانے کے لئے کافی ہے اس لئے دشمنوں سے اس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین پر قائم رہو۔

مِنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِھِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ط وَلَوْ اَنَّھُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاَقْوَمَ لا وَلٰکِنْ لَّعَنَھُمُ اللّٰہُ بِکُفْرِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

اور کچھ یہودی کلمات کو اپنے اصل مقامات سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں، ہم نے سن لیا اور نہیں مانا، اور سنو! آپ سنوائے نہ جائیں، اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں، اور اگر وہ لوگ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور سنئے اور ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا اور درست اور مناسب ہوتا لیکن اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی سو تھوڑے لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لاتے۔

یہود کا عداوت رسالت ﷺ میں زبانوں کو مروڑنے کا بیان

"مِنْ الَّذِیْنَ ھَادُوا" قَوْم "یُحَرِّفُوْنَ" یُغَیِّرُوْنَ "الْکَلِم" الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰہ فِی التَّوْرَاۃ مِنْ نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "عَنْ مَّوَاضِعہ" الَّتِی وُضِعَ عَلَیْھَا "وَیَقُوْلُوْنَ" لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَھُمْ بِشَیْءٍ "سَمِعْنَا" قَوْلک "وَعَصَیْنَا" اَمْرک "وَاسْمَعْ غَیْر مُسْمَع" حَال بِمَعْنَی الدُّعَاء اَیْ لَا سَمِعْت "وَ" یَقُوْلُوْنَ لَہٗ "رَاعِنَا" وَقَدْ نُھِیَ عَنْ خِطَابہ بِھَا وَھِیَ کَلِمَۃ سَبّ بِلُغَتِھِمْ "لَیًّا" تَحْرِیْفًا "بِاَلْسِنَتِھِمْ وَطَعْنًا" قَدْحًا "فِی الدِّیْن" الْاِسْلَام "وَلَوْ اَنَّھُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" بَدَل وَعَصَیْنَا "وَاسْمَعْ" فَقَطْ "وَانْظُرْنَا" اُنْظُرْ اِلَیْنَا بَدَل رَاعِنَا "لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ" مِمَّا قَالُوْہُ "وَاَقْوَم" اَعْدَل مِنْہُ "وَلٰکِنْ لَّعَنَھُمْ اللّٰہ" اَبْعَدھمْ عَنْ رَحْمَتہ "بِکُفْرِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا" مِنْھُمْ کَعَبْدِ اللّٰہ بْن سَلَام وَاَصْحَابہ،

اور کچھ یہودی کلمات کو اپنے اصل مقامات سے پھیر دیتے ہیں یعنی تورات میں جو نبی کریم ﷺ کے اوصاف نازل کیے ہیں۔ ان کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔ اور جب نبی کریم ﷺ ان سے کسی معاملہ میں کچھ ارشاد فرماتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، ہم نے آپ کی بات کو سن لیا اور آپ کی بات کو نہیں مانا، اور سنو! آپ سنوائے نہ جائیں، یہاں پر غیر مسمع یہ حال بہ معنی پکار ہے۔ یعنی آپ نے نہ سنا اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں، جس کے ساتھ آپ ﷺ کو خطاب کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ کلمہ ان کی لغت میں گالی تھا۔ اور اگر وہ لوگ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور سنئے، یہ عصینا اور واسمع کا بدل ہے۔ اور ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے، یہ راعنا کا بدل ہے۔ تو یہ اُن کے لئے ان کے اپنے قول سے بہتر ہوتا، یعنی جس قول سے انہوں نے عدول کیا، اور درست اور مناسب ہوتا، لیکن اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی، یعنی ان کو اپنی رحمت سے

کے ساتھی ہیں۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ھادوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ ھود۔ مصدر۔ باب نصر۔ وہ یہودی ہوئے من الذین ھادوا۔ جو یہودی ہیں ان میں سے بعض لوگ۔ یحرفون۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تحریف (تفعیل) مصدر۔ تحریف کرتے ہیں۔ بدل ڈالتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی یہاں دونوں مراد ہیں۔ الکلم جنس جمع ہے۔ کلمۃ واحد ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ کلمات کو ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں۔ یہاں کلمات سے مراد کلمات تورات ہیں۔ مواضعہ۔ اسم ظرف جمع موضع واحد۔ وضع مصدر۔ باب فتح۔ رکھنے کے مقامات۔ اصلی جگہوں سے وضع اتار کر رکھ دینا۔

اسمع۔ تو سن۔ سماع وسماعۃ۔ سے امر کا صیغہ۔ واحد مذکر حاضر۔ غیر مسمع۔ مسمع اسم مفعول واحد مذکر۔ باب افعال۔ اسماع مصدر۔ نہ سنا گیا۔ واسمع غیر مسمع۔ سنیئے نہ سنوائے جاو۔ کا محاورہ دو طرح بولا جاتا ہے:

ایک بددعا کے طور پر۔ سنو تم بہرے ہو جاو کچھ نہ سن سکو۔ دوسرا دعا کے طور پر۔ سنو۔ تمہیں کوئی ناگوار بات نہ سننی پڑے۔

راعنا۔ ہماری رعایت کر۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہمارا خیال رکھ۔ مراعاۃ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ لیا۔ مصدر موڑنا۔ مروڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لوی یلوی (ضرب) زبان کو مروڑ کر۔

یہود ایک تو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے تھے۔ کہ اس میں جو حصص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا ان کی صفات کے متعلق تھے۔ ان کو حرفا یا معنی تبدیل کر دیتے تھے۔ دوسرے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان کو دعوت حق دی جاتی تھی تو وہ کہتے تھے: سمعنا وعصینا یعنی با آواز بلند تو یہ کہتے ہیں سمعنا (ہم نے سن لیا۔ سمجھ لیا) اور بعد میں آہستہ سے یہ بھی کہہ دیتے عصینا۔ ہم قبول نہیں کرتے۔ ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے۔

مذکورہ بالا مطلب میں "غیر مسمع" کو اسکے انشائی معنی میں لیا گیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے۔ خدا تمہیں بہرا اور ناشنوا کردے، یا خدا تجھے نافہم بنادے۔

یہود کے لغت میں غلط معنی کے سبب راعنا کہنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان نبی ﷺ سے راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت فرمایئے اور ہماری طرف توجہ اور التفات فرمایئے جب کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس موقع پر راعنا کہتے تھے۔ جبکہ یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کیلئے تھا اور اس کا معنی تھا سنو: تمہاری بات نہ سنی جائے۔ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ پہلے تو ہم صرف ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے۔

اب ہم سرعام ان کو بددعا دیں گے تو وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے راعنا کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کی لغت کا علم تھا انہوں نے جب ان سے یہ لفظ سنا تو کہا کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، اور اگر آئندہ میں نے تم سے نبی ﷺ

کے بارے میں ایسا لفظ سنا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا تو یہود نے کہا کیا تم یہ لفظ نہیں کہتے ہو تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو: تم بھی اپنے رسول ﷺ سے لفظ راعنا نہ کہو۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج ۲ ص ۵۷، مکتبہ انتشارات ایران)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ الفاظ جو معاشرے میں توہین کیلئے معین ہوں ان کا استعمال جائز نہیں اور اگر کسی نے شان رسالت ﷺ میں ایسے الفاظ کہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم: تو اس نے کہا، اللہ، رسول اللہ سے ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیا اسے بتایا گیا کہ اے دشمن خدا: تو کیا کہہ رہا ہے تو اس نے اس سے بھی زیادہ برا کلام کیا پھر اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی تھی (کیونکہ بچھو بھی تو اللہ کا بھیجا ہوا ہے) تو اس پر ابن سلیمان نے کہا کہ اس کو قتل کرنے میں، میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف گواہی دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔ (الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱، مکتبہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَـٰبَ ءَامِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰٓ أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحَـٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝

اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔

اہل کتاب کی صورتوں کے مسخ ہو جانے کا بیان

"يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَاب آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا" مِنَ الْقُرْآن "مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ" مِنَ التَّوْرَاة "مِنْ قَبْل أَنْ نَطْمِس وُجُوهًا" نَمْحُو مَا فِيهَا مِنَ الْعَيْن وَالْأَنْف وَالْحَاجِب "فَنَرُدّهَا عَلَى أَدْبَارهَا" فَنَجْعَلهَا كَالْأَقْفَاءِ لَوْحًا وَاحِدًا "أَوْ نَلْعَنهُمْ" نَمْسَخهُمْ قِرَدَة "كَمَا لَعَنَّا" مَسَخْنَا "أَصْحَاب السَّبْت" مِنْهُمْ "وَكَانَ أَمْر اللّٰه" قَضَاؤُهُ "مَفْعُولًا" وَلَمَّا نَزَلَتْ أَسْلَمَ عَبْد اللّٰه بْن سَلَام فَقِيلَ كَانَ وَعِيدًا بِشَرْطٍ فَلَمَّا أَسْلَمَ بَعْضهمْ رُفِعَ وَقِيلَ يَكُون طَمْس وَمَسْخ قَبْل قِيَام السَّاعَة"

اے لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے، اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے قرآن نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس تورات ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، یعنی اس میں سے آنکھ، ناک اور ابرو کو مٹا دیں گے۔ پس ان کے چہروں کو پشتوں کی جانب کر دیں گے۔ لہٰذا ان کو ایک تختی کی طرح بنا دیں گے یا ان پر لعنت کریں، یعنی ان کو مسخ کر دیں گے جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی یعنی ان کو مسخ کیا تھا۔ اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن

سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ وعید مشروط تھی۔ اور بعض کے اسلام کے سبب اس کو اٹھا لیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسخ کرنا اور مٹانا یہ قیامت سے پہلے پہلے ہوگا۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

نطمس ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل ان۔ جمع متکلم ۔ **طمس** مصدر باب ضرب ونصر۔ کہ ہم صورت بگاڑ دیں۔ طمس کے اصل معنی مٹانا۔ بگاڑنا اور پلٹ دینا کے ہیں متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

فنردھا ۔ مضارع جمع متکلم رد سے باب نصر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مونث غائب جو وجوھا کی طرف راجع ہے۔ ان کو پھیر دیں ان کا رخ ان کی پیٹھوں کی طرف۔ علی ادبارھا ار بار جمع دبر کی۔ بمعنی پیٹھ۔ پھیر دیں۔ نلعنھم۔ مضارع جمع متکلم لعن مصدر (فتح) ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان پر لعنت کریں۔ لعنا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے لعنت کی۔

اصحب السبت ۔ ہفتہ کے دن والے۔ 536 سے 628ء کے درمیان یہودیوں کے نبی یرمیاہ اور نبی حزقیل علیہما السلام کے وقت میں یہودیوں کو سبت یونی ہفتہ کے دن مچھلی شکار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک گروہ نے خلاف ورزی کرتے ہوئے صریحاً خلاف ورزی کی دوسرا گروہ باز رہا لیکن پہلے گروہ کو منع نہ کیا۔ تیسرے گروہ نے سرگرمی سے پہلے گروہ کو اس خلاف ورزی سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر خدا کی لعنت نے ان کو آلیا۔ اور پہلے گروہ کے چہرے مسخ کر کے ان کو بندروں کی شکل دیدی گئی۔

سورہ نساء آیت ۴۷ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے بڑے بڑے علماء سے گفتگو کی جن میں عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسید بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے یہود کی جماعت اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو۔ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس حق لایا ہوں انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو نہیں جانتے تو اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (قرطبی 5۔244، طبری 5۔78)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا بیان

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں سچ مچ حق کے راستے سے ہٹا دیں اور گمراہی کی طرف متوجہ کر دیں، ہم تمہیں کافر بنا دیں اور تمہارے چہرے بندروں جیسے کر دیں، ابوزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوٹا دینا یہ تھا کہ ارض حجاز سے بلاد شام میں پہنچا دیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اسی آیت کو سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف با اسلام ہوئے تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے یہ بیت المقدس جاتے ہوئے مدینہ میں آئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس گئے اور فرمایا اے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو جاؤ انہوں نے جواب دیا تم تو قرآن

میں پڑھ چکے ہو کہ جنہیں توراۃ کا حامل بنایا گیا انہوں نے اسے کما حقہ قبول نہ کیا۔ ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ لادے ہوئے ہو اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو توراۃ اٹھوائے گئے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چھوڑ دیا یہ یہاں سے چل کر حمص پہنچے وہاں سنا کہ ایک شخص جوان کے گھرانے میں سے تھا اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے جب اس نے آیت ختم کی انہیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں سچ مچ اس آیت کی وعید مجھ پر صادق نہ آجائے اور میرا منہ مسخ کر پلٹ نہ جائے یہ جھٹ سے کہنے لگے "یارب اسلمت" میرے اللہ میں ایمان لایا۔ پھر حمص سے ہی واپس اپنے وطن یمن میں آئے اور یہاں سے اپنے تمام گھر والوں کو لے کر سارے کنبے سمیت مسلمان ہو گئے۔

ابن ابی حاتم میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ اس طرح مروی ہے کہ ان کے استاد ابو مسلم جلیلی ان کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے میں دیر لگانے کی وجہ سے ہر وقت انہیں ملامت کرتے رہتے تھے پھر انہیں بھیجا کہ دیکھیں کہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی خوشخبری اور اوصاف توراۃ میں ہیں؟ یہ آئے تو فرماتے ہیں جب میں مدینہ شریف پہنچا تو ایک شخص قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا کہ اے اہل کتاب ہماری نازل کردہ کتاب تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے بہتر ہے کہ اس پر اس سے پہلے ایمان لاؤ کہ ہم تمہارے منہ بگاڑ دیں اور انہیں الٹا کر دیں۔ میں چونک اٹھا اور جلدی جلدی غسل کرنے بیٹھ گیا اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا جاتا تھا کہ کہیں مجھے ایمان لانے میں دیر نہ لگ جائے اور میرا چہرہ الٹا نہ ہو جائے۔ پھر میں بہت جلد آکر مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نساء، بیروت)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ
فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝
بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور شرک سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے
اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھ دیا ہے۔

سب سے بڑا گناہ شرک ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِر اَنْ يُّشْرَك" اَیْ الْاِشْرَاك "بِهٖ وَيَغْفِر مَا دُوْن" سِوَى ذٰلِكَ مِنْ الذُّنُوب "لِمَنْ يَّشَاء" الْمَغْفِرَة لَهٗ بِاَنْ يُّدْخِلهُ الْجَنَّة بِلَا عَذَاب وَمَنْ شَاءَ عَذَّبَهُ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ بِذُنُوبِهٖ ثُمَّ يُدْخِلهُ الْجَنَّة "وَمَنْ يُّشْرِك بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى اِثْمًا" ذَنْبًا "عَظِيْمًا" كَبِيْرًا،

بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور شرک سے نیچے جو کچھ گناہ ہیں۔ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے یعنی وہ جسے بلا عذاب جنت میں داخل کر دے اور جس طرح اہل ایمان میں سے ان کو ان کے گناہوں کی سزا دے اور پھر ان کو جنت میں داخل کرے۔ اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھ دیا ہے۔

سورہ نساء آیت ۴۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا ایک بھتیجا ہے وہ حرام سے نہیں بچتا آپ ﷺ نے پوچھا اس کا دین کیا ہے اس نے کہا وہ نماز پڑھتا ہے اور توحید پرست ہے آپ نے فرمایا کہ اس کا دین ہبہ میں مانگ اگر وہ انکار کرے تو اس سے خرید لے چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا لیکن اس کا بھتیجا انکار پر مصر رہا وہ شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو ساری بات بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اسے اپنے دین پر حریص پایا ہے اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ،خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے ۔(سیوطی 74)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝
کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود کو پاک ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک فرماتا ہے اور
ان پر ایک دھاگہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ پاک فرمانے والا ہے

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ" وَهُمُ الْيَهُوْدُ حَيْثُ قَالُوْا نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاؤُهُ اَىْ لَيْسَ الْاَمْرُ بِتَزْكِيَتِهِمْ اَنْفُسَهُمْ "بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىْ" يُطَهِّرُ "مَنْ يَّشَاءُ " بِالْاِيْمَانِ "وَلَا يُظْلَمُوْنَ" يُنْقَصُوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ "فَتِيْلًا" قَدْرَ قِشْرَةِ النَّوَاةِ،

کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود کو پاک ظاہر کرتے ہیں، یعنی وہ یہود ہیں جنہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے لاڈلے ہیں۔ جبکہ اس طرح وہ اپنے آپ کو پاک نہیں بنا سکتے۔ بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ایمان کے ساتھ پاک فرماتا ہے اور ان پر ایک دھاگہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ان کے اعمال میں گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یزکون ۔مضارع جمع مذکر غائب ۔تزکیۃ مصدر۔ باب تفعیل ۔پاک قرار دیتے ہیں تزکیہ نفس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تزکیہ بالفعل اچھے اعمال کے ذریعہ جو محمود بریقہ ہے۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے قد افلح من تزکی، جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح پا گیا۔ دوسرا تزکیہ بالقول: انسان خود اپنے اچھا ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ طریقہ مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً لا تزکوا انفسکم، اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ یہاں اس آیۃ میں دوسرا طریقہ مراد ہے۔

فتیلا۔ باریک دھاگہ۔ ڈورا جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹا جاتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ڈورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فتیل کہلاتا ہے مراد قلیل۔

سورہ نساء آیت ۴۹ کے سبب نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کچھ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی وہ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اور پوچھا اے محمد کیا ہماری اس اولاد پر بھی گناہ ہے آپ نے فرمایا نہیں، تو انہوں نے اس ذات کی قسم جس کے نام پر ہم حلف اٹھاتے ہیں ہماری حالت بالکل انہی کی طرح ہے ہم جو بھی گناہ دن میں کرتے ہیں وہ رات کو مٹا دیا جاتا ہے اور جو بھی گناہ کرتے ہیں رات کو وہ صبح کو مٹا دیا جاتا ہے یہ انہوں نے اپنی پاکیزگی بیان کی۔ (نیسابوری 132، سیوطی 75، زادالمسیر 2۔104)

ایک روایت میں حضرت زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس وقت چونکہ میرا نام برہ تھا جس کے معنی ہیں گناہوں سے پاک میں نے وہی بتلایا، تو آپ نے فرمایا: لاتزکوا انفسکم، اللہ اعلم باھل البر منکم، سموھا زینب (رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ)

یعنی تم اپنے آپ کی گناہوں سے پاکی بیان نہ کرو کیونکہ یہ علم صرف اللہ ہی کو کہ تم میں سے کون پاک ہے، پھر برہ کے بجائے آپ نے زینب نام رکھا۔ (تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا۝
آپ دیکھئے وہ اللہ پر کیسے جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور یہی کھلا گناہ کافی ہے۔

یہود کا اللہ تعالیٰ پر بہتان کے حیرت انگیز ہونے کا بیان

"اُنْظُرْ" مُتَعَجِّبًا "كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" بِذٰلِكَ "وَكَفٰى بِهٖ اِثْمًا مُبِينًا" بَيِّنًا،

آپ دیکھئے وہ اللہ پر کیسے جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور یہی کھلا گناہ کافی ہے۔ ان کا اپنے منہ سے ایسی باتیں کہنا بالکل جھوٹ ہے جو انہوں نے خود گھڑ کر اللہ کے ذمہ لگا دیا ہے ان کے دوسرے گناہ تو ایک طرف ہیں اکیلا یہ گناہ ہی ان کے فی الواقع گناہگار ہونے کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۝
کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا ہے، وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں
اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی نسبت یہ زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔

کعب بن اشرف سے دین کی سند لینے والوں کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ وَنَحْوِهِ مِنْ عُلَمَاءِ الْيَهُوْدِ لَمَّا قَدِمُوْا مَكَّةَ وَشَاهَدُوْا قَتْلَى بَدْرٍ

وَحَرَّضُوا الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْاَخْذِ بِثَارِهِمْ وَمُحَارَبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ " صَنَمَانِ لِقُرَيْشٍ ، "وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اَبِي سُفْيَانَ وَاَصْحَابِهِ حِيْنَ قَالُوْا لَهُمْ: اَنَحْنُ اَهْدٰى سَبِيْلًا وَنَحْنُ وُلَاةُ الْبَيْتِ نَسْقِي الْحَاجَّ وَنَقْرِي الضَّيْفَ وَنَفُكُّ الْعَانِيَ وَنَفْعَلُ . . . . اَمْ مُحَمَّدٌ ؟ وَقَدْ خَالَفَ دِيْنَ اٰبَائِهِ وَقَطَعَ الرَّحِمَ وَفَارَقَ الْحَرَمَ "هٰؤُلَاءِ" اَيْ اَنْتُمْ "اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا" اَقْوَمُ طَرِيْقًا،

یہ آیت کعب بن اشرف اور اسی جیسے دوسرے علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ مکہ آئے اور مقتولین بدر کا مشاہدہ کیا اور مشرکین کو بدلہ لینے پر اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا ہے، وہ بتوں یعنی قریش کے بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب انہوں نے کہا کہ کیا ہم زیادہ ہدایت کی راہ پر ہیں کیونکہ ہم بیت اللہ کی متولی ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں اور اسی طرح کئی کام کرتے ہیں یا پھر محمد ﷺ زیادہ ہدایت پر ہیں؟ حالانکہ انہوں نے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی اور قطع رحمی کی اور حرم کو چھوڑ دیا تو انہوں نے یعنی کعب بن اشرف وغیرہ نے کہا کہ تم مسلمانوں کی نسبت یہ زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔

سورہ نساء آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حیی ابن اخطب اور کعب بن اشرف اہل مکہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے کہا کہ تم اہل کتاب، قدیم علم والے ہو پس تم ہمیں ہمارے اور محمد کے بارے میں بتلاؤ انہوں نے کہا کہ تم اور محمد کس چیز پر ہو انہوں نے کہا ہم بلند کہان والی اونٹنی کو نحر کرتے ہیں پانی پر دودھ پلاتے ہیں قیدیوں کو رہا کرتے ہیں اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور ہمارا دین قدیم اور محمد کا دین حادث ہے تو ان دونوں نے ان سے کہا کہ تم بہتر ہو اور زیادہ سیدھے راستے پر ہو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ،

تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا ہے کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے رستے پر ہیں۔ (زادالمسیر 2-106، قرطبی 5-249)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف غزوہ احد کے بعد ستر یہودی سواروں کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا تا کہ یہ قریش سے رسول اللہ سے غدر پر معاہدہ کریں اور اس معاہدے کو جو ان کے اور رسول اللہ کے درمیان تھا توڑ دیں چنانچہ کعب ابوسفیان کے ہاں ٹھہرے اور یہود نے قریش کے گھروں میں قیام کیا اہل مکہ نے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور محمد صاحب کتاب ہیں ہمیں خوف ہے کہ تمہاری طرف سے دھوکا ہو اگر تو چاہتا ہے کہ ہم تیرے ساتھ نکلیں تو تو ان بتوں کو سجدہ کر اور ان پر ایمان لا یہی اللہ کے اس فرمان کا مطلب ہے۔ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں۔

پھر کعب بن اشرف نے اہل مکہ سے کہا کہ تم میں سے بھی تیس فرد آئیں اور ہم میں سے بھی تیس فرد اور ہم سب اپنے جگروں کو کعبہ کے ساتھ رگڑ کر رب کعبہ سے یہ معاہدہ کریں کہ ہم محمد سے قتال پر خوب کوشش کریں گے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب یہ لوگ اس سے فارغ ہو گئے تو ابوسفیان نے کعب سے کہا کہ بے شک تو کتاب کو پڑھنے اور جاننے والا ہے اور ہم امی لوگ ہیں کتاب کو نہیں جانتے تو بتلا کہ ہم میں سے کون زیادہ سیدھے راستے پر ہے اور حق کے زیادہ قریب ہے کیا ہم یا محمد۔ تو کعب نے کہا کہ مجھ پر اپنا دین پیش کرو ابوسفیان نے کہا کہ ہم حاجیوں کے لیے بلند کوہان والی اونٹنی نحر کرتے ہیں انہیں پانی پلاتے ہیں مہمانوں کی خاطر مدارت کرتے ہیں اسیروں کو رہائی دلاتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے رب کے گھر کو آباد کرتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور ہم اہل حرم ہیں اور محمد اپنے آباء کے دین کو چھوڑنے والا قطع تعلق کرنے والا ہے اور حرم کو چھوڑنے والا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارا دین قدیم اور محمد کا دین جدید ہے تو کعب نے کہا کہ تم اس کی نسبت زیادہ سیدھے رستے پر ہو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی:

الَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ، (سیوطی 76)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ط وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ہ
یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، اور جس پر اللہ لعنت کرے تُو اس کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائے گا۔

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَن" ہ "اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا" مَانِعًا مِنْ عَذَابِهٖ،

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، اور جس پر اللہ لعنت کرے تُو اس کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائے گا۔ یعنی اس کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

سورہ نساء آیت ۵۲ کے سبب نزول کا بیان

حضرت کعب بن قتادہ سے روایت ہے کہ یہ آیت بنونضیر کے دو یہودیوں کعب بن اشرف اور حی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان دونوں نے موسم حج میں قریش سے ملاقات کی تو مشرکین نے ان سے پوچھا کہ ہم سیدھے راستے پر ہیں یا محمد اور اس کے ساتھی؟ کیونکہ ہم تو کعبہ کے خادم ہیں اور ساقی ہیں اور اہل حرم ہیں تو ان دونوں نے کہا کہ تم محمد کی نسبت زیادہ سیدھے راستے پر ہو حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹے ہیں اور انہیں اس بات پر ان کے محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ سے حسد نے اکسایا اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ، یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے تو تم اس کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ جب یہ دونوں اپنی قوم کے پاس واپس لوٹے تو ان کی قوم نے ان سے کہا کہ محمد گمان کرتے ہیں کہ تمہارے بارے میں یوں یوں نازل ہوا ہے تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم انہوں نے سچ کہا ہمیں اس بات پر صرف ان سے بغض اور حسد نے اکسایا۔ (تفسیر نیسابوری، ص 133)

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝

کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے۔ایسا ہوتو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔

بادشاہت میں حصہ ہوتو کسی کو تل برابر بھی نہ دیں

"اَمْ" بَلْ "لَهُمْ نَصِيْب مِنَ الْمُلْك " اَیْ لَيْسَ لَهُمْ شَیْءٌ مِنْهُ وَلَوْ كَانَ "فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاس نَقِيْرًا" اَیْ شَيْئًا تَافِهًا قَدْر النَّقْرَة فِیْ ظَهْر النَّوَاة لِفَرْطِ بُخْلهمْ،

کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے۔یعنی ان کے پاس تو کوئی چیز ہی نہیں ہے اور اگر ان کے پاس کچھ ہوتا تو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔یعنی کنجوسی کے سبب گٹھلی کی پشت میں معمولی سوراخ کے برابر بھی کسی کو کچھ نہ دیں گے۔

سورہ نساء آیت ۵۳ کے سبب نزول کا بیان

یہود کہتے تھے کہ ہم ملک و نبوّت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کا اتباع کریں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو جھٹلا دیا کہ ان کا ملک میں حصّہ ہی کیا ہے اور اگر بالفرض کچھ ہوتا تو ان کا بخل اس درجہ کا ہے کہ کسی کو تل کے برابر بھی کچھ نہ دیں۔

کوڑھی گنجے اور نابینا شخص کے عبرت ناک واقعہ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ان میں ایک تو کوڑھی تھا دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمانا چاہا کہ یہ نعمت الٰہی کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ مسکین وفقیر کی صورت میں بھیجا وہ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ کوڑھی نے کہا کہ اچھا رنگ اور جسم کی بہترین جلد نیز یہ کہ مجھے اس چیز یعنی کوڑھ سے نجات مل جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ سن کر فرشتہ نے کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرا چنانچہ اس کا کوڑھ جاتا رہا۔

اسے بہترین رنگ و روپ اور بہترین جلد عطا کر دی گئی۔پھر فرشتہ نے پوچھا کہ اب تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ "اونٹ" "یا کہا" گائیں۔(حدیث کے ایک راوی اسحٰق کو شک ہے کہ) گائے کے لئے کوڑھی نے کہا تھا یا گنجے نے کہا تھا بہرحال یہ طے ہے کہ ان میں سے ایک نے تو اونٹ کے لئے کہا تھا اور دوسرے نے گائے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس شخص کو حاملہ اونٹنیاں عطا کر دی گئیں پھر فرشتے نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ گنجے نے کہا کہ بہترین قسم کے بال اور یہ کہ یہ چیز یعنی گنجے پن سے نجات پا جاؤں جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا گنج جاتا رہا نیز اسے بہترین قسم کے بال عطا کر دیئے گئے۔ پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ گائیں چنانچہ اسے حاملہ گائیں عطا کر دی گئیں اور فرشتہ نے اسے دعا بھی دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس کے بعد پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اندھے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی دے تاکہ میں اس کے ذریعے لوگوں کو دیکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتہ نے اس اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی بینائی عطا فرما دی، پھر فرشتے نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں چنانچہ اسے بہت سی بچے دینے والی بکریاں عنایت فرما دی گئیں اس کے کچھ عرصے کے بعد کوڑھی اور گنجے نے اونٹنیوں اور گائیوں کے ذریعے اور اندھے نے بکریوں کے ذریعے بچے حاصل کئے گویا اللہ نے تینوں کے مال میں بے انتہا برکت دی یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے ایک جنگل بھر گیا گنجے کی گائیوں سے ایک جنگل بھر گیا اور اندھے کی بکریوں سے ایک جنگل بھر گیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد فرشتہ پھر کوڑھی کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا۔ اور اس سے کہنے لگا کہ میں ایک مسکین شخص ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے اس لئے آج منزل مقصود تک میرا پہنچنا ممکن نہیں ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی ہو جائے اور اس کے بعد تم ذریعہ بن جاؤ تو میری یہ مشکل آسان ہو جائے گی لہٰذا میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ، بہترین جلد اور مال عطا کیا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے میرا سفر پورا ہو جائے اور میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں اس کوڑھی نے کہا کہ میرے اوپر حق بہت زیادہ ہیں (یعنی اس کوڑھی نے فرشتے کو ٹالنے کے لئے جھوٹ کہا کہ میرے اس مال کے حقدار بہت ہیں اس لئے تمہیں کوئی اونٹ نہیں مل سکتا) فرشتے نے کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں کیا تم وہی کوڑھی نہیں ہو جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی اور تم محتاج وقلاش تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہترین رنگ وروپ کے ساتھ صحت عطا فرمائی اور مال سے نوازا کوڑھی نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے۔

بلکہ یہ مال تو مجھے اپنے باپ دادا کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت کی طرف پھیر دے جس میں تم پہلے مبتلا تھے یعنی تمہیں پھر کوڑھی اور مفلس بنا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی پہلی سی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو اس نے کوڑھی سے کہا تھا چنانچہ گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو جواب کوڑھی نے دیا تھا فرشتے نے گنجے سے بھی یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے جیسا کہ تم پہلے گنجے اور محتاج تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی یہی کہا کہ میں ایک مسکین انسان اور مسافر ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے۔

اس لئے آج منزل مقصود تک پہنچنا اس شکل میں ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی میرے شامل حال ہو جائے اور اس کے

بعد تم اس کا ذریعہ بن جاؤ لہٰذا میں اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہاری بینائی واپس کردی تم سے ایک بکری مانگتا ہوں تا کہ اس کے ذریعے میں اپنا سفر پورا کرسکوں اندھے نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ کہا کہ بے شک پہلے میں ایک اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے میری بینائی واپس کردی ہے لہٰذا میری تمام بکریاں حاضر ہیں اس میں تم جو چاہو لے لو اور جو نہ چاہو اسے چھوڑ دو تم جو کچھ بھی لوگے میں اللہ کی قسم تمہیں اس کو واپس کرنے کی تکلیف نہیں دوں گا۔ یہ سن کر فرشتے نے کہا کہ تمہیں تمہارا مال مبارک تم اپنا مال اپنے پاس رکھو مجھے تمہارے مال کی قطعا ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت تو صرف تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا تھا کہ آیا تمہیں اپنا پرانا حال یاد بھی ہے یا نہیں؟ اور تم اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں؟ سو تم آزمائش میں پورے اترے چنانچہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہوا اور تمہارے وہ دونوں بدبخت ساتھی یعنی کوڑھی اور گنجا ناشکرے ثابت ہوئے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض قرار پائے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد دوم: حدیث نمبر 376)

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝
کیا یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں، لہٰذا واقعی ہم نے ابراہیم کے خاندان
کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ہم نے انہیں بڑی سلطنت بخشی۔

یہود کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے حسد کرنے کا بیان

"اَمْ" بَلْ "يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ" اَیِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلٰى مَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه" مِنَ النُّبُوَّةِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ اَیْ يَتَمَنَّوْنَ زَوَالَهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ نَبِيًّا لَاشْتَغَلَ عَنِ النِّسَاءِ "فَقَدْ اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ" جَدِّهٖ كَمُوْسٰى وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ "الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" وَالنُّبُوَّةَ "وَاٰتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيْمًا" فَكَانَ لِدَاوُدَ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ امْرَاَةً وَلِسُلَيْمَانَ اَلْفٌ مَا بَيْنَ حُرَّةٍ وَسُرِّيَّةٍ۔

کیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل نبوت اور کثرت ازواج سے عطا فرمائی ہیں، یعنی کثرت ازواج کے زائل ہونے کی تمنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہوتے تو عورتوں کی جانب مشغول نہ ہوتے۔ حالانکہ یقیناً ہم نے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت عطا کی، جو دادا گرامی ہیں موسیٰ و داؤد اور سلمان علیہم السلام کے، اور داؤد علیہ السلام کو عظیم ملک ۹۹ بیویاں، جبکہ آزاد اور باندیاں سب ملائیں تو ایک ہزار تھیں۔ اور ہم نے انہیں بڑی سلطنت بخشی۔

دربار داؤد علیہ السلام میں ایک عجیب مقدمہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک دوسری عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس کو ایک مسلمان نے پہلے سے پیغام دے رکھا تھا لیکن آپ کا پیغام پہنچنے کے بعد عورت کے اولیاء دوسرے کی طرف بھلا کب اور کیسے توجہ

کر سکتے تھے، آپ سے نکاح ہو گیا۔ یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز تھی، نہ اُس زمانے کے رسم و رواج کے خلاف تھی۔ لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے۔ یہ آپ کے منصب عالی کے مناسب نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر متنبہ اور آگاہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کا ذریعہ یہ بنایا کہ فرشتے مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپ کے دربار میں ایک مقدمہ لے کر آئے اور بجائے دروازہ سے داخل ہونے کے دیوار پھاند کر مسجد میں آئے۔ آپ ان لوگوں کو دیوار پھاندتے دیکھ کر کچھ گھبرا گئے۔ تو فرشتوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں۔ ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ لہٰذا آپ ہمارا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیجئے اور ہمیں سیدھی راہ چلائیے۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ میرا یہ بھائی اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ تو اپنی ایک دنبی بھی میرے حوالہ کر دے اور اس بات کے لئے مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فوراً یہ فیصلہ فرما دیا کہ بے شک یہ زیادتی ہے کہ وہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملا لینے کو کہتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ بجز اُن لوگوں کے جو صاحب ایمان اور نیک عمل ہوں اور ایسوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ مقدمہ کا فیصلہ سنا کر حضرت داؤد علیہ السلام کا ماتھا ٹھنکا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس مقدمہ کی پیشی درحقیقت یہ میرا امتحان تھا۔ چنانچہ فوراً ہی آپ سجدہ میں گر پڑے اور خدا سے معافی مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا۔

ان شاء اللہ کہنے کی برکت کا بیان

جعفر بن ربیعہ نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے نقل کیا وہ کہتے تھے، کہ میں نے حضرت ابوہریرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ایک دن کہا تھا، کہ میں آج کی رات، سو یا ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا اور وہ عورتیں ایک ایک شہسوار پیدا کریں گی، جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ تو ان سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ انشاء اللہ کہو، مگر انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا، ان میں سے اگرچہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی، لیکن اس نے بھی آدھا بچہ جنا، قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو سب عورتوں کے بچے پیدا ہوتے اور بے شک وہ سب جانباز بہادر ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 92)

حسد و بغض کے تفسیری مفہوم کا بیان

علامہ نووی شارح مسلم، حسد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ الحسد تمنی زوال النعمة (مسلم) یعنی دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد کہلاتا ہے۔ اور یہ حرام ہے۔

تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پشت پھیرو بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بن جاؤ اور جائز نہیں کسی مسلمان کے لئے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔

تم حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ حضرت زبیر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہاری طرف (بھی) پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝
پس ان میں سے کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور ان میں سے کسی نے اس سے روگردانی کی، اور دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لانے والوں کیلئے عذاب جہنم ہونے کا بیان

"فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ" بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ" اَعْرَضَ "عَنْهُ" فَلَمْ يُؤْمِن "وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا" عَذَابًا لِمَنْ لَّا يُؤْمِن،

پس ان میں سے کوئی تو حضرت محمد ﷺ ایمان لے آیا اور ان میں سے کسی نے اس سے روگردانی کی، یعنی کسی نے روکا پس جو ایمان نہ لایا تو اس کیلئے دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔ یہ اس کے ایمان نہ لانے کا عذاب ہے۔

شیاطین کا لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹانے میں مختلف حیلوں کا بیان

شیطانوں کا سردار ابلیس ہے۔ روزانہ ابلیس اپنے باقی شیطانوں سے پوچھتا ہے کہ آج کس نے کیا کام کیا ہے؟ ایک روز اسی طرح ابلیس (شیطانوں کا سردار) اپنے باقی شیطانوں سے کہہ رہا تھا کہ کس نے کیا کام کیا ہے۔ کوئی بولا کہ میں نے فلاں شخص سے یہ برا کام کروایا۔ لیکن ابلیس کسی کے کام سے خوش نہیں ہوا۔ اب آخری شیطان تھا اس نے کہا حضور میں نے ایک چھوٹا سا کام کیا ہے۔ ابلیس بولا بتاؤ کیا کام کیا؟ شیطان بولا کہ میں نے ایک طالب علم کو علم پڑھنے سے روکا۔ تو ابلیس کھڑا ہوا اور اس کا دل باغ باغ ہوا اور شیطان کو گلے لگایا اور کہا انت شاباش تم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ باقی شیطان بولے کہ حضور ہم نے تو اتنے بڑے بڑے کام کیے تو اس نے تو چھوٹا سا کام کیا ہے۔ اس کو شاباشی کیوں دی گئی، شاباشی تو ہمیں ملنی چاہئے۔ ابلیس نے بولا تم سب شیطانوں نے بھی اچھے اچھے کام کیے ہیں لیکن اس نے سب سے اچھا کام کیا ہے۔ دوسرے شیطان ابھی بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ ابلیس نے کہا چلو میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ اسی نے اچھا کام کیا ہے۔ ابلیس نے اپنے تمام شیطانوں کو ساتھ لیا اور کہا یہاں سب سے بڑا عابد کون؟ شیطان بولے فلاں شخص ہے، وہ ابھی نماز کیلئے نکلے گا۔ ابلیس نے اپنے آپ کو انسان کی شکل بنائی اور جب عابد وہاں سے گذرا تو ابلیس نے پہلے اسلام علیکم! کہا اور اپنی جیب سے شیشی نکالی اور عابد کو دکھائی اور کہا حضور ایک شرعی مسئلہ تھا۔ عابد نے کہا جلد کہو نماز کو جانا ہے۔ شیشی دکھائی اور بولا کہ کیا اللہ کی قدرت اتنی ہے کہ وہ تمام زمین و آسمان کو اس شیشی میں جمع کر سکیں۔ عابد (عبادت گذار) بولا کہاں یہ چھوٹی سی شیشی اور کہاں زمین و آسمان یہ ممکن نہیں ہیں۔ ابلیس نے عابد سے کہا اچھا آپ جائیں۔

ابلیس پھر سے شیطانوں کی طرح مخاطب ہوا اور کہا یہاں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ شیطانوں نے عرض کیا حضور وہ رہے۔

ابلیس نے اسلام علیکم کیا اور وہی شیشی نکالی، اور بولا حضور ایک شرعی مسئلہ تھا۔ عالم نے کہا جلد کہو نماز کو جانا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ کیا اللہ کی قدرت اتنی ہے کہ وہ اس زمین وآسمان کو اسی شیشی میں جمع کرسکتا ہے؟ عالم فوراً بولا تو ابلیس ہے اللہ کی قدرت اتنی ہے کہ وہ کروڑوں زمین وآسمان کو سوئی کی نوک میں جمع کرسکتا ہے۔ شیطانوں کا سردار یعنی ابلیس غائب ہوا اور بولا پہلے جو عابد تھا اس کے پاس علم نہیں تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا اور اپنے تمام اعمال ضائع کئے اور میرے جال میں پھنس گئے۔ دوسرا جو عالم تھا اس کے پاس علم تھا اور میرے جال سے بچ کر نکلا۔ ابلیس بولا: سمجھ لیا اسی شیطان نے اچھا کام کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا
غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝
بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ہم عنقریب انہیں آگ میں جھونک دیں گے، جب ان کی کھالیں جل جائیں گی
تو ہم انہیں دوسری کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اہل دوزخ کی جسمانی کھالوں کے بدلنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْف نُصْلِيهِمْ " نُدْخِلهُمْ "نَارًا" يَحْتَرِقُوْنَ فِيهَا "كُلَّمَا نَضِجَتْ" احْتَرَقَتْ "جُلُودهمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرهَا" بِاَنْ تُعَاد اِلٰى حَالهَا الْاَوَّل غَيْر مُحْتَرِقَة "لِيَذُوقُوا الْعَذَاب" لِيُقَاسُوْا شِدَّته "اِنَّ اللّٰه كَانَ عَزِيْزًا" لَا يُعْجِزهُ شَيْء "حَكِيْمًا" فِيْ خَلْقه،

بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ہم عنقریب انہیں آگ میں جھونک دیں گے، جس میں وہ جل جائیں گے جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم انہیں دوسری کھالیں بدل دیں گے یعنی ان کو پہلی حالت والی بغیر جلی ہوئی کھالوں کی جگہ لایا جائے گا۔ تا کہ وہ عذاب کی شدت کو چکھتے رہیں، بیشک اللہ غالب یعنی اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں، وہ اپنی مخلوق میں حکمت والا ہے۔

سورہ نساء آیت ۵۶ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوئی تو آپ پڑھنے والے سے دوبارہ سنانے کی فرمائش کرتے وہ دوبارہ پڑھتا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کو اس کی تفسیر سناؤں ایک ایک ساعت میں سو سو بار بدلی جائے گی اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی سنا ہے (ابن مردویہ)

دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے اس آیت کی تفسیر یاد ہے میں نے اسے اسلام لانے سے پہلے پڑھا تھا آپ نے فرمایا اچھا بیان کرو اگر وہ وہی ہوئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے تو ہم اسے قبول کریں گے ورنہ ہم اسے قابل التفات نہ سمجھیں گے تو آپ نے فرمایا ایک ساعت میں ایک سو بیس مرتبہ اس پر حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پہلی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی کھالیں چالیس ہاتھ یا چھہتر ہاتھ ہوں گی اوران کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے کہ اگر ان میں پہاڑ رکھا جائے تو سما جائے۔ جب ان کھالوں کو آگ کھالے گی تو اور کھالیں آجائیں گی ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ مسند احمد میں ہے جہنمی جہنم میں اس قدر بڑے بڑے بنا دیئے جائیں گے کہ ان کے کان کی نوک سے کندھا سات سو سال کی راہ پر ہوگا اوران کی کھال کی موٹائی ستر ذراع ہوگی اور کچلی مثل احد پہاڑ کے ہوں گی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ؗ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝
اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم انہیں بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ
ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

ایمان وعمل صالح والوں کیلئے جنتی سایہ ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ فِيْهَا "أبدا لهم فيها" اَزْوَاج مُطَهَّرَة" مِنْ الْحَيْض وَكُلّ قَذَر "وَنُدْخِلهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا" دَائِمًا لَّا تَنْسَخهُ شَمْس وَهُوَ ظِلّ الْجَنَّة،

اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم انہیں بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے وہاں حیض اور ہر قسم کی نجاست سے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔ یعنی ایسا ہمیشگی والا سایہ جس کو سورج ختم نہ کر سکے گا اور وہ جنت کا سایہ ہے۔

اہل جنت کیلئے خادمین وازواج ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنتیوں میں سب سے کم مرتبہ کا جو شخص ہوگا اس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی، (جن میں سے دو بیویاں دنیا کی عورتوں میں سے اور ستر بیویاں حوران جنت میں سے ہوں گی) اس لئے جو خیمہ کھڑا کیا جائے گا وہ موتی زمرد اور یاقوت سے (بنا ہوگا یا یہ کہ ان چیزوں سے مرصع ومزین) ہوگا۔ "اسی اسناد کے ساتھ (حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہونے والی) ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" وہ لوگ جن کو جنت میں داخل کیا جائے گا دنیا میں خواہ چھوٹی عمر میں مریں یا بڑی عمر میں جنت کے اندر تمیں تمیں سال کی عمر کے ہوکر جائیں گے اور وہ کبھی بھی اس عمر [illegible] یہی معاملہ دوزخیوں کا بھی ہوگا۔

اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں کے سروں پر جو تاج ہوگا اس کا سب سے معمولی موتی بھی ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک کو روشن ومنور کردے۔" اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر (بالفرض) کوئی مسلمان جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو (اس کی خواہش اس طرح پوری کی جائے گی کہ) بچہ کا حمل قرار پانا، اس کا پیدا ہونا اور اس کا انتہائی عمر (یعنی تیس سال کی عمر) تک پہنچنا سب کچھ ایک ساعت میں عمل پذیر ہو جائے گا۔" حضرت ابواسحاق بن ابراہیم اس آخری روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی مومن جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو اس کی خواہش ایک ساعت میں پوری تو ہو جائے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی خواہش کوئی بھی نہیں کرے گا۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 213)

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا
بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝
بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل
کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

امانات کو ان کے اہل کی طرف لوٹا دینے کا بیان

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ" أَيْ مَا اُؤْتُمِنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُقُوقِ "إِلَىٰ أَهْلِهَا" نَزَلَتْ لَمَّا أَخَذَ عَلِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِفْتَاحَ الْكَعْبَةِ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ الحجبي سَادِنِهَا قَسْرًا لَمَّا قَدِمَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَمَنَعَهُ وَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ أَمْنَعْهُ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدِّهِ إِلَيْهِ وَقَالَ هَاكَ خَالِدَةً تَالِدَةً فَعَجِبَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَرَأَ لَهُ عَلِيّ الْآيَةَ فَأَسْلَمَ وَأَعْطَاهُ عِنْدَ مَوْته لِأَخِيهِ شَيْبَةَ فَبَقِيَ فِي وَلَده وَالْآيَة وَإِنْ وَرَدَتْ عَلَى سَبَب خَاصّ فَعُمُومهَا مُعْتَبَر بِقَرِينَةِ الْجَمْع "وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاس" يَأْمُرُكُمْ "أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا" فِيهِ إِدْغَام مِيم نِعْمَ فِي مَا النَّكِرَة الْمَوْصُوْفَة أَيْ نِعْمَ شَيْئًا "يَعِظكُمْ بِهِ" تَأْدِيَة الْأَمَانَة وَالْحُكْم بِالْعَدْلِ "إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا" لِمَا يُقَال "بَصِيْرًا" بِمَا يُفْعَل.

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو۔ یعنی حقوق میں سے جو امانتیں تمہیں دی گئی ہیں۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ جحمی سے جبری طور پر چھین لی تھی جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر تشریف لائے تو عثمان نے کہا کہ چابی میں نہ دوں گا کیونکہ اگر مجھے آپ ﷺ کے رسول ہونے کا علم تو میں انکار نہ کرتا تو آپ ﷺ نے اس کو واپس کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اس سے معذرت کرنے کا کہا اور ساتھ یہ کہا کہ یہ چابی ہمیشہ

تمہارے پاس رہے گی۔ جس پر اس نے تعجب کیا تو آپ ﷺ نے اس کیلئے آیت پڑھی۔ تو وہ اسلام لایا۔ تو اس نے موت کے وقت یہ چابی اپنے بھائی شیبہ کو دی پس وہ آپ کی اولاد میں باقی رہی۔ اس آیت کا سبب نزول اگرچہ خاص ہے لیکن جمع کے صیغوں کے استعمال ہونے کا قرینہ یہ بتاتا ہے کہ اعتبار عام ہے۔

جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، نعما میں میم کا ادغام ہے۔ اور ما نکرہ موصوفہ ہے۔ یعنی کتنی اچھی نصیحت ہے۔ جو امانت کی ادائیگی اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے۔ بیشک اللہ خوب سننے والا جو کہا گیا، جو ہوا اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔

سورہ نساء آیت ۵۸ کے شان نزول اور عثمان کے ایمان لانے کا واقعہ

یہ آیت کریمہ عثمان بن طلحہ حجبی کے بارے میں نازل ہوئی جو بنو عبد الدار میں سے تھا یہ کعبہ کا دربان تھا جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو عثمان نے بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا اور چھت پر چڑھ گیا رسول اللہ ﷺ نے چابی مانگی تو آپ کو بتایا گیا کہ چابی عثمان کے پاس ہے آپ ﷺ نے اس سے مانگی تو اس نے چابی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تو ان سے چابی نہ روکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ موڑا اور اس سے چابی چھین کر دروازہ کھول دیا رسول اللہ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں جب آپ باہر تشریف لائے تو عباس نے عرض کیا کہ چابی مجھے دے دی جائے تاکہ مجھے پانی پلانے اور دربانی دونوں کا موقع نصیب ہو جائے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ چابیاں دوبارہ عثمان کے حوالے کر دو اور اس سے معذرت بھی کرو چنانچہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا تو عثمان نے ان سے کہا اے علی میں نے تمہیں مجبور کیا اور تکلیف دی پھر بھی تم میرے ساتھ نرمی برتتے ہو تو آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ اللہ نے تیری شان میں یہ آیت نازل کی پھر اس پر یہ آیت تلاوت کی اس پر عثمان نے کہا کہ پھر میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور یہ کہہ کر اسلام لے آیا تھوڑی دیر بعد حضرت جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا کہ جب تک یہ بیت اللہ قائم رہے گا اس وقت اس کی چابیاں اور خدمت عثمان کی اولاد میں رہے گی چنانچہ آج بھی یہ انہیں کے پاس ہیں۔

(قرطبی 5-256)

حضرت مجاہد سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا، خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ کہ یہ آیت ابن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی نبی اس سے کعبہ کی چابی لے کر فتح مکہ کے دن کعبہ میں داخل ہو گئے جب آپ نکلے تو یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے آپ نے عثمان کو بلایا اور اس کے حوالے کر دی اور فرمایا اے بنو ابی طلحہ یہ لو اللہ کی امانت اسے تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی چھین نہیں سکتا۔ (نیسابوری 133، سیوطی 77، طبری 5-92)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب امانت ضائع

ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ جب کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1443)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ
فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں
جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بیان

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی" اَصْحَاب "الْاَمْر" اَیْ الْوُلَاة "مِنْكُمْ" اِذَا اَمَرُوْكُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ" اخْتَلَفْتُمْ "فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ" اَیْ اِلٰی کِتَابِه "وَالرَّسُوْلِ" مُدَّةَ حَیَاتِه وَبَعْدَه اِلٰی سُنَّتِه اَیْ اکْشِفُوْا عَلَیْهِ مِنْهُمَا "اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ" اَیْ الرَّدّ اِلَیْهِمَا "خَیْر" لَکُمْ مِنَ التَّنَازُع وَالْقَوْل بِالرَّاْیِ "وَاَحْسَن تَاْوِیْلًا" مَآلًا۔

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول ﷺ کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، یعنی جب وہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو یعنی جب تم کسی چیز میں اختلاف کر بیٹھو، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی طرح ان کی ظاہری حیات مبارکہ میں جبکہ وصال کے بعد ان کی سنت مبارکہ کی طرف لوٹ دو یعنی جو ان دونوں سے مسئلہ حل کرو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، ان دونوں کی طرف لوٹا دینا یہ جھگڑا کرنے اور رائے زنی کے قول سے بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

سورہ نساء آیت ۵۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ میں بھیجا۔ (بخاری 4308، مسلم 1834)

اور حضرت بن عباس ایک روایت میں اس بات کی خبر بھی دیتے ہیں کہ رسول اللہ نے عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کی طرف ایک سریہ میں حضرت خالد بن ولید کو بھیجا اس لشکر میں ان کے ساتھ عمار بن یاسر بھی تھے حضرت خالد چلتے رہے یہاں تک کہ جب قوم کے قریب پہنچے تو پڑاؤ ڈال لیا کہ صبح ان پر حملہ کریں گے اس قوم کے پاس ان کا ایک ڈرانے والا آیا پس وہ سوائے ایک آدمی کے سب بھاگ گئے جو اسلام لے آیا تھا اس شخص نے بھی اپنے گھر والوں کو کہا کہ سفر کے لیے تیاری کرو پھر وہ چلا یہاں تک کہ خالد رضی الہ عنہ کے لشکر کے پاس پہنچ گیا اور وہاں حضرت عمار کے پاس آیا اور کہا اے ابوالیقان بے شک میں تمہیں میں سے ہوں

جب میری قوم نے تمہارے متعلق سنا تو میرے سوا بھاگ گئے اور میں اپنے اسلام کی وجہ سے ٹھہرا رہا کیا یہ مجھے نفع دے گا یا میں بھی اپنی قوم کی طرح بھاگ جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرے رہو یہ تمہیں نفع دے گا چنانچہ وہ شخص واپس لوٹ گیا اور اپنے گھر والوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا صبح حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تو اس شخص کے سوا کسی کو نہ پایا آپ نے اس پر اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا آپ کے پاس عمار آئے اور کہا کہ اس شخص کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ یہ مسلمان ہے اور میں نے اسے امان دیا ہے اور میں نے ہی اس کو پناہ دی ہے اگرچہ آپ امیر ہیں اس موقع پر ان دونوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوئی یہ واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے تو اس شخص کا قصہ بیان کیا نبی نے ابھی اسے امان دیدی اور حضرت عمار کے امان کو برقرار رکھا اور آئندہ امیر کے ہوتے ہوئے امیر کی اجازت کے بغیر امان دینے سے منع فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت عمار اور خالد رضی اللہ عنہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کافی سخت کلامی ہوئی حضرت عمار خالد سے بہت سختی سے پیش آئے تو خالد رضی اللہ عنہ کو آ گیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس غلام کو مجھے گالی دینے کے لیے چھوڑتے ہیں اگر آپ موجود نہ ہوتے تو یہ مجھے کبھی گالی نہ دیتا یہ عمار ہاشم بن مغیرہ کے آزاد کردہ غلام تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد عمار سے باز رہ کیونکہ جو شخص عمار کو برا بھلا کہے گا اللہ اسے برا بھلا کہے گا جو عمار سے بغض رکھے گا اللہ اسے مبغوض رکھے گا اس پر عمار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور چل دیے حضرت خالد ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان کا کپڑا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے راضی ہو جایئے تو آپ حضرت خالد سے راضی ہو گئے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ (نیسابوری 136، طبری 5-94)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا
اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝
کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی
اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان کے پاس لیجانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ
اس کو نہ مانیں اور شیطان ان کو بہکا کر بہت دور لیجانا چاہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم نہ ماننے والے کیلئے حضرت عمر کے فیصلہ کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا اخْتَصَمَ يَهُوْدِيٌّ وَمُنَافِقٌ فَدَعَا الْمُنَافِقُ اِلٰى كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمَا وَدَعَا الْيَهُوْدِيُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيَاهُ فَقَضٰى لِلْيَهُوْدِيِّ فَلَمْ يَرْضَ الْمُنَافِقُ وَاَتَيَا عُمَرَ فَذَكَرَ الْيَهُوْدِيُّ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلْمُنَافِقِ اَكَذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ فَقَتَلَهُ "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ" الْكَثِيْرِ الطُّغْيَانِ

وَهُوَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ "وَقَدْ أُمِرُوْا أَنْ يَّكْفُرُوْا بِهِ" وَلَا يُوَالُوْهُ "وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا" عَنِ الْحَقِّ،

جب ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان جھگڑا ہوا تو منافق نے کعب بن اشرف سے فیصلہ کروانا چاہا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جبکہ یہودی نے یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لانا پس وہ دونوں بارگاہ رسالت ﷺ میں آئے تو آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا تو اس پر منافق راضی نہ ہو بلکہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو یہ یہودی نے پہلے فیصلہ کا ذکر کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا ایسا ہے تو اس منافق نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے پس آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان یعنی کعب بن اشرف کے پاس لیجانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں یعنی اس کے اقتدار کو تسلیم نہ کریں۔ اور شیطان ان کو حق سے بہکا کر بہت دور لیجانا چاہتا ہے۔

سورہ نساء آیت ۶۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کے اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا یہودی نے کہا ہمارے ساتھ محمد ﷺ کے پاس چلو اور منافق نے کہا بلکہ ہم تو کعب بن اشرف کے پاس جائیں گے اسی کا نام اللہ نے الطاغوت رکھا ہے یہودی نے اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے پاس لے جانے سے انکار کر دیا جب منافق نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا اور دونوں نے جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا جب یہ دونوں آپ کی خدمت میں سے نکلے تو منافق اس سے چمٹ گیا کہ اور کہا کہ ہم عمر بن خطاب کے پاس بھی جائیں گے چنانچہ وہ دونوں عمر کے پاس گئے یہودی نے کہا کہ ہم دونوں نے اپنا جھگڑا محمد ﷺ کی عدالت میں لے گئے تھے اور آپ نے میرے حق میں فیصلہ دیا لیکن یہ راضی نہیں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف جھگڑا لے کر آ گیا اور میرے ساتھ چمٹ گیا لہٰذا اب میں اس کے ساتھ آپ کے پاس آیا ہوں عمر نے پوچھا کہ معاملہ اسی طرح ہیں؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے ان سے کہا ذرا میں ابھی نکلتا ہوں اور آپ اندر گئے تلوار پکڑی اور اسے چھپالیا پھر ان کی طرف نکلے اور منافق پر وار کیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور فرمایا کہ میں اس شخص اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہو یہودی بھاگ گیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ عمر نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا اسی وجہ سے آپ کا لقب فاروق ہو گیا۔ (نیسابوری 137)

سدی کہتے ہیں کہ یہود میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئے اور کچھ منافق تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر زمانہ جاہلیت میں اس بات پر تھے کہ اگر بنو قریظہ کے ایک آدمی نے بنو نضیر کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو اسے بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا اور کھجور کے سو وسق وصول

کیے جائیں گے اور اگر بنونضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیا گیا تو اس کے لیے اس آدمی کو قتل نہ کیا جائیگا اور دیت کھجور کے ساٹھ وسق ہوں گی یہ نضیر قبیلہ اوس کے حلیف تھے اور یہ قریظہ سے زیادہ مکرم اور معزز تھے جبکہ قریظہ خزرج کے حلیف تھے چنانچہ بنونضیر کے ایک شخص نے قریظہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس بارے میں ان دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا تو بنونضیر کہنے لگے کہ ہم اور تم نے آپس میں زمانہ جاہلیت مین اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ تم میں سے قتل کیا جائے گا اور تم ہم سے بدلے میں قتل نہیں کرو گے اور یہ کہ تمہاری دیت ساٹھ وسق ہوگی اور ہماری دیت سو وسق ہوگی تو ہم تمہیں وہ ساٹھ وسق دیتے ہیں خزرج نے کہا یہ تو وہ چیز ہے جو تم زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے اور کیونکہ تم کثیر تھے اور ہم قلیل پس تم ہم پر غالب آ گئے لیکن اب ہم اور تم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہمارا دین ایک ہے اور تمہیں ہم کوئی فضیلت حاصل نہیں تو منافقین نے کہا چلو ابو بردہ اسلمی کاہن کے پاس چلتے ہیں اور مسلمانوں نے کہا نہیں بلکہ نبی کے پاس چلتے ہیں لیکن منافقین انکار کرتے رہے۔

اور آخر کار ابو بردہ اسلمی کے پاس آ گئے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں اس نے کہا تم مجھے بڑی رشوت دو انہوں نے کہا دس وسق دیں گے اس نے کہا نہیں بلکہ میری دیت مجھے سو وسق دو کیونکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نے نضیر قبیلہ کو غالب کر دیا تو اگر قریظہ قبیلہ کو غالب کر دیا تو نضیر مجھے قتل کر دیں گے لیکن انہوں نے دس وسق سے زائد دینے سے انکار کر دیا اور ابو بردہ نے بھی ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم نے قبیلہ اسلم کے کاہن کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا اور واپس چلا گیا پھر آپ نے اس کے دو بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ اپنے والد کو پکڑو اگر یہ فلاں گھاٹی پار کر گیا تو پھر کبھی بھی اسلام نہیں لائے گا ان دونوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے پکڑے رکھا یہاں تک کہ وہ واپس آیا اور اسلام قبول کر لیا نبی نے ایک منادی کو حکم دیا کہ اس نے یہ اعلان کر دیا کہ قبیلہ اسلم کا کاہن اسلام لے آیا۔ (سیرت ابن ہشام)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ کی طرف اور رسول کی طرف آ جاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے گریزاں رہتے ہیں۔

منافق قرآن اور بارگاہ رسالت ﷺ بھاگنے والے ہیں

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" فِي الْقُرْاٰنِ مِنَ الْحُكْمِ "وَاِلَى الرَّسُوْلِ" لِيَحْكُمَ بَيْنَكُمْ "رَاَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ" يُعْرِضُوْنَ "عَنْكَ" اِلٰى غَيْرِكَ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قرآن والے حکم کی طرف اور رسول مکرم ﷺ جو تمہارے درمیان حاکم ہیں ان کی طرف آ جاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے گریزاں رہتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے سوا کی طرف جائیں گے۔

سورہ نساء آیت ۶۱ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ابو برزہ اسلمی ایک کاہن شخص تھا، یہود اپنے بعض فیصلے اس سے کراتے تھے ایک واقعہ میں مشرکین بھی اس کی طرف دوڑے اس میں یہ آیتیں (آیت الم تر سے ترفیقا) تک نازل ہوئیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے لوگ یعنی منافقین کے دلوں میں جو کچھ ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو کامل ہے اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مخفی نہیں وہ ان کے ظاہر و باطن کا اسے علم ہے تو ان سے چشم پوشی کر ان کے باطنی ارادوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کر ہاں انہیں نفاق اور دوسروں سے شر و فساد وابستہ رہنے سے باز رہنے کی نصیحت کر اور دل میں اترنے والی باتیں ان سے کہہ بلکہ ان کے لئے دعا بھی کر۔

انصار سے مخالفت کرنا منافقت کی علامت ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار سے محبت کرنا ایماندار ہونے کی نشانی ہے اور انصار سے دشمنی رکھنا منافق ہونے کی علامت ہے۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 16)

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ
اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا۝
پھر ان کی حالت کیا ہوگی جب اپنی کارستانیوں کے باعث ان پر کوئی مصیبت آن پڑے تو اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے
آپ کی خدمت میں حاضر ہوں کہ ہم نے تو صرف بھلائی اور باہمی موافقت کا ہی ارادہ کیا تھا۔

بعض اعمال کا باعث مصیبت ہونے کا بیان

"فَكَيْفَ" يَصْنَعُوْنَ "إِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ" عُقُوبَةٌ "بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ" مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي اَيْ اَيَقْدِرُوْنَ عَلَى الْإِعْرَاضِ وَالْفِرَارِ مِنْهَا ؟ لَا "ثُمَّ جَاءُوكَ" مَعْطُوف عَلٰى يَصُدُّونَ "يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ" مَا "اَرَدْنَا" بِالْمُحَاكَمَةِ اِلَى غَيْرِك "اِلَّا اِحْسَانًا" صُلْحًا "وَتَوْفِيقًا" تَأْلِيفًا بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ بِالتَّقْرِيبِ فِي الْحُكْمِ دُوْنَ الْحَمْلِ عَلٰى مُرِّ الْحَقِّ،

پھر ان کی حالت کیا ہوگی جب اپنی کارستانیوں کے باعث ان پر کوئی مصیبت آن پڑے، یعنی آگے بھیجے ہوئے ان کے کفر اور نافرمانی کے سبب جو ان کو سزا پہنچے گی کیا وہ اس سے اعراض یا فرار ہو سکتے ہیں؟ کبھی بھی نہیں۔ جاؤک کا عطف یصدون پر ہے۔ تو اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، یعنی اس عمل سے ہمارا ارادہ آپ کے غیر سے محاکمہ کرنا ہے کہ ہم نے تو صرف بھلائی اور باہمی موافقت کا ہی ارادہ کیا تھا۔ یعنی دو گروہوں کے درمیان باہمی الفت جو حکم میں قریب ہو وہ لانا جبکہ حق بات کی تلخی پر ابھارنا ہرگز مقصود نہیں۔

منافق کی مشہور علامات کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہو جائیں تو وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو سمجھ لو کہ اس میں منافق کی ایک خصلت پیدا ہو گئی جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب عہد کرے تو توڑ ڈالے جب وعدہ کرے تو وعدے کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو آپے سے باہر ہو جائے سفیان کی حدیث میں یوں ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو گی اس میں نفاق کی علامت ہو گی۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 212)

منافق کیلئے قبر کے سوالوں سے لاعلمی اور عذاب کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے رخصت ہوتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے وہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا جانتا ہے؟ مومن تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی طرف دیکھو اللہ نے اس کے بدلے تمہیں جنت عطا کی وہ شخص یہ دونوں چیزیں دیکھتا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی قبر میں کشادگی پیدا کر دیتی ہے پھر انس کی حدیث کی طرف رجوع کیا اور منافق یا کافر سے کہا جاتا ہے کہ اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا تھا؟

وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے تو اس سے کہا جاتا ہے تو نے نہ تو عقل سے سمجھا اور نہ عقل سے سمجھنے کی کوشش کی اور لوہے کے ہتھوڑوں سے اسے مارا جاتا پس وہ اس طرح چلاتا ہے کہ سوائے انس و جن کے تمام چیزیں جو اس کے قریب ہوتی ہیں سنتی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1312)

منافق مدینہ منورہ کو یثرب کہتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایسے شہر جانے کا حکم دیا گیا جو دوسرے شہروں کو کھا جائے، منافق لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اس کا نام مدینہ ہے اور برے لوگوں کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1797)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا۝

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی ہر بات کو خوب جانتا ہے، پس آپ ان سے اعراض برتیں اور انہیں نصیحت کرتے رہیں اور ان سے ان کے بارے میں مؤثر گفتگو فرماتے رہیں۔

اچھے انداز سے وعظ کرنے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ " مِنَ النِّفَاقِ وَكَذِبِهِمْ فِيْ عُذْرِهِمْ "فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ" بِالصَّفْحِ "وَعِظْهُمْ" خَوِّفْهُمُ اللّٰهَ "وَقُلْ لَّهُمْ فِيْ" شَاْنِ "اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا" مُؤَثِّرًا فِيْهِمْ اَىْ اُزْجُرْهُمْ لِيَرْجِعُوْا عَنْ كُفْرِهِمْ،

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی ہر بات یعنی ان کے نفاق اور عذر میں ہونے والے جھوٹ کو خوب جانتا ہے، پس آپ ان سے اِعراض برتیں اور انہیں اللہ کا خوف دلا کر نصیحت کرتے رہیں اور ان سے ان کے بارے میں مؤثر گفتگو فرماتے رہیں۔ تاکہ اس اثر انداز والے وعظ کے سبب وہ کفر سے واپس آ جائیں۔

قیامت کے دن منافق کے اعضاء دل میں پوشیدہ منافقت کو کھول دیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں دوپہر کے وقت میں جبکہ کوئی بادل نہ ہو سورج کے دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تمہیں چودہویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہوں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگوں کو اپنے رب کے دیکھنے میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جتنا تمہیں سورج اور چاند میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں حجاب ہوتا ہے آپ نے فرمایا پھر اس کے بعد اللہ اپنے بندوں سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا اور تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا وہ عرض کرے گا جی ہاں اے پروردگار اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا وہ عرض کرے گا نہیں پھر اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر اللہ تیسرے سے ملاقات کرے گا اور اللہ اسے بھی اسی طرح سے فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے پروردگار میں تجھ پر اور تیری کتابوں پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور میں نے روزہ رکھا اور میں نے صدقہ وخیرات کیا اس سے جس قدر ہو سکے گی وہ اپنی نیکی کی تعریف کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے ابھی تیری نیکیوں کا پتہ چل جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اسے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران گوشت ہڈیوں سے کہا جائے گا بولو پھر اس کی رگ اور اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے بولیں گے اور یہ سب اس وجہ سے ہوگا کہ کسی نفس کی طرف سے کوئی عذر قائم نہ ہو سکے گا اور یہ منافق آدمی ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2937)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

گناہوں کی بخشش کیلئے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کا بیان

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ" فِيمَا يَأْمُر بِهِ وَيَحْكُم "بِاِذْنِ اللّٰه" بِاَمْرِهِ لَا لِيُعْصَى وَيُخَالَف "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ" بِتَحَاكُمِهِمْ اِلَى الطَّاغُوت "جَاءُوكَ" تَائِبِينَ "فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰه وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْل" فِيهِ اِلْتِفَات عَنِ الْخِطَاب تَفْخِيمًا لِشَاْنِهِ "لَوَجَدُوا اللّٰه تَوَّابًا" عَلَيْهِمْ "رَحِيمًا" بِهِمْ،

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، یعنی جس چیز کا وہ حکم دے، جبکہ اس کی نافرمانی اور اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ اور اگر جب وہ طاغوت کو حاکم بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب ﷺ! تو وہ توبہ کرتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ ان کی شفاعت فرمائے۔ اس میں خطاب کا التفات غائب کیلئے اس سبب سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان کا اظہار ہو۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، ان کے ساتھ مہربان پائیں۔

اس آیتِ کریمہ کو فقط سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات پر محمول کرنا، جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، نصِ قرآنی کا غلط اِطلاق اور قرآن فہمی سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ مذکورہِ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے محدّثین ومفسرین نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کو مطلق قرار دیا ہے۔

وصال رسول ﷺ کے بعد قبر رسول ﷺ پر حاضری کے سبب بخشش ہو جانے کا بیان

حافظ ابنِ کثیر اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عاصیوں اور خطا کاروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جب ان سے خطائیں اور گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرنا چاہئے اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم ہمارے لئے دعا فرمائیں جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اِسی لئے فرمایا گیا: لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے)۔ یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورۃ میں لکھا ہے: عُتبی کا بیان ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ ! میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی اُن کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے o میں آپ صلی اللہ علیک وسلم کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی! جن کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے، میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ علیک وسلم رونق افروز ہیں، جس میں بخشش اور جود و کرم جلوہ افروز ہے۔ پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرما رہے تھے: عُتبی! اعرابی حق کہہ رہا ہے، پس تو جا اور اُسے خوش خبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

(1 بیہقی، شعب الایمان، 3:495، 496، رقم: 4178۔ 2 ابن قدامہ، المغنی، 3:298۔ 3 نووی، کتاب الأذکار: 92-93۔ 4 سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: 4746۔ 5 مقریزی، إمتاع الأسماع، 14:615)

امام قرطبی نے اپنی معروف تفسیر الجامع لاحکام القرآن (5: 265-266) میں عتبی کی روایت سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ یوں بیان کیا ہے۔ ابو صادق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے فرطِ غم سے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر گرا لیا۔ قبرِ انور کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور عرض کیا،

اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کا قول مبارک سنا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اللہ سے احکامات لئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم سے احکام لئے اور اُنہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ (اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔۔۔)۔ میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم میرے لیے اِستغفار فرما دیں۔ اعرابی کی اِس (عاجزانہ اور محبت بھری) التجاء پر اُسے قبر سے ندا دی گئی: بیشک تمہاری مغفرت ہو گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 5:265)

عتبی کی اس روایت پر اکابر محدثینِ کرام نے اعتماد کیا ہے۔ امام نووی نے اسے اپنی معروف کتاب الایضاح کے چھٹے باب (ص: 454، 455) میں، شیخ ابو الفرج بن قدامہ نے اپنی تصنیف الشرح الکبیر (3:495) میں اور شیخ منصور بن یونس بہوتی نے اپنی کتاب کشاف القناع (5:30)، جو مذہب حنبلی کی مشہور کتاب ہے، میں اسے نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام مذاہب کے اجل ائمہ و علماء کا عتبی کی روایت کے مطابق دیہاتی کا روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر مغفرت طلب کرنا ان کی کتابوں میں زیارۃِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مناسکِ حج کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔ جن میں امام ابنِ کثیر، امام نووی، امام قرطبی، امام ابنِ قدامہ،

امام سبکی، امام سیوطی، امام زرقانی سمیت کئی ائمہ شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان اکابر محدثین ومفسرین کرام نے کفر اور گمراہی کو نقل کیا ہے؟ یا (معاذ اللہ) وہ بات نقل کی ہے جو بت پرستی یا قبر پرستی کی غماز ہے؟ اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو پھر کس امام کو معتبر اور کس کتاب کو ثقہ ومستند مانا جائے گا؟

لہٰذا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعد از وصال اُمت کے لئے استغفار فرمانا ممکن ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت کے حق میں انتہائی شفیق ورحیم ہونا نصوص قرآن وسنت سے ثابت اور متحقق ہے تو یہ امر قطعاً وحتماً معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از وصال بھی روضۂ مبارک پر حاضرِ خدمت ہونے والوں کو محروم نہیں فرماتے۔

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝
تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں
پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

نبی کریم ﷺ کو حاکم تسلیم کر لینے کا بیان

"فَلَا وَرَبِّكَ" لَا زَائِدَةٌ "لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ" اخْتَلَطَ "بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا" ضِيقًا اَوْ شَكًّا "مِمَّا قَضَيْتَ" بِهِ "وَيُسَلِّمُوْا" يَنْقَادُوْا لِحُكْمِكَ "تَسْلِيْمًا" مِنْ غَيْرِ مُعَارَضَةٍ،

یہاں پر لام زائدہ ہے۔ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں یعنی اپنے باہمی اختلاف میں آپ ﷺ کو اس طرح حاکم تسلیم کر لیں کہ ان کو کچھ بھی شک وشبہ نہ ہو۔ جو پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ یعنی آپ ﷺ کے حکم کے سامنے بغیر کسی چون وچرا کے اپنی گردنوں کو جھکا دیں۔

سورہ نساء آیت ۶۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری کا ان سے پانی پر جھگڑا ہو گیا جس سے وہ اپنی کھجوروں کو پانی دیا کرتے تھے۔ انصاری نے کہا کہ پانی کو چلتا ہوا چھوڑ دو لیکن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔ پھر وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو اور پھر اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دو۔ اس فیصلے سے انصاری ناراض ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ یہ فیصلہ اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چہرہ متغیر ہوگیا اور پھر فرمایا اے زبیر اپنے باغ کو سیراب کرو اور پانی روک لیا کرو یہاں تک کہ منڈیر تک واپس لوٹ جائے۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم میرے خیال میں یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے۔ پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے)۔ میں نے امام بخاری سے سنا انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث ابن وہب، لیث بن سعد سے وہ یونس سے وہ زہری سے اور وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ شعیب بن حمزہ اسے زہری سے اور وہ عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہوئے عبداللہ بن زبیر کا ذکر نہیں کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 966)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ
وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝
اور اگر ہم واقعی ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے
اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔

بنی اسرائیل کو طرح توبہ کا حکم امت مسلمہ پر نہ ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنْ" مُفَسِّرَة "اُقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوْ اُخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ" كَمَا كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيل "مَا فَعَلُوْهُ" اَيْ الْمَكْتُوْب عَلَيْهِمْ "اِلَّا قَلِيْل" بِالرَّفْعِ عَلَى الْبَدَل وَالنَّصْب عَلَى الِاسْتِثْنَاء "مِنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ" مِنْ طَاعَة الرَّسُوْل صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا" تَحْقِيْقًا لِاِيْمَانِهِمْ،

اور اگر ہم واقعی ان پر فرض کر دیتے، یہاں پر ان برائے تفسیر ہے۔ کہ اپنے آپ کو قتل کرو، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ، جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا۔ تو وہ فرض کردہ میں سے ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے، یہاں پر قلیل بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع جبکہ استثناء کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کرنا، تو یہ ان کے لیے بہتر اور ان کے ایمانوں کو زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔

سورہ نساء آیت ٦٦ کے سبب نزول کا بیان

سدی کا قول ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فخریہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر خود ہمارا قتل بھی فرض کیا تو بھی ہم کر گزریں گے اس پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا واللہ اگر ہم پر یہ فرض ہوتا تو ہم بھی کر گزرتے اس پر یہ آیت اتری اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ حکم ہوتا تو

اس کے بجالانے والوں میں ایک ابن ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہوتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ دو شخص اپنا جھگڑا لے کر دربار محمد ﷺ میں آئے آپ نے فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف فیصلہ تھا اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیجئے آپ نے فرمایا بہت اچھا ان کے پاس چلے جاؤ جب یہاں آئے تو جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اس نے سارا ہی واقعہ کہہ سنایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دوسرے سے پوچھا کیا یہ سچ ہے؟ اس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا اچھا تم دونوں یہاں ٹھہرو میں آتا ہوں اور فیصلہ کر دیتا ہوں تھوڑی دیر میں تلوار تانے آ گئے اور اس شخص کی جس نے کہا تھا کہ حضرت ہمیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیجئے گردن اڑا دی دوسرا شخص یہ دیکھتے ہی دوڑا بھاگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ساتھی تو مارڈالا گیا اور اگر میں بھی جان بچا کر بھاگ کر نہ آتا تو میری بھی خیر نہ تھی، آپ نے فرمایا میں عمر کو ایسا نہیں جانتا تھا کہ وہ اس جرات کے ساتھ ایک مومن کا خون بہا دے گا اس پر یہ آیت اتری اور اس کا خون برباد گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بری کر دیا لیکن یہ طریقہ لوگوں میں اس کے بعد بھی جاری نہ ہو جائے اس لئے اس کے بعد ہی یہ آیت اتری (وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ، (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ نساء، ۶۶، بیروت)

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
اور اس وقت ہم بھی انہیں اپنے حضور سے عظیم اجر عطا فرماتے۔

ایمان پر ثابت قدمی والوں کیلئے جنت ہونے کا بیان

"وَاِذًا" اَیْ لَوْ تَثَبَّتُوْا "لَاٰتَيْنَاهُمْ مِنْ لَّدُنَّا" مِنْ عِنْدِنَا "اَجْرًا عَظِيْمًا" هُوَ الْجَنَّةُ.

اور اس وقت اگر تم ثابت قدم رہتے تو ہم بھی انہیں اپنے حضور سے عظیم اجر عطا فرماتے۔ جو کہ جنت ہے۔

اذا۔ حرف جزا ہے۔ جواب شرط۔ جزا کے لئے آتا ہے تب۔ اس وقت۔ اصل میں یہ اذن ہے وقف کی صورت میں نون کو الف کی صورت میں بدل لیتے ہیں۔ یہاں اذا۔ وہ جواب ہے جس کا سوال مقدر ہے۔ جیسے کہ سوال ہے کہ اس خیر انہم اور اشد تثبیتا کے بعد پھر کیا ہوتا تو جواب ہے۔ تو پھر ہم ان کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

من لدنا۔ ہماری طرف سے لدن ظرف زمان ہے تو نہایت وقت کی ابتداء پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اقمت عنده من لدن طلوع الشمس الی غروبها ۔ میں اس کے پاس مقیم رہا ابتداء طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک۔ ظرف مکان بھی ہے جس کا معنی ہے پاس۔ طرف۔ قرآن حکیم میں عموماً اسی کا استعمال ہے مثلاً آیۃ ہذا۔

خوش قسمت لوگوں کیلئے رسول اللہ ﷺ کی دعا کا بیان

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے جریر کیا تم مجھے خثعم

کے گھر ذوالخلصہ کے معاملہ سے آزاد نہیں کر دیتے اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا پس میں ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ اس کی طرف چل پڑا اور میں گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مار کر فرمایا اے اللہ اسے ثابت قدمی عطا فرما اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا پس میں گیا اور اسے آگ میں جلا ڈالا پھر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں سے ایک آدمی کو جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خوشخبری دینے کے لئے بھیجا پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ہم ذوالخلصہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح کر کے چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا کی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1865)

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا٥
اور ہم انہیں یقیناً سیدھی راہ پر لگا دیتے۔

سورہ نساء آیت ۶۸ کے شان نزول کا بیان

"وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا" قَالَ بَعْض الصَّحَابَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ نَرَاك فِي الْجَنَّة وَأَنْت فِي الدَّرَجَات الْعُلٰى وَنَحْنُ أَسْفَل مِنْك ؟ فَنَزَلَ،

اور ہم انہیں یقیناً سیدھی راہ پر لگا دیتے، نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کو جنت میں کیسے دیکھ پائیں گے حالانکہ آپ ﷺ جنت کے اعلیٰ درجات میں جلوہ فرما ہوں گے۔ جبکہ ہم نچلے درجوں میں ہوں تو ان کی تسلی کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ایمان والوں کو آخرت میں اعلیٰ درجات نصیب ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت والے اپنے اوپر کے بالا خانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے کہ جس طرح تم مشرقی یا مغربی کناروں میں چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو اس وجہ سے کہ جنت والوں کے درجات میں آپس میں تفاوت ہوگا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا وہ انبیاء کے درجات ہوں گے کہ جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ ان لوگوں کو بھی وہ درجات عطا کئے جائیں گے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2643)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ
وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا٥

اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے

جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین کی رفاقت کا بیان

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ" فِيْمَا اَمَرَ بِهٖ "فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ" اَفَاضِل اَصْحَاب الْاَنْبِيَاء لِمُبَالَغَتِهِمْ فِي الصِّدْق وَالتَّصْدِيْق "وَالشُّهَدَاء" الْقَتْلٰى فِيْ سَبِيْل اللّٰه "وَالصَّالِحِيْنَ" غَيْر مَنْ ذُكِرَ "وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا" رُفَقَاء فِي الْجَنَّة بِاَنْ يَسْتَمْتِع فِيْهَا بِرُؤْيَتِهِمْ وَزِيَارَتهمْ وَالْحُضُور مَعَهُمْ وَاِنْ كَانَ مَقَرّهمْ فِي الدَّرَجَات الْعَالِيَة بِالنِّسْبَةِ اِلٰى غَيْرهمْ،

اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، یعنی جس کو اس کو حکم دیا جائے تو یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، یعنی جو انبیاء کرام علیہم السلام کے اصحاب میں زیادہ فضیلت والے ہیں کیونکہ وہ صدق اور تصدیق میں افضل ہیں، شہداء جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور صالحین جو ان کے سوا ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ یہی جنت کے ساتھی ہیں جن کی زیارت ومعیت سے فائدہ حاصل ہوگا۔ اگرچہ ان کے درجات بلند ہوں گے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کے درجات ان کی نسبت کم ہوں گے۔

سورہ نساء آیت ۶۹ کے سبب نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان کے بارے میں نازل ہوئی وہ آپ سے شدید محبت رکھتا تھا اور آپ کے بغیر زیادہ دیر نہ رہ سکتا تھا ایک دن وہ نبی کی خدمت میں اس حالت میں آیا کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور اس کا جسم لاغر ہو چکا تھا اور اس کے چہرے پر غم کے آثار نظر آتے تھے آپ نے اس سے فرمایا اے ثوبان تیرے رنگ کو کیا ہوا ہے کس چیز نے تبدیل کر دیا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نہ مجھے کوئی تنگی ہے اور نہ تکلیف لیکن جب میں آپ کو دیکھوں تو آپ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جب تک آپ سے مل نہ لوں شدید وحشت محسوس ہو جاتی ہے پھر مجھے آخرت یاد آ گئی اور یہ ڈر لاحق ہوا کہ میں آپ کو وہاں نہ دیکھ سکوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انبیاء کے ساتھ جنت میں بلند درجات ہوں گے اگر میں جنت میں داخل بھی ہو گیا تو آپ کے درجے سے بہت نیچے ہوں گا اور جنت میں داخل نہ ہوا تو پھر تو کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ پاؤں گا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (قرطبی 5،271)

مسروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے صحابہ نے کہا کہ ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ ہم دنیا میں آپ سے بالکل جدا ہی نہ ہوں کیونکہ جب آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے تو ہم سے بہت بلند درجات پہنچ جائیں گے اور ہم آپ سے ملاقات نہ کر سکیں گے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ، اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی

انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ۔ ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔ (قرطبی 5-272)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری جان و مال اور اہل تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں بعض اوقات میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آ جاتی ہے تو مجھے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ آپ کو آکر نہ دیکھ لوں لیکن جب مجھے اپنی اور آپ کی وفات کا خیال آتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ کا درجہ انبیاء کے ساتھ بہت بلند ہوگا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا تو ڈرتا ہوں کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ جبرائیل یہ آیت مبارکہ لے کر اترے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ (مجمع الزوائد 7-17)

ایمان کی اصل نبی کریم ﷺ کی محبت ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک (حضرت انس بن مالک بن نضر انصاریؓ ہیں اور مدینہ کے اصل باشندے تھے۔ آپ کی عمر جب دس سال کی تھی تو آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ ۹۶ھ میں انتقال فرمایا)۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 6)

حضرت عمر فاروق کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے جب یہ حدیث سنی تو عرض کیا "یا رسول اللہ! دنیا میں صرف اپنی جان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں "یعنی دنیا کے اور تمام رشتوں اور چیزوں سے زیادہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھتا ہوں مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میری جان ہے تم اب بھی کامل مومن نہیں ہوئے اس لئے کہ یہ مرتبہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں"۔ ان الفاظ نبوت نے جیسے آن واحد میں حضرت عمر فاروق کے دل و دماغ کی دنیا تبدیل کر دی ہو، وہ بے اختیار بولے۔ "یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو خوشخبری سنائی کہ اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا اور تم پکے مومن ہو گئے۔"

غزوہ احد کا واقعہ ہے۔ میدان جنگ میں جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور حق کی مٹھی بھر جماعت پر باطل کے لشکر جرار نے پوری قوت اور طاقت سے حملہ کیا تو دیکھا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت کے شوہر، باپ اور بھائی تینوں نے جام شہادت پیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر دیوانہ وار فدا ہو گئے، یہ دل دہلا دینے والی خبر اس عورت کو بھی پہنچائی گئی مگر اللہ پر ایمان کی پختگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اثر کہ بجائے اس کے کہ وہ عورت اپنے لواحقین کی شہادت پر نالہ و شیون اور ماتم و فریاد کرتی اس نے سب سے پہلے سوال کیا "خدارا مجھے یہ بتاؤ کہ میرے آقا اور سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان

قربان) تو بخیر ہیں؟۔"لوگوں نے کہا۔ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلامت ہیں" مگر اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی اور بے تابانہ کہنے لگی:"اچھا چلو! میں اپنی آنکھوں سے دیدار کرلوں تو یقین ہوگا" اور جب اس نے اپنی آنکھوں سے چہرہ انور کی زیارت کرلی تو بولی: کل مصیبۃ بعدک جلل۔جب آپ زندہ سلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سب سے زیادہ محبوب ہیں، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی ہے تو صبر نہیں آتا جب تک کہ یہاں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی نہیں کرلیتا۔مگر اب تو یہی غم کھائے جاتا ہے کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے، وہاں میری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیسے کرسکیں گی۔جب ہی یہ آیت نازل ہوئی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ (النساء ٦٩) "جو لوگ اللہ ورسول کا کہنا مانتے ہیں وہ (آخرت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام ہیں یعنی نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی صحبت بڑی غنیمت ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو یہ خوشخبری سنادی۔

عبداللہ بن زید بن عبدربہ جو صاحب اذان کے لقب سے مشہور تھے اپنے باغ میں کام کررہے تھے کہ اسی حالت میں ان کے صاحبزادہ نے آکر پریشانی والی خبر سنائی کہ سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرماگئے۔عشق نبوی سے سرشار اور محبت رسول سے سرمست، یہ صحابی اس جان گداز خبر کی تاب ضبط نہ لاسکے، بے تابانہ ہاتھ فضا میں بلند ہوئے اور زبان سے یہ حسرت ناک الفاظ نکلے: خداوندا اب مجھے بینائی کی دولت سے محروم کردے تاکہ یہ آنکھیں جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ومنور ہوا کرتی تھیں اب کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں (السنۃ)۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وتعلق کا وہی مقام حاصل تھا جو اس حدیث کا منشاء ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ ایمان کی سلامتی اور اپنے اسلام میں مضبوطی پیدا کرنا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت سے اپنے دل کو معمور کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے ہی کو مدار نجات جانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار اتباع شریعت اور اتباع رسول ہے جو آدمی شریعت پر عمل نہیں کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر نہیں چلتا، وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نعوذ باللہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝
یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

نیک لوگوں پر اللہ کا فضل ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ " اَیْ كَوْنُهُمْ مَعَ مَنْ ذُكِرَ مُبْتَدَأ خَبَره "الْفَضْل مِنْ اللّٰه" تَفَضَّلَ بِهِ عَلَيْهِمْ لَا اَنَّهُمْ نَالُوْهُ بِطَاعَتِهِمْ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا" بِثَوَابِ الْاٰخِرَة اَیْ فَثِقُوْا بِمَا اَخْبَرَكُمْ بِهٖ "وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْر "

یعنی مذکورہ ہستیوں کی رفاقت کا ہونا یہ فضل ہے۔ یہاں پر ذلک مبتداء اور فضل اس کی خبر ہے۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے، جو اللہ نے ان کو عطا فرمایا ہے جبکہ انہوں نے طاعت کے ساتھ اس کو نہیں پایا اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔ یعنی آخرت کے ثواب کو جاننے والا ہے لہٰذا تم اس پر اعتماد کرو کیونکہ اس کی طرح کوئی خبیر نہیں ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یہ اس بناء پر ہے کہ "ذلک" سے مراد وہ معیت و رفاقت ہو کہ جس کا ذکر گذشتہ آیت میں ہوا ہے اور بڑی فضیلت اس بناء پر ہے کہ جب "الفضل"، "ذلک" کیلئے خبر ہو۔ انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین کی ہم نشینی اور معاشرت، خدا اور رسول ﷺ کے اطاعت گذار بندوں کیلئے تفضّل الٰہی ہے۔ یہ اس بناء پر ہے کہ "ذلک"، جملہ "الذین انعم اللہ علیھم" سے مستفاد انعام کی طرف اشارہ ہو۔

نبی کریم ﷺ سے رفاقت و جنت مانگنے کا بیان

حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزاری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کا پانی وغیرہ لا کر دیا۔ تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مانگو کیا چاہتے ہو؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چاہیئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی؟ تو حضرت ربیعہ نے کہا کہ نہیں بس یہی چاہیئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے تم کثرت سجود کے ذریعے میری مدد کرو۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ کی محبت بڑا فضل ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بیٹے! اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو کہ صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو! پھر فرمایا: اے میرے بیٹے! یہی میری سنت ہے لہٰذا جس آدمی نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 170)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا۝
اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لیا کرو پھر متفرق جماعتیں ہو کر نکلو یا سب اکٹھے ہو کر کوچ کرو۔

دشمنان اسلام سے محتاط رہنے کا بیان

"یٰۤـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ" مِنْ عَدُوِّكُمْ اَیْ احْتَرِزُوْا مِنْهُ وَتَیَقَّظُوْا لَهٗ "فَانْفِرُوْا" انْهَضُوْا اِلٰی قِتَالِه "ثُبَاتٍ" مُتَفَرِّقِیْنَ سَرِیَّةً بَعْدَ اُخْرٰی "اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا" مُجْتَمِعِیْنَ،

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لیا کرو یعنی اپنے دشمن سے احتیاط کرو اور ہوشیار رہو۔ پھر تم ایک سریہ کے بعد دوسرے سریہ کی جانب متفرق جماعتیں ہو کر نکلو یا سب اکٹھے ہو کر کوچ کرو۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

حذرکم۔ تمہارا بچاؤ۔ جس کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ حذر کہلاتا ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ الحذر (س) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ قرآن حکیم میں ہے ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم، تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھ) ہیں سوان سے بچتے رہو۔

حذر سے یہاں مراد اسلحہ جنگ وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ خذوا حذرکم احتیاطی تدابیر مکمل رکھو۔ اپنے بچاؤ کا انتظام پورا رکھو۔ اپنے بچاؤ کے ہتھیار موجود رکھو۔ مقابلہ کے لئے چوکنے اور تیار رہو۔

انفروا۔ تم نکلو۔ تم کوچ کرو۔ (نصر، ضرب) نفیر اور نفور سے۔ جس کے معنی نکلنے کوچ کرنے۔ اور بھاگنے (فرار ہونے) کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں نفر کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہونے کے ہیں یا اس سے بیزار ہونے کے ہیں۔ فانفروا۔ پس تم نکلو۔ ثبات۔ جمع۔ ثبۃ واحد۔ گروہ۔ ٹولے۔ ثبات ای فی ثبات۔ جمیعا۔ سب اکٹھے ہو کر۔ جماعت کی صورت میں۔

انفروا۔ سے مراد مطلق باہر نکلنا بھی ہے اور جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلہ میں نکلنا بھی ہے یہاں دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جنگ احد کے بعد دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اطراف ونواح کے قبیلوں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے۔ اس لئے حکم ہوا کہ جب بھی باہر نکلو تو دشمنوں سے خطرہ کے پیش نظر مسلح ہو کر گروہ کی صورت میں نکلو تاکہ بوقت ضرورت خاطر خواہ مدافعت کر سکو۔

دوسری صورت میں پہلے خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اب دین کی سربلندی کے لئے جہاد کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں متفق ومجتمع حالت میں نکلو۔ اور باقاعدہ اسلحہ جنگ سے لیس ہو کر۔

نیک لوگوں کے ساتھ درجہ مانگنے کا بیان

حضرت انس بن مالک اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی تھیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں سو رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکراتے ہیں فرمایا میری امت کے کچھ لوگ اس وقت خواب میں میرے سامنے پیش کئے گئے اور وہ اس سبز دریا میں کشتی پر

تخت نشین بادشاہوں کی طرح سوار تھے۔

ام حرام نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کیجئے، کہ وہ مجھے انہیں لوگوں میں کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سو رہے اور مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام نے اسی قسم کی گفتگو پھر کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کا جواب دیا، انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے انہیں لوگوں میں سے کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں سے ہو چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت کے ہمراہ جہاد میں نکلیں وہ سب سے پہلا جہاد تھا جس میں مسلمان حضرت معاویہ کے ہمراہ دریا پار گئے تھے پھر جب وہ لوگ جہاد سے فارغ ہو کر مملکت شام میں لوٹے تو، ام حرام ایک جانور سے گر کر وہیں انتقال کر گئیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 74)

وَاِنَّ مِنۡكُمۡ لَمَنۡ لَّيُبَطِّئَنَّ‌ۚ فَاِنۡ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالَ قَدۡ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَىَّ اِذۡ لَمۡ اَكُنۡ مَّعَهُمۡ شَهِيۡدًا۝
اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت آ پہنچی تو کہے گا
بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔

منافقین کا جہاد سے گریز کرنے کا بیان

"وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبَطِّئَنَّ" لَيَتَاَخَّرَنَّ عَنْ الْقِتَال كَعَبْدِ اللّٰه بْن اُبَيّ الْمُنَافِق وَاَصْحَابه وَجَعَلَه مِنْهُمْ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِر وَاللَّام فِي الْفِعْل لِلْقَسَمِ "فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَة" كَقَتْلٍ وَهَزِيمَة "قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰه عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا" حَاضِرًا فَاُصَاب،

اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، جس طرح عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھی ہیں اور وہ ظاہری طور پر مسلمان بنے پھرتے ہیں۔ اور یہاں پر فعل میں لام قسم کیلئے آیا ہے۔ پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت یعنی قتل یا شکست کی صورت میں آ پہنچی تو کہے گا بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ یعنی اگر میں بھی ساتھ ہوتا تو مجھے بھی وہ پریشانی پہنچتی۔

جہاد کے موقع پر منافقین کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا بیان

منافقین کی خصلت ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے جی چرائیں اور دوسروں کو بھی بزدل بنائیں، جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول سردار منافقین کا فعل تھا اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے اس کا کردار یہ تھا کہ اگر حکمت الٰہیہ سے مسلمانوں کو دشمنوں کے مقابلہ میں کامیابی نہ ہوتی دشمن ان پر چھا جاتا انہیں نقصان پہنچاتا ان کے آدمی شہید ہوتے تو یہ گھر بیٹھا خوشیاں مناتا اور اپنی دانائی پر اکڑتا اور اپنا اس جہاد میں شریک نہ ہونا اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام قرار دیتا لیکن بے خبر یہ نہیں سمجھتا کہ جو اجر و ثواب ان مجاہدین کو ملا اس سے یہ بدنصیب یک لخت محروم رہا اگر یہ بھی ان میں شامل ہوتا تو غازی کا درجہ پاتا اپنے صبر کے ثواب سمیٹتا یا شہادت کے بلند

مرتبے تک پہنچ جاتا، اور اگر مسلمان مجاہدین کا اللہ کا فضل معاون ہوتا یعنی یہ دشمنوں پر غالب آ جاتے ان کی فتح ہوتی دشمنوں کو انہوں نے پامال کیا اور مال غنیمت لونڈی غلام لے کر خیر عافیت ظفر اور نصرت کے ساتھ لوٹتے تو یہ انگاروں پر لوٹتا اور ایسے لمبے لمبے سانس لے کر ہائے وائے کرتا ہے اور اس طرح بچھتاتا ہے اور ایسے کلمات زبان سے نکالتا ہے گویا یہ دین تمہارا نہیں بلکہ اس کا دین ہے اور کہتا افسوس میں ان کے ساتھ نہ ہوا اور نہ مجھے بھی حصہ ملتا اور میں بھی لونڈی، غلام، مال، متاع والا بن جاتا الغرض دنیا پر ریجھا ہوا اور اسی پر مٹا ہوا ہے۔

جہاد میں استعمال ہونے والی سواریوں کا باعث ثواب بن کر آنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے گھوڑا پالے اور محض اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے اس کے وعدوں کو سچا سمجھے تو بیشک اس کا کھانا اس کا پینا اس کی لید اور اس کا پیشاب غرض اس کی ہر چیز ثواب بن کر قیامت کے دن اس جہاد کرنے والے کے اعمال میں وزن کی جائے گی اور یہ وزن بڑا بھاری ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 126)

انبیاء وصالحین کیلئے پریشانی کا بطور آزمائش ہونے کا بیان

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کون شخص (محنت ومصیبت کی) زیادہ بلاء میں مبتلا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "انبیاء۔ پھر وہ لوگ جو انبیاء سے بہت زیادہ مشابہ ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے بہت زیادہ مشابہ ہوں۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) انسان اپنے دین کے مطابق (مصیبت میں) مبتلا کیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی ہلکی ہوتی ہے، (لہٰذا اپنے دین میں سخت شخص اسی طرح ہمیشہ) مصیبت وبلاء میں گرفتار رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ (اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 41)

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ
يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○
اور اگر تمہیں اللہ کی جانب سے کوئی نعمت نصیب ہو جائے تو یہی ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کچھ دوستی
ہی نہ تھی کہ اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔

مال غنیمت سے رہ جانے پر منافقین کی حسرت کا بیان

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "اَصَابَكُمْ فَضْل مِنْ اللّٰه" كَفَتْحٍ وَغَنِيمَة "لَيَقُولَنَّ" نَادِمًا "كَاَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمهَا

مَحْذُوْف اَیْ کَاَنَّہٗ "لَمْ یَکُنْ" بِـالْیَاءِ وَالتَّاء "بَیْنَکُمْ وَبَیْنَہ مَوَدَّۃٌ" مَعْرِفَۃٌ وَصَدَاقَۃٌ وَھٰذَا رَاجِعٌ اِلٰی قَوْلِہ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیَّ . اعْتَرَضَ بِہٖ بَیْنَ الْقَوْلِ وَمَقُوْلِہ وَھُوَ "یَا" لِلتَّنْبِیْہِ "لَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَھُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا" اٰخُذُ حَظًّا وَّافِرًا مِنَ الْغَنِیْمَۃِ،

لئن میں لام قسم کیلئے آیا ہے۔اور اگر تمہیں اللہ کی جانب سے کوئی نعمت کامیابی وغنیمت کی صورت میں نصیب ہو جائے تو ندامت میں یہی ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کچھ دوستی ہی نہ تھی، کان مخففہ ہے اس کا اسم محذوف یعنی اصل میں کانہ تھا۔اور یکن یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔اور یہاں پر باہمی محبت سے معرفت وصداق مراد ہے۔اور یہ جملہ قد انعم اللہ سے متعلق ہے۔اور یہ قول مقولہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔اور وہ "لَیْتَنِیْ" کہ اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔یعنی میں غنیمت سے بڑی مقدار میں حصہ حاصل کر لیتا۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لیقولن۔مضارع بلام تاکید نون ثقلیہ واحد مذکر غائب۔تو ضرور کہہ اٹھے۔فعل بافاعل یلیتنی، عظیما۔مفعول۔کان لم تکن، مودۃ . لیقولن اور یلیتنی کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی جیسے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی یا باہمی محبت کا کوئی رشتہ تھا ہی نہیں۔اور اسے محض اپنی خودغرضی ملحوظ ہے مومنوں سے اسے کوئی سروکار نہیں۔مودۃ۔مصدر۔دوستی۔محبت۔دلی رغبت۔

آزمائش کے وقت صبر سے کام لینے کا بیان

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو، یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو (گویا آپ نے بات کی اہمیت کو زیادہ موثر اور تاکیدی انداز میں بیان کرنے کے لئے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا) اور یقیناً نیک بخت وہ شخص بھی ہے جو فتنہ میں مبتلا کیا گیا لیکن اس نے صبر وضبط کا دامن پکڑے رکھا اور قابل افسوس وہ شخص ہے جو نہ فتنوں سے محفوظ رکھا گیا اور نہ اس نے صبر وضبط اختیار کیا۔(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1341)

فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ ؕ وَمَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا۝

تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔

دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فروخت کرنے کا بیان

[illegible] "اللّٰہِ" لِاِعْلَاءِ دِیْنِہٖ "الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ" یَبِیْعُوْنَ "الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ یُّقَاتِلْ

فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَل" یُسْتَشْهَد "اَوْ یَغْلِب" یَظْفَر بِعَدُوِّهٖ "فَسَوْفَ نُؤْتِیهِ اَجْرًا عَظِیْمًا" ثَوَابًا جَزِیْلًا،

تو انہیں اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کیلئے لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یعنی شہید ہو جائے یا غالب آئے یعنی دشمن پر کامیاب ہو جائے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب یعنی ہمیشہ رہنے والا ثواب دیں گے۔

پس اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہونے والے مومنوں کو چاہیے کہ ان سے جہاد کریں جو اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر رہے ہیں اپنے کفر اور عدم ایمان کے باعث اپنی آخرت کو برباد کر کے دنیا بناتے ہیں۔ سنو! اللہ کی راہ کا مجاہد کبھی نقصان نہیں اٹھاتا اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں قتل کیا گیا تو اجر موجود غالب رہا تو ثواب حاضر۔ بخاری مسلم میں ہے کہ اللہ کی راہ کے مجاہد کا ضامن خود اللہ عزوجل ہے یا تو اس فوت کر کے جنت میں پہنچائے گا جس جگہ سے وہ چلا ہے وہیں اجر و غنیمت کے ساتھ صحیح سالم واپس لائے گا۔

اللہ کے دین کی خاطر جہاد کرنے میں فضیلت کا بیان

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا' کوئی شخص مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت اور ناموری کے لیے اور کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور کوئی غصے اور قومی حمیت کی وجہ سے لڑتا ہے۔ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟' آپ نے فرمایا' اللہ کی راہ میں لڑنے والا صرف وہ ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس سے اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' جو شخص اس حال میں مرے کہ نہ اس نے اللہ کے راستے میں جنگ کی اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں اس کا خیال گزرا ہو تو اس کی موت نفاق کی ایک شاخ پر ہوگی۔ (مسلم، کتاب الامارۃ)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا کہ 'لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟' فرمایا' جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا'! اگر میری امت پر یہ بات گرانبار نہ ہوتی تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب الجہاد من الایمان۔۔۔ مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب فضل الجہاد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ 'جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (بلندی درجات کے حساب سے) مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے اور ہر درجے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، مسلم، کتاب الامارۃ)

آپ نے فرمایا' جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر اسے آگ چھوئے۔

(بخاری، کتاب الجہاد)

آپ نے فرمایا' خوب جان لو! جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

آپ نے فرمایا' اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' جو شخص اللہ کی راہ میں خالصتاً جہاد کرنے کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے اور اللہ کے ارشادات کا اسے یقین ہو تو اللہ اسے یا تو شہادت کا درجہ دے کر جنت میں داخل کرے گا یا ثواب اور مال غنیمت دلا کر بخیر وعافیت اسے اس کے گھر لوٹائے گا۔ (بخاری، کتاب التوحید)

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ
وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝
اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس
بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔

مقصد جہاد مسلمانوں کو تکالیف سے نجات دلوانے کا بیان

"وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ" اسْتِفْهَام تَوْبِيخ اَىْ لَا مَانِع لَكُمْ مِنَ الْقِتَال "فِىْ سَبِيْلِ اللّٰه" وَفِىْ تَخْلِيص "الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَال وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَان" "الَّذِيْنَ حَبَسَهُمْ الْكُفَّار عَنْ الْهِجْرَة وَاٰذَوْهُمْ قَالَ ابْن عَبَّاس رَضِىَ اللّٰه عَنْهُمَا: كُنْت اَنَا وَاُمِّى مِنْهُمْ "الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ" دَاعِيْنَ يَا "رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَة" مَكَّة "الظَّالِم اَهْلُهَا" بِالْكُفْرِ "وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْك" "مِنْ عِنْدك "وَلِيًّا" يَتَوَلّٰى اُمُورنَا "وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْك نَصِيرًا" "يَمْنَعنَا مِنْهُمْ وَقَدْ اسْتَجَابَ اللّٰه دُعَاءَهُمْ فَيَسَّرَ لِبَعْضِهِمْ الْخُرُوج وَبَقِىَ بَعْضهمْ اِلٰى اَنْ فُتِحَتْ مَكَّة وَوَلّٰى صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَتَّاب بْن اَسِيد فَاَنْصَفَ مَظْلُومهمْ مِنْ ظَالِمهمْ،

اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں یہاں استفہام زجر و توبیخ کیلئے آیا ہے کہ کسی چیز نے بھی ان کو لڑنے سے روکا نہیں ہے اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے یہ دعا کر رہے ہیں یعنی کمزوروں مرد و خواتین اور بچوں اور جن کو کافروں نے ہجرت سے روک رکھا ہے۔ اور انہیں تکالیف پہنچاتے ہیں۔

مالکم کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کیا وجہ ہے۔ یہ استفہام تحریض علی الجہاد کے لئے ہے یعنی جہاد میں برانگیختہ کرنے کے لئے ہے۔

والمستضعفین ۔ اسم مفعول جمع مذکر (باب استفعال) سبیل اللہ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ یعنی کہ تم جنگ

مراد ہیں وہ جو مکہ میں مسلمان ہوئے اور مشرکین نے ان کو ہجرت سے روکے رکھا۔ اور ان پر طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں کیں۔

سورہ نساء آیت ۷۵ کے مضمون نزول کا بیان

اس آیت میں مؤمنین نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی درخواست کی تھی ایک یہ کہ ہم کو اس قریہ سے نکالیں (یہاں قریہ سے مراد مکہ ہے) دوسری یہ کہ ہمارے لئے کوئی ناصر اور مددگار بھیج دیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں باتیں قبول فرمائی ہیں، اس طرح کہ بعض کو وہاں سے نکلنے کے مواقع میسر کیے جن سے ان کی پہلی بات پوری ہوئی، بعض اسی جگہ رہے، یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید کو ان کا متولی مقرر کیا، جنہوں نے مظلومین کو ان کے ظالمین سے نجات دلائی، اس طرح سے ان کی دوسری بات بھی پوری ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی انہی لوگوں میں تھے۔ جو یہ پکارتے ہوئے عرض کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے جو ہمارے معاملات کا متولی ہو اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔ جو ہمیں ان کے نجات دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالیا پس ان کیلئے مکہ سے ہجرت کرنے کو آسان بنادیا۔ اور جو فتح مکہ کے دن تک باقی بچ رہے۔ تو ان پر نبی کریم ﷺ نے عتاب بن اسید کو متولی بنادیا جس نے ظالموں اور مظلوموں کے درمیان انصاف کیا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ
فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۠
ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو.
بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔

شیطان کے دوستوں سے جہاد کرنے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ الطَّاغُوت " الشَّيْطَان "فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاء الشَّيْطَان " أَنْصَار دِينه تَغْلِبُوهُمْ لِقُوَّتِكُمْ بِاللّٰهِ "إِنَّ كَيْد الشَّيْطَان " بِالْمُؤْمِنِينَ "كَانَ ضَعِيفًا" وَاهِيًا لَا يُقَاوِم كَيْد اللّٰه بِالْكَافِرِينَ؛

ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو، یعنی شیطان کے دین والے دوستوں سے لڑو تم اللہ کی طاقت کے سبب ان پر غلبہ پاؤ گے۔ بیشک شیطان کا داؤ اہل ایمان پر کمزور ہے۔ وہ کافروں کو ساتھ ملا کر بھی اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

جنگ بدر سے شیطان کے بھاگنے کا بیان

جنگ بدر میں ایسا ہی ہوا کہ پہلے شیطان کافروں کے سامنے لمبی ڈینگیں مارتا رہا اور اس نے کافروں کو مکمل یقین دلایا کہ: لاغالب لکم الیوم آج کے دن تم لوگوں کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا اس لئے کہ انی جار لکم (میں تمہارا مددگار ہوں) میں اپنے تمام لاؤلشکر کے ساتھ تمہاری مدد کو آؤں گا، جب تک جنگ شروع ہوئی تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ اگرچہ آگے بڑھا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کی حمایت میں فرشتے آ پہنچے ہیں تو اس نے اپنی تدبیر کونا کام پا کر الٹے پاؤں بھاگنا شروع کردیا اور اپنے دوستوں یعنی کافروں سے کہا: انی بری منکم، انی اری مالاترون انی اخاف اللہ، واللہ شدید العقاب میں تم لوگوں سے بری ہوں، اس لئے کہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جس کی تم کو خبر نہیں (یعنی فرشتوں کا لشکر) میں اللہ سے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (تفسیر مظہری سورہ نساء، لاہور)

اس آیت میں شیطان کی تدبیر کو جو ضعیف کہا گیا ہے اس کے لئے اسی آیت سے دو شرطیں بھی مفہوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ وہ آدمی جس کے مقابلہ میں شیطان تدبیر کر رہا ہے مسلمان ہو اور دوسری یہ کہ اس کا کام محض اللہ ہی کے لئے ہو، کوئی دنیوی نفسانی غرض نہ ہو، پہلی شرط الذین امنوا سے اور دوسری یقاتلون فی سبیل اللہ سے معلوم ہوتی ہے، اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی فوت ہو جائے تو پھر ضروری نہیں کہ شیطان کی تدبیر اس کے مقابل میں کمزور ہو۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب تم شیطان کو دیکھو تو بغیر کسی خوف وخدشہ کے اس پر حملہ کردو۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی ان کید الشیطن کان ضعیفاً، (احکام القرآن للسیوطی)

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَ قَالُوْا
رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ
وَ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ۝
کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا
اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے
ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا
ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تکالیف کے باوجود صبر کرنے والوں کا بیان

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ" عَنْ قِتَالِ الْكُفَّارِ لَمَّا طَلَبُوْهُ بِمَكَّةَ لِاَذَى الْكُفَّارِ لَهُمْ وَهُمْ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ "وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَ اٰتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ" فُرِضَ "عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ" يَخَافُوْنَ "النَّاسَ" الْكُفَّارَ اَىْ عَذَابَهُمْ بِالْقَتْلِ "كَخَشْيَةِ" كَخَشْيَتِهِمْ عَذَابَ "اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً" مِنْ خَشْيَتِهِمْ لَهُ وَنَصْبُ اَشَدَّ عَلَى الْحَالِ وَجَوَابُ لَمَّا دَلَّ عَلَيْهِ اِذَا وَمَا بَعْدَهَا اَىْ فَاجَاَتْهُمُ الْخَشْيَةُ "وَقَالُوْا" جَزَعًا مِنَ الْمَوْتِ "رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا" هَلَّا "اَخَّرْتَنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ" لَهُمْ "مَتَاعُ الدُّنْيَا" مَا يَتَمَتَّعُ بِهٖ فِيْهَا اَوِ الْاِسْتِمْتَاعُ بِهَا "قَلِيْلٌ" اٰيِلٌ اِلَى الْفَنَاءِ "وَالْاٰخِرَةُ" اَىِ الْجَنَّةُ "خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقٰى" عِقَابَ اللّٰهِ بِتَرْكِ مَعْصِيَتِهٖ "وَلَا تُظْلَمُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ تُنْقَصُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ "فَتِيْلًا" قَدْرَ قِشْرَةِ النَّوَاةِ فَجَاهِدُوْا،

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ کفار کے قتل سے اپنے ہاتھ روکے رکھو جبکہ کافروں کی تکالیف کے سبب انہوں نے مکہ میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا مطالبہ کیا اور وہ صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں یعنی کفار کی سختیوں قتل وغیرہ سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا یہاں پر اشد حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور لما کے جواب پر اذا اور اس کے بعد والا کلام دلالت کر رہا ہے اور موت سے گھبرا کر انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ تو آپ ان سے فرمادیں کہ دنیا کا سامان جس سے تم نفع اٹھاتے ہو یا جس میں نفع ہے، بہت تھوڑا ہے کیونکہ فنا ہو جائے گا۔ اور آخرت یعنی جنت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی ہے یعنی اللہ کے عذاب سے ڈر کر معصیت کو ترک کر دے۔ اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یہاں پر "وَلَا تُظْلَمُوْنَ" تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی تمہارے اعمال میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔ فتیل سے مراد گٹھلی کے چھلکے کی مقدار کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پس تم جہاد کرو۔

سورہ نساء آیت ۷۷ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ جن میں عبدالرحمٰن بن عوف، مقداد بن اسود، قدامہ بن مظعون اور سعد بن ابی وقاص بھی ہیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے مشرکین انہیں بہت زیادہ تکالیف پہنچایا کرتے تھے یہ لوگ کہتے یا رسول اللہ ﷺ ہمیں آپ ان سے قتال کی اجازت مرحمت فرمائیں تو آپ ان سے فرماتے کہ ان سے اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو کیونکہ مجھے ابھی تک قتال کا حکم نہیں دیا گیا جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے اور اللہ نے مسلمانوں کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا تو بعض نے اس کو ناپسند کیا اور قتال کا حکم ان پر شاق گذرا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 140)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن اور ان کے ساتھی مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا

اے اللہ کے نبی ﷺ جب ہم مشرک تھے اس وقت ہم عزت سے رہتے تھے لیکن جب ہم ایمان لے آئے تو ہم ذلیل ہو گئے اور تو آپ نے ان سے فرمایا کہ مجھے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا تم ان لوگوں سے مت لڑو جب اللہ آپ کو مدینہ لے گیا تو آپ کو قتال کا حکم دیا گیا اس وقت یہ لوگ قتال سے رک گئے تو اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (تفسیر طبری 5۔108)

جہاد کی فرضیت کے حکم کے وقت وپس منظر کا بیان

ابتدائے اسلام میں جب مکہ شریف میں تھے کمزور تھے حرمت والے شہر میں تھے کفار کا غلبہ تھا یہ انہی کے شہر میں تھے وہ بکثرت تھے جنگی اسباب میں ہر طرح فوقیت رکھتے ہیں، اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد و قتال کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ ان سے فرمایا تھا کہ کافروں کی ایذائیں سہتے چلے جائیں ان کی مخالفت برداشت کریں، ان کے ظلم وستم برداشت کریں، جو احکام اللہ نازل ہو چکے ہیں ان پر عامل رہیں نماز ادا کرتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہا کریں، گو ان میں عموماً مال کی زیادتی بھی نہ تھی لیکن تاہم مسکینوں اور محتاجوں کے کام آنے کا اور ان کی ہمدردی کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا مصلحت الٰہی کا تقاضہ یہ تھا کہ سردست یہ کفار سے نہ لڑیں بلکہ صبر وضبط سے کام لیں ادھر کافی بڑی دلیری سے ان پر ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے ہر چھوٹے بڑے کو سخت سے سخت سزائیں دے رہے تھے، مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس لئے ان کے دل میں رہ رہ کر جوش اٹھتا تھا اور زبان سے الفاظ نکل جاتے تھے کہ اس روزمرہ کی مصیبتوں سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک مرتبہ دل کی بھڑاس نکل جائے، دو دو ہاتھ میدان میں ہو لیں کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاں کا حکم دے دے، لیکن اب تک حکم نہیں ملا تھا، جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی اور مسلمان اپنی زمین، زر، رشتہ، کنبے، اللہ عزوجل کے نام پر قربان کر کے اپنا دین لے کر مکہ سے ہجرت کر کے مدینے پہنچے یہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سہولت دی امن کی جگہ دی امداد کے لئے انصار مدینہ دیئے، تعداد میں کثرت ہو گئی قوت وطاقت قدر بڑھ گئی تو اب اللہ حاکم مطلق کی طرف سے اجازت ملی کہ اپنے لڑنے والوں سے لڑو، جہاد کا حکم اترتے ہی بعض لوگ خوف زدہ ہوئے جہاد کا تصور کر کے میدان میں قتل کئے جانے کا تصور عورتوں کے بیوہ ہونے کا خیال، بچوں کی یتیمی کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا گھبراہٹ میں کہہ اٹھے کہ اے اللہ ابھی سے جہاد کیوں فرض کر دیا کچھ تو مہلت دی ہوتی۔

اسی مضمون کو دوسری آیتوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ (وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ (47۔محمد:20) مختصر مطلب یہ ہے کہ ایماندار کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی جاتی جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو بیمار دل لوگ چیخ اٹھتے ہیں ٹیڑھے تیوروں سے تجھے گھورتے ہیں اور موت کی غشی والوں کی طرح اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں ان پر افسوس ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مکہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اے نبی اللہ ہم کفر کی حالت میں منع کرتے ہیں جن سے کفار کی جرأت بڑھ گئی ہے۔ اور وہ ہمیں ذلیل کرنے لگے ہیں تو آپ ہمیں مقابلہ کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟) لیکن آپ نے جواب دیا مجھے اللہ کا حکم یہی ہے کہ ہم درگزر کریں کافروں سے جنگ نہ کریں۔ پھر جب مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور جہاد کے

احکام نازل ہوئے تو لوگ ہچکچانے لگے اس پر یہ آیت اتری۔ (نسائی، حاکم ابن مردویہ)

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ
یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ کُلٌّ
مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا ○
تم جہاں کہیں بھی ہوگے، موت تمہیں آئے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو اور جب انہیں بھلائی پہنچتی ہے۔ تو کہتے ہیں
کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہے۔ کہہ دیجیے کہ
یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخران لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں ہیں؟

موت مضبوط قلعہ والوں کے پاس بھی آکر رہے گی

"اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِککُّمُ الۡمَوۡت وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡج " حُصُوۡن "مُشَیَّدَة" مُرۡتَفِعَة فَلَا تَخۡشَوۡا الۡقِتَال خَوۡف الۡمَوۡت "وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ " اَیۡ الۡیَهُوۡد "حَسَنَة" خِصۡب وَسِعَة "یَقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡد اللّٰه وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَة" جَدۡب وَبَلَاء کَمَا حَصَلَ لَهُمۡ عِنۡد قُدُوم النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ الۡمَدِیۡنَة "یَقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدك " یَا مُحَمَّد اَیۡ بِشُؤۡمِك "قُلۡ" لَهُمۡ "کُلّ" مِنۡ الۡحَسَنَة وَالسَّیِّئَة "مِنۡ عِنۡد اللّٰه" مِنۡ قِبَله "لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ " اَیۡ لَا یُقَارِبُوۡنَ اَنۡ یَفۡهَمُوۡا "حَدِیۡثًا" یُلۡقَی اِلَیۡهِمۡ وَمَا اسۡتِفۡهَام تَعۡجِیب مِنۡ فَرۡط جَهۡلهمۡ وَنَفۡی مُقَارَبَة الۡفِعۡل اَشَدّ مِنۡ نَفۡیه،

تم جہاں کہیں بھی ہوگے، موت تمہیں آئے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو یعنی وہ بلند قلعے جہاں تمہیں موت کا کوئی خوف بھی نہ ہو، اور جب انہیں یعنی یہود کو بھلائی یعنی خوشحالی پہنچتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی ہے یعنی جس طرح نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ میں آمد پر خشک سالی آئی، تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہے۔ یعنی اے محمد ﷺ کے آنے کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجیے کہ یہ اچھائی یا برائی سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں ہیں؟ یعنی کسی بات کو سمجھنے کی قریب بھی نہیں جاتے۔ جو ان کو سمجھائی جاتی ہے۔ اور یہ استفہام تعجب کیلئے آیا ہے۔ یعنی جہالت پر تعجب ہے۔ مقاربت فعل کی نفی فعل کی نفی سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔

سورہ نساء آیت ۷۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے یوم احد میں کچھ مسلمانوں کو شہادت کی موت عطا فرمائی تو ان منافقین نے کہا جو جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے کہ اگر یہ ہمارے بھائی جو شہید ہوگئے ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ شہید ہوتے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی 5-282)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قوت جبکہ آپ بستر مرگ پر ہیں فرماتے ہیں اللہ کی قسم فلاں جگہ غرض بیسیوں لڑائیوں میں سینکڑوں معرکوں میں گیا ثابت قدمی پامردی کے ساتھ دلیرانہ جہاد کیے آؤ دیکھو میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہ پاؤ گے جہاں کوئی نہ کوئی نشان نیزے یا برچھے یا تیر یا بھالے کا تلوار اور ہتھیار کا نہ ہو لیکن چونکہ میدان جنگ میں موت نہ لکھی تھی اب دیکھو اپنے بستر پر اپنی موت کے پنجے سے بلند و بالا مضبوط اور مضبوط قلعے اور محل بھی بچا نہیں سکتے۔

مضبوط قلعہ میں مکڑی کے سبب ایک عورت کی موت واقع ہونے کا واقعہ

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حضرت مجاہد مروی ہے کہ اگلے زمانے میں ایک عورت حاملہ تھی جب اسے درد ہونے لگے اور بچی تولد ہوئی تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا لڑکی یا لڑکا؟ اس نے کہا لڑکی ہوئی ہے کہا سن یہ لڑکی ایک سو آدمیوں سے زنا کرائے گی پھر اس کے ہاں اب جو شخص ملازم ہے اسی سے اس کا نکاح ہوگا اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی۔ یہ شخص یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھری لے کر اس لڑکی کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اسے مردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا اس کی ماں نے یہ حال دیکھ کر اپنی بچی کے پیٹ کو ٹانکے دیئے اور علاج معالجہ شروع کیا جس سے اس کا زخم بھر گیا اب ایک زمانہ گزر گیا ادھر یہ لڑکی بلوغت کو پہنچ گئی اور تھی بھی اچھی شکل وصورت کی بدچلنی میں پڑ گئی ادھر ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا کام کاج شروع کیا اور بہت رقم پیدا کی کل مال سمیٹ کر بہت مدت بعد یہ پھر اسی اپنے گاؤں میں آ گیا ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں گاؤں میں جو بہت خوبصورت عورت ہو اس سے میرا نکاح کرا دو، یہ عورت گئی اور چونکہ شہر بھر میں اس لڑکی سے زیادہ خوش شکل کوئی عورت نہ تھی یہیں پیغام بھیجا، منظور ہو گیا، نکاح بھی ہو گیا اور وداع ہو کر یہ اس کے ہاں آ بھی گئی دونوں میاں بیوی میں بہت محبت ہو گئی، ایک دن ذکر اذکار میں اس عورت نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں یہاں کیسے آ گئے؟ وغیرہ اس نے اپنا تمام ماجرا بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا اور وہاں سے اس کی لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا اب اتنے برسوں کے بعد یہاں آیا ہوں تو اس لڑکی نے کہا جس کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے میں وہی ہوں یہ کہہ کر اپنے اس زخم کا نشان بھی اسے دکھایا تب تو اسے یقین ہو گیا اور کہنے لگا جب تو وہی ہے تو ایک بات تیری نسبت مجھے اور بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تو ایک سو آدمیوں سے مجھ سے پہلے مل چکی ہے اس نے کہا ٹھیک ہے یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن گنتی یاد نہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے تیری نسبت ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی، خیر چونکہ مجھے تجھ سے بہت زیادہ محبت ہے میں تیرے لئے ایک بلند و بالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرا دیتا ہوں اسی میں تو رہ تا کہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں چنانچہ ایسا ہی محل تیار ہوا اور یہ وہاں رہنے لگی، ایک مدت کے بعد ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی اسے دیکھتے ہیں اس شخص نے کہا دیکھو آج یہاں مکڑی دکھائی دی عورت بولی اچھا یہ میری جان لیوا ہے؟ تو میں اس کی جان لوں گی غلاموں کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے لاؤ نوکر پکڑ کر لے آئے اس نے زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مل ڈالا اس کی جان نکل گئی لیکن

اس میں سے پیپ کا ایک آدھ قطرہ اس کے انگوٹھے کے ناخن اور گوشت کے درمیان اڑ کر چپک گیا اس کا زہر چڑھا پیر سیاہ پڑ گیا اور اسی میں آخر مر گئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ نساء، آیت ۷۸، بیروت)

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ٘ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ
وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝
جب تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جب تجھے کوئی برائی پہنچے تو وہ تیری اپنی طرف سے ہے، اور
(اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ گواہی میں کافی ہے۔

بھلائی کی نسبت اللہ کی جانب کرنے کا بیان

"مَا اَصَابَكَ " اَيُّهَا الْاِنْسَان "مِنْ حَسَنَةٍ" خَيْر "فَمِنَ اللّٰهِ" اَتَتْكَ فَضْلًا مِنْهُ "وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ" بَلِيَّة "فَمِنْ نَفْسك " اَتَتْكَ حَيْثُ ارْتَكَبْت مَا يَسْتَوْجِبهَا مِنَ الذُّنُوب "وَاَرْسَلْنَاك " يَا مُحَمَّد "لِلنَّاسِ رَسُوْلًا" حَال مُؤَكِّدَة "وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" عَلٰى رِسَالَتك،

اے انسان جب تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، یعنی اس کے فضل سے وہ تیرے پاس آئی ہے۔ اور جب تجھے کوئی برائی پہنچے تو وہ تیری اپنی طرف سے ہے، یعنی تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا جس کے سبب وہ واجب ہوئی ہے۔ اور اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، یہاں پر رسول حال مؤکدہ ہے۔ اور آپ ﷺ کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

پریشانی کا آزمائش یہ گناہ کے سبب آنے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو جو کوئی ہلکی یا سخت مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے، اور بہت گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کی رسالت تمام عالم کے لئے عام ہے:۔ وارسلنك للناس رسولاً اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ محض عربوں کے لئے ہی رسول نہیں تھے، بلکہ آپ کی رسالت پورے عالم کے انسانوں کے لئے عام ہے۔ خواہ اس وقت موجود ہوں یا آئندہ تا قیامت پیدا ہوں۔ (تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

اعمال کے بدلے جزاء وسزا ہونے کا بیان

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ چوری کرو گے اور آپ نے عورتوں والی آیت پڑھی اور سفیان نے بیان کیا کہ آپ نے آیت پڑھی عورتوں کا ذکر نہیں کیا پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں

سے جس نے اس کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اسے سزا دی گئی تو یہ کفارہ ہے اور جو ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اسے چھپایا تو یہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر چاہے اس کو عذاب دے یا چاہے تو بخش دے عبدالرزاق نے معمر سے آیت کے متعلق اس کی متابعت میں روایت کی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2105)

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَ مَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ؕ

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى" اَعْرَض عَنْ طَاعَتك فَلَا يُهِمَّنك "فَمَا اَرْسَلْنَاك عَلَيْهِمْ حَفِيظًا" حَافِظًا لِاَعْمَالِهِمْ بَلْ نَذِيرًا وَّاِلَيْنَا اَمْرهمْ فَنُجَازِيهِمْ وَهٰذَا قَبْل الْاَمْر بِالْقِتَالِ،

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے آپ ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کی یعنی اس کو کوئی اہمیت ہی نہ دی، تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ یعنی ان کے اعمال کی حفاظت کرنے والا نہیں بلکہ ان کو ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ان کا معاملہ ہماری جانب لوٹ کر آتا ہے۔ پس ہم انہیں جزاء دیں گے۔ اور یہ حکم جہاد سے پہلے کا حکم ہے۔

سورہ نساء آیت ۸۰ کے شان نزول کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی۔ اس نے اللہ سے محبت کی، اس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرما دی کہ بیشک رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نساء ۸۰، لاہور)

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے کیلئے جنت ہونے کا بیان

جس شخص نے میری اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس کسی نے بھی میری نافرمانی کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2957) صحیح مسلم حدیث نمبر (1835)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا "وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔" (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 140)

صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قبول کرنے والا اور سرکشی اختیار کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ جس نے میری اطاعت نہیں کی اور میرے احکام وفرمان سے روگردانی کی وہ سرکش ہے جو جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر اللہ کے عذاب کا مستوجب گردانا جائے گا۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ
يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○
اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف
مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔ پس ان سے اعراض فرمالیں
اور اللہ پر بھروسا کریں اور اللہ کافی وکیل ہے۔

اطاعت کہنے والے منافقین راتوں کو مشورہ کرتے تھے

"وَيَقُوْلُوْنَ" اَىِ الْمُنَافِقُوْنَ اِذَا جَاءُوكَ اُمِرْنَا "طَاعَةٌ" لَكَ "فَاِذَا بَرَزُوْا" خَرَجُوْا "مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ" بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِى الطَّاءِ وَتَرْكِهِ اَىْ اَضْمَرَتْ "غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ" لَكَ فِىْ حُضُوْرِكَ مِنَ الطَّاعَةِ اَىْ عِصْيَانَكَ "وَاللّٰهُ يَكْتُبُ" يَاْمُرُ بِكَتْبِ "مَا يُبَيِّتُوْنَ" فِىْ صَحَائِفِهِمْ لِيُجَازَوْا عَلَيْهِ "فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ" بِالصَّفْحِ "وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" ثِقْ بِهٖ فَاِنَّهٗ كَافِيْكَ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا" مُفَوَّضًا اِلَيْهِ،

اور وہ منافق کہتے ہیں کہ ہمیں حکم دیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے، یہاں پر بیت طائفہ میں تاء کو طاء میں ادغام کرکے اور بغیر ادغام کے دونوں طرح کی قرأت ہے (بعض علماء نے بیت کی تفسیر اضمرت سے کرنے کا تسامح کہا ہے۔ جو وہ آپ کی اطاعت کا یعنی عصیان کا کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے اپنی کتابوں میں لکھا کرتے ہیں۔ پس ان سے اعراض فرمالیں اور اللہ پر بھروسا کریں اسی پر یقین رکھیں کیونکہ وہ آپ کیلئے کافی ہے۔ اور اللہ کافی وکیل ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

طاعۃ۔ ای یقولون من افواھھم۔ یعنی منہ سے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں۔ طاعۃ اسم بمعنی حکمبرداری۔ قبول کرنا۔ حکم ماننا۔ طوع سے۔

برزوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ نکلتے ہیں بروز سے باب نصر۔ جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ یعنی جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

بیت۔ اس نے رات کے وقت مشورت کی۔ یعنی تو ایک طائفہ (گروہ) رات بھر (آپ کے خلاف) ایسے مشوروں میں لگا رہتا ہے جو غیر الذی تقول ہے۔ یعنی جو وہ کہتا ہے (کہ ہم فرمانبردار ہیں) اس سے بالکل مختلف ہے۔ تقول میں ضمیر واحد مونث غائب طائفۃ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر (واحد مذکر حاضر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ طائفہ رات بھر مشورہ کرتا رہتا ہے ان باتوں کے خلاف جو آپ نے فرمائی ہیں۔ یبیتون۔ جو وہ رات بھر مشورہ کرتے ہیں۔

سورہ نساء آیت ۸۱ کے سبب نزولی کا بیان

یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایمان واطاعت شعاری کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے ہم حضور ﷺ پر ایمان لائے ہیں ہم نے حضور ﷺ کی تصدیق کی ہے حضور ﷺ جو ہمیں حکم فرمائیں اس کی اطاعت ہم پر لازم ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ نساء، ۸۱، بیروت)

حدیث میں ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے ولا رشد وہدایت والا ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان اپنے ہی نفس کو ضرور نقصان پہنچانے والا ہے، پھر منافقوں کا حال بیان ہورہا ہے کہ ظاہری طور پر اطاعت کا اقرار کرتے ہیں موافقت کا اظہار کرتے ہیں لیکن جہاں نظروں سے دور ہوئے اپنی جگہ پر پہنچے تو ایسے ہوگئے گویا ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا جو کچھ یہاں کہا تھا اس کے بالکل برعکس راتوں کو چھپ چھپ کر سازشیں کرنے بیٹھ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی ان پوشیدہ چالاکیوں اور چالوں کو بخوبی جانتا ہے اس کے مقرر کردہ زمین کے فرشتے ان کی سب کرتوتوں اور ان کی تمام باتوں کو اس کے حکم سے ان کے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہیں پس انہیں ڈانٹا جارہا ہے کہ یہ کیا بیہودہ حرکت ہے؟ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس سے تمہاری کوئی بات چھپ سکتی ہے؟ تم کیوں ظاہر وباطن یکساں نہیں رکھتے، ظاہر باطن کا جاننے والا تمہیں تمہاری اس بیہودہ حرکت پر سزا دے گا ایک اور آیت میں بھی منافقوں کی اس خصلت کا بیان ان الفاظ میں فرمایا ہے (وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ) (النور: 47) پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان سے درگزر کیجئے بردباری برتئے، ان کی خطا معاف کیجئے، ان کا حال ان کے نام سے دوسروں سے نہ کہئے، ان سے بالکل بے خوف رہیے اللہ پر بھروسہ کیجئے جو اس پر بھروسہ کرے جو اس کی طرف رجوع کرے اسے وہی کافی ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝
تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

قرآن میں تناقض وتباین کے نہ ہونے کا بیان

"اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ" يَتَاَمَّلُوْنَ "الْقُرْاٰن" وَمَا فِيْهِ مِنَ الْمَعَانِي الْبَدِيْعَة "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْد غَيْر اللّٰه لَوَجَدُوْا

فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا" تَنَاقُضًا فِیْ مَعَانِیْهِ وَتَبَایُنًا فِیْ نَظْمِهِ،

تو کیا غور وفکر نہیں کرتے قرآن میں اور جو اس کے بدیہی معانی ہیں۔ اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ یعنی اس کے معانی میں تناقض اور اس کے نظم میں تبائین پاتے۔

ممانعت والے اختلاف سے پرہیز کرنے کا بیان

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ میں اور میرے بھائی ایک ایسی مجلس میں شامل ہوئے کہ اس کے مقابلہ میں سرخ اونٹوں کا مل جانا بھی اس کے پاسنگ برابر بھی قیمت نہیں رکھتا ہم دونوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر چند بزرگ صحابہ کھڑے ہوئے ہیں ہم ادب کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گئے ان میں قرآن کریم کی کسی آیت کی بابت مذاکرہ ہو رہا تھا جس میں اختلافی مسائل بھی تھے آخر بات بڑھ گئی اور زور زور سے آپس میں بات چیت ہونے لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سن کر سخت غضبناک ہو کر باہر تشریف لائے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا ان پر مٹی ڈالتے ہوئے فرمانے لگے خاموش رہو تم سے اگلی امتیں اسی باعث تباہ و برباد ہوگئیں، کہ انہوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کیا اور کتاب اللہ کی ایک آیت کو دوسری آیت کے خلاف سمجھا یاد رکھو قرآن کی کوئی آیت دوسری آیت کے خلاف اسے جھٹلانے والی نہیں بلکہ قرآن کی ایک ایک آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے تم جسے جان لو عمل کرو جسے نہ معلوم کر سکو اس کے جاننے والے کے لئے چھوڑ دو۔

دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ تقدیر کے بارے میں مباحثہ کر رہے تھے، راوی کہتے ہیں کہ کاش کہ میں اس مجلس میں نہ بیٹھتا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت حاضر حضور ہوا تو بیٹھا ہی تھا کہ ایک آیت کے بارے میں دو شخصوں کے درمیان اختلاف ہوا ان کی آوازیں اونچی ہوئیں تو آپ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں کی ہلاکت کا باعث صرف ان کا کتاب اللہ کا اختلاف کرنا ہی تھا (مسند احمد بن حنبل)

قرآن وسنت سے استنباط مسائل کیلئے اہلیت ہونے کا بیان

قرآن وسنت کی تفسیر وتشریح پر کسی جماعت یا فرد کی اجارہ داری نہیں ہے لیکن اس کے لئے شرائط ہیں:۔ آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ قرآن میں تدبر وتفکر کرے، لیکن جیسا کہ ہم نے کہا ہی کہ تدبر کے درجات متفاوت اور ہر ایک کا حکم الگ ہے مجتہدانہ تدبر جس کے ذریعہ قرآن حکیم سے دوسرے مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی مبادیات کو حاصل کرے تاکہ وہ نتائج کا استخراج صحیح کر سکے اور اگر اس نے مقدمات کو بالکل حاصل نہ کیا یا اس نے ناقص حاصل کیا، جن اوصاف وشرائط کی ایک مجتہد کو ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے پاس نہیں ہیں تو ظاہر ہے وہ نتائج غلط نکالے گا، اب اگر علماء اس پر نکیر کریں تو حق ہے۔

اگر ایک شخص جس نے کبھی کسی میڈیکل کالج کی شکل تک نہ دیکھی ہو یہ اعتراض کرنے لگے کہ ملک میں علاج ومعالجہ پر سند یافتہ ڈاکٹروں کی اجارہ داری کیوں قائم کردی گئی ہے؟ مجھے بھی بحیثیت ایک انسان کے یہ حق ملنا چاہئے۔

یا کوئی عقل سے کورا انسان یہ کہنے لگے کہ ملک میں نہریں، پل اور بند تعمیر کرنے کا ٹھیکہ صرف ماہر انجینئر ان ہی کو کیوں دیا جاتا ہے؟ میں بھی بحیثیت شہری کے یہ خدمت انجام دینے کا حق دار ہوں۔ یا کوئی عقل سے معذور آدمی یہ اعتراض اٹھانے لگے کہ قانون ملک کی تشریح وتعبیر پر صرف ماہرین قانون ہی کی اجارہ داری کیوں قائم کردی گئی ہے؟ میں بھی عاقل و بالغ ہونے کی حیثیت سے یہ کام کرسکتا ہوں، اس آدمی سے یہی کہا جاتا ہے کہ بلاشبہ بحیثیت شہری کے تمہیں ان تمام کاموں کا حق حاصل ہے، لیکن ان کاموں کی اہلیت پیدا کرنے کے لئے سالہا سال دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے، ماہر اساتذہ سے ان علوم وفنون کو سیکھنا پڑتا ہے، اس کے لئے ڈگریاں حاصل کرنی پڑتی ہیں، پہلے یہ زحمت تو اٹھاؤ، پھر بلاشبہ تم بھی یہ تمام خدمتیں انجام دے سکتے ہو، لیکن یہی بات اگر قرآن و سنت کی تشریح کے دقیق اور نازک کام کے لئے کہی جائے تو اس پر علماء کی اجارہ داری کے آوازے کسے جاتے ہیں؟ کیا قرآن و سنت کی تشریح وتعبیر کرنے کے لئے کوئی اہلیت اور کوئی قابلیت درکار نہیں؟ کیا پوری دنیا میں ایک قرآن وسنت ہی کا علم ایسا لاوارث رہ گیا ہے کہ اس کے معاملہ میں ہر شخص کو اپنی تشریح وتعبیر کرنے کا حق حاصل ہے خواہ اس نے قرآن وسنت کا علم حاصل کرنے کے لئے چند مہینے بھی خرچ نہ کئے ہوں۔

اس آیت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی مسئلہ کی تصریح قرآن وسنت میں نہ ملے تو انہی میں غور فکر کرکے اس کا حل نکالنے کی کوشش کی جائے اور اسی عمل کو اصطلاح میں قیاس کہتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء، بیروت)

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ
لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝
اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول اور اپنے میں سے
صاحبانِ امر کی طرف لوٹا دیتے تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو بات کا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں اس کو جان لیتے
اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا تم شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔

امن وہزیمت کی خبر آنے کا بیان

"وَاِذَا جَاءَ هُمْ اَمْر" عَنْ سَرَايَا النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا حَصَلَ لَهُمْ "مِنَ الْاَمْن" بِالنَّصْرِ "اَوْ الْخَوْف" بِالْهَزِيمَةِ "اَذَاعُوا بِهِ" اَفْشَوْهُ نَزَلَ فِي جَمَاعَة مِنْ الْمُنَافِقِينَ اَوْ فِي ضُعَفَاء الْمُؤْمِنِينَ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ فَتَضْعُف قُلُوب الْمُؤْمِنِينَ وَيَتَاَذَّى النَّبِيّ "وَلَوْ رَدُّوهُ" اَيْ الْخَبَر "اِلَى الرَّسُول وَاِلٰى اُولِي الْاَمْر مِنْهُمْ" اَيْ ذَوِي الرَّاْي مِنْ اَكَابِر الصَّحَابَة اَيْ لَوْ سَكَتُوا عَنْهُ حَتّٰى يُخْبَرُوا بِهِ "لَعَلِمَهُ" هَلْ هُوَ مِمَّا يَنْبَغِي اَنْ يُذَاع اَوْ لَا "الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ" يَتَّبِعُونَهُ وَيَطْلُبُونَ عِلْمه وَهُمْ الْمُذِيعُونَ "مِنْهُمْ" مِنْ الرَّسُول وَاُولِي الْاَمْر "وَلَوْلَا فَضْل اللّٰه عَلَيْكُمْ" بِالْاِسْلَامِ "وَرَحْمَته" لَكُمْ بِالْقُرْآن

"لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ" فِيمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ مِنَ الْفَوَاحِشِ،

اور جب ان کے پاس کوئی نبی کریم ﷺ کی خبر امن یعنی مدد یا خوف ہزیمت کی آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں یہ آیت منافقین اور کمزور ایمان والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ مؤمنوں کی دلوں کو کمزور کریں اور نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچائیں۔اور اگر وہ اسے رسول مکرم ﷺ اور اپنے اصحاب میں سے صاحبانِ امر کی طرف لوٹا دیتے یعنی سکوت اختیار کرتے حتیٰ کہ کوئی خبر دے دی جائے۔تو وہ جان لیتے کہ اس کو پھیلانا مناسب ہے یا نہیں،تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو بات کا نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں یعنی وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کا علم پا لیتے ہیں۔اگر اسلام کے ذریعے تم پر اللہ کا فضل اور قرآن کے ساتھ اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا تم شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔یعنی وہ شیطان تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے

سورہ نساء آیت ۸۳ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج سے خلوت اختیار کرلی میں مسجد میں داخل ہوا تو لوگ بلا تحقیق کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے میں مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے پکارا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی،اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کرلیتے۔حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اس امر کو مستنبط کیا تھا۔(سیوطی،81،زادالمسیر 2۔45،طبری5۔114)

ابن عباس،ضحاک اور ابو معاذ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت حسن اور دوسرے اکثر حضرات کے نزدیک یہ آیت ضعیف اور کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(روح المعانی)

ابن جریج سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ روایات میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی سریہ ہوتا تو لوگ اس کے بارے میں خبریں پھیلا دیتے اور کہتے کہ مسلمانوں کو دشمن سے یہ نقصان پہنچا اور دشمن کو مسلمانوں سے یہ نقصان پہنچا تو وہ بجائے اس کے کہ نبی کریم ﷺ اس کے بارے میں لوگوں کو خبر دیں خود ہی لوگوں کے درمیان اسے پھیلا دیتے۔

روایات علمی و واقعات میں تحقیق کر لینے کا بیان

سفیان بن حسین سے مروی ہے کہ مجھ سے ایاس بن معاویہ نے پوچھا کہ میرا گمان ہے کہ تم قرآن کے حاصل کرنے میں بہت محنت کرتے ہو تو میرے سامنے ایک سورت پڑھو اور اس کی تفسیر بیان کرو تاکہ میں تمہارا علم دیکھوں،سفیان نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا ایاس بن معاویہ نے کہا میری بات کو یاد رکھو کہ ناقابل اعتبار احادیث بیان نہ کرنا کیونکہ جس نے شناعت کو اختیار کیا وہ شخص خود بھی اپنی نظر میں حقیر ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔(صحیح مسلم:جلد اول:حدیث نمبر 15)

حضرت مجاہد بیان فرماتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی ابن عباس کے پاس آئے اور احادیث بیان کرنا شروع کیں اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا لیکن ابن عباس نے نہ اس کی احادیث غور سے سنیں اور نہ ہی اس کی طرف دیکھا بشیر

نے عرض کیا اے ابن عباس! کیا بات ہے کہ میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ سنتے ہیں نہیں؟

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایک وہ وقت تھا کہ جب ہم کسی سے یہ سنتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ہماری نگاہیں دفعتاً بے اختیار اس کی طرف لگ جاتیں اور غور سے اس کی حدیث سنتے لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو ہم صرف اسی حدیث کو سن لیتے ہیں جس کو صحیح سمجھتے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 22)

اولی الامر سے مراد علماء وفقہاء ہونے کا بیان

حضرت حسن، قتادہ اور ابن ابی لیلی رحمہم اللہ کے نزدیک علماء اور فقہاء مراد ہیں، حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امراء اور حکام مراد ہیں، ابوبکر حصاص ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں مراد ہیں، اس لئے کہ اولی الامر کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے، البتہ اس پر بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد فقہاء نہیں ہو سکتے، کیونکہ اولی الامر اپنے لفظی معنی کے اعتبار سے وہ لوگ ہیں جن کا حکم چلتا ہو اور ظاہر ہے کہ فقہاء کا یہ کام نہیں حقیقت یہ ہے کہ حکم چلنے کی دو صورتیں ہیں ایک جبر و تشدد سے وہ تو صرف اہل حکومت ہی کر سکتے ہیں دوسری صورت اعتقاد و اعتماد کی وجہ سے حکم ماننے کی ہے، وہ حضرات فقہاء ہی کو حاصل ہے جس کا مشاہدہ عام مسلمانوں کے حالات سے ہر دور میں ہوتا رہا ہے کہ دین کے معاملات میں عام مسلمان اپنے اختیار سے علماء ہی کے حکم کو واجب العمل قرار دیتے ہیں اور از روئے شرع ان پر ان کے احکام کی اطاعت واجب بھی ہے، لہٰذا اس وجہ سے ان پر بھی اولی الامر کا اطلاق صحیح ہے۔ (احکام القرآن از حصاص، سورہ نساء، بیروت)

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝
پس آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ کو اپنی جان کے سوا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا اور آپ مسلمانوں کو رغبت دلائیں،
عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا جنگی زور توڑ دے، اور اللہ گرفت میں بہت سخت ہے اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا بیان

"فَقَاتِلْ" يَا مُحَمَّد "فِيْ سَبِيْل اللّٰه لَا تُكَلَّف اِلَّا نَفْسك" فَلَا تَهْتَمّ بِتَخَلُّفِهِمْ عَنْك الْمَعْنٰى قَاتِلْ وَلَوْ وَحْدك فَاِنَّك مَوْعُود بِالنَّصْرِ "وَحَرِّضْ الْمُؤْمِنِيْنَ" حُثَّهُمْ عَلَى الْقِتَال وَرَغِّبْهُمْ فِيْهِ "عَسَى اللّٰه اَنْ يَكُفّ بَاْس" حَرْب "الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰه اَشَدّ بَاْسًا" مِنْهُمْ "وَاَشَدّ تَنْكِيْلًا" تَعْذِيْبًا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَاَخْرُجَنَّ وَلَوْ وَحْدِيْ) فَخَرَجَ بِسَبْعِيْنَ رَاكِبًا اِلٰى بَدْر الصُّغْرٰى فَكَفَّ اللّٰه بَاْس الْكُفَّار بِاِلْقَاءِ الرُّعْب فِيْ قُلُوْبهمْ وَمَنَعَ اَبِيْ سُفْيَان عَنْ

الْخُرُوج كَمَا تَقَدَّمَ فِيْ آلِ عِمْرَان،

یا محمد ﷺ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ کو اپنی جان کے سوا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا لہٰذا جہاد پر نہ جانے والوں پر غمزدہ نہ ہوں اگرچہ آپ کو تنہا ہی کیوں نہ جانے پڑے کیونکہ مدد کا وعدہ آپ کے ساتھ ہے۔ اور آپ مسلمانوں کو جہاد میں حصہ لینے پر رغبت دلائیں، عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا جنگی زور توڑ دے، اور اللہ گرفت میں بہت سخت عذاب ہے اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔ یعنی عذاب دینے میں بہت سخت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ضرور جہاد کیلئے جاؤں گا اگرچہ مجھے تنہا جانا پڑے۔ لہٰذا بدر صغریٰ کے موقع پر نبی کریم ﷺ ۷۰ سواروں کے ہمراہ چلے تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے لڑنے سے رک گئے اور ابوسفیان بھی نکلنے سے رک گیا۔ جس طرح سورہ آل عمران میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

سورہ نساء آیت ۸۴ کے سبب نزول کا بیان

بدر صغریٰ کی جنگ جو ابوسفیان سے ٹھہر چکی تھی جب اس کا وقت آ پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں جانے کے لئے لوگوں کو دعوت دی بعضوں پر یہ گراں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ جہاد نہ چھوڑیں اگرچہ تنہا ہوں اللہ آپ کا ناصر ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے یہ حکم پا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر صغریٰ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے صرف ستر سوار ہمراہ تھے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگرچہ تنہا ہی کیوں نہ کرنا پڑے

ابو اسحاق حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اکیلا تنہا ہو اور دشمن ایک سو ہوں تو کیا وہ ان سے جہاد کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو کہا پھر قرآن کی اس آیت سے تو ممانعت تاکید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے ہاتھوں آپ ہلاکت میں نہ پڑو تو حضرت براء نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسی آیت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے اللہ کی راہ میں لڑ تجھے فقط تیرے نفس کی تکلیف دی جاتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ مومنوں کو بھی اس سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رکنے والا ہے اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت ہلاکت اتری تو آپ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا مجھے میرے رب نے جہاد کا حکم دیا ہے پس تم بھی جہاد کرو۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ
كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝
جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے۔ اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سفارش کرنے والے کیلئے جزاء ہونے کا بیان

"مَنْ يَّشْفَعْ" بَيْنَ النَّاسِ "شَفَاعَةً حَسَنَةً" مُوَافِقَةً لِلشَّرْعِ "يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ" مِنَ الْاَجْرِ "مِّنْهَا" بِسَبَبِهَا "وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً" مُخَالِفَةً لَهٗ "يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ" نَصِيْبٌ مِنَ الْوِزْرِ "مِّنْهَا" بِسَبَبِهَا "وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا" مُقْتَدِرًا فَيُجَازِي كُلَّ اَحَدٍ بِمَا عَمِلَ،

جو لوگوں کیلئے اچھی سفارش یعنی جو شریعت کے مطابق ہو کرے تو اس کے لئے اس میں سے حصہ یعنی ثواب ہے اور جو بری سفارش کرے۔ یعنی جو شریعت کے خلاف ہو تو اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے۔ یعنی اس کو بھی گناہ کا ایک حصہ ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہٰذا وہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے پس وہ ہر عمل کی جزاء دینے والا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اس آیت اور گذشتہ آیت کے درمیان ارتباط کا تقاضا یہ ہے کہ جہاد کی طرف مسلمانوں کی تشویق ہوسکتا ہے شفاعت و وساطت حسنہ کا مورد نظر مصداق ہو۔ چونکہ راہ خدا میں جہاد کیلئے تشویق کرنا، اسکے انجام دینے کیلئے ایک قسم کا سبب اور واسطہ ہے۔

یشفع۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ جزم فعل بوجہ عمل من ہے۔ جو سفارش کرتا ہے جو معاونت کرتا ہے۔ کفل۔ حصہ۔ پورا پورا حصہ۔ مقیتا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اقوات مصدر۔ قوت۔ مادہ۔ قادر۔ نگران۔ محافظ۔ روزی دینے والا۔ بعض نے اس کا معنی شاہد بھی لیا ہے۔ یعنی اللہ ہر بات پر نظر رکھنے والا ہے۔

اچھی سفارش کے بدلے اجر ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا، آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کرتا تو ہمیں فرماتے کہ سفارش کرو، تم بھی اجر دیئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1375)

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝
اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو، بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔

سلام کرنے والے کو اچھے انداز میں جواب دینے کا بیان

"وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ" كَاَنْ قِيْلَ لَكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ "فَحَيُّوْا" الْمُحَيِّيَ "بِاَحْسَنَ مِنْهَا" بِاَنْ تَقُوْلُوْا لَهٗ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ "اَوْ رُدُّوْهَا" بِاَنْ تَقُوْلُوْا لَهٗ كَمَا قَالَ اَيِ الْوَاجِبُ اَحَدُهُمَا وَالْاَوَّلُ اَفْضَلُ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا" مُحَاسِبًا فَيُجَازِي عَلَيْهِ وَمِنْهُ رَدُّ السَّلَامِ وَخَصَّتِ السُّنَّةُ الْكَافِرَ وَالْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْمُسَلِّمَ عَلٰى قَاضِي الْحَاجَةِ وَمَنْ فِي الْحَمَّامِ وَالْاٰكِلَ

فَلَا يَجِب الرَّدّ عَلَيْهِمْ بَلْ يُكْرَه لِيْ غَيْر الْآخِير وَيُقَال لِلْكَافِرِ وَعَلَيْك،

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے یعنی تمہیں سلام علیکم کہا جائے، تو اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یعنی علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یا وہی کہہ دو، یعنی ویسے ہی کہہ دو جیسے اس نے کہا ہے ان میں سے ایک واجب ہے جبکہ پہلا افضل ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ یعنی وہ اس پر جزاء دینے والا ہے۔ اور اسی سے سلام کا جواب دینا ہے۔ اور سلام کرنے سے کافر اور بدعتی اور فاسق اور قضائے حاجت کرنے والا مسلمان اور جو حمام میں ہو اور کھانا کھا رہا ہو لہٰذا پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔ بلکہ آخری کے سوا بقیہ مکروہ ہیں۔ اور کافر کے جواب میں صرف علیک کہا جائے گا۔

فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سلام کا جواب دینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ گز کی تھی جب اللہ نے ان کو بنایا تو ان سے فرمایا جاؤ اور اس جماعت کو سلام کرو اور وہ جماعت فرشتوں کی تھی جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتی ہے وہ جو جواب دے گا وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ حضرت آدم اس حکم الٰہی کی تعمیل میں فرشتوں کی اس جماعت کے پاس گئے اور کہا کہ السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ (یعنی تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو) آنحضرت نے فرمایا کہ گویا آدم کے سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ پس جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ آدم کی صورت پر ہوگا بایں طور پر کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز کی ہوگی یعنی جنت میں جانے والے حضرت آدم کے قد کی مذکورہ بلندی اور ان کے حسن و جمال کے ساتھ وہاں داخل ہوں گے۔ پھر حضرت آدم کے بعد لوگوں کی ساخت برابر کم ہوتی رہی یہاں تک کہ موجودہ مقدار کو پہنچی۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 562)

غیر مسلموں کیلئے سلام میں پہل نہ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستے پر چلے جانے پر مجبور کرو۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 569)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا جب یہودی تمہیں سلام کرتے ہیں تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ السام علیک۔ (یعنی تمہیں موت آئے) لہٰذا تم ان کے جواب میں یہ کہو وعلیک (یعنی تمہیں موت آئے) (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 570)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۠
اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تمہیں ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں،
اور اللہ سے بات میں زیادہ سچا کون ہے۔

قیامت کے دن سب کے جمع ہونے کا بیان

"اللّٰہ لا الٰہ الّا ھو" واللہ "لیجمعنکم" من قبورکم "الی" فی "یوم القیامۃ لا ریب" لا شک "وفیہ من" ای لا احد "اصدق من اللہ حدیثا" قولا،

اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ وہ قبروں سے تمہیں ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے بات میں زیادہ سچا کون ہے۔ یعنی اللہ سے زیادہ سچی بات کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔

حشر کے مفہوم کا بیان

"حشر" کے اصل معنی ہیں جمع کرنا، اکٹھا کرنا، ہانکنا! چنانچہ قیامت کے دن کو یوم الحشر (حشر کا دن) اسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ اس دن تمام مردے اپنی قبروں وغیرہ سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور سب کو اس جگہ پر جمع کیا جائے گا جس کو "محشر" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ حشر دو ہوں گے، ایک تو مذکورہ بالا معنی میں قیامت آنے کے بعد اور دوسرے حشر کا تعلق قیامت سے پہلے علامات قیامت سے ہے کہ ایک آگ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگی جو لوگوں کو گھیر کر زمین شام کی طرف لے جائے گی اور وہاں اکٹھا کر دے گی۔

حشر میں لوگوں کی تین اقسام ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "حشر میں لوگوں کو تین قسموں میں جمع کیا جائے گا ایک قسم کے لوگ تو وہ ہوں گے جو بہشت کے خواہشمند ہیں، دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو دوزخ سے ڈرنے والے ہیں اور ان دونوں قسموں میں سے جو لوگ سواری پر ہوں گے ان کی صورت یہ ہوگی کہ دو ایک اونٹ پر سوار ہوں گے۔ یعنی جس شخص کا مرتبہ جتنا زیادہ بلند ہوگا وہ اتنے ہی کم آدمیوں کے ساتھ سواری پر ہوگا اور نہایت آرام وکشادگی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوگا اور جس کا مرتبہ جتنا ادنیٰ ہوگا وہ اتنے ہی زیادہ آدمیوں کے ساتھ سواری پر ہوگا اور تنگی کے ساتھ بیٹھا ہوگا۔

اور تیسری قسم باقی تمام لوگوں پر مشتمل ہوگی جن کو آگ جمع کرے گی اور وہ آگ ہر وقت ان لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ اور کسی وقت بھی ان سے الگ نہیں ہوگی یہاں تک کہ، جہاں وہ لوگ قیلولہ کریں گے یعنی استراحت کے لئے رکیں گے، آگ بھی وہیں قیلولہ کرے گی، جہاں وہ لوگ رات گزرایں گے وہیں ان کے ساتھ ہی رات گزارے گی،

جہاں وہ لوگ صبح کریں گے وہیں آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ لوگ شام کریں کے وہیں آگ بھی ان کے ساتھ شام کرے گی۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 107)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝

تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا، ان کے اعمال کے سبب کیا یہ چاہتے ہیں کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے۔ تو ہرگز اس کے لئے راہ نہ پائے گا۔

غزوہ احد سے لوٹ کر آنے پر اختلاف ہو جانے کا بیان

وَلَمَّا رَجَعَ نَاس مِنْ اُحُد اخْتَلَفَ النَّاس فِيهِمْ فَقَالَ فَرِيْق اُقْتُلْهُمْ وَقَالَ فَرِيْق: لَا فَنَزَلَ: "فَمَا لَكُمْ" مَا شَأنكُمْ صِرْتُمْ "فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ" فِرْقَتَيْنِ "وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ" رَدَّهُمْ "بِمَا كَسَبُوا" مِنَ الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰه وَمَنْ يُّضْلِلْ اللّٰه" اَيْ تَعُدُّوهُمْ مِنْ جُمْلَة الْمُهْتَدِيْنَ وَالِاسْتِفْهَام فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِلْاِنْكَارِ "فَلَنْ تَجِد لَهُ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا اِلَى الْهُدَى،

جب غزوہ احد سے واپسی ہوئی تو لوگوں میں اختلاف ہوا ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ انہیں قتل کیا جائے جبکہ ایک فریق نے کہا کہ نہیں تو یہ حکم نازل ہوا۔

تو تمہارا کیا حال ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے کفر و نافرمانی کے سبب انہیں اوندھا کر دیا، ان کے اعمال کے سبب کیا یہ چاہتے ہیں کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے۔ یعنی تم ان کو ہدایت یافتہ شمار کرتے ہو، یہاں استفہام دونوں مقامات پر انکاری ہے۔ تو ہرگز اس کے لئے ہدایت کی طرف راہ نہ پائے گا۔

سورہ نساء آیت ۸۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ، پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو الٹ دیا ہے بسبب ان کے اعمال کے کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ پاوے گا تو اس کیلئے کوئی راہ۔ (النساء)۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ غزوہ احد کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کچھ لوگ میدان جنگ سے واپس ہو گئے۔ ان کے متعلق لوگوں کے دو فریق بن گئے۔ ایک جماعت کہتی تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے اور دوسرا فریق کہتا تھا نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ پاک ہے اور یہ ناپاکی کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کی میل کو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 967)

حضرت عبداللہ بن یزید بن ثابت سے روایت ہے کہ ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں گئی اور پھر واپس لوٹ آئی تو مسلمانوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا چنانچہ ایک گروہ نے کہا ہم ان کو قتل کر دیں اور ایک گروہ نے کہا نہیں ہم انہیں قتل نہیں کرتے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری 4313، مسلم 1384، قرطبی 5۔306))

حضرت مجاہد اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ تھے جو مکہ سے نکل کر مدینہ آ گئے اور خود کو مہاجر خیال کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ مرتد ہو گئے اور نبی کریم ﷺ سے مکہ واپس جانے کی اجازت چاہی تاکہ اپنا سامان تجارت لا کر اس میں تجارت

کرسکیں۔ مومنین نے ان کے بارے میں اختلاف کیا بعض نے انہیں منافق کہا اور بعض نے مومن تو اللہ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کا نفاق بیان فرما دیا اور اپنے اس فرمان میں ان کے قتل کا حکم دیا۔ (فان تولوا فخذوھم وقتلوھم حیث وجدتموھم،

منافقین کو قتل کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف کا بیان

ابن اسحاق میں ہے کہ کل لشکر جنگ احد میں ایک ہزار کا تھا، عبداللہ بن ابی سلول تین سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر واپس لوٹ آیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پھر سات سو ہی رہ گئے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مکہ نکلے، انہیں یقین تھا کہ اصحاب رسول سے ان کی کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی کیونکہ بظاہر کلمہ کے قائل تھے ادھر جب مدنی مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے بعض کہنے لگے ان نامرادوں سے پہلے جہاد کرو یہ ہمارے دشمنوں کے طرف دار ہیں اور بعض نے کہا سبحان اللہ جو لوگ تم جیسا کلمہ پڑھتے ہیں تم ان سے لڑو گے؟ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھر نہیں چھوڑے، ہم کس طرح ان کے خون اور ان کے مال اپنے اوپر حلال کر سکتے ہیں؟ ان کا یہ اختلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوا آپ خاموش تھے جو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نساء، ۸۸، بیروت)

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ص وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝
وہ یہ تمنا کرتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا تا کہ تم سب برابر ہو جاؤ۔ سو تم ان میں سے دوست نہ بناؤ
یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو انہیں پکڑ لو اور جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کر ڈالو
اور ان میں سے کسی کو دوست اور نہ ہی مددگار بناؤ۔

دوسروں کو اپنے جیسا کافر بنانے والوں کا بیان

"وَدُّوا" تَمَنَّوْا "لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ" اَنْتُمْ وَهُمْ "سَوَاء" فِي الْكُفْرِ "فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ اَوْلِيَاء" تُوَالُوْنَهُمْ وَاِنْ اَظْهَرُوا الْاِيْمَان "حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه" هِجْرَة صَحِيحَة تُحَقِّق اِيْمَانهمْ "فَاِنْ تَوَلَّوْا" وَاَقَامُوْا عَلٰى مَا هُمْ عَلَيْهِ "فَخُذُوهُمْ" بِالْاَسْرِ "وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا" تُوَالُوْنَهُ "وَلَا نَصِيرًا" تَنْتَصِرُوْنَ بِهِ عَلٰى عَدُوّكُمْ،

وہ یہ تمنا کرتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا تا کہ تم سب کفر میں برابر ہو جاؤ۔ سو تم ان میں سے دوست نہ بناؤ اگر چہ وہ ایمان کو بھی ظاہر کریں، یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں، یعنی ایسی ہجرت صحیحہ جو ان کے ایمان کو ثابت رکھنے والی ہو، پھر اگر وہ روگردانی کریں یعنی اپنے اسی نفاق پر قائم رہیں تو انہیں پکڑ کر قید کر لو اور جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کر ڈالو اور ان میں سے کسی کو دوست اور نہ ہی مددگار بناؤ۔ کہ دشمن سے لڑنے کیلئے ان سے مدد طلب کرو۔

سورہ نساء آیت ۸۹ کے سبب نزول کا بیان

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بھی مکہ والے تھے یہاں آ کر بطور ریا کاری کے اسلام قبول کرتے تھے وہاں جا کر ان کے بت پوجتے تھے تو مسلمانوں کو فرمایا جاتا ہے کہ اگر یہ اپنی دوغلی روش سے باز نہ آئیں ایذاء رسانی سے ہاتھ نہ روکیں صلح نہ کریں تو انہیں امن امان نہ دو ان سے بھی جہاد کرو، انہیں بھی قیدی بناؤ اور جہاں پاؤ قتل کر دو، بیشک ان پر ہم نے تمہیں ظاہر غلبہ اور کھلی حجت عطا فرمائی ہے۔

ہجرت کرنے والوں کو انہی کی نیت کی جزاء ملے گی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اعمال کے نتیجے) نیت کے موافق ہوتے ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو وہ نیت کرے، لہٰذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی، تو اللہ کے ہاں اس کی ہجرت اسی (کام) کے لئے (لکھی جاتی) ہے، جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہو اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہو کہ اسے مل جائے یا کسی عورت کیلئے ہو جس سے وہ نکاح کرے، تو اس کی ہجرت اس بات کے لئے ہوگی، جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 53)

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ
يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ
فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝
مگر ان لوگوں کو جو ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں
آ جائیں کہ ان کے سینے تنگ آ چکے ہوں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، اور اگر اللہ چاہتا تو یقیناً انہیں تم پر غالب کر دیتا
تو وہ تم سے ضرور لڑتے، پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کر لیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح بھیجیں
تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں بنائی۔

امان طلب کرنے والی قوم کیلئے امان ہونے کا بیان

"اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ" يَلْجَئُوْنَ "اِلٰى قَوْم بَيْنَكُمْ وَبَيْنهمْ مِيْثَاق" عَهْد بِالْاَمَانِ لَهُمْ وَلِمَنْ وَصَلَ اِلَيْهِمْ كَمَا عَاهَدَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ سَلَّمَ هِلَال بْن عُوَيْمِر الْاَسْلَمِيّ "اَوْ" الَّذِيْنَ "جَاءُوْكُمْ" وَقَدْ "حَصِرَتْ" ضَاقَتْ "صُدُورهمْ" عَنْ "اَنْ يُقَاتِلُوكُمْ" مَعَ قَوْمهمْ "اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمهمْ" مَعَكُمْ اَيْ مُمْسِكِيْنَ عَنْ قِتَالكُمْ وَقِتَالهمْ فَلَا تَتَعَرَّضُوْا اِلَيْهِمْ بِاَخْذٍ وَلَا قَتْل وَهٰذَا وَمَا بَعْده مَنْسُوخ بِاٰيَةِ

السَّیف "وَلَوْ شَاءَ اللّٰہ" تَسلِیطھم عَلَیکُمْ "لَسَلَّطَھُمْ عَلَیْکُمْ" بِاَنْ یُقَوِّی قُلُوْبِھِمْ "فَلَقَاتَلُوْکُمْ" وَلٰکِنَّہٗ لَمْ یَشَاءُہٗ فَاَلْقٰی فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْب "فَاِنْ اعْتَزَلُوْا فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ" الصُّلح اَیْ انْقَادُوْا "فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا" طَرِیْقًا بِالْاَخْذِ وَالْقَتْل،

مگر ان لوگوں کو جو ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان امان کا معاہدہ ہو یا اس کا معاہدہ جو ان سے جا ملا ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے ہلال بن عویمر اسلمی سے کیا۔ یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آ جائیں کہ ان کے سینے تنگ آ چکے ہوں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، یعنی وہ تمہارے ساتھ اور ان کے ساتھ قتال کرنے سے رکے ہوئے ہیں۔ پس تم ان سے قید اور قتل وغیرہ کے ذریعے معارضہ نہ کرو اور یہ حکم اور اس کے بعد کا حکم آیت سیف کے ذریعے منسوخ ہے۔ اور اگر اللہ ان کو مسلط کرنا چاہتا تا کہ ان کے دل مضبوط ہوں تو یقیناً انہیں تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے، لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا پس اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کر لیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی قتل و پکڑ کی راہ نہیں بنائی۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یصلون ۔ وہ پناہ پکڑیں یا جا ملیں۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب وصل باب ضرب مصدر۔ حصرت۔ حصر (سمع) ماضی واحد مونث غائب وہ گھر گئی وہ تنگ ہوگئی۔ وہ رک گئی حصار محصور اسی سے مشتق ہیں حصرت صدورھم محصور ہو چکے ہیں ان کے سینے (کوئی راہ نکلنے کی نہیں ملتی تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں)۔ جن منکرین ہجرت کو پکڑنے اور قتل کرنے کے متعلق حکم ہوا۔ ان میں دو گروہوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

جو اس قوم سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ امن ہے۔ جو تمہارے پاس آ جائیں لیکن ان کے دل اس قدر محصور ہو چکے ہوں کہ وہ کوئی راہ نہیں پا سکتے کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔

لسلطھم۔ اس نے ان کو زور دیا۔ ان کو مسلط کیا۔ سلیط (تفعیل) بمعنی غلبہ اور مسلط کرنا۔ یہاں تقویت قلب کے لئے آیا ہے۔ برائے ازالۃ الحصر (تنگ دلی۔ ذہنی کرب۔ حصر کی کیفیت) مدارک۔ عبداللہ یوسف علی۔ (الخازن)

فلماتلوکم ۔ عطف ہے لسلطھم پر یعنی اگر اللہ چاہتا تو وہ ان کو تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے تقویت قلب دے دیتا۔ اور وہ حصور اور بے یقینی کی کیفیت اپنے دل میں نہ پاتے۔ تو پھر وہ ضرور تم سے قتال کرتے۔

بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے لیکن یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ جب وہ مسلط ہی ہو گئے تو لڑنے کی کون سی گنجائش رہ گئی۔ ولوشاءاللہ ۔ فلماتلوکم۔ جملہ معترضہ ہے۔

خدا نے مسلمانوں پر اپنی عنایت کا ذکر کیا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ مسلمانوں سے قتال کی اپنے میں ہمت نہ پا سکے۔ فان اعتزلوکم ۔ پس اگر وہ تم سے اعراض کریں۔ ایک طرف رہیں۔ کنارہ کش رہیں۔ اعتزلوا۔ ماضی جمع

مذکر غائب۔اعتزال (افتعال) مصدر۔کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔السلم۔صلح۔انقیاد۔فرمانبرداری۔اطاعت۔تسلیم سے بمعنی سپرد کرنا۔اسم ہے۔

سورہ نساء آیت ۹۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت حسن سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک مدلجی نے بیان کیا کہ جب نبی اہل بدر اور احد پر غالب آگئے اور ان کے آس پاس لوگ مسلمان ہوگئے سراقہ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ خالد کو میری قوم بنو مدلج کی طرف (لڑائی کے لیے) بھیجنا چاہتے ہیں تو میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپ کو ایک نعمت کے بارے میں بتلاتا ہوں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ میری قوم کی طرف لشکر بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ ان سے صلح کرلیں اگر آپ کی قوم اسلام لے آئی تو یہ بھی اسلام قبول کرلیں گے اور اگر آپ کی قوم اسلام نہ لائی تو ان کو ان پر غالب کرنا اچھا نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خالد کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ جاؤ اور جو یہ چاہتا ہے ویسا ہی کرو چنانچہ حضرت خالد نے اس شرط پر ان سے صلح کرلی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ میں کسی تعاون نہیں کریں گے اور اگر قریش اسلام لے آئے تو یہ بھی اسلام قبول کرلیں اور اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔تو جو بھی ان کے ساتھ مل جاتا وہ بھی صلح کے معاہدے میں ان کے ساتھ شریک ہوجاتا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ہلال بن عویمر اسلمی، سراقہ بن مالک مدلجی اور جذیمہ بن عامر بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی۔(سیوطی 82،طبری 5-124)

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا
فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝
اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں۔جب کبھی
انکی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے، تو اس پر اوندھے گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں
اور اپنے ہاتھ سے نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو، اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا ہے۔

فتنہ پرور لوگوں کو قتل کرنے کا بیان

"سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ" بِاِظْهَارِ الْاِيْمَانِ عِنْدَكُمْ "وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ" بِالْكُفْرِ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ وَهُمْ اَسَد وَغَطَفَان "كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ" دُعُوْا اِلَى الشِّرْك "اُرْكِسُوْا فِيْهَا" وَقَعُوْا اَشَدّ وُقُوْع "فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ" بِتَرْكِ قِتَالكُمْ "وَيُلْقُوْا اِلَيْكُمُ السَّلَم" وَلَمْ يُلْقُوْا اِلَيْكُمُ السَّلَم

"وَيَكُفُّوا اَيْدِيَهُمْ" وَلَمْ يَكُفُّوا اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ "فَخُذُوهُمْ" بِالْاَسْرِ "وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ" وُجِدْتُمُوهُمْ "وَاُولٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا" بُرْهَانًا بَيِّنًا ظَاهِرًا عَلٰى قَتْلِهِمْ وَسَبْيِهِمْ لِغَدْرِهِمْ،

اب کچھ اور لوگ بھی تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے ایمان کا اظہار کر کے امان میں رہیں اور جب اپنی قوم کے پاس جائیں تو کفر کا اظہار کر کے ان سے بھی امان میں رہیں۔اور وہ اسد اور غطفان ہیں۔جب کبھی انکی قوم انہیں فساد یعنی شرک کی طرف بلائے، تو اس میں اوندھے گرتے ہیں یعنی اس میں واقع ہونے کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔پھر اگر قتال کو چھوڑ کر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ سے نہ روکیں تو انہیں پکڑ کر قید کرو اور جہاں پاؤ قتل کرو، اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا ہے۔یعنی ان کو قتل کرنے اور ان کو قید کرنے دلیل کو ظاہر کر کے عطا کر دیا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

رددوا۔وہ لوٹائے گئے۔وہ پھیرے گئے۔رد سے باب نصر۔ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔کلام ردوا الی الفتنة .جب کبھی حالات نے ان کو فتنہ کی طرف پھیرا تو ارکسوا فیھا .وہ سر کے بل اس میں جا گرے۔ارکسوا۔وہ الٹ دیئے گئے۔ارکاس سے۔سر کے بل اوپر سے نیچے الٹ دینا۔

اس جملہ میں ارکسوا۔فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔بعض دفعہ فاعل کو اس تیزی وتندی سے کرتا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت مجبور کر رہی ہے ورنہ وہ اپنے طور پر شاید اتنی جلد بازی نہ کرتا۔اس سے اس کی بے تابی اور شدت خواہش ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت لوط کے قصہ میں سورۃ ہود میں آیا ہے وجاء ہ قومہ یھرعون الیہ،جب فرشتوں کو انسانی شکل میں قوم لوط نے حضرت لوط کے ہاں دیکھا تو اپنی مذموم خواہش کے زیر اثر وہ سرپٹ اس طرف دوڑے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ آبلہ زیر پا ہیں اور کوئی اور طاقت ان کو اڑائے لئے جا رہی ہے اصل میں ان کی شدت خواہش ان کو بھگائے لئے جا رہی تھی۔

اس طرح آیت ہذا میں ارکسوا سے فی الحقیقت یہ مراد نہیں کہ ان کو کوئی اور مسلمانوں کے خلاف قتال میں حصہ لینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان کا ایمان تو سطحی تھا۔ان کے نہاں خانہ دل میں تو شرک اور کفر بسا ہوا تھا موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے خلاف جوش و خروش کے ساتھ برسرپیکار ہو گئے۔یلقوا اور یکفوا عطف ہیں یعتزلوا پر۔اس لئے لم کا عمل ان ہر دو فعل پر ہے۔ ثقفتموھم ۔ تم پاؤ ان کو۔سلطانا مبینا کھلا کھلا اختیار۔پورا پورا اختیار۔

سورہ نساء آیت ۹۱ کے شان نزول کا بیان

مدینہ طیبہ میں قبیلہ اسد وغطفان کے لوگ ریاکاری کے طور پر کلمہ اسلام پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب ان میں سے کوئی اپنی قوم سے ملتا اور وہ لوگ ان سے کہتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے تو وہ لوگ کہتے کہ بندروں بچھوؤں وغیرہ پر اس انداز سے ان کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف سے رسم وراہ رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے یہ لوگ منافقین تھے انکے حق

میں یہ آیت نازل ہوئی۔

دورخی اپنانے والے مفسد انسان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے برا اللہ کے نزدیک وہ ہوگا جو دورخی ہو، اس طرف آئے تو ایک چہرہ کے ساتھ اور اُس طرف جائے تو دوسرے چہرے کے ساتھ یعنی جس کے پاس اس جیسی بات کرے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1016)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کردے مگر غلطی سے، اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو ایک مسلمان غلام / باندی کا آزاد کرنا اور خون بہا جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن ہو تو ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے، اور اگر وہ اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے تو خون بہا جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے۔ پھر جس شخص کو میسر نہ ہو تو پے در پے دو مہینے کے روزے ہیں۔ اللہ کی طرف سے توبہ ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

قتل خطاء میں دیت وکفارے کا بیان

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا" اَیْ مَا يَنْبَغِی اَنْ يَّصْدُر مِنْهُ قَتْل لَهُ "اِلَّا خَطَأً" مُخْطِئًا فِیْ قَتْله مِنْ غَيْر قَصْد "وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً" بِاَنْ قَصَدَ رَمْی غَيْرِهٖ كَصَيْدٍ اَوْ شَجَرَة فَاَصَابَهُ اَوْ ضَرَبَهُ بِمَا لَا يَقْتُل غَالِبًا "فَتَحْرِير" عِتْق "رَقَبَة" نَسَمَة "مُؤْمِنَة" عَلَيْهِ "وَدِيَة مُسَلَّمَة" مُؤَدَّاة "اِلٰى اَهْله" اَیْ وَرَثَة الْمَقْتُول "اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا" يَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ بِهَا بِاَنْ يَّعْفُوْا عَنْهَا وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّهَا مِائَة مِنْ الْاِبِل عِشْرُوْنَ بِنْت مَخَاض وَكَذَا بَنَات لَبُوْن وَبَنُو لَبُوْن وَحِقَاق وَجِذَاع وَاَنَّهَا عَلٰى عَاقِلَة الْقَاتِل وَهُمْ عَصَبَته فِی الْاَصْل وَالْفَرْع مُوَزَّعَة عَلَيْهِمْ عَلٰى ثَلَاث سِنِيْنَ عَلَى الْغَنِیّ مِنْهُمْ نِصْف دِيْنَار وَالْمُتَوَسِّط رُبْع كُلّ سَنَة فَاِنْ لَّمْ يَفُوْا فَمِنْ بَيْت الْمَال فَاِنْ تَعَذَّرَ فَعَلَى الْجَانِیْ "فَاِنْ كَانَ" الْمَقْتُول "مِنْ قَوْم عَدُوّ" حَرْب "لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِن فَتَحْرِير رَقَبَة مُؤْمِنَة" عَلٰى قَاتِله كَفَّارَة وَلَا دِيَة تُسَلَّم اِلٰى

اَهْلِه لِحِرَاثَتِهِمْ "وَاِنْ كَانَ" الْمَقْتُول "مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاق" عَهْد كَاَهْلِ الذِّمَّة "فَدِيَة" لَهٗ "مُسَلَّمَة اِلٰى اَهْلِه" وَهِيَ ثُلُث دِيَة الْمُؤْمِن اِنْ كَانَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَثُلُثَا عُشْرِهَا اِنْ كَانَ مَجُوْسِيًّا "وَتَحْرِير رَقَبَة مُؤْمِنَة" عَلٰى قَاتِله "فَمَنْ لَّمْ يَجِد" الرَّقَبَة بِاَنْ فَقَدَهَا وَمَا يُحَصِّلهَا بِه "فَصِيَام شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ" عَلَيْهِ كَفَّارَة وَلَمْ يَذْكُر اللّٰه تَعَالٰى الِانْتِقَال اِلَى الطَّعَام كَالظِّهَارِ وَبِه اَخَذَ الشَّافِعِيّ فِيْ اَصَحّ قَوْلَيْهِ "تَوْبَة مِنَ اللّٰه" مَصْدَر مَنْصُوْب بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر "وَكَانَ اللّٰه عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمًا" فِيْمَا دَبَّرَهٗ لَهُمْ،

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے مگر غلطی سے، یعنی بغیر ارادے کے قتل ہو گیا۔ اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا یعنی اس نے کسی اور طرف نشانہ لگایا جس طرح شکار اور درخت وغیرہ ہے لیکن وہ غلطی سے اس کو جا لگا یا ایسی چیز جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا تو ایک مسلمان غلام، باندی کا آزاد کرنا اور خون بہا جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، یعنی وہ اس پر صدقہ کر دیں یا اس کو معاف کر دیں، اور سنت مطہرہ میں دیت ۱۰۰ اونٹ ہے جو بیس بنت مخاض، ۲۰ بنت لبون ۲۰ بنو لبون، ۲۰ حقے اور ۲۰ جذعے ہیں۔ اور یہ قاتل کی عاقلہ پر ہے اور وہ اصل وفرع میں اس کے عصبہ ہیں۔ اور یہ تین سال میں ادا کی جائے گی ان میں سے غنی پر سالانہ نصف دینار جبکہ درمیانہ آدمی پر چوتھائی دینار ہر سال ہوگا، اور اگر وہ ادا نہ کر سکیں تو بیت المال دیت ادا کرے گا اور وہ بھی نہ دے تو پھر اس قاتل کو ادا کرنا پڑے گی، پھر اگر وہ تمہاری جنگی دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن ہو تو ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے، یہ قاتل پر کفارہ ہے نہ کہ بہ طور دیت ہے کہ جس کو ان کے اہل کو سپرد کیا جائے اور اگر وہ اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے جس طرح اہل ذمہ ہیں تو خون بہا جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور وہ مومن کی دیت کا تہائی ہے اگر چہ وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو اور اگر وہ مجوسی ہے تو دیت کے عشر سے دو تہائی ہے۔ اور ایک مسلمان غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے۔ پھر جس شخص کو میسر نہ ہو یا وہ غلام کو خرید لینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنا اس کیلئے کفارہ ہیں۔ اور کفارہ ظہار کی طرح کھانا کھلانے کو اللہ نے ذکر نہیں کیا، حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں صحیح قول بھی اسی طرح ہے۔ اللہ کی طرف سے توبہ ہے، توبہ یہ مصدر منصوب فعل مقدر کے سبب ہے۔ اور اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، اس میں ان کیلئے تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔

سورہ نساء آیت ۹۲ کے شان نزول کا بیان

کلبی اس آیت کے شان نزول میں فرماتے ہیں کہ عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی اسلام لے آئے وہ اس اندیشے سے کہ کہیں ان کا اسلام ظاہر نہ ہو جائے مدینہ کی طرف بھاگے اور مدینہ پہنچ کر ایک قلعہ میں محفوظ ہو گئے پیچھے ان کے والدہ ان کے غم میں بہت غمگین ہوئی اور اپنے دو بیٹوں ابو جہل اور حارث بن ہشام سے کہا کہ میں گھر کی چھت کا سایہ نہ لوں گی اور نہ کچھ کھاؤں گی یہاں تک کہ تم عیاش کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ وہ دونوں ان کی تلاش میں نکلے ان کے ساتھ حارث بن زید ابن انیسہ بھی تھا جب یہ مدینہ پہنچے تو

عیاش کے پاس قلعہ میں آئے اور ان سے انہوں نے کہا کہ نیچے آ تیری والدہ نے تیرے آنے کے بعد چھت تلے پناہ بھی نہیں لی اور یہ قسم اٹھائی کہ جب تک تو واپس نہ آ جائے نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی اور اللہ کی قسم ہم تجھے کسی بات پر مجبور نہ کریں اور نہ ہی تیرے اور تیرے دین کے درمیان رکاوٹ بنیں گے جب ان دونوں نے ان کی والدہ کی پریشانی ذکر کی اور قسم کھائی تو یہ ان کے پاس نیچے آ گئے انہوں نے انہیں مدینہ سے نکال کر جوڑوں سے باندھ دیا اور ان تینوں میں سے ہر ایک نے سو سو کوڑے لگائے پھر ان کی والدہ کے پاس لے آئے اور کہا اللہ کی قسم ہم تجھے اس وقت تک نہ کھولیں جب تک کہ تو اس چیز سے انکار نہ کر دے جس پر ایمان لایا ہے پھر انہیں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا اور انہوں نے اس کا بعض جو انہوں نے ان چاہا تھا دے دیا (یعنی ظاہری طور پر کفر کے الفاظ کہہ دیے جبکہ دل میں ایمان موجود تھا) ان کے پاس حارث آیا اور کہا کہ اے عیاش اگر تو ہدایت پر تھا تو تو نے اس ہدایت کو چھوڑ دیا اور اگر گمراہی پر تھا تو اس پر تھا اس پر عیاش غصے میں آ گئے اور کہا کہ میں تجھے جب بھی تنہائی میں ملا تو قتل کر دوں گا پھر اس کے بعد دوبارہ اسلام لا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف مدینے ہجرت کر گئے اور حارث بن زید بھی اسلام لے آیا اور ہجرت کر کے مدینہ آ گیا اس دن عیاش موجود نہ تھے اس لیے انہیں اس کے اسلام کی خبر نہ ہوئی تو اس دوران کہ یہ قبا کی سرزمین پر جا رہے تھے انہیں حارث بن زید مل گیا جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا لوگوں نے کہا تم نے یہ کیا کام کیا؟ یہ تو اسلام قبول کر چکا تھا پس عیاش رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ آپ تو جانتے ہیں میرے اور حارث کے درمیان کیا معاملہ تھا جب میں نے اسے قتل کیا اس وقت مجھے اس کے اسلام کی خبر نہ تھی اس موقع پر حضرت جبرائیل کا یہ فرمان لے کر اترے۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قتل عمد کی آخروی سزا ہمیشہ کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا" بِاَنْ يَّقْصِد قَتْله بِمَا يَقْتُل غَالِبًا بِاِيْمَانِهِ "فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّم خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰه عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ" اَبْعَدَهُ مِنْ رَحْمَته "وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا" فِي النَّار وَهٰذَا مُؤَوَّل بِمَنْ يَسْتَحِلّهُ اَوْ بِاَنَّ هٰذَا جَزَاؤُهُ اِنْ جُوْزِيَ وَلَا بِدْع فِي خَلْف الْوَعِيد لِقَوْلِهِ "وَيَغْفِر مَا دُوْن ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاء" وَعَنْ ابْن عَبَّاس اَنَّهَا عَلٰى ظَاهِرهَا وَاَنَّهَا نَاسِخَة لِغَيْرِهَا مِنْ اٰيَات الْمَغْفِرَة وَبَيَّنَتْ اٰيَة الْبَقَرَة اَنَّ قَاتِل الْعَمْد يُقْتَل بِهِ وَاَنَّ عَلَيْهِ الدِّيَة اِنْ عُفِيَ عَنْهُ وَسَبَقَ قَدْرهَا وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ بَيْن الْعَمْد وَالْخَطَأ قَتْلًا يُسَمّٰى شِبْه الْعَمْد وَهُوَ اَنْ يَقْتُلهُ بِمَا لَا يَقْتُل غَالِبًا فَلَا قِصَاص فِيهِ بَلْ دِيَة كَالْعَمْدِ فِي الصِّفَة وَالْخَطَأ فِي التَّاْجِيل وَالْحَمْل وَهُوَ الْعَمْد اَوْلٰى بِالْكَفَّارَةِ مِنْ الْخَطَأ،

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے یعنی اپنے نظریے کے مطابق اس کو قتل کر دیا تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا یعنی اس کو رحمت سے دور کر دے گا۔ اور اس نے اس کے لئے جہنم میں زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ آیت مبارکہ اس تاویل کے ساتھ ہے کہ وہ شخص جس نے قتل مؤمن کو حلال جانا یا اس نے اس کی سزا سمجھی، جبکہ وعید کی مخالفت کرنے میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ بخش دے گا جو اس کے سوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اپنے ظاہری مفہوم کے مطابق ہے۔ اور یہ دوسری آیت میں بیان کردہ اسی مسئلہ کے متعلق حکم کو منسوخ کرنے والی ہے۔ جو آیات مغفرت ہیں۔ اور جس طرح سورہ بقرہ میں بیان ہوا ہے۔ یقیناً قتل میں عمد کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اگرچہ معاف کرے اس کی دیت ہوگی جس کی مقدار پہلے گزر چکی ہے۔ جس کا بیان سنت نے کیا ہے اور قتل عمد اور خطاء کے درمیان ایک قتل شبہ عمد ہے۔ اور وہ ایسی چیز سے قتل کرنا جس سے عام طور پر قتل نہ کیا جاتا ہے۔ تو اس کے قاتل کو قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا بلکہ دیت ہوگی، اور یہ قتل صفت میں عمد کی طرح جبکہ تاخیر میں خطاء کی طرح ہے اور کفارے میں اس کو خطاء کی بہ نسبت عمد پر حمل کرنا زیادہ افضل ہے۔

سورہ نساء آیت ۹۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قیس بن ضبابہ نے بنونجار میں اپنے بھائی ہشام بن ضبابہ کو مقتول پایا وہ مسلمان تھا لہٰذا رسول اللہ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے سارا ماجرا ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنوفہد میں سے ایک پیغام رساں اس کے ساتھ بھیج دیا اور اس نے کہا بنونجار کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام کہو اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں ہشام بن ضبابہ کے قاتل کا علم ہو تو اسے ہشام کے بھائی کے حوالے کر دو تا کہ وہ اس سے قصاص لے لے اور اگر تمہیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے تو پھر اسے اس کے بھائی کی دیت دے پس اس فہدی نے نبی کی طرف سے انہیں یہ بات پہنچا دی۔ انہوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر لبیک کہتے ہیں اللہ کی قسم ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہیں البتہ ہم اس کی دیت ادا کرتے ہیں اور انہوں نے سو اونٹ قیس کے حوالے کر دیئے پھر وہ دونوں مدینہ کی طرف واپس لوٹے ابھی ان کے اور مدینہ کے درمیان مسافت تھوڑی ہی تھی کہ شیطان قیس کے پاس آیا اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ تو نے کیا کام کیا؟ اپنے بھائی کی دیت وصولی کر لی تھی یہ تو تجھ پر گالی بن جائے اپنے ساتھ والے کو قتل کر دے تا کہ جان کے بدلے ہو جائے اور دیت زائد ہو جائے چنانچہ قیس نے ایسا ہی کیا اور فہدی کو پتھر مار کر اس کا سر کچل دیا پھر وہ ان اونٹوں میں سے ایک پر سوار اور بقیہ تمام کو ہانکتے ہوئے کفر کی حالت میں مکہ لوٹ گیا اور اپنے شعر میں یہ کہنا شروع کر دیا۔

میں نے اپنے بھائی کے بدلے میں ایک شیر کو قتل کر دیا جو بلند رتبہ اور بنونجار کا سردار ہے اور اس کی دیت پر سوگوار ہو گیا اپنا انتقام لے لیا اور تکیہ لگا کر لیٹ گیا اور میں بتوں کی طرف سب سے پہلے لوٹنے والا ہوں اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آخرت میں قاتل کو پیشانی سے پکڑ کر لانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز مقتول محض قاتل کو (پکڑ کر) لائے گا اور اس کی پیشانی اور اس کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا (یعنی مقتول کے) اور اس کی رگوں سے خون جاری ہوگا اور وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کر دیا یہاں تک کہ عرش کے پاس لے جائے گا۔ راوی نے نقل کیا پھر لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے توبہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی، وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا، اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے، پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب)۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہ تو یہ آیت منسوخ ہوئی اور نہ ہی بدلی گئی اور ایسے آدمی کی توبہ کہاں قبول ہوسکتی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ بعض لوگوں نے یہ حدیث عمر بن دینار سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن یہ مرفوع نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 968)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ
لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ
قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝
اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے،
تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت اَموالِ غنیمت ہیں۔ اس سے پیشتر تم تو ایسے ہی تھے
پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ پس تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

جہاد پر جانے کیلئے پہلے تحقیق کر لینے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا مَرَّ نَفَر مِنَ الصَّحَابَة بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْم وَهُوَ يَسُوق غَنَمًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا مَا سَلَّمَ عَلَيْنَا اِلَّا تَقِيَّة فَقَتَلُوْهُ وَاسْتَاقُوْا غَنَمه "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ" سَافَرْتُمْ لِلْجِهَادِ, "فِيْ سَبِيْل اللّٰه فَتَبَيَّنُوْا" وَفِيْ قِرَاءَة فَتَثَبَّتُوْا فِي الْمَوْضِعَيْنِ "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَام" بِاَلِفٍ اَوْ دُوْنهَا اَيِ التَّحِيَّة اَوِ الِانْقِيَاد بِكَلِمَةِ الشَّهَادَة الَّتِيْ هِيَ اَمَارَة عَلَى الْاِسْلَام "لَسْت مُؤْمِنًا" اِنَّمَا قُلْت هٰذَا تَقِيَّة لِنَفْسِك وَمَالِك فَتَقْتُلُوْهُ "تَبْتَغُوْنَ" تَطْلُبُوْنَ لِذٰلِكَ "عَرَض الْحَيَاة الدُّنْيَا" مَتَاعهَا مِنَ الْغَنِيْمَة "فَعِنْد اللّٰه مَغَانِم كَثِيْرَة" تُغْنِيكُمْ عَنْ قَتْل مِثْله لِمَالِهٖ "كَذٰلِك كُنْتُمْ مِنْ قَبْل" تُعْصَم دِمَاؤُكُمْ وَاَمْوَالكُمْ بِمُجَرَّدِ قَوْلكُمْ الشَّهَادَة "فَمَنَّ اللّٰه عَلَيْكُمْ" بِالِاشْتِهَارِ بِالْاِيْمَانِ وَالِاسْتِقَامَة

"فَتَبَيَّنُوْا" اَنْ تَقْتُلُوْا مُؤْمِنًا وَّافْعَلُوْا بِالدَّاخِلِ فِى الْاِسْلَامِ كَمَا فُعِلَ بِكُمْ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا" فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر بنوسلیم کے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ تو اس نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سمجھا کہ اس نے جان بچانے کیلئے ایسا کیا ہے۔ لہٰذا اس کو قتل کر دیا اور غنیمت لائے۔ تو یہ حکم نازل ہوا کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں یعنی جہاد کیلئے سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو، ایک قرأت میں دونوں مقامات پر تثبتوا آیا ہے۔ کہ تم انتظار کر لیا کرو، اور اس کو جو تمہیں سلام کرے، لفظ سلام الف کے ساتھ اور بغیر یہ دونوں طرح آیا ہے۔ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، بلکہ تو نے اپنے آپ کو اور مال کو بچانے کیلئے تقیہ اختیار کیا ہے۔ پس تم اس کو قتل کر ڈالو اور تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت اَموالِ غنیمت ہیں۔ ایسی غنائم جو تمہیں اس کے مال سے بے پرواہ کریں گی۔ اس سے پیشتر تم تو ایسے ہی تھے اور تمہارے مال و جان کلمہ شہادت کی گواہی کے سبب محفوظ رکھے جاتے تھے۔ پھر اللہ نے ایمان کی مشہوری اور استقامت کے ذریعے تم پر احسان کیا۔ پس تحقیق کر لیا کرو۔ کہ کہیں مؤمن کو تو نہیں قتل کر رہے ہو؟ اور تم اسلام میں داخل ہونے ویسا ہی معاملہ کرو جس طرح اس سے پہلے تمہارے ساتھ کیا گیا۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

سورہ نساء آیت ۹۴ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اصحاب نبی ﷺ چکر لگاتے ہوئے نکلے تو مشرکین سے ان کا مقابلہ ہو گیا اور انہوں نے انہیں شکست دی مشرکین میں سے ایک شخص نے دوڑ لگائی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس کا سامان حاصل کرنے کے لیے اس کا پیچھا کیا جب اس مسلمان نے اسے نیزے سے ڈھانپ لیا تو اس نے بار بار کہا کہ میں مسلمان ہوں لیکن اس نے اس کی تکذیب کی اور اسے نیزہ گھونپ کر مار دیا اور اس کا ساز و سامان لے لیا اور اس کا سامان بھی بہت تھوڑا تھا یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے اس کے باوجود کے اس کو قتل کر دیا وہ خود کو مسلمان بتا رہا تھا اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے تو صرف بچنے کے لیے کہا تھا آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا تا کہ جان لے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے اس نے کہا میں جانتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا افسوس کہ تو نہیں جانتا تھا اسے اس کی زبان نے بیان کیا راوی کہتے ہیں کہ بہت جلد ہی وہ قتل کرنے والا شخص مر گیا اور اسے دفن کر دیا گیا لیکن جب صبح ہوئی تو اس کی میت قبر میں پہلو میں باہر پڑی ہوئی تھی پھر لوگوں نے دوبارہ اس کے لیے قبر کھودی اور اسے مضبوط بنایا اور اس شخص کی میت کو دفن کر دیا لیکن اگلی صبح پھر وہ قبر کے پہلو میں باہر پڑا ہوا تھا دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا آخر کار جب انہوں نے دیکھا کہ زمین اس کو قبول نہیں کرتی تو اسے گھاٹی میں پھینک دیا اور اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر در منثور ۲۔ ۲۰۱)

زبانی کلمہ شریف سننے والے کے اسلام کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کے ایک شخص کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزر ہوا اس کے ساتھ بکریاں تھیں اس نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس نے ہم سے بچنے کیلئے سلام کیا ہے۔ چنانچہ وہ اٹھے اور اسے قتل کر کے اس کی بکریاں لے لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ، اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں۔ النساء آیت) یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 969)

فتنوں سے اپنے آپ کو بچانے کا بیان

اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ (جنگ) میں بھیجا تو ہم صبح صبح جہینہ کے علاقہ میں پہنچ گئے میں نے وہاں ایک آدمی کو پایا اس نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، میں نے اسے ہلاک کر دیا پھر میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہوا کہ میں نے مسلمان کو قتل کیا یا کافر کو؟ تو میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے تو یہ کلمہ تلوار کے ڈر سے پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا کہ اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں مسلمان کو قتل نہیں کروں گا جب تک کہ اس کو اسامہ قتل کر دیں ایک آدمی نے کہا کہ کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا کافروں سے اس وقت تک قتال کرو جب تک کہ فتنہ نہ رہے اور اللہ کا دین عام ہو جائے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم فتنہ مٹانے کے لئے جہاد کر رہے ہیں اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 277)

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر

مرتبہ میں فضیلت بخشی ہے اور اللہ نے سب سے وعدہ، بھلائی کا فرمایا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر زبردست اجر کی فضیلت دی ہے۔

عذر کے سبب جہاد نہ کرنے والوں کیلئے بھی نیت کا ثواب ہونے کا بیان

"لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" عَنِ الْجِهَاد "غَيْر أُولِي الضَّرَر" بِالرَّفْعِ صِفَة وَالنَّصْب اسْتِثْنَاء مِنْ زَمَانَة اَوْ عَمًى وَنَحْوه "وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰه الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ" لِضَرَرٍ "دَرَجَة" فَضِيلَة لِاسْتِوَائِهِمَا فِي النِّيَّة وَزِيَادَة الْمُجَاهِدِيْنَ بِالْمُبَاشَرَةِ "وَكُلًّا" مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ "وَعَدَ اللّٰه الْحُسْنٰى" الْجَنَّة "وَفَضَّلَ اللّٰه الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ" لِغَيْرِ ضَرَر "اَجْرًا عَظِيْمًا"

مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو جہاد میں بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے ہیں یہاں پر لفظ غیر یہ صفت ہونے کی وجہ سے مرفوع جبکہ استثناء کے سبب منصوب ہوگا۔ یعنی سوائے ان کے جو نابینا وغیرہ ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں درجات میں برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ میں فضیلت بخشی ہے یعنی نیت اور مجاہدین کی زیادہ محنت کے سبب فضیلت ہے۔ اور اللہ نے سب سے وعدہ بھلائی کا فرمایا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر زبردست اجر کی فضیلت دی ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

القاعدون۔ بیٹھنے والے۔ یعنی جو جہاد پر نہ گئے اور پیچھے گھروں میں بیٹھے رہے۔ غیر اولی الضرر۔ ماسوائے معذوروں کے عذر خواہ بیماری کے سبب ہو۔ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے۔ کلا۔ ہر ایک کے لئے۔ سب کے لئے۔ یعنی سب مسلمانوں کے لئے خواہ وہ قاعدون میں سے ہیں یا مجاہدین میں سے۔ ہر ایک فریق کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اچھے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے قاعدین پر اور ان کو اجر عظیم دے گا۔ کل۔ لفظاً واحد ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے۔ واحد جمع، مذکر، مونث۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کلا بوجہ فعل وعد کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

سورہ نساء آیت ۹۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ، برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ سورت النساء۔ آیت) تو عمر بن ام مکتوم آئے جو نابینا تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم میں نابینا ہوں میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شانے کی ہڈی اور دوات لاؤ فرمایا تختی اور دوات۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں عمرو بن ام مکتوم ہے جبکہ بعض روایات میں عبداللہ بن ام مکتوم ہے اور عبداللہ زائدہ کے بیٹے ہیں۔ ام مکتوم ان کی والدہ ہیں۔ (جامع ترمذی: جلددوم: حدیث نمبر 970)

مقسم مولیٰ عبداللہ بن حارث، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت، لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ، سے مراد اہل بدر اور اس میں شریک نہ ہونے والے ہیں اس لئے کہ جب غزوہ بدر ہوا اور عبداللہ بن جحش اور ابن ام مکتوم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دونوں اندھے ہیں کیا ہمارے لئے اجازت ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جولڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے اور اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے، بیٹھ رہنے والوں پر درجہ)۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ جہاد نہ کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً، زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں، جو کہ درجے ہیں۔ اللہ کی طرف سے)۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہاں بھی مراد اہل عذر اور مریض لوگ نہیں ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ مقسم بعض محدثین کے نزدیک عبداللہ بن حارث کے مولیٰ ہیں اور بعض کے نزدیک عبداللہ بن عباس کے مولیٰ ہیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ (جامع ترمذی: جلددوم: حدیث نمبر 971)

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝
اس کی طرف سے درجات ہیں اور بخشائش اور رحمت ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اولیائے رحمٰن کیلئے اعلان بخشش کا بیان

"دَرَجَات مِنْهُ" مَنَازِل بَعْضهَا فَوْق بَعْض مِنْ الْكَرَامَة "وَمَغْفِرَة وَرَحْمَة" مَنْصُوبَانِ بِفِعْلِهِمَا الْمُقَدَّر "وَكَانَ اللّٰه غَفُوْرًا" لِأَوْلِيَائِهِ "رَحِيْمًا" بِأَهْلِ طَاعَته،

اس کی طرف سے درجات ہیں یعنی بعض کے درجے بعض سے عزت میں بلند ہیں۔ اور بخشائش اور رحمت ہے، مغفرت اور رحمت یہ دونوں فعل مقدر کے سبب منصوب ہیں۔ اور اللہ اپنے اولیاء کو بڑا بخشنے والا، اہل طاعت پر مہربان ہے۔

اللہ کی بخشش ورحمت کے اعلان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے، جس وقت کہ آخری تہائی رات باقی رہتی ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے، تو میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اسے بخش دوں۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1097)

انصار و مہاجرین کیلئے دعائے بخشش کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! عیش تو صرف آخرت کا عیش ہے پس انصار اور مہاجرین کی حالت درست فرما اور قتادہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1031)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

بیشک جن لوگوں کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں وہ ان سے دریافت کرتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور و بے بس تھے، فرشتے کہتے ہیں، کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، سو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

کفار کی معیت میں مرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي اَنْفُسَهُمْ" بِالْمُقَامِ مَعَ الْكُفَّارِ وَتَرْكِ الْهِجْرَةِ وَنَزَلَ فِيْ جَمَاعَةٍ اَسْلَمُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا فَقُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ مَعَ الْكُفَّارِ: "قَالُوْا" لَهُمْ مُوَبِّخِيْنَ "فِيْمَ كُنْتُمْ" اَيْ فِيْ شَيْءٍ كُنْتُمْ فِيْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ "قَالُوْا" مُعْتَذِرِيْنَ "كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ" عَاجِزِيْنَ عَنْ اِقَامَةِ الدِّيْنِ "فِي الْاَرْضِ" اَرْضِ مَكَّةَ "قَالُوْا" لَهُمْ تَوْبِيْخًا "اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا" مِنْ اَرْضِ الْكُفْرِ اِلٰى بَلَدٍ اٰخَرَ كَمَا فَعَلَ غَيْرُكُمْ "فَاُولٰٓئِكَ مَاْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا" هِيَ،

بیشک جن لوگوں کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں یعنی وہ کفار کے ساتھ تھے اور انہوں نے ہجرت بھی نہیں کی تھی۔

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اسلام قبول کیا لیکن انہوں نے ہجرت نہ کی اور وہ بدر کے دن کفار کے ساتھ قتل ہوئے۔ تو فرشتے از راہ توبیخ ان سے دریافت کرتے ہیں کہ تم کس حال یعنی کس دین میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین مکہ میں کمزور و بے بس تھے، فرشتے کہتے ہیں، کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، یعنی کفر سے دوسرے شہر کی طرف چلے جاتے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔ سو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

سورہ نساء آیت ۹۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ مکہ کے کچھ لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جنہوں نے اسلام کا دعویٰ کیا لیکن ہجرت نہ کی اور ایمان ظاہر کیا لیکن اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھا جب بدر کا دن تھا تو یہ لوگ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کے لیے نکلے اور قتل ہوئے تو

فرشتوں نے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارا اور ان سے وہ کچھ کہا جو اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا۔

حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو آخر تک پڑھا اور فرمایا کہ یہ مسلمانوں کی جماعت مکہ میں تھی یہ لوگ مشرکین کے ساتھ (مسلمانوں کے خلاف) قتل کے لیے نکلے اور انہی کے ساتھ قتل ہوئے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی 5-345)

یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کلمہ اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جب مشرکین جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ ہی مارے بھی گئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ کفار کے ساتھ ہونا اور فرض ہجرت ترک کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور رہتے مکے میں ہی ان میں علی ابن امیہ بن خلف اور ابو قیس بن ولید بن مغیرہ اور ابو منصور بن حجاج اور حارث بن زمعہ تھے ضحاک کہتے ہیں یہ ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مکے میں رہ گئے پھر بدر کی لڑائی میں مشرکوں کے ساتھ آئے ان میں سے بعض میدان جنگ میں کام بھی آگئے۔ مقصد یہ ہے کہ آیت کا حکم عام ہے ہر اس شخص کا جو ہجرت پر قادر ہو پھر بھی مشرکوں میں پڑا رہے اور دین پر مضبوط نہ رہے اوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم ہے اور اس آیت کی رو سے اور مسلمانوں کے اجماع سے وہ حرام کام کا مرتکب ہے اس آیت میں ہجرت سے گریز کرنے کو ظلم کہا گیا ہے، ایسے لوگوں سے ان کے نزع کے عالم میں فرشتے کہتے ہیں کہ تم یہاں کیوں ٹھہرے رہے؟ کیوں ہجرت نہ کی؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنے شہر سے دوسرے شہر کہیں نہیں جاسکتے تھے، جس کے جواب میں فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین میں کشادگی نہ تھی۔

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ○

سوائے ان واقعی مجبور و بےبس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے، جو نہ کسی تدبیر پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ جانتے ہیں۔

عدم استطاعت والوں کیلئے ہجرت میں رخصت کا بیان

"إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَال وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَان " الَّذِينَ "لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَة" الَّذِينَ لَا قُوَّة لَهُمْ عَلَى الْهِجْرَة وَلَا نَفَقَة "وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا" طَرِيقًا إِلَى أَرْض الْهِجْرَة.

سوائے ان واقعی مجبور و بےبس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے، جو نہ کسی تدبیر پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ کوئی ہجرت کا راستہ جانتے ہیں۔ اور نہ ہی کوئی راستے کا نفقہ ہے کہ وہ ہجرت والی زمین طرف چلے جاتے۔

حضرت ضمرہ بن جندب ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے لیکن آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال کر گئے ان کے بارے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی ضمرہ جن کو آنکھوں سے

دکھائی نہ دیتا تھا جب وہ (اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا) 4۔النسآء:98) سنتے ہیں تو کہتے ہیں میں مالدار ہوں اور چارہ کار بھی رکھتا ہوں مجھے ہجرت کرنی چاہئے چنانچہ سامان سفر تیار کرلیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل کھڑے ہوئے لیکن ابھی تنعیم میں ہی تھے جو موت آ گئی ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں غزوہ کرنے کے لئے نکلا صرف میرے وعدوں کو سچا جان کر اور میرے رسولوں پر ایمان رکھ کر بس وہ اللہ کی ضمانت میں ہے یا تو وہ لشکر کے ساتھ فوت ہو کر جنت میں پہنچے گا یا اللہ کی ضمانت میں واپس لوٹے گا اجر وغنیمت اور فضل رب لے کر۔اگر وہ اپنی موت مرجائے یا مار ڈالا جائے یا گھوڑے سے گر جائے یا اونٹ پر سے گر پڑے یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لے یا اپنے بستر پر کسی طرح فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔ابوداؤد میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ وہ جنتی ہے بعض الفاظ ابوداؤد میں نہیں ہیں۔

مسند ابویعلی میں ہے جو شخص حج کے لئے نکلا پھر مر گیا قیامت تک اس کے لئے حج کا ثواب لکھا جاتا ہے، جو عمرے کے لئے نکلا اور راستے میں فوت ہو گیا اس کے لئے قیامت تک عمرے کا اجر لکھا جاتا ہے۔جو جہاد کے لئے نکلا اور فوت ہو گیا اس کے لئے قیامت تک کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا۝

تو قریب ہے اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔

عذر کے سبب ہجرت نہ کرنے والوں کیلئے معافی کا بیان

بعض مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں۔سو ان پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں۔اس رکوع میں اسی کا ذکر ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی کافروں کے ساتھ مل رہے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف وکمزوری کے دین کی باتیں نہ کر سکتے تھے۔فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین تو بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔سو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔البتہ جو لوگ ضعیف ہیں اور عورتیں اور بچے کہ نہ وہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہیں نہ ان کو کوئی ہجرت کا راستہ معلوم ہے وہ قابل معافی ہیں۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝

اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہجرت کرنے والے کیلئے راستے میں موت واقع ہو جانے کا بیان

"وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا" مُهَاجِرًا "كَثِيْرًا وَّسَعَةً" فِي الرِّزْق "وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ" فِي الطَّرِيْق كَمَا وَقَعَ لِجندع بن ضَمْرَة اللَّيْثِيّ "فَقَدْ وَقَعَ" ثَبَتَ "اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا،

اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں رزق کیلئے بہت جگہ اور گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آ لیا جس طرح جندع بن ضمرہ لیثی کے ساتھ راستے میں ہوا تو وہ ثابت قدم رہے۔ تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۰۰ کے شان نزول کا بیان

جب مسلمانوں نے یہ آیت پڑھی تو حبیب بن ضمرہ لیثی حالانکہ وہ بہت بوڑھے تھے نے اپنے بیٹوں سے کہا مجھے اٹھاؤ کیونکہ میں کمزور اور لاچار لوگوں میں سے نہیں ہوں اور مجھے رستہ بھی معلوم ہے چنانچہ ان کے بیٹوں نے انہیں چارپائی پر ڈالا اور مدینہ کی طرف چل پڑے جب یہ مقام تنعیم میں پہنچے تو ان کی موت کا وقت آ گیا انہوں نے دائیں بائیں ہاتھ پر مارا اور کہا اے اللہ یہ تیری طرف سے اور یہ تیرے رسول ﷺ کی طرف سے ہے، میں اسی چیز پر تجھ سے بیعت کرتا ہوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی موت اچھی ہوئی ہے۔ ان کی خبر اصحاب رسول ﷺ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ مدینہ پہنچ جاتا تو ان کا اجر کامل ہوتا اس موقع پر اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 150، طبری 5۔152)

بارگاہ رسالت ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کا بیان

آیتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جو شخص اپنے نہاں خانہ دل میں گنبد خضراء کے جلووں کو سمیٹنے کی نیت سے سفر اختیار کرتا ہے اس پر بھی اسی ہجرت الی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِطلاق ہوتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف طریقوں سے اَز رَہِ شان وفضیلت کہیں اپنے روضۂ اَقدس، کہیں اپنے مسکن مبارک اور کہیں اپنے منبرِ اَقدس کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس شان وفضیلت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُمت میں اِن مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا شوق اور رغبت پیدا ہو۔ ذیل میں قبرِ انور کی فضیلت بزبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ کریں۔

روضۂ اَطہر ﷺ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ

مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي.

میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور (روزِ قیامت) میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہوگا۔ (1. بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب فضل ما بین القبر والمنبر، 1:399، رقم: 1138، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب ما بین القبر والمنبر، 2:1011، رقم: 1391)

ابو صالح ذکوان سمان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اِن الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے: مِنْبَرِي هٰذَا عَلٰى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ، وَمَا بَيْنَ حُجْرَتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.

میرا یہ منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر (کوثر کے کنارے) پر (نصب) ہوگا اور میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (أحمد بن حنبل، المسند، 2:534)

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو روضۂ اَطہر کے پاس روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے: یہی وہ جگہ ہے جہاں (محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں) آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بیہقی، شعب الإیمان، 3:491، رقم: 4163)

اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قَوَائِمُ مِنْبَرِي رَوَاتِبُ فِي الْجَنَّةِ. میرے اس منبر کے پائے جنت میں پیوست ہیں۔

(1. نسائی، السنن الکبریٰ، 1:257، رقم: 775، 2. أحمد بن حنبل، المسند، 6:289، 3. عبد الرزاق، المصنف، 3:182، رقم: 5242)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اِمام بخاری اور اِمام مسلم جیسے اَجل ائمۂ حدیث نے اپنی کتب میں روضۂ اَطہر اور منبر مبارک کی درمیانی جگہ کی فضیلت سے متعلق اَحادیث بیان کرتے ہوئے اُس کا عنوان اِس طرح قائم کیا ہے:

اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح (1:399) میں کتاب التطوع کے باب نمبر 18 کا عنوان فَضْلُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ رکھا ہے۔

اِمام مسلم نے صحیح (2:1010) میں کتاب الحج کے باب نمبر 92 کا عنوان مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ رکھا ہے۔

اِن اَحادیثِ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قبرِ انور کی نشاندہی کرتے ہوئے خود فرما دیا کہ میری قبرِ انور میری اَزواجِ مطہرات کے گھروں میں ہے، لہٰذا مَا بَيْنَ بَيْتِي کے الفاظ میں معناً قبرِ انور مراد ہے، جبکہ قبرِ انور کا ذکر لفظاً (مَا بَيْنَ قَبْرِي) بھی آیا ہے، اور اُن کی زیارت کے لئے جانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جنت میں جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک زیارتِ قبرِ انور کی نیت سے سفر کرنا اُمتِ مسلمہ کا پسندیدہ اور محبوب عمل رہا ہے۔ ایسا محبوب عمل جس کی ادائیگی تو کجا اس کی محض یاد بھی موجب برکت وسعادت ہے۔

14 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے زیارتِ روضۂ اَطہر کی ترغیب

خود سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں روضۂ اقدس کی زیارت کی ترغیب دی اور زائر کے لئے شفاعت کا وعدہ فرمایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے روضۂ اَطہر کی زیارت کے حوالے سے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے: مَنْ زَارَ قَبْرِی، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی.

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

1. دارقطنی، السنن، 2: 2782، حکیم ترمذی، نوادر الاصول، 2: 67، 3. بیہقی، شعب الایمان، 3: 490، رقم: 4159، 4160

4۔ ذہبی نے میزان الاعتدال 6): 567) میں کہا ہے کہ اسے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابنِ خزیمہ نے مختصر المختصر میں نقل کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں حلّت لہ شفاعتی کے الفاظ بھی ہیں۔ امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ شواهد الحق فی الاستغاثہ بسید الخلق (ص: 77) میں لکھتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی چند اِسناد بیان کرنے اور جرح وتعدیل کے بعد فرماتے ہیں: مذکورہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے۔ جن احادیث میں زیارتِ قبرِ انور کی ترغیب دی گئی ہے ان کی تعداد دس سے بھی زیادہ ہے، اِن احادیث سے مذکورہ حدیث کو تقویت ملتی ہے اور اسے حسن سے صحیح کا درجہ مل جاتا ہے۔ (سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: 3، 11)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﹰ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝
اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

نماز میں قصر کی رخصت ہونے کا بیان

"وَاِذَا ضَرَبْتُمْ" سَافَرْتُمْ "فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاح" فِی "اَنْ تَقْصُرُوْا مِنْ الصَّلَاة" بِاَنْ تَرُدُّوهَا مِنْ اَرْبَع اِلَى اثْنَتَیْنِ "اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمْ" اَیْ یَنَالكُمْ بِمَكْرُوْهٍ "الَّذِیْنَ كَفَرُوْا" بَیَان لِلْوَاقِعِ اِذْ ذَاكَ فَلَا مَفْهُوم لَهُ وَبَیَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ الْمُرَاد بِالسَّفَرِ الطَّوِیل وَهُوَ اَرْبَع بُرُد وَهِیَ مَرْحَلَتَانِ . وَیُؤْخَذ مِنْ قَوْله تَعَالَى: "فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاح" اَنَّهُ رُخْصَة لَا وَاجِب وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیّ "اِنَّ الْكَافِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِینًا" بَیِّنِی الْعَدَاوَة،

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو یعنی چار رکعت والی میں دو رکعات کر کے پڑھو، اگر

تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے یعنی ان سے تکلیف پہنچے گی۔

یہ نماز قصر کے واقعہ کو بیان کرنے والی آیت ہے لہٰذا اس کا مفہوم مخالف معتبر نہ ہوگا اور سنت نے بیان کیا ہے کہ سفر سے مراد طویل سفر ہے۔ اور وہ چار برد ہیں اور دو مرحلے ہیں۔ اور ماخذ یہ قول "فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ" لہٰذا یہ رخصت ہے واجب نہیں ہے اور یہی امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔ بیشک کفار عداوت کرنے میں تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

سورہ نساء آیت ۱۰۱ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، اگر تمہیں خوف ہو تو قصر نماز پڑھ لیا کرو، اور اب تو لوگ امن میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے بھی اسی طرح تعجب ہوا تھا۔ پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے عنایت کردہ صدقہ ہے پس اسے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 973)

مسافت سفر کے بارے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت کے مطابق ایک روز کی مسافت اور دوسری روایت کے مطابق دو روز کی مسافت کو مقرر کیا ہے لیکن ان کے مسلک کی کتاب حاوی میں سولہ فرسخ کا تعین کیا گیا ہے اور یہی مسلک حضرت امام مالک و حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے مسافت قصر کے سلسلے میں تین منزلیں کی حد مقرر کی ہیں اور ایک منزل اتنی مسافت پر ہو کہ چھوٹے دنوں میں قافلہ صبح کو چل کر دوپہر کے بعد منزل پر پہنچ جائے۔ حضرت امام ابویوسف دو روز اور تیسرے روز کے اکثر حصہ کی مسافت کو مسافت قصر قرار دیا ہے۔

اصحاب ظواہر (وہ جماعت جو صرف حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل پیرا ہوتی ہے) نے مطلقاً سفر کا اعتبار کیا ہے یعنی ان کے نزدیک مسافت قصر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے خواہ سفر لمبا ہو یا چھوٹا ہو ہر صورت میں نماز قصر ادا کی جائے گی۔

اس سلسلے میں اگر چاروں ائمہ کے مسلک کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت اور نتیجے کے اعتبار سے سب کا یکساں ہی مسلک ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک مشہور مسلک کے مطابق مسافت قصر (۴۸) میل مقرر ہے، حاوی قول کے مطابق شوافع کے ہاں سولہ فرسخ مقرر ہے اور سولہ فرسخ حساب کے اعتبار سے (۴۷) میل کے برابر ہے اسی طرح حضرت امام مالک و حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے لہٰذا چاروں مسلک میں مسافت قصر (۴۸) میل ہوئی۔

میل کی مسافت کا بیان

میل تین فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ بارہ ہزار قدموں کا ہوتا ہے۔ ابن شجاع نے کہا ہے کہ میل تین ہزار پانچ سو گز سے لیکر چار

ہزار گزوں کا ہوتا ہے۔ اور میل کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے اس کی وجہ سے حرج لازم آتا ہے۔ جو کہ اٹھالیا گیا ہے۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۸۵، بیروت)

سفر کی مدت اقامت میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں راوی نے انس سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے دن مکہ میں قیام کیا انہوں نے فرمایا دس دن اس باب میں ابن عباس اور جابر سے بھی روایت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں حدیث انس حسن صحیح ہے ابن عباس سے مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اسفار میں انیس دن تک قیام کیا اور دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے چنانچہ اگر ہمارا قیام انیس دن یا اس سے کم مدت کا ہوتا تو ہم بھی قصر ہی پڑھتے اور اگر اس سے زیادہ رہتے تو پوری نماز پڑھتے حضرت علی سے مروی ہے کہ جو دس دن قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے ابن عمر پندرہ دن اور دُوسری روایت میں بارہ دن قیام کرنے والے کے متعلق پوری نماز کا حکم دیتے تھے قتادہ اور عطاء خراسانی سعید بن مسیب سے روایت ہیں کہ جو شخص چار دن تک قیام کرے وہ چار رکعتیں ادا کرے داؤد بن ابی ہندان سے اس کے خلاف روایت کرتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے سفیان ثوری اور اہل کوفہ پندرہ دن قیام کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے۔

امام اوزاعی بارہ دن قیام کی نیت پر پوری نماز پڑھنے کے قائل ہیں امام شافعی، امام مالک اور احمد کا یہ قول ہے کہ اگر چار دن رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے اسحاق کہتے ہیں کہ اس باب میں قوی ترین مذہب ابن عباس کی حدیث کا ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی اسی پر عمل پیرا ہیں کہ اگر انیس دن قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔ پھر اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر رہنے کی مدت متعین نہ ہو تو قصر ہی پڑھنی چاہئے اگر سال گزر جائیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 536)

سفر مباح و معصیت دونوں میں رخصت قصر پر مذاہب اربعہ

تم پر نماز کی تخفیف کرنے میں کوئی گناہ نہیں، یہ کمی یا تو کمیت میں یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت ہے جیسے کہ جمہور نے اس آیت سے سمجھا ہے گو پھر ان میں بعض مسائل میں اختلاف ہوا ہے بعض تو کہتے ہیں یہ شرط ہے کہ سفر اطاعت کا ہو مثلاً جہاد کے لئے یا حج وعمرے کے لئے یا طلب وزیارت کے لئے وغیرہ۔ ابن عمر عطاء یحییٰ اور ایک روایت کی رو سے امام مالک کا یہی قول ہے، کیونکہ اس سے آگے فرمانِ ہے اگر تمہیں کفار کی ایذا رسانی کا خوف ہو، بعض کہتے ہیں اس قید کی کوئی ضرورت نہیں کہ سفر قربت الٰہیہ کا ہو بلکہ نماز کی کمی ہر مباح سفر کے لئے ہے جیسے اضطرار اور بے بسی کی صورت میں مردار کھانے کی اجازت ہے، ہاں یہ شرط ہے کہ سفر معصیت کا نہ ہو،

امام شافعی وغیرہ ائمہ کا یہی قول ہے، ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں تجارت کے سلسلے میں دریائی

سفر کرتا ہوں تو آپ نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا، یہ حدیث مرسل ہے، بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ ہر سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز ہے سفر خواہ مباح ہو خواہ ممنوع ہو یہاں تک کہ اگر کوئی ڈاکہ ڈالنے کے لئے اور مسافروں کو ستانے کے لئے نکلا ہوا ہے اسے بھی نماز قصر کرنے کی اجازت ہے، ابوحنیفہ ثوری اور داؤد کا یہی قول ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝

اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے، جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو، بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نماز خوف کے شرعی طریقہ کا بیان

"وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ " يَا مُحَمَّدُ حَاضِرًا "فِيْهِمْ" وَاَنْتُمْ تَخَافُوْنَ الْعَدُوَّ "فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ " وَهٰذَا جَرٰى عَلٰى عَادَةِ الْقُرْاٰنِ فِى الْخِطَابِ "فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ " وَتَتَاَخَّرُ طَائِفَةٌ "وَلْيَاْخُذُوْا" اَىِ الطَّائِفَةُ الَّتِىْ قَامَتْ مَعَكَ "اَسْلِحَتَهُمْ" مَعَهُمْ "فَاِذَا سَجَدُوْا " اَىْ صَلَّوْا " فَلْيَكُوْنُوْا" اَىِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى "مِنْ وَرَائِكُمْ " يَحْرُسُوْنَ اِلٰى اَنْ تَقْضُوا الصَّلَاةَ وَتَذْهَبَ هٰذِهِ الطَّائِفَةُ تَحْرُسُ "وَلْتَاْتِ طَائِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ " مَعَهُمْ اِلٰى اَنْ تَقْضُوا الصَّلَاةَ وَقَدْ فَعَلَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ بِبَطْنِ نَخْلٍ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ "وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ" اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ "عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً " بِاَنْ يَحْمِلُوْا عَلَيْكُمْ فَيَاْخُذُوْكُمْ وَهٰذَا عِلَّةُ الْاَمْرِ بِاَخْذِ السِّلَاحِ "وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِنْ مَطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ" فَلَا تَحْمِلُوْهَا وَهٰذَا يُفِيْدُ اِيْجَابَ حَمْلِهَا عِنْدَ عَدَمِ

الْعُذْرِ وَهُوَ اَحَدُ قَوْلَيْنِ لِلشَّافِعِيِّ وَالثَّانِيْ اَنَّهُ سُنَّةٌ وَرَجَحَ "وَخُذُوا حِذْرَكُمْ" مِنَ الْعَدُوِّ اَيْ احْتَرِزُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ "اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا" ذَا اِهَانَةٍ،

اور اے محبوب ﷺ جب تم ان میں تشریف فرما ہو، پھر نماز میں ان کی امامت کرو، قرآن کے طریقے کے مطابق خطاب ہے تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ جبکہ دوسرا گروہ مؤخر رہے۔ پھر جب وہ سجدہ کر لیں یعنی نماز پڑھ لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے، یعنی یہ گروہ نماز سے پھر کر چلا جائے تو دوسرا گروہ جو نماز میں حاضر نہ تھا۔ بلکہ حفاظت پر مقرر تھا وہ آجائے۔ جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں، اور یہ گروہ بھی نماز پوری کرے، امام بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے بطن نخلہ میں ایسا ہی کیا۔

کافروں کی تمنا ہے کہ جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں یعنی اچانک۔ تم پر حملہ کر دیں اور یہی اسلحہ کو لینے کی علت ہے۔ اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو یعنی اسلحہ رکھ دو لہٰذا عدم عذر کے وقت اسلحہ کو بندر کھنا واجب ہوا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول یہی ہے۔ اور اپنی پناہ لیے رہو، یعنی جس قدر ہو سکے دشمن سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جو توہین کرنے والا ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۰۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوعیاش زرقی کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین نے کہا کہ یہ لوگ ایسی حالت میں تھے کہ ہم ان پر دھوکہ سے حملہ کر سکتے تھے انہوں نے کہا ان پر ابھی ایسی نماز کا وقت آنے والا ہے جو ان کے نزدیک ان کے آباء سے بڑھ کر محبوب ہے۔

آپ فرماتے ہیں وہ عصر کی نماز تھی آپ کہتے ہیں کہ اس موقع پر پچھلی نماز اور عصر کے درمیان حضرت جبرائیل تشریف لائے یہ آیت لے کر ۔وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ۔ ہم مقام عسفان میں تھے اور مشرکین پر خالد بن ولید سپہ سالار تھے اور یہ جماعت ہمارے اور قبلے کے درمیان حائل تھی اس کے بعد آپ نے نماز خوف کا ذکر کیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم 1236)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے تو مقام عسفان میں مشرکین سے سامنا ہو گیا جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور انہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو رکوع سجدہ کرتے دیکھا تو بعض نے بعض سے کہا یہ تمہارے لیے موقع تھا کہ اگر تم ان پر حملہ کر دیتے تو تمہارے بارے میں علم بھی نہ ہوتا یہاں تک کہ تم ان پر غلبہ پا لیتے ان میں سے ایک نے کہا ان کی ایک دوسری نماز ہے جو ان کے نزدیک ان کے اہل اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہے لہٰذا تم ان پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس پر اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی۔

نمازخوف کے طریقے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سہل بن ابوحثمہ نماز خوف کے متعلق فرماتے ہیں کہ امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور اس کے ساتھ ایک گروہ کھڑا ہو جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے اور انہی کی طرف رخ کیے رہے پھر امام پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور وہ لوگ دوسری رکعت خود پڑھیں اور دوسجدے کرنے کے بعد دوسری جماعت کی جگہ دشمن کے مقابل آجائیں اور وہ جماعت آکر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور سجدے کرے امام کی دو رکعتیں ہو جائیں گی اور جماعت کی پہلی رکعت ہوگی پھر یہ لوگ کھڑے ہو جائیں اور دوسری رکعت پڑھیں اور سجدہ کریں محمد بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن سعید سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے شعبہ کے حوالے سے مجھے بتایا کہ شعبہ عبدالرحمن بن قاسم سے وہ قاسم سے وہ اپنے والد سے وہ صالح بن خوات سے وہ سہل بن ابی حثمہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یحیی بن سعید انصاری کی روایت کی مثل بیان کرتے ہیں پھر یحیی بن سعید نے مجھ سے کہا کہ اس حدیث کو اس کے ساتھ لکھ دو مجھے یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں لیکن یہ یحیی بن سعید انصاری کی حدیث ہی کی مثل ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اسے یحیی بن سعید انصاری نے قاسم بن محمد کی روایت سے مرفوع نہیں کیا یحیی بن سعید انصاری کے ساتھی بھی اسے موقوف ہی روایت کرتے ہیں جبکہ شعبہ عبدالرحمن بن قاسم محمد کے حوالے سے اسے مرفوع روایت روایت کرتے ہیں جو نماز خوف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھ چکا تھا امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے امام مالک شافعی احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور یہ کئی راویوں سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں گروہوں کے ساتھ ایک ایک رکعت نماز پڑھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دو ان دونوں کے لئے ایک ایک رکعت تھی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 552) یہی حدیث احناف ائمہ کی دلیل ہے۔

حضرت سالم سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز خوف میں ایک رکعت ایک گروہ کے ساتھ پڑھی جب کہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں لڑتا رہا پھر یہ لوگ اپنی جگہ چلے گئے اور انہوں نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں دوسری رکعت پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیر دیا اور اس گروہ نے کھڑے ہو کر اپنی چھوڑی ہوئی رکعت پوری کی اس کے بعد دوسرا گروہ کھڑا ہوا اور اس نے بھی اپنی دوسری رکعت پڑھی اس باب میں جابر حذیفہ زید بن ثابت ابن عباس ابوہریرہ ابن مسعود ابوبکرہ سہل بن ابوحثمہ اور ابوعیاش زوقی سے بھی روایت ہے بوعیاش کا نام زید بن ثابت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔

امام مالک نماز خوف میں سہل بن ابوحثمہ ہی کی روایت پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ حضرت امام احمد کہتے ہیں کہ نماز خوف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی طرح مروی ہے اور میں اس باب میں سہل بن ابوحثمہ کی حدیث سے صحیح روایت نہیں جانتا چنانچہ وہ بھی اسی طریقے کو اختیار کرتے ہیں اسحاق بن ابراہیم بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے صلوۃ خوف میں کئی روایات ثابت ہیں ان سب پر عمل کرنا جائز ہے یعنی یہ بقدر خوف ہے اسحاق کہتے ہیں کہ ہم سہل بن ابی حثمہ کی حدیث کو دوسری روایات پر ترجیح نہیں دیتے ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے اسے موسیٰ بن عقبہ بھی نافع سے وہ ابن عمر سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 551)

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ
فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝
پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور
نماز قائم کرو، بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا ذکر کرنے کا بیان

"فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ" فَرَغْتُمْ مِنْهَا "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ" بِالتَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ "قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِكُمْ" مُضْطَجِعِينَ اَیْ فِیْ كُلِّ حَال "فَإِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ" اَمِنْتُمْ "فَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ" اَدُّوهَا بِحُقُوقِهَا "إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا" مَكْتُوبًا اَیْ مَفْرُوضًا "مَوْقُوتًا" اَیْ مُقَدَّرًا وَّقْتُهَا فَلَا تُؤَخَّر عَنْهُ،

پس جب تم نماز پڑھ چکو یعنی جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو تسبیح وتہلیل سے اللہ کی یاد کرو، کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، یعنی ہر حالت میں اس کا ذکر کرتے رہو، پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو، یعنی نماز کے حقوق کا مکمل طور پر ادا کرو بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ یعنی نماز کا وقت مقرر ہے۔ لہٰذا اس سے موخر نہ کیا جائے۔

اللہ کا ذکر کرنے والے کیلئے فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے جب وہ دل سے یا زبان سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنی ذات میں یعنی خفیہ طور پر اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں (یعنی نہ کہ اس کو صرف پوشیدہ طور پر ثواب دیتا ہوں بلکہ اس کو از خود ثواب دیتا ہوں ثواب دینے کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتا) اگر وہ مجھے جماعت میں (یعنی ظاہری طور پر) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 785)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون شخص بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خوش بختی ہے اس کے لئے (یعنی وہ

بہتر شخص ہے) جس کی عمر دراز ہوئی اور اس کے اعمال نیک ہوئے۔

اس نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ جب تم دنیا سے جدا ہو تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ (ترمذی، احمد مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 791)

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کرتے تھے حتیٰ کہ میں جب ذکر سنتا تو پہچان جاتا کہ اب وہ نماز سے فارغ ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ
وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
اور تم قوم کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسی تکلیف تمہیں پہنچ رہی ہے
حالانکہ تم اللہ سے وہ امیدیں رکھتے ہو جو اُمیدیں وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

کفار سے لڑنے میں اہل ایمان میں زیادہ رغبت ہونے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا بَعَثَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً فِيْ طَلَبِ اَبِيْ سُفْيَان وَاَصْحَابه لَمَّا رَجَعُوا مِنْ اُحُد فَشَكَوْا الْجِرَاحَات،

"وَلَا تَهِنُوا" تَضْعُفُوْا "فِيْ ابْتِغَاء الْقَوْم" طَلَب الْكُفَّار لِتُقَاتِلُوْهُمْ "اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ" تَجِدُوْنَ اَلَم الْجِرَاح "فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ" اَيْ مِثْلكُمْ وَلَا يَجْبُنُوْنَ عَلٰى قِتَالكُمْ "وَتَرْجُوْنَ" اَنْتُمْ "مِنَ اللّٰه" مِنْ النَّصْر وَالثَّوَاب عَلَيْهِ "مَا لَا يَرْجُوْنَ" هُمْ فَاَنْتُمْ تَزِيْدُوْنَ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ فَيَنْبَغِي اَنْ تَكُوْنُوْا اَرْغَب مِنْهُمْ فِيْهِ "وَكَانَ اللّٰه عَلِيْمًا" بِكُلِّ شَيْء "حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعه،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے احد سے واپسی پر ایک گروہ کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب میں بھیجا تو انہوں نے زخموں کی شکایت کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اور تم قوم یعنی کفار کو قتل کرنے کی تلاش میں سستی یعنی کمزوری نہ کرو۔ اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسی تکلیف تمہیں پہنچ رہی ہے اور وہ پھر بھی تمہارے ساتھ قتال کرنے میں ہمت نہ ہارے، حالانکہ تم اللہ سے ثواب و مدد کی امیدیں رکھتے ہو جو اُمیدیں وہ نہیں رکھتے۔ پس جب تمہیں ان پر مرتبہ حاصل ہے تو تمہیں ان کی بہ نسبت زیادہ قتال کی طرف رغبت ہونی چاہیے۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۰۴ کے شان نزول کا بیان

احد کی جنگ سے جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی واپس ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو صحابہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے انہیں مشرکین کے تعاقب میں جانے کا حکم دیا اصحاب زخمی تھے انہوں نے اپنے زخموں کی شکایت کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ دشمنوں کی تلاش میں کم ہمتی نہ کرو چستی اور چالاکی سے گھاٹ کی جگہ بیٹھ کر ان کی خبر لو، اگر قتل وزخم ونقصان تمہیں پہنچتا ہے تو کیا انہیں نہیں پہنچتا؟ اسی مضمون کو ان الفاظ میں بھی ادا کیا گیا ہے (اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ (3۔آل عمران:140) پس مصیبت اور تکلیف کے پہنچنے میں تم اور وہ برابر ہیں، لیکن بہت بڑا فرق یہ ہے کہ تمہیں ذات عزاسمہ سے وہ اُمیدیں اور وہ آسرے ہیں جو انہیں نہیں، تمہیں اجر وثواب بھی ملے گا تمہاری نصرت وتائید بھی ہوگی، جیسے کہ خود باری تعالیٰ نے خبر دی ہے اور وعدہ کیا، نہ اس کی خبر جھوٹی نہ اس کے وعدے ٹلنے والے، پس تمہیں بہ نسبت ان کے بہت تنگ ودو چاہئے تمہارے دلوں میں جہاد کا ولولہ ہونا چاہئے، تمہیں اس کی رغبت کامل ہونی چاہئے، تمہارے دلوں میں اللہ کے کلمے کو مستحکم کرنے توانا کرنے پھیلانے اور بلند کرنے کی تڑپ ہر وقت موجود رہنی چاہئے اللہ تعالیٰ جو کچھ مقرر کرتا ہے جو فیصلہ کرتا ہے جو جاری کرتا ہے جو شرع مقرر کرتا ہے جو کام کرتا ہے سب میں پوری خبر کا مالک صحیح اور سچے علم والا ساتھ ہی حکمت والا بھی ہے، ہر حال میں ہر وقت سزاوار تعریف وحمد وہی ہے۔

سستی سے بچنے کیلئے دعا کرنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخیلی، سستی اور نکمی عمر سے، عذاب قبر سے، دجال کے فتنے اور زندگی وموت کے فتنہ سے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1900)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے تھے، کہ اللھم انی اعوذبك. الخ یعنی اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سستی اور بڑھاپے اور گناہ اور قرض اور قبر کی آزمائش سے اور عذاب قبر اور آگ کی آزمائش سے اور مالداری کی آزمائش کے شر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے یا اللہ تو مجھ سے میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھودے۔

اور میرے دل کو گناہوں سے صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو گندگی سے صاف کیا اور میرے گناہوں کے درمیان ویسی ہی دوری کر دے جیسی دوری تو نے مشرق ومغرب میں کی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1318)

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ۝

بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے، اور آپ بددیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیں۔

طعمہ بن ابیرق کی چوری اور بددیانتی کرنے کا بیان

وَسَرَقَ طُعْمَةُ بْنُ اُبَيْرِق دِرْعًا وَّخَبَّاَهَا عِنْدَ يَهُوْدِيّ فَوُجِدَتْ عِنْدَه فَرَمَاهُ طُعْمَةُ بِهَا وَحَلَفَ اَنَّهُ مَا سَرَقَهَا فَسَاَلَ قَوْمُه النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَادِلَ عَنْهُ وَيُبَرِّئَهُ فَنَزَلَ "اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ" الْقُرْاٰن "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِاَنْزَل "لِتَحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ " اَعْلَمَكَ فِيْهِ "وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِيْنَ" كَطُعْمَةَ "خَصِيْمًا" مُخَاصِمًا عَنْهُمْ،

طعمہ بن ابیرق نے ایک زرہ چوری کرلی۔اوراس کو یہودی کے ہاں چھپادیا تو وہ اس سے برآمد ہوگئی تو اس نے کہا کہ طعمہ نے رکھی تھی جبکہ طعمہ قسم اٹھا گیا کہ اس نے کوئی چوری نہیں کی۔تو طعمہ کی قوم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ طعمہ کی حمایت کردیں اوراس کو بری الذمہ قرار دیں تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب یعنی قرآن کو نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے، یعنی علم دیا ہے۔اور آپ بددیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیں۔یعنی جس طرح طعمہ کے بارے میں جھگڑنا وغیرہ ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۰۵ کے شان نزول کا بیان

ایک انصاری جس کا نام طعمہ بن ابیرق اور بنوظفر بن حارث قبیلے سے تعلق رکھتا تھا نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چوری کرلی وہ زرہ چمڑے کی تھیلے میں تھی جس میں آٹا تھا۔آٹا اس تھیلے کی پھٹن سے بکھرتا رہا یہاں تک کہ جب یہ گھر پہنچا تو وہاں بھی آٹے کے ذرات تھے پھر اس طعمہ نے وہ زرہ ایک یہودی کے ہاں چھپادی جس کا نام زید بن سمیر تھا وہ زرہ طعمہ کے ہاں تلاش کی گئی تو نہ ملی اوراس نے قسم بھی اٹھالی کہ نہ تو میں نے زرہ اٹھائی ہے اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے زرہ والوں نے کہا یہ رات کے آخری حصہ میں ہمارے پاس آیا اور زرہ چوری کرلی اور ہم نے اس پیچھا کیا یہاں تک کہ یہ اپنے گھر میں داخل ہوگیا اور ہم نے آٹے کے نشانات بھی دیکھے جب اس نے قسم کھالی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور آٹے کے نشانات دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلے تو آخرکار یہودی کے گھر پہنچ گئے اوراسے پکڑلیا۔

اس نے کہا یہ زرہ میرے پاس طعمہ بن ابیرق نے رکھوائی ہے اوراس پر یہود کے کچھ افراد نے گواہی بھی دی بنوظفر جو طعمہ کی قوم تھی نے کہا ہمارے ساتھ رسول اللہ کے پاس چل کر اس بارے میں گفتگو کرو انہوں نے آپ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑا کیا اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ ایسا نہ کریں تو ہمارا ساتھی ہلاک ہوجائے گا اور رسوا ہوگا۔

اور یہ یہودی بری ہوگا آپ نے ایسا ہی کرنا مناسب سمجھا اور آپ کی خواہش ان بنوظفر والوں کے حق میں اور یہودی کو سزا دینے کی تھی بالآخر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔یہی مفسرین کرام کی ایک جماعت کا قول ہے۔(نیسابوری،151،سیوطی 90،زادالمسیر 3۔190،قرطبی 5۔375)

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اور آپ اللہ سے بخشش طلب کریں، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ استغفار کرنے کا بیان

"وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ" مِمَّا هَمَمْتَ بِهٖ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا،

اور آپ اللہ سے بخشش طلب کریں، جس کا خیال کر رہے تھے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 856)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی کثرت سے استغفار وتوبہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہ میں مبتلا ہوتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عبدیت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاید مجھ سے اللہ کی بندگی وعبادت میں کوئی قصور ہو گیا ہو اور میں وہ بندگی نہ کر سکا ہوں جو رب ذوالجلال والاکرام کی شان کے لائق ہے۔ نیز اس سے مقصود امت کو استغفار وتوبہ کی ترغیب دلانا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ معصوم اور خیر المخلوقات تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن میں ستر بار توبہ واستغفار کی تو گنہگاروں کو بطریق اولیٰ استغفار وتوبہ بہت کثرت سے کرنی چاہیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ روئے زمین پر عذاب الٰہی سے امن کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے لہٰذا اس دوسری پناہ گاہ کو اختیار کرو، جو پناہ گاہ اٹھ گئی وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ استغفار ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آیت (وما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم وما کان اللہ معذبهم وهم یستغفرون)۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝

اور آپ ایسے لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنی ہی جانوں سے دھوکہ کر رہے ہیں۔ بیشک اللہ کسی کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا بددیانت اور بدکار ہے۔

خیانت کرنے والوں کی حمایت کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ" يَخُوْنُوْنَهَا بِالْمَعَاصِيْ لِاَنَّ وَبَالَ خِيَانَتِهِمْ عَلَيْهِمْ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا" كَثِيْرَ الْخِيَانَةِ "اَثِيْمًا" اَيْ يُعَاقِبُهٗ،

اور آپ ایسے لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنی ہی جانوں سے دھوکہ کر رہے ہیں۔ یعنی معصیت کے ساتھ ان کی خیانت کا وبال انہیں پر ہے۔ بیشک اللہ کسی کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا بددیانت اور بدکار ہے۔ یعنی کثرت سے خیانتیں کرنے والوں کو وہ پسند نہیں کرتا۔

خیانت جیسے گناہ سے بچنے کے حکم کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے عمران نے بیان کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قرن یا تین قرن کے بعد فرمایا کہ تمہارے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی جو خیانت کرے گی اور اس میں امانت نہیں ہوگی اور گواہی دیں گے حالانکہ انہیں گواہ نہ بنایا جائے گا اور نذر مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2542)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر مال غنیمت میں خیانت کرنے کا تذکرہ کر کے اس کو بڑا بھاری گناہ ظاہر کر کے اور خیانت بڑا جرم بتا کر فرمایا مجھے قیامت کے دن کسی کو اس حالت میں دیکھنا محبوب نہیں کہ اس کی گردن پر میماتی ہوئی بکری سوار ہو اور اس کی گردن پر گھوڑا بیٹھا ہوا ہنہنا رہا ہو اور وہ کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امداد فرمایئے تو میں کہہ دونگا کہ تیرے لئے مجھے کوئی اختیار نہیں ہے میں نے تجھے حکم الٰہی پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر لدا ہوا اونٹ بلبلا رہا ہو وہ کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری امداد فرمایئے تو میں کہہ دوں گا۔ میرے اختیار میں تیرے لئے کوئی چیز نہیں ہے اور اگر اس کی گردن پر سونا چاندی بلبلا رہے ہوں اور وہ مجھے کہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امداد فرمایئے تو میں کہہ دوں گا۔

تیرے لئے میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے میں تو احکام الٰہی پہنچا چکا یا اس کی گردن پر کپڑے حرکت کر رہے ہوں اور وہ کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری فریاد رسی کیجئے تو میں کہوں گا تیرے لئے میں کوئی اختیار نہیں رکھتا میں تو تجھے احکام الٰہی پہنچا چکا ہوں ایوب نے ابوحیان کے واسطہ سے فرس لہ حمحمۃ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 339)

مسند احمد میں ہے کہ دو انصاری ایک ورثے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا قضیہ لائے واقعہ کو زمانہ گذر چکا تھا دونوں کے پاس گواہ کوئی نہ تھا تو اس وقت آپ نے وہی حدیث بیان فرمائی اور فرمایا کہ میرے فیصلے کی بنا پر اپنے بھائی کا حق نہ لے لے اگر ایسا کرے گا تو قیامت کے دن میں اپنی گردن میں جہنم کی آگ لٹکا کر آئے گا اب تو وہ دونوں بزرگ رونے لگے اور ہر ایک کہنے لگا میں اپنا حق بھی اپنے بھائی کو دے رہا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تم جاؤ اپنے طور پر جہاں تک تم سے ہو سکے ٹھیک ٹھیک حصے تقسیم کرو پھر قرعہ ڈال کر حصہ لے لو اور ہر ایک دوسرے کو اپنا رہا سہا غلطی کا حق معاف کر دو۔

يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَالَا يَرْضٰى
مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا۝
لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے، جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے۔
اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

طعمہ اور اس کی قوم کا لوگوں سے پوشیدہ رہنے کا بیان

"يَسْتَخْفُوْنَ" اَىْ طُعْمَة وَقَوْمه حَيَاء "مِنْ النَّاس وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنْ اللّٰه وَهُوَ مَعَهُمْ" بِعِلْمِهِ "إِذْ يُبَيِّتُوْنَ" يُضْمِرُوْنَ "مَا لَا يَرْضَى مِنْ الْقَوْل" مِنْ عَزْمهمْ عَلَى الْحَلِف عَلٰى نَفْي السَّرِقَة وَرَمْي الْيَهُوْدِيّ بِهَا "وَكَانَ اللّٰه بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيطًا" عِلْمًا،

طعمہ اور اس کی قوم شرم کرتے ہوئے لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے جو ان کے ساتھ ہے۔ اور اللہ ان کے پاس ہے، یعنی اپنے علم میں ان کے پاس ہے۔ جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے۔ کیونکہ طعمہ کا ارادہ چوری کی نفی پر قسم اور یہودی پر الزام لگانا تھا۔ اور اللہ کا علم ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۰۸ کے مضمون نزول کا بیان

زرہ کا چور دراصل سچا مسلمان نہیں بلکہ منافق آدمی تھا اور اس کے خاندان والے بھی کچھ پختہ ایمان والے نہ تھے۔ جب یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلا گیا تو ان لوگوں کے مشورے کا موضوع یہ ہوتا تھا کہ چور کس طرح چوری کے اس جرم سے بچ سکتا ہے اور یہ جرم اس یہودی کے سر کیسے تھوپا جائے۔ دراصل اس طرح راتوں کو مشورے کرنا اور یہ سمجھنا کہ اس طرح ان کے جرم پر پردہ پڑا رہے گا، یہی ان لوگوں کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے اور اللہ سے کوئی معاملہ بھلا کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن)

ابن مردویہ میں ہے کہ انصار کا ایک گروہ ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا وہاں ایک شخص کی ایک چادر کسی نے چرالی اور اس چوری کا گمان طعمہ بن ابیرق کی طرف تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قصہ پیش ہوا چور نے اس چادر کو ایک شخص کے گھر میں اس کی بے خبری میں ڈال دیا اور اپنے کنبہ قبیلے والوں سے کہا میں نے چادر فلاں کے گھر میں ڈال دی ہے تم رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ سے ذکر کرو کہ ہمارا ساتھی تو چور نہیں چور فلاں ہے اور ہم نے پتہ لگا لیا ہے کہ چادر بھی اس کے گھر میں موجود ہے اس طرح آپ ہمارے ساتھی کی تمام لوگوں کی روبرو بریت کر دیجئے اور اس کی حمایت کیجئے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائے آپ نے ایسا ہی کیا اس پر یہ آیتیں اتری اور جو لوگ اپنے جھوٹ کو پوشیدہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ان کے بارے میں (آیت یستخفون) سے دو آیتیں نازل ہوئیں۔

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا۝

خبردار! تم وہ لوگ ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے۔ پھر کون ایسا شخص ہے جو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ جھگڑے گا یا کون ہے جو ان پر وکیل ہوگا؟

قیامت کے دن کون کسی کی حمایت کرے گا؟

"هَا اَنْتُمْ" یَا "هٰؤُلَاءِ" خِطَاب لِقَوْمِ طُعْمَةِ "جَادَلْتُمْ" خَاصَمْتُمْ "عَنْهُمْ" اَیْ عَنْ طُعْمَة وَذَوِيهِ وَقُرِئَ عَنْهُ "فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِل اللّٰه عَنْهُمْ يَوْم الْقِيَامَة " اِذَا عَذَّبَهُمْ "اَمْ مَنْ يَكُون عَلَيْهِمْ وَكِيلًا" يَتَوَلَّى اَمْرهمْ وَيَذُبّ عَنْهُمْ اَیْ لَا اَحَد يَفْعَل ذٰلِكَ،

طعمہ کی قوم سے خطاب ہے کہ خبردار! تم وہ لوگ ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف یعنی طعمہ کی طرف سے جھگڑے۔ یہاں عنہم کی جگہ عنہ کی قرأت بھی ہے۔ پھر کون ایسا شخص ہے جو قیامت کے دن جب عذاب ہوگا ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ جھگڑے گا یا کون ہے جو ان پر وکیل ہوگا؟ یعنی اس کا دفاع کرے اور اس کی طرف سے کفالت کرے جبکہ ایسا کوئی ایک بھی نہ کرے گا۔

قیامت کے دن دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ (بارگاہ الٰہی) میں حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کی قوت نہ دی کیا میں نے تجھے مال اولاد نہ دیئے کیا میں نے تیرے لئے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کئے کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا اور تو لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگا کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا اور کہے گا نہیں اے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں بھی تجھے آج اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 326)

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۝

اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔

گناہ کے بعد توبہ کرنے پر بخشش کا بیان

"وَمَنْ يَعْمَل سُوءًا" ذَنْبًا يَسُوء بِهِ غَيْره كَرَمْيِ طُعْمَة الْيَهُودِيّ "اَوْ يَظْلِم نَفْسه" يَعْمَل ذَنْبًا قَاصِرًا عَلَيْهِ "ثُمَّ يَسْتَغْفِر اللّٰه" مِنْهُ اَیْ يَتُبْ "يَجِد اللّٰه غَفُورًا" لَهُ "رَحِيمًا" بِهِ،

اور جو کوئی برا کام کرے یعنی گناہ وغیرہ جس طرح طعمہ نے یہودی پر الزام لگایا، یا اپنی جان پر ظلم کرے یعنی کسی حد تک محدود رہ

کر گناہ کر بیٹھے، پھر اللہ سے بخشش طلب کرے، تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔

ایک عورت نے حضرت عبداللہ بن مغفل سے سوال کیا کہ عورت نے بدکاری کی پھر جب بچہ ہوا تو اسے مار ڈالا آپ نے فرمایا اس کی سزا جہنم ہے وہ روتی ہوئی واپس چلی تو آپ نے اسے بلایا اور (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا، الخ، پڑھ کر سنائی تو اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور واپس لوٹ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ سے استغفار کرے تو اللہ اس کے اس گناہ کو بخش دیتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 862)

ہاتھ پھیلانا دراصل کنایہ ہے طلب کرنے سے چنانچہ جب کوئی شخص کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ رات میں ہاتھ پھیلاتا ہے الخ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو توبہ کی طرف بلاتا ہے! بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پھیلانا اس کی رحمت و مغفرت سے کنایہ ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے طلب توبہ کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ قرب قیامت میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکلے کیونکہ جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

گناہ کے بعد استغفار کرنے کا بیان

حضرت ابودرداء فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ مجلس میں سے اٹھ کر اپنے کسی کام کے لئے کبھی جاتے اور واپس تشریف لانے کا ارادہ بھی ہوتا نعلین مبارک یا کپڑا کچھ نہ کچھ چھوڑ جاتے، ایک مرتبہ آپ اپنی نعلین مبارک چھوڑے ہوئے اُٹھے ڈولچی پانی کی ساتھ لے چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا آپ کچھ دور جا کر بغیر حاجت پوری کئے واپس آئے اور فرمانے لگے۔ میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھے یہ پیغام دے گیا، پھر آپ نے (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَه ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) 4۔ النسآء: 110) پڑھی اور فرمایا میں اپنے صحابہ کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے راستے میں ہی لوٹ آیا ہوں اس سے پہلے چونکہ (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَه ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) 4۔ النسآء: 110) یعنی ہر برائی کرنے والے کو اس کی برائی کا بدلہ ملے گا اتر چکی تھی اس لئے صحابہ بہت پریشان تھے، میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے زنا کیا ہو؟ چوری کی ہو؟ پھر وہ استغفار کرے تو اسے بھی اللہ بخش دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں نے دوبارہ پوچھا آپ نے کہا ہاں میں نے سہ بارہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہاں گو ابودرداء کی ناک خاک آلود ہو، پس حضرت ابودرداء جب یہ حدیث بیان کرتے اپنی ناک پر مار کر بتاتے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو بس وہ اپنی ہی جان پر کر رہا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

گناہ کرنے والے پر ہی سزا ہونے کا بیان

"وَمَنْ يَّكْسِب اِثْمًا" ذَنْبًا "فَاِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلٰى نَفسه" لِاَنَّ وَبَاله عَلَيْهَا وَلَا يَضُرّ غَيْرِهٖ "وَكَانَ اللّٰه عَلِيْمًا حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعِه،

اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو بس وہ اپنی ہی جان پر کر رہا ہے کیونکہ اس کی سزا اسی پر ہوگی اس کے سوا پر نہ ہوگی۔ اور اللہ خوب جاننے والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے

ولا تكسب كل نفس الا عليها .(الانعام ۱۶۴)

ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے جو کسب کیا چاہے اس کا تعلق بھلائی سے ہو یا برائی سے ہو اصل کے اعتبار اسکی جزاء وسزا کا وہی مستحق ہے تاہم کئی ذرائع واسباب ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے دوسرے افراد بھی جزاء وسزا پاتے ہیں۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝

اور جو شخص کسی خطا یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے تو اس نے یقیناً ایک بہتان اور کھلے گناہ کو اٹھالیا ہے۔

گناہ اور اس کی تہمت دوسروں پر لگانے کا بیان

"وَمَنْ يَّكْسِب خَطِيْئَة" ذَنْبًا صَغِيْرًا "اَوْ اِثْمًا" ذَنْبًا كَبِيْرًا "ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْئًا" مِنْهُ "فَقَدْ احْتَمَلَ" تَحَمَّلَ "بُهْتَانًا" بِرَمْيِهٖ "وَاِثْمًا مُبِيْنًا" بَيِّنًا بِكَسْبِهٖ،

اور جو شخص کسی صغیرہ خطا یا بڑا گناہ کا ارتکاب کرے، پھر بری ہونے کیلئے اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے، تو اس نے یقیناً تہمت کے سبب ایک بہتان اور کھلے گناہ کو اٹھالیا ہے۔ جو اس نے کیا ہے۔

تہمت اور ہار والے واقعہ کا عجائب میں سے ہونے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ایک حبشی عورت جو کسی عرب کی لونڈی تھی۔ ایمان لائی اور مسجد (کے قریب) میں اس کی ایک جھونپڑی تھی جس میں وہ رہتی تھی وہ فرماتی ہیں کہ وہ ہمارے پاس آ کر ہم سے باتیں کرتی اور جب وہ اپنی بات سے فارغ ہو جاتی تو یہ کہا کرتی کہ اور ہار والا دن پروردگار کی عجائبات قدرت میں سے ہے ہاں اسی نے مجھے

کفر کے شہر سے نجات عطا فرمائی! جب اس نے بہت دفعہ یہ کہا تو اس سے حضرت عائشہ نے پوچھا۔ ہار والا دن (کیسا واقعہ ہے) اس نے کہا میرے آقا کی ایک لڑکی باہر نکلی اس پر ایک چمڑے کا ہار تھا وہ ہار اس کے پاس سے گر گیا تو ایک چیل گوشت سمجھ کر اس پر جھپٹی اور لے گئی۔ لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی اور مجھے سزا دی۔ حتیٰ کہ میرا معاملہ یہاں تک بڑھا کہ انہوں نے میری شرمگاہ کی بھی تلاشی لی۔ لوگ میرے اردگرد تھے اور میں اپنی مصیبت میں مبتلا تھی۔ کہ دفعتاً وہ چیل آئی۔

جب وہ ہمارے سروں پر آگئی تو اس نے وہ ہار ڈال دیا۔ لوگوں نے اسے لے لیا تو میں نے کہا تم نے اسی کی تہمت مجھ پر لگائی تھی حالانکہ میں اس سے بالکل بری تھی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1069)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝
اور اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی
آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا
جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

نبی کریم ﷺ پر علم غیب کو بیان کر دینے کا بیان

"وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ" "يَا مُحَمَّدُ" "وَرَحْمَتُهُ" بِالْعِصْمَةِ "لَهَمَّتْ" اَضْمَرَتْ "طَائِفَةٌ مِنْهُمْ" "مِنْ" قَوْم طُعْمَة "اَنْ يُضِلُّوك" "عَنْ الْقَضَاء بِالْحَقِّ بِتَلْبِيسِهِمْ عَلَيْك" "وَمَا يُضِلُّونَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَك مِنْ" "زَائِدَة "شَيْء" "لِاَنَّ وَبَال اِضْلَالهمْ عَلَيْهِمْ" "وَاَنْزَلَ اللّٰه عَلَيْك الْكِتَاب" "الْقُرْاٰن" "وَالْحِكْمَة" مَا فِيهِ مِنْ الْاَحْكَام" "وَعَلَّمَك مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَم" "مِنْ الْاَحْكَام وَالْغَيْب" "وَكَانَ فَضْل اللّٰه عَلَيْك" بِذٰلِكَ وَغَيْره،

یا محمد ﷺ اور اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دھوکا دے دیں یعنی طعمہ کی قوم سے ایک جماعت نے تو آپ کو شک میں ڈالنے کی ہر کوشش کر رکھی تھی۔ اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے، یہاں پر من زائدہ ہے۔ کیونکہ ان کی گمراہی کا وبال انہی پر ہے۔ اور اللہ نے تم پر کتاب یعنی قرآن اور حکمت یعنی جو کچھ اس میں احکام ہیں وہ اتارے اور تمہیں احکام اور غیب کا علم سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے۔ اور اسی علم غیب وغیرہ کے سبب اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

غیب کی پانچ کنجیوں کا بیان

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

غیب کی کنجیاں پانچ ہیں کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ رحم مادہ میں کیا چیز ہے اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ وہ کس ملک میں مرے گا اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ بارش کب ہوگی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 999)

زمین کے خزانوں کی کنجیوں کا نبی کریم ﷺ کو عطا ہونے کا بیان

حضرت عقبہ ابن عامر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی مانند کہ جو زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہا ہو، احد کے شہیدوں پر (ان کی تدفین کے) آٹھ سال بعد نماز پڑھی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر (ہمیں خطاب کیا اور) فرمایا: میں تمہارے آگے تمہارا امیر منزل ہوں، میں تمہارا شاہد ہوں، تم سے کیا گیا وعدہ پورا ہونے کی جگہ حوض کوثر ہے اور یقین جانو میں اس وقت بھی اپنے منبر پر بیٹھا ہوا حوض کوثر دیکھ رہا ہوں، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور میں اس بات سے تو نہیں ڈرتا کہ تم سب میرے بعد کفر وشرک اختیار کر لو گے البتہ مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا میں تمہاری دلچسپی زیادہ ہو جائے گی۔

بعض راویوں نے یہاں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں اور دنیا میں تمہاری دلچسپی حد سے زیادہ بڑھ جانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ (تم ملک و دولت اور حکومت واقتدار کی چھینا جھپٹی میں ایک دوسرے کا) قتل وقتال کرنے لگو گے اور پھر تم لوگ بھی اسی طرح ہلاکت وتباہی کا شکار ہو جاؤ گے جیسے پہلے لوگ ہلاک وتباہ ہو گئے تھے۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 557)

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس شخص کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم
دیتا ہے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے۔

اکثر خفیہ مشوروں میں بھلائی نہ ہونے کا بیان

"لَا خَيْر فِيْ كَثِير مِنْ نَجْوَاهُمْ" اَيْ النَّاس اَيْ مَا يَتَنَاجَوْنَ فِيْهِ وَيَتَحَدَّثُوْنَ "اِلَّا" نَجْوَى "مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْف" عَمَل بِرّ "اَوْ اِصْلَاح بَيْن النَّاس وَمَنْ يَفْعَل ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "ابْتِغَاء" طَلَب "مَرْضَاة اللّٰه" لَا غَيْرِهِ مِنْ اُمُور الدُّنْيَا. "فَسَوْفَ نُؤْتِيه" بِالنُّوْنِ وَالْيَاء اَيْ اللّٰه،

لوگوں کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں یعنی جس میں یہ سرگوشیاں کرتے ہیں اور محض گپ شپ لگاتے ہیں سوائے اس شخص کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیتا ہے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے۔ یعنی دنیاوی غرض سے ایسا نہ کیا ہو۔ نؤتیہ یہ نون اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔

شارع کے سوا کلام کے قابل مؤاخذہ ہونے کا بیان

حضرت سفیان ثوری کی عیادت کے لئے لوگ جاتے ہیں ان میں سعید بن حسان بھی ہیں تو آپ فرماتے ہیں سعید تم نے ام صالح کی روایت سے جو حدیث بیان کی تھی آج اسے پھر سناؤ، آپ سند بیان کر کے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی تمام باتیں قابل مواخذہ ہیں بجز اللہ کے ذکر اور اچھے کاموں کے بتانے اور برے کاموں سے روکنے کے، حضرت سفیان نے کہا یہی مضمون اس آیت میں ہے، یہی مضمون آیت (يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ، 78۔ النبأ: 38) میں ہے یہی مضمون سورہ والعصر میں ہے مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگوں کی آپس میں محبت بڑھانے اور صلح صفائی کے لئے جو بھی بات کہے اِدھر اُدھر سے کہے یا قسم اٹھائے وہ جھوٹوں میں داخل نہیں۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ؀
اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے
تو ہم اسے اسی کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مخالفت والے کیلئے دائمی عذاب ہونے کا بیان

"وَمَنْ يُّشَاقِقْ" يُخَالِف "الرَّسُوْل" فِيْمَا جَاءَ بِهِ مِنَ الْحَقّ "مِنْ بَعْد مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى" ظَهَرَ لَهُ الْحَقّ بِالْمُعْجِزَاتِ "يَتَّبِع" طَرِيْقًا "غَيْر سَبِيْل الْمُؤْمِنِيْنَ" اَيْ طَرِيْقهمْ الَّذِيْ هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الدِّيْن بِاَنْ يَّكْفُر "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى" نَجْعَلهُ وَالِيًا لِمَا تَوَلَّاهُ مِنَ الضَّلَال بِاَنْ نُخَلِّي بَيْنه وَبَيْنه فِي الدُّنْيَا "وَنُصْلِهٖ" نُدْخِلهُ فِي الْاٰخِرَة "جَهَنَّم" فَيَحْتَرِق فِيْهَا "وَسَاءَتْ مَصِيْرًا" مَرْجِعًا هِيَ،

اور جو شخص رسول مکرم ﷺ کی مخالفت اس بات میں کرے جو حق سے آئی ہے، اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی یعنی حق معجزات سے واضح ہو چکا ہے۔ اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے، یعنی مسلمانوں کا وہ راستہ جو ان کے دین کا راستہ ہے۔ اس سے پھرے، تو ہم اسے اسی کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے یعنی اسی گمراہی کی طرف پھیر دیں گے جس کی طرف وہ پھرنا چاہتا ہے۔ یعنی ہم اس کو اور اس کی اختیار کردہ دنیا کے درمیان اس کو چھوڑ دیں گے۔ اور آخرت میں اسے دوزخ میں ڈالیں گے، جس میں وہ جلے گا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ یعنی جس میں وہ رہے گا۔

بنو ابیرق کی چوری وشرارت کا بیان

حضرت قتادہ بن نعمان فرماتے ہیں کہ ہم انصار میں سے ایک گھر والے تھے جنہیں بنو ابیرق کہا جاتا تھا۔ وہ تین بھائی تھے۔

بشر، بشیر اور مبشر۔ بشیر منافق تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھا پھر ان شعروں کو بعض عرب شعراء کی طرف منسوب کر دیتا اور کہتا کہ فلاں نے اس طرح کہا ہے فلاں نے اس طرح کہا ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار سنتے تو کہتے کہ اللہ کی قسم یہ شعر اسی خبیث کے ہیں یا جیسا راوی نے فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے کہ ابن ابیرق ہی نے کہے ہیں۔ وہ لوگ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں محتاج اور فقیر تھے مدینہ میں لوگوں کا طعام کھجور اور جو ہی تھا۔ پھر اگر کوئی خوشحال ہوتا تو شام کی طرف سے آنے والے قافلے سے میدہ خریدتا جسے وہ اکیلا ہی کھاتا اس کے گھر والوں کا کھانا کھجوریں اور جو ہی ہوتے۔

ایک مرتبہ شام کی طرف سے ایک قافلہ آیا تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے میدے کا ایک بوجھ خریدا اور اسے بالا خانہ میں رکھا جہاں ہتھیار، زرہ اور تلوار بھی تھی۔ (ایک دن) کسی نے ان کے گھر کے نیچے سے نقب لگا کر ان کا میدہ اور ہتھیار وغیرہ چوری کر لئے۔ صبح ہوئی تو چچا رفاعہ آئے اور کہنے لگے بھتیجے آج رات ہم پر ظلم کیا گیا اور ہمارے بالا خانہ سے کھانا اور ہتھیار وغیرہ چوری کر لئے گئے۔ چنانچہ ہم نے اہل محلہ سے پوچھ گچھ کی تو پتہ چلا کہ آج رات بنو ابیراق نے آگ جلائی تھی۔ ہمارا تو یہی خیال ہے کہ انہوں نے تمہارے کسی کھانے پر روشنی کی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہیں جس وقت ہم محلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے تو بنو ابیراق کہنے لگے کہ ہمارے خیال میں تمہارا چور لبید بن سہل ہی ہے۔ جو تمہارا دوست ہے وہ صالح شخص تھا اور مسلمان تھا جب لبید نے یہ بات سنی تو اپنی تلوار نکال لی اور کہا کہ میں چوری کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم یا تو میری تلوار تم میں پیوست ہوگی یا تم ضرور اس چوری کو ظاہر کرو گے۔ بنو ابیراق کہنے لگے تم اپنی تلوار تک رہو۔ (یعنی ہمیں کچھ نہ کہو) تم نے چوری نہیں کی۔ پھر ہم محلے میں پوچھتے رہے یہاں تک کہ ہمیں یقین ہوگیا کہ یہی بنو ابیراق چور ہیں۔ اس پر میرے چچا نے کہا اے بھتیجے اگر تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے اور اس کا ذکر کرتے (تو شاید چیز مل جاتی) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم میں سے ایک گھر والے نے میرے چچا پر ظلم کیا اور نقب لگا کر ان کا غلہ اور ہتھیار وغیرہ لے گئے۔ جہاں تک غلے کا تعلق ہے تو اس ہمیں حاجت نہیں لیکن ہمارے ہتھیار واپس کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں عنقریب اس کا فیصلہ کروں گا۔ جب بنو ابیراق نے یہ سنا تو اپنی قوم کے ایک شخص اسیر بن عروہ کے پاس آئے اور اس سے اس معاملے میں بات کی پھر اس کیلئے بہت سے لوگ جمع ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتادہ بن نعمان اور اس کے چچا ہمارے گھر والوں پر بغیر دلیل اور بغیر گواہ کے چوری کی تہمت لگا رہے ہیں جبکہ وہ لوگ نیک اور مسلمان ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے کسی مسلمان اور نیک گھرانے پر بغیر کسی گواہ اور دلیل کے چوری کی تہمت لگائی ہے؟

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں واپس ہوا اور سوچا کہ کاش میرا کچھ مال چلا جاتا اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معاملے میں بات نہ کرتا۔ اس دوران میرے چچا آئے اور پوچھا کہ کیا کہا؟ میں نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسطرح فرمایا ہے۔انہوں نے کہا اللہ ہی مددگار ہے۔ پھر زیادہ دیر نہ گزری کہ قرآن کی آیت نازل ہوئی، اِنَّـآ اَنْـزَلْـنَـآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ، بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے تاکہ تو لوگوں میں انصاف کرے جو تمہیں اللہ سمجھا دے اور تو بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ ہو (مراد بنوابیراق) اور اللہ سے بخشش مانگ (یعنی جو بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتادہ سے کہی ہے)۔ بیشک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔(النساء)۔ پھر فرمایا (وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِـيْمًا ۰۷ اِيَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ، اور ان لوگوں کی طرف سے مت جھگڑو جو اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں، جو شخص دغاباز گنہگار ہو بے شک اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔ یہ لوگ انسانوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ رات کو چھپ کر اس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور ان کے سارے اعمال پر اللہ احاطہ کرنے والا ہے۔ ہاں تم لوگوں نے ان مجرموں کی طرف سے دنیا کی زندگی میں تو جھگڑا کرلیا پھر قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا یا ان کا وکیل کون ہوگا اور جو کوئی برا فعل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اس کے بعد اللہ سے بخشوائے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پاوے۔ اور جو کوئی گناہ کرے سو اپنے ہی حق میں کرتا ہے اور اللہ سب باتوں کا جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور جو کوئی خطاء یا گناہ کرے پھر کسی بے گناہ پر تہمت لگا دے تو اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔ (النساء) سے ان کی اس بات کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے لبید سے کہی تھی۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ الخ، اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کرسکتے تھے۔ اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تجھے وہ باتیں سکھائیں ہیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کو تجھ پر بڑا فضل ہے۔ (النساء)

جب قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہتھیار لائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ہتھیار حضرت رفاعہ کی طرف لوٹا دیئے قتادہ کہتے ہیں کہ جب میں ہتھیار لے کر اپنے چچا کے پاس آیا (ابوعیسیٰ کو شک ہے کہ عشی کہا یا اعسی) ان کی بینائی زمانہ جاہلیت میں کمزور ہوگئی تھی اور بوڑھے ہو چکے تھے۔ میں ان کے ایمان میں کچھ خلل کا گمان کیا کرتا تھا۔ لیکن جب میں ہتھیار وغیرہ لے کر ان کے پاس گیا تو کہنے لگے بھتیجے یہ میں نے اللہ کی راہ میں دے دیئے ہیں۔ چنانچہ مجھے ان کے ایمان کا یقین ہوگیا۔ جب قرآن کی آیات نازل ہوئیں تو بشیر مشرکین کے ساتھ مل گیا اور سلافہ بنت سعد بن سمیہ کے پاس ٹھہرا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۱۱۵ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا، اور جو کوئی رسول اللہ کی مخالفت کرے، بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ کو دپھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے

اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو کسی کو اس کا شریک بنائے۔ اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا، وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء)

جب وہ سلافہ کے پاس ٹھہرا تو حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند شعروں میں سلافہ کی ہجو کی۔ چنانچہ سلافہ نے بشیر کا سامان اٹھا کر سر پر رکھا اور اسے باہر جا کر میدان میں پھینک دیا پھر اس سے کہنے لگی کہ کیا تو میرے پاس حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر ہدیے میں لایا ہے۔ تجھ سے مجھے کبھی خیر نہیں مل سکتی۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 975)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝
بیشک اللہ اس کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو اس سے کم ہے جس کے لئے چاہے معاف
فرما دیتا ہے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا۔

اہل شرک کی عدم بخشش کی وعید کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرِ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرِ مَا دُوْن ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاء وَمَنْ يُّشْرِك بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا" عَنْ الْحَقّ،

بیشک اللہ اس کو معاف نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو اس سے کم ہے جس کے لئے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا۔

، حضرت علی فرمایا کرتے تھے قرآن کی کوئی آیت مجھے اس آیت سے زیادہ محبوب نہیں (ترمذی) مشرکین سے دنیا اور آخرت کی بھلائی دور ہو جاتی ہے اور وہ راہ حق سے دور ہو جاتے ہیں وہ اپنے آپ کو اور اپنے دونوں جہانوں کو برباد کر لیتے ہیں،

سورہ نساء آیت ۱۱۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت ایک کہن سال اعرابی کے حق میں نازل ہوئی جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا نبی اللہ میں بوڑھا ہوں گناہوں میں غرق ہوں بجز اس کے کہ جب سے میں نے اللہ کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا اس وقت سے کبھی میں نے اس کے ساتھ شرک نہ کیا اور اس کے سوا کسی اور کو ولی نہ بنایا اور جرأت کے ساتھ گناہوں میں مبتلا نہ ہوا اور ایک پل بھی میں نے یہ گمان نہ کیا کہ میں اللہ سے بھاگ سکتا ہوں شرمندہ ہوں، تائب ہوں، مغفرت چاہتا ہوں اللہ کے یہاں میرا کیا حال ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ آیت نص صریح ہے اس پر کہ شرک بخشا نہ جائے گا اگر مشرک اپنے شرک پر مرے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مشرک جو اپنے شرک سے توبہ کرے اور ایمان لائے تو اس کی توبہ و ایمان مقبول ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نساء، لاہور)

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًاۙ۝

یہ اللہ کے سوا محض زنانی چیزوں ہی کی پرستش کرتے ہیں اور یہ فقط سرکش شیطان ہی کی پوجا کرتے ہیں۔

بتوں کی پوجا کا شیطان کی پوجا کی طرح ہونے کا بیان

"اِنْ" مَا "یَدْعُوْنَ" یَعْبُدُ الْمُشْرِکُوْنَ "مِنْ دُوْنِهٖ" اَیْ اللّٰہِ اَیْ غَیْرِہٖ "اِلَّا اِنَاثًا" اَصْنَامًا مُؤَنَّثَۃً کَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی وَمَنَاۃَ "وَاِنْ" مَا "یَدْعُوْنَ" یَعْبُدُوْنَ بِعِبَادَتِھَا "اِلَّا شَیْطَانًا مَرِیْدًا" خَارِجًا عَنْ الطَّاعَۃِ لِطَاعَتِھِمْ لَہٗ فِیْھَا وَھُوَ اِبْلِیْس،

یہ مشرکین اللہ کے سوا محض زنانی چیزوں ہی کی پرستش کرتے ہیں یعنی مؤنث بتوں کی جس طرح لات وعزیٰ اور منات ہے اور یہ فقط سرکش شیطان ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ وہی شیطان جو طاعت کی حد سے خارج ہے۔ اور وہی ابلیس ہے۔

الفاظ کے لغوی وتفسیری معانی کا بیان

ان نافیہ ہے۔ اناثا عورتیں۔ انثی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ معبودان باطل کو اناث کہا ہے کیونکہ مشرکین اپنے بتوں کو انواع واقسام کے زیوروں سے آراستہ کرتے اور ان کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ جیسے لات، منات، عزی، نائلہ۔ یہ سب مونث نام ہیں۔

مشرکین کا فرشتوں کو اللہ بیٹیاں بتانے کا بیان

ضحاک کا بیان ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہ الٰہی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انہوں نے خوبصورت شکل میں ان کے مجسمے تراشے اور کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے وجعلوا الملئکۃ الذین، اناثا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا۔

راغب اصفہانی فرماتے ہیں: معبودان عرب (لات، منات وعزی وغیرہ) چونکہ پتھروں سے بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے منجملہ جمادات تھے اور بقول حسن بصری رحمہ اللہ علیہ جس کو ابن جریر اور حاتم نے نقل کیا ہے۔ بے جان چیز جس میں روح نہ پائی جائے۔ اناث میں شامل ہے لہٰذا یہ پتھر کے بت جو سرتاسر منفعل اور غیر فاعل ہیں۔ یعنی یہ اثر تو قبول کر لیتے ہیں لیکن موثر ہونے کی ان میں ذرا بھی اہلیت وقوت نہ ہے کیسے عبادت کے لائق ہوسکتے ہیں۔ مریدا۔ صفت مشبہ۔ سرکش۔ ہر خیر سے خالی۔ مارد۔ متمرد۔ اطاعت سے خارج۔

مؤنث بتوں کو جیسے لات، عُزّیٰ، مَنات وغیرہ یہ سب مؤنث اور عرب کے ہر قبیلے کا بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اس کو اس قبیلہ کی انثی (عورت) کہتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت "اِلَّا اَوْثَانًا" اور حضرت ابن عباس کی قراءت

میں "اِلَّآ اُنٰثًا" آیا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اناث سے مراد بت ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ
جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک معیّن حصہ ضرور لے لوں گا۔

شیطان کا لوگوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دینے کا بیان

"لَعَنَهُ اللّٰهُ" اَبْعَده عَنْ رَحْمَته "وَقَالَ" اَیْ الشَّیْطَان "لَاَتَّخِذَنَّ" لَاَجْعَلَنَّ لِی "مِنْ عِبَادك نَصِيبًا" حَظًّا "مَفْرُوضًا" مَقْطُوعًا اَدْعُوهُمْ اِلٰی طَاعَتِی،

جس پر اللہ نے لعنت کی ہے یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ اور شیطان نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک معیّن حصہ ضرور لے لوں گا۔ یعنی ان کو اپنی اطاعت کی دعوت دوں گا۔

شیطان کے تخت کا پانی پر ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا پھر ان میں سے ایک (اور) آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (فلاں آدمی) کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوا دی شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے) اعمش نے کہا میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا وہ اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2605)

صحیح مسلم میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یکسوئی والے دین پر پیدا کیا لیکن شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا پھر میں نے اپنے حلال کو ان پر حرام کر دیا۔ شیطان کو دوست بنانے والا اپنا نقصان کرنے والا ہے جس نقصان کی کبھی تلافی نہ ہو سکے۔ کیونکہ شیطان انہیں سبز باغ دکھاتا رہتا ہے غلط راہوں میں ان کی فلاح و بہبود کا یقین دلاتا ہے دراصل وہ بڑا فریب اور صاف دھوکا ہوتا ہے، چنانچہ شیطان قیامت کے دن صاف کہے گا اللہ کے وعدے سچے تھے اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی میرا کوئی زور تم پر تھا ہی نہیں میری پکار کو سنتے ہی کیوں تم مست و بے عقل بن گئے؟ اب مجھے کیوں کوستے ہو؟ اپنے آپ کو برا کہو۔ شیطانی وعدوں کو صحیح جاننے والے اس کی دلائی ہوئی اُمیدوں کو پوری ہونے والی سمجھنے والے آخرش جہنم واصل ہوں گے جہاں سے چھٹکارا محال ہو گا۔

وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ‌ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا۝

میں انہیں ضرور گمراہ کردوں گا اور ضرور انہیں غلط اُمیدیں دلاؤں گا اور انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً جانوروں کے کان چیرا کریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلا کریں گے، اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالے تو واقعی وہ صریح نقصان میں رہا۔

شیطانی فکر کا احکام شرعیہ میں تبدیلی لانے کا بیان

"وَلَاُضِلَّنَّهُمۡ" عَنِ الۡحَقِّ بِالۡوَسۡوَسَةِ "وَلَاُمَنِّيَنَّهُم" اُلۡقِی فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ طُول الۡحَيَاة وَاَنۡ لَّا بَعۡث وَلَا حِسَاب "وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ" يُقَطِّعُنَّ "اٰذَانَ الۡاَنۡعَام" وَقَدۡ فَعَلَ ذٰلِكَ بِالۡبَحَائِرِ "وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰه" دِيۡنه بِالۡكُفۡرِ وَاِحۡلَال مَا حَرَّمَ اللّٰه وَتَحۡرِيم مَا اَحَلَّ "وَمَنۡ يَّتَّخِذ الشَّيۡطَان وَلِيًّا" يَتَوَلَّاهُ يُطِيعهُ "مِنۡ دُوۡنِ اللّٰه" اَیۡ غَيۡرِهٖ "فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا" بَيِّنًا لِمَصِيۡرِهٖ اِلَى النَّار الۡمُؤَبَّدَة عَلَيۡهِ،

میں انہیں ضرور وسوسہ کے ذریعے حق سے گمراہ کردوں گا اور ضرور انہیں غلط اُمیدیں دلاؤں گا یعنی ان کے دلوں میں دنیا کی لمبی زندگی اور بعث وجزاء کے نہ ہونے کا خیال باطل ڈالوں گا۔ اور انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً جانوروں کے کان چیرا کریں گے جس طرح انہوں بحیرہ جانوروں کے ساتھ کیا۔ اور میں انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلا کریں گے، یعنی دین کو کفر سے اور حلال کو حرام سے اور حرام کو حلال سے تبدیل کریں۔ اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالے یعنی وہ اس کی اطاعت کرے تو واقعی وہ صریح نقصان میں رہا۔ یعنی اس کیلئے جہنم کی آگ جو دائمی اسی کیلئے لوٹنے کی جگہ ہے۔

انسان کے اندر شیطان کا خون کی طرح گردش کرنے کا بیان

علی بن حسین ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے میں رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی پھر واپس لوٹنے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ مجھے رخصت کرنے کے لئے اٹھے اور ان کی رہائش اسامہ بن زید کے گھر میں تھی دو انصاری آدمی گزرے جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو جلدی جلدی چلنے لگے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چال میں ہی چلو یہ صفیہ بنت حیی ہے انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا انسان کے اندر شیطان خون کی طرح چلتا ہے اور مجھے خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بری بات نہ ڈال دے یا اور کچھ فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1182)

يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝

شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان فریب کے سوا ان سے کوئی وعدہ نہیں کرتا۔

شیطان اہل دنیا کو لمبی عمر کا وسوسہ دیتا ہے

"يَعِدُهُمْ" طُول الْعُمُر "وَيُمَنِّيهِمْ" نَيل الْاٰمَال فِى الدُّنْيَا وَاَنْ لَّا بَعْث وَلَا جَزَاء "وَمَا يَعِدُهُمْ الشَّيْطَان" بِذٰلِكَ "اِلَّا غُرُوْرًا" بَاطِلًا،

شیطان انہیں لمبی عمر کے وعدے دیتا ہے اور انہیں دنیا اُمیدیں دلاتا ہے کہ دوبارہ زندہ ہونا اور جزاء غیرہ کچھ نہیں ہے۔اور شیطان فریب کے سوا ان سے کوئی وعدہ نہیں کرتا۔جو باطل ہے۔

شیطان سوئے ہوئے آدمی پر گرہیں باندھتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک آدمی کی گردن پر جب وہ سو جاتا ہے تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر ایک گرہ پر پھونک مارتا ہے کہ ابھی رات بڑی لمبی ہے تو جب کوئی بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو اس پر سے دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش خوش مزاج اٹھتا ہے ورنہ اس کی صبح نفس کی خباثت اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1813)

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝

یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ وہاں سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

جہنم سے فرار نہ ہو سکنے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا" مَعْدِلًا، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ وہاں سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔محیصا۔جائے پناہ۔بچ نکلنے کی جگہ۔حاص تحیص (اجوف یائی) باب ضرب بچنا۔الگ کرنا۔من حاص عن الشرسلم۔جو برائی اور شر سے الگ رہا وہ محفوظ رہا۔محیص اسم ظرف مکان۔بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں عنقریب بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔اللہ کا سچا وعدہ ہے،اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے۔

ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے ہمیشہ کے انعام کا بیان

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا وَّعْد اللّٰه حَقًّا" اَیْ وَعَدَهُمُ اللّٰه ذٰلِكَ وَحَقه حَقًّا "وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَصْدَق مِنَ اللّٰه قِیْلًا" اَیْ قَوْلًا،

اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں عنقریب بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے، یعنی اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے۔

یہاں اہل ایمان اور جنت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی اس سنت کے مطابق لایا گیا ہے کہ جہاں ترہیب کا ذکر ہو رہا ہو تو ساتھ ہی ترغیب کا اور جہاں ترغیب کا ذکر ہو رہا ہو تو ساتھ ہی ترہیب کا ذکر عموماً قرآن کریم میں آیا کرتا ہے۔ پچھلی آیات میں شیطان کے پیروکاروں کا ذکر تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ شیطان کے وعدے اور امیدیں دلانا سب کچھ مکروفریب ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان والوں سے اللہ نے جس جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ بالکل سچا ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچا ہو بھی کون سکتا ہے؟ لوگوں کے اعمال کے اچھے اور برے نتائج اس نے جو اطلاع دی ہے اور جنت اور دوزخ کے جو حالات بتائے ہیں وہ سب اس کی نظروں کے سامنے ہیں۔ زمان و مکان کی رکاوٹیں تو ہمارے لئے ہیں اور جنت اور دوزخ ہمارے لئے تو غیب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے سب باتیں شہود ہی ہیں۔ اس کے لئے زمان و مکان بھی کوئی چیز نہیں۔

لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْکِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ
وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○
نہ تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی خواہشات پر، جو کوئی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی
اور نہ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔

احکام شرعیہ کا انسانوں کی افکار پر موقوف نہ ہونے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا افْتَخَرَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَهْل الْکِتَاب "لَیْسَ" الْاَمْر مَنُوْطًا "بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَا اَمَانِیِّ اَهْل الْکِتَاب" بَلْ بِالْعَمَلِ الصَّالِح "مَنْ یَّعْمَل سُوْءًا یُجْزَ بِهٖ" اِمَّا فِی الْاٰخِرَة اَوْ فِی الدُّنْیَا بِالْبَلَاءِ وَالْمِحَن کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْث "وَلَا یَجِد لَهٗ مِنْ دُوْن اللّٰه" اَیْ غَیْرِهٖ "وَلِیًّا" یَحْفَظهُ "وَلَا نَصِیْرًا" یَمْنَعهُ مِنْهُ،

جب مسلمانوں اور اہل کتاب نے فخر کیا تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ نہ تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی خواہشات پر، جو کوئی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی خواہ دنیا ہو یا آخرت آزمائش اور محنت کے ساتھ کامیابی

ہوگی جس طرح حدیث میں آیا ہے۔اور نہ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔یعنی کوئی دفاع کرنے والا نہ ہوگا۔

اعمال کے بدلے جزاء وسزا ہونے کا بیان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کیا میں تمہیں ایسی آیت نہ پڑھاؤں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ آیت پڑھائی۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں ہے مگر یہ کہ میں نے اپنی کمر ٹوٹتی ہوئی محسوس کی اور انگڑائی لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ابوبکر کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔ہم میں سے کون ہے جو برائی نہیں کرتا۔تو کیا ہمیں تمام اعمال کی سزا دی جائے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تمہیں اور مسلمانوں کو دنیا میں اس کا بدلہ دیا جائے گا تا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت گناہوں سے پاک ہو۔لیکن دوسرے لوگوں کی برائیاں جمع کی جائیں گی تا کہ انہیں قیامت کے دن بدلہ دیا جائے۔یہ حدیث غریب ہے۔اور اس کی سند پر اعتراض کیا جاتا ہے۔یحییٰ بن سعید اور امام احمد نے موسیٰ بن عبید کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن سباع کے مولیٰ مجہول ہیں۔پھر یہ حدیث ایک اور سند سے بھی صحیح نہیں اور اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 978)

سورہ نساء آیت ۱۲۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کہا کرتے تھے کہ ہمارے سوا اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور قریش کہا کرتے تھے ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(قرطبی 5-396))

مسروق اور قتادہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اور ہم تمہاری نسبت اللہ کے زیادہ قریب ہیں اور مسلمانوں نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں اور اللہ کے زیادہ قریب ہیں ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور کہا ہماری کتاب پچھلی کتابوں پر فیصلہ کرتی ہے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور پھر اللہ نے اپنے فرمان سے مسلمانوں کی حجت کو دوسرے ادیان میں سے مقابلہ کرنے والوں پر غالب کردیا۔

باہمی فضائل کو ایک دوسرے پر نہ جتانے کا بیان

حضرت قتادہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا کہ اہل کتاب اور مسلمان میں چرچہ ہونے لگا اہل کتاب تو یہ کہ کر اپنی فضیلت جتا رہے تھے کہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے کے ہیں اور ہماری کتاب بھی تمہاری کتاب سے پہلے کی ہے اور مسلمان کہہ رہے تھے کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب تمام اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اس پر یہ آیتیں اتریں اور مسلمانوں کی

سابقہ دین والوں پر فضلیت بیان ہوئی،

مجاہد سے مروی ہے کہ عرب نے کہا نہ تو ہم مرنے کے بعد جئیں گے نہ ہمیں عذاب ہوگا یہودیوں نے کہا صرف ہم ہی جنتی ہیں، یہی قول نصرانیوں کا بھی تھا اور کہتے تھے آگ ہمیں صرف چند دن ستائے گی، آیت کا مضمون یہ ہے کہ صرف اظہار کرنے اور دعویٰ کرنے سے صداقت وحقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایماندار وہ ہے جس کا دل صاف ہو اور عمل شاہد ہوں اور اللہ تعالیٰ کی دلیل اس کے ہاتھوں میں ہو، تمہاری خواہشیں اور زبانی دعوے کوئی وقعت نہیں رکھتے نہ اہل کتاب کی تمنائیں اور بلند باتیں، نجات کا مدار ہیں بلکہ وقار ونجات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرماں برداری اور رسولوں کی تابعداری میں ہے، برائی کرنے والے کسی نسبت کی وجہ سے اس برائی کے خمیازے سے چھوٹ جائیں ناممکن ہے بلکہ رتی رتی بھلائی اور برائی قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ لیں گے، یہ آیت صحابہ پر بہت گراں گزری تھی اور حضرت صدیق نے کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب نجات کیسے ہوگی؟ جبکہ ایک ایک عمل کا بدلہ ضروری ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے بخشے ابو بکر یہ سزا وہی ہے جو کبھی تیری بیماری کی صورت میں ہوتی ہے کبھی تکلیف کی صورت میں کبھی صدمے اور غم ورنج کی صورت میں اور کبھی بلا ومصیبت کی شکل میں (مسند احمد) اور روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر برائی کرنے والا دنیا میں بدلہ پالے گا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○

اور جو کچھ نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان، تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

نیک عمل کا بدلہ نیک مرد وعورت کو ملنے کا بیان

"وَمَنْ يَّعْمَلْ" "شَيْئًا" "مِنَ الصَّالِحَات مِنْ ذَكَر اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِن فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِل "الْجَنَّة وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا" قَدْر نَقْرَة النَّوَاة،

اور جو کچھ نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان، تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور نہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔ یدخلون یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ اور کسی پر گٹھلی کے چھلکے برابر بھی زیادتی نہ ہوگی۔

ظاہری طور پر معمولی عمل کا سبب بخشش بن جانے کا بیان

اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے حکم خدا کو قبول کیا اور وہ نیکو کار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے اور خدا نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا۔ (نیسابوری 153، سیوطی 91، طبری 5۔186، درمنثور 2۔230)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت صرف اس لئے بخش دی گئی کہ اس کا گزر ایک کتے پر ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا عنقریب پیاس سے مر جاتا اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اسے دوپٹہ میں باندھ کر اس کے لئے پانی کھینچا (اور اسے پلا دیا) تو اسی بات پر اس کی بخشش ہوگئی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 575)

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ○

اور دینی اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ صاحب احسان بھی ہوا، اور وہ ہر باطل سے الگ ہوکر دینِ ابراہیم کی پیروی کرتا رہا، اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنالیا تھا۔

دینِ ابراہیمی کا موافق اسلام سے ہونے کا بیان

"وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَحْسَنُ دِیْنًا مِمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهه" اَیْ انْقَادَ وَاَخْلَصَ عَمَله "لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِن" مُوَحِّد "وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْم" اَلْمُوَافِقَة لِمِلَّةِ الْاِسْلَام "حَنِیْفًا" حَال اَیْ مَائِلًا عَنْ الْاَدْیَان كُلّهَا اِلَی الدِّیْنِ الْقَیِّم "وَاتَّخَذَ اللّٰه اِبْرَاهِیْم خَلِیْلًا" صَفِیًّا خَالِص الْمَحَبَّة لَهٗ،

اور دینی اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے یعنی اس جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔ جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا، یعنی موحد ہے۔ اور وہ ہر باطل سے الگ ہوکر دینِ ابراہیم کی پیروی کرتا رہا، یعنی وہی اسلام کے مطابق ہے۔ حنیفا یہ حال ہے یعنی تمام ادیان کو چھوڑ کر دین قیم کی طرف متوجہ ہونے والا، اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنالیا تھا۔ یعنی ان کو اپنی محبت کیلئے خاص کرلیا ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۲۵ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک سال لوگوں میں سخت قحط سالی ہوئی جس کی وجہ سے لوگوں کو بڑی تنگی ہوئی چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کے دروازے پر جمع ہوگئے اور آپ سے کھانا مانگا اور حضرت ابراہیم کے لیے مصر میں ان کے ایک دوست کی طرف سے غلہ مقرر تھا آپ نے اپنے غلاموں کو اونٹوں پر مصر کی طرف بھیجا تا کہ اس دوست سے غلہ وصول کریں آپ کے دوست نے ان سے کہا کہ اگر ابراہیم اپنی ذات کے لیے مانگ رہے ہیں تو ہم یہ برداشت کرلیتے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں بھی ویسی ہی تنگی ہے جیسا کہ لوگوں پر ہے چنانچہ وہ حضرت ابراہیم کے فرستادہ واپس لوٹتے جب وادی بطحا سے گزرے تو انہوں نے کہا اگر ہم اس وادی سے کچھ (ریت) بھرلیں تو لوگ سمجھیں گے کہ ہم غلہ لائے ہیں کیونکہ ہمیں خالی جاتے ہوئے حیا آتی ہے۔

چنانچہ انہوں نے مشکیزے ریت سے بھر لیے پھر وہ ابراہیم کے پاس حاضر ہوئے اس وقت حضرت سارہ سو رہی تھیں انہوں نے آپ کو ساری بات بتائی تو آپ لوگوں کی حالت کی وجہ سے بہت غمگین ہوئے اور اسی دوران آپ پر بھی نیند کا غلبہ آ گیا اور آپ بھی سو گئے اور حضرت سارہ بیدار ہوئیں اور ان مشکیزوں کو پھاڑا تو ان میں سے غلہ نکلنے لگا اور آپ کو کھانے کی خوشبو آئی،

تو آپ نے فرمایا اے سارہ یہ کھانا کہاں سے آیا؟ حضرت سارہ نے کہا کہ آپ کے مصری خلیل کی طرف سے تو آپ نے فرمایا یہ

مصری خلیل کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ خلیل کی طرف سے ہے اس دن اللہ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنا لیا۔

(نیسابوری 155، سیوطی 91، طبری 5۔ 191، زادالمسیر 2۔ 211، قرطبی 5۔ 400)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ ہونے کا بیان

اور روایت میں ہے اللہ اعلیٰ واکرم نے جس طرح ابراہیم کو خلیل بنالیا تھا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل کرلیا ہے، ایک مرتبہ اصحاب رسول آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے آپس میں ذکر تذکرے کر رہے تھے ایک کہہ رہا تھا تعجب ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا دوسرے نے کہا اس سے بھی بڑھ کر مہربانی یہ کہ حضرت موسیٰ سے خود باتیں کیں اور انہیں کلیم بنایا، ایک نے کہا اور عیسیٰ تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے، ایک نے کہا آدم صفی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر تشریف لائے سلام کیا اور یہ باتیں سنیں تو فرمایا بیشک تمہارا قول صحیح ہے، ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مگر میں حقیقت بیان کرتا ہوں کچھ فخر کے طور پر نہیں کہتا کہ میں حبیب اللہ ہوں، میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں اور سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دینے والا ہوں اللہ میرے لئے جنت کو کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ مومن فقراء ہوں گے قیامت کے دن تمام اگلوں پچھلوں سے زیادہ اکرام وعزت والا ہوں یہ بطور فخر کے نہیں بلکہ بطور سچائی کو معلوم کرانے کیلئے میں تم سے کہہ رہا ہوں،

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو کہ خلت صرف حضرت ابراہیم کے لئے تھی اور کلام حضرت موسیٰ کے لئے تھا اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیهم اجمعین (مستدرک حاکم)

انبیائے کرام کے خاص اوصاف حمیدہ کا بیان

اسی طرح کی روایت حضرت انس بن مالک اور بہت سے صحابہ تابعین اور سلف وخلف سے مروی ہے، ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کیساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے لیکن کوئی نہ ملا واپس آئے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے پوچھا اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا اس مکان کے حقیقی مالک نے، پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے یہ بشارت سنادوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیل بنالیا ہے، یہ سن کر حضرت نے کہا پھر تو مجھے ضرور بتایئے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ اللہ عزوجل کی قسم اگر وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں بھی ہوں گے میں ضرور جا کر ان سے ملاقات کروں گا پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزاروں گا یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہ وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا ہاں آپ ہی ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ کس بنا پر کن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا اس لئے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور خود کسی سے

کچھ طلب نہیں کرتے اور روایت میں ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل اللہ کے ممتاز اور مبارک لقب سے اللہ نے ملقب کیا تب سے تو ان کے دل میں اس قدر خوف رعب اور ہیبت رعب سما گئی کہ ان کے دل کا اچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرند کے پرواز کی آواز۔ صحیح حدیث میں جناب رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی وارد ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا خوف آپ پر غالب آجاتا تھا تو آپ کے رونے کی آواز جسے آپ ضبط کرتے جاتے تھے اس طرح دور و نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی جیسے کسی ہنڈیا کے کھولنے کی آواز ہو۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا۟
اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

زمین وآسمانوں کی بادشاہت اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْاَرْض" مُلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِیْدًا "وَكَانَ اللّٰه بِكُلِّ شَیْء مُحِیْطًا" عِلْمًا وَّقُدْرَة اَیْ لَمْ یَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں بادشاہت، مخلوق اور غلام ہیں اور اللہ اپنے علم وقدرت سے ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ یعنی یہ وصف کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت میں اور اس کی غلامی میں اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جس طرح جب جو تصرف ان میں وہ کرنا چاہتا ہے بغیر کسی روک ٹوک کے بلا مشورہ غیرے اور بغیر کسی کی شراکت اور مدد کے کر گذرتا ہے کوئی نہیں جو اس کے ارادے سے اسے باز رکھ سکے کوئی نہیں جو اس کے حکم میں حائل ہو سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی کو بدل سکے وہ عظمتوں اور قدرتوں والا وہ عدل وحکمت والا وہ لطف ورحم والا واحد وصمد اللہ ہے۔ اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کو گھیرے ہوئے ہے، مخفی سے مخفی اور چھوٹی سے چھوٹی اور دور سے دور والی چیز بھی اس پر پوشیدہ نہیں، ہماری نگاہوں سے جو پوشیدہ نہیں، ہماری نگاہوں سے جو پوشیدہ ہیں اس کے علم میں سب ظاہر ہیں۔

وَیَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّ ۙ وَمَا یُتْلٰی عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی
النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ
وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیْمًا۟
اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا
ہے۔ ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے۔ اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور
کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

عورتوں کی میراث وحق مہر میں انصاف کرنے کا بیان

"وَيَسْتَفْتُونَكَ " يَطْلُبُونَ مِنْك الْفَتْوَى "فِي" شَأْن "النِّسَاء " وَمِيرَاثهنَّ "قُلْ" لَهُمْ "اللّٰه يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَاب" الْقُرْآن مِنْ آيَة الْمِيرَاث وَيُفْتِيكُمْ أَيْضًا "فِي يَتَامَى النِّسَاء اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ" فُرِضَ "لَهُنَّ" مِنْ الْمِيرَاث "وَتَرْغَبُونَ" أَيّهَا الْأَوْلِيَاء عَنْ "أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ" لِدَمَامَتِهِنَّ وَتَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَتَزَوَّجْنَ طَمَعًا فِي مِيرَاثهنَّ أَيْ يُفْتِيكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذٰلِكَ "و" فِي "الْمُسْتَضْعَفِينَ" الصِّغَار "مِنْ الْوِلْدَان" أَنْ تُعْطُوهُمْ حُقُوقهمْ "وَأَنْ" يَأْمُركُمْ "تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ " بِالْعَدْلِ فِي الْمِيرَاث وَالْمَهْر "وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْر فَإِنَّ اللّٰه كَانَ بِهِ عَلِيمًا" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور تم سے عورتوں کے بارے میں ان کی میراث کا فتویٰ پوچھتے ہیں۔تم فرما دو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے۔یعنی قرآن جو آیت میراث ہے وہ فتویٰ دیتا ہے۔ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں تم انہیں نہیں دیتے ہو جو ان کیلئے میراث کا حصہ مقرر ہے۔اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور تم میراث کے لالچ کے سبب ان کو نکاح کرنے سے بھی روک رکھتے ہو، پس وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے کہ کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو یعنی ان کو ان کے حقوق دے دو۔اور یہ بھی کہ تم میراث اور مہر میں ان سے انصاف کرو۔اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے لہٰذا وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

سورہ نساء آیت ۱۲۷ کے شان نزول کا بیان

زمانہء جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث نہیں قرار دیتے تھے۔جب آیت میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے، آپ نے ان کو اس آیت سے جواب دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی صاحب مال و جمال ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و مال نہ رکھتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر حسن صورت نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے نکاح میں بھی نہ دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرمایا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی پرورش میں کوئی یتیم بچی ہو جس کا ولی وارث بھی وہی مال میں شریک ہو گیا ہو اب چاہتا یہ ہو کہ اس یتیم سے میں نکاح کر لوں اس بنا پر اور جگہ اس کی شادی روکتا ہو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت اتری ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے بعد جب پھر لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ)4۔

النسآء :176) نازل فرمائی۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا
بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○
اوراگرکوئی عورت اپنے شوہر کی جانب سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف رکھتی ہو تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں کسی
مناسب بات پر صلح کرلیں، اور صلح اچھی چیز ہے اور طبیعتوں میں بخل ضرور رکھ دیا گیا ہے، اوراگر تم احسان کرو اور پرہیزگاری
اختیار کرو تو بیشک اللہ ان کاموں سے جو تم کر رہے ہو۔ خبردار ہے۔

بیوی کو جب اپنے خاوند کی نافرمانی کے اندیشہ ہو

"وَاِنِ امْرَاَةٌ" مَرْفُوع بِفِعْلٍ يُفَسِّرهُ "خَافَتْ" تَوَقَّعَتْ "مِنْ بَعْلِهَا" زَوْجهَا "نُشُوْزًا" تَرَفُّعًا عَلَيْهَا بِتَرْكِ مُضَاجَعَتهَا وَالتَّقْصِير فِيْ نَفَقَتهَا لِبُغْضِهَا وَطُمُوح عَيْنه اِلٰى اَجْمَل مِنْهَا "اَوْ اِعْرَاضًا" عَنْهَا بِوَجْهِهِ "فَلَا جُنَاح عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا" فِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الصَّاد وَفِيْ قِرَاءَة يُصْلِحَا مِنْ: اَصْلَحَ "بَيْنهمَا صُلْحًا" فِي الْقَسْم وَالنَّفَقَة بِاَنْ تَتْرُك لَهُ شَيْئًا طَلَبًا لِبَقَاءِ الصُّحْبَة فَاِنْ رَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاِلَّا فَعَلَى الزَّوْج اَنْ يُوَفِّيهَا حَقّهَا اَوْ يُفَارِقهَا "وَالصُّلْح خَيْر" مِنْ الْفُرْقَة وَالنُّشُوز وَالْاِعْرَاض قَالَ تَعَالٰى فِيْ بَيَان مَا جُبِلَ عَلَيْهِ الْاِنْسَان "وَاُحْضِرَتْ الْاَنْفُس الشُّحّ" شِدَّة الْبُخْل اَيْ جُبِلَتْ عَلَيْهِ فَكَاَنَّهَا حَاضِرَته لَا تَغِيب عَنْهُ الْمَعْنٰى اَنَّ الْمَرْاَة لَا تَكَاد تَسْمَح بِنَصِيْبِهَا مِنْ زَوْجهَا وَالرَّجُل لَا يَكَاد يَسْمَح عَلَيْهَا بِنَفْسِهِ اِذَا اَحَبَّ غَيْرهَا "وَاِنْ تُحْسِنُوْا" عِشْرَة النِّسَاء "وَتَتَّقُوْا" الْجَوْر عَلَيْهِنَّ "فَاِنَّ اللّٰه كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

امراۃ یہ فعل کے سبب مرفوع ہے۔ جو اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ اوراگر کوئی عورت اپنے شوہر کی جانب سے زیادتی یعنی بستر سے الگ کرکے یا نفقہ میں کمی کرکے یا اس کی نظر کسی زیادہ جمال پر جاتی ہے یا چہرے سے بے رغبتی کا خوف رکھتی ہو تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں کسی مناسب بات پر یعنی نان ونفقہ اور باری میں صلح کرلیں، یہ کہ اگر بیوی رضامند ہو تو شوہر بقائے صحبت کیلئے کچھ رعایت کرے۔ اوراگر وہ رضامند نہ ہو پھر وہ حق دے یا اس کو چھوڑ دے۔ حالانکہ صلح اچھی چیز ہے یعنی جدائی، نافرمانی اور اعراض سے صلح بہتر ہے۔ اور اللہ نے انسانی جبلت کے بارے میں فرمایا ہے۔ اور طبیعتوں میں شدید بخل ضرور رکھ دیا گیا ہے، یعنی اس کی جبلت ہے جو اس میں موجود ہے اس سے غائب نہیں ہوسکتی۔ اور عورت اپنے حصہ میں شوہر کو چھوڑنا نہیں چاہتی جبکہ شوہر بھی دوسری محبت کے سبب بیوی کے ساتھ رعایت نہیں کرتا۔ اوراگر تم احسان کرو یعنی اچھی معاشرت کرو، اور پرہیزگاری اختیار کرو تو

بیشک اللہ ان کاموں سے جو تم کر رہے ہو۔ خبر دار ہے۔ پس وہ تمہیں ان کی جزاء دے گا۔

سورہ نساء آیت ۱۲۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں طلاق دے دیں گے پس انہوں نے عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیجئے اپنے نکاح میں رہنے دیجئے اور میری باری عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیجئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح صلح کرلیں اور یہ صلح بہتر ہے)۔ لہٰذا جس چیز پر ان کی صلح ہو وہ جائز ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 979)

حضرت عائشہ فرماتی ہے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ۔ کہ یہ آیت ایک عورت کے متعلق نازل ہوئی جو اپنے خاوند کے ہاں تھی وہ اس سے بہت زیادہ خواہش نہ رکھتا تھا اور اس سے جدائی چاہتا تھا اور اس جہت سے کہ اسے عورت کی صحبت حاصل رہے اور شاید اس عورت سے اس کی کوئی اولاد ہو اسے اس کی جدائی ناپسند تھی تو عورت نے اس سے کہا کہ تو مجھے طلاق نہ دے اور یونہی روکے رکھ تو میری جانب سے بری ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری 2318، مسلم 3021، ابن کثیر 1-562، قرطبی 5-403)

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ
فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝
اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری
کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بیویوں کے درمیان تقسیم میں انصاف کرنے کا بیان

"وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا" تُسَوُّوا "بَيْنَ النِّسَاء" فِي الْمَحَبَّة "وَلَوْ حَرَصْتُمْ" عَلٰى ذٰلِكَ "فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْل" اِلَى الَّتِي تُحِبُّوْنَهَا فِي الْقَسْم وَالنَّفَقَة "فَتَذَرُوْهَا" اَيْ تَتْرُكُوا الْمُمَالَ عَنْهَا "كَالْمُعَلَّقَةِ" الَّتِي لَا هِيَ اَيِّم، وَلَا هِيَ ذَات بَعْل "وَاِنْ تُصْلِحُوا" بِالْعَدْلِ بِالْقَسْمِ "وَتَتَّقُوا" الْجَوْر "فَاِنَّ اللّٰه كَانَ غَفُوْرًا" لِمَا فِيْ قَلْبكُمْ مِنَ الْمَيْل "رَحِيْمًا" بِكُمْ فِيْ ذٰلِكَ،

اور تم سے عدل ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو محبت میں برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ یعنی جس سے تمہیں محبت ہے اس کی باری اور نفقہ میں جھک جاؤ گے کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو یعنی وہ نہ تو بیوہ عورتوں کی طرح ہوگی اور نہ ہی شوہر والیوں کی طرح ہوگی۔ اگر تم تقسیم میں انصاف کرو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔یعنی جو تمہارے دلوں میں رغبت ہے اس کو بخشنے والا وہ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے۔

نئی و پرانی زوجہ کی باری تقسیم میں فقہ شافعی و حنفی کا استدلال

حضرت ابوقلابہ تابعی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا یہ مسنون ہے کہ جب کوئی شخص ثیبہ کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو سات رات تک اس کے پاس رہے اور پھر اس میں اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کردے اور کسی ثیب یعنی کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرے۔

تو اس کے پاس تین رات رہے اور پھر باری مقرر کردے۔حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو یہ کہتا کہ حضرت انس نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 434)

حضرت امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے نکاح میں کئی عورتیں ہوں یا ایک عورت ہو اور پھر وہ ایک عورت سے نکاح کرے تو اگر وہ عورت باکرہ (کنواری) ہو تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور اگر وہ ثیبہ (یعنی بیوہ یا مطلقہ ہو) تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر نئی اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کردے کہ ہر ایک کے پاس برابر برابر ایک ایک رات جایا کرے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس سلسلہ میں باکرہ اور ثیب یا نئی اور پرانی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔باری کے اعتبار سے سب برابر ہیں انہوں نے ان دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے جو اس باب کی دوسری فصل میں آئیں گی اور جن میں اس قسم کا فرق و امتیاز بیان نہیں کیا گیا ہے،

امام اعظم کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ایک یا ایک سے زائد بیویوں کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے پاس سات سات رات تک رہے اور اگر ثیبہ کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں سے بھی ہر ایک کے پاس تین تین رات تک رہے۔

روایت کے آخر میں ابوقلابہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں چاہتا تو اس حدیث کو مرفوع کہتا یعنی یہ کہتا کہ اس حدیث کو حضرت انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کیونکہ صحابہ کا یہ کہنا کہ یہ مسنون ہے مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو دوسرے دن صبح کو ان سے فرمایا کہ تمہارے خاندان والوں کے لئے تمہاری طرف سے اس میں کوئی ذلت نہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات رات رہوں اور پھر دوسری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات رات تک رہوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے پاس تین رات تک رہوں اور پھر اس کے بعد دورہ کروں (یعنی تمام بیویوں کے پاس بھی تین تین رات تک رہوں) حضرت ام سلمہ نے یہ سن کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تین راتیں رہیئے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ کنواری کے پاس سات رات

تک رہنا چاہئے اور ثیبہ کے پاس تین رات تک۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 435، مسلم)

اس میں کوئی ذلت نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے پاس جو تین رات رہوں گا تو اس کی وجہ سے تمہارے خاندان و قبیلہ پر کسی حقارت یا ذلت کا داغ نہیں لگے گا کیونکہ تمہارے ساتھ میرا تین رات تک رہنا تمہاری صحبت و اختلاط سے بے رغبتی کے سبب سے نہیں ہے بلکہ شرعی حکم کی بناء پر ہے ان الفاظ کے ذریعہ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کی تمہید بیان فرمائی ہے جس کی وجہ سے شادی کی ابتداء کے ایام میں حضرت ام سلمہ کے ہاں شب باشی کے لئے صرف تین راتوں پر اکتفاء کرنا پڑا اور وہ عذر یہ شرعی حکم ہے کہ اگر اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں کسی اور عورت سے نکاح کیا جائے۔ تو اس نئی بیوی کے ساتھ مسلسل سات دن تک شب باشی اس صورت میں جائز ہوگی جب کہ وہ باکرہ کنواری ہو لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ہاں سات سات دن تک شب باشی ہونی چاہئے۔

حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ ام سلمہ سے شادی کی تو آپ ان کے ہاں تین دن رہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے میاں کے سامنے تمہاری حیثیت کم نہیں ہے۔

اگر تم چاہو میں تمہارے پاس سات دن تک رہ سکتا ہوں لیکن اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں تو دوسری بیویوں کے پاس بھی سات دن رہوں گا۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 71)

تا کہ باری کے اعتبار سے کسی کے ساتھ بے انصافی اور حق تلفی نہ ہو اور اگر وہ نئی بیوی ثیبہ (کسی کی بیوہ یا مطلقہ) ہو تو پھر اسکے ساتھ تین دین تک شب باشی کی جائے لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ساتھ تین تین دن تک شب باشی کی جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے سامنے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے یہاں بھی سات راتوں تک رہ سکتا ہوں لیکن یہ حق کنواری عورت کے لئے ہے اور تم ثیبہ ہو اور پھر یہ کہ بعد میں مجھے دوری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات راتوں تک رہنا ہوگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ ثیبہ کے حق میں جو حکم ہے اسی کے مطابق میں تمہارے پاس تین دن تک شب باشی کروں اور پھر بعد میں ہر ایک بیوی کے ہاں تین تین دن تک شب باشی کر کے تمہارے سب کے درمیان باری مقرر کردوں لہٰذا حضرت ام سلمہ نے منشاء شریعت اور مزاج نبوت کے مطابق اسی بات کو قبول کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تین رات تک رہیں۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: شوہر پر صرف مساوات لازم ہے اس مساوات کے لئے کوئی مخصوص طریقہ لازم نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مزاج اور سہولت کے مطابق کوئی بھی طریقہ اختیار کرسکتا ہے۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝

اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

زوجین کی علیحدگی کے بعد نئے اسباب پیدا ہو جانے کا بیان

"وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا" اَیْ الزَّوْجَان بِالطَّلَاق "يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا" عَنْ صَاحِبه "مِنْ سَعَتِهٖ" اَیْ فَضْلِهٖ بِاَنْ يَّرْزُقَهَا زَوْجًا غَيْرَهُ وَيَرْزُقَهُ غَيْرَهَا "وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا" لِخَلْقِهٖ فِي الْفَضْلِ "حَكِيْمًا" فِيْمَا دَبَّرَ لَهُمْ،

اور اگر وہ طلاق کے ذریعے دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، یعنی اس کیلئے کوئی دوسرا خاوند ہوگا اور اس کیلئے کوئی دوسری بیوی ہوگی۔ اور اللہ اپنے مخلوق کیلئے فضل میں کشائش والا، ان کی تدبیر میں حکمت والا ہے۔

اور اگر ان میں نباہ اور حسن معاشرت کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو تو اسلام اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ ایک گھرانہ میں ہر وقت کشیدگی کی فضا قائم رہے اور جہنم زار بنا رہے۔ اس سے بہتر ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔ خواہ مرد طلاق دے دے یا عورت خلع لے لے۔ پھر دونوں کا اللہ مالک ہے وہ ان کے لیے بہت سامان پیدا فرما دے گا۔ اور یہ بات کئی بار تجربہ میں آ چکی ہے کہ جن دو میاں بیوی کا آپس میں نباہ ہونا ناممکن نظر آ رہا تھا اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے نالاں اور ایک دوسرے پر الزام دھرتے تھے جب دونوں الگ ہو گئے تو ان دونوں کو اللہ نے اپنے اپنے گھروں میں سکھ چین سے آباد کر دیا اور پھر زندگی بھر ان نئے جوڑوں میں موافقت و موانست کی فضا برقرار رہی اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات میاں اور بیوی دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے ذہن میں دوسرے کے متعلق ایسی بدظنیاں اور بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ ہر سیدھی بات سے بھی غلط نتیجہ ہی اخذ کرتے ہیں۔ پھر جب انہیں نیا ماحول میسر آ جاتا ہے جس میں ذہن ایک دوسرے کی طرف سے بالکل صاف ہوتے ہیں تو ایسی کوئی کشیدگی پیدا نہیں ہوتی اور ان دونوں کی خوش باش زندگی کا نیا دور شروع ہو جاتا ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا۝

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی حکم دیا ہے اور تمہیں بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ اور اگر تم نافرمانی کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز، ستودہ صفات ہے۔

زمین و آسمانوں کی ملکیت اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْاَرْض وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْن اُوْتُوا الْكِتَاب" بِمَعْنَى الْكُتُب "مِنْ قَبْلِكُمْ" اَيْ الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى "وَاِيَّاكُم" يَا اَهْل الْقُرْاٰن "اَنْ" اَيْ بِاَنْ "اتَّقُوا اللّٰهَ" خَافُوْا عِقَابَهُ بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ "و" قُلْنَا لَهُمْ وَلَكُمْ "اِنْ تَكْفُرُوْا" بِمَا وَصَّيْتُمْ بِهٖ "فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي

الْاَرْضِ " خَلْقًا وَّمُلْكًا وَّعَبِيدًا فَلَا يَضُرُّهُ كُفْرُكُمْ "وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا " عَنْ خَلْقِهٖ وَعِبَادَتِهِمْ "حَمِيدًا" مَحْمُودًا فِي صُنْعِهٖ بِهِمْ،

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو یعنی یہود ونصاریٰ جنہیں تم سے پہلے کتاب بہ معنی کتب دی گئی حکم دیا ہے اور اے اہل قرآن تمہیں بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔یعنی اس کی سزا سے ڈرو تا کہ تم اس کی اطاعت کرو،اور اگر تم ہمارے دیئے گئے حکم کی نافرمانی کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں بادشاہت اور مخلوق اور غلام ہیں لہٰذا تمہارا کوئی کفر اس کو نقصان پہنچانے والا نہیں ہے۔اور اللہ اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہے، اپنی صنعت میں ان کے ساتھ تعریف کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، انسان اور جن سب کے سب، سب سے زیادہ متقی آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔اور اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان اور جن سب کے سب، سب سے فاجر آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی کمی واقع نہ ہوگی۔اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے انسان اور جن سب کے سب ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی مطلوبہ چیز دے دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس میں کوئی کمی نہ آئے گی مگر اتنی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے آتی ہے۔(مسلم، کتاب البر والصلۃ)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۝
اور اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔

اللہ ہی کارساز کافی ہے

"وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ " كَرَّرَهُ تَاْكِيدًا لِتَقْرِيرِ مُوْجَبِ التَّقْوٰى "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا" شَهِيدًا بِاَنَّ مَا فِيهِمَا لَهٗ .

اور اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اس کو مکرر بیان کرنا تقویٰ کے حصول کیلئے آیا ہے۔اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔یعنی اس بات کی گواہی کہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ اسی کا ہے۔

اب اگر تم ان احکام پر عمل کرو گے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر نہ کرو گے تو اس میں تمہیں ہی نقصان پہنچے گا۔اللہ کا نہ تمہاری اطاعت سے کچھ سنورتا ہے اور نہ تمہاری نافرمانی سے کچھ بگڑ سکتا ہے اس لیے کہ پوری کائنات کا مالک تو وہ پہلے ہی ہے۔لہٰذا وہ تمہاری فرمانبرداری یا نافرمانی سے بے نیاز ہے اور اس کے کارنامے ایسے ہیں جو خود اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس کائنات کا خالق مالک اور منتظم فی الواقع مستحق حمد ہے تمہارے اس کی حمد کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ اَیُّهَا النَّاسُ وَ یَاۡتِ بِاٰخَرِیۡنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیۡرًا ۝

اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کردے اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ اس پر بڑی قدرت والا ہے۔

اللہ چاہے تو تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لائے

"اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ" یَا "اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاۡتِ بِاٰخَرِیۡنَ" بَدَلَكُم، وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیۡرًا،

اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کردے اور وہ تمہارے بدلے میں دوسروں کو لے آئے، اور اللہ اس پر بڑی قدرت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھالے اور تمہاری جگہ ایسے لوگ پیدا کردے جو گناہ کریں اور اللہ سے بخشش ومغفرت چاہیں اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 861)

اس ارشاد گرامی کا مقصد مغفرت اور رحمت باری تعالیٰ کی وسعت کو بیان کرنا اور یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسم پاک غفور کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے اتنا بخشش کرنے والا ہے اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ خدانخواستہ اس حدیث کے ذریعہ گناہ کی ترغیب مقصود ہی نہیں ہے کیونکہ گناہ سے بچنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اپنے پیغمبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو گناہ ومعصیت کی زندگی سے نکال کر طاعت وعبادت کی راہ پر لگائیں۔

مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیۡعًا ۢ بَصِیۡرًا ۝

جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا وآخرت دونوں کا انعام ہے اور اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

"مَنۡ كَانَ یُرِیۡد" بِعَمَلِهٖ "ثَوَاب الدُّنۡیَا فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَاب الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَة" لِمَنۡ اَرَادَهٗ لَا عِنۡد غَیۡرِهٖ فَلَمۡ یَطۡلُب اَحَدكُمۡ الۡاَخَسّ وَهَلَّا طَلَبَ الۡاَعۡلٰی بِاِخۡلَاصِهٖ لَهٗ حَیۡثُ كَانَ مَطۡلَبُهٗ لَا یُوجَد اِلَّا عِنۡدَهٗ، وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیۡعًا بَصِیۡرًا،

جو شخص اپنے عمل سے دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا وآخرت دونوں کا انعام ہے یہ اسی کیلئے ہے جس نے اس کا ارادہ کیا ہے نہ کسی دوسرے کیلئے جبکہ وہ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے کسی ادنیٰ کو کیوں طلب کرے گا۔ لہٰذا وہ اس اچھے اجر کو صرف اسی پاس پائے گا۔ اور اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

اعمال اپنے مقاصد کے ساتھ ہوتے ہیں قاعدہ فقہیہ

الامور بمقاصدها۔ (الاشباہ والنظائر، ص ۱۲، مطبوعہ H.M.S. کمپنی کراچی)

اعمال اپنے مقاصد کے ساتھ ہوتے ہیں۔یعنی اعمال کا حکم مقاصد کے ساتھ ہوتا ہے اگر اس عمل کا مقصد نیک ہو تو حکم اس کیلئے بھلائی کا ہوگا اور اگر اس عمل کا مقصد برا ہو تو اس کیلئے برائی کا حکم لگایا جائے گا۔

اس قاعدہ کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت مقدسہ سے ہے۔

من یرد ثواب الدنیا نؤته منها و من یرد ثواب الآخرة نؤته منها .(آل عمران ۱۴۵)

جو شخص دنیاوی فائدہ چاہے ہم اسے دنیا کا فائدہ دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کے ثواب کا ارادہ کرے تو ہم اسے آخرت کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

فساد نماز کا حکم کا بیان

جب نمازی قرآن سے کوئی ایسی آیت پڑھے جو کسی متکلم کے کلام کا جواب بنے تو اس سے اسکی نماز ٹوٹ جائے گی۔کیونکہ اگر چہ اس نے قرآن پڑھا ہے مگر اس کا قصد یا ارادہ متکلم کے کلام کا جواب دینا ہے۔لہٰذا قصد و ارادے کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے عمل کو ارادے کے ساتھ متعین کریں گے۔

اسی طرح جب کسی نمازی نے خوشی کی خبر سنی اور الحمد للہ کہا یا کوئی بری خبر سنی اور لاحول ولاقوۃ پڑھا یا کسی انسان کی موت کی خبر سنی تو انا للہ وانا الیه راجعون پڑھا تو ان تمام صورتوں میں اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔اگر چہ اس نے قرأت کی ہے لیکن اس کے ارادے اور قصد کا اعتبار کرتے ہوئے فساد نماز کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اعمال اپنے ارادوں کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں۔(الاشباہ)

اتحاد مقاصد کا حکم کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں حضرت احنف بن قیس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کیلئے گیا تو مجھے راستے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے۔پس مجھ سے پوچھا؟ کہاں کا ارادہ ہے تو میں نے کہا میں اس شخص کی مدد کروں گا۔انہوں نے کہا واپس جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو قاتل ہے لیکن مقتول (کے دوزخی ہونے) کا سبب کیا ہے آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاتل اور مقتول دونوں کے ارادے اپنے مقاصد کی طرف منسوب ہوئے۔اسی لئے تو مقتول کو دخول دوزخ کی وعید سنائی گئی کہ اگر چہ وہ مقتول ہے لیکن اعتبار اس کے مقاصد کا کیا گیا ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو، وہ غنی ہو یا فقیر ہو، بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے، تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو، تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

انصاف پر قائم رہنے کا بیان

"يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ" قَائِمِينَ "بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْل "شُهَدَاء" بِالْحَقِّ "لِلّٰهِ وَلَوْ" كَانَتْ الشَّهَادَةُ "عَلٰى اَنْفُسِكُمْ" فَاشْهَدُوْا عَلَيْهَا بِاَنْ تُقِرُّوا بِالْحَقِّ وَلَا تَكْتُمُوْهُ "اَوْ" عَلٰى "الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِينَ اِنْ يَّكُنْ" الْمَشْهُوْد عَلَيْهِ "غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰه اَوْلٰى بِهِمَا" مِنْكُم وَاَعْلَم بِمَصَالِحِهِمَا "فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى" فِيْ شَهَادَتكُمْ بِاَنْ تُحَابُوا الْغَنِيّ لِرِضَاهُ اَوْ الْفَقِير رَحْمَة لَهُ "اَنْ" لَا "تَعْدِلُوا" تَمِيْلُوْا عَنْ الْحَقّ "وَاِنْ تَلْوُوا" تُحَرِّفُوا الشَّهَادَة وَفِيْ قِرَاءَة بِحَذْفِ الْوَاو الْاُولٰى تَخْفِيفًا "اَوْ تُعْرِضُوا" عَنْ اَدَائِهَا "فَاِنَّ اللّٰه كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے رہو چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو، لہٰذا تم حق بات کو بیان کرو اور اس کو مت چھپاؤ۔ اگر چہ مشہود علیہ وہ غنی ہو یا فقیر ہو، بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے یعنی ان کیلئے مصلحت کا علم،، تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ یعنی اس لئے کہ غنی سے محبت ہو یا فقیر پر رحم آ جائے۔ کہ حق سے الگ ہو جاؤ اگر تم ہیر پھیر کرو یعنی گواہی کو بدل ڈالو، ایک قرأت میں حذف واؤ کے ساتھ ہے جبکہ تخفیف اولیٰ ہے یا اس کی ادائیگی سے منہ پھیرو، تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

سورہ نساء آیت ۱۳۵ کے سبب نزول کا بیان

اسباط السدی سے روایت کیا اس نے کہا کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی آپ کے پاس ایک مالدار اور ایک نادار اپنا جھگڑا یا مقدمہ لے کر آئے نبی کا رجحان طبع یا ہمدردی نادان شخص کے ساتھ تھی آپ کی رائے میں فقیر اور نادار شخص مالدار پر ظلم نہیں کر سکتا تھا اللہ نے اس رائے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حکم دیا کہ مالدار اور نادار دونوں کے ساتھ برابری اور انصاف کا سلوک کریں اور حکم نازل کیا کہ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں کی کھیتیوں اور باغوں کا اندازہ کرنے کو بھیجا تو انہوں نے آپ کو رشوت دینا چاہی کہ آپ مقدار کم بتائیں تو آپ نے فرمایا سنو اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہیں اور تم میرے نزدیک کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہو لیکن باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آ کر یا تمہاری عداوت کو سامنے رکھ کر ناممکن ہے کہ میں انصاف سے ہٹ جاؤں اور تم میں عدل نہ کروں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے بس اسی سے تو زمین و آسمان قائم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝
اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتار دی اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

ایمان پر ہمیشہ رہنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا" دَاوِمُوْا عَلَى الْإِيْمَان "بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتَاب الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ" مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْقُرْاٰن "وَالْكِتَاب الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْل" عَلَى الرُّسُل بِمَعْنَى الْكُتُب وَفِيْ قِرَاءَة بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ "وَمَنْ يَّكْفُر بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَته وَكُتُبه وَرُسُله وَالْيَوْم الْاٰخِر فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا" عَنْ الْحَقّ،

اے ایمان والو، ایمان پر ہمیشگی اختیار کرو۔ اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول مکرم حضرت محمد ﷺ پر اتاری اور وہ قرآن ہے۔ اور اس کتاب پر جو پہلے اتار دی یہاں پر کتاب بہ معنی کتب ہے اور ایک قرأت میں دونوں افعال معروف ہیں۔ اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ حق سے ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یایھا الذین امنوا امنوا، اے ایمان والو صمیم قلب سے اور ثابت قدمی کے ساتھ ایمان لاؤ، امنوا ۔ ای اثبتوا علی الایمان وداو موا علیہ ۔ ثابت قدم رہو ایمان پر اور اس پر مدمت واختیار کرو۔ (کشاف)

الکتب۔ پہلی صورت میں الکتاب سے مراد القرآن ہے اور دوسری صورت میں الکتب اسم جنس ہے اور اس سے مراد وہ ساری کتابیں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نازم ہوئیں۔

سورہ نساء آیت ۱۳۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت عبداللہ بن سلام اور اسد و اُسید وثعلبہ بن قیس اور سلام ... کے حق

میں نازل ہوئی یہ لوگ مومنین اہل کتاب میں سے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم آپ پر اور آپ کی کتاب پر اور حضرت موسیٰ پر اور توریت پر اور عزیر پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے سوا باقی کتابوں اور رسولوں پر ایمان نہ لائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن پر اور اس سے پہلی ہر کتاب پر ایمان لاؤ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝
بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں
بخشے گا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔

یہود کے بار بار ایمان اور بار بار کفر کرنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا" بِمُوسَى وَهُمُ الْيَهُوْد "ثُمَّ كَفَرُوْا" بِعِبَادَتِهِمُ الْعِجْل "ثُمَّ اٰمَنُوا" بَعْده "ثُمَّ كَفَرُوْا" بِعِيسَى "ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا" بِمُحَمَّدٍ "لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِر لَهُمْ" مَا اَقَامُوْا عَلَيْهِ "وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا اِلَى الْحَق،

بیشک جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور وہ یہود ہیں۔ پھر بچھڑے کی پوجا کر کے کافر ہو گئے، پھر وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، اس کے بعد پھر کفر کیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کا انکار کر کے کافر ہو گئے، اور کفر میں بڑھ گئے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ یعنی راہ حق نہ دیکھائے گا۔

سورہ نساء آیت ۱۳۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر بچھڑا پوج کر کافر ہوئے پھر اس کے بعد ایمان لائے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کر کے کافر ہو گئے پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے اور کفر میں بڑھے ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے ایمان کے بعد پھر ایمان لائے یعنی انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تاکہ ان پر مومنین کے احکام جاری ہوں پھر کفر میں بڑھے یعنی کفر پر ان کی موت ہوئی۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝
آپ منافقوں کو یہ خبر سنا دیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

منافقین کیلئے عذاب کی خوشخبری ہونے کا بیان

"بَشِّر" اَخبِر یَا مُحَمَّدُ "الْمُنَافِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا" مُؤلِمًا هُوَ عَذَاب النَّار،

یا محمد ﷺ آپ منافقوں کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔یعنی وہ تکلیف دینے والا جہنم کا عذاب ہے

منافقین کو خوش خبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے (اخرت میں) بڑی دردناک سزا (تجویز کی گئی) جن کی یہ حالت ہے کہ (عقائد تو اہل ایمان کے نہ رکھتے تھے مگر وضع بھی اہل ایمان کی نہ رکھ سکے چنانچہ) کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس (جا کر) عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں سو (خوب سمجھ لو کہ) عزت تو ساری اللہ تعالی کے قبضہ میں ہے (وہ جس کو چاہیں دیں، پس اگر اللہ تعالی ان کو یا جن سے جا جا کر دوستی کرتے ہیں ان کو عزت نہ دیں تو کہاں سے معزز بن جاویں گے) اور (اے مسلمانو: دیکھو تم منافقین کی طرح کفار کے ساتھ خصوصیت مت رکھنا خاص کر جس وقت وہ کفریات کا تذکرہ کرتے ہوئے چنانچہ اس سورۃ مدینہ کے قبل بھی) اللہ تعالی تمہارے پاس یہ فرمان (سورہ انعام (آیت نمبر۶) میں جو مکیہ ہے) بھیج چکا ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ جب (کسی مجمع میں) احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کریں (اور یہ مضمون اس آیت کا حاصل ہے واذا رایت الذین یخوضون الخ سو یہ استہزاء کرنے والے مکہ میں مشرکین تھے اور مدینہ میں یہود تو علانیہ اور منافقین صرف غرباء، وضعفاء مسلمین کے روبرو پس جس طرح وہاں مشرکین کی مجالست ایسے وقت میں ممنوع تھی یہاں یہود اور منافقین کی مجالست سے نہی ہے اور یہ ممانعت ہم اس لئے کرتے ہیں) کہ اس حالت میں تم بھی (گناہ میں) انہی جیسے ہو جاؤ گے (گو دونوں کی نوعیت میں فرق ہو کہ ایک گناہ کفر کا ہے دوسرا فسق کا اور اس ممانعت مجالست میں کفار اور منافقین سب برابر ہیں، کیونکہ علت اس کی خوض فی الکفر یعنی کفر کی باتوں کا تذکرہ اور اس خوض کا منشاء کفر ہے، اور اس میں دونوں برابر ہیں، چنانچہ سزائے کفر یعنی دوزخ کا ایندھن ہونے میں بھی دونوں برابر ہوں گے، کیونکہ) یقیناً اللہ تعالی منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کر دیں گے۔

۝الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۝
ایسے لوگ جو مسلمانوں کی بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟
پس عزت تو ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

منافقین کی کفار سے دوستیوں کا بیان

"الَّذِيْنَ" بَدَل اَوْ نَعت لِلْمُنَافِقِيْنَ "يَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ" لِمَا يَتَوَهَّمُوْنَ فِيْهِم مِنَ الْقُوَّة "اَيَبْتَغُوْنَ" يَطْلُبُوْنَ "عِنْدهمْ الْعِزَّة" اسْتِفْهَام اِنْكَار اَیْ لَا يَجِدُوْنَ عِنْدهمْ "فَاِنَّ الْعِزَّة لِلّٰهِ

جَمِيعًا" فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَا يَنَالُهَا إِلَّا أَوْلِيَاؤُهُ۔

الذین یہ منافقین سے بدل ہے یا صفت ہے۔ایسے لوگ جو مسلمانوں کی بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیونکہ جب ان کے پاس سے ان کو طاقت کا وہم ہوتا ہے، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے۔یعنی وہ ان کے پاس عزت نہ پائیں گے کیونکہ عزت تو دنیا وآخرت میں ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔جس کو صرف اس کے اولیاء پائیں گے۔

اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے عزت حاصل نہ ہونے کا بیان

مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے ملک شام کے عامل (گورنر) سے فرمایا: کنتم اقل الناس اذل الناس فاعزکم اللہ بالأسلام مهما تطلبوا العزة بغيره يذلكم الله (مستدرک)

یعنی (اے ابوعبیدہ) تم تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے۔تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت وشوکت ملی ہے تو خوب سمجھ لو اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل کر دے گا۔

ابوبکر حصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ مراد آیت مذکورہ سے یہ ہے کہ کافر وفجار سے دوستی کر کے عزت طلب نہ کرو، ہاں مسلمانوں کے ذریعہ عزت وقوت طلب کی جائے تو اس کی ممانعت نہیں، کیونکہ سورہ منافقون کی آیت نے اس کو واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو عزت بخشی ہے (احکام القرآن، از ابوبکر حصاص حنفی)۔

یہاں عزت سے مراد اگر ہمیشہ قائم اور باقی رہنے والی آخرت کی عزت ہے تب تو دنیا میں اس کا مخصوص ہونا اللہ تعالیٰ کے رسول اور مؤمنین کے ساتھ واضح ہے کیوں کہ آخرت کی عزت کسی کافر ومشرک کو قطعاً حاصل نہیں ہو سکتی، اور اگر مراد دنیا کی عزت لی جائے تو عبوری دور اور اتفاقی حوادث کو چھوڑ کر انجام کے اعتبار سے یہ عزت وغلبہ بالآخر اسلام اور مسلمانوں ہی کا حق ہے، جبتک مسلمان صحیح معنی میں مسلمان رہے، دنیا نے اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا اور پھر آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت وقیادت میں مسلمان صحیح اسلام پر قائم ہو جائیں گے تو پھر غلبہ انہی کا ہوگا، درمیانی اور عبوری دور میں مسلمانوں کے ضعف ایمان اور ابتلاء معاصی کی وجہ سے ان کا کمزور نظر آنا اس کے منافی نہیں۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا
فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖصلے اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ
اور بیشک تم پر کتاب میں یہ نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے
تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔
بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔

اللہ کی آیات واحکام سے مذاق کرنے والوں کا بیان

"وَقَدْ نَزَّلَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ "عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ" الْقُرْاٰن فِي سُوْرَةِ الْاَنْعَام "اَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمُهَا مَحْذُوْف اَيْ اَنَّهُ "إِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ" الْقُرْاٰن "يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ" اَيْ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُسْتَهْزِئِيْنَ "حَتّٰى يَخُوضُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا" إِنْ قَعَدْتُمْ مَعَهُمْ "مِثْلُهُمْ" فِي الْاِثْمِ "إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيْعًا" كَمَا اجْتَمَعُوْا فِي الدُّنْيَا عَلَى الْكُفْرِ وَالْاِسْتِهْزَاءِ،

نَـزَّلَ یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔اور بیشک تم پر کتاب یعنی قرآن کی سورہ انعام میں یہ نازل فرمایا ہے یہاں ان مخففہ اور اس کا اسم محذوف یعنی انہ ہے۔کہ جب تم اللہ کی آیات یعنی قرآن کو سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یعنی ان کافروں اور مذاق کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو، حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں۔ورنہ تم بھی گناہ میں انہی جیسے ہوجاؤ گے۔بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔جس طرح وہ دنیا میں کفر ومذاق پر جمع ہوئے ہیں۔

بدعقیدہ اور ظالموں کی مجالس میں جانے کی ممانعت کا بیان

علماء کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ ممانعت کی علت آیات الٰہیہ کی توہین اور تحریف تھی جب وہ ختم ہوگئی تو ممانعت بھی ختم ہوگئی، اسی لئے دوسری باتیں شروع ہوجانے کے بعد ان کی مجلس میں بیٹھنا گناہ نہیں، اور بعض نے فرمایا کہ ایسے کفار وفجار اور ظالم لوگوں کی صحبت ومجالست بعد میں بھی درست نہیں، حضرت حسن بصری کا یہی ارشاد ہے، انہوں نے سورہ انعام کے اس جملہ سے استدلال فرمایا ہے۔فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین یعنی یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھیں، اور ظاہر ہے کہ ظالم اس گفتگو کو ختم کردینے کے بعد بھی ظالم ہی ہے اسی لئے اس کی صحبت ومجالست سے بعد میں بھی احتراز لازم ہے۔

اور تفسیر مظہری میں قاضی صاحب نے دنوں میں تطبیق اس طرح فرمائی ہے کہ جب کفر واستہزاء اور تحریف قرآن کی گفتگو بند ہوکر کوئی دوسری بات شروع ہوجائے تو اس وقت بھی ایسے لوگوں کی مجلس میں شرکت بلاضرورت تو حرام ہے اور اگر کوئی ضرورت شرعی یا طبعی داعی ہو تو جائز ہے۔

امام ابوبکر حصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس مجلس میں کوئی گناہ ہورہا ہو تو مسلمان پر نہی عن المنکر کے ضابطہ سے یہ لازم ہے کہ اگر اس کو روکنے کی قدرت ہی تو قوت کے ساتھ روک دے اور یہ قدرت نہیں ہے تو کم از کم اس گناہ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرے جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس مجلس سے اٹھ جائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو اس جرم میں گرفتار کیا وہ شراب پی رہے تھے ان میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے، اس نے شراب نہیں پی، لیکن ان کی مجلس میں شریک تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کو بھی سزادی کہ وہ ان کی

مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔ (بحر محیط)

بدعقیدہ لوگوں کی مجالس ومحافل میں جانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے باپ دادا نے سنا ہوگا، تم ان سے دور رہنا، وہ تم سے دور رہیں۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام دارمی علیہ الرحمہ سنن دارمی میں لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قلابہ نے فرمایا ہے کہ گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلاء کر دیں گے یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کر دیں گے۔ (سنن دارمی، ج ۱، ص ۹۰، نشر السنہ ملتان)

امام بیہقی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں گمراہ فرقوں کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات میں کج بحثی اختیار کرتے ہیں۔ (شعب الایمان، ج ۷، ص ۶۰، بیروت)

ان احادیث سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو لوگوں میں یہ بات باور کراتے پھرتے ہیں کہ اچھی بات جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرو۔ حالانکہ یاد رہے بدعقیدہ لوگوں کے ہاں سے کسی قسم کی کوئی اچھی بات کے حصول کیلئے جانا بھی جائز نہیں کیونکہ ان کی بدعقیدگی تم پر اثر انداز ہو جائے گی، جس سے گمراہی کے اثرات پڑنے کا خدشہ ہے۔

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ
وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝
وہ جو تمہاری تاک میں رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو کہتے ہیں، کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور
اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو کہتے ہیں، کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟ پس اللہ
تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا، اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر ہرگز کوئی راہ نہ دے گا۔

منافقین کا مسلمانوں اور کفار سے فوائد حاصل کرنے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" بَدَل مِنَ الَّذِيْنَ قَبْله "يَتَرَبَّصُوْنَ" يَنْتَظِرُوْنَ "بِكُمْ" الدَّوَائِر "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْح" ظَفَر وَغَنِيمَة "مِنَ اللّٰه قَالُوا" لَكُمْ "اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ" فِي الدِّيْن وَالْجِهَاد فَاَعْطُوْنَا مِنَ الْغَنِيمَة "وَاِنْ كَانَ لِلْكَافِرِيْنَ نَصِيب" مِنَ الظَّفَر عَلَيْكُمْ "قَالُوا" لَهُمْ "اَلَمْ نَسْتَحْوِذ" نَسْتَوْلِ "عَلَيْكُمْ" وَنَقْدِر عَلٰى اَخْذكُمْ وَقَتْلكُمْ فَاَبْقَيْنَا عَلَيْكُمْ "وَ" اَلَمْ "نَمْنَعكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" اَنْ يَظْفَر بِتَخْذِيلِهِمْ وَمُرَاسَلَتهمْ

17

بِاَخْبَارِهِمْ فَلَنَا عَلَيْكُمُ الْمِنَّةُ "فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ" وَبَيْنَهُمْ "يَوْمَ الْقِيَامَةِ" بِاَنْ يُّدْخِلَ وَيُدْخِلَهُمُ النَّارَ "وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا بِالْاِسْتِئْصَالِ،

الذین سے پہلے والے الذین سے بدل ہے۔ وہ جو تمہارے انتظار میں رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے یعنی کامیابی اور غنیمت مل جائے تو کہتے ہیں، کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یعنی کیا ہم دین اور جہاد میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہٰذا ہمیں بھی حصہ دو۔ اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو کہتے ہیں، کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے یعنی کیا ہم تمہارے قتل وقید پر قادر نہیں ہوئے تھے؟ اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟ یعنی ان کو پست کر کے اور ان کی خبریں تمہیں دیکر انہیں کمزور نہیں کیا؟ پس ہمارا تم پر احسان ہے۔ پس اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا، یعنی تمہیں جنت میں اور ان کو جہنم میں داخل کرے گا۔ اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر ہرگز کوئی راہ نہ دے گا۔ یعنی ان کو اہل اسلام کا استیصال نہ کرنے دے گا۔

منافقین کی مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں لگے رہنے کا بیان

منافقوں کی بدباطنی کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کی بربادی اس کی پستی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں ٹوہ لیتے رہتے ہیں، اگر کسی جہاد میں مسلمان کامیاب وکامران ہو گئے اللہ کی مدد سے یہ غالب آ گئے تو ان کے پیٹ میں گھسنے کے لئے آ آ کر کہتے ہیں کیوں جی ہم بھی تو تمہارے ساتھی ہیں اور اگر کسی وقت مسلمانوں کی آزمائش کے لئے اللہ جل شانہ نے کافروں کو غلبہ دے دیا جیسے احد میں ہوا تھا گو انجام کار حق ہی غالب رہا تو یہ ان کی طرف لپکتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو پوشیدہ طور پر تو ہم تمہاری تائید ہی کرتے رہے اور انہیں نقصان پہنچاتے رہے یہ ہماری ہی چالاکی تھی جس کی بدولت آج تم نے ان پر فتح پالی۔ یہ ہیں ان کے کرتوت کہ دو کشتیوں میں پاؤں رکھ چھوڑتے ہیں "دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا" گو یہ اپنی اس مکاری کو اپنے لئے باعث فخر جانتے ہوں لیکن دراصل یہ سراان کی بے ایمانی اور کم یقینی کی دلیل ہے بھلا کچا رنگ کب تک رہتا ہے؟ گاجر کی پونگی کب تک بجے گی؟ کاغذ کی ناؤ کب تک چلے گی؟ وقت آ رہا ہے کہ اپنے کئے پر نادم ہوں گے اپنی بیوقوفی پر ہاتھ ملیں گے اپنے شرمناک کرتوت پر آنسو بہائیں گے اللہ کا سچا فیصلہ سن لیں گے اور تمام بھلائیوں سے ناامید ہو جائیں گے۔ بھرم کھل جائے گا ہر راز فاش ہو جائے گا اندر کا باہر آ جائے گا یہ پالیسی اور حکمت عملی یہ مصلحت وقت اور مقتضائے موقعہ نہایت ڈراؤنی صورت سے سامنے آ جائے گا اور عالم الغیب کے بے پناہ عذابوں کا شکار بن جائیں گے ناممکن ہے کہ کافروں کو اللہ تعالیٰ مومنوں پر غالب کر دے،

حضرت علی سے ایک شخص نے اس کا مطلب پوچھا تو آپ نے اول جملے کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ قیامت کے دن ایسا نہ ہوگا، یہ بھی مروی ہے کہ سبیل سے مراد حجت ہے، لیکن تاہم اس کے ظاہری معنی مراد لینے میں بھی کوئی مانع نہیں یعنی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اب سے لے کر قیامت تک کوئی ایسا وقت لائے کہ کافر اس قدر غلبہ حاصل کر لیں کہ مسلمانوں کا نام مٹا دیں یہ اور بات ہے کہ کسی جگہ کسی وقت دنیاوی طور پر انہیں غلبہ مل جائے لیکن انجام کار مسلمانوں کے حق میں ہی مفید ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

بیشک منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکے کی سزا دینے والا ہے، اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔

منافقین کے ظاہر و باطن میں فرق ہونے کا بیان

"اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ" بِاِظْهَارِ خِلَافِ مَا اَبْطَنُوْهُ مِنَ الْكُفْرِ لِيَدْفَعُوا عَنْهُمْ اَحْكَامَهُ الدُّنْيَوِيَّةَ "وَهُوَ خَادِعُهُمْ" مُجَازِيهِمْ عَلٰى خِدَاعِهِمْ فَيَفْتَضِحُوْنَ فِي الدُّنْيَا بِاِطْلَاعِ اللّٰهِ نَبِيَّهُ عَلٰى مَا اَبْطَنُوْهُ وَيُعَاقَبُوْنَ فِي الْاٰخِرَةِ "وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلَاةِ" مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ "قَامُوْا كُسَالٰى" مُتَثَاقِلِيْنَ "يُرَاءُوْنَ النَّاسَ" بِصَلَاتِهِمْ "وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ" يُصَلُّوْنَ "اِلَّا قَلِيْلًا" رِيَاءً،

بیشک منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یعنی وہ اس کے خلاف ظاہر کرتے ہیں جو ان کے اندر کفر چھپا ہے تاکہ وہ ان سے احکام دنیاوی کا دفاع کریں۔ حالانکہ وہ انہیں دھوکے کی سزا دینے والا ہے، یعنی دنیا میں نبی کریم ﷺ کو اطلاع من اللہ ہوئی ہے اس کے سبب رسوا ہوں گے اور آخرت میں ان کیلئے سزا ہوگی۔ اور جب وہ نماز کے لئے مؤمنوں کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں یعنی ان کو نماز بھاری لگتی ہے۔ اور اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ یعنی وہ قلیل بھی ریاکاری کے طور پر کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی نماز ایسی ہے کہ بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ جب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اٹھ کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتا ہے۔ (مسلم، کتاب صلوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اتنا جان لیں کہ ان نمازوں کا کتنا اجر و ثواب ہے اگر یہ چل نہ سکتے تو یہ لوگ گھسٹ کر بھی پہنچتے۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ موذن کو کہوں کہ وہ تکبیر کہے اور کسی کو لوگوں کی امامت کا حکم دوں اور خود آگ کا شعلہ پکڑ کر ان لوگوں کے گھروں کو جلا ڈالوں جو کہ ابھی تک اپنے گھروں سے نماز کے لئے نہیں نکلے۔ (بخاری، کتاب صلوٰۃ)

منافقین کی نماز میں سستی و کاہلی کا بیان

حضرت ابن عباس تھکے ماندے بدن سے کسما کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے نمازی کو چاہئے کہ ذوق و شوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر اللہ تعالیٰ کے کان ہیں، اسکی

طلب پوری کرنے کو اللہ تعالیٰ تیار ہے، یہ تو ہوئی ان منافقوں کی ظاہری حالت کہ تھکے ہارے تنگ دلی کے ساتھ بطور بیگار ٹالنے کے نماز کے لئے آئے پھر اندرونی حالت یہ ہے کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے نمازی مشہور ہونے کے لئے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لئے نماز پڑھ رہے ہیں، بھلا ان صنم آشنا دل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟ یہی وجہ ہے کہ ان نمازوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کو کم دیکھ سکیں یہ غیر حاضر رہتے ہیں مثلاً عشاء کی نماز اور فجر کی نماز،

بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے زیادہ بوجھل نماز منافقوں پر عشاء اور فجر کی ہے، اگر دراصل یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو گھٹنوں کے بل بھی چل کر آنا پڑتا یہ ضرور آ جاتے ہیں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے اردگرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو، ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہیں ایک چرب ہڈی یا دو اچھے کھر ملنے کی امید ہو تو دوڑے چلے آئیں لیکن آخرت کی اور اللہ کے ثوابوں کی انہیں اتنی بھی قدر نہیں۔ اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔

ابویعلی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کی موجودگی میں نماز کو سنوار کر ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے لیکن جب کوئی نہ ہو تو بری طرح نماز پڑھ لے یہ وہ ہے جس نے اپنے رب کی اہانت کی۔ پھر فرمایا یہ لوگ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم کرتے ہیں یعنی نماز میں ان کا دل نہیں لگتا، یہ اپنی کہی ہوئی بات سمجھتے بھی نہیں، بلکہ غافل دل اور بے پرواہ نفس سے نماز پڑھ لیتے ہیں،

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝
اس کے درمیان تذبذب میں ہیں نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ہرگز
اس کے لئے کوئی راہ نہ پائیں گے۔

حق و باطل کے درمیان بھٹکنے والے منافقین کا بیان

"مُذَبْذَبِيْنَ" مُتَرَدِّدِيْنَ "بَيْنَ ذٰلِكَ" الْكُفْر وَالْإِيمَان "لَا" مَنْسُوبِيْنَ "اِلٰى هٰؤُلَاءِ" اَیْ الْكُفَّار "وَلَا اِلٰى هٰؤُلَاءِ" اَیْ الْمُؤْمِنِيْنَ "وَمَنْ يُّضْلِل" وَمَنْ يُّضْلِلْهُ "اللّٰه فَلَنْ تَجِد لَهٗ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا اِلَى الْهُدٰى،

اس کے درمیان یعنی کفر اور ایمان کے درمیان تذبذب میں ہیں نہ ان کفار کی طرف ہیں اور نہ ان مومنوں کی طرف ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ہرگز اس کے لئے کوئی راہ نہ پائیں گے۔ یعنی وہ ہدایت کی راہ کو نہ پا سکیں گے۔

منافق کی تین آدمیوں کی طرح ہونے کا بیان

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ مومن کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے

رہ گیا دوسرا پار ہو کر منزل مقصود کو پہنچ گیا تیسرا اتر چلا مگر جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے جا رہا ہے ادھر آ واپس چلا آ، ادھر والے نے آواز دی جاؤ نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرف پہنچ جاؤ آدھا راستہ طے کر چکے ہو اب یہ حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے تذبذب ہے کہ کدھر جاؤں کدھر نہ جاؤں؟ اتنے میں ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے گئی اور وہ غوطے کھا کھا کر مر گیا، پس پار جانے والا مسلمان ہے کنارے کھڑا بلانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے، اور حدیث میں ہے منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو ہرے بھرے ٹیلے پر بکریوں کو دیکھ کر آئی اور سونگھ کر چل دی، پھر دوسرے ٹیلے پر چڑھی اور سونگھ کر آگئی۔

پھر فرمایا جسے اللہ ہی راہ حق سے پھیر دے اس کا ولی و مرشد کون ہے؟ اس کے گمراہ کردہ کو کون راہ دکھا سکے؟ اللہ نے منافقوں کو ان کی بدترین بدعملی کے باعث راستی سے دھکیل دیا ہے اب نہ کوئی انہیں راہ راست پر لا سکے نہ چھٹکارا دلا سکے، اللہ کی مرضی کے خلاف کون کر سکتا ہے وہ سب پر حاکم ہے اسی پر کسی کی حکومت نہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۝

اے ایمان والو! مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ کی صریح حجت قائم کر لو۔

کفار و منافقین سے دوستی کرنے کی ممانعت کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ" بِمُوَالَاتِهِمْ "سُلْطَانًا مُبِيْنًا" بُرْهَانًا بَيِّنًا عَلٰى نِفَاقِكُمْ،

اے ایمان والو! مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف ان کے دوستی کے سبب اللہ کی صریح حجت قائم کر لو۔ یعنی تمہارے نفاق پر واضح دلیل بنوالو۔

منافقین کی کفار سے دلی دوستی کا بیان

کافروں سے دوستیاں کرنے سے ان سے دلی محبت رکھنے سے ان کے ساتھ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے سے مسلمانوں کے بھید ان کو دینے سے اور پوشیدہ تعلقات ان سے قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو روک رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے (لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (3۔ آل عمران:28) مومنوں کو چاہئے کہ بجز مومنوں کے کفار سے دوستی نہ کریں ایسا کرنے والا اللہ کے ہاں کسی بھلائی کا مستحق نہیں ہاں اگر صرف بچاؤ کے طور پر ظاہر داری ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے یعنی اگر تم اس کی نافرمانیاں کرو گے تو تمہیں اس کے عذابوں کو یاد رکھنا چاہئے، ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن

عباس کا فرمان مروی ہے کہ آپ نے فرمایا قرآن میں جہاں کہیں ایسی عبارتوں میں سلطان کا لفظ ہے وہاں اس سے مراد حجت ہے یعنی تم نے اگر مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کیے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے، کئی ایک سلف مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝
بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

منافقین کا جہنم میں سب سے نیچے ہونے کا بیان

"اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ " الْمَكَان "الْاَسْفَل مِنَ النَّار " وَهُوَ قَعْرهَا "وَلَنْ تَجِد لَهُمْ نَصِيرًا " مَانِعًا مِنَ الْعَذَاب،

بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے کی جگہ میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔یعنی کوئی عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا۔

الدرک۔ طبقہ۔ درجہ۔ الدرک اور الدرک دونوں لغتیں ہیں۔ بلندی کی طرف جو یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو اہل عرب درجات جتنے ہیں اور پستی کی طرف یکے بعد دیگرے درجے ہیں ان کو درکات کہتے ہیں۔ جہنم کے مختلف طبقات (درکات) علی سبیل التنزل یہ ہیں۔ جہنم، لظیٰ، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہاویہ۔ سب سے نیچے منافقوں کا یہی ٹھکانہ ہے

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں انہیں آگ کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ جلتے بھنتے رہیں گے، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں یہ صندوق لوہے کے ہوں گے جو آگ لگتے ہی آگ کے ہو جائیں گے اور چاروں طرف سے بالکل بند ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی کسی طرح کی مدد کرے۔ جہنم سے نکال سکے یا عذابوں میں ہی کچھ کم کروا سکے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
لیکن وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی وہ سنور گئے اور انہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لئے
خالص کر لیا تو یہ مؤمنوں کے ساتھی ہو گئے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا۔

منافقت سے توبہ کر کے اصلاح کرنے والوں کا بیان

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا " مِنَ النِّفَاق "وَاَصْلَحُوا" عَمَلهمْ "وَاعْتَصَمُوا" وَثِقُوا "بِاَللّٰهِ وَاَخْلَصُوا دِينهمْ لِلّٰهِ" مِنَ الرِّيَاء "فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ " فِيمَا يُؤْتَوْنَهُ "وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰه الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيمًا" فِى

اَلْاٰخِرَۃَ وَھُوَ الْجَنَّۃُ،

لیکن وہ لوگ جنہوں نے منافقت سے توبہ کر کے اصلاح کرلی وہ سنور گئے اور انہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لئے خالص کرلیا یعنی ریاکاری سے دین کو محفوظ کرلیا تو یہ مؤمنوں کے ساتھی ہوگئے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا۔ یعنی جو آخرت میں مومنوں کو ثواب دیا جائے گا یہ لوگ اس میں ان کے ساتھ ہوں گے اور وہ جنت ہے۔

یعنی جن منافقوں نے توبہ کر کے اپنے اعمال درست کر لیے پھر دین اسلام پر مضبوطی سے جم گئے اور اپنی ہمدردیاں اور وفاداریاں صرف اللہ اور اس کے دین کو مضبوط بنانے کے لیے وقف کر دیں اور اپنے آپ میں یہ چار اوصاف پیدا کر لیے تو وہ اس اخروی سزا سے بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ گناہ معاف کر کے انہیں مومنوں کی جماعت میں شامل کر دے گا اور جو مفادات دنیوی یا اخروی مومنوں کو حاصل ہوں گے وہ انہیں بھی حاصل ہوں گے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا مجھ سے بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے چوری نہیں کرو گے زنا نہیں کرو گے پھر اسی کے متعلق آیت پڑھی اور فرمایا جس نے اپنے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا اور جو اس میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اسے سزا دی گئی تو یہ اس کے لئے کفارے کی طرح ہوگا اور اگر کوئی ایسے گناہ کا مرتکب ہوا لیکن اللہ نے اس کے گناہ کو پوشیدہ رکھا تو وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے چاہے تو وہ اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اس باب میں حضرت علی، جریر بن عبداللہ اور خزیمہ بن ثابت سے بھی احادیث منقول ہیں حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث حسن صحیح ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے اس باب میں اس حدیث سے بہتر کوئی حدیث نہیں دیکھی کہ حدود اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ اس کے عیوب پوشیدہ رکھے تو اسے خود بھی چاہیے کہ وہ اسے ظاہر نہ کرے بلکہ اللہ سے توبہ کرے اس طرح کہ اس کے اور رب ہی کے درمیان ہو ابوبکر، عمر سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ اپنے عیب چھپائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1480)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ قدر شناس ہے، خوب جاننے والا ہے۔

ایمان اور نعمتوں کے شکر کے سبب عذاب سے نجات کا بیان

"مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ" نِعَمَه "وَاٰمَنْتُمْ" بِهٖ وَالْاِسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي اَيْ لَا يُعَذِّبكُمْ "وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا" لِاَعْمَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْاِثَابَةِ "عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ،

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کی نعمت کے شکر گزار بن جاؤ، اور ایمان لے آؤ، یہاں پر استفہام بہ معنی نفی ہے

یعنی وہ تمہیں عذاب نہ دے گا، اور اللہ مؤمنوں کے اعمال میں ثابت قدمی پر قدر شناس ہے، اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا ہے۔

سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا وہ شخص ہوگا جو کبھی چلتا ہوگا کبھی سرین کے بل گھسٹتا ہوگا اور کبھی دوزخ کی آگ اس کو جھلس دیتی ہوگی، جب وہ دوزخ سے نکل جائے گا تو اس کو دیکھ کر عرض کریگا: اے باری تعالیٰ! آپ نے مجھے اس سے نجات عطاء فرمادی ہے اور وہ عنایت فرمائی ہے جو نہ تو اگلوں کو نصیب ہوئی نہ پچھلوں کو؛ پھر اس آدمی کے سامنے ایک درخت کو ظاہر کیا جائے گا تو یہ اس کو دیکھ کر عرض کریگا یارب! آپ مجھے اس درخت کے قریب کردیں میں اس کے سایہ میں بیٹھنا چاہتا ہوں اور اس کا پانی پینا چاہتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھیں گے، اے ابن آدم! اگر میں تمھیں یہ دیدوں تو (اس کے علاوہ) کسی اور چیز کا طلب بھی کریگا؟ وہ عرض کریگا نہیں، یارب، اور اللہ سے معاہدہ کریگا کہ میں اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں مانگوں گا اور اس کا رب اس کے عذر کو قبول کرتا رہے گا کیونکہ وہ شخص ایسی چیزوں کو دیکھے گا، جن پر وہ صبر نہیں کرسکتا؛ پھر پہلے درخت سے بھی زیادہ حسین درخت اس کو سامنے سے دکھایا جائیگا تو وہ شخص کہے گا یارب! مجھے اس کے درخت کے قریب کردیں؛ تاکہ میں اس کا پانی پی سکوں اور اس کے سائے میں بیٹھ سکوں میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔

اللہ تعالیٰ پوچھے گا اے ابن آدم! تو نے میرے ساتھ معاہدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے قریب کردے گا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچ جائے گا، تو جنت والوں کی آوازیں سنے گا اور عرض کریگا اے رب! مجھے آپ جنت میں داخل کردیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے یہ پسند ہے کہ میں تجھے دنیا اور اس کے برابر مزید جنت عطا کردوں؟ وہ عرض کریگا یارب آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؛ حالانکہ آپ رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے مذاق نہیں کررہا ہے؛ بلکہ میں جو چاہوں اس کے کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۳۸۹۹)

پانچویں پارے کی تکمیل اور حدیث شکر کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی (خفی) بھیجی ہے کہ جو طلب علم کے لئے راستہ اختیار کرے۔

تو میں اس پر جنت کے راستے کو آسان کردوں گا اور جس آدمی کی میں نے دونوں آنکھیں چھین لی ہوں۔ یعنی کوئی آدمی نابینا ہوگیا ہو تو اس دنیاوی نعمت سے محرومی اور اس پر صبر وشکر کی بناء پر میں اس کا بدلہ اسے جنت دوں گا اور علم کے اندر زیادتی عبادت میں زیادتی سے بہتر ہے اور دین کی جڑ پرہیزگاری ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 243)

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان اور شکر ہے اسی حدیث مبارکہ کے ساتھ ہی قرآن مجید کے پانچویں پارے کی تفسیر جلالین کے ترجمہ

وشرح کے ساتھ تفسیر مصباحین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مجھے بقیہ تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس تفسیری کام میں ہر قسم کی خطاء سے محفوظ فرمائے۔ (محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق)

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا۔

اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

بلند آواز سے بری بات کی زیادہ ممانعت کا بیان

"لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْل" مِنْ اَحَد اَیْ یُعَاقِبهُ عَلَیْهِ "اِلَّا مَنْ ظُلِمَ" فَلَا یُؤَاخِذهُ بِالْجَهْرِ بِهٖ بِاَنْ یُخْبِر عَنْ ظُلْم ظَالِمه وَیَدْعُو عَلَیْهِ "وَكَانَ اللّٰه سَمِیْعًا" لِمَا یُقَال "عَلِیْمًا" بِمَا یَفْعَل،

اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا کسی ایک سے بھی پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو، پس وہ ایسی بلند آواز پر مواخذہ نہ کرے گا کہ جب کوئی کسی ظالم کے ظلم کو بیان کرے اور اس کیلئے نقصان کی دعا کرے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، یعنی جو کہا گیا، جو ہوا وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۴۸ کے شان نزول کا بیان

ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا تھا انہوں نے اچھی طرح اس کی میزبانی نہ کی جب وہ وہاں سے نکلا تو ان کی شکایت کرتا نکلا اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب میں نازل ہوئی ایک شخص سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ کی شان میں زبان درازی کرتا رہا آپ نے کئی بار سکوت کیا مگر وہ باز نہ آیا تو ایک مرتبہ آپ نے اس کو جواب دیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص مجھ کو برا کہتا رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا میں نے ایک مرتبہ جواب دیا تو حضور ﷺ اٹھ گئے، فرمایا ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

مظلوم کی آہ و بکاہ اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہ ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل سے جب انہیں یمن کی طرف بھیجنے لگے ان سے فرمایا کہ تم ایسی قوم کے پاس چلے جاتے ہو، جو اہل کتاب ہیں جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں دعوت دو کہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور وہ ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی اگر وہ اس کو بھی منظور کر لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوموں کی بد دعا سے بچو اس لئے کہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ

کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1437)

کسی مسلمان کو بددعا دینے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا دوسرے کو بددعا دینا جائز نہیں، ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہوا سے اپنے ظالم کو بددعا دینا جائز ہے اور وہ بھی اگر صبر وضبط کرلے تو افضل یہی ہے۔ ابوداؤد میں ہے "حضرت عائشہ صدیقہ کی کوئی چیز چور چرالے گئے تو آپ ان پر بددعا کرنے لگیں۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا! کیوں اس کا بوجھ ہلکا کررہی ہو؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر بددعا نہ کرنی چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے دعا (اللھم اعنی علیہ واستخرج حقی منہ) یا اللہ اس چور پر تو میری مدد کر اور اس سے میرا حق دلوا دے، آپ سے ایک اور روایت میں مروی ہے کہ اگرچہ مظلوم کے ظالم کو کوسنے کی رخصت ہے مگر یہ خیال رہے کہ حد سے نہ بڑھ جائے۔

عبدالکریم بن مالک جزری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "گالی دینے والے کو یعنی برا کہنے والے کو برا تو کہہ سکتے ہیں لیکن بہتان باندھنے والے پر بہتان نہیں باندھ سکتے۔

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا۝
اگر تم کوئی نیکی ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ، یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا،
ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

نیکی کو پوشیدہ یا سرعام کرنے کا بیان

"اِنْ تُبْدُوْا" تُظْهِرُوْا. "خَيْرًا" مِنْ اَعْمَالِ الْبِرّ "اَوْ تُخْفُوْهُ" تَعْمَلُوْهُ سِرًّا "اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْء" ظُلْم،فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا،

اگر تم نیک اعمال میں سے کوئی نیکی ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ، یا کسی برائی یعنی ظلم سے درگزر کرو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مظلوم کا معاف کردینا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم کھلا نیکی کرو، یا پوشیدہ طور پر کرو، یا برائی سے درگزر کرو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا قدرت والا ہے اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے، جس شخص نے معاف کردیا اور بھلائی کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جس شخص نے ظلم کئے جانے کے بعد بدلہ لیا تو ایسے لوگوں پر کوئی گناہ نہیں گناہ تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق ظلم کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو شخص صبر کرے اور بخش دے تو یہ بڑا کام ہے اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے، کہ جب وہ عذاب

دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپسی کی کوئی صورت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2345)

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا اور سب سے بعد دوزخ سے نکلے گا۔ وہ شخص قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اس کے ہلکے گناہ پیش کرو، بھاری نہ کرو۔ چنانچہ اس کے ہلکے گناہ پیش کر کے اسے کہاں جائے گا۔ کہ تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیے تھے۔ وہ کہے گا ہاں اور انکار نہ کر سکے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں وہ پیش نہ کر دیئے جائیں۔ اس کے لیے حکم ہوگا کہ تیری ہر برائی کے عوض تجھے ایک نیکی دی جاتی ہے۔ یہ سن کر وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے تو کچھ اور بھی کام کیے تھے جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ (مسلم کتاب الایمان)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًاۙ

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان میں کوئی راہ نکال لیں۔

بعض انبیاء کرام کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُله وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوا بَیْن اللّٰه وَرُسُلهٗ بِاَنْ یُّؤْمِنُوْا بِهٖ دُوْنهمْ "وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِن بِبَعْضٍ" مِنْ الرُّسُل "وَنَكْفُر بِبَعْضٍ" مِنْهُمْ "وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْن ذٰلِكَ" الْكُفْر وَالْاِیْمَان "سَبِیْلًا" طَرِیْقًا یَذْهَبُوْنَ اِلَیْهِ،

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی بعض رسولوں پر ایمان لائے اور بعض کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان میں کوئی راہ نکال لیں۔ یعنی درمیانی راستہ اختیار کر کے ادھر جانا چاہتے ہیں۔

سورہ نساء آیت ۱۵۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود و نصارٰی کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہود حضرت موسٰی علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسٰی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انہوں نے کفر کیا۔ اور نصارٰی حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لائے اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا۔

کسی ایک بھی نبی کے انکار کے سبب کفر ہونے کا بیان

اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو ایک نبی کو بھی نہ مانے کافر ہے، یہودی سوائے حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے اور تمام نبیوں کو مانتے تھے، نصرانی افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء پر ایمان رکھتے تھے، سامری یوشع علیہ السلام کے بعد کسی کی نبوت کے قائل نہ تھے، حضرت یوشع حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے خلیفہ تھے، مجوسیوں کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اپنا نبی زردشت کو مانتے تھے لیکن جب یہ بھی ان کی شریعت کے منکر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہ شریعت ہی ان سے اٹھا لی۔ واللہ اعلم۔ پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کی یعنی کسی نبی کو مانا، کسی سے انکار کر دیا۔ کسی ربانی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنی نفسانی خواہش جوش تعصب اور تقلید آبائی کی وجہ سے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نبی کو نہ ماننے والا اللہ کے نزدیک تمام نبیوں کا منکر ہے، اس لئے کہ اگر اور انبیاء کو بوجہ نبی ہونے کے مانتا تو اس نبی کو ماننا بھی اسی وجہ سے اس پر ضروری تھا، جب وہ ایک کو نہیں مانتا تو معلوم ہوا کہ جنہیں وہ مانتا ہے انہیں بھی کسی دنیوی غرض اور ہواؤں کی وجہ سے مانتا ہے، ان کا شریعت ماننا یا نہ ماننا دونوں بےمعنی ہے، ایسے لوگ حتماً اور یقیناً کافر ہیں، کسی نبی پر ان کا شرعی ایمان نہیں بلکہ تقلیدی اور تعصبی ایمان ہے جو قابل قبول نہیں، پس ان کفار کو اہانت اور رسوائی آمیز عذاب کئے جائیں گے۔ کیونکہ جن پر یہ ایمان نہ لا کر ان کی توہین کرتے تھے اس کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی توہین ہو اور انہیں ذلت والے عذاب میں ڈالا جائے گا، ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ خواہ غور وفکر کے بغیر نبوت کی تصدیق نہ کرنا ہو، خواہ حق واضح ہو چکنے کے بعد دنیوی وجہ سے منہ موڑ کر نبوت سے انکار کرنا ہو، جیسے اکثر یہودی علماء کا شیوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا کہ محض حسد کی وجہ سے آپ کی عظیم الشان نبوت کے منکر تھے اور آپ کی مخالفت اور عداوت میں آ کر مقابلے پر تل گئے، پس اللہ نے ان پر دنیا کی ذلت بھی مسلط کر دی اور آخرت کی ذلت کی مار بھی ان کے لئے تیار کر رکھی۔ پھر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہو رہی ہے کہ یہ اللہ پر ایمان رکھ کر تمام انبیاء علیہم السلام کو اور تمام آسمانی کتابوں کو بھی الہامی کتابیں تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے (کل امن باللہ) پھر ان کے لئے جو اجر جمیل اور ثواب عظیم اس نے تیار کر رکھا ہے اسے بھی بیان فرما دیا کہ ان کے ایمان کامل کے باعث انہیں اجر و ثواب عطا ہوں گے۔ اگر ان سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو گیا تو اللہ معاف فرما دے گا اور ان پر اپنی رحمت کی بارش برسائیں گے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝
ایسے ہی لوگ درحقیقت کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

کفار کیلئے جہنم کے دردناک عذاب کا بیان

"اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا" مَصْدَر مُؤَكِّد لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَة قَبْله "وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُهِينًا" ذَا اِهَانَة وَهُوَ عَذَاب النَّار،

ایسے ہی لوگ درحقیقت کافر ہیں، حق یہ مصدر ہے جو ماقبل مضمون جملہ کی تاکید ہے۔ اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن

عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یعنی اہانت والا عذاب اور وہ جہنم کی آگ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور زبان ہوگی جس سے وہ بات کرے گی۔ وہ کہے گی مجھے تین آدمیوں کو نگلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سرکش ظالم، مشرک، تصویریں بنانے والا (مصور) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 478)

دوام دوزخ پر امت کے اجماع کا بیان

امام ابومنصور عبدالقاہر بغدادی فرماتے ہیں، اجمع اهل السنة و كل من سلف من اخيار الامة على دوام بقاء الجنة والنار وعلى دوام نعيم اهل الجنة و دوام عذاب الكفرة فى النار (اصول الدين)

یعنی تمام اہل سنت، تمام اسلاف امت کا جنت اور دوزخ کے ہمیشہ کے لئے باقی رہنے پر اجماع اور اتفاق ہے اور (اسی طرح) جنتیوں کے لئے نعمتوں کے ہمیشہ ہونے پر بھی اور کافروں کے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں عذاب میں مبتلا ہونے پر بھی اجماع اور اتفاق ہے۔ جنت اور دوزخ کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ (فقہ اکبر مترجم: عقیدہ طحاویہ)

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ (مکتوبات)

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ
يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝
اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب
اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ اور رسولان گرامی پر ایمان لانے میں فرق نہ کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِه" كُلِّهِمْ "وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ اُولٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ" بِالْيَاءِ وَالنُّوْن "اُجُوْرهمْ" ثَوَاب اَعْمَالهمْ "وَكَانَ اللّٰه غَفُوْرًا" لِاَوْلِيَائِهِ "رَحِيْمًا" بِاَهْلِ طَاعَته،

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے اعمال کا ثواب دے گا یہاں پر یؤتی یہ نون اور یاء دونوں طرح آیا ہے، اور اللہ اپنے اولیاء کو بخشنے والا، اہل طاعت کے ساتھ مہربان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں حضرت آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت

قبول کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر1443)

یہ ایمانداروں کا شیوا بتایا گیا ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس طرح مسلمان ہیں وہ کسی بھی نبی کا انکار نہیں کرتے۔ اس آیت سے بھی ایک مذہب کی نفی ہوتی ہے جس کے نزدیک رسالت محمد یہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اور وہ ان غیر مسلموں کو بھی نجات یافتہ سمجھتے ہیں جو اپنے تصورات کے مطابق ایمان باللہ رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ ایمان باللہ کے ساتھ رسالت محمد یہ ﷺ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اگر اس آخری رسالت کا انکار ہوگا تو اس انکار کے ساتھ ایمان باللہ غیر معتبر اور نا مقبول ہے۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۝

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتاریں، حالانکہ وہ تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو ظاہری طور پر دکھلا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑ لیا، پھر انھوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آچکی تھیں، تو ہم نے اس سے درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا کیا۔

یہود کا دفعۃً قرآن کے نزول کا مطالبہ کرنے کا بیان

"يَسْاَلُكَ " يَا مُحَمَّدُ "اَهْلُ الْكِتَابِ" اَلْيَهُوْدُ "اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ " جُمْلَةً كَمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُوسَى تَعَنُّتًا فَاِنِ اسْتَكْبَرْتَ ذٰلِكَ "فَقَدْ سَاَلُوْا" اَىْ اٰبَاؤُهُمْ "مُوسَى اَكْبَرَ" اَعْظَمَ "مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً" عِيَانًا "فَاَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ " اَلْمَوْتُ عِقَابًا لَهُمْ "بِظُلْمِهِمْ" حَيْثُ تَعَنَّتُوْا فِى السُّؤَالِ "ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ" اِلٰهًا "مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ " الْمُعْجِزَاتُ عَلٰى وَحْدَانِيَّةِ اللّٰهِ "فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ " وَلَمْ نَسْتَاْصِلْهُمْ "وَاٰتَيْنَا مُوسَى سُلْطَانًا مُبِيْنًا" تَسَلُّطًا بَيِّنًا ظَاهِرًا عَلَيْهِمْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ بِقَتْلِ اَنْفُسِهِمْ تَوْبَةً فَاَطَاعُوْهُ،

یا محمد ﷺ اہل کتاب یعنی یہود آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتاریں، یعنی جس طرح یکبار موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ آپ ان کا مطالبہ بڑا سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے ان آباء تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو ظاہری آنکھوں پر دکھلا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے بہ طور سزا پکڑ لیا، یعنی جب انہوں نے سوال میں اصرار کیا۔ پھر انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں یعنی اللہ کی توحید کے معجزات آگئے، تو ہم نے اس سے درگزر کیا یعنی ان کو ہلاک نہ کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا کیا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ان پر

اس طرح غلبہ دیا کہ آپ نے ان کو توبہ کیلئے قتل کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کی اطاعت کی۔

سورہ نساء آیت ۱۵۳ کے شان نزول کا بیان

یہود میں سے کعب بن اشرف وفنحاص بن عازوراء نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے یکبارگی کتاب لایئے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لائے تھے یہ سوال ان کا طلب ہدایت واتباع کے لئے نہ تھا بلکہ سرکشی وبغاوت سے تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی، ۶)

یہود کا بہ طور مذاق وکفر سوال کرنے کا بیان

یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے توراۃ ایک ساتھ لکھی ہوئی ہمارے پاس لائے، آپ بھی کوئی آسمانی کتاب پوری لکھی لکھائی لے آیئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے نام اللہ تعالیٰ خط بھیجے کہ ہم آپ کی نبوت کو مان لیں۔ یہ سوال بھی ان کا بدنیتی سے بطور مذاق اور کفر تھا۔ جیسا کہ اہل مکہ نے بھی اسی طرح کا ایک سوال کیا تھا، جس طرح سورہ سبحان میں مذکور ہے کہ "جب تک عرب کی سرزمین میں دریاؤں کی ریل پیل اور تروتازگی کا دور دورہ نہ ہو جائے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔" پس بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی اس سرکشی اور بیجا سوال پر آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں ان کی یہ بدعادت پرانی ہے، انہوں نے حضرت موسیٰ سے اس سے بھی زیادہ بیہودہ سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ خود کو دکھائے۔ اس تکبر اور سرکشی اور فضول سوالوں کی پاداش بھی یہ بھگت چکے ہیں یعنی ان پر آسمانی بجلی گری تھی۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا
لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۝
پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ
ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔

بنی اسرائیل سے پختہ عہد لینے کا بیان

"وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ" الْجَبَل "بِمِيْثَاقِهِمْ" بِسَبَبِ اَخْذ الْمِيْثَاق عَلَيْهِمْ لِيَخَافُوْا فَيَقْبَلُوْهُ "وَقُلْنَا لَهُمْ" وَهُوَ مُطِلّ عَلَيْهِمْ "اُدْخُلُوا الْبَاب" بَاب الْقَرْيَة "سُجَّدًا" سُجُود انْحِنَاء "وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا" وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ الْعَيْن وَتَشْدِيد الدَّال وَفِيهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الدَّال اَيْ لَا تَعْتَدُوْا "فِي السَّبْت" بِاصْطِيَادِ الْحِيتَان فِيهِ "وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيْثَاقًا غَلِيظًا" عَلَى ذٰلِكَ فَنَقَضُوهُ،

پھر ہم نے ان پر طور پہاڑ کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو یعنی ان سے پختہ عہد لیا تا کہ وہ ڈریں اور اس کو قبول کر لیں اور وہ ان پر

سایہ فگن تھا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے یعنی مکمل طور پر جھکتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو، ایک قرأت میں تعدی یہ عین کے فتحہ کے ساتھ اور دال کی شد کے ساتھ اور اس میں اصل میں تاء کا دال میں ادغام ہے یعنی ہفتہ کے دن میں مچھلیوں کا شکار کر کے حد سے نہ بڑھو اور ان کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔

بنی اسرائیل پر پہاڑ کو معلق کر دینے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بیزاری ظاہر کی تو ان کے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کھڑا کر دیا اور ان سے کہا کہ اب بولو! پہاڑ گرا کر پاش پاش کر دیں یا احکام قبول کرتے ہو؟ تو یہ سب سجدے میں گر پڑے اور گریہ زاری شروع کی اور احکام الٰہی بجا لانے کا مضبوط عہد و پیمان کیا یہاں تک کہ دل میں دہشت تھی اور سجدے میں انکھیوں سے اوپر دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ نہ گر پڑے اور دب کر نہ مر جائیں، پھر پہاڑ ہٹایا گیا۔

ان کی دوسری کشی کا بیان ہو رہا ہے کہ قول وفعل دونوں کو بدل دیا، حکم ملا تھا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدے کرتے ہوئے جائیں اور حطۃ کہیں "یعنی اے اللہ ہماری خطائیں بخش کہ ہم نے جہاد چھوڑ دیا اور تھک کر بیٹھ رہے جس کی سزا میں چالیس سال میدان تیہ میں سرگشتہ وحیران و پریشان رہے" لیکن ان کی کم ظرفی کا یہاں بھی مظاہرہ ہوا اور اپنی رانوں کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں داخل ہونے لگے اور حطۃ فی شعرۃ کہنے لگے یعنی گیہوں کی بالیں ہمیں دے۔ پھر ان کی اور شرارت سنئے ہفتہ وار دن کی تعظیم وکریم کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور مضبوط عہد و پیمان ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی نافرمانی پر کمر بستہ ہو کر حرمت کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور مضبوط عہد و پیمان ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی نافرمانی پر کمر بستہ ہو کر حرمت کے ارتکاب کے حیلے نکال لئے۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ
قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۝
پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے ہی کی وجہ سے اور ان کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اور ان کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر
قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، بلکہ اللہ نے ان پر ان کے کفر
کی وجہ سے مہر کر دی، پس وہ بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایمان لائیں۔

یہود کی عہد شکنی کا بیان

"فَبِمَا نَقْضِهِمْ" مَا زَائِدَة وَالْبَاء لِلسَّبَبِيَّةِ مُتَعَلِّقَة بِمَحْذُوْفٍ اَیْ لَعَنَّاهُمْ بِسَبَبِ نَقْضِهِمْ "مِيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَاء بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ" لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قُلُوْبُنَا غُلْف" لَا تَعِي كَلَامكَ "بَلْ طَبَعَ" خَتَمَ "اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ" فَلَا تَعِي وَعْظًا "فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا" مِنْهُمْ

كَعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهٖ،

یہاں پر ما زائدہ ہے اور باء سببیہ ہے جس کا متعلق محذوف ہے، یعنی ہم نے ان کے عہد توڑنے کے سبب اوران کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اوران کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر قتل کرنے اوران کا نبی کریم ﷺ سے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، جو آپ کا کلام نہیں سن سکتے، بلکہ اللہ نے ان پران کے کفر کی وجہ سے مہر کردی، پس وہ آپ سے نصیحت حاصل نہیں کرپاتے۔ پس وہ بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایمان لائیں۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام اوران کے ساتھی ہیں۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فبما۔ یعنی ب سببت کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور ما زائدہ ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ فبما نقضھم۔ نقض۔ مصدر نقض سے بمعنی توڑ دینا۔ نقض مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کو توڑ دینے کی وجہ سے۔ فبما نقضھم میثاقھم میں تقدیر عبارت یوں ہے: فبما نقضھم میثاقھم لعنھم ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت مسلط کردی اور کفرھم بایت اللہ اور قتلھم الانبیاء بغیر حق۔ اور قولھم قلوبنا غلف کا عطف فبما نقضھم میثاقھم پر ہے۔ یعنی وہ ہماری لعنت کے نیچے اس واسطے بھی آگئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا اور (گستاخانہ) یہ بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑھے ہوئے ہیں۔

غلف۔ جمع۔ اس کا واحد اغلف ہے اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کردیا گیا۔ اغلف وہ چیز ہے جو کسی غلاف میں بند ہو۔ قلوبنا غلف یعنی ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں۔ تمہاری نصیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے۔

بل طبع اللہ علیھا بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا۔

جملہ معترضہ ہے اوران کے قول قلوبنا غلف کے جواب میں آیا ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر کیا بند ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے (بوجہ ان کے کفر کے) اس لئے ان میں تھوڑے ہی ہوں گے جو ایمان لائیں گے۔ طبع۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے چھاپ لگادی۔ اس نے ٹھپہ لگادیا۔ (باب فتح) سے صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

پھر جب انہیں کوئی ہدایت کی بات سنائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے دل اس قدر محفوظ ہیں کہ ہمارے عقائد ونظریات میں کوئی بات بھی نہ داخل ہوسکتی ہے اور نہ اثر انداز ہوسکتی ہے جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کی انہی نافرمانیوں اور عہد شکنیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر بدبختی اتنی زیادہ چھاچکی ہے کہ اب کوئی بھی ہدایت کی بات ان پر بے اثر ثابت ہوتی ہے اور یہ لوگ اس قدر کج فہم ہوچکے ہیں کہ اپنی اس بدبختی کو بھی اپنی خوبی کے انداز میں پیش کررہے ہیں۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا۝

اوراس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔

یہود کا کفر اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے کا بیان

"وَبِكُفْرِهِمْ" ثَانِيًا بِعِيسَى وَكَرَّرَ الْبَاءَ لِلْفَصْلِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَا عُطِفَ عَلَيْهِ "وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا" حَيْثُ رَمَوْهَا بِالزِّنَا،

اور اس لئے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا یہاں پر باء کو مکرر لانا اس لئے ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان فاصل کیا جائے۔ اور ان کا قول جو مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔ یعنی ان پر بدکاری کی تہمت لگائی۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝
اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ
اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے،
یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول و مصلوب نہ ہونے کا بیان

"وَقَوْلِهِمْ" مُفْتَخِرِيْنَ "إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ" فِيْ زَعْمِهِمْ أَيْ بِمَجْمُوعِ ذٰلِكَ عَذَّبْنَاهُمْ قَالَ . تَعَالٰى تَكْذِيبًا لَهُمْ فِيْ قَتْلِهِ "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" الْمَقْتُولُ وَالْمَصْلُوْبُ وَهُوَ صَاحِبُهُمْ بِعِيسَى أَيْ أَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِ شَبَهَهُ فَظَنُّوْهُ إِيَّاهُ "وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ" أَيْ فِيْ عِيسَى "لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ" مِنْ قَتْلِهِ حَيْثُ قَالَ بَعْضُهُمْ لَمَّا رَأَوْا الْمَقْتُولَ الْوَجْهُ وَجْهُ عِيسَى وَالْجَسَدُ لَيْسَ بِجَسَدِهِ فَلَيْسَ بِهِ وَقَالَ آخَرُوْنَ: بَلْ هُوَ هُوَ "مَا لَهُمْ بِهِ" بِقَتْلِهِ "مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ" اسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ أَيْ لٰكِنْ يَتَّبِعُوْنَ فِيْهِ الظَّنَّ الَّذِيْ تَخَيَّلُوْهُ "وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا" حَالٌ مُؤَكِّدَةٌ لِنَفْيِ الْقَتْلِ،

اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے یعنی بہتان کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، یعنی ان کے خیال میں یہ ہے انہوں نے اس کو سزا کے طور پر قتل کر دیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا حالانکہ نہ انھوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کو مقتول و مصلوب شبیہ بنا دیا گیا یعنی اللہ نے ان پر شبہ ڈال دیا۔ اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یعنی بعض نے مقتول کا چہرہ دیکھا تو عیسیٰ سمجھ لیا اور جب جسم دیکھا تو وہ ان جیسا نہ تھا۔ جبکہ دوسروں نے کہا کہ وہی ہیں۔ یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں، یہاں استثناء منقطع ہے۔ لیکن انہوں نے گمان کی اتباع کی جو ان کے خیال میں تھا۔

اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ یقیناً یہ قتل کی نفی کیلئے تاکیدی حال ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول واحوال کا بیان

صحیح بخاری میں ہے اس وقت کیا ہوگا، جب تم میں مسیح بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ ابوداؤد، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انبیاء کرام علیہم السلام سب ایک باپ کے بیٹے بھائی کی طرح ہیں، مائیں جدا جدا اور دین ایک۔ عیسیٰ بن مریم سے زیادہ تر نزدیک میں ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، یقیناً وہ اترنے والے ہیں پس تم انہیں پہچان رکھو۔ درمیان قد ہے، سرخ سفید رنگ ہے۔ وہ دو گیروے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے اوڑھے اور باندھے ہوں گے، بال خشک ہونے کے باوجود ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ قبول نہ کریں گے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے، ان کے زمانے میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی، صرف اسلام ہی اسلام رہے گا، ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا۔ پھر زمین پر امن ہی امن ہوگا یہاں تک کہ کالے ناگ اونٹوں کے ساتھ، چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے، انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے، چالیس برس تک ٹھہریں گے، پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔" ابن جریر کی اسی روایت میں ہے، آپ لوگوں سے اسلام کے لئے جہاد کریں گے، اس حدیث کا ایک ٹکڑا بخاری شریف میں بھی ہے اور روایت میں ہے "سب سے زیادہ قریب تر حضرت عیسیٰ سے دنیا اور آخرت میں میں ہوں۔

صحیح مسلم میں ہے "قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک رومی اعماق یا دالق میں نہ اتریں اور ان کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر نہ نکلے گا، جو اس وقت تمام زمین کے لوگوں سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہوں گے، جب صفیں بندھ جائیں گی تو رومی کہیں گے تم سے ہم لڑنا نہیں چاہتے، ہم میں سے جو دین بدل کر تم میں ملے ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ لیکن مسلمان کہیں گے واللہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے ان کمزور بھائیوں کو تمہارے حوالے کر دیں۔ چنانچہ لڑائی شروع ہوگی مسلمانوں کے اس لشکر کا تہائی حصہ تو شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوگا، ان کی توبہ اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا اور تہائی حصہ شہید ہو جائے گا، جو اللہ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہیں لیکن آخری تہائی حصہ فتح حاصل کرے گا اور رومیوں پر غالب آ جائے گا، پھر یہ کسی فتنے میں نہ پڑیں گے، قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، ابھی تو وہ اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکائے ہوئے مال غنیمت تقسیم کر ہی رہے ہوں گے جو شیطان چیخ کر کہے گا کہ تمہارے بال بچوں میں دجال آ گیا، اس کے اس جھوٹ کو سچ جان کر مسلمان یہاں سے نکل کھڑے ہوں گے، شام میں پہنچیں گے، دشمنوں سے جنگ آزما ہونے کے لئے صفیں ٹھیک کر رہے ہوں گے کہ دوسری جانب نماز کی اقامت ہوگی اور حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، ان کی امامت کرائیں گے، جب دشمن رب انہیں دیکھے گا تو اسی طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے یونہی چھوڑ دیں، جب بھی وہ گھلتے گھلتے ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ اپنے حربے پر اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔

مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "معراج والی رات میں نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی، آپس میں قیامت کی نسبت بات چیت ہونے لگی، ابراہیم علیہ السلام نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، اس طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی، لیکن حضرت عیسیٰ نے فرمایا اس کے آنے کا ٹھیک وقت تو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا، ہاں مجھ سے میرے رب نے جو عہد لیا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا اس کے ہمراہ دو شاخیں ہوں گی، مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے، یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی بولنے لگیں گے کہ اے مسلمان یہاں میرے پیچھے ایک کافر ہے اور اسے قتل کر لیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو غارت کر دے گا اور لوگ امن و امان کے ساتھ اپنے اپنے وطن اور شہروں کو لوٹ جائیں گے، اب یاجوج ماجوج نکلیں گے، ہر طرف سے چڑھ دوڑیں گے، تمام شہروں کو روندیں گے، جس جس چیز پر گذر ہو گا اسے ہلاک کر دیں گے، جس پانی کے پاس سے گذریں گے پی جائیں گے، لوگ پھر لوٹ کر میرے پاس آئیں گے، میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ ان سب کو ایک ساتھ فنا کر دے گا لیکن ان کے مردہ جسموں سے ہوا بگڑ جائے گی، بدبو پھیل جائے گی، پھر مینہ برسے گا اور اس قدر کہ ان کی تمام لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گا۔ بس اس وقت قیامت کی اس طرح آمد آمد ہو گی جس طرح پورے دن کی حاملہ عورت ہو کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ صبح کو بچہ ہو جائے یا شام کو، رات کو پیدا ہو یا دن کو؟

مسند احمد میں ہے حضرت ابو نضرہ فرماتے ہیں ہیں ہم حضرت عثمان بن ابوالعاص کے پاس جمعہ والے دن آئے کہ ہم اپنا لکھا ہوا قرآن ان کے قرآن سے ملائیں، جب جمعہ کا وقت آیا تو آپ نے ہم سے فرمایا "غسل کر لو" پھر خوشبو لے آئے جو ہم نے ملی، پھر ہم مسجد میں آئے اور ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے جنہوں نے ہم سے دجال والی حدیث بیان کی پھر حضرت عثمان بن ابوالعاص آئے، ہم کھڑے ہو گئے، پھر سب بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان کے تین شہر میں جائیں گے، ایک دونوں سمندر کے ملنے کی جگہ پر، دوسرا حیرہ میں اور تیسرا شام میں، پھر تین گھبراہٹیں لوگوں کو ہوں گی، پھر دجال نکلے گا، یہ پہلے شہر کی طرف جائے گا، وہاں کے لوگ تین حصوں میں بٹ جائیں گے، ایک حصہ تو کہے گا ہم اس کے مقابلہ پر ٹھہرے رہیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؟ دوسری جماعت گاؤں کے لوگوں میں مل جائے گی اور تیسری جماعت دوسرے شہر میں چلی جائے گی جو ان سے قریب ہو گا، دجال کے ساتھ ستر ہزار لوگ ہوں گے، جن کے سروں پر تاج ہوں گے، ان کی اکثریت یہودیوں کی اور عورتوں کی ہو گی، یہاں کے یہ مسلمان ایک گھاٹی میں سمٹ کر محصور ہو جائیں گے، ان کے جانور جو چرنے چگنے کو گئے ہوں گے، وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے، اس سے ان کے مصائب بہت بڑھ جائیں گے اور بھوک کے مارے برا حال ہو جائے گا، یہاں تک کہ اپنی کمانوں کی تانیں سینک سینک کر کھا لیں گے، جب سخت تنگی کا عالم ہو گا تو انہیں سمندر میں سے آواز آئے گی کہ لوگو تمہاری مدد آ گئی، اس آواز کو سن کر یہ لوگ خوش ہوں گے، کیونکہ آواز سے جان لیں گے کہ یہ کسی آسودہ شخص کی آواز ہے، عین صبح کی نماز کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے، ان کا امیر آپ سے کہے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے اور نماز پڑھائیے لیکن آپ کہیں گے کہ اس امت کے بعض بعض کے امیر ہیں، چنانچہ انہی کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا، نماز سے فارغ ہو

کر اپنا حربہ ہاتھ میں لے کر مسیح دجال کا رخ کریں گے، دجال آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا، آپ اس کے سینہ پر وار کریں گے جس سے وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے، لیکن انہیں کہیں امن نہیں ملے گا، یہاں تک کہ اگر وہ کسی درخت تلے چھپیں گے تو وہ درخت پکار کر کہے گا کہ اے مومن یہ ایک کافر میرے پاس چھپا ہوا ہے اور اسی طرح پتھر بھی۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ کا کم وبیش حصہ دجال کا واقعہ بیان کرنے اور اس سے ڈرانے میں ہی صرف کیا، جس میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہا تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں، تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے ہیں، میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو، وہ یقیناً تمہیں میں آئے گا، اگر میری موجودگی میں آ گیا تو میں آپ اس سے نمٹ لوں گا اور اگر بعد میں آیا تو ہر شخص کو اپنے آپ کو اس سے بچانا پڑے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کو ہر مسلمان کا خلیفہ بناتا ہوں۔ وہ شام وعراق کے درمیان نکلے گا، دائیں بائیں خوب گھومے گا، لوگو اے اللہ کے بندو! دیکھو دیکھو تم ثابت قدم رہنا، سنو میں تمہیں اس کی ایسی صفت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائی۔ وہ ابتداء میں دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، پھر وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور کہے گا میں اللہ ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ اللہ کو ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا، ہاں مرنے کے بعد دیدار باری تعالیٰ ہو سکتا ہے اور سنو وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوگا جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ غرض ہر ایمان دار پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ آگ ہوگی اور باغ ہوگا اس کی آگ دراصل جنت ہوگی اور اس کا باغ دراصل جہنم ہوگا، سنو تم میں سے جسے وہ آگ میں ڈالے، وہ اللہ سے فریاد رسی چاہے اور سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے، اس کی وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی جیسے کہ خلیل اللہ پر نمرود کی آگ ہوگئی، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے باپ کو زندہ کر دوں تو تو مجھے رب مان لے گا وہ اقرار کرے گا، اتنے میں دو شیطان اسکی ماں اور باپ کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور ان سے کہیں گے بیٹے یہی تیرا رب ہے تو اسے مان لے، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا اسے آرے سے چروا کر دو ٹکڑے کروا دے گا، پھر لوگوں سے کہے گا میرے اس بندے کو دیکھنا اب میں اسے زندہ کر دوں گا، لیکن پھر بھی یہی کہے گا کہ اس کا رب میرے سوا اور ہے، چنانچہ یہ اسے اٹھا بیٹھائے گا اور یہ خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دے گا میرا رب اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ اللہ کی قسم اب تو مجھے پہلے سے بھی بہت زیادہ یقین ہو گیا۔ دوسری سند سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ مومن میری تمام امت سے زیادہ بلند درجہ کا جنتی ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث کو سن کر ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت عمر بن خطاب ہی ہوں گے آپ کی شہادت تک ہمارا یہی خیال رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا اور آسمان سے بارش ہوگی، وہ زمین کو پیداوار اگانے کا حکم دے گا اور زمین سے پیداوار نکلے گی، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا

کہ وہ ایک قبیلے کے پاس جائے گا وہ اسے نہ مانیں گے، اسی وقت ان کی تمام چیزیں برباد اور ہلاک ہو جائیں گی، ایک اور قبیلے کے پاس جائے گا جو اسے خدا مان لے گا، اسی وقت اس کے حکم سے ان پر آسمان سے بارش برسے گی اور زمین پھل اور کھیتی اگائے گی، ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام کا گشت کرے گا، ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام زمین کا گشت کرے گا، جب مدینہ کا رخ کرے گا تو یہاں ہر ہر راہ پر فرشتوں کو کھلی تلواریں لئے ہوئے پائے گا تو ضریب کی انتہائی حد پر ضریب احمر کے پاس ٹھہر جائے گا، پھر مدینے میں تین بھونچال آئیں گے، اس وجہ سے جتنے منافق مرد اور جس قدر منافقہ عورتیں ہوں گی، سب مدینہ سے نکل کر اس کے لشکر میں مل جائیں گے اور مدینہ ان گندے لوگوں کو اس طرح اپنے میں سے دور پھینک دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو الگ کر دیتی ہے، اس دن کا نام یوم الخلاص ہوگا۔" ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا اولاً تو ہوں گے ہی بہت کم اور اکثریت ان کی بیت المقدس میں ہوگی، ان کا امام پچھلے پیروں پیچھے ہٹے گا تاکہ آپ آگے بڑھ کر امامت کرائیں لیکن آپ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ، اقامت تمہارے لئے کی گئی ہے پس ان کا امام ہی نماز پڑھائے گا، فارغ ہو کر آپ فرمائیں گے، دروازہ کھول دو، پس کھول دیا جائے گا، ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لئے ہوئے موجود ہوگا، جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا، دجال آپ کو دیکھ کر اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے اور ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا لیکن آپ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھائے تو اسے ٹال نہیں سکتا۔ چنانچہ آپ اسے مشرقی باب لد کے پاس پکڑ لیں گے اور وہیں اسے قتل کریں گے، اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے لیکن انہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی، ہر پتھر ہر درخت ہر دیوار اور ہر جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان یہاں یہودی ہے، آ اسے مار ڈال، ہاں ببول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کا رہنا چالیس سال تک ہوگا، سال آدھے سال کے برابر اور سال مہینہ بھر جیسا اور مہینہ جمعہ جیسا اور باقی دن مثل شرارہ کے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ نساء، بیروت)

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝
بلکہ اللہ نے ان کو اپنی جانب اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

"بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا" فِىْ مُلْكِهٖ "حَكِيْمًا" فِىْ صُنْعِهٖ،

بلکہ اللہ نے ان کو اپنی جانب اٹھالیا اور اللہ اپنے ملک میں غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝
اور کوئی کتابی ایسا نہیں جو ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

اہل کتاب کے ایمان لانے کا بیان

"وَاِنْ" مَا "مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ" اَحَد "اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ" بِعِيسَى "قَبْلَ مَوْتِهِ" اَیِ الْكِتَابِیِّ حِينَ يُعَايِنُ مَلَائِكَةَ الْمَوْتِ فَلَا يَنْفَعُهُ اِيْمَانُهُ اَوْ قَبْلَ مَوْتِ عِيسَى لَمَّا يَنْزِلُ قُرْبَ السَّاعَةِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيثٍ "وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ" عِيسَى "عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا" بِمَا فَعَلُوْهُ لَمَّا بُعِثَ اِلَيْهِمْ،

اور کوئی کتابی ایسا نہیں جوان کی موت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے یعنی وہ موت کے فرشتوں کو دیکھے گا لیکن اس کا وقت اس کا ایمان اس کو نفع نہ دے گا۔ یا عیسیٰ علیہ السلام کے وصال سے قبل جب وہ قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ جو انہوں نے کہا کہ جب آپ کو ان کی مبعوث کیا گیا۔

موت سے قبل اہل کتاب کے لانے کا بیان

اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ عکرمہ یہی فرماتے ہیں۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں ان سب اقوال میں زیادہ ترصحیح قول پہلا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے قیامت کے قریب اتریں گے، اس وقت کوئی اہل کتاب آپ پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ فی الواقع امام صاحب کا یہ فیصلہ حق بجانب ہے۔ اس لئے کہ یہاں کی آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصود یہودیوں کے اس دعوے کو غلط ثابت کرنا ہے کہ ہم نے جناب مسیح کو قتل کیا اور سولی دی اور اسی طرح جن جاہل عیسائیوں نے یہ بھی کہا ہے ان کے قول کو بھی باطل کرنا ہے، روح اللہ نہ مقتول ہیں، نہ مصلوب۔ تو اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ فی الواقع نفس الامر میں نہ تو روح اللہ مقتول ہوئے، نہ مصلوب ہوئے بلکہ ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ جیسے ایک شخص کو قتل کیا لیکن خود انہیں اس حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تو اپنے پاس چڑھا لیا۔ وہ زندہ ہیں، اب تک باقی ہیں، قیامت کے قریب اتریں گے۔ جیسے صحیح متواتر احادیث میں ہے مسیح ہر گمراہ کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیروں کو قتل کریں گے، جزیہ قبول نہیں کریں گے، اعلان کر دیں گے کہ یا تو اسلام کو قبول کرو یا تلوار سے مقابلہ کرو۔ پس اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ اس وقت تمام اہل کتاب آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں گے اور ایک بھی ایسا نہ رہے گا جو اسلام کو ماننے بغیر رہ جائے یا رہ سکے۔ پس جسے یہ گمراہ یہود اور یہ جاہل نصرانی مرا ہوا جانتے ہیں اور سولی پر چڑھایا ہوا مانتے ہیں، یہ ان کی حقیقی موت سے پہلے ہی ان پر ایمان لائیں گے اور جو کام انہوں نے ان کی موجودگی میں کئے ہیں اور کریں گے یہ ان پر قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دیں گے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے کے قبل زندگی کے مشاہدہ کئے ہوئے کام اور دوبارہ کی آخری زندگی جو زمین پر گذاریں گے، اس میں ان کے سامنے جتنے کام انہوں نے کئے وہ سب آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے اور انہیں اللہ کے سامنے انہیں پیش کریں گے۔ ہاں اس کی تفسیر میں جو دو قول اور بیان ہوئے ہیں وہ بھی واقعہ کے اعتبار سے بالکل صحیح اور درست ہیں۔ موت کا فرشتہ آ جانے کے بعد احوال آخرت، سچ جھوٹ کا معائنہ ہو جاتا ہے، اس وقت ہر شخص سچائی کو سچ کہنے

اور سمجھنے لگتا ہے لیکن وہ ایمان اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نساء، بیروت)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝
پھر یہودیوں کے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال کی جا چکی تھیں
اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی راہ سے بکثرت روکتے تھے۔

یہود پر پاکیزہ چیزوں کے حرام ہو جانے کا بیان

"فَبِظُلْمٍ" اَیْ فَبِسَبَبِ ظُلْم "مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوا" هُمُ الْيَهُوْد "حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَات اُحِلَّتْ لَهُمْ" هِيَ الَّتِيْ فِيْ قَوْله تَعَالٰى: "حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُر" الْاٰيَة "وَبِصَدِّهِمْ" النَّاس "عَنْ سَبِيْل اللّٰه" دِيْنه صَدًّا،

پھر یہودیوں کے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال کی جا چکی تھیں، یعنی وہ جو اللہ نے فرمایا کہ ہر ذی مخلب یعنی ناخن والے کو ہم نے حرام کردیا ہے، اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی راہ سے یعنی اس کے دین سے لوگوں کو بکثرت روکتے تھے۔

اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ حرام کام ان کا مقدر تھا یعنی اللہ کی طرف سے لکھا جا چکا تھا کہ یہ لوگ اپنی کتاب کو بدل دیں، اس میں تحریف کرلیں اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرالیں، صرف اپنے تشدد اور اپنی سخت گیری کی وجہ سے، دوسرا یہ کہ یہ حرمت شرعی ہے یعنی نزول تورات سے پہلے جو بعض چیزیں ان پر حلال تھیں، توراۃ کے اترنے کے وقت ان کی بعض بدکاریوں کی وجہ سے وہ حرام قرار دے دی گئیں۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء، بیروت)

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ
وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝
اور ان کے سود لینے کے سبب سے، حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے، اور ان کے لوگوں کا ناحق مال کھانے کی وجہ سے
اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

رشوت اور سود کھانے والوں کیلئے عذاب ہونے کا بیان

"وَاَخْذهمْ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ" فِي التَّوْرَاة "وَاَكْلهمْ اَمْوَال النَّاس بِالْبَاطِلِ" بِالرِّشَا فِي الْحُكْم "وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا" مُؤْلِمًا،

اور ان کے سود لینے کے سبب سے، حالانکہ تورات میں وہ اس سے روکے گئے تھے، اور ان کا لوگوں سے رشوت لیکر ناحق مال کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لئے دردناک یعنی تکلیف دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا۠

ہاں جو اُن میں پختہ علم اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا، اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسے لوگوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

پختہ علم والوں کے ایمان لانے کا بیان

لٰـكِنِ الرَّاسِخُوْنَ" الثَّابِتُوْنَ "فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ" كَعَبْدِ اللّٰهِ بْن سَلَام "وَالْمُؤْمِنُوْنَ" الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَار "يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلك " مِنْ الْكُتُب "وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلَاة" نُصِبَ عَلَى الْمَدْح وَقُرِءَ بِالرَّفْعِ "وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكَاة وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْم الْاٰخِر اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ " بِالنُّوْنِ وَالْيَاء "اَجْرًا عَظِيْمًا" هُوَ الْجَنَّة،

ہاں جو اُن میں پختہ علم اور ایمان والے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام ہیں۔یعنی وہ مہاجر وانصار ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا، یعنی سابقہ کتب، اور نماز قائم رکھنے والے، مقیمین یہ مدح کے طور پر منصوب جبکہ مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسے لوگوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے، نوتیہ یہ نون اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔اور اجر عظیم سے مراد جنت ہے۔

حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ ایک آدمی جسے نہیک بن سنان کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمن! آپ اس حرف کو کیسے پڑھتے ہیں الف کے ساتھ یا یا کے ساتھ؟ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ أَوْ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ يَاسِنٍ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو نے اس حرف کے علاوہ پورا قرآن یاد کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں مفصل کی ساری سورتیں ایک ہی رکعت میں پڑھتا ہوں، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شعر کی طرح تو جلدی جلدی پڑھتا ہوگا بہت سے لوگ ایسے قرآن پڑھتے ہیں کہ (قرآن) ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا لیکن قرآن دل میں اتر جائے اور اس میں راسخ ہو جائے تو پھر نفع دیتا ہے نماز میں سب سے افضل ارکان رکوع اور سجود ہیں اور میں ان نظائر میں سے جانتا ہوں کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت میں دو دو سورتیں ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر حضرت عبداللہ کھڑے ہوئے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے گئے پھر وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے انہوں نے اس چیز کی خبر دی ہے، ابن منیر نے اپنی روایت میں کہا کہ نبی بجیلہ کا ایک آدمی حضرت عبداللہ کی خدمت میں آیا اور نہیک بن سنان نہیں کہا۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1902)

اِنَّـآ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَ عِيۡسٰى وَ اَيُّوۡبَ وَ يُوۡنُسَ وَ هٰرُوۡنَ وَ سُلَيۡمٰنَ‌ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا۞

بے شک ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

وحی نبوت محمدی ﷺ کو وحی نوح سے مثال دینے کا بیان

"اِنَّا اَوۡحَيۡنَا اِلَيۡكَ كَمَا اَوۡحَيۡنَا اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡ بَعۡدِه وَ " كَمَا "اَوۡحَيۡنَا اِلٰى اِبۡرَاهِيۡم وَاِسۡمَاعِيل وَاِسۡحَاق " ابۡنَيۡهِ "وَيَعۡقُوۡب" ابۡن اِسۡحَاق "وَالۡاَسۡبَاط" اَوۡلَاده وَسُلَيۡمَان وَ اٰتَيۡنَا "اَبَاهُ "دَاوُد زَبُوۡرًا" بِالۡفَتۡحِ اسۡم لِلۡكِتَابِ الۡمُؤۡتَى وَالضَّمّ مَصۡدَر بِمَعۡنَى مَزۡبُوۡرًا اَيۡ مَكۡتُوۡبًا،

بے شک ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور ان کی اولاد کی طرف، یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ یہاں پر زبور فتح کے ساتھ آیا ہے یہ اس کتاب کا نام ہے جو عطا کی گئی۔ اور ضمہ کے ساتھ مصدر بہ معنی مزبور یعنی لکھی گئی۔

سورہ نساء آیت ۱۶۳ کے شان نزول کا بیان

یہود و نصاریٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان پر حجت قائم کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا بکثرت انبیاء ہیں جن میں سے گیارہ کے اسماء شریفہ یہاں آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں اہل کتاب ان سب کی نبوت کو مانتے ہیں ان سب حضرات میں سے کسی پر یکبارگی کتاب نازل نہ ہوئی تو جب اس وجہ سے ان کی نبوت تسلیم کرنے میں اہل کتاب کو کچھ پس و پیش نہ ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے اور مقصود رسولوں کے بھیجنے سے خلق کی ہدایت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور طریق عبادت کی تعلیم ہے کتاب کے متفرق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد بر وجہ اَتم حاصل ہوتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال حماقت ہے۔

انبیاء کرام، رسولان عظام، کتابوں اور صحائف کی تعداد

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! رسول کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں میں

نے کہا بہت اچھے ہیں یا رسول اللہ ﷺ پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے پھر ان کو اپنے سامنے بنایا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں آدم، شیث اور خنوخ، اور یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا۔ اور نوح اور چار نبی عرب ہیں، ہود، صالح، شعیب اور تمہارے نبی، اے ابوذر! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ نے کتابیں کتنی نازل کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے، چار کتابیں، شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے، خنوخ پر دس صحیفے نازل کیے گئے، ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے ہیں اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۶۷، بیروت)

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝
اور بہت سے رسولوں کی طرف جنہیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف
جنہیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے خود کلام کیا۔

گذشتہ رسولان گرامی وامم کے احوال کا بیان

"وَ" اَرْسَلْنَا "رُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ" رُوِیَ اَنَّهٗ تَعَالٰی بَعَثَ ثَمَانِيَةَ اٰلَافِ نَبِیٍّ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ مِنْ اِسْرَائِيْلَ وَاَرْبَعَةَ اٰلَافٍ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ قَالَهُ الشَّيْخُ فِیْ سُوْرَةِ غَافِرٍ "وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى" بِلَا وَاسِطَةٍ،

اور بہت سے رسولوں کی طرف جنہیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف جنہیں ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار انبیائے کرام کی بعثت فرمائی جن میں سے بنی اسرائیل میں چار ہزار انبیائے کرام کی بعثت فرمائی اور چار ہزار ان کے سوا باقی تمام لوگوں کی طرف انبیائے کرام کو بھیجا۔ شیخ جلال الدین محلی شافعی علیہ الرحمہ نے سورہ غافر کی تفسیر یہی تعداد بیان کی ہے۔ اور اللہ نے موسیٰ سے بلا واسطہ خود کلام کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء ہوئے ہیں انہیں بالا جمال ذکر کر کے ان میں سے جو اولوالعزم اور جلیل القدر انبیاء ہیں ان کا بطور خاص بھی ذکر کر دیا گیا، جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ سب انبیاء ہیں انبیاء کے پاس مختلف طریقوں سے وحی آتی ہے، کبھی فرشتہ پیغام لے کر آتا ہے کبھی لکھی ہوئی کتاب مل جاتی ہے، کبھی اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے رسولوں سے بات کرتے ہیں، غرض جس طریقہ سے بھی وحی آ جائے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا یہود کا یہ کہنا کہ توراۃ کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل ہو تب مانیں گے ورنہ نہیں خالص حماقت اور کفر ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ اصحاب شریعت رسول تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء، بیروت)

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے تھے تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی عذر باقی نہ رہے،

اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد کا بیان

"رُسُلًا" بَدَل مِنْ رُسُلًا قَبْله "مُبَشِّرِيْنَ" بِالثَّوَابِ مَنْ اٰمَنَ "وَمُنْذِرِيْنَ" بِـالْعِقَابِ مَنْ كَفَرَ اَرْسَلْنَاهُمْ "لِئَلَّا يَكُوْن لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰه حُجَّة" تُقَال "بَعْد" اِرْسَال "الرُّسُل" اِلَيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا: رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْت اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِع اٰيَاتك وَنَكُوْن مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَبَعَثْنَاهُمْ لِقَطْعِ عُذْرهمْ "وَكَانَ اللّٰه عَزِيْزًا" فِيْ مُلْكه "حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعه،

یہاں پر رسلا یہ ماقبل رسلا سے بدل ہے۔ رسول جو ثواب کی خوشخبری دینے والے اور کفر کے سبب آنے والے عذاب سے ڈر سنانے والے تھے تاکہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی عذر باقی نہ رہے، یعنی وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے ہمارے رب ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجے کہ ہم بھی تیری آیات کی اتباع کرتے۔ اور ہم بھی اہل ایمان سے ہو جاتے۔ لہٰذا ان کے اس عذر کو ختم کرنے کیلئے ہم نے انبیائے کرام کو بھیجا ہے۔ اور اللہ اپنے ملک میں بڑا غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم ضرور ان کا حکم مانتے اور اللہ کے مطیع وفرماں بردار ہوتے اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بعثت سے قبل خلق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا دوسری جگہ ارشاد فرمایا (وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا، (الاسراء، 15) اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معرفت الٰہی بیان شرع وزبان انبیاء ہی سے حاصل ہوتی ہے عقل محض سے اس منزل تک پہنچنا میسر نہیں ہوتا۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

لیکن اللہ شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے

اور فرشتے شہادت دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

نبوت محمدی ﷺ کی گواہی اللہ اور فرشتوں نے بھی دی ہے

وَنَزَلَ لَمَّا سُئِلَ الْيَهُوْد عَنْ نُبُوَّته صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَرُوْهُ "لٰكِنَّ اللّٰه يَشْهَد" يُبَيِّن نُبُوَّتك "بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْك" مِنَ الْقُرْاٰن الْمُعْجِز "اَنْزَلَهٗ" مُلْتَبِسًا "بِعِلْمِهٖ" اَيْ عَالِمًا بِهٖ اَوْ فِيْهِ عِلْمه "وَالْمَلَائِكَة يَشْهَدُوْنَ" لَك اَيْضًا "وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" عَلٰى ذٰلِكَ،

جب یہود سے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کردیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو معجز قرآن اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے یعنی اس کا عالم یا جو اس میں ہے اس کو بھی جاننے والا ہے۔ اور اسی طرح فرشتے بھی آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اللہ کی گواہی کافی ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۶۶ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ مکہ کے سردار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کے بارے میں یہود سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کو ﷺ نہیں پہچانتے آپ ہمارے پاس ایسی شخصیت لائیے جو آپ ﷺ کے لیے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ۔لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ۔ (زادالمسیر ،2۔257)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آ گئی، آپ نے ان سے فرمایا، بخدا تم یقیناً جانتے ہو کہ میں خدا کا برحق رسول ہوں۔ انہوں نے اس کا انکار کردیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوگئی، لکن اللہ یشھد بما انـزل الیك ،جس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالی اس کتاب معجز کے ذریعہ سے جو اس کے علمی کمال کا مظہر ہے آپ کی نبوت پر گواہ ہے، اس نے یہ جان کر کتاب نازل کردی ہے کہ آپ اس کے اہل ہیں اور فرشتے بھی اس پر گواہ ہیں اور علیم وخبیر ذات کی شہادت کے بعد پھر کس دلیل کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔

قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بعد فرماتے ہیں کہ اب جو لوگ منکر ہیں اور توریت میں جو آپ کے اوصاف اور حالات موجود تھے ان کو چھپاتے ہیں، اور لوگوں پر کچھ کا کچھ ظاہر کر کے ان کو بھی دین حق سے باز رکھتے ہیں سو ایسوں کو نہ مغفرت نصیب ہوگی نہ ہدایت، جس سے خوب معلوم ہوگیا کہ ہدایت آپ کی متابعت میں منحصر ہے، اور گمراہی آپ کی مخالفت کا نام ہے، اس سے یہودیوں کے سب خیالات کی تغلیط کردی گئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا٥
وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔

نبی کریم ﷺ کے اوصاف کو چھپانا یہود کا کام ہے

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" بِاللّٰهِ "وَصَدُّوْا" النَّاس "عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" دِيْنِ الْاِسْلَام بِكَتْمِهِمْ نَعْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمُ الْيَهُوْد "قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا" عَنِ الْحَقِّ،

بے شک وہ جنہوں نے اللہ کا کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ یعنی اس کے دین اسلام جس میں نبی کریم ﷺ کے تعریف لکھی ہوئی

ہے اس سے روکا اور وہ یہود ہیں۔ بیشک وہ حق سے دور کی گمراہی میں پڑے۔

ان کا زعم باطل یہ تھا کہ آنے والا نبی آخر الزمان انہی بنی اسرائیل میں سے آئے گا۔ حالانکہ اس کا ان کے پاس کوئی علمی ثبوت موجود نہ تھا۔ پھر جب وہ بنی اسماعیل میں مبعوث ہو گیا۔ تو ایک تو حسد کے مارے اس کا انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اہل علم ہو کر امیوں کے نبی پر کیسے ایمان لاسکتے ہیں؟ دوسرے اسی بنیاد پر وہ دوسرے لوگوں کو اسلام لانے سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکہ یہ نبی علمی خاندان یعنی بنی اسرائیل سے تعلق نہیں رکھتا لہٰذا یہ سچا نبی نہیں ہوسکتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر دین سے دور رکھنا چاہتے تھے یہ حال یہود کا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝
بیشک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔

نبی کریم ﷺ کے اوصاف چھپا کر حد سے بڑھنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" بِاللّٰهِ "وَظَلَمُوا" نَبِيَّه بِكِتْمَانِ نَعْتِه "لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا" مِنَ الطُّرُقِ،

بیشک جنہوں نے اللہ کا کفر کیا اور نبی کریم ﷺ کی نعت کو چھپانے میں حد سے بڑھے، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی ہدایت کی راہ دکھائے۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝
مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

مخالفت رسول ﷺ کے سبب جہنم میں جانے کا بیان

"اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ" اَیِ الطَّرِيْقَ الْمُؤَدِّی اِلَيْهَا "خَالِدِيْنَ" مُقَدَّرِيْنَ الْخُلُوْد "فِيْهَا" اِذَا دَخَلُوْهَا "اَبَدًا وَّكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا" "هَيِّنًا"،

مگر جہنم کا راستہ یعنی وہ راستہ جو دوزخ میں لے جانے والا ہے۔ اور جب وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ یعنی ایسا کرنا اللہ کیلئے آسان ہے۔

اور جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے (یعنی بڑے اور چھوٹے تابع اور متبوع سب مل کر) جہنم کے موکل فرشتوں (داروغوں) سے درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کردے (یعنی عذاب کے بالکل ہٹ جانے یا ہمیشہ کے لئے کم ہو جانے کی امید تو نہیں، کم از کم ایک روز کی تو کچھ چھٹی مل جایا

کرے) فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے (اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے رہے تھے؟) دوزخی کہیں گے ہاں آتے تو رہے تھے (مگر ہم نے ان کا کہنا نہ مانا:" قَدْ جَاءَ نَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا" فرشتے کہیں گے کہ تو پھر (ہم تمہارے لئے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ کافروں کے لئے دعا کرنے کی ہم کو اجازت نہیں ہے) کافروں کی دعاء (آخرت میں) محض بے اثر ہے (کیونکہ آخرت میں کوئی دعاء بغیر ایمان کے قبول نہیں ہوسکتی اور ایمان کا موقعہ دنیا ہی میں تھا وہ تم کھو چکے۔

احمد بن ابی الحوازی فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن ابراہیم کو (جامع مسجد دمشق کے منبر پر) یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنتی پر کوئی گھڑی ایسی نہیں آئے گی مگر اس پر ایسی ایسی نعمتوں کا اضافہ کیا جائے گا جن کو وہ پہلے سے جانتا بھی نہ ہوگا، اور دوزخی پر (بھی) کوئی گھڑی ایسی نہیں آئے گی مگر وہ نئے آنے والے عذاب سے ناواقف ہوگا، اللہ کا ارشاد ہے۔ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا، (النباء) (اسی عذاب میں) مبتلا رہو ہم ہرگز نہیں اضافہ کریں گے مگر تم پر عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے۔

حضرت حسن (بصری) فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو برزہؓ سے سوال کیا اہل جہنم پر سب سے زیادہ سخت آیت کون سی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے "فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا" کی تلاوت کی پھر فرمایا خدا کی نافرمانیاں کرتے ہوئے اہل جہنم نے اپنے آپ کو ہلاکت (جہنم) میں ڈال دیا۔ (ابن ابی حاتم)

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا
فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝
اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے، تو ایمان لاؤ اپنی خیر کیلئے
اور اگر تم کفر کرو، تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اہل مکہ کو ایمان محمدی ﷺ کی دعوت اللہ نے دی

"يَاَيُّهَا النَّاسُ" اَىْ اَهْلَ مَكَّةَ "قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ" مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوا" بِهٖ وَاقْصِدُوْا "خَيْرًا لَّكُمْ" مِمَّا اَنْتُمْ فِيْهِ "وَاِنْ تَكْفُرُوْا" بِهٖ "فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ" مُلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِيْدًا فَلَا يَضُرُّهُ كُفْرُكُمْ "وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعِه بِهِمْ

اے لوگو! یعنی اے اہل مکہ تمہارے پاس یہ رسول مکرم حضرت محمد ﷺ حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے، تو ان پر ایمان لاؤ اپنی خیر کیلئے جس میں تم اس وقت ہو اور اگر تم ان کا کفر کرو، تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں بادشاہت، مخلوق اور غلام ہیں لہٰذا تمہارا کفر کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اور اللہ اپنی مخلوق کے ساتھ علم والا، ان کے ساتھ اپنی صنعت

میں حکمت والا ہے۔

اور سید انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللہ تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى
ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڝ
وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَھُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ
لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝
اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں حد سے زائد نہ بڑھو اور اللہ کی شان میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن
مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس سے ایک روح ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر
ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین ہیں، باز آ جاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بیشک اللہ ہی یکتا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے
لئے کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔

نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کی تردید کا بیان

"يَا اَهْلَ الْكِتَابِ" الْاِنْجِيلِ "لَا تَغْلُوا" تَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ "فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا" الْقَوْلَ "الْحَقَّ" مِنْ تَنْزِيهِهِ عَنِ الشَّرِيكِ وَالْوَلَدِ "اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاهَا" اَوْصَلَهَا اللّٰهُ "اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ" اَيْ ذُو رُوحٍ "مِنْهُ" اُضِيفَ اِلَيْهِ تَعَالٰى تَشْرِيفًا لَهُ وَلَيْسَ كَمَا زَعَمْتُمْ ابْنَ اللّٰهِ اَوْ اِلٰهًا مَعَهُ اَوْ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ لِاَنَّ ذَا الرُّوحِ مُرَكَّبٌ وَالْاِلٰهُ مُنَزَّهٌ عَنِ التَّرْكِيبِ وَعَنْ نِسْبَةِ الْمُرَكَّبِ اِلَيْهِ "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُوْلُوْا" الْاٰلِهَةُ "ثَلَاثَةٌ" اللّٰهُ وَعِيسٰى وَاُمُّهُ "انْتَهُوا" عَنْ ذٰلِكَ وَاْتُوا "خَيْرًا لَّكُمْ" مِنْهُ وَهُوَ التَّوْحِيدُ "اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ" تَنْزِيهًا لَهُ عَنْ "اَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" خَلْقًا وَمُلْكًا وَعَبِيدًا وَالْمَلَكِيَّةُ تُنَافِي الْبُنُوَّةَ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا" شَهِيدًا عَلٰى ذٰلِكَ،

اے اہل کتاب یعنی اہل انجیل! تم اپنے دین میں حد سے زائد نہ بڑھو اور اللہ کی شان میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، یعنی وہ شریک اور بیٹے سے پاک ہے۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس سے ایک روح ہے۔ اس کی اضافت باری تعالیٰ کی طرف ان کی عزت وشرف کے پیش نظر ہے۔ ایسا نہیں ہے جس طرح تم

نے گمان کیا ہوا ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں یا اس کے ساتھ معبود ہیں یا تین میں تیسرا ہیں۔ کیونکہ وہ ذی روح مرکب ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ترکیب سے پاک ہے۔ چہ جائیکہ اس کی طرف ترکیب کی نسبت کی جائے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ معبود تین ہیں، یعنی اللہ، عیسیٰ اور ان کی والدہ، اس عقیدے سے باز آجاؤ، لہٰذا عقیدہ توحید تمہارے لئے بہتر ہے۔ بیشک اللہ ہی یکتا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں بادشاہت، مخلوق اور غلام ہیں، جبکہ ملکیت بنوت کے منافی ہے۔ اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔ یعنی اس پر اس کی شہادت کافی ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۷۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جن کے کئی فرقے ہو گئے تھی اور ہر ایک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جُداگانہ کفری عقیدہ رکھتا تھا۔ نسطوری آپ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے مرقوسی کہتے کہ وہ تین میں کے تیسرے ہیں اور اس کلمہ کی توجیہات میں بھی اختلاف تھا، بعض تین اقنوم مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ بیٹا روح القدس باپ سے ذات بیٹے سے عیسیٰ روح القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے تو اُن کے نزدیک اللہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے 'توحید فی التثلیث' اور 'تثلیث فی التوحید' کے چکر میں گرفتار تھے بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ ناسوتیت اور الوہیت کے جامع ہیں ماں کی طرف سے ان میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی (سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا كَبِيۡرًا 43)17۔الاسراء:43) یہ فرقہ بندی نصاریٰ میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بولس تھا اور اس نے انہیں گمراہ کرنے کے لئے اس قسم کے عقیدوں کی تعلیم کی اس آیت میں اہل کتاب کو ہدایت کی گئی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باب میں افراط و تفریط سے باز رہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور ان کی تنقیص بھی نہ کریں۔

یہ آیت نصاریٰ کی کچھ جماعتوں کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زاد المسیر 2۔260)

لَنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ الۡمَسِيۡحُ اَنۡ يَّكُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا الۡمَلٰٓـئِكَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ؕ وَمَنۡ يَّسۡتَنۡكِفۡ
عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَيَسۡتَكۡبِرۡ فَسَيَحۡشُرُهُمۡ اِلَيۡهِ جَمِيۡعًا ۝
مسیح اس سے ہرگز عار نہیں رکھتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتوں کو، اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار محسوس کرے
اور تکبر کرے تو وہ ایسے تمام لوگوں کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول مکرم ہیں

"لَنۡ يَّسۡتَنۡكِفَ" يَتَكَبَّر وَيَأنَف "الۡمَسِيۡحُ" الَّذِيۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّهٗ اِلٰـهٌ عَنۡ "اَنۡ يَّكُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا

الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ" عِنْدَ اللّٰهِ لَا يَسْتَنْكِفُوْنَ اَنْ يَّكُوْنُوْا عَبِيْدًا وَّهٰذَا مِنْ اَحْسَنِ الْاِسْتِطْرَادِ ذُكِرَ لِلرَّدِّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ اَنَّهَا اٰلِهَةٌ اَوْ بَنَاتُ اللّٰهِ كَمَا رَدَّ بِمَا قَبْلَه عَلَى النَّصَارٰى الزَّاعِمِيْنَ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدُ خِطَابُهُمْ "وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِه وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا" فِي الْاٰخِرَةِ،

مسیح اس سے ہرگز عار نہیں رکھتا یعنی جس طرح تم نے ان کو معبود سمجھ رکھا ہے۔ جبکہ ان کو اس سے انکار نہیں ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتوں کو، یعنی ان کو بھی اللہ کے بندے میں کوئی انکار نہیں ہے۔ یہی اچھا انداز ہے کہ ان کے اس عقیدے کا رد کیا جائے۔ جس طرح انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو معبود اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھ رکھا جس طرح اس سے پہلے نصاریٰ کا عقیدہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہاں ان سے خطاب کرنا مقصود ہے۔ اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو وہ ایسے تمام لوگوں کو عنقریب یعنی آخرت میں اپنے پاس جمع فرمائے گا۔

سورہ نساء آیت ۱۷۲ کے سبب نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ وفد نجران نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے ساتھی پر عیب لگاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ساتھی کون ہے؟ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کے متعلق کیا کہتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ انہیں اللہ کا بندہ اور رسول کہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کوئی عار کی بات نہیں وہ اللہ کے بندے ہیں انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ۔ مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے عار رکھتے ہیں۔

فرشتوں اور دیگر مخلوق کے معبود نہ ہونے کا بیان

اس آیت میں الوہیت مسیح کی تردید میں ایک اور دلیل پیش کی گئی ہے۔ جو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بندہ اور غلام بن کر رہنے میں کچھ عار محسوس کرنا تو درکنار، اسے قابل فخر سمجھتے تھے اور یہی حال مقرب فرشتوں کا بھی ہے۔ لہٰذا نہ عیسیٰ اللہ کی الوہیت میں شریک بن سکتے ہیں اور نہ مقرب فرشتے۔ کیونکہ جو کسی کا بندہ اور غلام ہو وہ اس کا شریک نہیں ہو سکتا۔ اور جو اس کا شریک ہو وہ اس کا بندہ اور غلام نہیں ہو سکتا۔

عیسائیوں پر سیدنا عیسیٰ کے عبادت کرنے سے حجت اس لیے قائم کی گئی کہ وہ خود اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ زیتون کی پہاڑی پر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان سے پوچھا یہ جا رہا ہے کہ اگر وہ اللہ یا اللہ کا حصہ یا اللہ کا بیٹا تھے تو وہ اس کی عبادت کیوں کرتے تھے؟ پھر فرشتے ایسی مخلوق ہیں جن کا نہ باپ ہے اور نہ ماں۔ لیکن اللہ ہونے کے وہ بھی مدعی نہیں بلکہ وہ بھی برضا و رغبت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر جب فرشتے جو عیسیٰ سے لطیف تر مخلوق ہیں، اللہ کی عبادت میں عار محسوس نہیں کرتے تو پھر عیسیٰ کیسے کر سکتے ہیں؟

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝

پس جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ انہیں پورے پورے اجر عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا، اور وہ لوگ جنہوں نے عار محسوس کی اور تکبر کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا، اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار پائیں گے۔

ایمان والوں کیلئے پورا ثواب ہونے کا بیان

"فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُورهمْ " ثَوَاب اَعْمَالهمْ "وَیَزِیدهُمْ مِنْ فَضْله" مَا لَا عَیْن رَاَتْ وَلَا اُذُن سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْب بَشَر "وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا" عَنْ عِبَادَته "فَیُعَذِّبهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا" مُؤْلِمًا هُوَ عَذَاب النَّار "وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْن اللّٰه" اَیْ غَیْره "وَلِیًّا" یَدْفَعهُ عَنْهُمْ "وَلَا نَصِیرًا" یَمْنَعهُمْ مِنْهُ،

پس جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ انہیں ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا، جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں گزرا ہوگا، اور وہ لوگ جنہوں نے اس کی عبادت سے عار محسوس کی اور تکبر کیا تو وہ انہیں تکلیف دینے والا آگ کا دردناک عذاب دے گا، اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے جو ان سے آگ کو دور اور نہ کوئی مددگار پائیں گے۔ جو ان سے عذاب کو دور کر دے۔

اہل جہنم کے عذاب کا بیان

حضرت عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا، اہل جہنم میں سب سے کم عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے آگ کے دو جوتے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا گویا کہ وہ ہنڈیا ہے اس کے کان انگارے ہیں اور اس کی داڑھیں اور دانت (بھی) انگارے ہیں اور اس کے ہونٹ آگ کے شعلے ہیں، سینے اور پیٹ کے اندر کی تمام اشیاء پاؤں کے درمیان سے نکل پڑیں گی، یہ اہل جہنم سب کے سب بہت سارے پانی میں معمولی سے دانے کی مانند ہوں گے جب کہ وہ پانی بھی کھولتا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمان باری تعالیٰ "فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَاءِ الْجَحِیْمِ" (الصافات:) کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ ﷺ نے جہنم میں جھانک کر دیکھا پھر اپنی امت کو بھی اس میں دیکھا تو فرمایا میں نے ایک قوم کی کھوپڑیوں کو دیکھا جو جوش کے ساتھ ابل رہی تھیں۔ (ہناد بن سری کتاب الزہد)

حضرت مجاہد نے فرمان باری تعالیٰ: "سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ" (ملک) کی تفسیر میں فرمایا: جہنم دوزخیوں کو اس طرح اچھالے گی جس طرح چھوٹا سا دانہ بہت سے پانی میں اچھلتا ہے (ہناد بن سری کتاب الزھد)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا○

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا ہے۔

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ" حُجَّة "مِّنْ رَّبِّكُمْ" عَلَيْكُمْ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" بَيِّنًا وَّهُوَ الْقُرْاٰن،

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور وہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا ہے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو لفظ برہان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ آپ کی ذات مبارک اور آپ کے اخلاق کریمانہ، آپ کے معجزات اور آپ پر کتاب کا نزول، یہ سب چیزیں آپ کی نبوت اور آپ کی رسالت کے کھلے کھلے دلائل ہیں، جن کو دیکھنے کے بعد کسی اور دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہئے کہ آپ کی ذات خود ہی ایک مجسم دلیل ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ نساء، بیروت)

نبوت کی گواہی حیوانات کے ذریعے بھی سنائی جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا لیکن بکریوں کے چرواہے نے بھیڑیئے پر حملہ کر کے اس سے بکری کو چھین لیا۔ بھیڑیا بھاگ کر ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے چرواہے! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق دیا تھا مگر تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! میں نے آج سے زیادہ کبھی کوئی حیرت انگیز اور تعجب خیز منظر نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا عربی زبان میں مجھ سے کلام کرتا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ اے چرواہے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ تو یہاں بکریاں چرا رہا ہے اور تو اس نبی کو چھوڑے اور ان سے منہ موڑے ہوئے بیٹھا ہے جن سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ کوئی نبی نہیں آیا۔ اس وقت جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور تمام اہل جنت اس نبی کے ساتھیوں کی شانِ جہاد کا منظر دیکھ رہے ہیں اور تیرے اور اس نبی کے درمیان بس ایک گھاٹی کا فاصلہ ہے۔ کاش! تو بھی اس نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے لشکروں کا ایک سپاہی بن جاتا۔ چرواہے نے اس گفتگو سے متاثر ہو کر کہا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا تو میری بکریوں کی حفاظت کون کرے گا؟ بھیڑیئے نے جواب دیا کہ تیرے لوٹنے تک میں خود تیری بکریوں کی نگہبانی کروں گا۔ چنانچہ چرواہے نے اپنی بکریوں کو بھیڑیئے کے سپرد کر دیا اور خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور واقعی بھیڑیئے کے کہنے کے مطابق اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو جہاد میں مصروف پایا۔ پھر چرواہے نے بھیڑیئے کے کلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ تم اپنی سب بکریوں کو زندہ وسلامت پاؤ گے۔ چنانچہ چرواہا جب لوٹا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیا اس کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کی کوئی بکری بھی ضائع نہیں ہوئی ہے چرواہے نے خوش ہو کر بھیڑیئے کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پیش کر دی اور بھیڑیا اس کو کھا کر چل دیا۔ (زرقانی)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔

ایمان لانے اور اس کو مضبوطی سے تھام لینے کا بیان

"فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا" طَرِيْقًا "مُّسْتَقِيْمًا" هُوَ دِيْنُ الْاِسْلَامِ،

تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔ یعنی دین اسلام کی راہ دیکھائے گا۔

حضرت زبیر بن عوام کے صبر واستقامت کا بیان

حضرت زبیر عوام کے بیٹے اور ابوعبداللہ قرشی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں، زبیر بن العوام قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتداء ہی میں اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے تھے اور اس وقت سولہ سال کے تھے۔ اس چھوٹی سی عمر میں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان پر بڑے ظلم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو دھوئیں میں بند کر دیا گیا تا کہ اس عذاب سے گھبرا کر اسلام ترک کر دیں لیکن انہوں نے نہایت استقامت کے ساتھ اس سخت عذاب کو برداشت کیا اور اسلام سے پھیرے نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تلوار کھینچنے والے یہی زبیر بن العوام تھے۔ غزوہ احد کے دن بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے اور شجاعت وجانثاری کے جوہر دکھائے۔ حضرت زبیر طویل قامت قدرے نحیف الجثہ اور گورے رنگ کے تھے۔ ۳۶ھ میں جنگ صفین سے واپسی پر راستہ ہی میں بصرہ کے علاقہ میں سفوان پر عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال کی تھی وادی اسباع میں دفن کئے گئے پھر نعش مبارک بصرہ منتقل کر دی گئی اور مشہور ہے کہ ان کی قبر وہیں (بصرہ) میں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 738)

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کسی مرد کا انتقال ہو، جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک
بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو
تہائی اور اگر بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر، اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ
کہیں بہک نہ جاؤ، اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

کلالہ کی وراثت کے بارے میں فتویٰ ہونے کا بیان

"يَسْتَفْتُوْنَكَ " فِى الْكَلَالَةَ "قُلْ اللّٰه يُفْتِيكُمْ فِى الْكَلَالَةِ اِنْ امْرُؤٌ" مَرْفُوع بِفِعْلٍ يُفَسِّرهُ "هَلَكَ " مَاتَ "لَيْسَ لَهُ وَلَد" اَىْ وَلَا وَالِد وَهُوَ الْكَلَالَة "وَلَهُ اُخْت" مِنْ اَبَوَيْنِ اَوْ اَب "فَلَهَا نِصْف مَا تَرَكَ وَهُوَ" اَىْ الْاَخ كَذٰلِكَ "يَرِثهَا" جَمِيْع مَا تَرَكَتْ "إنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَد" فَاِنْ كَانَ لَهَا وَلَد ذَكَر فَلَا شَىْء لَهُ اَوْ اُنْثٰى فَلَهُ مَا فَضَلَ مِنْ نَصِيْبهَا وَلَوْ كَانَتْ الْاُخْت اَوْ الْاَخ مِنْ اُمّ فَفَرْضه السُّدُس كَمَا تَقَدَّمَ اَوَّل السُّورَة "فَاِنْ كَانَتَا" اَىْ الْاُخْتَانِ "اثْنَتَيْنِ" اَىْ فَصَاعِدًا لِاَنَّهَا نَزَلَتْ فِىْ جَابِر وَقَدْ مَاتَ عَنْ اَخَوَات "فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ" الْاَخ "وَاِنْ كَانُوا" اَىْ الْوَرَثَة "إخْوَة رِجَالًا وَنِسَاء فَلِلذَّكَرِ" مِنْهُمْ "مِثْل حَظّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّن اللّٰه لَكُمْ" شَرَائِع دِيْنكُمْ "اَنْ" لَا "تَضِلُّوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْء عَلِيْم" وَمِنْهُ الْمِيرَاث رَوَى الشَّيْخَانِ عَنْ الْبَرَاء اَنَّهَا اٰخِر اٰيَة نَزَلَتْ اَىْ مِنْ الْفَرَائِض .

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کلالہ کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے، یہاں پر لفظ امرء فعل محذوف کے سبب مرفوع ہے جو اس کی تفسیر کر رہا ہے اور وہ ہلک ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو، جو بے اولاد ہے تو وہی کلالہ ہے۔ اور اس کی ایک بہن ہو جو والدین سے ہو یا صرف باپ سے ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے یعنی جو اس کلالہ بھائی نے چھوڑا ہے اس میں نصف ہوگا۔ اور اگر کلالہ بہن فوت ہوئی تو سارا ترکہ اس کے بھائی کا ہوگا۔ اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو، اور اگر اس کی اولاد سے لڑکا ہوا تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور اس کی اولاد سے لڑکی ہے تو حصے سے بچا ہوا اس کو ملے گا۔ اور اگر وہ بہن بھائی اخیافی ہیں یعنی صرف والدہ سے ہیں تو چھٹا حصہ ملے گا جس طرح پہلے سورت میں بیان کر دیا گیا ہے۔

پھر اگر دو بہنیں ہوں یا اس سے زیادہ ہوں تو بھائی کی وراثت سے دو تہائی ملے گا۔ کیونکہ یہ حکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا تھا۔ جن کے وصال کے وقت چند بہنیں تھیں۔ اور اگر اس کے متعدد بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اللہ تمہارے لئے دین کے احکام صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ، اور اللہ ہر چیز جانتا ہے اسی میں سے میراث بھی ہے۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرائض کے بارے میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی یہی آیت مبارکہ ہے۔

سورہ نساء آیت ۱۷۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے میری سات بہنیں تھیں آپ نے میرے چہرے پر پھونکا تو مجھے کچھ افاقہ ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی بہنوں کے لیے دو تہائی کی وصیت کرتا ہوں آپ نے فرمایا بیٹھ جا تو میں نے کہا آدھا آپ نے فرمایا پھر بیٹھ جا۔ پھر آپ مجھے چھوڑ کر تشریف لے گئے آپ کہتے ہیں کہ آپ پھر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے جابر میرا خیال ہے کہ تجھے اس تکلیف سے موت نہیں آئے گی اللہ نے حکم نازل کیا اور تیری بہنوں کے لیے دو تہائی حصہ بیان فرمایا ہے حضرت جابر کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ، لوگ آپ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے۔ (نیسابوری، 158، سیوطی 95، سنن ابی داؤد 2887، قرطبی 6-28)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آخری آیت یہ نازل ہوئی۔ (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 980)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کی تفسیر کیا ہے، يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے وہ آیت کافی ہے جو گرمیوں میں نازل ہوئی۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 981)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلالہ کی وراثت سے متعلق فیصلے کا بیان

یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے صحابہ کو جمع کر کے کنگھے کے ایک ٹکڑے کو لے کر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں آج ایسا فیصلہ کر دوں گا کہ پردہ نشین عورتوں تک کو معلوم رہے، اسی وقت گھر میں سے ایک سانپ نکل آیا اور سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے، پس آپ نے فرمایا اگر اللہ عزوجل کا ارادہ اس کام کو پورا کرنے کا ہوتا تو اسے پورا کر لینے دیتا۔ اس کی اسناد صحیح ہے، مستدرک حاکم میں ہے حضرت عمر نے فرمایا کاش میں تین مسئلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے لئے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ ایک تو یہ کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو لوگ زکوۃ کے ایک تو قائل ہوں لیکن کہیں کہ ہم تجھے ادا نہیں کریں گے ان سے لڑنا حلال ہے یا نہیں؟ تیسرے کلالہ کے بارے میں ایک اور حدیث میں بجائے زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کے سودی مسائل کا بیان ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں حضرت عمر کے آخری وقت میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے قول وہی ہے جو میں نے کہا، تو میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو۔ ایک اور روایت میں ہے حضرت فاروق فرماتے ہیں میرے اور حضرت صدیق کے درمیان کلالہ کے بارے میں اختلاف ہوا اور بات وہی تھی جو میں کہتا تھا۔ حضرت عمر نے سگے بھائیوں اور ماں زاد بھائیوں کو جبکہ وہ جمع ہوں، ثالث میں شریک کیا تھا اور حضرت ابوبکر اس کے خلاف تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ خلیفۃ المومنین جناب فاروق نے ایک رقعہ پر دادا کے ورثے اور کلالہ کے بارے میں کچھ لکھا پھر استخارہ کیا اور ٹھہرے رہے اور اللہ

سے دعا کی کہ پروردگار اگر تیرے علم میں اس میں بہتری ہے تو تو اسے جاری کر دے پھر جب آپ کو زخم لگایا گیا تو آپ نے اس رقعہ کو منگوا کر مٹا دیا اور کسی کو علم نہ ہوا کہ اس میں کیا تحریر تھا پھر خود فرمایا کہ میں نے اس میں دادا کا اور کلالہ کا لکھا تھا اور میں نے استخارہ کیا تھا پھر میرا خیال یہی ہوا کہ تمہیں اسی پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔ ابن جریر میں ہے میں اس بارے میں ابو بکر کے خلاف کرتے ہوئے شرماتا ہوں اور ابو بکر کا فرمان تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد و والد نہ ہو۔ اور اسی پر جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین ہیں اور یہی چاروں اماموں اور ساتوں فقہاء کا مذہب ہے۔ (تفسیر محمدی، سورہ نساء، بیروت)

معدان بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماریں اور میں اسے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری موت قریب ہے کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر دوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلافت اور اس چیز کو جسے دے کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہے ضائع نہیں کرے گا اگر میری موت جلد ہی آجائے تو خلافت مشورہ کے بعد ان چھ حضرات کے درمیان رہے گی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے اور میں جانتا ہوں کہ کچھ لوگ اس معاملہ میں جن کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے مارا ہے اسلام پر طعن کریں گے اگر انہوں نے اس طرح کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور کافر گمراہ ہیں اور میں اپنے بعد کسی چیز کو اتنا اہم نہیں سمجھتا جتنا اہم میرے نزدیک کلالہ ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں اتنا نہیں پوچھا جتنا کہ کلالہ کے بارے میں پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز میں اتنی سختی نہیں فرمائی جتنی کہ اس مسئلہ میں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک میرے سینے میں ماری پھر فرمایا اے عمر کیا تجھے وہ آیت کافی نہیں جو گرمیوں کے موسم میں سورت النسا کے آخر میں نازل ہوئی (یَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکم پوچھتے ہیں فرما دیں کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے اور اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا جس کے متعلق ہر آدمی جس نے قرآن پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ تو ان لوگوں پر گواہ رہنا کہ جنہیں میں نے شہروں کی حکومت دی اور میں نے انہیں اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ ان پر انصاف کریں۔

اور ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھائیں اور جو مال غنیمت ان کو ملے اُسے تقسیم کریں اور جس معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو میری طرف رجوع کریں پھر (فرمایا) اے لوگو! تم دو درختوں کو کھاتے ہو۔ میں ان کو خبیث سمجھتا ہوں، یہ درخت پیاز اور لہسن کے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ان درختوں کی کسی آدمی سے بدبو محسوس کرتے تو حکم فرماتے کہ اسے بقیع کی طرف نکال دیا جائے، تو جو آدمی انہیں کھائے تو خوب انہیں پکا کر ان کی بدبو مار دے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1253)

سورہ نساء کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت کے تصدق سے سورہ نساء کی تفسیر جلالین کے اردو ترجمہ وشرح کے ساتھ تفسیر مصباحین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری یہ دعا ہے۔ جو ہمیں حدیث کے ذریعے تعلیم ہوئی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی یعنی طاعت پر قادر نہ ہو کر اچھے کاموں میں سستی سے، نامردی سے، بخل سے، بڑھاپے کے سبب اعضاء کے ناکارہ اور حواس باختہ ہونے سے اور قبر کے عذاب یعنی قبر کی تنگی، وہاں کی وحشت گرزوں کے مارے جانے سے، بچھوؤں کے ڈنگ مارنے، سانپوں کے ڈسنے اور اسی قسم کی دوسری ہولناکیوں سے اے اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا کر اور اس کو پاک کر، کیونکہ اس کو پاک کرنے والوں میں تیری ہی ذات بہترین ہے تو ہی اس کا کارساز اور مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو اس دل سے جو نہ ڈرے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو (یعنی حریص ہو اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت نہ کرے اور اس دعا سے جو مرتبہ قبولیت کو نہ پہنچے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 992)

﴿محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق﴾

سُوْرَةَ مَائدہ

یہ قرآن مجید کی سورت مائدہ ھے

سُوْرَةُ الْمَائِدَةُ (مَدَنِيَّة وَ اٰيَاتُهَا 120 نَزَلَتْ بَعْدَ الْفَتْحِ

سورہ مائدہ مدنی ہے اوراس کی آیات کی تعداد ۱۲۰ ہے اور یہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ بارہ ہزار چار سو چونسٹھ حرف ہیں۔

سورہ مائدہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کا نام پندرھویں رکوع کی آیت هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ کے لفظ مائدہ سے ماخوذ ہے۔ مائدہ کا معنی دسترخوان یا خوان نعمت ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان نے ایک مچھلی یا گوشت اور روٹیوں کی صورت میں نازل ہوا اور وہ دن پہلے اور بعد والوں کیلئے عید کا دن بن گیا۔ کیونکہ اس دن اللہ کی نعمت کا نزول ہوا تھا۔ پس یہی مائدہ اس کے سورہ مبارکہ کے نام کا سبب بن گیا۔

سورہ مائدہ کے شان نزول واحکام شرعیہ کا بیان

یہ سورہ مائدہ کی ابتدائی آیت ہے۔ سورہ مائدہ بالاتفاق مدنی سورۃ ہے اور مدنی سورتوں میں بھی آخری سورت ہے، یہاں تک کہ بعض حضرات نے اس کو قرآن کی آخری سورت بھی کہا ہے۔

مسند احمد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واسماء بنت یزید منقول ہے کہ سورہ مائدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ سفر میں عضبا نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ نزول وحی کے وقت جو غیر معمولی ثقل اور بوجھ ہوا کرتا تھا حسب دستور اس وقت بھی ہوا۔ یہاں تک کہ اونٹنی عاجز ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نیچے اُتر آئے۔ یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر ہے جیسا کہ بعض روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حجۃ الوداع ہجرت کے دسویں سال میں ہوا، اور اس سے واپسی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی حیات تقریباً اسی ۸۰ دن رہی۔

علامہ ابن حبان نے بحر محیط میں فرمایا کہ سورہ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں اور بعض فتح مکہ کے سفر میں اور بعض حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت نزول قرآن کے آخری مراحل میں نازل ہوئی ہے۔ خواہ بالکل آخری سورت نہ ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں ابوعبید حضرت حمزہ بن حبیب اور عطیہ بن قیس کی یہ روایت رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم سے منقول ہے۔ المائدة من اٰخر القراٰن تنزيلا فاحلو احلالها وحرموا حرامها۔ یعنی سورہ مائدہ ان چیزوں میں سے ہے جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل کی گئی ہیں۔ اس میں جو چیز حلال کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حلال اور جو چیز حرام کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حرام سمجھو۔

اسی قسم کی ایک روایت مستدرک میں امام حاکم حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ وہ حج کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا جبیر تم سورہ مائدہ پڑھتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں پڑھتا ہوں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک کی آخری سورہ ہے اور اس میں جو احکام حلال وحرام کے آئے ہیں وہ محکم ہیں۔ ان میں نسخ کا احتمال نہیں ہے۔ ان کا خاص اہتمام کرو۔ سورہ مائدہ میں بھی سورہ نساء کی طرح فروعی احکام، معاملات، معاہدات وغیرہ کے زیادہ بیان کئے گئے ہیں۔ اسی لئے روح المعانی نے فرمایا ہے کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران باعتبار مضامین کے متحد ہیں۔ کیونکہ ان میں زیادہ تر احکام اصول عقائد، توحید، رسالت، قیامت وغیرہ کے آئے ہیں۔

فروعی احکام ضمنی ہیں اور سورہ نساء اور مائدہ باعتبار مضامین کے متحد ہیں کہ ان دونوں میں بیشتر فروعی احکام کا بیان ہے، اصول کا بیان ضمنی ہے۔ سورہ نساء میں باہمی معاملات اور حقوق العباد پر زور دیا گیا ہے۔ شوہر بیوی کے حقوق، یتیموں کے حقوق، والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ سورہ مائدہ کی پہلی آیت میں بھی ان تمام معاملات اور معاہدات کی پابندی اور ان کے پورا کرنے کی ہدایت آئی ہے۔ یاایها الذين اٰمنوا اوفوا بالعقود۔ اسی لئے سورہ مائدہ کا دوسرا نام سورہ عقود بھی ہے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ مائدہ، بیروت)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ
غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝
اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔ تمہارے لیے چرنے والے چوپائے حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر پڑھے
جائیں گے، اس حال میں کہ شکار کو حلال جاننے والے نہ ہو، جب کہ تم احرام والے ہو، بے شک اللہ فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

عہد کو پورا کرنے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" اَلْعُهُوْدِ الْمُؤَكَّدَةِ الَّتِىْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ "اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ" اَلْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اَكْلًا بَعْدَ الذَّبْحِ "اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ" تَحْرِيْمُهٗ فِىْ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" الْاٰيَةَ فَالْاِسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ مُتَّصِلًا وَّالتَّحْرِيْمُ لِمَا عَرَضَ مِنَ الْمَوْتِ وَنَحْوِهٖ "غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ" اَىْ مُحْرِمُوْنَ وَنَصْبُ غَيْرَ عَلَى الْحَالِ مِنْ ضَمِيْرِ لَكُمْ "اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ" مِنَ التَّحْلِيْلِ وَغَيْرِهٖ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ.

اے ایمان والو! عہد پورے کرو۔ یعنی وہ عہد جو اللہ اور لوگوں کے درمیان ہوئے ہیں۔ تمہارے لیے چرنے والے چوپائے یعنی اونٹ، گائے اور بکریاں ذبح کے بعد کھانے کیلئے حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے، یعنی جن کی حرمت تم پر بیان کردی گئی ہے۔ اور یہاں پر آیت میں استثناء منقطع ہے۔ یہ بھی مناسب ہے کہ وہ متصل ہو۔ یعنی موت وغیرہ کی وجہ سے حرمت ہے۔ اس حال میں کہ شکار کو حلال جاننے والے نہ ہو، جب کہ تم احرام والے ہو، یہاں پر لفظ غیر یہ کم ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بے شک اللہ حلت وحرمت کا فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ لہٰذا اس پر کوئی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

الفاظ کے معانی کا بیان

اوفوا۔ تم پورا کرو۔ ایفاء سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ایفاء وعدہ۔ وعدہ کا پورا کرنا۔ عقود۔ قول وقرار۔ عہد و پیان۔ عقد کی جمع۔ عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی سے باندھنا۔ اور گرہ لگانا۔ یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کن جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد و پیان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔ عقدہ۔ گرہ۔ معمہ۔ گنجلک امر۔

بھیمۃ الانعام ۔ بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو۔ مالانطق لہ (راغب) بے زبان جانور۔ عرف عرب میں درندوں اور پرندوں کو اگرچہ وہ بھی بے زبان ہیں بہیمہ نہیں کہا جاتا ہے (اسم لکل ذی اربع) اس صورت میں اس کی اضافت انعام کی طرف بیانیہ ہے۔

انعام نعم کی جمع ہے۔ جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر مویشی بھیڑ، بکری، گائے، بھینس کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں اونٹوں کو داخل نہ کیا جائے تو دوسروں کو انعام نہیں کہا جاسکتا۔

بھیمۃ الانعام۔ بے زبان مویشی قسم کے جانور۔ غیر محلی الصید محلی۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں محلین تھا۔ بوجہ اضافت نون حذف کردیا گیا۔ محل۔ واحد احلال۔ مصدر حلال قرار دیئے جاتے والے۔ احلال کسی چیز کو حلال بنادینا۔ یا حلال قرار دینا۔ یا ذمہ داری سے باہر نکل آنا۔

حل کا معنی ہے گرہ کھول دینا۔ کسی جگہ اترنے کی صورت میں عموماً سامان کھولا جاتا ہے اس لئے حلول کا معنی اترنا ہوگیا۔ اس مادہ سے جتنے مشتقات ہیں سب کے مفہوم میں کھولنے یا اترنے کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔ غیر محلی الصید ۔ شکار کو حلال قرار دینے والے نہ بنو۔ یعنی شکار کو حلال قرار مت دو۔

وانتم حرم ۔ واو حالیہ ہے۔ حرم۔ حرام کی جمع ہے احرام باندھنے والے یا حرم کے اندر داخل ہونے والے۔ حرم سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ یعنی جب کہ تم خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔ الحرم کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس کے اندر بہت سی ایسی چیزیں حرام کر دی ہیں جو کہ دوسری جگہ حرام نہیں ہیں اور یہی معنی الشہر الحرام کے ہیں۔ رجل حرام ومحرم وہ شخص جو حالت حرام میں ہو۔ وانتم حرم۔

جب کہ تم حالت احرام میں ہو یا خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔

عہد و پیمان کے تفسیری مفہوم کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمرو بن حزم کے پوتے حضرت ابوبکر بن محمد نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کتاب ہے جسے آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھ کر دی تھی جبکہ انہیں یمن والوں کو دینی سمجھ اور حدیث سکھانے کے لئے اور ان سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا، اس وقت یہ کتاب لکھ کر دی تھی، اس میں عہد و پیمان اور حکم احکام کا بیان ہے۔ اس میں آیت (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کے بعد لکھا ہے یہ کتاب ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، ایمان والو وعدوں کو اور عہد و پیمان کو پورا کرو، یہ عہد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرو بن حزم کے لئے ہے جبکہ انہیں یمن بھیجا انہیں اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم ہے یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے رہیں اور جو احسان خلوص اور نیکی کریں حضرت ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں "عقود سے مراد عہد ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، بیروت)

ابن جریر اس پر اجماع بتاتے ہیں۔ خواہ قسمیہ عہد و پیمان ہو یا اور وعدے ہوں، سب کو پورا کرنا فرض ہے۔ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ "عہد کو پورا کرنے میں اللہ کے حلال کو حلال جاننا، اس کے حرام کو حرام جاننا، اس کے فرائض کی پابندی کرنا، اس کی حد بندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے، کسی بات کا خلاف نہ کرو، حد کو نہ توڑو، کسی حرام کام کو نہ کرو، اس پر سختی بہت ہے۔ پڑھو آیت (وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ) 13۔الرعد:25)۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں اس سے مراد یہ کہ اللہ کے حلال کو، اس کے حرام کو، اس کے وعدوں کو، جو ایمان کے بعد ہر مومن کے ذمہ آجاتے ہیں پورا کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے، فرائض کی پابندی، حلال حرام کی عقیدت مندی وغیرہ ہے۔

(تفسیر ابن جریر طبری، بیروت)

محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے کا بیان

حضرت عبدالرحمن بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام کی حالت میں تھے کہ ان کے پاس بطور ہدیہ ایک پرندہ کا پکا ہوا گوشت آیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے چنانچہ ہم میں سے بعض نے وہ گوشت کھالیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کو کوئی دخل نہ ہو اور بعض نے اس سے پرہیز کیا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ محرم کو یہ گوشت کھانا درست نہیں ہے، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں کی موافقت کی جنہوں نے وہ گوشت کھایا تھا، نیز انہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اسی طرح یعنی حالت احرام میں شکار کا گوشت کھایا تھا۔

گوشت کھانے والوں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موافقت کا تعلق قول سے بھی ہوسکتا ہے اور فعل سے بھی، یعنی یا تو حضرت

طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے زبانی یہ کہا ہوگا کہ تم نے گوشت کھالیا، اچھا کیا، اس میں کوئی حرج نہیں یہ قولی موافقت ہے، یا پھر یہ کہ خود انہوں نے بھی باقی بچا ہوا گوشت کھایا ہوگا یہ فعلی موافقت ہے۔ بہر کیف یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے اس مسلک کی تائید کرتی ہے کہ اگر محرم خود شکار نہ کرے اور نہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کا دخل ہو تو وہ اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔

ایک پرندہ سے مراد یا تو جنس ہے کہ کئی پرندوں کا گوشت آیا تھا، یا پھر وہ ایک ہی پرندہ تھا جو اتنا بڑا تھا کہ اس کا گوشت تمام لوگوں کے لئے کافی ہوگیا۔

خرید وفروخت کو واپس لوٹانے کے اختیار میں مذاہب اربعہ

خرید وفروخت پوری ہو چکنے کے بعد گو اب تک خریدا اور بیچنے والے ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے ہوں تاہم واپس لوٹانے کا اختیار نہیں وہ اپنی دلیل اس آیت کو بتلاتے ہیں۔ "امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے، لیکن امام شافعی اور امام احمد اس کے خلاف ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کعبہ کو بھیجے ہوئے قربانی کے جانوروں کی اور نہ مکّہ لائے جانے والے ان جانوروں کی جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور رضا تلاش کر رہے ہیں، اور جب تم حالتِ احرام سے باہر نکل آؤ تو تم شکار کر سکتے ہو، اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام سے روکا تھا اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم زیادتی کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی سے ممانعت کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ" جَمْعُ شَعِيرَةٍ اَىْ مَعَالِمِ دِيْنِهٖ بِالصَّيْدِ فِى الْاِحْرَامِ "وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ" بِالْقِتَالِ فِيْهِ "وَلَا الْهَدْيَ" مَا اُهْدِىَ اِلَى الْحَرَمِ مِنَ النَّعَمِ بِالتَّعَرُّضِ لَهٗ "وَلَا الْقَلَآئِدَ" جَمْعُ قِلَادَةٍ وَهِىَ مَا كَانَ يُقَلَّدُ بِهٖ مِنْ شَجَرِ الْحَرَمِ لِيَاْمَنَ اَىْ فَلَا تَتَعَرَّضُوْا لَهَا وَلَا لِاَصْحَابِهَا "وَلَا" تُحِلُّوْا "اٰمِّيْنَ" قَاصِدِيْنَ "الْبَيْتَ الْحَرَامَ" بِاَنْ تُقَاتِلُوْهُمْ "يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا" رِزْقًا "مِنْ رَّبِّهِمْ" بِالتِّجَارَةِ

"وَرِضْوَانًا" مِنْهُ بِقَصْدِهِ بِزَعْمِهِمُ الْفَاسِدِ وَهٰذَا مَنْسُوخ بِ اٰيَةِ بَرَاءَ ة "وَاِذَا حَلَلْتُمْ" مِنَ الْاِحْرَام "فَاصْطَادُوا" اَمْر اِبَاحَة "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ" يَكْسِبَنَّكُمْ "شَنَاٰن" بِفَتْحِ النُّوْن وَسُكُوْنِهَا بُغْض "قَوْم" لِاَجْلِ "اَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوا" عَلَيْهِمْ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهٖ "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ" بِفِعْلِ مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ "وَالتَّقْوٰى" بِتَرْكِ مَا نُهِيتُمْ عَنْهُ "وَلَا تَعَاوَنُوا" فِيهِ حَذْف اِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْاَصْل "عَلَى الْاِثْم" الْمَعَاصِي "وَالْعُدْوَان" التَّعَدِّي فِي حُدُوْدِ اللّٰه "وَاتَّقُوا اللّٰه" خَافُوْا عِقَابَه بِاَنْ تُطِيعُوْهُ "اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب" لِمَنْ خَالَفَهٗ.

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، شعائر یہ شعیرہ کی جمع ہے یعنی حالت احرام میں شکار کر کے دین کے نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ اور قتال کر کے نہ حرمت والے مہینے کی، اور نہ حرم کعبہ کو بھیجے ہوئے قربانی کے جانوروں کی یعنی جن جانوروں کو قربانی کیلئے بھیجا گیا ہے ان سے کوئی تعرض کرتے ہوئے۔ اور نہ مکہ لائے جانے والے ان جانوروں کی جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں، قلائد یہ قلادہ کی جمع ہے۔ یعنی جن کے گلے میں حرم کے درخت کا پٹہ ڈالا گیا ہوتا کہ وہ امن میں رہے، لہٰذا اس سے اور اس کے ساتھی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں کی، یعنی ان سے مت لڑنا، جو تجارت کے ذریعے اپنے رب کا فضل اور رضا تلاش کر رہے ہیں، اگرچہ ان کے خیال میں وہ قصد فاسد میں کیوں نہ ہوں، اور یہ حکم آیت برأت سے منسوخ ہے۔ اور جب تم حالتِ احرام سے باہر نکل آؤ تو تم شکار کر سکتے ہو، یہاں امر اباحت کیلئے ہے۔ اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام سے روکا تھا اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم زیادتی کرو، یعنی ان کو قتل وغیرہ کردو۔ یہاں پر شنان یہ نون کے فتحہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے اس کا معنی بغض ہے۔ اور نیکی یعنی جس کا تمہیں حکم دیا جائے اور پرہیزگاری یعنی نہی کے سبب جس کو تم نے چھوڑ دیا، ان پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ یعنی معصیت اور ظلم یعنی اللہ کی حدود میں بڑھ جانے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، ولا تعاونوا دونوں طرح کی تاء میں سے ایک تاء اصل میں حذف ہے۔ اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ تا کہ تم اس کی اطاعت کرو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ جس نے اس کی مخالفت کی۔

سورہ مائدہ آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت بن عباس فرماتے رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت، حطیم جس کا نام شریح بن ضبیع کندی تھا جس کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس یمامہ سے مدینہ آیا اپنا گھوڑا مدینہ سے باہر چھوڑ دیا نبی کریم ﷺ کے پاس تنہا آیا اور آپ سے کہا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اس نے کہا یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن میرے کچھ امراء ہیں جن کی رائے کے بغیر ہم کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے شاید میں اسلام قبول کرلوں اور انہیں اپنے ساتھ لے آؤں، نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے اس شخص کے آنے سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو شیطان کی بولی بولے گا پھر وہ شخص وہاں سے چلا گیا جب وہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ

یہ شخص کافر چہرے کے ساتھ تمہارے پاس آیا تھا اب آخر میں دھوکہ دے کر نکلا یہ شخص اسلام لانے والا نہیں ہے چنانچہ وہ شخص مدینہ کے مویشیوں کے پاس سے نکلا تو انہیں ہانک لیا لوگوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن اسے پکڑنے میں ناکام رہے جب رسول اللہ قضاء عمرہ کے سال نکلے تو آپ نے یمامہ کے حاجیوں کا تلبیہ سنا آپ نے فرمایا یہ حطیم اور اس کے ساتھی ہیں یہ شخص مدینہ کے جانور کو قلادہ ڈال کر کعبہ لے آیا تھا جب صحابہ اس کو پکڑنے کے لیے اس کی طرف بڑھے تو اللہ نے یہ آیت نازل کی یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ۔ اے مومنو خدا کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا۔

مراد یہ ہے کہ اللہ کیلئے جانور کو علامت لگانے والے کو اگرچہ وہ دین اسلام کے علاوہ ہی پر ہو حلال نہ جانو۔

((نیسابوری 59، زاد المسیر 2۔270، قرطبی 6۔137))

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو مقام حدیبیہ میں مشرکین نے روک لیا اور یہ ان لوگوں پر بہت شاق گزرا در یں اثناء مشرکین کا بھی ایک گروہ ان کے پاس سے عمرے کے ارادے سے گزرا تو صحابہ نے عرض کیا جیسا کہ ان کے ساتھیوں نے ہمیں روکا ہے ہم بھی انہیں روک لیتے ہیں۔ تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ ۔ الخ، اے مومنو خدا کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ رجب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں اور جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو عزت کے گھر کو جا رہے ہوں۔ یعنی ان پر عمرہ کرنے والوں پر تجاوز مت کرو اگرچہ انہوں نے تمہیں روکا ہو۔ (زاد المسیر 2۔271)

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَ النَّطِیْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ ۫ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْیَوْمَ یَىِٕسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا، اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو، اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے، آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو

جانوروں کی حرمت سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" اَىْ اَكْلُهَا "وَالدَّمُ" اَىْ الْمَسْفُوحُ كَمَا فِى الْاَنْعَام "وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ" بِاَنْ ذُبِحَ عَلٰى اسْمِ غَيْرِهٖ "وَالْمُنْخَنِقَةُ" الْمَيْتَةُ خَنْقًا "وَالْمَوْقُوذَةُ" الْمَقْتُولَةُ ضَرْبًا "وَالْمُتَرَدِّيَةُ" السَّاقِطَةُ مِنْ عُلْوٍ اِلٰى اَسْفَلَ فَمَاتَتْ "وَالنَّطِيحَةُ" الْمَقْتُولَةُ بِنَطْحِ اُخْرٰى لَهَا "وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ" مِنْهُ "اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" اَىْ اَدْرَكْتُمْ فِيْهِ الرُّوحَ مِنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ فَذَبَحْتُمُوْهُ "وَمَا ذُبِحَ عَلَى" اسْمِ "النُّصُبِ" جَمْعُ نِصَابٍ وَهِىَ الْاَصْنَامُ "وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوا" تَطْلُبُوا الْقَسْمَ وَالْحُكْمَ "بِالْاَزْلَامِ" جَمْعُ زَلَمٍ بِفَتْحِ الزَّاىِ وَضَمِّهَا مَعَ فَتْحِ اللَّامِ قِدْحٌ بِكَسْرِ الْقَافِ صَغِيرٌ لَا رِيشَ لَهٗ وَلَا نَصْلَ وَكَانَتْ سَبْعَةً عِنْدَ سَادِنِ الْكَعْبَةِ . عَلَيْهَا اَعْلَامٌ وَكَانُوْا يَحْكُمُوْنَهَا فَاِنْ اَمَرَتْهُمْ اِئْتَمَرُوْا وَاِنْ نَهَتْهُمُ انْتَهَوْا "ذٰلِكُمْ فِسْقٌ" خُرُوجٌ عَنِ الطَّاعَةِ وَنَزَلَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ "اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ" اَنْ تَرْتَدُّوا عَنْهُ بَعْدَ طَمَعِهِمْ فِىْ ذٰلِكَ لِمَا رَاَوْا مِنْ قُوَّتِهٖ "فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِى اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" اَحْكَامَهٗ وَفَرَائِضَهٗ فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَهَا حَلَالٌ وَلَا حَرَامٌ "وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى" بِاِكْمَالِهٖ وَقِيلَ بِدُخُوْلِ مَكَّةَ اٰمِنِيْنَ "وَرَضِيتُ" اَىْ اخْتَرْتُ "لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِىْ مَخْمَصَةٍ" مَجَاعَةٍ اِلٰى اَىِّ شَىْءٍ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْهِ فَاَكَلَهٗ "غَيْرَ مُتَجَانِفٍ" مَائِلٍ "لِاِثْمٍ" مَعْصِيَةٍ "فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ" لَهٗ مَا اَكَلَ "رَحِيْمٌ" بِهٖ فِىْ اِبَاحَتِهٖ بِخِلَافِ الْمَائِلِ لِاِثْمٍ اَىِ الْمُتَلَبِّسِ بِهٖ كَقَاطِعِ الطَّرِيْقِ وَالْبَاغِى مَثَلًا فَلَا يَحِلُّ لَهُ الْاَكْلُ،

تم پر حرام ہے مُردار کا کھانا اور بہنے والا خون جس طرح انعام میں ہے اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اللہ کے نام کے سوا پر ذبح کیا جائے۔ اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا، اور جو اوپر سے نیچے کی جانب گر کر مرا، اور جسے کسی دوسرے جانور نے سینگ مارا اور جس سے کسی درندے نے کھایا ہو مگر جنہیں تم ذبح کرلو، یعنی مذکورہ اشیاء کو روح کو پالو اور اس کو ذبح کرلو۔ اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا، نصب کی جمع نصاب ہے جو بت ہیں۔ اور پانسے ڈال کر قسمت آزمائی کرنا یہ جس میں تم قسم اور حکم کا مطالبہ کر ڈالو، یہ گناہ کا کام ہے، ازلام یہ زلم کی جمع ہے جو زاء کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بہ معنی قدح وہ تیر کہ جس کی انی نہ ہو۔ اور کاف کے کسرہ کے ساتھ یعنی وہ چھوٹے تیر جو خادم کعبہ کے پاس رکھے ہوتے تھے ان پر نشان لگے ہوئے ہوتے تھے۔ اور وہ اس سے طلب کرتے اگر ان کو اجازت خادم دیتا تو وہ لے لیتے ورنہ نہیں۔ یہ نافرمانی یعنی اطاعت سے خروج ہے۔

یہ آیت مبارکہ عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے سال نازل ہوئی۔ آج کے دن کافر تمہیں اسلام سے ہٹا کر کفر کی طرف لے جانے میں مایوس ہو گئے ہیں۔

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا یعنی دین کے احکام اور فرائض مکمل کر دیئے ہیں لہٰذا آج کے بعد حلت وحرمت کا کوئی حکم نازل نہ ہوگا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی یعنی مکمل کر دی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں امن کے ساتھ داخل ہونا نعمت ہے۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا یعنی اختیار کر لیا ہے، تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یعنی اس چیز کے کھانے پر مجبور اس طرح ہو، کہ گناہ کی طرف نہ جھکے۔ تو بیشک اللہ اس کے کھانے والے کو بخشنے والا، اس حکم کی اباحت میں مہربان ہے۔ یعنی وہ شخص گناہ کی طرف مائل نہ ہو جس طرح ڈاکو اور باغی وغیرہ ہیں کہ جن کیلئے مردار کا کھانا حلال نہیں ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر آیت، اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا، آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے)۔ ہم پر نازل ہوتی تو ہمارے لئے وہ عید کا دن ہوتا جس دن یہ نازل ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت کب نازل ہوئی۔ یہ آیت عرفات کے دن نازل ہوئی اس دن جمعہ تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 982)

حضرت عمار بن ابوعمار سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ آیت، اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا، پڑھی تو ان کے پاس ایک یہودی تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کے طور پر مناتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اس دن یہاں دو عیدیں تھیں۔ عرفات کے دن کی اور جمعہ کے دن کی۔ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 983)

حلال وحرام سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

شیخ ابوعلی افصاح میں فرماتے ہیں جب ہم نے یہ طے کر لیا کہ اس شکار کا کھانا حرام ہے جس میں سے شکاری کتے نے کھا لیا ہو تو جس شکار میں سے شکاری پرند کھالے اس میں دو وجوہات ہیں۔

لیکن قاضی ابوالطیب نے اس فرع کا اور اس ترتیب سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ امام شافعی نے ان دونوں کو صاف لفظوں میں برابر رکھا ہے۔

متردیہ وہ ہے جو پہاڑی یا کسی بلند جگہ سے گر کر مر گیا ہو تو وہ جانور بھی حرام ہے، ابن عباس یہی فرماتے ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں یہ وہ ہے جو کنویں میں گر پڑے،

نطیحہ وہ ہے جسے دوسرا جانور سینگ وغیرہ سے ٹکر لگائے اور وہ اس صدمہ سے مر جائے، گو اس سے زخم بھی ہوا ہو اور گو اس سے خون بھی نکلا ہو، بلکہ گو ٹھیک ذبح کرنے کی جگہ ہی لگا ہو اور خون بھی نکلا، یہ لفظ معنی میں مفعول یعنی منطوحہ کے ہے، یہ وزن عموماً کلام عرب میں بغیر تے کے آتا ہے جیسے عین کحیل اور کف خضیب ان مواقع میں کحیلۃ اور خضیبۃ نہیں کہتے، اس جگہ تے اس لئے لایا گیا ہے کہ یہاں اس لفظ کا استعمال قائم مقام اسم کے ہے، جیسے عرب کا یہ کلام طریقۃ طویلۃ۔

بعض نحوی کہتے ہیں تاء تانیث یہاں اس لئے لایا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ ہی تانیث پر دلالت ہو جائے بخلاف کحیل اور خضیب کے کہ وہاں تانیث کلام کے ابتدائی لفظ سے معلوم ہوتی ہے۔ آیت (ما اکل السبع) سے مراد وہ جانور ہے جس پر شیر، بھیڑیا، چیتا یا کتا وغیرہ درندہ حملہ کرے اور اس کا کوئی حصہ کھا جائے اور اس سبب سے مر جائے تو اس جانور کو کھانا بھی حرام ہے، اگرچہ اس سے خون بہا ہو بلکہ اگرچہ ذبح کرنے کی جگہ سے ہی خون نکلا ہو تاہم وہ جانور بالا جماع حرام ہے۔

اہل جاہلیت میں ایسے جانور کا بقیہ کھا لیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا۔ پھر فرماتا ہے مگر وہ جسے تم ذبح کر لو، یعنی گلا گھونٹا، لٹھ مارا ہوا، اوپر سے گر پڑا ہو، سینگ اور ٹکر لگا ہو، درندوں کا کھایا ہو، اگر اس حالت میں تمہیں مل جائے کہ اس میں جان باقی ہو اور تم اس پر باقاعدہ اللہ کا نام لے کر چھری پھیر لو تو پھر یہ جانور تمہارے لئے حلال ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عباس سعید بن جبیر، حسن اور سدی یہی فرماتے ہیں، حضرت علی سے مروی ہے اگر تم ان کو اس حالت میں پالو کہ چھری پھیرتے ہوئے وہ دم رگڑیں یا پیر ہلائیں یا آنکھوں کے ڈھیلے پھرائیں تو بیشک ذبح کر کے کھالو۔

ابن جریر میں آپ سے مروی ہے کہ جس جانور کو ضرب لگی ہو یا اوپر سے گر پڑا ہو یا ٹکر لگی ہو اور اس میں روح باقی ہو اور تمہیں وہ ہاتھ پیر رگڑتا مل جائے تو تم اسے ذبح کر کے کھا سکتے ہو۔

حضرت طاؤس، حسن، قتادہ، عبید بن عمیر، ضحاک اور بہت سے حضرات سے مروی ہے کہ بوقت ذبح اگر کوئی حرکت بھی اس جانور کی ایسی ظاہر ہو جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس میں حیات ہے تو وہ حلال ہے۔

جمہور فقہاء کا یہی مذہب حرکت بھی اس جانور کی ایسی ظاہر ہو جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس میں حیات ہے تو وہ حلال ہے۔ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا بھی یہی قول ہے،

امام مالک اس بکری کے بارے میں جسے بھیڑیا پھاڑ ڈالے اور اس کی آنتیں نکل آئیں فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ اسے ذبح نہ کیا جائے اس میں سے کس چیز کا ذبیحہ ہوگا؟ ایک مرتبہ آپ سے سوال ہوا کہ درندہ اگر حملہ کر کے بکری کی پیٹھ توڑ دے تو کیا اس بکری کو جان نکلنے سے پہلے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر بالکل آخر تک پہنچ گیا ہے تو میری رائے میں نہ کھانی چاہئے اور اگر اطراف میں یہ ہے تو کوئی حرج نہیں، سائل نے کہا درندے نے اس پر حملہ کیا اور کود کر اسے پکڑ لیا، جس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اس کا کھانا پسند نہیں کیونکہ اتنی زبردست چوٹ کے بعد زندہ نہیں رہ سکتی، آپ سے پھر پوچھا گیا کہ اچھا اگر پیٹ پھاڑ ڈالا اور آنتیں نہیں نکلیں تو کیا حکم ہے، فرمایا میں تو یہی رائے رکھتا ہوں کہ نہ کھائی جائے۔ یہ ہے امام مالک کا مذہب لیکن چونکہ

آیت عام ہے اس لئے امام صاحب نے جن صورتوں کو مخصوص کیا ہے ان پر کوئی خاص دلیل چاہئے،

بخاری ومسلم میں حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کل دشمن سے لڑائی میں باہم ٹکرانے والے ہیں اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں کیا ہم بانس سے ذبح کرلیں" آپ نے فرمایا "جو چیز خون بہائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے، اسے کھالو، سوائے دانت اور ناخن کے، یہ اس لئے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں"

مسند احمد اور سنن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "ذبیحہ صرف حلق اور نرخرے میں ہی ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا "اگر تو نے اس کی ران میں بھی زخم لگا دیا تو کافی ہے" یہ حدیث ہے تو سہی لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ صحیح طور پر ذبح کرنے پر قادر نہ ہوں۔

مجاہد فرماتے ہیں یہ پرستش گاہیں کعبہ کے اردگرد تھیں، ابن جریج فرماتے ہیں "یہ تین سو ساٹھ بت تھے، جاہلیت کے عرب ان کے سامنے اپنے جانور قربان کرتے تھے اور ان میں سے جو بیت اللہ کے بالکل متصل تھا، اس پر ان جانوروں کا خون چھڑکتے تھے اور گوشت ان بتوں پر بطور چڑھاوا چڑھاتے تھے" پس اللہ تعالیٰ نے یہ کام مومنوں پر حرام کیا اور ان جانوروں کا کھانا بھی حرام کردیا۔ اگرچہ ان جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ بھی کہی گئی ہو کیونکہ یہ شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے، اور اسی لائق ہے، اس جملہ کا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ اس سے پہلے ان کی حرمت بیان ہو چکی ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر چڑھائے جائیں۔

(ازلام) سے تقسیم کرنا حرام ہے، یہ جاہلیت کے عرب میں دستور تھا کہ انہوں نے تین تیر رکھ چھوڑے تھے، ایک پر لکھا ہوا تھا افعل یعنی کر، دوسرے پر لکھا ہوا تھا لاتفعل یعنی نہ کر، تیسرا خالی تھا۔ بعض کہتے ہیں ایک پر لکھا تھا مجھے میرے رب کا حکم ہے، دوسرے پر لکھا تھا مجھے میرے رب کی ممانعت ہے، تیسرا خالی تھا اس پر کچھ بھی لکھا ہوا نہ تھا۔ بطور قرعہ اندازی کے کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں جب انہیں تردد ہوتا تو ان تیروں کو نکالتے، اگر حکم "کر" نکلا تو اس کام کو کرتے اگر ممانعت کا تیر نکلا تو باز آجاتے اگر خالی تیر نکلا تو پھر نئے سرے سے قرعہ اندازی کرتے، ازلام جمع ہے زلم کی اور بعض زلم بھی کہتے ہیں۔

استقسام کے معنی ان تیروں سے تقسیم کی طلب ہے، قریشیوں کا سب سے بڑا بت ہبل خانہ کعبہ کے اندر کے کنوئیں پر نصب تھا، جس کنویں میں کعبہ کے ہدیے اور مال جمع رہا کرتے تھے، اس بت کے پاس سات تیر تھے، جن پر کچھ لکھا ہوا تھا جس کام میں اختلاف پڑتا یہ قریشی یہاں آکر ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتے اور اس پر جو لکھا پاتے اسی کے مطابق عمل کرتے۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے مجسمے گڑے ہوئے پائے، جن کے ہاتھوں میں تیر تھے تو آپ نے فرمایا اللہ انہیں غارت کرے، انہیں خوب معلوم ہے کہ ان بزرگوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں لی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کو ڈھونڈنے کیلئے نکلا کہ انہیں پکڑ کر کفار مکہ کے سپرد کرے اور آپ اس وقت ہجرت کر کے مکہ سے مدینے کو جا رہے تھے تو اس نے اسی طرح قرعہ اندازی کی اس کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ وہ تیر نکلا جو میری مرضی کے خلاف تھا میں نے پھر تیروں کو ملا جلا کر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی نکلا تو انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا، میں نے پھر نہ مانا تیسری مرتبہ فال لینے کیلئے تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی تیر نکلا لیکن میں ہمت کر کے ان کا کوئی لحاظ نہ کر کے انعام حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کیلئے تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی تیر نکلا لیکن میں ہمت کر کے ان کا کوئی لحاظ نہ کر کے انعام حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کیلئے آپ کی طلب میں نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت تک سراقہ مسلمان نہیں ہوا تھا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور پھر بعد میں اسے اللہ نے اسلام سے مشرف فرمایا۔

ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "وہ شخص جنت کے بلند درجوں کو نہیں پا سکتا جو کہانت کرے، یا تیراندازی کرے یا کسی بدفالی کی وجہ سے سفر سے لوٹ آئے۔

حضرت مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب ان تیروں کے ذریعہ اور فارسی اور رومی پانسوں کے ذریعہ جوا کھیلا کرتے تھے جو مسلمانوں پر حرام ہے۔ ممکن ہے کہ اس قول کے مطابق ہم یوں کہیں کہ تھے تو یہ تیر استخارے کیلئے مگر ان سے جوا بھی گاہے بگاہے کھیل لیا کرتے۔

اضطرار و مجبوری کی حالت میں عزیمت و رخصتوں کا بیان

مسند احمد میں ہے جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت نہ قبول کرے، اس پر عرفات کے پہاڑ برابر گناہ ہے، اسی لئے فقہاء کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مردار کا کھانا واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ ایک شخص کی بھوک کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب مرا چاہتا ہے کہ کبھی جائز ہو جاتا ہے اور کبھی مباح، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بھوک کے وقت جبکہ حلال چیز میسر نہ ہو تو حرام صرف اتنا ہی کھا سکتا ہے کہ جان بچ جائے یا پیٹ بھر سکتا ہے بلکہ ساتھ بھی رکھ سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں جب بھوکا شخص جس کے اوپر اضطرار کی حالت ہے، مردار اور دوسرے کا کھانا اور حالت احرام میں شکار تینوں چیزیں موجود پائے تو کیا وہ مردار کھالے؟ یہ حالت احرام میں ہونے کے باوجود شکار کر لے اور اپنی آسانی کی حالت میں اس کی جزا یعنی فدیہ ادا کر دے یا دوسرے کی چیز بلا اجازت کھالے اور اپنی آسانی کے وقت اسے وہ واپس کر دے، اس میں دو قول ہیں امام شافعی سے دونوں مروی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مردار کھانے کی یہ شرط جو عوام میں مشہور ہے کہ جب تین دن کا فاقہ ہو جائے تو حلال ہوتا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ جب اضطرار، بیقراری اور مجبوری حالت میں ہو، اس کیلئے مردار کھانا حلال ہو جاتا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم ایسی جگہ رہتے ہیں کہ آئے دن ہمیں فقر و فاقہ کی نوبت آ جاتی ہے، تو ہمارے لئے مردار کا کھالینا کیا جائز ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا" جب صبح شام نہ ملے اور نہ کوئی سبزی ملے تو تمہیں اختیار ہے

ابن عون فرماتے ہیں حضرت حسن کے پاس حضرت سمرہ کی کتاب تھی، جسے میں ان کے سامنے پڑھتا تھا، اس میں یہ بھی تھا کہ صبح شام نہ ملنا اضطرار ہے، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "حرام کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟" آپ نے فرمایا "جب تک کہ تو اپنے بچوں کو دودھ سے شکم سیر نہ کر سکے اور جب تک ان کا سامان نہ آجائے۔

ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال حرام کا سوال کیا، آپ نے جواب دیا کہ "کل پاکیزہ چیزیں حلال اور کل خبیث چیزیں حرام ہاں جب کہ ان کی طرف محتاج ہو جائے تو انہیں کھا سکتا ہے جب تک کہ ان سے غنی نہ ہو جائے" اس نے پھر دریافت کیا کہ "وہ محتاجی کونسی جس میں میرے لئے وہ حرام چیز حلال ہوئے اور وہ غنی ہونا کونسا جس میں مجھے اس سے رک جانا چاہئے" فرمایا۔ "جبکہ تو صرف رات کو اپنے بال بچوں کو دودھ سے آسودہ کر سکتا ہو تو تو حرام چیز سے پرہیز کر۔

ابوداؤد میں ہے حضرت نجیع عامری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "ہمارے لئے مردار کا کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟" آپ نے فرمایا "تمہیں کھانے کو کیا ملتا ہے؟" اس نے کہا "صبح کو صرف ایک پیالہ دودھ اور شام کو بھی صرف ایک پیالہ دودھ" آپ نے کہا "یہی ہے اور کونسی بھوک ہو گی؟" پس اس حالت میں آپ نے انہیں مردار کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ صبح شام ایک ایک پیالہ دودھ کا انہیں ناکافی تھا، بھوک باقی رہتی تھی، اس لئے ان پر مردہ حلال کر دیا گیا، تا کہ وہ پیٹ بھر لیا کریں، اسی کو دلیل بنا کر بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اضطرار کے وقت مردار کو پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے، صرف جان بچ جائے اتنا ہی کھانا جائز ہو، یہ حد ٹھیک نہیں۔

ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص مع اہل وعیال کے آیا اور حرہ میں ٹھہرا، کسی صاحب کی اونٹنی گم ہو گئی تھی، اس نے ان سے کہا اگر میری اونٹنی تمہیں مل جائے تو اسے پکڑ لینا۔ اتفاق سے یہ اونٹنی اسے مل گئی، اب یہ اس کے مالک کو تلاش کرنے لگے لیکن وہ نہ ملا اور اونٹنی بیمار پڑ گئی تو اس شخص کی بیوی صاحبہ نے کہا کہ ہم بھوکے رہا کرتے ہیں، تم اسے ذبح کر ڈالو لیکن اس نے انکار کر دیا، آخر اونٹنی مر گئی تو پھر بیوی صاحبہ نے کہا، اب اس کی کھال کھینچ لو اور اس کے گوشت اور چربی کو ٹکڑے کر کے سکھا لو، ہم بھوکوں کو کام آجائیگا، اس بزرگ نے جواب دیا، میں تو یہ بھی نہیں کرونگا، ہاں اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیں تو اور بات ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے تمام قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس اور کچھ کھانے کو ہے جو تمہیں کافی ہو؟ جواب دیا کہ نہیں آپ نے فرمایا پھر تم کھا سکتے ہو۔ اس کے بعد اونٹنی والے سے ملاقات ہوئی اور جب اسے یہ علم ہوا تو اس نے کہا پھر تم نے اسے ذبح کر کے کھا کیوں نہ لیا؟ اس بزرگ صحابی نے جواب دیا کہ شرم معلوم ہوئی۔

پھر ارشاد ہوا ہے کہ یہ حرام بوقت اضطرار اس کیلئے مباح ہے جو کسی گناہ کی طرف میلان نہ رکھتا ہو، اس کیلئے اسے مباح کر کے دوسرے سے خاموشی ہے، جیسے سورہ بقرہ میں ہے آیت (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ) 2۔البقرة:173) یعنی وہ شخص بیقرار کیا جائے سوائے باغی اور حد سے گزرنے والے کے پس اس پر کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اس آیت سے یہ استدعا کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کی کسی نافرمانی کا سفر کر رہا ہے، اسے شریعت کی رخصتوں میں سے کوئی

رخصت حاصل نہیں، اس لئے کہ رخصتیں گناہوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔

ذبح کی اقسام کا بیان

ذبح کی دو اقسام ہیں ۱۔ ذبح اختیاری ۲۔ ذبح اضطراری

ذبح اختیاری کی تعریف

وہ جگہ جو دو جبڑوں اور سینہ کی بلائی حصہ کی درمیانی جگہ مذبح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے اور وہاں پر ذبح کرنے کو ذبح اختیاری کہتے ہیں۔

ذبح اضطراری کی تعریف

اور جب جانور کو مذبح کی جگہ پر ذبح کرنا مشکل ہو تو پھر جانور کی کسی جگہ کو بھی زخمی کر دینا ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا اسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔ جس طرح شکاری جانوروں کا حال ہوتا ہے کہ تیر وغیرہ جہاں بھی لگ جائے وہ شکار درست ہوتا ہے

(المبسوط، ج ۱۱، ص ۲۲۱، مطبوعہ بیروت)

گردن کی رگوں کو کاٹنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا کہ ذبح کرتے ہوئے آدمی نُخاع تک کاٹ ڈالے۔ (طبرانی)

اسی مضمون کی روایت امام محمد نے سعید بن المسیب سے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ ہیں نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا کہ بکری کو ذبح کرتے وقت نخاع تک کاٹ ڈالا جائے۔ ان احادیث کی بنا پر، اور عہد نبوی ﷺ وعہد صحابہ کے معمول بہ عمل کی شہادتوں پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذبح کے لیے حلقوم اور مری (غذا کی نالی) کو اور مالکیہ کے نزدیک حلقوم اور ودجین (گردن کی رگوں) کو کاٹنا چاہیے (الفقہ علی المذاہب اربعہ۔ جلد اول، ص ۴۲۵)

اضطراری اور اختیاری ذکات کی یہ تینوں صورتیں جو قرآن کے حکم کی تشریح کرتے ہوئے سنت میں بتائی گئے ہیں اس امر میں مشترک ہیں کہ ان میں جانور کی موت یکلخت واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے دماغ اور جسم کا تعلق آخری سانس تک باقی رہتا ہے، تڑپنے اور پھڑ پھڑانے سے اس کے جسم کے ہر حصہ کا خون کھچ کر باہر آ جاتا ہے اور صرف سیلان خون ہی اس کی موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب چونکہ قرآن نے اپنے حکم کی خود کوئی تشریح نہیں کی ہے اور صاحب قرآن سے اس کی یہی تشریح ثابت ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ الا ما ذکیتم سے یہی ذکات مراد ہے اور جس جانور کو یہ شرط ذکات پوری کیے بغیر ہلاک کیا ہو وہ حلال نہیں ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ
مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝
لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ فرمادیں کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی
گئی ہیں اور وہ شکاری جانور جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے یوں سدھار لیا ہے کہ تم انہیں سکھاتے ہو جو تمہیں اللہ نے سکھائے
ہیں، سو تم اس میں سے کھاؤ، جو جانور تمہارے لئے روک رکھیں اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔
بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔

ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے کا بیان

"يَسْئَلُوْنَكَ" يَا مُحَمَّدُ "مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ" مِنَ الطَّعَامِ "قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ" الْمُسْتَلَذَّاتُ "وَ" صَيْدُ "مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ" الْكَوَاسِبِ مِنَ الْكِلَابِ وَالسِّبَاعِ وَالطَّيْرِ "مُكَلِّبِيْنَ" حَالٌ مِنْ كَلَّبْتُ الْكَلْبَ بِالتَّشْدِيْدِ اَيْ اَرْسَلْتَه عَلَى الصَّيْدِ "تُعَلِّمُوْنَهُنَّ" حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ مُكَلِّبِيْنَ اَيْ تُؤَدِّبُوْنَهُنَّ "مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ" مِنْ اٰدَابِ الصَّيْدِ "فَكُلُوْا مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ" وَاِنْ قَتَلْنَهُ بِاَنْ لَّمْ يَاْكُلْنَ مِنْهُ بِخِلَافِ غَيْرِ الْمُعَلَّمَةِ فَلَا يَحِلُّ صَيْدُهَا وَعَلَامَتُهَا اَنْ تَسْتَرْسِلَ اِذَا اُرْسِلَتْ وَتَنْزَجِرَ اِذَا زُجِرَتْ وَتُمْسِكَ الصَّيْدَ وَلَا تَاْكُلَ مِنْهُ وَاَقَلُّ مَا يُعْرَفُ بِهٖ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ فَاِنْ اَكَلَتْ مِنْهُ فَلَيْسَ مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلٰى صَاحِبِهَا فَلَا يَحِلُّ اَكْلُه كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ وَفِيْهِ اَنَّ صَيْدَ السَّهْمِ اِذَا اُرْسِلَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كَصَيْدِ الْمُعَلَّمِ مِنَ الْجَوَارِحِ "وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ" عِنْدَ اِرْسَالِه،

یا محمد ﷺ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کھانے کی کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ آپ فرمادیں کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ یعنی جو شکار کے ذریعے حاصل ہوں اور وہ شکاری جانور جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے یوں سدھار لیا ہے، یعنی وہ کتے، درندے اور پرندے، مکلبین یا کلبت سے حال ہے تو تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی جن کو تم شکار کیلئے بھیجتے ہو۔ کہ تم انہیں سکھاتے ہو، تعلمو نھن یہ مکلبین کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی جنہیں تم نے ادب سکھایا ہے۔ جو تمہیں اللہ نے سکھائے ہیں۔ یعنی شکار کے طریقے، سو تم اس میں سے کھاؤ، جو جانور تمہارے لئے روک رکھیں اگر تم ان کو قتل کرو تو وہ اس سے نہ کھائیں سوائے غیر معلقہ جس کا شکار حلال نہیں ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب تم اس کو شکار کے پیچھے لگاؤ تو وہ پیچھے لگ جائے اور جب روک دو تو رک جائے۔ اور وہ شکار روک دے اور اس سے نہ کھائے کم از کم تین مرتبہ ایسا کرنا ہے۔ اور اگر وہ اس سے کھائے تو سمجھ لو اس نے شکار نہیں کیا۔ لہذا اب مالک کا اس سے کھانا حلال نہ ہوگا۔ جس طرح بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا

ہے اور اس میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ شکار کا تیر جب پھینکا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو یہ سکھائے گئے شکاری جانور کو چھوڑنے کی طرح ہے۔ اور اس کو چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ جبرائیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اجازت چاہی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی لیکن وہ گھر میں داخل نہیں ہوئے تو رسول اللہ ﷺ خود باہر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ کے فرستادہ میں نے آپ کو اجازت دیدی تھی آپ نے کہا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ لیکن ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو صحابہ نے دیکھا تو ان میں سے بعض کے گھر میں کتے کا پلہ تھا حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ مدینے کے تمام کتوں کو قتل کردوں یہاں تک کہ میں قتل کرتے کرتے مدینہ کے مضافات میں پہنچ گیا تو وہاں ایک عورت کے پاس ایک کتا تھا جو اس کی حفاظت کر رہا تھا آپ کہتے ہیں کہ مجھے اس بڑھیا پر رحم آ گیا اور میں نے اس کتے کو چھوڑ دیا جب میں نبی کے پاس آیا اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے مجھے اس کے بھی قتل کا حکم دیا چنانچہ میں واپس گیا اور اسے بھی قتل کر دیا جب رسول اللہ ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم دیا تو لوگ آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ جس گروہ کے بارے میں آپ نے قتل کا حکم دیا ہے اس میں سے ہمارے لیے کیا چیز حلال ہے تو آپ خاموش رہے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی جب یہ آیت اتری تو آپ نے ان کتوں کو رکھنے کی اجازت دے دی جن سے نفع حاصل ہوتا اور جن میں کوئی نفع نہ ہو انہیں رکھنے سے منع فرما دیا اور آپ نے کاٹنے والے اور نقصان اور تکلیف پہنچانے والے کتوں کو مارنے کا حکم دیا اور ان کے علاوہ اور جن کتوں میں کوئی نقصان نہیں ہے ان سے قتل کے حکم کو ختم فرما دیا۔ (نیسابوری 160، سیوطی 98)

سعید بن جبیر کہتے ہیں یہ آیت عدی بن حاتم اور زید بن مہلہل الطائی کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ وہی زید الخیل ہیں جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے زید الخیر رکھا تھا انہوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ کتوں اور بازاروں کے ذریعے شکار کرتے ہیں کیونکہ آل ذرع اور آل حویریہ کہتے کے کتے گائے اور وحشی گدھے، ہرن اور ضب ایک قسم کا حلال جانور ہے کو شکار کر لیتے ہیں بعض اوقات شکار کو ذبح کیا جا سکتا ہے اور بعض اوقات ذبح ممکن نہیں ہوتا وہ پہلے ہی مر جاتا ہے حالانکہ اللہ نے مردار کو حرام قرار دیا ہے تو اب ہمارے لیے ان شکاروں میں سے کیا حلال ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں حلال ہیں (ان سے) کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تم کو حلال ہیں اور وہ (شکار) بھی حلال ہے جو تمہارے لیے ان شکاری جانوروں (یعنی چیر پھاڑ کرنے والے کتوں، درندوں اور سی طرح پرندوں) نے پکڑا ہو۔ (نیسابوری 162، درمنثور 2۔260)

شکاری کتے کی اہلیت شکار کیلئے شرائط خمسہ کا بیان

اول یہ کہ کتا یا باز سکھایا اور سدھایا ہوا ہو اور سکھانے سدھانے کا یہ اصول قرار دیا ہے کہ جب تم کتے کو شکار پر چھوڑ دتو وہ شکا.

پکڑ کر تمہارے پاس لے آئے۔ خود اس کو کھانے نہ لگے۔ اور باز کے لئے یہ اصول مقرر کیا کہ جب تم اس کو واپس بلاؤ تو وہ فوراً آ جائے اگرچہ وہ شکار کے پیچھے جا رہا ہو۔ جب یہ شکاری جانور ایسے سدھ جائیں تو اس سے ثابت ہوگا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں تمہارے لئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں، اب ان شکاری جانوروں کا شکار خود تمہارا شکار سمجھا جائے گا۔ اور اگر کسی وقت وہ اس تعلیم کے خلاف کریں مثلاً کتا خود شکار کو کھانے لگے یا باز تمہارے بلانے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار تمہارا نہیں رہا۔ اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تم فوراً اپنے ارادہ سے کتے کو یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑ دو۔ یہ نہ ہو کہ وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اس کو شکار کر لیں۔ آیت مذکورہ میں اس شرط کا بیان لفظ مُکلّبین سے کیا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل تکلیب سے مشتق ہے، جس کے اصلی معنی کتوں کو سکھلانے کے ہیں۔ پھر عام شکاری جانوروں کو سکھلانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ صاحب جلالین اس جگہ مکلبین کی تفسیر ارسال سے کرتے ہیں جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا۔ اور تفسیر قرطبی میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ تمہارے پاس لے آئیں۔ اس شرط کا بیان (مما امسکن علیکم) سے ہوا ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جب شکاری کتے یا باز کو شکار پر چھوڑو تو بسم اللہ کہہ کر چھوڑو جب یہ چاروں شرطیں پوری ہوں تو اگر جانور تمہارے پاس آنے تک دم توڑ چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ بغیر ذبح کے تمہارے لئے حلال نہ ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ یہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کردے۔ اس شرط کی طرف لفظ جوارح میں اشارہ موجود ہے۔

شکاری پرندوں کو شکاری کتوں پر قیاس کرنے میں مذاہب اربعہ

اور جو شکاری پرندے ہیں تو امام شافعی نے صاف کہا ہے کہ یہ کتے کے حکم میں ہیں۔ تو اگر یہ شکار میں سے کچھ کھالیں تو شکار کا کھانا جمہور کے نزدیک تو حرام ہے اور دیگر کے نزدیک حلال ہے، ہاں مزنی کا مختار یہ ہے کہ گو شکاری پرندوں نے شکار کا گوشت کھا لیا ہوتا ہم وہ حرام نہیں۔ یہی مذہب ابوحنیفہ اور احمد کا ہے۔ اس لئے کہ پرندوں کو کتوں کی طرح مار پیٹ کر سدھا بھی نہیں سکتے اور وہ تعلیم حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک اسے کھائے نہیں، یہاں بات معاف ہے اور اس لئے بھی کہ نص کتے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫
وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ
فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والے اور جو ایمان سے انکار کرے تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔

اہل کتاب کے کھانوں کا بیان۔

"اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ" اَلْمُسْتَلَذَّاتُ "وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ" اَىْ ذَبَائِحُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى "حِلٌّ" حَلَالٌ "لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ" اِيَّاهُمْ "حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ" اَلْحَرَائِرُ "مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ" حِلٌّ لَكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ "اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ" مُهُوْرَهُنَّ "مُحْصِنِيْنَ" مُتَزَوِّجِيْنَ "غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ" مُعْلِنِيْنَ بِالزِّنَا بِهِنَّ "وَلَا مُتَّخِذِىْ اَخْدَانٍ" مِنْهُنَّ تُسِرُّوْنَ بِالزِّنَا بِهِنَّ "وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ" اَىْ يَرْتَدَّ "فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ" الصَّالِحُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَلَا يُعْتَدُّ بِهٖ وَلَا يُثَابُ عَلَيْهِ "وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ" اِذَا مَاتَ عَلَيْهِ،

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے جنہیں کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے ذبائع دیئے گئے۔ اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ اور مومن آزاد عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، تمہارے لئے ان سے نکاح کرنا حلال ہے۔ جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں یعنی زنا کرنے والے نہ ہوں اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والے یعنی خفیہ زنا کرنے والے نہ ہوں اور جو ایمان سے انکار کرے یعنی جو مرتد ہو جائے تو یقیناً اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا، پس وہ کسی شمار میں نہ ہوں گے اور نہ اس پر اجر دیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔ جب وہ حالت ارتداد میں مرا ہو۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت میں تحقیقی بیان

حلال وحرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ کل ستھری چیزیں حلال ہیں، پھر یہود ونصاریٰ کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی۔

حضرت ابن عباس، ابوامامہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن، مکحول، ابراہیم نخعی، سدی، مقاتل بن حیان یہ سب یہی کہتے ہیں کہ طعام سے مراد ان کا اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے، جس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے، علماء اسلام کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے، کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا ناجائز جانتے ہیں اور ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیتے گو ان کے عقیدے ذات باری کی نسبت یکسر اور سراسر باطل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ بلند وبالا اور پاک ومنزہ

ہے۔صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی، میں نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس میں سے تو آج میں کسی کو بھی حصہ نہ دونگا، اب جو ادھر ادھر نگاہ پھرائی تو دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہی کھڑے ہوئے تبسم فرمار ہے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے کھانے پینے کی ضروری چیزیں تقسیم سے پہلے بھی لے لینی جائز ہیں اور یہ استدلال اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، تینوں مذہب کے فقہاء نے مالکیوں پر اپنی سند پیش کی ہے اور کہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہم پر حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو یہ غلط ہے کیونکہ چربی کو یہودی حرام جانتے ہیں لیکن مسلمان کیلئے حلال ہے لیکن یہ ایک شخص کا انفرادی واقعہ ہے۔البتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وہ چربی ہو جسے خود یہودی بھی حلال جانتے تھے یعنی پشت کی چربی انتڑیوں سے لگی ہوئی چربی اور ہڈی سے ملی ہوئی چربی، اس سے بھی زیادہ دلالت والی تو وہ روایت ہے جس میں ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھنی ہوئی ایک بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلود کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شانے کا گوشت پسند ہے، چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری سے اس شانے نے کہا، مجھ میں زہر ملا ہوا ہے،

آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ گیا، آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور بھی تھے، جو اسی کے اثر سے راہی بقاء ہوئے، جن کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو بھی قتل کیا گیا، جس کا نام زینب تھا، وجہ دلالت یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اپنے ساتھیوں کے اس گوشت کے کھانے کا پختہ ارادہ کرلیا اور یہ نہ پوچھا کہ اس کی جس چربی کو تم حلال جانتے ہو اسے نکال بھی ڈالا ہے یا نہیں؟ اور حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی، حضرت مکحول فرماتے ہیں جس چیز پر نام رب نہ لیا جائے اس کا کھانا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرما کر منسوخ کر کے اہل کتاب کے ذبح کئے جانور حلال کر دئے یہ یاد رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جانور پر بھی نام الٰہی نہ لیا جائے وہ حلال ہو؟ اس لئے کہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام لیتے تھے بلکہ جس گوشت کو کھاتے تھے اسے ذبیحہ پر موقوف نہ رکھتے تھے بلکہ مردہ جانور بھی کھا لیتے تھے لیکن سامرہ اور صائبہ اور ابراہیم وشیث وغیرہ پیغمبروں کے دین کے مدعی اس سے مستثنیٰ تھے، جیسے کہ علماء کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور عرب کے نصرانی جیسے بنو تغلب، تنوخ بہرا، جذام لخم، عاملہ کے ایسے اور بھی ہیں کہ جمہور کے نزدیک ان کے ہاتھ کا کیا ہوا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔حضرت علی فرماتے ہیں قبیلہ بنو تغلب کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ، اس لئے کہ انہوں نے تو نصرانیت سے سوائے شراب نوشی کے اور کوئی چیز نہیں لی، ہاں سعید بن مسیب اور حسن بنو تغلب کے نصاریٰ کے ہاتھوں ذبح کئے ہوئے جانور کے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک اور اگر جنبی ہو تو غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تاکہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تاکہ تم شکر کرو۔

وضو اور تیمّم کے احکام کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ" اَىْ اَرَدْتُمُ الْقِيَام "إلَى الصَّلَاة" وَاَنْتُمْ مُحْدِثُوْنَ "فَاغْسِلُوْا وُجُوهكُمْ وَاَيْدِيكُمْ اِلَى الْمَرَافِق" اَىْ مَعَهَا كَمَا بَيَّنَتْهُ السُّنَّة . "وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ" الْبَاء لِلْإِلْصَاقِ اَىْ اَلْصِقُوا الْمَسْح بِهَا مِنْ غَيْر اِسَالَة مَاء وَهُوَ اسْم جِنْس فَيَكْفِىْ اَقَلّ مَا يَصْدُق عَلَيْهِ وَهُوَ مَسْح بَعْض شَعْره وَعَلَيْهِ الشَّافِعِىّ "وَاَرْجُلكُمْ" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى اَيْدِيكُمْ وَبِالْجَرّ عَلَى الْجِوَار "إلَى الْكَعْبَيْنِ" اَىْ مَعَهُمَا كَمَا بَيَّنَتْهُ السُّنَّة وَهُمَا الْعَظْمَانِ النَّاتِئَانِ فِىْ كُلّ رِجْل عِنْد مَفْصِل السَّاق وَالْقَدَم وَالْفَصْل بَيْن الْاَيْدِى وَالْاَرْجُل الْمَغْسُوْلَة بِالرَّاْسِ الْمَمْسُوح يُفِيد وُجُوْب التَّرْتِيب فِىْ طَهَارَة هٰذِهِ الْاَعْضَاء وَعَلَيْهِ الشَّافِعِىّ وَيُؤْخَذ مِنَ السُّنَّة وُجُوْب النِّيَّة فِيْهِ كَغَيْرِهٖ مِنَ الْعِبَادَات "وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا" فَاغْتَسِلُوْا "وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى" مَرَضًا يَضُرّهُ الْمَاء "اَوْ عَلٰى سَفَر" اَىْ مُسَافِرِيْنَ "اَوْ جَاءَ اَحَد مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِط" اَىْ اَحْدَثَ "اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاء" سَبَقَ مِثْله فِىْ اٰيَة النِّسَاء "فَلَمْ تَجِدُوْا مَاء" بَعْد طَلَبه "فَتَيَمَّمُوا" اقْصِدُوْا "صَعِيدًا طَيِّبًا" تُرَابًا طَاهِرًا "فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ" مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ "مِنْهُ" بِضَرْبَتَيْنِ وَالْبَاء لِلْإِلْصَاقِ وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ الْمُرَاد اسْتِيعَاب الْعُضْوَيْنِ بِالْمَسْح "مَا يُرِيْد اللّٰه لِيَجْعَل عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَج" ضِيق بِمَا فَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْوُضُوء وَالْغُسْل وَالتَّيَمُّم "وَلٰكِنْ يُرِيْد لِيُطَهِّركُمْ" مِنَ الْاَحْدَاث وَالذُّنُوب "وَلِيُتِمّ نِعْمَته عَلَيْكُمْ"

بِالْاِسْلَامِ بِبَيَانِ شَرَائِعِ الدِّيْنِ "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" نِعَمه،

اے ایمان لانے والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو یعنی نماز کا ارادہ کرو اور تم بے وضو ہو، تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھولو یعنی ان کے ساتھ دھولو جس طرح سنت مطہرہ میں بیان ہوا ہے۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو، یہاں پر باء الصاق کیلئے ہے یعنی پانی بہائے بغیر پانی کو جسم پر مس کرے، اور وہ کم از کم پانی کا پہنچنا ہے۔ جس پر مسح کا اطلاق ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بعض بالوں کا مسح کرنا کافی ہے۔ اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک، ارجلکم یہ منصب ہوگا جب اس کا عطف ایدیکم پر ہو اور مجرور ہوگا جب اس کا عطف قریبی ہو، یعنی دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا ہے۔ اور ٹخنہ وہ ہڈی جو پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے مقام پر ابھری ہوئی ہے۔ اور وہ ہر قدم کی پنڈلی اور جوڑ کے درمیانی حصہ ہے۔ اور ہاتھ اور قدم کے درمیان دھویا ہوا عضو یہ وجوب ترتیب کا فائدہ دیتا ہے۔ یہی مذہب امام شافعی کا ہے۔ اور نیت کے وجوب کا حکم سنت سے اخذ کیا گیا ہے جس طرح دوسری عبادات میں ہوتا ہے اور اگر جنبی ہو تو غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، اس کا بیان سورہ نساء میں گزر چکا ہے۔ پھر کوئی طلب کرنے کے بعد بھی پانی نہ پائے تو پاک مٹی کا قصد کرو، یعنی تیمم کرو پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔ اور وہ دو ضربوں سے مسح کرنا ہے جس طرح سنت مبارکہ میں بیان ہوا ہے اور یہاں باء الصاق کیلئے ہے۔ یعنی دونوں کا ہاتھوں کا مسح ان کی کہنیوں کے سمیت کرنا ہے۔ اور مسح میں پورے اعضاء کو گھیر لینا ہے۔ اللہ وضو، غسل اور تیمم میں نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ احداث اور گناہوں سے تمہیں پاک کرے اور تاکہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، یعنی اسلام کے احکام کو بیان کر کے تم پر نعمت کو پورا کرے تاکہ تم اس کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

ہاتھوں کے دھونے میں کہنیوں کے داخل ہونے میں فقہی دلائل کا بیان

(الی المرافق) سے مراد (مع المرافق) ہے، جیسے فرمان ہے آیت (وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا) 4 . النسآء: 2) یعنی یتیموں کے مالوں کو اپنے مالوں سمیت نہ کھا جایا کرو یہ بڑا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک نہیں، بلکہ کہنیوں سمیت دھونا چاہئے۔

دار قطنی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہوئے اپنی کہنیوں پر پانی بہاتے تھے، لوضو کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ کہنیوں سے آگے اپنے شانے کو بھی وضو میں دھوئے کیونکہ بخاری مسلم میں حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت وضو کے نشانوں کی وجہ سے قیامت کے دن چمکتے ہوئے اعضاؤں سے آئے گی پس تم میں سے جس سے وہ ہو سکے وہ اپنی چمک کو دور تک لے جائے صحیح مسلم میں ہے مومن کو وہاں تک زیور پہنائے جائیں گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا تھا۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں امام زفر علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل

امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں کہ وضو کے اعضاء میں سے ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں اور پاؤں کے دھونے میں ٹخنے شامل نہیں ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ جس آیت سے وضو کے اعضاء کو دھونے کی فرضیت ثابت ہے اس میں ''الیٰ'' حرف استعمال ہوا ہے یعنی دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک۔ وہ اس مسئلہ کو روزے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے ''ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ'' (البقرہ،۱۸۷)

ترجمہ: پھر رات تک تم روزے کو پورا کرو۔

امام زفر فرماتے ہیں اس آیت میں ''الی'' کے ماقبل کا حکم ''الی'' کے مابعد یعنی روزے کا حکم رات کو شامل نہیں ہے اسی طرح ہاتھوں کو دھونے کے حکم میں کہنیاں اور پاؤں کو دھونے کے حکم میں ٹخنوں کا دھونا شامل نہیں ہے۔ کیونکہ کہنیوں اور ٹخنوں سے ماقبل حکم غسل غایت ہے اور مابعد کا حکم مغیہ ہے لہٰذا غایت یہاں پر مغیہ کے حکم میں داخل نہ ہوگی۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ کا مؤقف ودلیل:

احناف ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام زفر کا آیت صوم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ آیت صوم میں رات دن کی جنس سے نہیں ہے جبکہ کہنیاں اور ٹخنے یہ دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی جنس سے ہیں لہٰذا غایت وہاں مغیہ میں داخل نہ ہوگی جہاں وہ ماقبل کی جنس سے نہ ہوگی اور اگر غایت ماقبل کی جنس سے ہوگی تو غایت مغیہ میں داخل ہوگی۔ لہٰذا دھونے کا حکم کہنیوں اور ٹخنوں کو بھی شامل ہے۔ (الجوہرہ نیرہ)

ائمہ ثلاثہ کی جو دلیل صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ غایت تو اس لئے یہاں مذکور ہے تاکہ اس غایت کے جو کچھ علاوہ ہے اس کو دھونے کے حکم سے ساقط کرے یعنی اگر "الی المرافق" مذکور نہ ہوتا تو مکمل ہاتھ اور اسی طرح ''الی الکعبین'' مذکور نہ ہوتا تو مکمل پاؤں دھونے پڑتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مکمل ہاتھوں کا دھونا یا پاؤں کا دھونا رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے بھی بطور حکم ثابت نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے مؤقف پر تیسری دلیل یہ ہے کہ آیت صوم میں لفظ ''صوم'' بمعنی امساک یعنی رکنا ہے اگر کوئی شخص ایک ساعت کیلئے بھی رک جائے تو اس پر صوم کا اطلاق درست ہے۔ جبکہ لفظ ''کعب'' اس ہڈی کا نام ہے جو ابھری ہوئی ہے اور اگر اس ہڈی کا کچھ حصہ دھویا جائے تو اس پر غسل کعب کا اطلاق نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام زفر جس مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے کہنیوں اور ٹخنوں کو حکم غسل سے خارج سمجھ رہے ہیں حالانکہ ان کا یہ قیاس کرنا درست ہی نہیں۔ کیونکہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان نہ تو علت مشترکہ پائی جارہی ہے اور نہ درجہ اتم کوئی مناسبت پائی جارہی ہے۔

سر کے مسح کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

بعض اصولی حضرات فرماتے ہیں چونکہ آیت میں اجمال ہے اس لئے سنت نے جو اس کی تفصیل کی ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی طرف لوٹنا پڑے گا، حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم صحابی سے ایک شخص نے کہا" آپ وضو کر کے ہمیں بتلایئے۔ آپ نے پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ دو دو دفعہ دھوئے، پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی دیا، تین ہی دفعہ اپنا منہ دھویا، پھر کہنیوں سمیت اپنے

دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھ سے سر کا مسح کیا سر کے ابتدائی حصے سے گدی تک لے گئے، پھر وہاں سے یہیں تک واپس لائے، پھر اپنے دونوں پیر دھوئے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ اسی طرح منقول ہے۔ ابوداؤد میں حضرت معاویہ اور حضرت مقداد سے بھی اسی طرح مروی ہے، یہ حدیثیں دلیل ہیں اس پر کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ یہی مذہب حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا ہے اور یہی مذہب ان تمام حضرات کا ہے جو آیت کو مجمل مانتے ہیں اور حدیث کو اس کی وضاحت جانتے ہیں۔

احناف کا مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جو سر کا ابتدائی حصہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ فرض صرف اتنا ہے جتنے پر مسح کا اطلاق ہو جائے، اس کی کوئی حد نہیں۔ سر کے چند بالوں پر بھی مسح ہو گیا تو فرضیت پوری ہو گئی، ان دونوں جماعتوں کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ والی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا جب آپ قضائے حاجت کر چکے تو مجھ سے پانی طلب کیا میں لوٹا لے آیا آپ نے اپنے دونوں پہنچے دھوئے پھر منہ دھویا پھر کلائیوں پر سے کپڑا اٹھایا اور پیشانی سے ملے ہوئے بالوں اور پگڑی پر مسح کر کے باقی پگڑی پر پورا کر لیا۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسح کرنے میں پورے سر کو گھیر لیا جائے گا کیونکہ لفظ "رأس" کا اطلاق پورے سر پر ہوتا ہے اور رؤس پر جو "با" داخل ہوئی ہے وہ زائدہ ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ پورے سر کا مسح کرو اور یہ امام مالک نے احتیاط کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ رأس کا ذکر ہوا ہے جو پورے رأس یعنی سر کو شامل ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے۔ اور لفظ "رؤس" پر جو "ب" داخل ہے وہ "تبعیض" کا تقاضہ نہیں کرتی۔ کیونکہ "ب" الصاق کیلئے آئی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ فعل کا الصاق مفعول کے ساتھ ہو لہٰذا یہاں مسح کا الصاق "رأس" کے ساتھ ہوگا۔

اور رأس کا اطلاق تمام سر پر ہوگا لہٰذا تمام سر کا مسح کرنا ضروری ہے یا اس کے اکثر حصے کا مسح۔ کیونکہ اکثر عدم کل کی وجہ سے کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (بدائع الصنائع، ج۱، ص۴، بیروت)

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ سر کے مسح کے بارے میں جو حکم کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے وہ اجمالی طور پر ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے لہٰذا حدیث مغیرہ بن شعبہ جس کو امام بخاری ومسلم نے ذکر کیا ہے اس حدیث اور دیگر احادیث سے اس کی تفصیل آ گئی جس سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح "ناصیہ" یعنی چوتھائی سر کی مقدار فرض ہے۔

پاؤں کو دھونے کے حکم سے متعلق قرأت ودلیل کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں۔ کہ یہاں پر رجل کا عطف "ایدی" یا دجوہ" پر ہوگا) کیونکہ اس کا ثبوت قرائن سے ہے اور قرینہ وہ روایات ہیں جو نبی کریم ﷺ سے حکایت کی گئیں ہیں اور روایات غسل ہیں نہ کہ (مسح)۔ لہٰذا سنت قرینہ منفصلہ ہے جو

ارادہ غسل کو واجب کرنے والا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۸، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جس وقت آپ ﷺ ہمارے ساتھ پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آچکا تھا۔ ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پر مسح کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: (خشک) ایڑیوں کیلئے آگ کا عذاب ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۲۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اے ایمان والو جب تم نماز کے کھڑے ہوؤ تو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں ٹخنے تک۔ (المائدہ،6)

یہ آیت پاؤں کے مسح کرنے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی، اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔ آیت میں دو قرآتیں ہیں۔

پاؤں کو دھونے میں پہلی قرأت کا بیان

"وَاَرْجُلَكُمْ" لام پر زبر کے ساتھ اس طرح ارجل کا عطف وجہ پر ہوگا اور چہرہ دھویا جاتا ہے، تو اس طرح پاؤں بھی دھوئے جائیںگے، گویا کہ اصل میں آیت کے الفاظ اصل میں اس طرح ہونگے:۔ اغسلوا وجوهكم و ايديكم الى المرافق و ارجلكم الى الكعبين و امسحوا برؤوسكم.

یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔

لیکن پاؤں دھونے کا ذکر مؤخر کرتے ہوئے سر کا مسح کرنے کے بعد ذکر کیا گیا ہے، جو کہ وضوء کرنے میں اعضاء کی ترتیب پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ وضوء میں ترتیب اسی طرح ہے، کہ پہلے چہرہ دھویا جائے، پھر بازو اور پھر سر کا مسح اور پھر پاؤں دھوئے جاتے ہیں۔ (المجموع للنووی، 1، 471)

پاؤں کو دھونے میں دوسری قرأت کا بیان

"وَاَرْجُلِكُمْ" لام پر کسرہ یعنی زیر کے ساتھ، تو اس طرح اس کا عطف "رؤوس" پر ہوگا، اور سر کا مسح ہے، تو اس طرح پاؤں کا بھی مسح ہوگا۔ لیکن سنت نبویہ سے ثابت ہے کہ موزے یا جرابیں پہن رکھی ہوں تو ان پر مسح کرنے کی کچھ شرطیں ہیں جو سنت میں معروف ہیں۔ (المجموع للنووی، 1، 450)

تو اس سے یہ واضح ہوا کہ دونوں قرآتیں ہی پاؤں کے مسح کرنے پر دلالت نہیں کرتیں، بلکہ پاؤں دھونے یا پھر موزے پہنے ہونے کی حالت میں مسح کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مسح سے مراد خفیف دھونا مراد ہو، ابوعلی فارسی کہتے ہیں: خفیف سے دھونے کو عرب دھونا اور غسل کہتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں "تمسحت للصلاۃ" یعنی میں نے نماز کے لیے وضوء کیا۔ (المغنی ابن قدامہ، ج 1، ص 186)

21

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو،
بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اللہ کے احسان اور عہد کو یاد رکھنے کا بیان

"وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" بِالْإِسْلَامِ "وَمِيْثَاقَه" عَهْده "الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ" عَاهَدَكُمْ عَلَيْهِ "إِذْ قُلْتُمْ" لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِين بَايَعْتُمُوهُ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" فِيْ كُلّ مَا تَأْمُر بِهٖ وَتَنْهَى مِمَّا نُحِبّ وَنَكْرَه "وَاتَّقُوا اللّٰه" فِيْ مِيْثَاقه أَنْ تَنْقُضُوهُ "إِنَّ اللّٰه عَلِيْم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِي الْقُلُوب فَبِغَيْرِهٖ أَوْلَى،

اور یاد کرو اللہ کا احسان یعنی اسلام جو تم پر ہے اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کرتے وقت کہا ہم نے سنا اور مانا یعنی ہر وہ حکم جو آپ نے دیا اور جس سے آپ نے منع کیا خواہ وہ ہمیں پسند ہو یا نہ ہو اور اپنے عہد کو توڑنے میں اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ کیونکہ جب وہ دلوں کے راز جانتا ہے تو اس کے سوائی باتوں کو تو بدرجہ اولیٰ جاننے والا ہے۔

عہدو پیمان میں مسلمان صحابہ کے احوال اور بیعت عقبہ ثانیہ کا بیان

جناب ابوطالب کی وفات کے بعد مشرکین مکہ کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور وہ مسلمانوں پر مزید تشدد کی تجویز سوچنے لگے اور یہ بھی کہ اب پیغمبر اسلام کو ٹھکانے لگانے کا بہترین موقع میسر آ گیا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت تو پہلے ہی حبشہ کی طرف ہجرت کر چکی تھی اور جو باقی تھے ان کی اب زندگی بھی خطرہ میں تھی۔ ان حالات میں آپ نے مناسب سمجھا کہ اب مکہ سے باہر کسی مقام پر تبلیغ کے لیے مرکز بنانا چاہیے۔ اور اس مقصد کے لیے آپ نے مکہ کے جڑواں شہر طائف کا انتخاب کیا جو ایک زرخیز اور شاداب علاقہ تھا۔ اہل مکہ کے رئیسوں کی وہاں جائیدادیں بھی تھیں اور رشتے ناطے کے علاوہ تجارتی تعلقات بھی تھے۔ آپ نے اپنے غلام زید بن حارثہ کو اپنے ہمراہ لیا اور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں جہاں موقع میسر آتا تبلیغ کرتے جاتے تا آنکہ بیس دن کی پیدل مسافت کے بعد آپ طائف پہنچ گئے۔

طائف میں بنوثقیف آباد تھے اور تین بھائی مسعود، حبیب اور عبدیالیل اس شہر کے سردار اور رؤسائے مکہ کے ہمسر تھے۔ آپ نے انہیں اللہ کا پیغام سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ اہل مکہ سے گونا گوں تعلقات کی بنا پر پہلے سے ہی مکہ اور اہل مکہ کے حالات سے واقف تھے چنانچہ انہوں نے بھی قریش مکہ ہی کی روش اختیار کی اور نہ صرف یہ کہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا بلکہ بڑی بدتمیزی سے

پیش آئے اور گستاخانہ جواب دیئے۔ ایک بھائی نے کہا: اگر واقعی تمہیں اللہ نے بھیجا ہے تو بس پھر وہ کعبہ کا غلاف نچوانا چاہتا ہے۔ دوسرے نے کہا: کیا اللہ میاں کو رسالت کے لیے تیرے سوا کوئی مناسب آدمی نہ مل سکا۔ تیسرا بولا: اللہ کی قسم! میں تجھ سے بات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو پھر آپ کو جواب دینا خلاف ہے اور اگر تم (نعوذ باللہ) جھوٹے ہو تو پھر اس قابل نہیں کہ تم سے بات کی جائے۔

آپ نے نہایت بردباری سے انہیں جواب دیا کہ اگر تم مجھے رسول ماننے کو تیار نہیں تو کم از کم میری راہ میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ چنانچہ آپ نے دوسرے لوگوں کو دعوت دینا اور وعظ، نصیحت شروع کر دی۔ ان بدبختوں نے اپنے غلاموں، خادموں اور شہر کے اوباش لڑکوں کو آپ کے پیچھے بھیج دیا کہ وہ آپ کو طائف سے باہر نکال دیں۔ چنانچہ ان اوباشوں کا غول آپ کے پیچھے لگ گیا۔ جہاں آپ وعظ کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے، شور مچاتے اور پتھر مارتے۔ جب آپ نڈھال ہو جاتے تو یہ غنڈے آپ کو بازو سے پکڑ کر اٹھا دیتے اور پھر ٹخنوں پر پتھر مارتے اور تالیاں بجا بجا کر ہنستے۔ خون بے تحاشا بہہ رہا تھا اور آپ کی جوتیاں اندر اور باہر سے لتھڑ گئیں۔ آخر آپ نے ایک باغ کے احاطہ میں پناہ لی۔ یہ باغ رئیس مکہ عتبہ بن ربیعہ اور اسکے بھائی شیبہ کا تھا۔ عتبہ ایک رحم دل انسان تھا۔ اس نے یہ حالت دیکھی تو اپنے غلام عداس کے ہاتھ ایک پلیٹ میں انگور بھجوائے۔ آپ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہی پہلے بسم اللہ پڑھا پھر انگور کھانا شروع کئے۔ عداس کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! یہ کلمہ یہاں کے لوگ تو کبھی نہیں کہتے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ وہ بولا میں عیسائی ہوں اور نینوا کا باشندہ ہوں۔ آپ نے کہا: گویا تم مرد صالح یونس بن متیٰ کے شہر کے ہو۔ وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔ غلام نے یہ سنا تو آپ کے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ عتبہ اور شیبہ نے یہ ماجرا دیکھا تو جب عداس واپس آیا تو اسے ملامت کی اور کہا کہ تم یہ کیا حرکت کر رہے تھے۔ تم نے اپنا مذہب خراب کر لیا ہے۔ عداس نے جواب دیا کہ اس شخص نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جو صرف ایک نبی ہی بتا سکتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا آپ پر احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! میں نے تیری قوم (قریش) کی طرف سے جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ سب سے زیادہ سخت دن مجھ پر طائف کا دن گزرا ہے جب میں نے اپنے تئیں عبد یالیل بن کلال پر پیش کیا۔ اس نے میری دعوت کو قبول نہ کیا تو میں افسردہ خاطر ہو کر واپس ہوا اور مجھے اس وقت قدرے افاقہ ہوا جب میں قرن ثعالب (ایک مقام کا نام) پہنچ گیا۔ میں نے اوپر سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور اس میں جبریل موجود ہیں۔ جبریل نے مجھے پکارا اور کہا کہ تمہاری قوم نے جو تجھے جواب دیا وہ اللہ نے سن لیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ جیسا چاہیں اسے حکم دیں۔ اتنے میں پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے سلام کہا اور کہنے لگا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ اور طائف کے پہاڑوں کو ملا کر سب کو چکنا چور کر دوں۔ تو نبی نے فرمایا (ایسا مت کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے اللہ ایسے لوگ

پیدا کرے گا جو صرف اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ (بخاری، مسلم، کتاب الجہاد والسیر)

اس متفق علیہ حدیث سے معلوم ہوا کہ طائف کا دن آپ کی زندگی کا سخت اور مشکل ترین دن تھا۔ حتیٰ کہ احد کے دن جب آپ زخمی ہو گئے تھے اس سے سخت دن تھا۔ آپ نے اس موقع پر جس صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ اور انتقام کا اختیار مل جانے کے باوجود جس طرح آپ نے عفو و درگزر سے کام لیا وہ بلاشبہ آپ کی پیغمبرانہ عظمت کی دلیل ہے۔

آپ قریش مکہ کی طرف سے اسلام لانے سے تو مایوس ہو ہی چکے تھے اس واقعہ طائف نے آپ کے غم و اندوہ میں مزید اضافہ کر دیا۔ آپ مکہ واپس آئے تو دامن حرمین میں ٹھہر گئے۔ آپ کے بال بچے مکہ میں تھے اور مکہ والے آپ کے جانی دشمن تھے۔ آپ نے بنو خزاعہ کے ایک آدمی کے ہاتھ اخنس بن شریق کو پیغام بھیجا کہ وہ مکہ میں آپ کو پناہ دے۔ اخنس نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ نہیں دے سکتا۔

پھر آپ نے یہی پیغام سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ اس نے بھی یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ بنو عامر کی دی ہوئی پناہ بنو کعب پر لاگو نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے یہی پیغام مطعم بن عدی کو بھیجا۔ جس نے پناہ دینا منظور کر لیا۔ اور اپنے بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو بلا کر کہا کہ ہتھیار بند ہو کر خانہ کعبہ کے گوشوں پر جمع ہو جاؤ۔ کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دے دی ہے۔' اس انتظام کے بعد اس نے آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ مکہ تشریف لا سکتے ہیں۔' چنانچہ آپ مکہ تشریف لائے اور حرم میں داخل ہو گئے۔ مطعم بن عدی نے اپنی سواری پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ قریش کے لوگو! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے۔ (سیرۃ النبی)

اس کے بعد آپ حجر اسود پر پہنچے۔ اسے چوما۔ نماز پڑھی۔ پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اس دوران مطعم کے بیٹوں نے ہتھیار بند ہو کر آپ کا پہرہ دیا۔ اس کے بعد مکی دور کا باقی حصہ آپ مطعم کی پناہ میں مکہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ زندگی بھر مطعم کے اس احسان کو نہیں بھولے۔ جنگ بدر میں بہت سے مشرک قید ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض کی سفارش کے لیے مطعم کے بیٹے سیدنا جبیر (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اگر آج مطعم زندہ ہوتے اور ان ناپاک قیدیوں کے متعلق بات کرتے تو میں ان سب کو چھوڑ دیتا (بخاری، کتاب المغازی)

جب آپ طائف سے مکہ واپس آئے تو حج کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ آپ بغرض تبلیغ منیٰ تشریف لے گئے۔ اور مدینہ کے قبیلہ اوس کے آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مدینہ میں قبیلہ اوس اور خزرج میں سال ہا سال سے خانہ جنگی چلی آ رہی تھی۔ جس سے سنجیدہ طبقہ سخت نالاں تھا لیکن اسے اس سے نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ لوگ دراصل حج کے علاوہ اس غرض سے بھی آئے تھے کہ خزرج کے خلاف قریش مکہ کی مدد حاصل کریں جب ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی اور اس کے احکام بتائے تو اوس کے قبیلہ کا ایک ذہین آدمی کہنے لگا۔ واللہ! جس کام کے لیے تم آئے ہو اس سے یہ کام بہتر ہے۔ یعنی ان لوگوں کو آپ کی ذات میں وہ بات نظر آ گئی جس کی انہیں مدتوں سے تلاش تھی کہ خانہ جنگیوں سے کس طرح چھٹکارا مل سکتا ہے۔ چنانچہ ذی

الحجہ ۱۰ نبوی میں اسی مقام پر جسے عقبہ کہتے ہیں۔ پانچ اور بعض روایات کے مطابق چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ امید کی پہلی کرن تھی جو اس عام الحزن کے آخر میں نمودار ہوئی۔ ان آدمیوں کے ذریعہ قبیلہ خزرج میں بھی اسلام کی اشاعت ہوئی۔ یہ لوگ ایک تو باہمی خانہ جنگی سے پریشان تھے۔ کہ مدینہ کے یہودی قبائل ایک دوسرے سے حلیف بن کر انہیں لڑاتے رہتے تھے چنانچہ اگلے سال یعنی ذی الحجہ ۱۱ھ میں اسی مقام پر اوس اور خزرج کے بارہ آدمی آپ کی دعوت پر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر باضابطہ بیعت کی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی شرائط یہ تھیں کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے، چوری اور زنا کے مرتکب نہ ہوں گے۔ لڑکیوں کو زندہ در گور نہیں کریں گے۔ کسی پر تہمت نہیں لگائیں گے۔ کسی کی غیبت نہ کریں گے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم مانیں گے۔

یہ بیعت گئی رات نہایت خفیہ انداز میں ہوئی تھی۔ ان نو مسلم صحابہ نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی معلم کو بھیجا جائے۔ چنانچہ آپ نے سیدنا مصعب بن عمیر کو قرآن کے احکام سکھانے اور تبلیغ کے لیے مدینہ روانہ فرمایا۔ مصعب مدینہ میں اسعد بن زرارہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے جو مدینہ کے ایک معزز رئیس تھے۔ یہ وہی مصعب بن عمیر ہیں جو مکہ کے ایک امیر گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ بڑے خوش شکل اور حسین نوجوان تھے اور قیمتی لباس پہنتے تھے۔ مگر جب اسلام قبول کیا تو ماں نے ان کا دانہ پانی بھی بند کر دیا اور گھر سے باہر نکال دیا تھا۔ انہوں نے دین حق کی خاطر سب کو برداشت کیا اور امیری پر فقیری کو ترجیح دی۔ انہیں مدینہ میں اسلام کا پہلا داعی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ غزوہ بدر میں لشکر اسلام کی علمبرداری کے منصب پر فائز ہوئے اور غزوہ احد میں شہادت پائی تھی ان کی کوششوں سے مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے ان دو سرداروں کے ذریعہ اسلام کی قوت میں خاصا اضافہ ہوا چنانچہ اگلے سال مدینہ کے ۷۵ افراد جن میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ مکہ میں حج کے موقع پر ایام تشریق میں عقبہ کے مقام پر (جو منیٰ اور مکہ کے درمیان ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ یہ بیعت بھی تہائی رات گزرنے کے بعد نہایت خفیہ انداز سے ہوئی اور بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس بیعت کی سب سے اہم شرط جس کی طرف قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے وہ عبادہ بن صامت کی زبانی سنیے۔ جو بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شریک تھے اور انکی اس ہدایت کو بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کیا ہے:

عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہم مانیں گے۔ چاہے آسانی ہو یا تنگی ہو، خواہ وہ ہمیں اچھی لگے یا ناگوار محسوس ہو۔ خواہ آپ دوسروں کو ہم پر ترجیح دیں اور جس کو بھی آپ امیر مقرر فرمائیں گے ہم اس کا حکم مانیں گے اس سے بحث نہیں کریں گے اور ہر صورت میں حق بات ہی کہیں گے اور اس معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔' (بخاری۔ کتاب الاحکام۔ مسلم۔ کتاب الامارۃ)

اور اس شرط کی اہمیت ہے کہ آپ نے ان ۷۵ آدمیوں میں سے انصار کی مرضی کے مطابق ۱۲ نقیب یا امیر مقرر فرما دیئے تھے

تا کہ اسلام کی انقلابی تحریک کا جو کام ہو وہ نظم وضبط کے تحت ہو۔ اور عبادہ بن صامت خود بھی نقیب مقرر کئے گئے تھے۔ کتب سیر میں جو مزید تفصیلات ملتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو سیدنا عباس نے ان سے کہا: اے گروہ انصار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ ان کے لیے سینہ سپر رہے۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی جواب دے دو۔ انصار نے اس بات کا سیدنا عباس کو تو جواب نہیں دیا البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہم سے جو عہد لیں ہم حاضر ہیں۔ چنانچہ نبی نے فرمایا: اس بات کا عہد کرو تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے ہاں آبسوں تو تم اپنے اہل وعیال کی طرح میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت کرو گے۔ انصار نے پوچھا کہ اس کے عوض ہمیں کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا 'جنت' ایک انصاری ابوالہیثم نے بات کاٹ کر کہا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے جائیں؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا: ایسا نہیں ہوگا۔ میرا مرنا اور میرا جینا تمہارے ہی ساتھ ہوگا۔ عہد وپیان کی یہ جزئیات طے ہونے کے بعد سب سے پہلے براء بن عازب بن معرور نے پھر سب ساتھیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

یہ عہد وپیان اگرچہ انتہائی رازداری اور خفیہ طریقہ سے طے پائے تھے۔ تاہم مشرکین مکہ کو اس کی بھنک پڑ گئی۔ چنانچہ کافروں کا ایک وفد قبیلہ خزرج کے ہاں پہنچ گیا۔ خزرج کے مشرکین چونکہ خود بھی اس معاہدہ کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے لہٰذا انہوں نے اس وفد کو یقین دہانی کرا دی کہ ایسا کوئی معاہدہ طے نہیں پایا۔ لہٰذا یہ وفد واپس لوٹ آیا۔ البتہ اس واقعہ کا یہ اثر ضرور ہوا کہ خزرج کے مسلمان چوکنے ہو گئے اور انہوں نے جھٹ مدینہ کی راہ لی۔ بعد میں مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ معاہدہ والی بات محض افواہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی تھی۔ لہٰذا وہ خزرج کے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ مگر مسلمان تیز رفتاری سے آگے جا چکے تھے۔ البتہ سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور اسلام لا چکے تھے پکڑے گئے۔ مشرکوں نے انہیں زدو کوب کرنا چاہا تو مطعم بن عدی اور حرب بن امیہ آڑے آ گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کے تجارتی قافلے سعد بن عبادہ کی پناہ میں ہی مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے لہٰذا مشرکوں کو اپنا غیظ وغضب ضبط کرنا پڑا۔ اس طرح تمام مسلمان بخیر وعافیت مدینہ پہنچ گئے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بعد عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ یہ دونوں حضرات مدینہ کے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے بعد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے، ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیس مسلمانوں کے ہمراہ مکہ کے قریشیوں کو للکارتے ہوئے ہجرت کے لیے نکلے۔

اور مدینہ پہنچے اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر، سورہ اعلیٰ)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا
تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○
اے ایمان والو! اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی
سخت دشمنی تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے،
اور اللہ سے ڈرا کرو، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔

اگرچہ قریبی رشتہ دار ہوں حکم انصاف کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ" قَائِمِينَ "لِلّٰهِ" بِحُقُوقِهِ "شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ" يَحْمِلَنَّكُمْ "شَنَاٰنُ" بُغْض "قَوْم" أَيْ الْكُفَّار "عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوا" فَتَنَالُوْا مِنْهُمْ لِعَدَاوَتِهِمْ "اعْدِلُوا" فِي الْعَدُوّ وَالْوَلِيّ "هُوَ" أَيْ الْعَدْل "أَقْرَب لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰه إِنَّ اللّٰه خَبِيْر بِمَا تَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اے ایمان والو! اللہ کے لئے یعنی اس کے حقوق کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم یعنی کفار کی سخت دشمنی یعنی بغض تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ یعنی ان کی عداوت کی وجہ سے تم ان کی طرح ہو جاؤ۔ دوست و دشمن میں عدل کیا کرو کہ وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

عدل انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو شخص حاکم شریعت کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو حاکم کی خلاف ورزی کریگا اس نے میری نافرمانی کی سنو امام ڈھال کی طرح ہے اس کی آڑ لے کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کی پناہ لی جاتی ہے۔

پس اگر وہ اسے ڈرنے اور عدل وانصاف کرنے کا حکم دے تو اس کو ثواب ملے گا اور وہ اگر اس کی خلاف ورزی کرے تو اس پر گناہ ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 224)

حضرت سعید اپنے والد بردہ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوموسیٰ کو جانب یمن روانہ کرتے وقت یہ فرمایا کہ تم دونوں آسانیاں کرنا اور کوئی سختی نہ کرنا خوشخبری سنانا اور لوگوں کو متنفر نہ کر دینا باہم اتحاد وانصاف رکھنا اور کبھی اختلاف نہ ہونے دینا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 304)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ○

اللہ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

اللہ کے وعدہ مغفرت وثواب کے برحق ہونے کا بیان

"وَعَدَ اللّٰه الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" وَعْدًا حَسَنًا "لَهُمْ مَغْفِرَة وَاَجْر عَظِيْم" هُوَ الْجَنَّة

اللہ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اچھا وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ وہ جنت ہے۔

پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب بخشش ہو جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت صرف اس لئے بخش دی گئی کہ اس کا گزر ایک کتے پر ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا عنقریب پیاس سے مرجاتا اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اسے دوپٹہ میں باندھ کر اس کے لئے پانی کھینچا (اور اسے پلا دیا) تو اسی بات پر اس کی بخشش ہوگئی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 575)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ○

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔

حکم وحی یا حکم حدیث کو جھٹلانے والے کیلئے جہنم کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 109)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○

اے ایمان والو! اللہ کا احسان جو تم پر ہے اس کو یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں، تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف اہل ایمان کی عصمت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰه عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْم" هُمْ قُرَيْش "اَنْ يَّبْسُطُوا" يَمُدُّوا "اِلَيْكُمْ اَيْدِيهمْ" لِيَفْتِكُوا بِكُمْ "فَكَفَّ اَيْدِيهم عَنْكُمْ" وَعَصَمَكُمْ مِمَّا اَرَادُوْا بِكُمْ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ،

اے ایمان والو! اللہ کا احسان جو تم پر ہے اس کو یاد کرو جب ایک قوم یعنی قریش نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں، تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اس نے تمہیں اس سے محفوظ کر لیا جس کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔ اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

نبی کریم ﷺ کی عصمت اور سورہ مائدہ آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ محارب میں سے ایک آدمی نے جس کا نام غوث بن حارث تھا اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا کیا میں تمہاری خاطر محمد کو قتل نہ کر دوں؟ اس کی قوم نے اثبات میں جواب دیا اور پوچھا کہ تم انہیں کس طرح قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں انہیں غفلت میں قتل کر دوں گا راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص آپ کے پاس آیا جبکہ آپ اپنی تلوار گود میں لیے بیٹھے تھے اس نے کہا اے محمد ﷺ کیا میں آپ کی تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا دیکھ لو اس نے تلوار پکڑ لی اور سونت لی اور پھر اسے لہرانا شروع کر دیا اور آپ کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے اسے ذلیل اور رسوا کر دیا اس نے کہا اے محمد کیا تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا کیا اس کے باوجود کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تجھ سے میری حفاظت فرمائے گا پھر اس نے تلوار میان میں ڈال کر رسول اللہ ﷺ کو واپس کر دی اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ اے ایمان والو خدا نے تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ روک دیے۔ (زادالمسیر 2۔308)

حضرت جابر ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور لوگ سائے کے لیے متفرق ہو کر درختوں کے نیچے چلے گئے نبی نے اپنا اسلحہ درخت سے لٹکا دیا ایک دیہاتی رسول اللہ کی تلوار پکڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ اعرابی نے یہی بات دو یا تین مرتبہ دہرائی اور نبی یہی فرماتے رہے کہ مجھے اللہ بچائے گا اس دیہاتی نے تلوار نیام میں واپس ڈال دی نبی نے اپنے صحابہ کو بلا کر دیہاتی کا قصہ سنایا جبکہ وہ آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ نے اسے سزا نہ دی۔ (سیوطی 101، نیسابوری 162، طبری 6۔94، قرطبی 6۔111)

مجاہد کلبی اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے ایک نے بنوسلمہ کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا اور نبی کریم اور ان کی قوم کے درمیان معاہدہ تھا چنانچہ ان کی قوم دیت کے مطالبے کے لیے آپ کے پاس آئی پس آپ ابوبکر، عمر، عثمان، علی طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین کو ساتھ لے کر کعب بن اشرف اور بنونضیر کے پاس دیت کی ادائیگی میں تعاون کے لیے تشریف لے گئے انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ پر ایسا وقت آ گیا کہ آپ ہمارے پاس آئے اور حاجت طلب کرتے ہیں آپ بیٹھے تا کہ ہم آپ کو کھانا بھی کھلائیں اور آپ کی حاجت بھی پوری کریں چنانچہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے ادھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا

کہ تم نے محمد کو اتنا قریب پہلے نہیں پایا تم میں سے کون ہے جو اس چھت پر چڑھے اور ان پر چٹان پھینک دے تاکہ ہمیں ان سے راحت اور خلاصی مل جائے عمر بن جحاش بن کعب نے کہا یہ کام میں کروں گا چنانچہ ایک بڑی چکی کے پاس آیا تاکہ آپ پر پھینک دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو روک دیا اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ وہاں سے نکل آئے اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی (نیسابوری 162)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منزل میں قیام فرمایا، اصحاب جُدا جُدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا دی، ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضور سے کہنے لگا اے محمد تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور نے فرمایا اللہ، یہ فرمانا تھا حضرت جبریل نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ کہنے لگا کہ کوئی نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود)

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝

اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کیے، اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم رکھی اور تم زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیتے رہے تو میں تم سے تمہارے گناہوں کو ضرور مٹا دوں گا اور تمہیں یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ پھر اس کے بعد تم میں سے جس نے بھی کفر کیا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں کا بیان

"وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰه مِيْثَاق بَنِیْ اِسْرَائِيل" بِمَا يُذْكَر بَعْد "وَبَعَثْنَا" فِيْهِ الْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة اَقَمْنَا "مِنْهُمْ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِيْبًا" مِنْ كُلّ سَبْط نَقِيْب يَكُوْن كَفِيْلًا عَلٰى قَوْمه بِالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ تَوْثِقَةً عَلَيْهِمْ "وَقَالَ" لَهُمْ "اللّٰه اِنِّیْ مَعَكُمْ" بِالْعَوْنِ وَالنُّصْرَة "لَئِنْ" لَام قَسَم "اَقَمْتُمْ الصَّلَاة وَ اٰتَيْتُمْ الزَّكَاة وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِی وَعَزَّرْتُمُوهُمْ" نَصَرْتُمُوهُمْ "وَاَقْرَضْتُمْ اللّٰه قَرْضًا حَسَنًا" بِالْاِنْفَاقِ فِیْ سَبِيْله "لَاُكَفِّرَن عَنْكُمْ سَيِّئَاتكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار فَمَنْ كَفَرَ بَعْد ذٰلِكَ" الْمِيْثَاق

"مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ" اَخطَأ طَرِيْقَ الْحَق . وَالسَّوَاءُ فِي الْاَصْلِ الْوَسَط فَنَقَضُوا الْمِيْثَاق،

اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا جس کا ذکر اس کے بعد آیا ہے۔اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے،اس میں غیبت کلام کی طرف التفات ہے۔یہاں بعثنا اقمنا کے معنی میں ہے۔ہر قبیلہ سے نگران مقرر کیے ہیں۔تا کہ اپنی قوم کے عہد کو پورا کرنے کی تاکید کریں۔اور اللہ نے ان سے فرمایا کہ میں مدد اور نصرت میں تمہارے ساتھ ہوں، یہاں پر لئن میں لام قسم ہے۔ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور تم زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی عزت کرو۔اور ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے قرضِ حسنہ دیتے رہے۔تو میں تم سے تمہارے گناہوں کو ضرور مٹادوں گا اور تمہیں یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔پھر یعنی اس عہد کے بعد تم میں سے جس نے بھی کفر کیا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔یعنی حق کی راہ دور ہو گیا۔سواء اصل میں وسط کے معنی میں ہے۔پس انہوں نے عہد کو توڑ دیا۔

بنی اسرائیل اور امت محمدیہ ﷺ کے بارہ نقباء کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ جب سرکشوں سے لڑنے کیلئے گئے تب ہر قبیلہ میں سے ایک ایک سردار منتخب کر گئے تھے۔اوبیل قبیلے کا سردار شامون بن اکون تھا،شمعونیوں کا چودھری شافاط بن جدی، یہودا کا کالب بن یوحنا، فیخائیل کا ابن یوسف اور افرائیم کا یوشع بن نون اور بنیامین کے قبیلے کا چودھری قنطمی بن وفون، زبولون کا جدی بن شوری، منشاء کا جدی بن سوسی، دان حملاسل کا ابن حمل، اشار کا ساطور، تفتالی کا بحر اور یاحز کالابل۔توراۃ کے چوتھے جز میں بنواسرائیل کے قبیلوں کے سرداروں کے نام مذکور ہیں۔جو ان ناموں سے قدرے مختلف ہیں۔۔موجودہ تورات کے نام یہ ہیں۔بنوادبیل پر صونی بن سادون، بنی شمعون پر شموال بن صور، بنو یہود پر حشون بن عمیاذب، بنو یساخر پر شال بن صاعون، بنوزبولوں پر الیاب بن حالوب، بنوافرائیم پر منشا بن عنہور، بنومنشاء پر حمائیل بنو بیامیں پر ابیدن، بنودان پر جعیذر بنواشاذ نحایل۔بون کان پر سیف بن دعوابیل، بنونفعالی پر اجذع۔

(تفسیر ابن کثیر، مائدہ)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ کی رات انصار سے بیعت لی اس وقت ان کے سردار بھی بارہ ہی تھے۔تین قبیلہ اوس کے۔ حضرت اسید بن حضیر، حضرت سعد بنی خیثمہ اور حضرت رفاعہ بن عبدالمنذ راور نوسردار قبیلہ خزرج تھے۔ابوامامہ، اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک بن عجلان براء بن معرور عبادہ بن صامت، سعد بن عبادہ، عبداللہ بن عمرو بن حرام، منذر بن عمرو بن حنیش اجمعین۔انہی سرداروں نے اپنی اپنی قوم کی طرف سے پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے فرامین سننے اور ماننے کی بیعت کی، حضرت مسروق فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے، آپ ہمیں اس وقت قرآن پڑھا رہے تھے تو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی پوچھا ہے کہ اس امت کے کتنے خلیفہ ہوں گے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں جب سے عراق آیا ہوں، اس سوال کو بجز تیرے کسی نے نہیں پوچھا، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا، بارہ ہوں گے، جتنی گنتی بنواسرائیل کے نقیبوں کی تھی۔

جابر بن سمرہ فرماتے ہیں "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، لوگوں کا کام چلتا رہے گا، جب تک ان کے والی بارہ شخص نہ ہولیں، پھر ایک لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں نہ سن سکا تو میں نے دوسروں سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اب کونسا لفظ فرمایا، انہوں نے جواب دیا یہ فرمایا کہ یہ سب قریش ہوں گے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ
وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○
تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے
ہیں اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر پاتا رہے گا، سوائے
ان کے تھوڑے سے لوگوں کے، سو انھیں معاف کر دے اور ان سے درگزر کر۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

عہد کو توڑنے کے سبب مستحق لعنت ہونے کا بیان

"فَبِمَا نَقْضِهِمْ" مَا زَائِدَة "مِيْثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ" اَبْعَدْنَاهُمْ عَنْ رَحْمَتِنَا "وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً" لَا تَلِين لِقَبُوْلِ الْاِيْمَان "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِم" الَّذِيْ فِي التَّوْرَاة مِنْ نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْره "عَنْ مَّوَاضِعه" الَّتِي وَضَعَهُ اللّٰه عَلَيْهَا اَيْ يُبَدِّلُوْنَهُ "وَنَسُوْا" تَرَكُوا "حَظًّا" نَصِيبًا "مِمَّا ذُكِّرُوْا" اُمِرُوْا "بِهِ" فِي التَّوْرَاة مِنْ اتِّبَاع مُحَمَّدٍ "وَلَا تَزَال" خِطَاب لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَطَّلِع" تَظْهَر "عَلٰى خَائِنَة" اَيْ خِيَانَة "مِنْهُمْ" بِنَقْضِ الْعَهْد وَغَيْره "اِلَّا قَلِيْلًا مِنْهُمْ" مِمَّنْ اَسْلَمَ "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰه يُحِبّ الْمُحْسِنِيْنَ" وَهٰذَا مَنْسُوخ بِاٰيَةِ السَّيْف،

یہاں پر ما زائدہ ہے۔ تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی یعنی ان کو رحمت سے دور کر دیا۔ اور ان کے دلوں کو ایمان کی قبولیت پر سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں یعنی تورات سے نبی کریم ﷺ کی نعت وغیرہ کو اس کی جگہ جہاں اللہ نے اس کو بیان کیا تھا اس سے بدل دیتے ہیں۔ اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے یعنی تورات میں ایک حصہ جس میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کا حکم تھا اس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر پاتا رہے گا، یعنی آپ ﷺ پر ان کی کوئی نہ کوئی خیانت ظاہر ہوتی رہے گی۔ جو عہد توڑنے وغیرہ کے سبب ہو گی سوائے ان کے تھوڑے سے لوگوں کے، یعنی جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ سو انھیں معاف کر دے اور ان سے درگزر کر۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ حکم آیت سیف سے منسوخ ہے۔

کلام الٰہی کو بدلنے اور نبی کریم ﷺ کی نعت کو چھپانے والوں کے دلوں کی سختی کا بیان

حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے کہ "نقض عہد" کے سبب سے ان میں دو باتیں آئیں۔ "ملعونیت" اور "قسوت قلب" ان دونوں کا نتیجہ یہ دو چیزیں ہوئیں "تحریف کلام اللہ" اور "عدم انتفاع بالذکر" یعنی لعنت کے اثر سے ان کا دماغ ممسوخ ہو گیا حتی کہ نہایت بیباکی اور بدعقلی سے کتب سماویہ کی تحریف پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف جب عہد شکنی کی نحوست سے دل سخت ہو گئے تو قبول حق اور نصیحت سے متاثر ہونے کا مادہ نہ رہا اس طرح علمی اور عملی دونوں قسم کی قوتیں ضائع کر بیٹھے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۝
اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں،
تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔

نصاریٰ میں باہمی عداوت ہونے کا بیان

"وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصَارٰى" مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ "اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ" كَمَا اَخَذْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ الْيَهُوْدِ "فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ" فِى الْاِنْجِيْلِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَغَيْرِهٖ وَنَقَضُوا الْمِيْثَاقَ "فَاَغْرَيْنَا" اَوْقَعْنَا "بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" بِتَفَرُّقِهِمْ وَاخْتِلَافِ اَهْوَائِهِمْ فَكُلُّ فِرْقَةٍ تُكَفِّرُ الْاُخْرٰى "وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ" فِى الْاٰخِرَةِ "بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ" فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهِ،

اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ متعلق اس قول کے ہے۔ "اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ" جس طرح ہم نے ان یعنی بنی اسرائیل یہود سے عہد لیا تو انجیل میں ایمان وغیرہ کو وہ بھلا بیٹھے، بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں، اور انہوں نے عہد توڑ دیا تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا یعنی ان میں فرقے اور خواہشات کے اختلاف کے سبب گروہ بن گئے اور ہر گروہ دوسرے کی تکفیر کرتا۔ اور عنقریب اللہ آخرت میں انہیں بتادے گا جو کچھ کرتے تھے۔ لہٰذا اس پر وہ انہیں جزاء دے گا۔

نصاریٰ کے معروف تین فرقوں کا بیان

حضرت قتادہ نے کہا کہ جب نصاریٰ نے کتاب الٰہی (انجیل) پر عمل کرنا ترک کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، فرائض ادا نہ کئے، حدود کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان عداوت ڈال دی۔

حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ نصاریٰ میں اصل تین فرقے تھے، ایک فسطوریہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ دوسرا یعقوبیہ جو خود عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ متحد مانتے تھے۔ تیسرا ملکائیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں سے ایک مانتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اختلاف عقائد کے ساتھ باہم عداوت ضروری ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ
وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۝
اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں
ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر فرماتے ہیں۔
بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب۔

اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آنے کا بیان

"يَا اَهْلَ الْكِتَاب" اَلْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى "قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا" مُحَمَّدٌ "يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ" تَكْتُمُوْنَ "مِنَ الْكِتَاب" التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل كَاٰيَةِ الرَّجْم وَصِفَته "وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْر" مِنْ ذٰلِكَ فَلَا يُبَيِّنهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَصْلَحَة إِلَّا افْتِضَاحكُمْ "قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰه نُوْر" هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَكِتَاب" قُرْاٰن "مُبِين" بَيِّن ظَاهِر،

اے اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ، بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب یعنی تورات وانجیل میں سے جس طرح آیت رجم اور آپ ﷺ کی تعریف چھپائے رکھتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر فرماتے ہیں۔ یعنی بہت ساری باتوں کو بیان ہی نہیں کرتے ہاں البتہ جب کسی میں تمہاری فضیحت مقصود ہوتی ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا ہے جو نبی کریم ﷺ ہیں اور ایک روشن کتاب، جو قرآن مجید ہے۔

نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کا بیان

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبد الرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی تصنیف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں *باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ قربان مجھے بتا دیجیے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی فرمایا اے جابر بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں* خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا اس وقت لوح و قلم جنت دوزخ فرشتے آسمان زمین سورج چاند جن آدمی کچھ نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور

دوسرے سے کرسی تیسرے سے ملائکہ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے بہشت و دوذخ بنائے پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ایک حصہ سے قلم پیدا کیا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنی جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

منافقین نے نبی کریم ﷺ کے نور سے متعلق مصنف عبدالرزاق میں یہودیوں کی طرح تحریف کرتے ہوئے حدیث کو مٹادیا ایک عرصے کے بعد جب مصنف عبدالرزاق کا ایک پرانا نسخہ دستیاب ہوا تو حیرانگی کی انتہاء نہ رہی کہ نام نہاد قرآن وحدیث کے دعویدار اصل میں نبی کریم ﷺ سے کتنی عداوت رکھتے ہیں۔ کہ جس حدیث میں شان رسالت ﷺ کا پہلوان کو نظر آئے اس کو کتابوں سے مٹا دیتے ہیں۔اب پاکستان اور دنیا بھر میں منافقین کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ جہاں ایک محقق دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کثیر احادیث جن میں نبی کریم ﷺ کی شان وعظمت کا پہلو نمایاں ہو تو منافقین جاہلانہ اس حدیث کے راویوں پر جرح وتعدیل کر کے ضعیف یا مردود یا جھوٹی حدیث ثابت کرنے میں ہزاروں صفحات سیاہ کر دیتے ہیں۔اس کے بعد نام نہاد سکالرز ٹائپ جاہلوں کی ٹیم اس بد بخت مصنف کو امام کا نام یا شیخ الاسلام کا نام دیکر اس کتاب اور اس کے باطل عقیدوں کی بھر مچا دیتے ہیں کاش بعد آنے والے ان بد بخت لوگوں کی منافقت و یہودیت کو سمجھ لیں تو کبھی اس بد بخت کی کتابوں کا ہاتھ تک نہ لگائیں۔اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو منافقین، کفار اور مشرکین، اہل بدعت وروافض کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین،

مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے، امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(علامہ فاسی مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ص265)

اس کی مثال یوں سمجھئے ایک ایسا چراغ جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے اس کے باوجود اپنی اصلی حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں * کمی واقع نہیں ہوئی مزید واضح مثلاً سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور ان سیاروں میں منقسم ہو گیا ہے جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سینہ تو جدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بناء پر چمکے اور سورج کی روشنی میں سے منور ہوئے۔

اسی طرح نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو اللہ جل مجدہ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے نہ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نور کا ٹکڑا ہیں جس سے یہ لازم آئے کہ اللہ عزوجل سے نور کا ٹکڑا جدا ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور کے فیض سے پیدا فرمایا جیسے کہ ہم نے مثال سے اسے سمجھا دیا۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک بشر ہیں لیکن ہماری طرح بشر نہیں۔ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

علماء اہلسنت اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے متعدد مقامات پر اس بات کی

صراحت کی ہے کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا مطلقا انکار کفر ہے چنانچہ فتاوٰی رضویہ شریف میں آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلٰی ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ قال اللہ تعالٰی قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا (فتاوٰی رضویہ ج7 صفحہ 67 مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

نبی کریم ﷺ کی نورانیت کا بیان

النور ههنا هو سيدنا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم اى جاء كم نبى و كتاب.

اس جگہ نور ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یعنی تمہارے پاس نبی تشریف لائے اور کتاب آئی۔

(لسان العرب لابن منظور افریقی ص322 ج14 طبع بیروت)

علامہ ابن الاثیر نے کہا نور وہ ہے جس کی روشنی سے اندھا دیکھنے لگتا ہے اور گمراہ راہ پر آ جاتا ہے۔

الظاهر فى نفسه المظهر لغيره . جو خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ في صفته صلى الله عليه وسلم انور المتجرد. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم پاک خالص نور تھا۔ (النہایۃ لابن الاثیر الجزری ص125 ج5 طبع ایران)

امام قاضی ایاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ انه كان لا ظل لشخصه فى شمس ولا قمر لانه كان نورا . وان الذباب كان لا يقع على جسده ولا ثيابه. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھوپ یا چاندنی میں سایہ نہیں تھا، کیونکہ آپ نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اقدس اور کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھی۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ص243 ج1 طبع مصر)

ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا مشى لم يكن له ظل. نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا۔ (مفردات راغب ص315 طبع کراچی).

"ابن عباس کی حدیث میں ہے کافر غیر اللہ کے آگے سجدہ کرتا ہے اور اس کا ظل یعنی جسم جس کا ظل ہے، اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ ظل الشئی۔ کنہ کسی چیز کا حفاظتی پردہ۔ ظل كل شئى شخصه۔ ہر چیز کا ظل، اس کی ذات۔

(لسان العرب لابن منظور ص261 ج8 طبع بیروت. النہایۃ لابن الاثیر ص161 ج3 طبع ایران)

تیرے اور سورج کے درمیان جب کوئی شے حائل ہو جائے تو اس سے پیدا ہونے والا سایہ ظل اور فئی ہے۔ سورج ڈھلتے وقت تک ظل اور اس کے بعد فئی کہلاتا ہے۔ (نہایہ ص159 ج3) کبھی ظل بول کر عزت، طاقت اور خوشحالی مراد ہوتی ہے۔ اظلنی فلان۔ حسنی۔ فلاں نے میری حفاظت کی۔ (مفردات ص.314)

جسم کثیف پر جب روشنی پڑتی ہے تو اس کا جسم کا سایہ پیدا ہوتا ہے جو دیوار، درخت یا زمین وغیرہ پر نظر آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کریم میں نور اور سراج منیر (روشنی دینے والا چراغ) فرمایا گیا ہے لہٰذا آپ کی نورانیت کی وجہ سے آپ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ علمائے امت میں سے کسی قابل ذکر عالم نے آپ کی نورانیت کا انکار نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ نور کا انکار

کرنے سے اس کی ضد کا اثبات لازم آئے گا۔ اور نور کی ضد ظلمت واندھیرا ہے۔ کس مسلمان کی ہمت ہے کہ اپنے نبی کی نورانیت کا انکار کر کے اس کی ضد یعنی آپ کو اندھیرا و ظلمت و تاریکی کا نام دے؟ یاد رہے کہ نور کے مقابلہ میں بشر نہیں، اندھیرا ہے۔ نور و بشر میں کوئی تضاد نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور بھی ہیں۔ بشر بھی۔ ہاں نور و ظلمت میں تضاد ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز ہرگز ظلمت و اندھیرا نہیں مانتے۔ نور مانتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن وحدیث وعربی لغت کے حوالوں سے یہ حقیقت ہم واضح کر چکے ہیں۔ یونہی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر مانتے ہیں۔ جو بشریت کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ کہ قرآن وحدیث وحقائق کا منکر ہے۔

سایہ کی روایات اوران کی حقیقت ومفہوم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دوران سفر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک فالتو اونٹ تھا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا ہے اگر تم اسے اپنا اونٹ دے دو تو بہتر ہو، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بولیں، میں اس یہودیہ کو دوں؟ اس پر رسول الہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ذوالحجہ اور محرم دو مہینے، یا تین مہینے صفر بھی چھوڑے رکھا۔ ان کے پاس تشریف نہ لاتے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، یہاں تک میں آپ سے مایوس ہوگئی۔ (نہ جانے ملیں نہ ملیں) اور میں نے اپنی چارپائی بستر اٹھالیا۔ **فبینما انا یوما بنصف النهار اذا انا بظل رسول الله صلى الله علیه وسلم مقبل.** اسی اثناء میں ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو سامنے سے آتے دیکھا۔ (مسند احمد ص 132 ج 6 طبع بیروت)

جن حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت سے کد ہے اور بہر صورت آپ کی ذات ستودہ صفات کے لئے تاریک سایہ ثابت کرنے کے درپے ہیں پھولے نہیں سماتے کہ ہم نے اپنا مدعا ثابت کر دیا۔ حدیث پیش کر دی۔ حالانکہ ظل کا مطلب ہم نے لغت عرب کی معتبر و مستند کتب سے باحوالہ نقل کر دیا ہے کہ جس طرح اس کا مطلب تاریک سایہ ہے اسی طرح ذات بھی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن وحدیث میں نور فرمایا گیا تو آپ کا تاریک سایہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نور کی تو نورانی شعاعیں ہوتی ہیں۔ کرنیں ہوتی ہیں۔ اس حدیث پاک میں بھی ظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ہم نے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا، کہ ظل کا مطلب جیسے مادی کثیف چیزوں کا تاریک سایہ ہے اسی طرح اس کا مفہوم ذات اور شخص ہے۔ لہٰذا دلائل شرعیہ کو پیش نظر رکھ کر ہی اس کا مفہوم متعین کیا جائے گا مگر بعض کم عقل و بدفہم لوگ اسی بات پر اڑے رہتے ہیں کہ ظل کا مطلب تاریک و کثیف سایہ ہے جیسے ہمارا، تمہارا اور ہر مادی چیز کا۔ وہ اس حدیث پاک پر بار بار غور کریں شاید اللہ پاک شفاء دیدے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری عزت وجلال کی بنا پر آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟۔

اَلْیَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ.

آج میں ان کو اپنے سایہ میں، زیر سایہ رکھوں گا۔ جس دن میرے سائے کے بغیر کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص425 بحوالہ مسلم)

ظل کا لفظ دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تاریک کثیف سایہ ثابت کرنے والے ایمان وعقل کو سامنے رکھ کر بتائیں اللہ کا سایہ اسی طرح ثابت کرو گے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثابت کرتے ہو؟

ہماری تمام تحقیق وگفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن وحدیث کے مطابق نور بھی ہیں۔ بشر بھی، نورانیت کی وجہ سے آپ کا تاریک سایہ نہیں تھا۔ آیت وروایت میں جہاں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ظل کا لفظ آیا ہے اس سے مراد تاریک سایہ نہیں بلکہ آپ کی ذات اور شخصیت مراد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کے متعلق سلف وخلف، تمام علماء، محدثین، مفسرین، اہل سیر متفق ہیں۔

یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝
اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے، اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف
لے جاتا ہے، اپنے حکم سے اور انہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

قرآن کے ذریعے ہدایت کا بیان

"یَھْدِیْ بِہٖ" اَیْ بِالْکِتَابِ "اللّٰہُ مَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ" بِاَنْ اٰمَنَ "سُبُلَ السَّلَامِ" طُرُقَ السَّلَامَۃِ "وَیُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ" الْکُفْرِ "اِلَی النُّوْرِ" الْاِیْمَانِ "بِاِذْنِہٖ" بِاِرَادَتِہٖ "وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ" دِیْنِ الْاِسْلَامِ،

اللہ اس کتاب ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے کفر وجہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی سمت ہدایت فرماتا ہے۔ یعنی دین اسلام کی راہ دیکھاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ہدایت بارش کی طرح ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو علم اور ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطاء فرما کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زور کے ساتھ زمین پر برسے، جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت گھاس اور سبزہ اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ اس کو پیتے اور جانوروں کو پلاتے ہیں اور کھیتی کو سیراب کرتے ہیں اور کچھ بارش زمین کے ایسے حصے حصہ

کو پہنچے کہ جو بالکل چٹیل میدان ہو، نہ وہاں پانی رکتا ہو اور نہ سبزہ اگتا ہو، پس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں فقیہ ہو جائے اور اس کو پڑھے اور پڑھائے اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 82)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ
اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؀
بیشک ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، آپ فرما دیں، پھر کون ہے جو اللہ سے کسی شے کا مالک ہو؟
اگر وہ اس بات کا ارادہ فرمالے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین والوں کو ہلاک فرما دے گا، اور آسمانوں اور زمین اور جو
ان دونوں کے درمیان ہے، بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود سمجھنے والوں کا بیان

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْح ابْن مَرْيَم" حَيْثُ جَعَلُوْهُ اِلٰهًا وَّهُمُ الْيَعْقُوْبِيَّة فِرْقَة مِنْ النَّصَارٰى "قُلْ فَمَنْ يَّمْلِك " اَيْ يَدْفَع "مِنْ" عَذَاب "اللّٰه شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِك الْمَسِيْح ابْن مَرْيَم وَاُمّه وَمَنْ فِي الْاَرْض جَمِيْعًا" اَيْ لَا اَحَد يَمْلِك ذٰلِكَ وَلَوْ كَانَ الْمَسِيْح اِلٰهًا لَقَدَرَ عَلَيْهِ "وَلِلّٰهِ مُلْك السَّمٰوَات وَالْاَرْض وَمَا بَيْنهمَا يَخْلُق مَا يَشَاء وَاللّٰهُ عَلٰى كُلّ شَيْء " شَاءَهُ،

بیشک ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، انہوں نے اس کو معبود بنا لیا۔ اور وہ نصاریٰ میں سے یعقوبیہ فرقہ ہے۔ آپ فرما دیں، پھر کون ہے جو اللہ سے کسی شے کا مالک ہو؟ یعنی کون ہے جو اس سے عذاب کو دور کرے۔ اگر وہ اس بات کا ارادہ فرمالے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین والوں کو ہلاک فرما دے گا، یعنی اس کا کوئی مالک نہیں اور اگر مسیح معبود ہوتے، تو وہ اس پر قادر ہوتے۔ اور آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں کے درمیان ہے، بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

نصاریٰ کے باطل عقیدہ کی تردید کا بیان

جب حضرت مسیح علیہ السلام جن کو تم خدا کہتے ہو اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ جو تمہارے زعم میں خدا کی ماں ہوئیں۔ وہ دونوں بھی تمام من فی الارض کے ساتھ مل کر خدا کی مشیت و ارادہ کے سامنے عاجز ٹھہرے تو خود سوچ لو کہ ان کی یا ان کی والدہ یا کسی اور مخلوق کی نسبت خدائی کا دعویٰ کرنا کس قدر گستاخی اور شوخ چشمی ہوگی۔ آیت کی اس تقریر میں ہم نے "ہلاک" کو "موت" کے معنی میں لیا ہے۔ مگر جمیعاً کے لفظ کی تھوڑی سی وضاحت کردی جو مدلول لفظ جمیعاً کا ہم نے بیان کیا وہ ائمہ عربیہ کی تصریحات کے عین

موافق ہے۔اس کے سوا یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں "ہلاک" کے معنی موت کے نہ لیے جائیں جیسا کہ راغب نے لکھا ہے کبھی "ہلاک" کے معنی ہوتے ہیں" کسی چیز کا مطلقا فنا اور نیست ونابود ہو جانا۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ
بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۝
اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔تم فرمادو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب
فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے،اور اللہ ہی کے لئے ہے
سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی،اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

یہود ونصاریٰ کے دعویٰ ابناء اللہ کی تردید کا بیان

"وَقَالَتْ الْيَهُوْد وَالنَّصَارَى" اَىْ كُلّ مِنْهُمَا "نَحْنُ اَبْنَاء اللّٰه وَاَحِبَّاؤُهُ" اَىْ كَاَبْنَائِهِ فِى الْقُرْب وَالْمَنْزِلَة وَهُوَ كَاَبِينَا فِى الرَّحْمَة وَالشَّفَقَة "قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّد "فَلِمَ يُعَذِّبكُمْ بِذُنُوبِكُمْ" اِنْ صَدَقْتُمْ فِىْ ذٰلِكَ وَلَا يُعَذِّب الْاَب وَلَده وَلَا الْحَبِيب حَبِيبه وَقَدْ عَذَّبَكُمْ فَاَنْتُمْ كَاذِبُوْنَ "بَلْ اَنْتُمْ بَشَر مِمَّنْ" مِنْ جُمْلَة مَنْ "خَلَقَ" مِنْ الْبَشَر لَكُمْ مَا لَهُمْ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ "يَغْفِر لِمَنْ يَّشَاء" الْمَغْفِرَة لَهُ "وَيُعَذِّب مَنْ يَّشَاء" تَعْذِيبه لَا اعْتِرَاض عَلَيْهِ "وَلِلّٰهِ مُلْك السَّمَاوَات وَالْاَرْض وَمَا بَيْنهمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِير" الْمَرْجِع،

اور یہودی اور نصرانی یعنی ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔یعنی قرب اور مرتبے میں اس کے بیٹوں کی طرح ہے۔جس طرح رحمت اور شفقت میں ہمارا باپ ہے۔یا محمد ﷺ تم ان سے فرمادو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے یعنی باپ بیٹے کو سزا نہیں دیتا۔اور کوئی محبوب اپنے محبوب کو سزا نہیں دیا کرتے۔وہ یقیناً تمہیں سزا دے گا۔اور تم جھوٹے ہو۔بلکہ تم سب آدمی ہو اس کی مخلوقات سے،اس سے تمہیں بشر سے پیدا کیا تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے دوسرے انسان ہیں۔جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے لہٰذا اس کے عذاب دینے پر کسی کوئی اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی،اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۸ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ سے گفتگو شروع کی،آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ آپ ہمیں کیا

ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے اس دعوے کا بطلان ظاہر فرمایا گیا۔

یہ لوگ مدینہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں طرف بیٹھ گئے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ہی کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو بحث کا آغاز کرنے کی اجازت دی۔

یہودی گروہ نے کہا: ہم اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ عزیر نبی خدا کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے بحث و گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور اگر اس مناظرہ میں ہم حق پر ہوں تو آپ بھی ہمارے ہم عقیدہ ہو جائیں کیونکہ ہم آپ سے مقدم ہیں، اور اگر آپ نے ہماری موافقت نہ کی تو پھر ہم آپ کی مخالفت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

عیسائی گروہ نے کہا: ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اور خدا ان کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، ہم آپ کے پاس بحث و گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں، اگر آپ ہماری پیروی کریں اور ہمارے ہم عقیدہ ہو جائیں (تو بہتر ہے) کیونکہ ہم اس عقیدہ میں آپ سے مقدم ہیں، اور اگر آپ نے ہمارے اس عقیدہ میں مخالفت کی تو ہم (بھی) آپ کی مخالفت کریں گے۔

عقیدہ ابن اللہ میں یہود کی بحث کا بیان

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری باتوں کو بغیر کسی دلیل کے مان لوں؟ یہودی گروہ: نہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اس بات پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں؟

یہودی گروہ: کتاب توریت مکمل طور پر نیست و نابود ہو چکی تھی اور کوئی اس کو زندہ نہیں کر سکتا تھا، جناب عزیر نے اس کو زندہ کیا، اس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اگر تمہارے پاس جناب عزیر کے خدا کے بیٹے ہونے پر یہی دلیل ہے تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جو توریت لانے والے اور جن کے پاس بہت سے معجزات تھے جن کا تم لوگ خود اعتراف کرتے ہو، وہ تو اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے یا اس سے بھی بالاتر ہوں! پس تم لوگ جناب موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے یہ عقیدہ کیوں نہیں رکھتے جن کا درجہ جناب عزیر سے بھی بلند و بالا ہے؟

اس کے علاوہ اگر خدا کا بیٹا ہونے سے تمہارا مقصود یہ ہے کہ عزیر بھی دوسرے باپ اور اولاد کی طرح شادی اور ہمبستری کے ذریعہ خدا سے پیدا ہوئے ہیں تو اس صورت میں تم نے خدا کو ایک مادّی، جسمانی اور محدود موجود قرار دیدیا ہے، جس کا لازمہ یہ ہے کہ خدا کے لئے کوئی خلق کرنے والا ہو، اور اس کو دوسرے خالق کا محتاج تصور کریں۔

یہودی گروہ: جناب عزیر کا خدا کا بیٹا ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ ان کی اس طرح ولادت ہوئی، کیونکہ یہ معنی مراد لینا جیسا کہ آپ نے فرمایا کفر و جہل کے مترادف ہے، بلکہ ہماری مراد ان کی شرافت اور ان کا احترام ہے، جیسا کہ ہمارے بعض علماء

اپنے کسی ایک ممتاز شاگرد کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کے لئے کہتے ہیں: اے میرے بیٹے! یا وہ میرا بیٹا ہے، یہ بات تو معلوم ہے کہ ولادت کے لحاظ سے بیٹا نہیں ہے کیونکہ شاگرد، استاد کی اولاد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے کوئی رشتہ داری ہوتی ہے، اسی طرح خداوند عالم نے جناب عزیر کی شرافت اور احترام کی وجہ سے ان کو اپنا بیٹا کہا ہے، اور ہم بھی اسی لحاظ سے ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تمہارا جواب وہی ہے جو میں دے چکا ہوں، اگر یہ منطق اور دلیل اس بات کا سبب ہے کہ جناب عزیر خدا کے بیٹے بن جائیں تو پھر جو شخص مثل حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جناب عزیر سے بھی بلند و بالا ہوں اس بات کا زیادہ مستحق ہیں۔

خداوند عالم کبھی بعض لوگوں کو دلائل اور اپنے اقرار کی وجہ سے عذاب کرے گا، تمہاری دلیل اور تمہارا اقرار اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ تم لوگ جناب موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس سے بڑھ کر کہو جو جناب عزیر کے بارے میں کہتے ہو، تم لوگوں نے مثال دی اور کہا: کوئی بزرگ اور استاد اپنے شاگرد سے کوئی رشتہ داری نہیں رکھتا بلکہ اس سے محبت اور احترام کی وجہ سے کہتا ہے: اے میرے بیٹے! یا وہ میرا بیٹا ہے، اس بناء پر تم لوگ یہ بھی جائز سمجھو کہ وہ اپنے دوسرے محبوب شاگرد سے کہے: یہ میرا بھائی ہے، اور کسی دوسرے سے کہے: یہ میرا استاد ہے، یا یہ میرا باپ اور میرا آقا ہے۔

یہ تمام الفاظ شرافت اور احترام کی وجہ سے ہیں، جس کا بھی زیادہ احترام ہو اس کو بہتر اور باعظمت الفاظ سے پکارا جائے، اس صورت میں تم اس بات کو بھی جائز مانو کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) خدا کے بھائی ہیں، یا خدا کے استاد یا باپ ہیں، کیونکہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) کا مرتبہ جناب عزیر سے بلند و بالا ہے۔

اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں کہ کیا تم لوگ اس بات کو جائز مانتے ہو کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) خدا کے بھائی، یا خدا کے باپ یا خدا کے چچا، یا خدا کے استاد، آقا اور ان کے سردار ہوں، اور خداوند عالم احترام کی وجہ سے جناب موسیٰ (علیہ السلام) سے کہے: اے میرے باپ!، اے میرے استاد، اے میرے چچا اور اے میرے سردار۔۔۔؟

یہ سن کر یہودی گروہ لاجواب ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پایا، اور وہ حیران و پریشان رہ گئے تھے، چنانچہ انھوں نے کہا: آپ ہمیں غور و فکر اور تحقیق کرنے کی اجازت دیں!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بے شک تم لوگ اگر پاک و صاف دل اور انصاف کے ساتھ اس سلسلہ میں غور و فکر کرو تو خداوند عالم تم لوگوں کو حقیقت کی طرف راہنمائی فرمادے گا۔

عقیدہ ابن اللہ سے متعلق نصاریٰ کی بحث کا بیان

عیسائیوں کی باری آئی تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم لوگ کہتے ہو کہ خداوند قدیم اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ مسیح کے ساتھ متحد ہے، اس عقیدہ سے تمہاری مراد کیا ہے؟

کیا تم لوگوں کی مراد یہ ہے کہ خدا نے اپنے قدیم ہونے سے تنزل کرلیا ہے، اور ایک حادث (جدید خلقت) موجود میں تبدیل ہو گیا ہے، اور ایک حادث موجود (جناب عیسیٰ) کے ساتھ متحد ہو گیا ہے یا اس کے برعکس، یعنی حضرت عیسیٰ جو ایک حادث اور محدود موجود ہیں انھوں نے ترقی کی اور وہ خداوند قدیم کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں، یا اتحاد سے تمہارا مقصد صرف حضرت عیسیٰ کا احترام اور شرافت ہے؟!

اگر تم لوگ پہلی بات کو قبول کرتے ہو یعنی قدیم وجود حادث وجود میں تبدیل ہو گیا تو یہ چیز عقلی لحاظ سے محال ہے کہ ایک ازلی ولا محدود چیز، حادث اور محدود ہو جائے۔

اور اگر دوسری بات کو قبول کرتے ہو تو وہ بھی محال ہے، کیونکہ عقلی لحاظ سے یہ چیز بھی محال ہے کہ ایک محدود اور حادث چیز لامحدود اور ازلی ہو جائے۔

اور اگر تیسری بات کے قائل ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جناب عیسیٰ (علیہ السلام) دوسرے بندوں کی طرح حادث ہیں لیکن وہ خدا کے ممتاز اور لائق احترام بندہ ہیں، تو اس صورت میں بھی خداوند کا (جو قدیم ہے) جناب عیسیٰ (علیہ السلام) سے متحد اور برابر ہونا قابل قبول نہیں ہے۔

عیسائی گروہ: چونکہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) کو خاص امتیازات سے نوازا ہے، عجیب وغریب معجزات اور دوسری چیزیں انھیں دی ہیں، اسی وجہ سے ان کو اپنا بیٹا قرار دیا ہے، اور یہ خدا کا بیٹا ہونا شرافت اور احترام کی وجہ سے ہے!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بعینہ یہی مطلب یہودیوں سے گفتگو کے درمیان بیان ہوا ہے اور تم لوگوں نے سنا کہ اگر یہ طے ہو کہ خداوند عالم نے ان کو امتیاز اور (معجزات) کی بنا پر اپنا بیٹا قرار دیا ہو تو پھر جو شخص جناب عیسیٰ (علیہ السلام) سے بلند تر یا ان کے برابر ہو تو پھر اس کو اپنا باپ، یا استاد یا اپنا چچا قرار دے۔

عیسائی گروہ یہ اعتراض سن کر لا جواب ہو گیا، نزدیک تھا کہ ان سے بحث وگفتگو ختم ہو جائے، لیکن ان میں سے ایک شخص نے کہا:

کیا آپ جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل خدا (یعنی دوست خدا) نہیں مانتے؟۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جی ہاں، مانتے ہیں۔

عیسائی: اسی بنیاد پر ہم جناب عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، پھر کیوں آپ ہم کو اس عقیدہ سے روکتے ہیں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یہ دونوں لقب آپس میں بہت فرق رکھتے ہیں، لفظ خلیل دراصل لغت میں خَلّہ (بروزن ذرّہ) سے ہے جس کے معنی فقر ونیاز اور ضرورت کے ہیں، کیونکہ جناب ابراہیم (علیہ السلام) بی نہایت خدا کی طرف متوجہ تھے، اور عفت نفس کے ساتھ، غیر سے بے نیاز ہو کر صرف خداوند عالم کی بارگاہ کا فقیر اور نیاز مند سمجھتے تھے، اسی وجہ سے خداوند عالم نے جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل قرار دیا، تم لوگ جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ میں ڈالنے کا واقعہ یاد کرو:

جس وقت (نمرود کے حکم سے) ان کو منجنیق میں رکھا تا کہ ان کو آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آگ کے اندر ڈالا جائے، اس وقت جناب جبرئیل خدا کی طرف سے آئے اور فضا میں ان سے ملاقات کی اور ان سے عرض کی کہ میں خدا کی طرف سے آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں، جناب ابراہیم (علیہ السلام) نے ان سے کہا: مجھے غیر خدا کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے اس کی مدد کافی ہے، وہ بہترین محافظ اور مددگار ہے، اسی وجہ سے خداوند عالم نے جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل قرار دیا، خلیل یعنی خداوند عالم کا محتاج اور ضرورت مند، اور خلق خدا سے بے نیاز۔

اور اگر لفظ خلیل کو خِلّہ (بروزن پلّہ) سے مانیں جس کے معنی معانی کی تحقیق اور خلقت وحقائق کے اسرار ورموز پر توجہ کرنا ہے، اس صورت میں بھی جناب ابراہیم (علیہ السلام) خلیل ہیں یعنی وہ خلقت اور حقائق کے اسرار اور لطائف سے آگاہ تھے، اور یہ معنی خالق ومخلوق میں شباہت کی باعث نہیں ہوتی، اس بنا پر اگر جناب ابراہیم (علیہ السلام) صرف خدا کے محتاج نہ ہوتے، اور اسرار ورموز سے آگاہ نہ ہوتے تو خلیل بھی نہ ہوتے، لیکن باپ بیٹے کے درمیان پیدائشی حوالہ سے ذاتی رابطہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر باپ اپنے بیٹے سے قطع تعلق کر لے تو بھی وہ اس کا بیٹا ہے اور باپ بیٹے کا رشتہ باقی رہتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر تمہاری دلیل یہی ہے کہ چونکہ جناب ابراہیم (علیہ السلام) خلیل خدا ہیں لہٰذا وہ خدا کے بیٹے ہیں، تو اس بنیاد پر تمہیں یہ بھی کہنا چاہئے کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) بھی خدا کے بیٹے ہیں، بلکہ جس طرح میں نے یہودی گروہ سے کہا، اگر یہ طے ہو کہ لوگوں کے مقام وعظمت کی وجہ سے یہ نسبتیں صحیح ہوں تو کہنا چاہئے کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) خدا کے باپ، استاد، چچا یا آقا ہیں۔۔۔ جبکہ تم لوگ کبھی بھی ایسا نہیں کہتے۔

عیسائیوں میں سے ایک شخص نے کہا: حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کے حوالہ سے بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف جا رہا ہوں، لہٰذا اس جملہ کی بنا پر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے خود کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اگر تم لوگ کتاب انجیل کو قبول کرتے ہو تو پھر اس جملہ کی بنا پر تم لوگ بھی خدا کے بیٹے ہو، کیونکہ جناب عیسیٰ کہتے ہیں: میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف جا رہا ہوں، اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ میں بھی خدا کا بیٹا ہوں اور تم بھی۔

دوسری طرف یہ عبارت تمہاری گزشتہ کہی ہوئی بات (یعنی چونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) خاص امتیازات، شرافت اور احترام رکھتے تھے اسی وجہ سے خداوند عالم نے ان کو اپنا بیٹا قرار دیا ہے) کو باطل اور مردود قرار دیتی ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس جملہ میں صرف خود ہی کو خدا کا بیٹا قرار نہیں دیتے بلکہ سبھی کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

اس بنا پر بیٹا ہونے کا معیار حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے خاص امتیازات (اور معجزات میں سے) نہیں ہے، کیونکہ دوسرے لوگوں میں اگرچہ یہ امتیازات نہیں ہیں لیکن خود حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زبان سے نکلے ہوئے جملہ کی بنا پر خدا کے بیٹے

ہیں، لہٰذا ہر مومن اور خدا پرست انسان کے لئے کہا جا سکتا ہے: وہ خدا کا بیٹا ہے، تم لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے قول کو نقل کرتے ہو لیکن اس کے برخلاف گفتگو کرتے ہو۔

کیوں تم لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی گفتگو میں بیان ہونے والے باپ بیٹے کے لفظ کو اس کے غیر معنی میں استعمال کرتے ہو، شاید جناب عیسیٰ (علیہ السلام) کی مراد اس جملہ میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف جا رہا ہوں، سے مراد اس کے حقیقی معنی ہوں یعنی میں حضرت آدم ونوح (علیہما السلام) کی طرف جا رہا ہوں جو ہمارے سب کے باپ ہیں، اور خداوند عالم مجھے ان کے پاس لے جا رہا ہے، جناب آدم ونوح ہمارے سب کے باپ ہیں، اس بنا پر تم کیوں اس جملہ کے ظاہری اور حقیقی معنی سے دوری کرتے ہو اور اس سے دوسرے معنی مراد لیتے ہو؟!

عیسائی گروہ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستدل گفتگو سے اس قدر مرعوب ہوا کہ کہنے لگے: ہم نے آج تک کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس ماہرانہ انداز میں اس طرح بحث وگفتگو کرے جیسا کہ آپ نے کی ہے، ہمیں اس بارے میں غور وفکر کی فرصت دیں۔

يَأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ
بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○
اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد
اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور
ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں، اور اللہ کو سب قدرت ہے۔

زمانہ فترت کی مدت ہونے کا بیان

"يَا اَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا" مُحَمَّدٌ "يُبَيِّنُ لَكُمْ" شَرَائِعَ الدِّيْنِ "عَلٰى فَتْرَةٍ" انْقِطَاعٍ "مِنَ الرُّسُلِ" اِذْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عِيْسٰى رَسُوْلٌ وَمُدَّةُ ذٰلِكَ خَمْسُمِائَةٍ وَتِسْعٌ وَسِتُّوْنَ سَنَةً لِـ "اَنْ" لَا "تَقُوْلُوْا" اِذَا عُذِّبْتُمْ "مَا جَآءَنَا مِنْ" زَائِدَةٌ "بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ" فَلَا عُذْرَ لَكُمْ اِذًا "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" وَمِنْهُ تَعْذِيْبُكُمْ اِنْ لَّمْ تَتَّبِعُوْهُ،

اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول حضرت محمد ﷺ تشریف لائے، کہ تم پر ہمارے احکام یعنی دین کے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا یعنی آپ ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا اور یہ موقوف رہنے کی مدت ۵۶۹ سال ہے۔ اور جب تمہیں عذاب دیا جائے تو یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا، یہاں من زائدہ ہے۔ لہٰذا تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔ تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے

ہیں، اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ یعنی اگر تم اس کی اتباع نہ کرو تو اسی میں تمہیں سزا دینا بھی شامل ہے۔

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے کے درمیان نو سو تینتیس سال کا فاصلہ تھا۔ لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے یعنی چھ سو سال کا۔ بعض کہتے ہیں چھ سو بیس سال کا فاصلہ تھا۔ ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا قول شمسی حساب سے ہو اور دوسرا قمری حساب سے ہو اور اس گنتی میں ہر تین سو سال میں تقریباً آٹھ کا فرق پڑ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سات سو سال کا زمانہ ہے۔ اس تمام مدت میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس میں کبھی فترت نہیں ہوئی۔ صرف بنی اسرائیل میں سے ایک ہزار انبیاء اس عرصہ میں مبعوث ہوئے۔ اور غیر بنی اسرائیل میں سے جو انبیاء ہوئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان صرف پانچ سو سال کا عرصہ ہے۔ اس میں سلسلہ انبیاء بند رہا، اسی لئے اس زمانہ کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کبھی اتنا زمانہ انبیاء کی بعثت سے خالی نہیں رہا۔ (قرطبی مع ایضاح، مائدہ بیروت)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیانی زمانہ میں کسی بھی نبی کی بعثت نہ ہونے کا بیان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور خاتم الانبیاء علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ چھ سو سال کا تھا اور اس پوری مدت میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اولی الناس بعیسی۔ یعنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں اور اس کا مطلب آخر حدیث میں یہ بیان فرمایا، لیس بیننا نبی یعنی ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ
وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○
اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ کا جو احسان تم پر ہے اس کو یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں
بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

بنی اسرائیل کیلئے احسان و نعمتوں کا بیان

"و" "اُذْكُرْ" "اِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ" "اَىْ مِنْكُمْ" "اَنْبِيَاء وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا" "اَصْحَاب خَدَم وَحَشَم" "وَاٰتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ" "مِنَ الْمَنّ

وَالسَّلْوٰی وَفَلْقِ الْبَحْرِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ،

اور تم یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ کا جو احسان تم پر ہے اس کو یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں بادشاہ کیا یعنی اصحاب مرتبہ وشان بنایا۔ اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ یعنی من وسلویٰ اور سمندر کو پھاڑ دینا وغیرہ ہے۔

بنواسرائیل کے ملک وحشم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا میں فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تیری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں گھر بھی ہے؟ کہا ہاں، کہا پھر تو تو غنی ہے، اس نے کہا یوں تو میرا خادم بھی ہے، آپ نے فرمایا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں "سواری اور خادم ملک ہے"۔ بنواسرائیل ایسے لوگوں کو ملوک کہا کرتے تھے۔ بقول قتادہ خادموں کا اول رواج ان بنی اسرائیلیوں نے ہی دیا ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ان لوگوں میں جس کے پاس خادم، سواری اور بیوی ہو وہ بادشاہ کہا جاتا تھا۔ ایک اور مرفوع حدیث میں ہے "جس کا گھر ہو اور خادم ہو وہ بادشاہ ہے۔

یٰـقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ٥
اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور اپنی پشت پر نہ پلٹنا
ورنہ تم نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے۔

بنی اسرائیل کیلئے ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا بیان

"یَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ" الْمُطَهَّرَة "الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ" اَمَرَکُمْ بِدُخُوْلِهَا وَهِیَ الشَّام "وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِکُمْ" تَنْهَزِمُوْا خَوْفَ الْعَدُوِّ "فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِیْنَ" فِیْ سَعْیِکُمْ،

اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے یعنی جس میں داخل ہونا تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور وہ شام ہے۔ اور دشمن کے خوف کی وجہ سے اپنی پشت پر نہ پلٹنا ورنہ تم اپنی کوشش میں نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے۔

بزدلی کی سزا میں بنواسرائیل کا چالیس سال میدان تیہ میں بھٹکنے کا بیان

بیت المقدس دراصل ان کے دادا حضرت یعقوب کے زمانہ میں انہی کے قبضے میں تھا اور جب وہ مع اپنے اہل وعیال کے حضرت یوسف کے پاس مصر چلے گئے تو یہاں عمالقہ قوم اس پر قبضہ جما بیٹھی، وہ بڑے مضبوط ہاتھ پیروں کی تھی۔ اب حضرت موسیٰ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان سے جہاد کرو اللہ تمہیں ان پر غالب کرے گا اور یہاں کا قبضہ پھر تمہیں مل جائے گا لیکن یہ نامردی دکھاتے ہیں اور بزدلی سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کی سزا میں انہیں چالیس سال تک وادی تیہ میں حیران وسرگرداں خانہ بدوشی میں رہنا پڑتا ہے، مقدسہ سے مراد پاک ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ وادی طور اور اس کے پاس کی زمین کا ذکر ہے ایک روایت میں

اریحاء کا ذکر ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں، اس لئے کہ نہ تو اریحاء کا فتح کرنا مقصود تھا، نہ وہ ان کے راستے میں تھا، کیونکہ وہ فرعون کی ہلاکت کے بعد مصر کے شہروں سے آ رہے تھے اور بیت المقدس جا رہے تھے، یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مشہور شہر جو طور کی طرف بیت المقدس کے مشرقی رخ پر تھا" "اللہ نے اسے تمہارے لئے لکھ دیا ہے" مطلب یہ ہے کہ تمہارے باپ اسرائیل سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تیری اولاد کے باایمان لوگوں کے ورثے میں آئے گا، تم اپنی پیٹھوں پر مرتد نہ ہو جاؤ۔ یعنی جہاد سے منہ پھیر کر تھک کر نہ بیٹھ جاؤ، ورنہ زبردست نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ
فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝
بولے! اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ جب تک
وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں۔

بنی اسرائیل کا قوم عمالقہ پر داخل ہونے سے اعراض کرنے کا بیان

"قَالُوْا يَا مُوْسَى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ" مِنْ بَقَايَا عَاد طُوَالًا ذِيْ قُوَّة "وَاِنَّا لَنْ نَدْخُلهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ" لَهَا،

بولے! اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، جو قوم عاد کے لمبے لمبے قد والے طاقتور ہیں۔ اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ
فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
ان لوگوں میں سے جو ڈرتے تھے دو شخص بول اٹھے جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا تم ان لوگوں پر دروازے سے داخل ہو جاؤ،
سو جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم غالب ہو جاؤ گے، اور اللہ ہی پر توکل کرو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔

قوم موسیٰ علیہ السلام کے دو نقباء کی استقامت و صبر کا بیان

"قَالَ" لَهُمْ "رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ" مُخَالَفَة اَمْر اللّٰه وَهُمَا يُوْشَع وَكَالِب مِنْ النُّقَبَاء الَّذِيْنَ بَعَثَهُمْ مُوْسَى فِيْ كَشْف اَحْوَال الْجَبَابِرَة "اَنْعَمَ اللّٰه عَلَيْهِمَا" بِالْعِصْمَةِ فَكَتَمَا مَا اطَّلَعَا عَلَيْهِ مِنْ حَالهمْ اِلَّا عَنْ مُوْسَى بِخِلَافِ بَقِيَّة النُّقَبَاء فَاَفْشَوْهُ فَجَبُنُوْا "اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَاب" بَاب الْقَرْيَة وَلَا تَخْشَوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَجْسَاد بِلَا قُلُوْب "فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غَالِبُوْنَ" قَالَا ذٰلِكَ تَيَقُّنًا بِنَصْرِ اللّٰه

وَاِنجَاز وَعْده، وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ،

ان لوگوں میں سے جو ڈرتے تھے دو شخص بول اٹھے جو اللہ کے حکم کی مخالفت سے ڈرتے تھے اور وہ یوشع اور کالب تھے جوان نقباء میں سے تھے جن کو موسیٰ علیہ السلام نے جبارین کی قوم کے احوال کو جاننے کیلئے بھیجا تھا۔جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا یعنی ان کی حفاظت کی پس ان دونوں نے حالات کو سوائے موسیٰ علیہ السلام کے صیغہ راز میں رکھا جس پر وہ مطلع تھے۔جبکہ بقیہ نقباء نے پھیلا دیا جس کی وجہ سے بنواسرائیل کے حوصلے ٹوٹ گئے۔جبکہ تم ان لوگوں پر شہر کے دروازے سے داخل ہو جاؤ، پس تم ان سے نہ ڈرکیونکہ وہ دلوں کے بغیر جسم ہی تو ہیں۔سو جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم غالب ہو جاؤ گے،تو ان دونوں نے اللہ کی مدد اور اس کے عہد پر یقین کرتے ہوئے کہہ دیا اور اللہ ہی پر توکل کرو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔

قوم عمالقہ کی قوت قد وقامت کا بیان

ابن عباس کا بیان ہے کہ "حضرت موسیٰ جب اریحاء کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے بارہ جاسوس مقرر کیے،بنواسرائیل کے ہر قبیلے میں سے ایک جاسوس لیا اور انہیں اریحاء میں بھیج کر صحیح خبریں لے آئیں۔یہ لوگ جب گئے تو ان کی جسامت اور قوت سے خوف زدہ ہو گئے۔ایک باغ میں یہ سب کے سب تھے،اتفاقاً باغ والا پھل توڑنے کیلئے آ گیا،وہ پھل توڑتا ہوا ان کے قدموں کے نشان ڈھونڈتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا اور انہیں بھی پھلوں کے ساتھ ہی ساتھ اپنی گٹھڑی میں باندھ لیا اور جا کر بادشاہ کے سامنے باغ کے پھل کی گٹھڑی کھول کر ڈال دی،جس میں یہ سب کے سب تھے،بادشاہ نے انہیں کہا اب تو تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو گیا ہے، تمہیں قتل نہیں کرتا جاؤ واپس جاؤ اور اپنے لوگوں سے ہماری قوت بیان کر دو۔چنانچہ انہوں نے جا کر سب حال بیان کیا جس سے بنو اسرائیل رعب میں آ گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان بارہ لوگوں کو ایک شخص نے پکڑ لیا اور اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ کر شہر میں لے گیا اور لوگوں کے سامنے انہیں ڈال دیا،انہوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا کہ ہم موسیٰ کی قوم کے لوگ ہیں،ہم تمہاری خبریں لینے کیلئے بھیجے گئے تھے۔انہوں نے ایک انگور ان کو دیا جو ایک شخص کو کافی تھا اور کہا جاؤ ان سے کہہ دو کہ یہ ہمارے میوے ہیں۔انہوں نے واپس جا کر قوم سے سب حال کہدیا،اب حضرت موسیٰ نے انہیں جہاد کا اور اس شہر میں جانے کا حکم دیا تو انہوں نے صاف کہدیا کہ آپ اور آپ کا اللہ جائیں اور لڑیں،ہم تو یہاں سے ہلنے کے بھی نہیں۔حضرت انس نے ایک بانس لے کر ناپا جو پچاس یا پچپن ہاتھ کا تھا، پھر اسے گاڑ کر فرمایا "ان عمالیق کے قد اس قدر لمبے تھے۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ٥
انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جایئے اور آپ کا رب
تم دونوں لڑو،ہم یہاں بیٹھے ہیں۔

عمالقہ کی موجودگی میں بنی اسرائیل کے داخل نہ ہونے کا بیان

"قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ " هُمْ "اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ" عَنِ الْقِتَالِ،

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جائیے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ یعنی وہ جنگ لڑنے کی بہ جائے وہاں بیٹھ رہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۝
اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، سو تو ہمارے درمیان
اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان علیحدگی کر دے۔

نافرمانوں کو اپنے سے جدا کرنے کا بیان

"قَالَ" مُوسَى حِينَئِذٍ "رَبِّ اِنِّي لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِي وَاَخِي" وَلَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا فَاُجْبِرَهُمْ عَلَى الطَّاعَةِ "فَافْرُقْ" فَافْصِلْ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ،

اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، لہٰذا تو ہمارے درمیان اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان علیحدگی کر دے۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۝
فرمایا: پس یہ ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے، یہ لوگ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے،
سو اس نافرمان قوم پر افسوس نہ کرنا۔

حضرت یوشع علیہ السلام کا قوم عمالقہ سے جنگ کرنے کا بیان

"قَالَ" تَعَالَى لَهُ "فَاِنَّهَا" اَيِ الْاَرْضُ الْمُقَدَّسَةُ "مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ" اَنْ يَّدْخُلُوْهَا "اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ" يَتَحَيَّرُوْنَ "فِي الْاَرْضِ ".وَهِيَ تِسْعَةُ فَرَاسِخَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ "فَلَا تَاْسَ " تَحْزَنْ "عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ" رُوِيَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَسِيْرُوْنَ اللَّيْلَ جَادِّيْنَ فَاِذَا اَصْبَحُوْا اِذَا هُمْ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ ابْتَدَءُوْا مِنْهُ وَيَسِيْرُوْنَ النَّهَارَ كَذٰلِكَ حَتّٰى انْقَرَضُوْا كُلُّهُمْ اِلَّا مَنْ لَّمْ يَبْلُغِ الْعِشْرِيْنَ قِيْلَ: وَكَانُوْا سِتَّمِائَةِ اَلْفٍ وَمَاتَ هَارُوْنُ وَمُوْسٰى فِي التِّيْهِ وَكَانَ رَحْمَةً لَّهُمَا وَعَذَابًا لِاُولٰئِكَ وَسَاَلَ مُوْسٰى رَبَّهُ عِنْدَ مَوْتِهِ اَنْ يُّدْنِيَهُ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ فَاَدْنَاهُ كَمَا فِي الْحَدِيْثِ وَنُبِّئَ يُوْشَعُ بَعْدَ الْاَرْبَعِيْنَ وَاُمِرَ بِقِتَالِ الْجَبَّارِيْنَ فَسَارَ بِمَنْ بَقِيَ مَعَهُ وَقَاتَلَهُمْ وَكَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَوَقَفَتْ لَهُ الشَّمْسُ

سَاعَةً حَتّٰى فَرَغَ مِنْ قِتَالِهِمْ وَرَوَى اَحْمَدُ فِيْ مُسْنَدِهِ حَدِيْثَ اِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ عَلٰى بَشَرٍ اِلَّا لِيُوْشَعَ لَيَالِيْ سَارَ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس یہ مقدس زمین ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام کردی گئی ہے، یہ لوگ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے، اور یہ نوفرسخ ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے۔ سو اس نافرمان قوم پر افسوس نہ کرنا۔

روایت کیا گیا ہے کہ وہ رات کو سفر کرتے تو جب صبح ہوتی تو وہی جگہ ہوتی جہاں سے انہوں نے سفر شروع کیا تھا۔ اور جب وہ دن کو سفر شروع کرتے تو بھی اسی طرح ہوتا۔ حتیٰ ان سب کی نسل ختم ہوگئی سوائے ان نوجوانوں کے جن عمر ابھی بیس سال تھی۔ اور ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا وصال بھی اسی میدان تیہ میں ہوا اور یہ میدان تیہ ان دونوں ہستیوں کیلئے باعث رحمت تھا جبکہ بقیہ سب کیلئے عذاب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی زمین مقدسہ کے قریب ایک پتھر پھینکنے کی مقدار قریب کردے تو آپ کو قریب کر دیا گیا۔ جس طرح حدیث میں اس کا بیان آیا ہے۔ اور آپ کے چالیس سال بعد حضرت یوشع علیہ السلام کو نبی بنایا گیا اور انہیں جبارین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہوا۔ اور وہ جمعہ کا دن تھا اور ایک ساعت کیلئے سورج ٹھہر گیا حتیٰ کہ آپ اس قوم کے قتال سے فارغ ہوئے۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ سورج حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی انسان کیلئے نہیں ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ آپ نے راتوں کو بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا۔

وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے نوفرسنگ تھی اور قوم چھ لاکھ، جنگی جو اپنے سامان لئے تمام دن چلتے تھے جب شام ہوتی تو اپنے کو وہیں پاتے جہاں سے چلے تھے یہ ان پر عقوبت تھی سوائے حضرت موسیٰ وہارون ویوشع وکالب کے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی اعانت کی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آگ کو سرد اور سلامتی بنایا اور اتنی بڑی جماعت عظیمہ کا اتنے چھوٹے حصہ زمین میں چالیس برس آوارہ وحیران پھرنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکنا خوارقِ عادات میں سے ہے، جب بنی اسرائیل نے اس جنگل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کھانے پینے وغیرہ ضروریات اور تکالیف کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو آسمانی غذا مَن وسلویٰ عطا فرمایا اور لباس خود ان کے بدن پر پیدا کیا جو جسم کے ساتھ بڑھتا تھا اور ایک سفید پتھر کوہ طور کا عنایت کیا کہ جب رخت سفر اتارتے اور کسی وقت ٹھہرتے تو حضرت اس پتھر پر عصا مارتے اس سے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کے لئے بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور سایہ کرنے کے لئے ایک اَبر بھیجا اور تیہ میں جتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مر گئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے اور جن لوگوں نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوسکا اور کہا گیا ہے کہ تیہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع کو نبوت عطا کی گئی اور جبّارین پر جہاد کا حکم دیا گیا۔ آپ باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبّارین پر جہاد کیا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

اور انہیں پڑھ کرسناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر، جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل اور قابیل کا واقعہ

"وَاتْلُ" يَا مُحَمَّدُ "عَلَيْهِمْ" عَلٰى قَوْمِكَ "نَبَاَ" خَبَرَ "ابْنَیْ اٰدَمَ" هَابِيْل وَقَابِيْل "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِاتْلُ "اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا" اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ كَبْش لِهَابِيْلَ وَزَرْع لِقَابِيْلَ "فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا" وَهُوَ هَابِيْل بِاَنْ نَزَلَتْ نَار مِنَ السَّمَاء فَاَكَلَتْ قُرْبَانه "وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ" وَهُوَ قَابِيْل فَغَضِبَ وَاَضْمَرَ الْحَسَدَ فِيْ نَفْسه اِلٰى اَنْ حَجّ اٰدَم "قَالَ" لَهُ "لَاَقْتُلَنَّكَ" قَالَ: لِمَ ؟ قَالَ لِتَقَبُّلِ قُرْبَانك دُوْنِي، قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ،

یا محمد ﷺ اور انہیں پڑھ کرسناؤ آدم کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی سچی خبر، بالحق یہ اتل فعل کے متعلق ہے۔ جب دونوں نے اللہ بارگاہ میں ایک ایک نیاز پیش کی اور وہ ہابیل کا مینڈھا اور قابل کیا غلہ تھا۔ تو ایک یعنی ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ آسمان سے آگ نازل ہوئی اور اس نے قربانی کو کھالیا۔ اور دوسرے یعنی قابیل کی قربانی نہ قبول ہوئی تو وہ غضب ناک ہوا اور اس کے دل میں حسد پیدا ہوگیا جس کو اس نے آدم علیہ السلام سے پوشیدہ رکھا، بولا قسم ہے میں تجھے قتل کردوں گا کہا کہ کیوں قتل کرے گا تو اس نے کہا کیونکہ میرے سوا تیری قربانی قبول ہوئی ہے۔ کہا کہ اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔

دنیا میں انسانیت کے پہلے قتل کا واقعہ

حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں حضرت حوا کے بطن سے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور حکم یہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کو دوسرے حملے کی لڑکی سے بیاہ دیں جڑواں بہن بھائی کا نکاح حلال نہ تھا سب سے پہلے حمل میں قابیل اور اس کی بہن اقلیماء پیدا ہوئے اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی بہن البودا پیدا ہوئے اور قابیل کی بہن اقلیماء بہت خوبصورت تھی اور اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ اور قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ نکاح کرنا چاہا مگر قابیل راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بہن سے خود نکاح کروں گا تو حضرت آدم نے فرمایا وہ تیرے لیے حلال نہیں مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا حضرت آدم نے حجت قطع کرنے کے لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے نام کی نیاز اور قربانی کرو جس کی نیاز خدا قبول کرلے گا اسی کے ساتھ اقلیماء کی شادی کردوں گا سو دونوں نے قربانی کی ہابیل نے جو مویشی اور بکریوں والا تھا عمدہ اور فربہ دنبہ قربانی کیا اور پہاڑ پر لے جا کر رکھ دیا اور قابیل جو کھیتی والا تھا تھوڑا سا غلہ لا کر رکھ دیا اس زمانہ میں قبول اور عدم قبول کی نشانی یہ تھی کہ

جو نیاز قبول ہوتی اس کو آسمان سے ایک آگ جلا کر راکھ دیتی اور جو مقبول نہ ہوتی اس کے لیے آسمان سے آگ نہ آتی جب ہابیل اور قابیل نے اپنی اپنی نیاز قربان گاہ پر لا کر رکھ دی تو آسمان سے ایک آگ آئی تو ہابیل کی نیاز کو جلا گئی اور قابیل کی نیاز کو ویسے ہی چھوڑ گئی غرض یہ کہ ہابیل کی ناز قبول ہوئی اور قابیل کی نیاز قبول نہ ہوئی تو قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اپنے بھائی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی لاش کو کس طرح چھپاؤں کہ حضرت آدم کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ آخر اللہ نے ایک کوا بھیجا کہ اس نے ایک مردے کوے کے لیے زمین کھودی اور اس مردہ کو اس میں دفن کر دیا قابیل یہ دیکھ کر حیران و پشیمان ہوا کہ افسوس مجھ میں کوے کے برابر بھی عقل نہیں کہ زمین کھود کر اس کو گاڑ دیتا چنانچہ اس نے بھی ایسا ہی کیا اور ہابیل کو دفن کر دیا۔

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۝
اگر تو اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف بڑھائے گا میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف نہیں
بڑھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کا بیان

"لَئِنْ" لَام قَسَم "بَسَطْتَ" مَدَدْتَ "اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّی اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ" فِیْ قَتْلِكَ،

اگر تو اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف بڑھائے گا میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں تیرے قتل میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ۝
میں چاہتا ہوں میرا گناہ اور تیرا اپنا گناہ تو ہی حاصل کرلے پھر تو اہلِ جہنم میں سے ہو جائے گا، اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

قتل کے گناہ کے سخت ہونے کا بیان

"اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْءَ" تَرْجِع "بِاِثْمِیْ" بِاِثْمِ قَتْلِی "وَاِثْمِكَ" الَّذِیْ ارْتَكَبْته مِنْ قَبْل "فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّار" وَلَا اُرِیْد اَنْ اَبُوْء بِاِثْمِكَ اِذَا قَتَلْتُكَ فَاَكُوْن مِنْهُمْ قَالَ تَعَالٰی: "وَذٰلِكَ جَزَاء الظَّالِمِیْنَ"

میں چاہتا ہوں میرا گناہ یعنی میرے قتل کا گناہ اور تیرا اپنا گناہ یعنی اس سے پہلے جس کا تو نے ارتکاب کیا تو ہی حاصل کرلے پھر تو اہلِ جہنم میں سے ہو جائے گا، جبکہ میں یہ ارادہ نہیں رکھتا کہ تیرے قتل کا گناہ اپنے ذمہ میں لوں اور میں بھی ظالموں سے بنوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

پھر اس کے نفس نے اس کے لئے اپنے بھائی کا قتل آسان کر دکھایا، سو اس نے اس کو قتل کر دیا،

پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

نفسانی خواہش نے بھائی کو قتل کرنے پر برانگیختہ کر دیا

"فَطَوَّعَتْ" زَيَّنَتْ "لَهٗ نَفْسه قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ" فَصَارَ "مِنَ الْخَاسِرِيْنَ" بِقَتْلِهِ وَلَمْ يَدْرِ مَا يَصْنَع بِهِ لِاَنَّهٗ اَوَّل مَيِّت عَلٰى وَجْه الْاَرْض مِنْ بَنِيْ اٰدَم فَحَمَلَهٗ عَلٰى ظَهْره،

پھر اس کے نفس نے اس کے لئے اپنے بھائی کا قتل آسان کر دکھایا، سو اس نے اس کو قتل کر دیا، پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ یعنی اس کے قتل کی وجہ سے نقصان اٹھایا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اب اس کا کیا کرے کیونکہ وہ روئے زمین پر بنی آدم کی پہلی میت تھی۔ پس اس نے اس کو اپنی پشت پر اٹھا لیا۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا، جو زمین کریدتا تھا، تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، کہنے لگا ہائے میری بربادی! کیا میں اس سے بھی رہ گیا کہ اس کوے جیسا ہو جاؤں تو اپنے بھائی کی لاش چھپا دوں۔ پس وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہو گیا۔

نیک ارادے والے کی قربانی کی قبولیت کا بیان

ایک روایت میں ہے کہ ہابیل نے اپنے جانوروں میں سے بہترین اور مرغوب و محبوب جانور اللہ کے نام اور خوشی کے ساتھ قربان کیا، برخلاف اس کے قابیل نے اپنی کھیتی میں سے نہایت ردی اور واہی چیز اور وہ بیدلی سے اللہ کے نام نکالی۔ ہابیل تنومندی اور طاقتوری میں بھی قابیل سے زیادہ تھا تاہم اللہ کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کا ظلم و زیادتی سہ لی اور ہاتھ نہ اٹھایا۔ بڑے بھائی کی قربانی جب قبول نہ ہوئی اور حضرت آدم نے اس سے کہا تو اس نے کہا کہ چونکہ آپ ہابیل کو چاہتے ہیں اور آپ نے اس کیلئے دعا کی تو اس کی قربانی قبول ہو گئی۔ اب اس نے ٹھان لی کہ میں اس کانٹے ہی کو اکھاڑ ڈالوں۔ موقع کا منتظر تھا ایک روز اتفاقاً حضرت ہابیل کے آنے میں دیر لگ گئی تو انہیں بلانے کیلئے حضرت آدم نے قابیل کو بھیجا۔ یہ ایک چھری اپنے ساتھ لے کر چلا، راستے میں ہی دونوں بھائیوں کی ملاقات ہو گئی، اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا کیونکہ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی اس پر ہابیل نے کہا میں نے بہترین، عمدہ، محبوب اور مرغوب چیز اللہ کے نام نکالی اور تو نے بیکار بیجان چیز نکالی، اللہ تعالیٰ اپنے متقیوں ہی کی نیکی قبول کرتا ہے۔ اس پر وہ اور بگڑا اور چھری گھونپ دی، ہابیل کہتے رہ گئے کہ اللہ کو کیا جواب دے گا؟ اللہ کے ہاں اس ظلم کا بدلہ تجھ سے بری طرح لیا جائیگا۔ اللہ کا خوف کر مجھے قتل نہ کر لیکن اس بیرحم نے اپنے بھائی کو مار ہی ڈالا۔ قابیل نے اپنی توام بہن...

ہی نکاح کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی تھی کہ ہم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ دونوں زمین میں پیدا ہوئے ہیں، اسی لئے میں اس کا حقدار ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ قابیل نے گیہوں نکالے تھے اور ہابیل نے گائے قربان کی تھی۔ چونکہ اس وقت کوئی مسکین تو تھا ہی نہیں جسے صدقہ دیا جائے، اس لئے یہی دستور تھا کہ صدقہ نکال دیتے آگ آسمان سے آتی اور اسے جلا جاتی یہ قبولیت کا نشان تھا۔ اس برتری سے جو چھوٹے بھائی کو حاصل ہوئی، بڑا بھائی حسد کی آگ میں بھڑکا اور اس کے قتل کے درپے ہوگیا، یونہی بیٹھے بیٹھے دونوں بھائیوں نے قربانی کی تھی۔ نکاح کے اختلاف کو مٹانے کی وجہ نہ تھی، قرآن کے ظاہری الفاظ کا اقتضا بھی یہی ہے کہ ناراضگی کا باعث عدم قبولیت قربانی تھی اور کوئی وجہ نہ تھی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مائدہ، بیروت)

کوے نے میت کو دفنانے کا طریقہ بتایا

"فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ" يَنْبُشُ التُّرَابَ بِمِنْقَارِهٖ وَبِرِجْلَيْهِ وَيُثِيْرُهٗ عَلٰى غُرَابٍ مَيِّتٍ حَتّٰى وَارَاهُ "لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ" يَسْتُرُ "سَوْاَةَ" جِيفَةَ "اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ" عَنْ "اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْاَةَ اَخِىْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ" عَلٰى حَمْلِهٖ وَحَفَرَ لَهٗ وَوَارَاهُ،

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا، جو زمین کریدتا تھا، یعنی اپنی چونچ اور پنجوں سے مٹی کو کریدتا اور دوسرے مردے میت پر ڈالتا تاکہ اس کو چھپائے تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، کہنے لگا ہائے میری بربادی کیا میں اس سے بھی رہ گیا کہ اس کوے جیسا ہو جاؤں تو اپنے بھائی کی لاش چھپا دوں۔ پس وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہوگیا۔ یعنی اس نے لاش کو اٹھایا اور گڑھا کھودا اور اس میں چھپا دیا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى
الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ
جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝
اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر
قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا اور بلاشبہ ان کے پاس ہمارے
رسول واضح دلائل لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ایک انسان کے قتل کا پوری انسانیت کے قتل کی طرح ہونے کا بیان

"مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ" الَّذِىْ فَعَلَهٗ قَابِيْلُ "كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ" اَىِ الشَّاْنُ "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ" قَتَلَهَا "اَوْ" بِغَيْرِ "فَسَادٍ" اَتَاهُ "فِى الْاَرْضِ" مِنْ كُفْرٍ اَوْ زِنًا اَوْ قَطْعِ طَرِيْقٍ اَوْ نَحْوِهٖ "فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَّمَنْ اَحْيَاهَا" بِاَنِ امْتَنَعَ عَنْ قَتْلِهَا "فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

مِنْ حَيْثُ انْتِهَاكِ حُرْمَتِهَا وَصَوْنِهَا "وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ" اَیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ "رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ" الْمُعْجِزَاتِ "ثُمَّ اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ" مُجَاوِزُوْنَ الْحَدِّ بِالْکُفْرِ وَالْقَتْلِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ،

قابیل نے جو فعل کیا اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے بغیر، یا زمین میں فساد یعنی کفر، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا یعنی اس کے قتل سے روکا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ حکم جان کی حرمت اور حفاظت کے بارے میں ہے۔ اور جب بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل یعنی معجزات لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔ یعنی قتل کرنے اور کفر وغیرہ میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔

انسانیت کی جانوں کے محترم ہونے کا بیان

حضرت آدم علیہ السلام کے اس لڑکے کے قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل سے صاف فرما دیا ان کی کتاب میں لکھ دیا اور ان کیلئے اس حکم کو حکم شرعی کر دیا کہ "جو شخص کسی ایک کو بلا وجہ مار ڈالے نہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ اس نے زمین میں فساد پھیلایا تھا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق یکساں ہے اور جو کسی بے قصور شخص کے قتل سے باز رہے اسے حرام جانے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندگی، اس لئے کہ یہ سب لوگ اس طرح سلامتی کے ساتھ رہیں گے"۔ امیر المومنین حضرت عثمان کو جب باغی گھیر لیتے ہیں، تو حضرت ابو ہریرہ ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں آپ کی طرف داری میں آپ کے مخالفین سے لڑنے کیلئے آیا ہوں، آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے، یہ سن کر معصوم خلیفہ نے فرمایا، کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ سب لوگوں کو قتل کر دو، جن میں ایک میں بھی ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا نہیں نہیں، فرمایا سنو ایک کو قتل کرنا ایسا برا ہے جیسے سب کو قتل کرنا۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ، میری یہی خواہش ہے اللہ تمہیں اجر دے اور گناہ نہ دے، یہ سن کر آپ واپس چلے گئے اور نہ لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ قتل کا اجر دنیا کی بربادی کا باعث ہے اور اس کی روک لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں "ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے"۔ ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عادل مسلم بادشاہ کو قتل کرنے والے پر ساری دنیا کے انسانوں کے قتل کا گناہ ہے اور نبی اور امام عادل کے بازو کو مضبوط کرنا دنیا کو زندگی دینے کے مترادف ہے" (تفسیر ابن جریر، سورہ مائدہ، بیروت)

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا
اَوْيُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْامِنَ الاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ
خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝
بے شک جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں
یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں،
یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

عرینہ کے لوگوں کی بغاوت وفساد کا بیان

وَنَزَلَ فِى الْعُرَنِيِّيْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ مَرْضَى فَاَذِنَ لَهُمُ النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّخْرُجُوْا اِلَى الْاِبِل وَيَشْرَبُوا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانهَا فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوْا رَاعِى النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوْا الْاِبِل "اِنَّمَا جَزَاء الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰه وَرَسُوْلَهٗ" بِمُحَارَبَةِ الْمُسْلِمِيْنَ "وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْض فَسَادًا" بِقَطْعِ الطَّرِيْق "اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوا اَوْ تُقَطَّع اَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلهمْ مِنْ خِلَاف " اَىْ اَيْدِيهِمْ الْيُمْنٰى وَاَرْجُلهمْ الْيُسْرٰى "اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْض" اَوْ لِتَرْتِيبِ الْاَحْوَال فَالْقَتْل لِمَنْ قَتَلَ فَقَطْ وَالصَّلْب لِمَنْ قَتَلَ وَاَخَذَ الْمَال وَالْقَطْع لِمَنْ اَخَذَ الْمَال وَلَمْ يَقْتُل وَالنَّفْى لِمَنْ اَخَاف فَقَطْ قَالَهُ ابْن عَبَّاس وَعَلَيْهِ الشَّافِعِىّ وَاَصَحّ قَوْلَيْهِ اَنَّ الصَّلْب ثَلَاثًا بَعْد الْقَتْل وَقِيلَ قَبْله قَلِيْلًا وَّيُلْحَق بِالنَّفْىِ مَا اَشْبَهَهُ فِى التَّنْكِيل مِنَ الْحَبْس وَغَيْرِهٖ "ذٰلِكَ " الْجَزَاء الْمَذْكُور "لَهُمْ خِزْى" ذُلّ "فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَة عَذَاب عَظِيْم" هُوَ عَذَاب النَّار،

جب عرینہ کے لوگ مدینہ منورہ میں آئے تو وہ بیمار ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو اجازت دی کہ اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیشاب پی لیں، پس جب وہ صحیح ہو گئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا۔ اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ تو ان کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا کہ بے شک جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے یعنی مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد یعنی لوٹتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ یعنی دایاں ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں یعنی بایاں پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں، یہاں پر حرف او یہ ترتیب احوال کیلئے آیا ہے لہٰذا قتل وہی ہوگا۔ جس نے قتل کیا ہے۔ اور سولی اس کیلئے ہے جس نے قتل کیا اور مال لوٹا اور قطع ید اس کیلئے ہے جس نے مال لیا ہے۔ لیکن قتل نہیں کیا ہے۔ اور جس نے صرف ڈرایا ہے اس کیلئے جلاوطنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح فرمایا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔ اور ان کے دونوں اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ قتل کے تین دن بعد تک سولی پر لٹکائے رکھنا چاہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قتل سے پہلے تھوڑی دیر کیلئے سولی پر لٹکانا چاہے۔ اور جو سزا جلاوطنی کی طرح ہے وہ قید ہے۔ یہ ذکر کردہ سزا دنیا میں ان کی رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ اور وہ آگ کا عذاب ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عکل اور عرینہ سے ایک گروہ رسول اللہ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ہم جانوروں کے دودھ پر گزارہ کرنے والے تھے سبزہ والے نہ تھے اس لیے ہمیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں ہیں آئی تو رسول اللہ نے انہیں چند اونٹوں کے ساتھ مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دے دی اور ان سے فرمایا کہ ان کا دودھ بھی پیو اور پیشاب بھی لیکن انہوں نے رسول اللہ کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ ہانک لیے تو رسول اللہ نے ان کے پیچھے چند افراد بھیجے جو انہیں پکڑ لائے پھر آپ نے ان کے ہاتھ کاٹ کر اور انہیں آنکھوں سے اندھا کر کے گرمی میں پھینک دیا یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا یہ آیت کریمہ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ،

جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں اور سولی چڑھا دیے جائیں۔ (مسلم رقم، 1671، نیسابوری 164، ابن کثیر 2۔49، قرطبی 6۔148)

مرتدین وفسادیوں کی سزا وقتل ہونے کا بیان

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ زندیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لائے گئے تو انہوں نے ان کو جلا ڈالا پھر جب اس بات کی خبر حضرت ابن عباس کو ہوئی۔

تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت فرمائی ہے کہ کسی شخص کو ایسے عذاب میں مبتلا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح ہو جیسے کسی کو آگ میں جلانا بلکہ میں ان کو قتل کر دیتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر دو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 693)

اصل میں "زندیق" مجوسیوں کی ایک قوم کا نام ہے جو زردشت مجوس کی اختراع کی ہوئی کتاب زند کے پیروکار ہیں لیکن اصطلاح عام میں ہر ملحد فی الدین کو زندیق کہا جاتا ہے، چنانچہ یہاں بھی زندیق سے وہ لوگ مراد ہیں جو دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جن لوگوں کو زندیق کہا گیا ہے وہ دراصل عبداللہ ابن سبا کی قوم میں سے کچھ لوگ تھے جو حدود اسلام میں فتنہ وفساد برپا کرنے اور امت کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور حضرت علی کے بارے میں خدائی کا دعویٰ کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی نے ان کے اس عظیم فتنہ کا سر کچلنے کے لئے ان سب کو پکڑ وابلایا اور ان

سے مطالبہ کیا کہ وہ سب توبہ کریں اور یہ فتنہ پھیلانے سے باز رہیں لیکن جب انہوں نے اس سے انکار کر دیا تو حضرت علی نے ایک گڑھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی اور ان سب کو آگ کے اس گڑھے میں ڈلوا دیا۔ منقول ہے کہ جب حضرت ابن عباس کا مذکورہ قول حضرت علی تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ بیشک ابن عباس نے سچ کہا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اس مسئلہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور اس مصلحت کے پیش نظر ان سب کو جلوا دیا کہ یہی لوگ نہیں بلکہ ان کا عبرتناک انجام دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس قسم کی مفسدہ پردازی سے باز رہیں۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
لیکن جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

محاربین اور ڈاکوؤں کیلئے شرعی سزا ہونے کا بیان

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا" مِنَ الْمُحَارِبِيْنَ وَالْقُطَّاع "مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه غَفُور" لَهُمْ مَا اَتَوْهُ "رَحِيْم" بِهِمْ عَبَّرَ بِذٰلِك دُوْن فَلَا تَحُدُّوهُمْ لِيُفِيدَ اَنَّهُ لَا يَسْقُط عَنْهُ بِتَوْبَتِهِ اِلَّا حُدُوْد اللّٰه دُوْن حُقُوق الْاٰدَمِيِّيْنَ كَذَا ظَهَرَ لِي وَلَمْ اَرَ مَنْ تَعَرَّضَ لَهُ وَاللّٰهُ اَعْلَم فَاِذَا قَتَلَ وَاَخَذَ الْمَال يُقْتَل وَيُقْطَع وَلَا يُصْلَب وَهُوَ اَصَحّ قَوْلَيْ الشَّافِعِيّ وَلَا تُفِيد تَوْبَته بَعْد الْقُدْرَة عَلَيْهِ شَيْئًا وَهُوَ اَصَحّ قَوْلَيْهِ اَيْضًا،

لیکن محاربین اور ڈاکوؤں میں سے جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی، سو جان لو کہ اللہ ان کیلئے جو انہوں نے کیا بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ یہاں پر رحیم سے تعبیر کیا ہے جبکہ فلاتحدوھم سے نہیں تا کہ اس بات کا فائدہ حاصل ہو جائے کہ توبہ سے حدود اللہ ساقط ہو جاتی ہیں جبکہ حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے۔ یہ نکتہ میری سمجھ میں اسی طرح آیا ہے اور میں نے جانا کہ کسی اور نے اس سے تعرض کیا ہو۔ اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

لہٰذا جب اس نے قتل اور مال لوٹ لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور قطع ہوگا اور سولی نہ چڑھایا جائے گا امام شافعی کے دونوں اقوال میں سے صحیح قول یہی ہے۔ اور ڈاکو کو گرفتار کر لینے کے بعد اس کی توبہ کوئی فائدہ پہنچانے والی نہیں ہے۔ اور امام شافعی کے اقوال میں سے یہی صحیح ترین قول ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۴ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ایسا شخص ان کاموں کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی توبہ تلا کر لے تو پھر اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں، برخلاف اس کے اگر مسلمان ان کاموں کو کرے اور بھاگ کر کفار میں جا ملے تو حد شرعی سے آزاد نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے، پھران میں سے جوکئی مسلمان کے ہاتھ آ جانے سے پہلے توبہ کرلے تو جو حکم اس پر اس کے فعل کے باعث ثابت ہو چکا ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔

جاریہ بن بدر کے فتنہ وفساد کے سبب ہلاک ہونے کا بیان

جاریہ بن بدر تیمی بصری نے زمین میں فساد کیا، مسلمانوں سے لڑا، اس بارے میں چند قریشیوں نے حضرت علی سے سفارش کی، جن میں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر بھی تھے لیکن آپ نے اسے امن دینے سے انکار کر دیا۔ وہ سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آیا، آپ نے اپنے گھر میں اسے ٹھہرایا اور حضرت علی کے پاس آئے اور کہا بتایئے تو جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑے اور زمین میں فساد کی سعی کرے پھران آیتوں کی (قبل ان تقدروا علیھم) تک تلاوت کی تو آپ نے فرمایا میں تو ایسے شخص کو امن لکھ دوں گا، حضرت سعید نے فرمایا یہ جاریہ بن بدر ہے، چنانچہ جاریہ نے اس کے بعد ان کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔ قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس کوفہ کی مسجد میں جہاں کے یہ گورنر تھے، ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ فلاں بن فلاں مرادی قبیلے کا ہوں، میں نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی لڑی، زمین میں فساد کی کوشش کی لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں، اس سے پہلے میں تائب ہوگیا اب میں آپ سے پناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی اب اس توبہ کے بعد اس سے کسی طرح کی لڑائی نہ کرے، اگر یہ سچا ہے تو الحمدللہ اور یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اسے ہلاک کردیں گے۔ یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر بغاوت کر گیا، اللہ نے بھی اس کے گناہوں کے بدلے اسے غارت کردیا اور یہ مارڈالا گیا۔

علی اسدی کی توبہ کے سبب معافی ہو جانے کا بیان

علی نامی ایک اسدی شخص نے بھی گزرگاہوں میں دہشت پھیلادی، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، بادشاہ لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا، لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا، ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا آتی (قل یاعبادی الذین اسرفوا) الخ، یہ اسے سن کر رک گیا اور اس سے کہا اے اللہ کے بندے یہ آیت مجھے دوبارہ سنا، اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کو سن کر وہ فرماتا ہے اے میرے گنہگار بندو تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، میں سب گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں میں غفور ورحیم ہوں۔ اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار میان میں کرلی، اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینے پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابوہریرہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے، ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب دن کا اجالا ہوا تو لوگوں نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی، بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے، سب نے چاہا کہ اسے گرفتار کرلیں۔

اس نے کہا سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کرسکتے، اس لئے کہ مجھ پر تمہارے قابو پانے سے پہلے ہی میں تو توبہ کرچکا ہوں بلکہ

توبہ کے بعد خود تمہارے پاس آ گیا ہوں، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا! یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس لے چلے، یہ اس وقت حضرت معاویہ کی طرف سے مدینے کے گورنر تھے، وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یہ علی اسدی ہیں، یہ توبہ کر چکے ہیں، اس لئے اب تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مائدہ، بیروت)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اللہ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کیلئے وسیلہ طلب کرنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰه" خَافُوْا عِقَابَه بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ "وَابْتَغُوا" اُطْلُبُوا "اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" مَا يُقَرِّبكُمْ اِلَيْهِ مِنْ طَاعَته "وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِه" لِاِعْلَاءِ دِيْنه "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ.

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو یعنی اس کے عذاب سے ڈرو تا کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ اور اس تک وسیلہ تلاش کرو یعنی جو تمہیں طاعت کے سبب اس کے قریب کر دے۔ اور دین کی سربلندی کیلئے اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ یعنی کامیاب ہو جاؤ۔

وسیلہ کے لغوی معنی ومفہوم کا بیان

توسُّل خالص عربی لفظ ہے جو قرآن وسنت اور کلام عرب میں شعر ونثر دونوں ہی طرح آیا ہے۔ اور وسیلہ کا مطلب ہے مطلوب تک تقرب حاصل کرنا اور رغبت کے ساتھ اس تک پہنچنا۔ (النہایہ)۔ اَلْوَاسِل یعنی راغب وسیلہ یعنی قربت اور واسطہ اور جس کے ذریعہ کسی چیز تک پہنچا جائے اور اس کے ذریعہ قرب حاصل کیا جائے۔ وسیلہ کی جمع وسائل ہے۔

اور فیروز آبادی نے قاموس میں کہا وَسَّلَ اِلَى اللّٰهِ تَوْسِيْلًا یعنی ایسا عمل کیا جس سے اس کا تقرب حاصل ہوا اور ابن فارس نے معجم المقاییس میں لکھا ہے۔ اَلْوَسِيْلَةُ الرَّغْبَةُ وَالطَّلَبُ وَسَّل ۔ کہا جاتا ہے جب آدمی کسی کی طرف رغبت کرے۔ اور واسل کہتے ہیں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے کو۔

لبید کہتا ہے۔ اَرَى النَّاسَ لَا يَدْرُوْنَ مَا قَدْرُ اَمْرِهِمْ بَلٰى كُلُّ ذِيْ دِيْنٍ اِلَى اللّٰهِ وَاسِل، میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اپنے کام کی قدر نہیں جانتے ہاں بے شک ہر دیندار اللہ کی طرف راغب ہے۔

اور علامہ راغب اصفہانی نے المفردات میں کہا۔ اَلْوَسِيْلَةُ اَلتَّوَسُّلُ اِلَى الشَّيْئِ بِرَغْبَةٍ (یعنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا) اور وصیلہ سے خاص ہے کیونکہ وہ رغبت کے معنی کو شامل ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اور وسیلہ الی اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت اور مکارم شریعت کی طلب کے ساتھ راہ الٰہی کی رعایت کرنا۔ اور وسیلہ قربت کی طرح ہے۔ اور واسل راغب الی اللہ کو کہتے ہیں اور علامہ ابن جریر نے بھی اسی معنی کو نقل کیا ہے اور اس پر شاعر کا قول پیش کیا ہے۔

اِذَا غَفَلَ الْوَاشُوْنَ عُدْنَا لَوَصْلِنَا وَعَادَ التَّصَافِي بَيْنَنَا وَالْوَسَائِلُ ، جب چغلی کھانے والے غافل ہو گئے تو ہم اپنے وصل کی طرف لوٹ پڑے اور ہمارے درمیان دوستی اور وسائل بھی لوٹے۔

وسیلہ سے ہونے والی دعا کا بیان

مسلم کی حدیث میں ہے "جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہہ رہا ہو، وہی تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو، ایک درود کے بدلے تم پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو، وہ جنت کا ایک درجہ ہے، جسے صرف ایک ہی بندہ پائے گا، مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا، اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔

مسند احمد میں ہے "جب تم مجھ پر درود پڑھو تو میرے لئے وسیلہ مانگو، پوچھا گیا کہ وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا جنت کا سب سے بلند درجہ جسے صرف ایک شخص ہی پائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں۔

طبرانی میں ہے "تم اللہ سے دعا کرو کہ اللہ مجھے وسیلہ عطا فرمائے جو شخص دنیا میں میرے لئے یہ دعا کرے گا، میں اس پر گواہ یا اس کا سفارشی قیامت کے دن بن جاؤں گا"۔ اور حدیث میں ہے "وسیلے سے بڑا درجہ جنت میں کوئی نہیں۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کے ملنے کی دعا کرو"۔ ایک اور حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ وسیلے میں آپ کے ساتھ اور کون ہوں گے؟ تو آپ نے حضرت فاطمہ اور حسن حسین کا نام لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے کوفہ کے منبر پر فرمایا کہ جنت میں دو موتی ہیں، ایک سفید ایک زرد، زرد تو عرش تلے ہے اور مقام محمود سفید موتی کا ہے، جس میں ستر ہزار بالا خانے ہیں، جن میں سے ہر ہر گھر تین میل کا ہے۔ اس کے دریچے دروازہ تخت وغیرہ سب کے سب گویا ایک ہی جڑ سے ہیں۔ اسی کا نام وسیلہ ہے، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کیلئے ہے۔

نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے نزول برکت کا بیان

حضرت انس بن مالک ؓ کی یہ روایت بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں پر قحط پڑا ایک جمعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی منبر کے سامنے والے دروازے سے مسجد میں داخل ہوا۔ آپ کھڑے ہی تھے کہ اس نے سامنے آ کر کہا یا رسول اللہ! مال تباہ ہو گیا بچے بھوکے ہو گئے جانور ہلاک ہو گئے روزی کے سارے دروازے بند ہو گئے۔ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمایئے کہ ہمیں بارش سے سیراب فرمائے۔ آپ نے دُعا کے لئے دونوں ہاتھ اُٹھائے اتنے کہ میں نے آپ کے بغل کی چمک دیکھ لی۔ آپ دُعا میں کہہ رہے تھے اے اللہ ہماری فریاد سن لے اے اللہ! ہماری فریاد سن لے۔ آپ کے ساتھ سبھی لوگ ہاتھ اُٹھائے دُعا کر رہے تھے۔ البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ نہیں بتایا کہ آپ نے اپنی چادر پلٹ دی اور نہ ہی یہ کہ قبلہ کو سامنے کر لیا۔ اور واللہ ہم نے آسمان میں بدلی وغیرہ کچھ نہیں دیکھی جبکہ ہمارے

اور سلع کے درمیان نہ گھر تھا نہ مکان اور آسمان بھی بالکل شیشے کی طرح صاف وشفاف تھا۔ اس کے ساتھ ہی سلع کے پیچھے سے ڈھال کی مانند ایک بدلی نکلی آسمان کے بیچ میں آکر پھیل گئی اور بارش ہونے لگی۔ قسم ہے اللہ کی بدلی پہاروں کی طرح پھٹ گئی آپ ابھی منبر سے اُترے نہیں تھے کہ بارش آپ کی داڑھی سے ٹپکنے لگی۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ: ہوا کا جھکڑ اٹھا جس سے بدلی پھیل گئی اور گھنی ہوگئی اور آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے۔ آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھی ہم لوگ مسجد سے نکلے اور پانی میں چلتے ہوئے گھروں تک پہنچے۔

ایک اور روایت میں تو یہاں تک ہے کہ بارش اتنی ہوئی کہ آدمی کا گھر تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔ اس روز پورے دن تک بارش ہوتی رہی پھر دوسرے تیسرے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی بند ہی نہیں ہوئی۔ مدینہ کی نالیوں میں سیلابی کیفیت پیدا ہوگئی اللہ گواہ ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا۔

پھر وہی دیہاتی دوسرے جمعہ کو اسی روز دروازے سے مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا گھر گر گئے راستے کٹ گئے مویشی ہلاک ہوگئے اور مال پانی میں غرق ہوگئے۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ بارش بند کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا اُٹھے اپنا ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھایا اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلٰى رُءُوْسِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

اے اللہ بارش ہم پر نہیں ہمارے آس پاس برسا۔ اے اللہ پہاڑوں اور ٹیلوں کی چوٹیوں پر برسا اور وادیوں کے نشیب اور جنگلوں پر برسا۔

آپ ہاتھ سے بدلی کی طرف اشارہ کرتے اور بدلی گڑھے کی طرح پھٹتی جاتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مدینہ کی سمت کی بدلیاں داہنے بائیں طرف چھٹنے لگیں جیسے پردہ ہٹا لیا گیا ہو۔ ہم مسجد سے نکلے تو دُھوپ چمک رہی تھی۔ اللہ نے اپنے نبی کی کرامت اور دُعا کی قبولیت لوگوں پر واضح کردی۔ وادی ایک ماہ تک نہر کی طرح بہتی رہی کوئی کسی بھی سمت سے مدینہ آتا تو اس بارش سے اس کو سابقہ پڑتا۔

نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا مانگنے کا بیان

اور اسی کی وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ لوگ جب قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ذریعہ بارش طلب کرتے اور یوں دعا کرتے۔ اے اللہ ہم تجھ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے تو ہمیں سیراب کرتا تھا اور اب ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلہ سے بارش طلب کر رہے ہیں لہٰذا تو ہمیں بارش عطا فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایسا کہنے پر لوگوں کو بارش ملتی تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ○

بیشک جولوگ کفر کے مرتکب ہورہے ہیں اگران کے پاس وہ سب کچھ ہو، جوروئے زمین میں ہے بلکہ اس کے ساتھ اتنا اور تا کہ وہ روزِ قیامت کے عذاب سے اسے فدیہ میں دے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

روئے زمین کے سونے کا فدیہ ایمان نہ بن سکنے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ" ثَبَتَ "أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْض جَمِيعًا وَمِثْله مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَاب يَوْم الْقِيَامَة مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَاب أَلِيم"

بیشک جولوگ کفر کے مرتکب ہورہے ہیں اگران کے پاس وہ سب کچھ ہو، جوروئے زمین میں ہے بلکہ اس کے ساتھ اتنا اور تا کہ وہ روزِ قیامت کے عذاب سے اسے فدیہ میں دے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایک جہنمی کو لایا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم کہو تمہاری جگہ کیسی ہے؟ وہ کہے گا بدترین اور سخت ترین۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ اس سے چھوٹنے کیلئے تو کیا کچھ خرچ کردینے پر راضی ہے؟ وہ کہے گا ساری زمین بھر کا سونا دے کر بھی میں یہاں سے چھوٹوں تو بھی سستا چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹا ہے میں نے تو تجھ سے اس سے بہت ہی کم مانگا تھا لیکن تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ○

وہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں جب کہ وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اوران کے لئے دائمی عذاب ہے۔

کفار جہنم سے کبھی بھی باہر نہ نکل سکیں گے

"يُرِيدُونَ" يَتَمَنَّوْنَ "أَنْ يَخْرُجُوا مِنْ النَّار وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَاب مُقِيم" دَائِم،

وہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں جب کہ وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اوران کے لئے دائمی عذاب ہے۔

اس روایت کے راوی یزید فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرا خیال ٹھیک ہو گیا۔ حضرت طلق بن حبیب کہتے ہیں میں بھی منکر شفاعت تھا یہاں تک کہ حضرت جابر سے ملا اور اپنے دعوے کے ثبوت میں جن جن آیتوں میں جہنم کے ہمیشہ رہنے والوں کا ذکر ہے سب پڑھ ڈالیں تو آپ نے سن کر فرمایا! اے طلق کیا تم اپنے تئیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مجھ سے افضل جانتے ہو؟ سنو جتنی آیتیں تم نے پڑھی ہیں وہ سب اہل جہنم کے بارے میں ہیں یعنی مشرکوں کیلئے۔ لیکن وہ لوگ نکلیں گے

یہ وہ لوگ ہیں جو مشرک نہ تھے لیکن گنہگار تھے گناہوں کے بدلے سزا بھگت لی پھر جہنم سے نکال دیئے گئے۔ حضرت جابر نے یہ سب فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہو کہ جہنم میں داخل ہونے بعد بھی لوگ اس میں سے نکالے جائیں گے اور وہ جہنم سے آزاد کر دیئے جائیں گے قرآن کی یہ آیتیں جس طرح تم پڑھتے ہو ہم بھی پڑھتے ہی ہیں۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝
اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا،
اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

شریعت میں حد سرقہ کا بیان

"وَالسَّارِق وَالسَّارِقَة" اَلْ فِيهِمَا مَوْصُولَة مُبْتَدَأ وَلِشَبَهِهِ بِالشَّرْطِ دَخَلَتْ الْفَاء فِي خَبَره وَهُوَ "فَاقْطَعُوا اَيْدِيهمَا" اَيْ يَمِين كُلّ مِنْهُمَا مِنْ الْكُوع وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ الَّذِي يُقْطَع فِيهِ رُبْع دِينَار فَصَاعِدًا وَاَنَّهُ اِذَا عَادَ قُطِعَتْ رِجْله الْيُسْرَى مِنْ مَفْصِل الْقَدَم ثُمَّ الْيَد الْيُسْرَى ثُمَّ الرِّجْل الْيُمْنَى وَبَعْد ذٰلِكَ يُعَزَّر "جَزَاء" نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَر "بِمَا كَسَبَا نَكَالًا" عُقُوبَة لَهُمَا "مِنْ اللّٰه وَاللّٰه عَزِيز" غَالِب عَلٰى اَمْره "حَكِيم" فِي خَلْقه.

سارق اور سارقہ ان دونوں میں الف لام موصولہ مبتداء جو مشابہ بہ شرط ہے۔ اور اس کی خبر میں فاء داخل ہے اور وہ فاقطعوا ہے اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کا دایاں ہاتھ گٹ سے کاٹ دیا جائے گا جس طرح سنت مطہرہ میں بیان ہوا ہے اور قطع ید کی حد چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہوگی۔ اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹ دیا جائے اور اس کے بعد بایاں ہاتھ اور اس کے بعد دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد ان کو تعزیر لگائی جائے گی۔ اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، یہاں پر جزاء مصدر منصوب ہے۔ اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ اپنے حکم میں سب پر غالب، اپنی مخلوق میں کمال حکمت والا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۸ کے سبب نزول کا بیان

اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے اور خدا زبردست اور صاحب حکمت ہے۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت طعمہ بن ابیرق زرہ چور کے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ پیچھے گذر چکا ہے۔ (نیسابوری، زاد المسیر 2-348)

سرقہ کے معنی کا فقہی مفہوم

سرقہ سین کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ چوری کے معنی میں ہے اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مکلف کسی کے ایسے محرز مال میں سے کچھ یا سب خفیہ طور پر لے لے جس میں نہ تو اس کی ملکیت ہو اور نہ شبہ ملکیت ہو۔

علامہ طیبی شافعی نے کہا ہے کہ قطع السرقۃ میں اضافت بحذف مضاف مفعول کی طرف ہے یعنی معنی کے اعتبار سے یہ عنوان یوں ہے باب قطع اہل السرقۃ ہے۔

اسلامی شریعت میں کسی کا قیمتی مال حرز سے نکال کر لے جانا بغیر کسی حق ملکیت یا اسکے شبہ کے سرقہ کہلاتا ہے اور سرقہ کرنے والے کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ چوری کے مال کی کم سے کم مالیت نصاب کہلاتی ہے، چنانچہ نصاب کے بقدر یا اس سے زائد مال کی چوری ہوگی تو حد سرقہ کی پہلی شرط پوری ہو جائے گی۔ چوری کے مال کا قیمتی ہونا ضروری ہے مختلف فقہاء کے ہاں اس کی مختلف قیمتیں متعین کی گئیں ہیں تاہم کم از کم دس درہم پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔

نصاب سرقہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا ایک ڈھال چوری کرنے کے بدلے میں جس کی قیمت تین درہم تھی۔ اس باب میں حضرت سعد، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس ابوہریرہ، ام ایمن سے بھی روایات منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے حضرت ابوبکر بھی ان میں شامل ہیں انہوں نے پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے کہ انہوں نے چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا۔ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید سے منقول ہے کہ پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے۔ بعض فقہاء تابعین کا اس پر عمل ہے۔

امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چیز چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چیز میں ہاتھ نہ کاٹا جائے یہ حدیث مرسل ہے اسے قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے لیکن قاسم کا ابن مسعود سے سماع نہیں۔

بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1487)

نصاب سرقہ میں امام شافعی کی مستدل حدیث

حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چور کا ہاتھ اسی صورت میں کاٹا جائے جب کہ اس نے چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی مالیت کی چوری کی ہو۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 744)

یہ حدیث حضرت امام شافعی کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ چوتھائی دینار سے کم مالیت کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گویا ان کے نزدیک نصاب سرقہ کی کم سے کم مقدار چوتھائی دینار ہے ملا علی قاری نے اپنی کتاب میں اس حدیث کے تحت بڑی تفصیلی بحث کی

ہے اور اس مسئلہ میں علماء کے جو اختلافی اقوال ہیں ان کو نقل کر کے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو بڑی مضبوط دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔

نصاب سرقہ میں امام مالک کی مستدل حدیث

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے چرانے پر جس کی قیمت تین درہم تھی، چور کا داہنا ہاتھ کٹوا دیا تھا۔ "(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 745)

علامہ عینی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس روایت کے معارض ہے جو ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی حضرت ابن عباس اور عمرو ابن شعیب سے بھی اسی طرح منقول ہے نیز شیخ ابن ہمام نے بھی ابن عمر اور ابن عباس سے یہی بات نقل کی ہے کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور عینی نے ہدایہ کے حاشیہ میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ قطع ید ہاتھ کاٹنے کی سزا اسی چور پر نافذ ہوگی جس نے کم سے کم دس درہم کے بقدر مال کی چوری کی ہو اس سے کم مالیت کی چوری پر یہ سزا نہیں دی جائے گی جہاں تک ابن عمر کی روایت کا تعلق ہے جس سے اس ڈھال کی قیمت تین درہم متعین کی حالانکہ حقیقت میں وہ ڈھال دس درہم کی مالیت کی تھی جیسا کہ اکثر روایتوں سے ثابت ہوا اس موقع پر شیخ عبدالحق اور ملا علی قاری نے اپنی اپنی شرح میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اہل علم ان کی کتابوں سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

نصاب سرقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی مستدل حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا ڈھال کی چوری کرنے کی وجہ سے جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔

یہ حدیث دلیل ہے حضرت امام ابوحنیفہ کی امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محمد بن سلمہ اور سعدان بن یحیی نے ابن اسحاق سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 993)

نصاب سرقہ میں احناف کے مؤقف کی ترجیح کا بیان

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جحفہ یا ترس ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا اور یہ دونوں (ڈھالیں) قیمت والی ہیں۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر ۱۱۱۹)

صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ ڈھال کی قیمت سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ لہٰذا چوری کا نصاب کم از کم ڈھال ٹھہرا کیونکہ اس سے کم نصاب میں عدم حد کے سبب شبہ پیدا ہو گیا ہے اور قانون یہ ہے کہ شبہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا احناف کے مؤقف کے مطابق نصاب سرقہ کم از کم دس دراہم ہے۔

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○
پھر جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ اور اصلاح کر لے تو بیشک اللہ اس پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا ہے۔
یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

توبہ کے سبب حقوق العباد کے ساقط نہ ہونے کا بیان

"فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِه" رَجَعَ عَنِ السَّرِقَةِ "وَاَصْلَحَ" عَمَله "فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوب عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُور رَحِیم" فِی التَّعْبِیر بِهٰذَا مَا تَقَدَّمَ فَلَا یَسْقُط بِتَوْبَتِهِ حَقّ الْاٰدَمِیّ مِنَ الْقَطْع وَرَدّ الْمَال نَعَمْ بَیَّنَتْ السُّنَّة اَنَّهُ اِنْ عَفَا عَنْهُ قَبْل الرَّفْع اِلَی الْاِمَام سَقَطَ الْقَطْع وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیّ،

پھر جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ یعنی چوری سے رجوع کر لے اور اپنے عمل کی اصلاح کر لے تو بیشک اللہ اس پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا ہے۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اس کا بیان پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ توبہ سے حق بندہ ساقط نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی مال کی واپسی کے سبب حد ساقط ہوتی ہے ہاں البتہ سنت کے بیان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر وہ قاضی کی طرف معاملہ لے جانے سے پہلے ہی معاف کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۳۹ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ ایک عورت نے کچھ زیور چرا لئے، ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسے پیش کیا آپ نے اس کا داہنا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، جب کٹ چکا تو اس عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری توبہ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا تم تو ایسی پاک صاف ہو گئیں کہ گویا آج ہی پیدا ہوئی"۔ اس پر آیت (فمن تاب) نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر)

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ
وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○
کیا تو نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے
بخش دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔

عذاب و بخشش پر اللہ کی قدرت ہونے کا بیان

"اَلَمْ تَعْلَم" اِلَاسْتِفْهَام فِیْهِ لِلتَّقْرِیر "اَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْك السَّمٰوَات وَالْاَرْض یُعَذِّب مَنْ یَّشَاء" تَعْذِیبه "وَیَغْفِر لِمَنْ یَّشَاء" الْمَغْفِرَة لَهُ "وَاللّٰهُ عَلٰی كُلّ شَیْء قَدِیر" وَمِنْهُ التَّعْذِیب وَالْمَغْفِرَة،

کیا تو نہیں جانتا، یہاں استفہام تقریری ہے۔ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جسے چاہتا ہے

عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔ اسی سے عذاب دینا اور بخش دینا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

اے رسول! تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں جو کچھ وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے، اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا، وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا، انہیں دنیا میں رسوائی ہے، اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

کفر و گمراہی کی طرف دوڑنے والوں پر غمزدہ نہ ہونے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ " صُنْع "الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ " يَقَعُوْنَ فِيْهِ بِسُرْعَةٍ اَىْ يُظْهِرُوْنَهٗ اِذَا وَجَدُوْا فُرْصَةً "مِنْ" لِلْبَيَانِ "الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ" بِاَلْسِنَتِهِمْ مُتَعَلِّق بِقَالُوْا "وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبِهِمْ " وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ "وَمِنْ الَّذِيْنَ هَادُوْا" قَوْم "سَمَّاعُوْنَ لِلْكَذِبِ " الَّذِىْ افْتَرَتْهُ اَحْبَارهمْ سَمَاع قَبُول "سَمَّاعُوْنَ" مِنْك "لِقَوْمٍ" لِاَجْلِ قَوْم "اٰخَرِيْنَ" مِنْ الْيَهُوْد "لَمْ يَاْتُوك " وَهُمْ اَهْل خَيْبَر زَنٰى فِيْهِمْ مُحْصَنَانِ فَكَرِهُوا رَجْمهمَا فَبَعَثُوا قُرَيْظَة لِيَسْاَلُوا النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حُكْمهمَا "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِم " الَّذِىْ فِى التَّوْرَاة كَاٰيَةِ الرَّجْم "مِنْ بَعْد مَوَاضِعه " الَّتِىْ وَضَعَهُ اللّٰه عَلَيْهَا اَىْ يُبَدِّلُوْنَهٗ "يَقُوْلُوْنَ" لِمَنْ اَرْسَلُوْهُمْ "اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا" الْحُكْم الْمُحَرَّف اَىْ الْجَلْد الَّذِىْ اَفْتَاكُمْ بِهٖ مُحَمَّدٌ "فَخُذُوْهُ" فَاقْبَلُوْهُ "وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ" بَلْ اَفْتَاكُمْ بِخِلَافِهِ "فَاحْذَرُوْا" اَنْ تَقْبَلُوْهُ "وَمَنْ يُّرِدْ اللّٰه فِتْنَته" اِضْلَاله "فَلَنْ تَمْلِك لَهٗ مِنْ اللّٰه شَيْئًا " فِىْ دَفْعهَا "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدْ اللّٰه اَنْ يُّطَهِّر قُلُوْبهمْ" مِنْ الْكُفْر وَلَوْ اَرَادَهٗ لَكَانَ "لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْى" ذُلّ بِالْفَضِيْحَةِ وَالْجِزْيَة

اے رسول! تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں یعنی کفر میں جلدی سے واقع ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، یہاں پر مِن بیانیہ ہے اور بافواہہم قالوا کے متعلق ہے اور ان منافقوں کے دل مسلمان نہیں اور

کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں جس کو ان کے احبار نے بنایا ہوا ہے۔اور لوگوں یعنی یہود کی بات خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے،اور وہ اہل خیبر ہیں جن میں شادی شدہ نے زنا کیا تو انہوں نے رجم کرنے کو ناپسند کیا۔پس انہوں نے بنو قریظہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ وہ حکم معلوم کریں جبکہ وہ تورات والے حکم کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔یعنی جو آیت رجم ہے۔اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں،اور جن کو انہوں نے بھیجا ان سے کہتے ہیں یہ بدلہ ہوا حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو یعنی اسی بدلے ہوئے حکم کے مطابق اگر کوڑوں کا حکم دیں تو تم محمد ﷺ کے حکم کو مان لینا ورنہ اس کو قبول کرنے سے بچنا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ دفاع نہ کر سکے گا،وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل کفر سے پاک کرنا نہ چاہا،انہیں دنیا میں رسوائی ہے،اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب ہے۔یعنی ذلت فضیحت کے ساتھ اور جزیہ ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۴۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک یہودی گذرا جس کا منہ کالا کیا ہوا تھا اور اسے کوڑے لگائے جارہے تھے آپ نے ان یہودیوں کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم اپنی کتاب میں زنا کی حد اسی طرح پاتے ہو انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے ان کے علماء میں سے ایک شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات کو نازل کیا بتا کیا تم لوگ اپنی کتاب میں زانی کی حد یہی پاتے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو قطعا اس کی خبر نہ دیتا ہماری کتاب میں زانی کی حد رجم ہے لیکن یہ ہمارے اشراف میں بہت زیادہ ہوا تو جب ہم کسی شریف زادے کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی گھٹیا کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کرتے پھر ہم نے کہا آؤ ہم ایک ہی چیز پر مجتمع ہو جاتے ہیں کہ شریف اور گھٹیا ہر ایک پر وہی حد قائم کریں گے پھر ہم نے رجم کی بجائے منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے پر اتفاق کیا تو رسول اللہ نے فرمایا اے اللہ میں تیرے اس حکم کا پہلا زندہ کرنے والا ہوں جبکہ انہوں نے اسے ترک کر دیا تھا پس آپ نے اس کے رجم کا حکم فرمایا اور اسے رجم کر دیا گیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ الی قولہ تعالی وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ.

ترجمہ۔اے پیغمبر جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں (کچھ تو) ان میں سے (ہیں) جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں اور (کچھ) ان میں سے یہودی ہیں ان کی وجہ سے غم ناک نہ ہونا۔یہ غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں (کے بہکانے) کے لیے جاسوس بنے ہوئے ہیں جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے (صحیح) باتوں کو ان کے مقامات (میں ثابت ہونے) کے بعد بدل دیتے ہیں اور (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ تم کو یہی حکم ملا تو اسے قبول کر لینا (یعنی کہتے ہیں کہ اگر محمد زنا کی سزا کے طور پر منہ کالا کرنا اور کوڑے لگانا بتائیں تو اسے قبول کر لینا اور اگر رجم کا حکم دیں اس سے احتراز کرنا) اور جو خدا نے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

یہ یہود کے بارے میں فرمایا (ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون سورہ المائدہ آیت نمبر 45) اور جو خدا نے

نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔

یہ بھی یہود کے بارے میں فرمایا وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ) ترجمہ۔ اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔

یہ تمام کفار کے بارے میں ہیں۔ (مسلم 1700، نیسابوری 165، سیوطی 104، زاد المسیر 2۔356، قرطبی 6۔176)

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْــٴًـا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۝
جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں، حرام مال خوب کھانے والے ہیں۔ سو اگر آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے گریز فرمالیں، اور اگر آپ ان سے گریز فرمالیں تو یہ آپ کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان عدل سے فیصلہ فرمائیں، بیشک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

جھوٹی باتیں بنانے والے حرام خوروں کا بیان

"سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ" بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُكُوْنِهَا اَیِ الْحَرَامِ كَالرِّشَا "فَاِنْ جَآءُوْكَ" لِتَحْكُمَ بَیْنَهُمْ "فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ" هٰذَا التَّخْیِیْرُ مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی "وَاَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ" الْاٰیَةَ فَیَجِبُ الْحُكْمُ بَیْنَهُمْ اِذَا تَرَافَعُوْا اِلَیْنَا وَهُوَ اَصَحُّ قَوْلَیِ الشَّافِعِیِّ فَلَوْ تَرَافَعُوْا اِلَیْنَا مَعَ مُسْلِمٍ وَجَبَ اِجْمَاعًا "وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْكَ شَیْئًا وَّاِنْ حَكَمْتَ" "بَیْنَهُمْ "فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ" الْعَادِلِیْنَ فِی الْحُكْمِ اَیْ یُثِیْبُهُمْ،

جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں سحت حاء کے ضمہ اور اس کے سکون کے ساتھ ہے یعنی حرام جس طرح رشوت ہوتی ہے۔ حرام مال خوب کھانے والے ہیں۔ سو اگر آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے گریز فرمالیں، اور اگر آپ ان سے گریز فرمالیں۔ یہ اختیار اس قول کے ساتھ منسوخ ہے۔ "وَاَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ" لہٰذا جب وہ آپ کے فیصلہ لائیں تو ان کا فیصلہ فرما دیں۔ اور امام شافعی کے اقوال میں صحیح قول یہی ہے جب وہ کسی مسلمان کے پاس فیصلہ لائیں تو ان کا فیصلہ کر دینا بہ طور واجب ہے۔ اور جب آپ ان سے اعراض فرمائیں تو یہ آپ کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان عدل سے فیصلہ فرمائیں، بیشک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ یعنی حکم عدل کرنے والے یعنی ثابت قدم رہنے والے ہیں۔

رشوت دینے اور لینے کی ممانعت کا بیان

... نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت لینے اور

رشوت دینے والے پر۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 187)

رشوت کو سُحت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف لینے دینے والوں کو برباد کرتی ہے بلکہ پورے ملک وملت کی جڑ بنیاد اور امن عامہ کو تباہ کرنے والی ہے، جس ملک یا جس محکمہ میں رشوت چل جائے وہاں قانون معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور قانون ملک ہی وہ چیز ہے جس سے ملک وملت کا امن برقرار رکھا جاتا ہے، وہ معطل ہو گیا تو نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے نہ آبرو نہ مال، اس لئے شریعت اسلام میں اس کو سُحت فرما کر اشد حرام قرار دیا ہے، اور اس کے دروازہ کو بند کرنے کے لئے امراء و حکام کو جو ہدیے اور تحفے پیش کئے جاتے ہیں ان کو بھی صحیح حدیث میں رشوت قرار دے کر حرام کر دیا گیا ہے (جصاص)

رشوت کی تعریف شرعی یہ ہے کہ جس کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو اس کا معاوضہ لیا جائے، مثلاً جو کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہے اور اس کا پورا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو اس پر کسی فریق سے معاوضہ لینا جیسے حکومت کے افسر اور کلرک سرکاری ملازمت کی رو سے اپنے فرائض ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں، وہ صاحب معاملہ سے کچھ لیں تو یہ رشوت ہے یا لڑکی کے ماں باپ اس کی شادی کرنے کے ذمہ دار ہیں کسی سے اس کا معاوضہ نہیں لے سکتے، وہ جس کو رشتہ دیں اس سے کچھ معاوضہ لیں تو وہ رشوت ہے، یا صوم و صلوٰۃ اور حج اور تلاوت قرآن عبادات ہیں جو مسلمان کے ذمہ ہیں، ان پر کسی سے کوئی معاوضہ لیا جائے تو وہ رشوت ہے۔ تعلیم قرآن اور امامت اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (علی فتویٰ المتاخرین)۔

پھر جو شخص رشوت لے کر کسی کا کام حق کے مطابق کرتا ہے وہ رشوت لینے کا گناہگار ہے اور یہ مال اس کے لئے سُحت اور حرام ہے، اور اگر رشوت کی وجہ سے حق کے خلاف کام کیا تو یہ دوسرا شدید جرم، حق تلفی اور حکم خداوندی کو بدل دینے کا اس کے علاوہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچائے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ
وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝
اور یہ لوگ آپ کو کیوں کر حاکم مان سکتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر یہ
اس کے بعد رُوگردانی کرتے ہیں، اور وہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

یہود کا حکم تورات سے اعراض کرنے کا بیان

"وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ " بِالرَّجْمِ وَهُوَ اسْتِفْهَام تَعْجِيب اَيْ لَمْ يَقْصِدُوْا بِذٰلِكَ مَعْرِفَةَ الْحَقّ بَلْ مَا هُوَ اَهْوَن عَلَيْهِمْ "ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ" يُعْرِضُوْنَ عَنْ حُكْمك بِالرَّجْمِ الْمُوَافِق لِكِتَابِهِمْ "مِنْ بَعْد ذٰلِكَ " التَّحْكِيْم،

اور یہ لوگ آپ کو کیوں کر حاکم مان سکتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات میں موجود ہے جس میں اللہ کا حکم رجم کا بیان موجود

ہےاور استفہام تعجب کے معنی میں ہے۔یعنی اس سے ان کا مقصد حق کو پہچاننا نہیں ہے بلکہ آسانی تلاش کرنا ہے۔، پھر یہ اس کے بعد وہ رجم سے رُوگردانی کرتے ہیں، حالانکہ وہ ان کی کتاب کے مطابق ہے۔اور وہ لوگ اس تحکیم کے بعد بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

حد رجم اور سورہ مائدہ آیت ۴۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں اتری تھی جن میں ایک کو دوسرے نے قتل کر دیا تھا، اب کہنے لگے چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اگر آپ دیت جرمانے کا حکم دیں تو منظور کرلیں گے اور اگر قصاص بدلے کو فرمائیں تو نہیں مانیں گے۔لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ ایک زنا کار کو لے کر آئے تھے۔ان کی کتاب توراۃ میں دراصل حکم تو یہ تھا کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے۔لیکن انہوں نے اسے بدل ڈالا تھا اور سو کوڑے مار کر، منہ کالا کر کے، الٹا گدھا سوار کر کے رسوائی کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ جب ہجرت کے بعد ان میں سے کوئی زنا کاری کے جرم میں پکڑا گیا تو یہ کہنے لگے آؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپ سے اس کے بارے میں سوال کریں، اگر آپ بھی وہی فرمائیں جو ہم کرتے ہیں تو اسے قبول کریں گے اور اللہ کے ہاں بھی یہ ہماری سند ہو جائے گی اور اگر رجم کو فرمائیں گے تو نہیں مانیں گے۔ چنانچہ یہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ہمارے ایک مرد عورت نے بدکاری کی ہے، ان کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہارے ہاں توراۃ میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہم تو اسے رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مار کر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا، جھوٹ کہتے ہیں، تورات میں سنگسار کا حکم ہے۔لاؤ تورات پیش کرو، انہوں نے تورات کھولی لیکن آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی سب عبارت پڑھ سنائی۔ حضرت عبداللہ سمجھ گئے اور آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ کو تو ہٹا، ہاتھ ہٹایا تو سنگسار کرنے کی آیت موجود تھی، اب تو انہیں بھی اقرار کرنا پڑا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زانیوں کو سنگسار کر دیا گیا، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں "میں نے دیکھا کہ وہ زانی اس عورت کو پتھروں سے بچانے کیلئے اس کے آڑے آجاتا تھا۔(بخاری مسلم)

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا۟ ٱلنَّاسَ وَٱخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ○

بیشک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔

تورات کے حفاظت علماء وفقہائے یہود سے چاہنے کا بیان

"إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى "مِنَ الضَّلَالَة "وَنُور" بَيَان لِلْأَحْكَام "يَحْكُم بِهَا النَّبِيُّونَ " مِنْ بَنِي إِسْرَائِيل "الَّذِينَ أَسْلَمُوا " انْقَادُوا لِلّٰهِ "لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّون" الْعُلَمَاء مِنْهُمْ "وَالْأَحْبَار" الْفُقَهَاء "بِمَا" أَيْ بِسَبَبِ الَّذِي "اُسْتُحْفِظُوا" اُسْتُودِعُوهُ أَيْ اسْتَحْفَظَهُمْ اللّٰه إِيَّاهُ "مِنْ كِتَاب اللّٰه" أَنْ يُبَدِّلُوهُ "وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاء" أَنَّهُ حَقّ "فَلَا تَخْشَوْا النَّاس" أَيُّهَا الْيَهُود فِي إِظْهَار مَا عِنْدكُمْ مِنْ نَعْت مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّجْم وَغَيْرهَا "وَاخْشَوْنِي" فِي كِتْمَانه "وَلَا تَشْتَرُوا" تَسْتَبْدِلُوا "بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا" مِنْ الدُّنْيَا تَأْخُذُونَهُ عَلَى كِتْمَانهَا "وَمَنْ لَمْ يَحْكُم بِمَا أَنْزَلَ اللّٰه فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ" بِهِ،

بیشک ہم نے تورات نازل کی جس میں گمراہی سے ہدایت اور بیان احکام کیلئے نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے بنی اسرائیل سے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی کہ وہ اس میں تبدیلی نہ کریں، اور وہ اس پر گواہ تھے کہ وہ یقیناً حق ہے۔ تو لوگوں سے خوف نہ کرو یعنی جو تمہارے پاس حضرت محمد ﷺ کی نعت اور رجم وغیرہ کا حکم ہے اور تم ان کو چھپانے میں مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو یعنی جو دنیا میں ان کے چھپانے کے بدلے میں لیتے ہو۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے، وہی لوگ اس کے کافر ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۴۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ یہود کے ایک آدمی نے ایک عورت سے زنا کر لیا ان میں سے بعض نے کہا کہ تم ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو کیونکہ یہ نبی تخفیف کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اگر یہ ہمیں رجم کے علاوہ فتویٰ دیں گے تو ہم اسے قبول کر لیں گے اور اللہ کے سامنے اسے حجت کے طور پر پیش کریں گے اور اور کہیں گے کہ یہ آپ جل جلالہ کے انبیاء میں سے ایک نبی کا فتویٰ ہے چنانچہ وہ لوگ نبی کے پاس آئے جبکہ آپ صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ مرد اور عورت کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں جنہوں نے زنا کر لیا ہو؟ آپ ان کے بارے میں بغیر گفتگو ان کی درس گاہ میں تشریف لے آئے آپ نے اس درس گاہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا تمہیں اس ذات پاک کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تم تورات میں محصن زنا کرنے والے کے بارے میں کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس زانی کا منہ کالا کر کے اور ان دونوں کی گدی کا رخ ایک دوسرے کی طرف کر کے گدھے پر بٹھا کر چکر لگوائے جائیں اور انہیں کوڑے مارے جائیں راوی کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک نوجوان خاموش تھا جب نبی نے اسے خاموش دیکھا تو اسے تاکید سے قسم دی اس نے کہا جب آپ نے ہمیں اللہ کی قسم دی ہے تو پھر سنیے ہم تورات میں رجم کا حکم پاتے ہیں نبی نے فرمایا پہلی مرتبہ تم نے اللہ کے اس حکم میں کب رخصت دی؟ اس نے کہا سرداروں میں سے ایک سردار کے قریبی رشتہ دار نے زنا کر لیا اور اس سے رجم کو ہٹا دیا گیا پھر دوسرے لوگوں کے ایک

معزز آدمی نے زنا کیا اس رجم کا ارادہ کیا گیا تو اس کی قوم رکاوٹ بن گئی اور کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھی کو رجم نہیں کرتے ہمارے ساتھی کو رجم نہیں کیا جاسکتا پس پھر لوگوں نے اس سزا پر آپس میں اتفاق کر لیا اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تورات میں موجود اللہ کے حکم کا فیصلہ دیتا ہوں پس آپ نے ان کے رجم کر حکم دیا چنانچہ انہیں رجم کر دیا گیا۔

زہری کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت کریمہ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیاء جو (خدا کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ کے ساتھ اس موقع پر موجود تھا جب ان دونوں کو رجم کیا جارہا تھا تو میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے لیے ڈھال بنا رہا تھا۔ (قرطبی 6_178)

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ
بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○
اور ہم نے اس میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان
کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس کا صدقہ کر دے تو وہ
اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اعضاء کے قصاص کا بیان

"وَكَتَبْنَا" فَرَضْنَا "عَلَيْهِمْ فِيهَا" اَیِ التَّوْرَاة "اَنَّ النَّفْس" تُقْتَل "بِالنَّفْسِ" اِذَا قَتَلَتْهَا "وَالْعَيْن بِالْعَيْنِ" تُفْقَا "وَالْاَنْف بِالْاَنْفِ" يُجْدَع "وَالْاُذُن بِالْاُذُنِ" تُقْطَع "وَالسِّنّ بِالسِّنِّ" تُقْلَع وَفِیْ قِرَاءَة بِالرَّفْعِ فِی الْاَرْبَعَة "وَالْجُرُوح" بِالْوَجْهَيْنِ "قِصَاص" اَیْ يُقْتَص فِيهَا اِذَا اَمْكَنَ كَالْيَدِ وَالرِّجْل وَنَحْو ذٰلِكَ وَمَا لَا يُمْكِن فِيْهِ الْحُكُومَة وَهٰذَا الْحُكْم وَاِنْ كُتِبَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ مُقَرَّر فِیْ شَرْعنَا "فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ" اَیْ بِالْقِصَاصِ بِاَنْ مَكَّنَ مِنْ نَفْسه "فَهُوَ كَفَّارَة لَهُ" لِمَا اَتَاهُ "وَمَنْ لَمْ يَحْكُم بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" فِی الْقِصَاص وَغَيْرِهِ، فَاُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ،

اور ہم نے اس تورات میں ان پر فرض کر دیا ہے کہ جان کے بدلے جان کو قتل کیا جائے۔ جب کوئی قتل کرے۔ اور آنکھ کے بدلے آنکھ کو پھوڑ دیا جائے گا اور ناک کے بدلے ناک کاٹ دی جائے گی اور کان کے بدلے کو کاٹ دیا جائے گا کان اور دانت کے بدلے دانت اکھیڑ لیا جائے گا ایک قرأت میں یہ چاروں رفع کے ساتھ ہیں۔ اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، یعنی جب قصاص ممکن ہو جس طرح ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں اور جب قصاص ممکن ہو تو اس میں حکومت عدل ہوگی۔ اور یہ وہی فیصلہ ہے جو ان پر

لکھ دیا گیا تھا جبکہ ہماری شریعت میں مقرر ہے۔ پھر جو شخص قصاص کا صدقہ کر دے یعنی اپنی ذات میں اختیار دیدے، تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے جو وہ لایا ہے۔ اور جو قصاص وغیرہ کا فیصلہ اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۴۵ کے سبب نزول کا بیان

اس کے بعد انہیں کہا گیا جو اللہ کی شریعت اور اس کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے اور حکم نہ کریں گو یہ آیت شان نزول کے اعتبار سے بقول مفسرین اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے ہر شخص کو شامل ہے۔ بنو اسرائیل کے بارے میں اتری اور اس امت کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رشوت حرام ہے اور رشوت ستانی کے بعد کسی شرعی مسئلہ کے خلاف فتویٰ دینا کفر ہے۔ سدی فرماتے ہیں جس نے وحی الٰہی کے خلاف عمداً فتویٰ دیا جاننے کے باوجود اس کے خلاف کیا وہ کافر ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جس نے اللہ کے فرمان سے انکار کیا، اس کا یہ حکم ہے اور جس نے انکار تو نہ کیا لیکن اس کے مطابق نہ کہا وہ ظالم اور فاسق ہے۔ خواہ اہل کتاب ہو خواہ کوئی اور ہو۔

شعبی فرماتے ہیں "مسلمانوں میں جس نے کتاب کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے اور یہودیوں میں دیا ہو تو ظالم ہے اور نصرانیوں میں دیا ہو تو فاسق ہے"۔ ابن عباس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس آیت کے ساتھ ہے"۔ طاؤس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ کے رسول قرآن اور فرشتوں کا منکر ہو"۔ عطا فرماتے ہیں" کتم (چھپانا) کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم وفسق کے بھی ادنیٰ اعلیٰ درجے ہیں۔ اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا جاتا ہے"۔ ابن عباس فرماتے ہیں "اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جا رہے ہو۔

ہاتھ پاؤں کے قصاص میں مساوات ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ ہاتھ دونوں یکساں ہیں۔

اور جب کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم وبیش کاٹ دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔

اور اسی طرح جب پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔ کاٹنے والی کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔ تو جس کی ناک کاٹی ہے اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت لینے والا ہوگا۔ (درمختار، ردالمحتار، کتاب جنایات، بیروت)

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ هُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۝

اور ہم نے ان کے بعد ان کے نقوشِ قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور اپنے سے پہلے کی، تورات کی تصدیق کرنے والی اور ہدایت تھی اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت تھی۔

انبیائے کرام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا بیان

"وَقَفَّيْنَا" اَتْبَعْنَا "عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ" اَیْ النَّبِيِّيْنَ "بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ" قَبْلَه "مِنَ التَّوْرَاة وَ اٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى" "مِنَ الضَّلَالَة "وَنُوْر" بَيَان لِلْاَحْكَامِ "وَمُصَدِّقًا" حَال "لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاة" لِمَا فِيْهَا مِنَ الْاَحْكَام،

اور ہم نے ان کے یعنی انبیائے کرام کے بعد انہی کے نقوشِ قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں گمراہی سے ہدایت دینا اور احکام کو بیان کرنے والا نور تھا۔ اور اپنے سے پہلے کی، تورات کی تصدیق کرنے والی اور ہدایت تھی مصدقا یہ "لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاة" سے حال ہے۔ اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت تھی۔ کیونکہ اس میں احکام ہیں۔

انبیاء بنی اسرائیل کے پیچھے ہم عیسیٰ نبی کو لائے جو توراۃ پر ایمان رکھتے تھے، اس کے احکام کے مطابق لوگوں میں فیصلے کرتے تھے، ہم نے انہیں بھی اپنی کتاب انجیل دی، جس میں حق کی ہدایت تھی اور شبہات اور مشکلات کی توضیح تھی اور پہلی الہامی کتابوں کی تصدیق تھی، ہاں چند مسائل جن میں یہودی اختلاف کرتے تھے، ان کے صاف فیصلے اس میں موجود تھے۔ جیسے قرآن میں اور جگہ ہے کہ "حضرت عیسیٰ نے فرمایا، میں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کروں گا جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں"۔ اسی لئے علماء کا مشہور مقولہ ہے کہ انجیل نے تورات کے بعض احکام منسوخ کر دیئے ہیں۔ انجیل سے پارسا لوگوں کی رہنمائی اور وعظ و پند ہوتی تھی کہ وہ نیکی کی طرف رغبت کریں اور برائی سے بچیں۔

وَ لْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝

اور اہلِ انجیل کو اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے، اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں۔

انجیل میں نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا بیان

"و" قُلْنَا "لِيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ" مِنَ الْاَحْكَام وَفِیْ قِرَاءَة بِنَصْبِ يَحْكُم وَكَسْر

لَامه عَطْفًا عَلٰی مَعْمُول اٰتَیْنَاهُ، فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

اور اہلِ انجیل کواس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جواللہ نے اس میں احکام نازل فرمائے ہیں۔ یہ حکم ایک قرأت میں نصب کے ساتھ جبکہ ایک میں لام کے کسرہ کے ساتھ کہ اپنے معمول اتیناہ پر عطف ہونے کی وجہ سے ہے۔اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں۔

اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ (یعنی یہودی بنی قریظہ) سعد بن معاذ کی ثالثی تسلیم کرتے ہوئے (قلعہ سے باہر) نکل آئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائے گئے وہ ایک گدھے پر سوار ہوکر آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا اپنے میں سے بہترین شخص یا یہ فرمایا کہ اپنے سردار کے اعزاز میں کھڑے ہوجاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد یہ لوگ تمہاری ثالثی پر نکل آئے ہیں تو سعد نے کہا میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جولڑائی کے قابل ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ آنحضرت نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ کیا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1040)

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ
بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ
شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ
فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝
اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ وگواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے
اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر، ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک
شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے۔ تو
بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا بیان

"وَاَنْزَلْنَا اِلَیْك "یَا مُحَمَّدُ" "الْکِتَاب" الْقُرْاٰن "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِاَنْزَلْنَا "مُصَدِّقًا لِمَا بَیْن یَدَیْهِ" قَبْله "مِنْ الْکِتَاب وَمُهَیْمِنًا" شَاهِدًا "عَلَیْهِ" وَالْکِتَاب بِمَعْنَی الْکُتُب "فَاحْکُمْ بَیْنهمْ" بَیْن اَهْل الْکِتَاب اِذَا تَرَافَعُوا اِلَیْك "بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" اِلَیْك "وَلَا تَتَّبِع اَهْوَاءَهُمْ" عَادِلًا "عَمَّا جَاءَك مِنْ الْحَقّ

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ "أَيُّهَا الْأُمَمِ "شِرْعَةً" شَرِيعَةً "وَمِنْهَاجًا" طَرِيقًا وَاضِحًا فِي الدِّينِ يَمْشُونَ عَلَيْهِ "وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً" عَلٰى شَرِيعَةٍ وَاحِدَةٍ "وَلٰكِنْ" فَرَّقَكُمْ فِرَقًا "لِيَبْلُوَكُمْ" لِيَخْتَبِرَكُمْ "فِي مَا آتَاكُمْ" مِنَ الشَّرَائِعِ الْمُخْتَلِفَةِ لِيَنْظُرَ الْمُطِيعَ مِنْكُمْ وَالْعَاصِيَ. "فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" سَارِعُوا إِلَيْهَا "إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا" بِالْبَعْثِ "فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ" مِنْ أَمْرِ الدِّينِ وَيَجْزِي كُلًّا مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ،

اور اے محبوب ﷺ ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب یعنی قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا جو اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے اوران پر محافظ وگواہ ہے یہاں پر کتاب بہ معنی کتب ہے۔ توان اہل کتاب میں فیصلہ کرو جب وہ کوئی فیصلہ آپ کے پاس لائیں۔ اللہ کے اتارے سے اوراسے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر، ہم نے تم سب امم کے لیے ایک ایک شریعت اوردین میں ایک واضح راستہ رکھا جس وہ چلیں۔ اوراللہ چاہتا تو تم سب کوایک ہی شریعت پر ایک ہی امت کردیتا مگر منظور یہ ہے کہ تمہیں فرقہ فرقہ کردیا۔ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں مختلف شرائع سے آزمائے۔ کہ کون اطاعت کرتا ہے اور کون معصیت کرتا ہے۔ تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا بعث کے ساتھ پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ یعنی جن دینی معاملات میں اختلاف کرتے تھے۔ اورتم میں سے ہرایک اس کے عمل کی جزاء ملے گی۔

سورہ مائدہ آیت ۴۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے تو عام اختیار دیا گیا تھا اگر چاہیں ان میں فیصلے کریں چاہیں نہ کریں، لیکن اس آیت نے حکم دیا کہ وحی الٰہی کے ساتھ ان میں فیصلے کرنے ضروری ہیں، ان بدنصیب جاہلوں نے اپنی طرف سے جو احکام گھڑ لئے ہیں اور ان کی وجہ سے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے، خبردار، ان کی چاہتوں کے پیچھے لگ کر حق کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ ان میں سے ہرایک کیلئے ہم نے راستہ اور طریقہ بنادیا ہے۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ
بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ
ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ○
اور یہ کہ اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اوران کی خواہشوں پر نہ چل اوران سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش
نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو
پہنچایا چاہتا ہے اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا بیان

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ "اَنْ" لَا "يَفْتِنُوكَ" "يُضِلُّوكَ" "عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا" "عَنِ الْحُكْمِ الْمُنَزَّلِ وَاَرَادُوْا غَيْرَهٗ "فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ" بِالْعُقُوْبَةِ فِي الدُّنْيَا "بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ" الَّتِيْ اَتَوْهَا وَمِنْهَا التَّوَلِّيْ وَيُجَازِيْهِمْ عَلٰى جَمِيْعِهَا فِي الْاُخْرٰى، وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُوْنَ،

اور یہ کہ اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا، پھر اگر وہ اس حکم سے منہ پھیریں اور اس کے سوا کا ارادہ کریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا دنیا میں ان کو دینا چاہتا ہے یعنی وہ گناہ جو انہوں نے کیے ہیں۔ اور جو پھر گیا وہ ان سب جزاء آخرت میں دینے والا ہے۔ اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۴۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت جن میں کعب بن اسید، عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس بھی تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ہمارے ساتھ محمد ﷺ کے پاس چلو شاید کہ ہم انہیں ان کے دین سے بہکا دیں چنانچہ انہوں نے آپ کے پاس آ کر کہا اے محمد ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء واشرف ہیں اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو یہود آپ کی پیروی قبول کر لیں گے اور ہرگز ہماری مخالفت نہیں کریں گے ہمارے اور ایک قوم کے درمیان جھگڑا ہے ہم ان کے جھگڑے کو آپ کے پاس لائیں گے اگر آپ ہمارے حق میں فیصلہ دیں ان کے خلاف تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار کر دیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (زاد المسیر 2۔374، قرطبی 6۔212)

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝
کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔

جاہلیت کا قانون چاہنے والوں کا بیان

"اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ يَطْلُبُوْنَ مِنَ الْمُدَاهَنَةِ وَالْمَيْلِ اِذَا تَوَلَّوْا ؟ اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارِيٍّ "وَمَنْ" اَيْ لَا اَحَدَ "اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ" عِنْدَ قَوْمٍ "يُوْقِنُوْنَ" بِهٖ خُصُّوْا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَتَدَبَّرُوْنَ،

کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، یبغون یہاں یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے یعنی وہ مداہنت اور میل طلب کرتے

ہیں۔ یعنی جب وہ پھرتے ہیں تو یہ استفہام انکاری ہے۔ اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم میں اللہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے۔ یعنی اللہ کے حکم سے کوئی اچھا حکم نہیں ہے۔ یقین والی قوم کو ذکر سے خاص کرنے وجہ یہی ہے وہ غور وفکر کرتے ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۵۰ کے شان نزول کا بیان

بنی نُضیر اور بنی قُریظہ یہود کے دو قبیلے تھے ان میں باہم ایک دوسرے کا قتل ہوتا رہتا تھا جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ لوگ اپنا معقدمہ حضور کی خدمت میں لائے اور بنی قُریظہ نے کہا کہ بنی نُضیر ہمارے بھائی ہیں، ہم وہ ایک جد کی اولاد ہیں، ایک دین رکھتے ہیں، ایک کتاب (توریت) مانتے ہیں لیکن اگر بنی نُضیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو اس کے خون بہا میں ہم ستر وَسْق کھجوریں دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی ان کے کسی آدمی کو قتل کرے تو ہم سے اس کے خون بہا میں ایک سو چالیس وَسْق لیتے ہیں، آپ اس کا فیصلہ فرمادیں حضور ﷺ نے فرمایا میں حکم دیتا ہوں کہ قُریظی اور نُضیری کا خون برابر ہے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں، اس پر بنی نُضیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ ہمارے دشمن ہیں، ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا جاہلیّت کی گمراہی وظلم کا حکم چاہتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو شخص
ان کو دوست بنائے گا بیشک وہ ان میں سے ہوگا، یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

یہود ونصاریٰ کی دوستی سے ممانعت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَاء " تُوَالُوْنَهُمْ وَتُوَادُّوْنَهُمْ "بَعْضهمْ اَوْلِيَاء بَعْض "لِاتِّحَادِهِمْ فِي الْكُفْر "وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ " مِنْ جُمْلَتهمْ "اِنَّ اللّٰه لَا يَهْدِى الْقَوْم الظَّالِمِيْنَ" بِمُوَالَاتِهِمُ الْكُفَّار،

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، کیونکہ وہ کفر میں متحد ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا بیشک وہ ان سب میں سے ہوگا، یقیناً اللہ ان کی کفار کی دوستی کے سبب ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

سورہ مائدہ آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ شرعا یہود سے ترک موالات پر دلالت کرتی ہے۔ عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہود میں میرے دوست اور حمایتی ہیں جن کی تعداد بہت

زیادہ ہے اور وہ مدد کے لیے تیار رہتے ہیں لیکن میں یہود کی دوستی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اللہ اور اسکے رسول کی پناہ لیتا ہوں دوسری طرف عبداللہ بن ابی نے کہا کہ میں تو گردش ایام سے ڈرتا ہوں اور لہٰذا میں یہود کی دوستی سے بری نہیں ہوسکتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوحباب (عبداللہ بن ابی کی کنیت) لیکن یہود کی دوستی سے جو ضرر بھی عبادہ بن صامت پر پہنچ لائے وہ تیرے ہی لیے ہوگا عبادہ کے لیے نہیں اس نے کہا میں نے قبول کیا اس پر اللہ نے ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ۘ الی قوله اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىٕرَةٌ،

اے ایمان والو۔ یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا بے شک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے (یعنی عبداللہ بن ابی) تم ان کو دیکھو گے ان میں (ان کی دوستی کی خاطر) دوڑ دوڑ کر ملے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آجائے۔ (نیسابوری، 168، سیوطی 105، قرطبی 6-216)

فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِیْبَنَا دَآىٕرَةٌ ؕ فَعَسَى
اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ؕ
پس آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم
ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آپہنچے، تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر
جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، شرمندہ ہو جائیں۔

منافقین کی کفار سے خفیہ دوستیوں کا بیان

"فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ" ضَعْفُ اِعْتِقَادٍ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَیٍّ الْمُنَافِقِ "یُسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ" فِیْ مُوَالَاتِهِمْ "یَقُوْلُوْنَ" مُعْتَذِرِیْنَ عَنْهَا "نَخْشٰى اَنْ تُصِیْبَنَا دَائِرَةٌ" یَدُوْرُ بِهَا الدَّهْرُ عَلَیْنَا مِنْ جَدْبٍ اَوْ غَلَبَةٍ وَلَا یَتِمُّ اَمْرُ مُحَمَّدٍ فَلَا یَمِیْرُوْنَا "فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ" بِالنَّصْرِ لِنَبِیِّهٖ بِاِظْهَارِ دِیْنِهٖ "اَوْ اَمْرٍ مِنْ عِنْدِهٖ" یَهْتِكُ سِتْرَ الْمُنَافِقِیْنَ وَافْتِضَاحَهُمْ "فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَا اَسَرُّوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ" مِنَ الشَّكِّ وَمُوَالَاةِ الْكُفَّارِ،

پس آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں کمزور عقیدے کے سبب ایک بیماری ہے جس طرح عبداللہ بن ابی منافق ہے جو دوڑ کر ان سے دوستی میں جاتے ہیں، بہانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ گردش زمانہ کی وجہ سے ہمیں کوئی چکر یعنی قحط یا مغلوبیت آپہنچے، جبکہ ایک طرف محمد ﷺ کا مشن پورا نہ ہوا تو وہ ہمیں غلہ تک۔ نہ دیں گے۔ تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے،

یہاں پر یاتی یہ فتح کے ساتھ آیا ہے۔جس کا معنی مدد ہے یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جوانھوں نے شک اور کفار سے دوستی کو اپنے دلوں میں چھپایا تھا، وہ اس کا پردہ فاش کر دے اور انہیں رسوا کر دے، شرمندہ ہو جائیں۔

سورہ مائدہ آیت ۵۲ کے سبب نزول کا بیان

عبداللہ بن ابی یسارعون فیھم آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے وہ یہود کی دوستی کی طرف بڑھ بڑھ کر لپکتے ہیں۔ یقولون نخشی ان تصیبنا دائرۃ۔یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا اندیشہ اور ڈر ہے کہ ہمیں کہیں گردش روزگار نہ آلے اور ہم کسی مصیبت کا شکار نہ ہوں۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ○
اور ایمان والے یہ کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑے تاکیدی حلف میں اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ بیشک وہ
ضرور تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سارے اعمال اکارت گئے، سو وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔

منافقین کی دنیا و آخرت میں رسوائی کا بیان

"وَيَقُوْلُ" بِالرَّفْعِ اسْتِئْنَافًا بِوَاوٍ وَدُوْنِهَا وَبِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى يَاْتِيَ "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" لِبَعْضِهِمْ اِذَا هُتِكَ سِتْرُهُمْ تَعَجُّبًا "اَهٰٓؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ" غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيْهَا "اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ" فِي الدِّيْنِ "حَبِطَتْ" بَطَلَتْ "اَعْمَالُهُمْ" الصَّالِحَة "فَاَصْبَحُوْا" صَارُوْا "خَاسِرِيْنَ" الدُّنْيَا بِالْفَضِيْحَةِ وَالْاٰخِرَةَ بِالْعِقَابِ،

یہاں پر یقول یہ استیناف میں رفع اور واؤ کے ساتھ آیا ہے جبکہ بغیر واؤ کے اور نصب کی حالت میں اس کا عطف یاتی پر ہوگا۔اور ایمان والے ان کے بعض سے از راہ تعجب یہ کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کی رسوائی کا پردہ فاش ہو گیا حالانکہ جنہوں نے بڑے تاکیدی حلف ان میں جہاد کے بارے میں اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ بیشک وہ دین میں ضرور تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سارے نیک اعمال ضائع ہو گئے، سو وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔یعنی دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ
وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ مومنوں پر نرم کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔

ایمان کے ارتداد اختیار کرنے والوں کا بیان

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ" بِالْفَكِّ وَالْاِدْغَام یَرْجِع "مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِه" اِلَی الْكُفْر اِخْبَار بِمَا عَلِمَ اللّٰه وُقُوعه وَقَدْ ارْتَدَّ جَمَاعَة بَعْد مَوْت النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰه" بَدَلهمْ "بِقَوْمٍ یُحِبّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ" قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "هُمْ قَوْم هٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیّ" رَوَاهُ الْحَاكِم فِیْ صَحِیحه "اَذِلَّة عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ" عَاطِفِینَ "اَعِزَّة عَلَی الْكَافِرِینَ" اَشِدَّاء "یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْل اللّٰه وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَة لَائِم" فِیْهِ كَمَا یَخَاف الْمُنَافِقُوْنَ لَوْم الْكُفَّار "ذٰلِكَ فَضْل اللّٰه یُؤْتِیه مَنْ یَّشَاء وَاللّٰهُ وَاسِع" كَثِیْر الْفَضْل "عَلِیْم" بِمَنْ هُوَ اَهْله،

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا یہاں مرتد ادغام اور فک ادغام دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی تم میں سے جو کفر کی طرف لوٹ جائے۔ اس میں اس واقعہ کا علم ہے جس کے وقوع کا علم اللہ جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ایک جماعت نے ارتداد اختیار کیا۔ تو عنقریب اللہ ان کے بدلے میں ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ وہ قوم یہ ہیں۔ اس روایت کو امام حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ وہ مومنوں پر نرم کافروں پر سخت ہوں گے، اذلہ کا عطف اعزہ پر ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔ یعنی اس کے فضل کا اہل ہوتا ہے۔

مرتد کی سزا قتل ہونے کا بیان

مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام سے پھر جائے یعنی ایمان واسلام کے نورانی دائرہ سے نکل کر کفر وشرک کے ظلمت کدوں میں چلا جائے۔ مرتد کے بارے میں حکم: جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ، اسلام سے پھر جائے تو اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے اگر وہ اسلام کے بارے میں کسی شک وشبہ کا شکار ہو تو اس کا شک وشبہ رفع کیا جائے گا، اگرچہ اسلام کی دعوت دینا اور اس کا شک وشبہ دور کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ اسلام کی دعوت اس کو پہلے ہی پہنچ چکی ہے اب اس کی تجدید دعوت کی احتیاج نہیں ہے۔ نیز مستحب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تین دن کے لئے قید میں ڈال دیا جائے اگر وہ ان تین دنوں میں توبہ کر کے دائرہ اسلام میں لوٹ آئے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اسلام نے مرتد کی سزا قتل مقرر کی ہے۔

مرتد کی توبہ میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "المغنی" میں کہتے ہیں: مرتد کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس سے تین بار توبہ طلب نہ کی جائے، اکثر علماء کا قول یہی ہے، جن میں عمر، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عطاء، النخعی، امام مالک، الثوری، اوزاعی، اسحاق، اور اصحاب الرائے رحمہم اللہ شامل ہیں۔

کیونکہ ارتداد کسی شبہ اور اشکال کی بناء پر ہوگا، اور وہ شبہ اسی وقت زائل نہیں ہوسکتا اس لیے اتنی مدت انتظار کرنا ضروری ہے جس میں وہ مطمئن ہوسکے، اور یہ مدت تین یوم ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ (18/9).)

مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے، اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کرکے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کر دیا جائے، لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کر دیا جائے، جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔ زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہرحال واجب القتل ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ سے دونوں روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہرصورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہو جائے گی، لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق، مرتد سے بدتر ہے، کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق مقبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں۔ واتفق الأئمة الأربعة عليهم رحمة الله تعالىٰ على أن من ثبت ارتداده عن الإسلام والعياذ بالله وجب قتله، وأهدر دمه (كتاب الفقه على مذاهب الأربع، جلد ۵، ص ۴۲۳)

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے اللہ بچائے اُس کا قتل واجب ہے اور اُس کا خون بہانا جائز ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝
بیشک تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول ہی ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں
اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔

اللہ، رسول ﷺ اور ایمان والوں کی مدد کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ قَوْمَنَا هَجَرُوْنَا، "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ" خَاشِعُوْنَ أَوْ يُصَلُّوْنَ صَلَاةَ التَّطَوُّعِ،

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو ہماری قوم نے چھوڑ دیا ہے۔

بیشک تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔یعنی نفلی نماز ادا کرتے ہیں۔

سورہ نساء آیت ۵۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قریظہ اور نضیر کی قوم نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ہم سے جدا ہو گئے ہیں اور انہوں نے قسم کھالی ہے کہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھیں گے اور آپ کے صحابہ کے ساتھ مجالست کی بہت زیادہ فاصلے کی وجہ سے ہم طاقت نہیں رکھتے۔

اور یہود کی ایذاؤں کی بھی آپ کو خبر دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جب آپ نے یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے کہا ہم اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کی دوستی پر راضی ہیں۔(زادالمسیر 2۔382)

ابن عباس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام اپنی قوم کے کچھ افراد کے ساتھ جو ایمان لاچکے تھے نبی کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر بہت دور ہیں اور ہمارے ساتھ کوئی بھی بات کرنے والا اور بیٹھنے والا نہیں ہے ہماری قوم نے جب دیکھا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کی تصدیق کر دی تو انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور اس بات پر قسم کھالی کہ نہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے نہ نکاح کریں گے اور نہ ہی ہم سے کلام کریں گے اور یہ ہم پر بہت دشوار ہے نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا ۔ پھر نبی ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور لوگ کوئی قیام میں تھا کوئی رکوع میں آپ نے سائل کی نظر سے مجھے دیکھا پھر پوچھا کیا تمہیں کسی نے کچھ دیا ہے انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ سونے کی انگوٹھی ہے آپ نے پوچھا کس نے دی ہے انہوں نے اپنے ہاتھ سے حضرت علی کی طرف اشارہ کیا کہ اس قیام والے نے پھر آپ نے پوچھا اس نے (یہ انگوٹھی) تجھے کس حال میں دی ہے؟ انہوں نے کہا رکوع کی حالت میں دی ہے نبی کریم ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔

اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوگا اور (خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔(نیسابوری 169)

وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو اللہ کی جماعت ہی غالب ہونے والے ہیں۔

اللہ، رسول ﷺ اور ایمان والوں سے دوستی رکھنے کا بیان

"وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا " فَيُعِيْنُهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ "فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ " لِنَصْرِهِ اِيَّاهُمْ اَوْقَعَه مَوْقِع فَاِنَّهُمْ بَيَانًا لِاَنَّهُمْ مِنْ حِزْبِه اَىْ اتباعه،

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا پس وہ ان کی مدد اور ان سے تعاون کریں گے تو اللہ کی جماعت ہی مدد میں غالب ہونے والے ہیں۔ انھم کی جگہ حزب اللہ اس لئے لایا گیا تاکہ یہ مفہوم بیان کیا جائے کہ ان سے مراد اور اس کی اتباع کرنے والی جماعت ہے۔

انصار سے محبت ایمان کا علامت کی ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار سے محبت کرنا ایماندار ہونے کی نشانی ہے اور انصار سے دشمنی رکھنا منافق ہونے کی علامت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 16)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝

اے ایمان والو! ایسے لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، ان کو جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنائے ہوئے ہیں اور کافروں کو دوست مت بناؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو البتہ شرط یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو۔

کفار و مشرکین سے دوستی رکھنے کی ممانعت کا بیان

"يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا" مَهْزُوءًا بِه "وَلَعِبًا مِنْ " لِلْبَيَانِ "الَّذِيْنَ اُوْتُـوا الْكِتَـابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ " الْمُشْرِكِيْنَ بِالْجَرِّ وَالنَّصْبِ "اَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ" بِتَرْكِ مُوَالَاتِهِمْ "اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" صَادِقِيْنَ فِيْ اِيْمَانِكُمْ،

اے ایمان والو! ایسے لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، ان کو جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنائے ہوئے ہیں یہاں ھزوء بہ معنی مھزوء ہے اور یہاں پر من بیانیہ ہے۔ اور کافروں یعنی مشرکین جو نصب اور جر دونوں طرح آیا ہے، ان کو دوست مت بناؤ، اور ان کی دوستی کو چھوڑ کر اللہ سے ڈرتے رہو بشرطیکہ تم صاحب ایمان ہو۔ یعنی اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو۔

سورہ مائدہ آیت ۵۷ کے شان نزول کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رفاعہ بن زید اور سوید بن الحارج نے اولا اسلام ظاہر کیا پھر منافق ہو گئے اور مسلمانوں میں چند افراد ان سے دوستی اور محبت رکھتے تھے تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (طبری 6۔ 187، زاد المسیر 2۔ 385، قرطبی 6۔ 223)

یہ کفار اہل کتاب اور مشرک اس وقت بھی مذاق اڑاتے ہیں جب تم نمازوں کیلئے لوگوں کو پکارتے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے پیاری عبادت ہے، لیکن یہ بیوقوف اتنا بھی نہیں جانتے، اس لئے کہ یہ متبع شیطان ہیں، اس کی یہ حالت ہے کہ اذان سنتے ہی بدبو چھوڑ کر دم دبائے بھاگتا ہے اور وہاں جا کر ٹھہرتا ہے، جہاں اذان کی آواز نہ سن پائے۔ اس کے بعد آ جاتا ہے پھر تکبیر سن کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور اس کے ختم ہوتے ہی آ کر اپنے بہکاوے میں لگ جاتا ہے، انسان کو ادھر ادھر کی بھولی بسری باتیں یاد دلاتا ہے یہاں تک کہ اسے یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ نماز کی کتنی رکعت پڑھیں؟ جب ایسا ہو تو وہ سجدہ سہو کر لے۔ (متفق علیہ)

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔

اذان کو ہنسی مذاق بنانے کی ممانعت کا بیان

"و" "الَّذِيْنَ" "اِذَا نَادَيْتُمْ" دَعَوْتُمْ "اِلَى الصَّلَاة" بِالْاَذَانِ "اتَّخَذُوهَا" اَىْ الصَّلَاة "هُزُوًا وَّلَعِبًا" بِاَنْ يَّسْتَهْزِئُوْا بِهَا وَيَتَضَاحَكُوا "ذٰلِكَ" الِاتِّخَاذ "بِاَنَّهُمْ" اَىْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "قَوْم لَا يَعْقِلُوْنَ"

اور جب تم نماز کے لئے اذان دو یعنی تمہیں اذان کے ذریعے نماز کی طرف بلایا جائے تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یعنی تم اس پر ہنستے اور اس کی تضحیک کرتے ہو یہ اس لئے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔ یہاں پر سبب کیلئے ہے کیونکہ وہ بے عقل قوم ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۵۸ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منادی جب نماز کی طرف بلاتا تو مسلمان تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے یہود نے کہا تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور مذاق اور ٹھٹھے کے طور پر رکوع کرو تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (قرطبی 6۔224)

سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ کے ایک عیسائی کے بارے میں نازل ہوئی یہ جب بھی موذن کو یہ پکارتے ہوئے سنا اشھد ان محمد رسول اللہ تو کہتا جھوٹا جل جائے ایک رات جب یہ اور اس کے گھر والے سو رہے تھے اس کا خادم اس کے کمرے میں آگ لے کر داخل ہوا تو اس میں سے کمرے میں ایک چنگاری اڑی اور یہ بھی اور اس کے گھر والے سب جل کر مر گئے۔ 6۔188)

دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ کفار جب اذان سنتے تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس آ کر کہتے اے محمد ﷺ آپ نے ایک ایسی نئی چیز ایجاد کر دی ہے جو ہم نے پچھلی امتوں میں نہیں سنی اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو دیکھ لیجیے کہ آپ نے یہ اذان ایجاد کر کے پہلے انبیاء کی مخالفت کی ہے اگر اس میں کوئی بھلائی تھی تو آپ سے پہلے انبیاء اور رسول اس کے زیادہ لائق تھے پھر آپ

کے لیے یہ اونٹ کے چیخنے کی طرح چیخنا کہاں سے آ گیا یہ کس قدر قبیح آواز اور کس قدر قبیح کفر (نعوذ باللہ منہ)۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں یہ بھی نازل فرمایا (ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا) سورہ فصلت آیت 33)۔ اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں فرماں بردار ہوں۔

(زادالمسیر 2۔386)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے باتیں کرتے رہتے ہم بھی آپ سے باتیں کرتے لیکن جب نماز کا وقت آ جاتا تو آپ ایسے ہو جاتے جیسے نہ آپ ہمیں پہچانتے ہیں نہ ہم آپ کو پہچانتے ہیں۔

امام زین العابدین جب اذان کی آواز سنتے تو آپ پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ آپ فرمایا کرتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔

اذان کی تمنا کرنے والے محبِ رسول ﷺ کا بیان

حضرت عبداللہ بن جبیر جب شام کے سفر کو جانے لگے تو حضرت محذورہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام یتیمی بسر کئے تھے، کہا آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔ فرمایا ہاں سنو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آ رہے تھے، راستے میں ہم لوگ ایک جگہ رکے، تو نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اذان کہی، ہم نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، کہیں آپ کے کان میں بھی آوازیں پڑ گئیں۔ سپاہی آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا تو آپ نے اور سب کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا "اٹھو اذان کہو" واللہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اور آپ کی فرماں برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا، کھڑا ہو گیا، اب خود آپ نے مجھے اذان سکھائی اور جو سکھاتے رہے، میں کہتا رہا، پھر اذان پوری بیان کی، جب میں اذان سے فارغ ہوا تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دے، جس میں چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے، پھر فرمایا اللہ تجھ میں اور تجھ پر اپنی برکت نازل کرے۔ اب تو اللہ کی قسم میرے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت بالکل جاتی رہی، ایسی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں پیدا ہوگئی، میں نے آرزو کی کہ مکے کا مؤذن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بنا دیں۔ آپ نے میری یہ درخواست منظور فرمائی اور میں مکے میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر حضرت عتاب بن اسید سے مل کر اذان پر مامور ہو گیا۔ حضرت ابومحذورہ کا نام سمرہ بن مغیرہ بن لوذان تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذنوں میں سے ایک آپ تھے اور لمبی مدت تک آپ اہل مکہ کے مؤذن رہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ
اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

آپ فرما دیجئے، اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری کون سی بات بری لگی ہے بجز اس کے کہ ہم اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور ان پر جو پہلے نازل کی جا چکی ہیں ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

اللہ کے نازل کردہ پر ایمان لانے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْيَهُوْدُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَنْ تُؤْمِنُ مِنَ الرُّسُلِ فَقَالَ: "بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا" الْاٰيَةَ فَلَمَّا ذَكَرَ عِيْسَى قَالُوْا: لَا نَعْلَم دِيْنًا شَرًّا مِنْ دِيْنِكُمْ "قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ" تُنْكِرُوْنَ "مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ" اِلَى الْاَنْبِيَاء "وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فَاسِقُوْنَ" عُطِفَ عَلٰى اَنْ اٰمَنَّا ۔ الْمَعْنٰى مَا تُنْكِرُوْنَ اِلَّا اِيْمَانَنَا وَمُخَالَفَتَكُمْ فِيْ عَدَمِ قَبُوْله الْمُعَبَّر عَنْهُ بِالْفِسْقِ اللَّازِمِ عَنْهُ وَلَيْسَ هٰذَا مِمَّا يُنْكَر،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کن رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف نازل ہوا اس پر ایمان لاتا ہوں (آیہ) اور جب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا ہم تمہارے دین سے برا کوئی دین نہیں جانتے۔آپ فرما دیجئے، اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری کون سی بات بری لگی ہے جس کے سبب تم انکار کرتے ہو بجز اس کے کہ ہم اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور ان پر جو پہلے انبیاء کرام کی طرف نازل کیا جا چکا ہے۔ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔اس کا عطف ان امنا پر ہے۔معنی اس کا یہ ہے کہ تم صرف ہمارے ایمان کا انکار کرتے ہو۔اور تمہاری اس مخالفت یعنی ایمان قبول نہ کرنے کی اس کا فسق سے بیان کیا گیا ہے۔جبکہ یہ ایمان ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کا انکار کیا جائے۔

سورہ مائدہ آیت ۵۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہودیوں کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ رسولوں میں سے کس پر ایمان لاتے ہیں تو آپ نے جواب دیا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسماعیل۔یعنی میں اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل پر نازل کیا گیا ایمان لاتا ہوں۔

قول خداوندی۔ ونحن له مسلمون ۔اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں تک جب آپ نے حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کی نبوت کا اظہار کیا اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کسی اہل دین کو دنیا اور آخرت میں تم سے زیادہ کم نصیب نہیں جانتے اور نہ ہی تمہارے دین سے زیادہ کوئی برا کوئی دین جانتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝

فرمادیجئے، کیا میں تمہیں اس شخص سے آگاہ کروں جو سزا کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک اس سے برا ہے۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اس پر غضب ناک ہوا ہے اور اس نے ان میں سے بندر اور سؤر بنا دیا ہے، اور جس نے شیطان کی پرستش کی ہے، یہی لوگ ٹھکانے کے اعتبار سے بدترین اور سیدھی راہ سے بہت ہی بھٹکے ہوئے ہیں۔

شیطان کی پرستش کرنے والے پر لعنت کا بیان

"قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ" اُخبِرُكُمْ "بِشَرٍّ مِنْ" اَهْلِ "ذٰلِكَ" "الَّذِىْ تَنْقِمُوْنَهُ "مَثُوْبَةً" ثَوَابًا بِمَعْنٰى جَزَاء "عِنْدَ اللّٰه" هُوَ "مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰه" اَبْعَده عَنْ رَحْمَته "وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِير" بِالْمَسْخِ "وَ" مَنْ "عَبَدَ الطَّاغُوت" الشَّيْطَان بِطَاعَتِهِ وَرُوعِىَ فِىْ مِنْهُمْ مَعْنٰى مِنْ وَفِيْمَا قَبْله لَفْظهَا وَهُمْ الْيَهُوْد وَفِىْ قِرَاءَة بِضَمِّ بَاء عَبَدَ وَاِضَافَته اِلٰى مَا بَعْد اسْم جَمْع لِعَبْدٍ وَنَصْبه بِالْعَطْفِ عَلَى الْقِرَدَة "اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا" تَمْيِيز لِاَنَّ مَاْوَاهُمُ النَّار "وَاَضَلُّ عَنْ سَوَاء السَّبِيْل" طَرِيْق الْحَقّ وَاَصْل السَّوَاء الْوَسَط وَذِكْر شَرّ وَاَضَلّ فِىْ مُقَابَلَة قَوْلهمْ لَا نَعْلَم دِيْنًا شَرًّا مِنْ دِيْنِكُمْ،

فرمادیجئے، کیا میں تمہیں اس شخص سے آگاہ کروں جو سزا کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک اس سے برا ہے۔ ثواب بہ معنی جزاء بدلہ ہے۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کیا ہے۔ اور اس پر غضب ناک ہوا ہے اور اس نے ان میں مسخ سے بندر اور سؤر بنا دیا ہے، اور جس نے شیطان کی پرستش کی ہے، یعنی اس کی اطاعت کی اس میں معنی من کی رعایت کی گئی ہے۔ جبکہ اس سے پہلے اس کے لفظ کی رعایت کی گئی ہے۔ اور وہ وہ یہود ہیں اور ایک قرأت میں باء کے ضمہ کے ساتھ اور اس کی اضافت مابعد اسم کی طرف ہے۔ لفظ عبد یہ اسم جمع ہے۔ اور قردہ پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہی لوگ ٹھکانے کے اعتبار سے بدترین ہیں۔ مکانا تمیز ہے کیونکہ ان ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور سیدھی راہ یعنی حق کی راہ سے بہت ہی بھٹکے ہوئے ہیں۔ سواء کا اصلی معنی درمیان ہے۔ اور شر اور اضل کو ان کے قول "لَا نَعْلَم دِيْنًا شَرًّا مِنْ دِيْنِكُمْ،" کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۶۰ کے شان نزول کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے پوچھا کہ آپ کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل پر یہاں تک کہ آپ نے (سورہ بقرہ کے) اس مقام تک بیان فرمایا (ونحن لہ مسلمون (130)) ترجمہ۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

جب آپ نے اپنے اس ارشاد میں حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کی نبوت کا انکار کیا اور کہا کہ اللہ کی قسم ہم دنیا وآخرت میں تم سے کم حصے والے دین کو نہیں جانتے اور نہ ہی تمہارے دین سے بدتر کوئی دین جانتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (نیساپوری، 169، سیوطی 106)

یہود پر لعنت وغضب کا بیان

بخاری مسلم کی حدیث میں ہے "ابن جمیل اسی کا بدلہ لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ نے اسے غنی کر دیا اور یہ کہ تم میں سے اکثر صراط مستقیم سے الگ اور خارج ہو چکے ہیں۔ تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے ہاں سے بدلہ پانے میں کون بدتر ہے؟ اور وہ تم ہو کہ کیونکہ یہ خصلتیں تم میں ہی پائی جاتی ہیں۔ یعنی جسے اللہ نے لعنت کی ہو، اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہو، اس پر غصبناک ہوا ہو، ایسا جس کے بعد رضا مند نہیں ہوگا اور جن میں سے بعض کی صورتیں بگاڑ دی ہوں، بندر اور سور بنا دیئے ہوں۔ اس کا پورا بیان سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ یہ بندر وسور وہی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، جس قوم پر اللہ کا ایسا عذاب نازل ہوتا ہے، ان کی نسل ہی نہیں ہوتی، ان سے پہلے بھی سور اور بندر تھے۔ روایت مختلف الفاظ میں صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ مسند میں ہے کہ "جنوں کی ایک قوم سانپ بنا دی گئی تھی۔ جیسے کہ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔

وَإِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ○
اور جب تمہارے پاس آئیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر،
اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔

یہود کا حالت کفر کے ساتھ آنے جانے کا بیان

"وَإِذَا جَاءُوْكُمْ" اَیْ مُنَافِقُو الْيَهُوْد "قَالُوْا اٰمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا" اِلَيْكُمْ مُتَلَبِّسِيْنَ "بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ" مِنْ عِنْدِكُمْ مُتَلَبِّسِيْنَ وَلَمْ يُؤْمِنُوْا "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَهٗ مِنَ النِّفَاقِ،

اور جب یہ منافق یہودی تمہارے پاس آئیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر کے ساتھ ہیں، یعنی آپ کے پاس سے بھی کفر کی حالت میں گئے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔ یعنی اللہ جانتا ہے جو انہوں نے منافقت کو چھپایا ہوا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۶۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان واخلاص کا اظہار کیا اور کفر وضلال چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حال کی خبر دی۔ (تفسیر خازن، سورہ مائدہ، ۶۱، بیروت)

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور آپ ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھیں گے جو گناہ اور ظلم اور اپنی حرام خوری میں بڑی تیزی سے کوشاں ہوتے ہیں۔

بیشک وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔

حرام خوری کی طرف دوڑ کر جانے والے یہود کا بیان

"وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ" اَیِ الْیَهُوْد "يُسَارِعُونَ" یَقَعُوْنَ سَرِیْعًا "فِي الْإِثْمِ" الْكَذِب "وَالْعُدْوَانِ" الظُّلْم "وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ" الْحَرَام كَالرِّشَا "لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَهٗ عَمَلهمْ هٰذَا،

اور آپ ان یہود میں بکثرت ایسے لوگ دیکھیں گے جو گناہ اور ظلم اور اپنی حرام خوری میں بڑی تیزی سے کوشاں ہوتے ہیں۔ حرام کھانے میں جیسے رشوت ہے۔ بیشک وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ یعنی ان کا یہ عمل کتنا یہ برا ہے جو انہوں کر رکھا ہے۔

اچھی اور بری عادات اپنانے والوں کا بیان

تفسیر روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ ان لوگوں کے متعلق دوڑ دوڑ کر گناہوں پر گرنے کا عنوان اختیار کر کے قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ فرمایا، کہ یہ لوگ ان بری خصلتوں کے عادی مجرم ہیں۔ اور یہ برے اعمال ان کے ملکاتِ راسخہ بن کر ان کی رگ و پے میں اس طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ بلا ارادہ بھی یہ لوگ اسی طرف چلتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک عمل ہو یا بد جب کوئی انسان اس کو بکثرت کرتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ ایک ملکہ راسخہ اور عادت بن جاتی ہے۔ پھر اس کے کرنے میں اس کو کوئی مشقت اور تکلیف باقی نہیں رہتی، بری خصلتوں میں یہود اسی حد پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس کو ظاہر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ، اور اسی طرح اچھی خصلتوں میں نیک لوگوں کا حال ہے۔ ان کے بارے میں بھی قرآن کریم نے (آیت) یسارعون فی الخیرات کے الفاظ استعمال فرمائے۔

لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

انہیں درویش اور علماء ان کے قولِ گناہ اور اکلِ حرام سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بیشک وہ جو کچھ تیار کر رہے ہیں، بہت برا ہے۔

علماء کا قوم کو برائی سے منع کرنے کا بیان

"لَوْلَا" هَلَّا "يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ" مِنْهُمْ "عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ" الْكَذِب "وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ" وَأَكْلهمْ السُّحْت لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَهٗ تَرْك نَهْيهمْ،

انہیں درویش اور علماء ان کے قولِ گناہ اور اکلِ حرام سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بیشک وہ جو کچھ تیار کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ یعنی ان کا حرام کھانا جو منع کرنے کے باوجود انہوں کھانے کا طریقہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ کتنا برا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۶۴ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ "علماء اور فقراء کی ڈانٹ کیلئے اس سے زیادہ سخت آیت کوئی نہیں"۔ حضرت ضحاک سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ حضرت علی نے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا "لوگو تم سے اگلے لوگ اسی بناء پر ہلاک کردیے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے تو ان کے عالم اور اللہ والے خاموش رہتے تھے، جب یہ عادت ان میں پختہ ہوگئی تو اللہ نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں۔ پس تمہیں چاہئے کہ بھلائی کا حکم کرو، برائی سے روکو، اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائیں جو تم سے پہلے والوں پر آئے، یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم برائی سے ممانعت نہ تو تمہارے روزی گھٹائے گا، نہ تمہارے موت قریب کردے گا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جس قوم میں کوئی اللہ کی نافرمانی کرے اور وہ لوگ باوجود روکنے کی قدرت اور غلبے کے اسے نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ سب پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۭ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انھوں نے کہا، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھادے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی وہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

یہود کا اللہ کی بارگاہ میں توہین کرنے کا بیان

"وَقَالَتْ الْيَهُوْد" لَمَّا ضُيِّقَ عَلَيْهِمْ بِتَكْذِيبِهِمْ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْد اَنْ كَانُوْا اَكْثَر النَّاس مَالًا "يَد اللّٰه مَغْلُولَة" مَقْبُوضَة عَنْ اِدْرَار الرِّزْق عَلَيْنَا كَنَّوْا بِهِ عَنْ الْبُخْل . تَعَالَى اللّٰه عَنْ ذٰلِكَ . "غُلَّتْ" اَمْسَكَتْ "اَيْدِيهمْ" عَنْ فِعْل الْخَيْرَات دُعَاء عَلَيْهِمْ "وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ" مُبَالَغَة فِي الْوَصْف بِالْجُودِ وَثَنَّى الْيَد لِاِفَادَةِ الْكَثْرَة اِذْ غَايَة مَا يَبْذُلهُ السَّخِيّ مِنْ مَاله اَنْ يُعْطِي بِيَدَيْهِ "يُنْفِق كَيْفَ يَشَاء" مِنْ تَوْسِيع وَتَضْيِيق لَا اعْتِرَاض عَلَيْهِ "وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا اُنْزِلَ

اِلَیْک مِنْ رَبّك "مِنَ الْقُرْاٰن "طُغْیَانًا وَّكُفْرًا" لِكُفْرِهِمْ بِهٖ "وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ" فَكُلّ فِرْقَة مِنْهُمْ تُخَالِف الْاُخْرٰی "كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِلْحَرْبِ" اَیْ لِحَرْبِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَطْفَاَهَا اللّٰه" اَیْ كُلَّمَا اَرَادُوْهُ رَدَّهُمْ "وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْض فَسَادًا" اَیْ مُفْسِدِیْنَ بِالْمَعَاصِی "وَاللّٰهُ لَا یُحِبّ الْمُفْسِدِیْنَ" بِمَعْنٰی اَنَّهٗ یُعَاقِبهُمْ،

جب نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے ان پر سخت کی گئی حالانکہ وہ کثرت مال ودولت والے تھے۔تو یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، یعنی ہم پر رزق میں کشادگی کو بند کیا ہوا ہے۔اس کو انہوں نے بخل سے بہ طور کنایہ کہا ہے۔جبکہ اللہ اس سے پاک ہے اصل میں خیرات اور اس کی طرف دعوت دینے میں ان کے ہاتھ باندھے گئے۔اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، یہ صیغہ صفت سخاوت میں مبالغہ ہے اور ہاتھ کو تثنیہ لانا یہ سخی کی سخاوت کی انتہاء کو بیان کرنا ہے کہ جب وہ بہت زیادہ سخاوت کرتا ہے تو گویا دونوں ہاتھوں سے دولت کو لٹاتا ہے۔خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، اگرچہ وسعت سے کرے اگرچہ تنگی سے لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو قرآن نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھادے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔یعنی میں سے ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی مخالفت کرتا ہے۔جب کبھی وہ آپ ﷺ کیلئے لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھادیتا ہے۔یعنی جب کبھی انہوں نے ارادہ کیا تو ان کو رد کردیا گیا۔اور نافرمانی کے سبب وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔یعنی وہ ان کو سزا دے گا۔

سورہ مائدہ آیت ۶۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ یعنی اس کا خزانہ بھرا ہوا ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے اور دن ورات میں سے کسی وقت بھی اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔کیا تم جانتے ہو کہ جب سے اس نے آسمانوں کو پیدا کیا ہے اس نے کیا خرچ کیا ہے۔اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی۔اس کا عرش (آسمان کو پیدا کرنے کے وقت) سے لے کر اب تک پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک ترازو ہے جسے وہ جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ، اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہوگیا ہے۔انہیں کے ہاتھ بند ہوں اور انہیں اس کہنے پر لعنت ہے بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے)۔آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جیسے آئی اسی طرح اس پر ایمان لایا جائے۔بغیر اس کے کہ اس کی کوئی تفسیر کی جائے یا وہم کیا جائے۔متعدد آئمہ نے یونہی فرمایا ان میں سفیان ثوری، مالک بن انس، ابن عیینہ، ابن مبارک رحمہم اللہ ان سب کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث روایت کی جائیں اور ان پر ایمان لایا جائے ان کی کیفیت سے بحث نہ کی جائے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 984)

اللہ کو فقیر کہنے والے بد بخت یہودی کا بیان

فخاص نامی یہودی نے یہ کہا تھا اور اسی ملعون کا وہ دوسرا قول بھی تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے تھپڑ رسید کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شاس بن قیس نے یہی کہا تھا جس پر یہ آیت اتری۔ اور ارشاد ہوا کہ بخیل اور کنجوس ذلیل اور بزدل یہ لوگ خود ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اگر یہ بادشاہ بن جائیں تو کسی کو کچھ بھی نہ دیں۔ بلکہ یہ تو اوروں کی نعمتیں دیکھ کر جلتے ہیں۔ یہ ذلیل تر لوگ ہیں۔ بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہیں وہ سب کچھ خرچ کرتا رہتا ہے اس کا فضل وسیع ہے، اس کی بخشش عام ہے، ہر چیز کے خزانے اس کے ہاتھوں میں ہیں۔ ہر نعمت اس کی طرف سے ہے۔ ساری مخلوق دن رات ہر وقت ہر جگہ اسی کی محتاج ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۝
اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغات میں داخل کرتے۔

اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے کیلئے دوہرا ثواب ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتَاب اٰمَنُوا" بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاتَّقَوْا" الْكُفْر ،لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيم،

اور اگر کتاب والے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغات میں داخل کرتے۔

محمد بن مقاتل عبداللہ صالح بن حیّ کہتے ہیں کہ ایک خراسانی نے شعبی سے کچھ کہا تو شعبی نے کہا ہمیں بواسطہ ابو ہریرہ ابو موسیٰ اشعری کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی باندی کو ادب سکھائے اور اس کی تادیب و تعلیم بہتر طریق پر کرے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اسے دوہرا ثواب ملے گا اور جو شخص عیسیٰ پر ایمان لایا پھر میرے اوپر ایمان لایا تو اسے دوہرا ثواب ملے گا اور غلام جب اپنے رب سے ڈرے اور اپنے آقاؤں کی اطاعت کرے تو اسے بھی دوہرا ثواب ملے گا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 706)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ
تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ۝
اور اگر وہ لوگ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا تھا قائم کر دیتے
تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک گروہ میانہ رَو ہے، اور ان میں سے
اکثر لوگ جو کچھ کر رہے ہیں نہایت ہی برا ہے۔

اہل تورات کیلئے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے پر وسعت رزق کا بیان

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰاةَ وَالْاِنْجِيل " بِالْعَمَلِ بِمَا فِيْهِمَا وَمِنْهُ الْاِيْمَان بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ " مِنَ الْكُتُب "مِنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ " بِاَنْ يُّوَسِّع عَلَيْهِمُ الرِّزْق وَيُفِيض مِنْ كُلّ جِهَة "مِنْهُمْ اُمَّة" جَمَاعَة "مُقْتَصِدَة" تَعْمَل بِهِ وَهُمْ مَنْ اٰمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعَبْدِ اللهِ بْن سَلَام وَاَصْحَابه "وَكَثِيْر مِنْهُمْ سَاءَ " بِئْسَ "مَا" شَيْئًا "يَعْمَلُوْنَه".

اور اگر وہ لوگ تورات اور انجیل میں بیان کردہ احکام پر عمل کرتے اور نبی کریم ﷺ پر ایمان اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے کتب میں نازل کیا گیا تھا قائم کردیتے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔یعنی ہر طرف سے ان کیلئے رزق وسیع کردیا جاتا۔ان میں سے ایک گروہ میانہ رو ہے، جس نے تورات پر عمل کیا تھا تو وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے اور وہ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ جو عمل کررہے ہیں ان کا وہ عمل نہایت ہی برا ہے۔

ایمان کی برکت سے رزق میں اضافہ ہونے کا بیان

امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں کہ یہود اگر آج بھی تورات وانجیل اور قرآن کریم کی ہدایات پر ایمان لے آئیں، اور ان پر پورا پورا عمل مطابق ہدایات کے کریں، نہ عملی کوتاہی میں مبتلا ہوں نہ غلو اور تعدی میں، کہ خود ساختہ چیزوں کو دین قرار دیدیں، تو آخرت کی موعودہ نعمتوں کے مستحق ہوں گے، اور دنیا میں بھی ان پر رزق کے دروازے اس طرح کھول دیئے جائیں گے، کہ اوپر سے رزق برسے گا اور نیچے سے اُبلے گا، نیچے اوپر سے مراد بظاہر یہ ہے کہ آسانی کے ساتھ مسلسل رزق عطا ہوگا۔(تفسیر کبیر، مائدہ، بیروت)

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچادیجئے، اور اگر آپ نے نہ کیا تو آپ نے
اس کا پیغام پہنچایا ہی نہیں، اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔بیشک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔

وہ شمع کیسے بجھے جس کو روشن خدا کرے

"يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْل بَلِّغْ" جَمِيْع "مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ " وَلَا تَكْتُم شَيْئًا مِنْهُ خَوْفًا اَنْ تُنَال بِمَكْرُوْه "وَاِنْ لَّمْ تَفْعَل " اَىْ لَمْ تُبَلِّغ جَمِيْع مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ "فَمَا بَلَّغْت رِسَالَته" بِالْاِفْرَادِ وَالْجَمْع لِاَنَّ كِتْمَان بَعْضهَا كَكِتْمَانِ كُلّهَا "وَاللّٰهُ يَعْصِمك مِنَ النَّاس " اَنْ يَّقْتُلُوْك وَكَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَس حَتّٰى نَزَلَتْ فَقَالَ: "انْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِى الله " رَوَاهُ الْحَاكِم،اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

الْكَافِرِينَ،

اے رسول مکرم ﷺ جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے، اور اس اندیشہ کے سبب کوئی پریشانی لاحق ہو جائے گی اس کے سبب سے کچھ بھی نہ پوشیدہ رکھنا۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام پہنچایا ہی نہیں، یعنی نازل کردہ حکم نہ پہنچایا، رسالہ کا مفرد جمع کے ساتھ آنا اسی لئے کہ بعض کا چھپانا کل کے چھپانے کی طرح ہے۔ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سے جاسکتے ہو کیونکہ اللہ نے مجھے لوگوں سے محفوظ کرلیا ہے۔ اس کا روایت کو امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ بیشک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔

سورہ مائدہ آیت ۶۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے حفاظت کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی، وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خیمے سے سر مبارک باہر نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو چلے جاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ کرلیا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 985)

حضرت حسن کہتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا جب اللہ نے مجھے رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو مجھے بہت دشواری محسوس ہوئی اور میں نے جان لیا کہ بعض لوگ مجھے جھٹلائیں گے اور رسول اللہ کو قریش اور یہود اور نصاریٰ سے خوف رہتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زاد المسیر 2، 396۔ ابن کثیر 2۔ 77)

حضرت ابو سعید سے روایت ہے یہ آیت کریمہ غدیر خم (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) کے واقعہ کے دن حضرت علی بن ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (نیسابوری 170)

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ جاگتے رہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج کیا امر پیش آیا آپ نے فرمایا کوئی صالح آدمی نہیں جو آج کی رات ہماری پہرہ داری کرے اسی دوران میں نے اسلحہ کی آواز سنی تو آپ نے پوچھا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا سعد اور حذیفہ، آپ کی پہرہ داری کے لیے آئے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے حتی کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی اور یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک چمڑے کے خیمہ سے نکال کر فرمایا اے لوگوں واپس چلے جاؤ اللہ نے میری حفاظت اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ (نیسابوری 170، سیوطی 108، مستدرک حاکم 2۔ 313، ترمذی 3046)

مسند میں ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موٹے آدمی کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اگر یہ اس کے سوا میں ہوتا تو تیرے لئے بہتر تھا۔ ایک شخص کو صحابہ پکڑ کر آپ کے پاس لائے اور کہا یہ آپ کے قتل کا ارادہ کر رہا تھا، وہ کانپنے لگا، آپ نے فرمایا گھبرا نہیں چاہے تو ارادہ کرے لیکن اللہ اسے پورا نہیں ہونے دے گا"۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

فرمادیجئے، اے اہلِ کتاب! تم کسی شے پر بھی نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے قائم کردو، اور جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کی گئی ہے یقیناً ان میں سے اکثر لوگوں کو سرکشی اور کفر میں بڑھادے گی، سو آپ گروہِ کفار پر افسوس نہ کیا کریں۔

کفار کا اسلام قبول نہ کرنے کے سبب غمزدہ نہ ہونے کا بیان

"قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَاب لَسْتُمْ عَلٰى شَيْء " مِنْ الدِّيْن مُعْتَدّ بِهِ "حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبّكُمْ " بِاَنْ تَعْمَلُوْا بِمَا فِيْهِ وَمِنْهُ الْاِيْمَان بِي "وَلَيَزِيدَن كَثِيْرًا مِنْهُمْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْك مِنْ رَبّك " مِنْ الْقُرْاٰن "طُغْيَانًا وَّكُفْرًا" لِكُفْرِهِمْ بِهِ "فَلَا تَاْسَ" تَحْزَن "عَلَى الْقَوْم الْكَافِرِيْنَ" اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِكَ اَیْ لَا تَهْتَمّ بِهِمْ،

فرمادیجئے، اے اہلِ کتاب! تم کسی شے یعنی محکم دین پر بھی نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے قائم کردو، یعنی جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب قرآن سے نازل کیا گیا ہے یقیناً ان میں سے اکثر لوگوں کو سرکشی اور ان کے کفر کی وجہ سے کفر میں بڑھادے گی، سو آپ گروہِ کفار پر افسوس نہ کیا کریں۔ یعنی اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لائیں تو آپ ان پر غمزدہ نہ ہوں۔

سورہ مائدہ آیت ۶۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رافع، سلام بن مشکم اور مالک بن صیف رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ کیا آپ اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ آپ ابراہیم کی ملت اور دین پر ہیں اور جو کتاب ہمارے پاس ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں لیکن بات یہ ہے کہ تم لوگوں نے نئی چیزیں نکال لیں۔

اور جو کچھ اس کتاب میں تھا اس کا انکار کردیا اور اسی طرح جس چیز کے لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا اسے چھپالیا انہوں نے کہا ہم اس کتاب اور دین کو جو ہمارے ہاتھوں میں ہے مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور ہم ہدایت حق پر ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 109، زادالمسیر 2۔398، قرطبی 6۔245)

یہود و نصاریٰ کا کوئی دین نہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کسی دین پر نہیں، جب تک کہ اپنی کتابوں پر اور اللہ کی اس کتاب پر ایمان لائیں لیکن ان کی حالت تو یہ ہے کہ جیسے جیسے قرآن اترتا ہے یہ لوگ سرکشی اور کفر میں بڑھتے جاتے ہیں۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان کافروں

کیلئے حسرت وافسوس کر کے کیوں اپنی جان کو روگ لگا تا ہے۔

صابی، نصرانیوں اور مجوسیوں کی بیدین جماعت کو کہتے ہیں اور صرف مجوسیوں کو بھی علاوہ ازیں ایک اور گروہ تھا، یہود اور نصاریٰ دونوں مثل مجوسیوں کے تھے۔

قتادہ کہتے ہیں یہ زبور پڑھتے تھے غیر قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے تھے اور فرشتوں کو پوجتے تھے۔ وہب فرماتے ہیں اللہ کو پہچانتے تھے، اپنی شریعت کے حامل تھے، ان میں کفر کی ایجاد نہیں ہوئی تھی، یہ عراق کے متصل آباد تھے، یلوثا کہے جاتے تھے، نبیوں کو مانتے تھے، ہر سال میں تیس روزے رکھتے تھے اور یمن کی طرف منہ کر کے دن بھر میں پانچ نمازیں بھی پڑھتے تھے اس کے سوا اور قول بھی ہیں چونکہ پہلے دو جملوں کے بعد انکا ذکر آیا تھا، اس لئے رفع کے ساتھ عطف ڈالا۔ ان تمام لوگوں سے جناب باری فرماتا ہے کہ "امن وامان والے بیڈر اور بیخوف وہ ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر سچا ایمان رکھیں اور نیک اعمال کریں اور یہ ناممکن ہے، جب تک اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ ہو جو کہ تمام جن وانس کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس آپ پر ایمان لانے والے آنے والی زندگی کے خطرات سے بیخوف ہیں اور یہاں چھوڑ کر جانے والی چیزوں کو انہیں کوئی تمنا اور حسرت نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ٥
بیشک مسلمان اور یہودی اور صابی اور نصرانی جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے
تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہود ونصاریٰ اور صابی فرقوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوا" هُمُ الْیَهُوْدُ مُبْتَدَا "وَالصَّابِئُوْنَ" فِرْقَةٌ مِنْهُمْ "وَالنَّصَارٰی" وَیُبْدَلُ مِنَ الْمُبْتَدَا "مَنْ اٰمَنَ" مِنْهُمْ "بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" فِی الْاٰخِرَةِ خَبَرُ الْمُبْتَدَا وَدَالٌّ عَلٰی خَبَرِ اِنَّ،

بیشک مسلمان اور یہودی یعنی وہ یہود ہیں جو مبتداء ہے اور صابی ان میں سے ایک فرقہ ہے اور نصرانی، نصاریٰ یہ مبتداء سے بدل ہے۔ جو بھی اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور فی الآخرۃ یہ مبتداء کی خبر ہے اور اس کی دلالت ان کی خبر پر ہے۔

گزشتہ سماوی مذاہب کے سچے پیروکاروں کیلئے بھی اسلام قبول کرنے کا حکم

پورا قرآن اور اس کی سینکڑوں آیتیں ایمان بالرسالت کی تصریحات سے لبریز ہیں جن میں یہ تصریحات موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ایمان لائے بغیر نجات نہیں، اور کوئی ایمان وعمل بغیر اس کے مقبول د

معتبر نہیں۔لیکن ملحدین کا ایک گروہ جو کسی نہ کسی طرح قرآن میں اپنے مکروہ نظریات کو ٹھونسنا چاہتا ہے۔اور انہوں نے اس آیت میں صراحۃً ذکر رسالت نہ ہونے سے ایک نیا نظریہ قائم کرلیا جو قرآن وسنت کی بے شمار تصریحات کے قطعاً خلاف ہے۔وہ یہ کہ ہر شخص اپنی اپنے مذہب یہودی، نصرانی یہاں تک کہ ہندو بت پرست رہتے ہوئے بھی اگر صرف اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نیک کام کرے تو نجات آخرت کا مستحق ہوسکتا ہے۔نجات اخروی کے لئے اسلام میں داخل ہونا ضروری نہیں۔نعوذ باللہ منہ

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ
بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝
بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان کی طرف پیغمبر بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جسے
ان کے نفس نہیں چاہتے تھے تو انہوں نے ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کا نبوت کو جھٹلانے اور انبیاء کو قتل کرنے کا بیان

"لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاق بَنِيْ اِسْرَائِيل" عَلَى الْاِيْمَان بِاللّٰهِ وَرُسُله "وَاَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُوْل" مِنْهُمْ "بِمَا لَا تَهْوَى اَنْفُسهمْ" مِنْ الْحَقّ كَذَّبُوْهُ "فَرِيْقًا" مِنْهُمْ "كَذَّبُوا وَفَرِيْقًا" مِنْهُمْ "يَقْتُلُوْنَ" كَزَكَرِيَّا وَالتَّعْبِيْر بِهِ دُوْن قَتَلُوْا حِكَايَة لِلْحَالِ الْمَاضِيَة لِلْفَاصِلَةِ

بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور ہم نے ان کی طرف پیغمبر بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا برحق حکم لایا جسے ان کے نفس نہیں چاہتے تھے تو انہوں نے ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل کرتے رہے۔جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔یہاں پر قتلوا کی بہ جائے یقتلون سے تعبیر کیا گیا ہے تا کہ فاصلہ کیلئے حالت ماضی کو حکایت کردیا جائے۔

یہود ونصاری اپنی خواہشات کے خلاف کسی حکم کو قبول نہ کرتے تھے

جب بنی اسرائیل کے پاس ان کا رسول کوئی حکم لاتا جو ان کے مزاج کے مطابق نہ ہوتا تو عہد و پیمان توڑ کر خدا سے غداری کرتے پھرتے۔اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے کسی کو جھٹلایا، کسی کو قتل کیا، یہ تو ان کے ایمان باللہ اور عمل صالح کا حال تھا۔ایمان بالیوم الآخر کا اندازہ اس سے کرلو کہ اس قدر شدید مظالم اور باغیانہ جرائم کا ارتکاب کرکے بالکل بے فکر ہو بیٹھے۔گویا ان حرکات کا کوئی خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا۔اور ظلم وبغاوت کے خراب نتائج کبھی سامنے نہ آئیں گے۔یہ خیال کرکے خدائی نشانات اور خدائی کلام کی طرف سے بالکل ہی اندھے اور بہرے ہوگئے اور جو نہ کرنے کے کام تھے وہ کئے۔حتیٰ کہ بعض انبیاء کو قتل اور بعض کو قید کیا۔آخر خدا تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کیا۔پھر ایک مدت دراز کے بعد بعض ملوک فارس نے بخت نصر کی قید ذلت ورسوائی سے چھڑا

کچھ زمانہ کے بعد پھر وہی شرارتیں سوجھیں اور بالکل اندھے بہرے ہو کر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے قتل کی جرأت کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر تیار ہو گئے۔ 26

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا
وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝
اور اس گمان میں ہیں کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، پھر ان میں زیادہ
اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔

سزا وعذاب سے بری رہنے کی یہودی وہم پرستی کا بیان

"وَحَسِبُوْا" ظَنُّوا اَنْ "لَا تَكُوْنَ" بِالرَّفْعِ فَاَنْ مُخَفَّفَةٌ وَالنَّصْبِ فَهِيَ نَاصِبَةٌ اَیْ تَقَعَ "فِتْنَةٌ" عَذَابٌ بِهِمْ عَلٰى تَكْذِيْبِ الرُّسُلِ وَقَتْلِهِمْ "فَعَمُوْا" عَنِ الْحَقِّ فَلَمْ يُبْصِرُوْهُ "وَصَمُّوْا" عَنِ اسْتِمَاعِه "ثُمَّ تَابَ اللّٰه عَلَيْهِمْ" لَمَّا تَابُوْا "ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا" ثَانِيًا "كَثِيْرٌ مِنْهُمْ" بَدَلٌ مِنَ الضَّمِيْرِ "وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيْهِمْ بِهِ،

اور اس گمان میں ہیں کہ کوئی سزا نہ ہوگی، لاتکون رفع کے ساتھ ہے۔ اور ان مخففہ ہے اور نصب بھی ہے جب وہ ان ناصبہ ہو یعنی واقع ہوا۔ یعنی رسولان مکرم کی تکذیب کے سبب ان پر عذاب واقع ہوا، تو وہ حق سے اندھے اور سننے سے بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، پھر ان میں زیادہ اندھے اور بہرے ہو گئے کثیر منھم یہ صموا کی ضمیر سے بدل ہے۔ اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔ پس وہ ان کو اس پر جزاء دے گا۔

سزا نہ ملنے کے گمان والوں کی حالت زار وفساد کا بیان

انہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم چونکہ انبیاء کی اولاد ہیں لہٰذا ہم جو کچھ کرلیں ہم پر عذاب الٰہی نہیں آسکتا۔ اس عقیدہ نے انہیں ہر طرح کے جرائم پر دلیر بنا دیا تھا۔ پھر ان پر بخت نصر کی صورت میں قہر الٰہی نازل ہوا۔ جس نے ان کی سلطنت کو تہس نہس کر دیا اور بے شمار افراد کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ مدتوں وہ قید وبند کی سختیاں جھیلتے رہے۔ آخر اللہ کی طرف رجوع کیا تو اللہ نے پھر ان کی خطائیں معاف کر دیں اور ملوک فارس کی مدد سے انہیں بخت نصر کی قید سے رہائی ملی۔ پھر جب اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی اور عیش وآرام سے زندگی گزارنے لگے تو پھر کفر وعصیان میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے۔ سیدنا زکریا اور سیدنا یحییٰ دونوں کو قتل کر دیا اور سیدنا عیسیٰ کو صلیب پر چڑھوانے کی مقدور بھر کوشش کی اور بزعم خود انہیں سولی پر چڑھا کے چھوڑا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا، اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب، بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے، تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اللہ کا بیٹا کہنے والے کفار کا بیان

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰه هُوَ الْمَسِيح ابْن مَرْيَم" سَبَقَ مِثْله "وَقَالَ" لَهُمْ "الْمَسِيح يَا بَنِي اِسْرَائِيل اُعْبُدُوا اللّٰه رَبِّي وَرَبّكُمْ" فَاِنِّي عَبْد وَلَسْت بِاِلَٰهٍ "اِنَّهُ مَنْ يُشْرِك بِاللّٰهِ" فِي الْعِبَادَة غَيْره "فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰه عَلَيْهِ الْجَنَّة" مَنَعَهُ اَنْ يَدْخُلهَا "وَمَاْوَاهُ النَّار وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ" زَائِدَة "اَنْصَار" يَمْنَعُوْنَهُمْ مِنْ عَذَاب اللّٰه،

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اور مسیح نے تو ان سے یہ کہا تھا، اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ پس میں بندہ ہوں اور میں معبود نہیں ہوں۔ بیشک جو عبادت وغیرہ میں اللہ کا شریک ٹھہرائے، تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی یعنی اس کو جنت میں داخل ہونے روک دیا ہے۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ من زائدہ ہے یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

نصرانیوں کے فرقوں کے کفر کا بیان

نصرانیوں کے فرقوں کی یعنی ملکیہ، یعقوبیہ، نسطوریہ کی کفر کی حالت بیان کی جارہی ہے کہ یہ مسیح ہی کو اللہ کہتے ہیں اور مانتے ہیں۔ اللہ ان کے قول سے پاک، منزہ اور مبرا ہے مسیح تو اللہ کے غلام تھے سب سے پہلا کلمہ ان کا دنیا میں قدم رکھتے ہی گہوارے میں ہی یہ تھا کہ (انی عبداللہ) میں اللہ کا غلام ہوں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا ہوں بلکہ اپنی غلامی کا اقرار کیا تھا اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ ہی ہے اسی کی عبادت کرتے رہو سیدھی اور صحیح راہ یہی ہے اور یہی بات اپنی جوانی کے بعد کی عمر میں بھی کہی کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرنے والے پر جنت حرام ہے اور اس کیلئے جہنم واجب ہے۔ جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا۔ جہنمی جب جنتیوں سے کھانا پانی مانگیں گے تو اہل جنت کا یہی جواب ہوگا کہ یہ دونوں چیزیں کفار پر حرام ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا، اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے،

تو جوان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

عقیدہ تثلیث سے باز نہ آنے والوں کیلئے عذاب جہنم کا بیان

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰه ثَالِث " اٰلِهَة "ثَلَاثَة" اَیْ اَحَدهَا وَالْاٰخَرَان عِيْسٰى وَاُمّه وَهُمْ فِرْقَة مِنْ النَّصَارٰی "وَمَا مِنْ اِلٰـه اِلَّا اِلٰـه وَاحِد وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ" مِنْ التَّثْلِيث وَيُوَحِّدُوْا "لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اَیْ ثَبَتُوْا عَلَى الْكُفْر "مِنْهُمْ عَذَاب اَلِيْم" مُؤْلِم وَهُوَ النَّار،

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا معبود ہے یعنی ایک خدا اللہ ہے اور دوسرے دو حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم ہیں اور یہ نصاریٰ کا ایک فرقہ تھا۔ اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا، اور اگر اپنی بات عقیدہ تثلیث سے باز نہ آئے، تو جوان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ جو کو تکلیف دینے والا ہے اور وہ جہنم ہے۔

یہ قول نصاریٰ کے فرقہ مرقوسیہ ونسطوریہ کا ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ اور مریم اور عیسیٰ تینوں الٰہ ہیں اور الٰہ ہونا ان سب میں مشترک ہے۔ متکلمین فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا، روح القدس یہ تینوں ایک الٰہ ہیں۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے، حالانکہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

کفریہ عقیدے سے توبہ کرنے کا بیان

"اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰه وَيَسْتَغْفِرُوْنَه" مِمَّا قَالُوْا اسْتِفْهَام تَوْبِيخ "وَاللّٰهُ غَفُور" لِمَنْ تَابَ "رَحِيْم" بِهِ،

کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے، جوانہوں نے کہا یہ بہ طور توبیخ استفہام ہے حالانکہ جو توبہ کرے اس کو اللہ بڑا بخشنے والا، اس کے ساتھ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

تعجب میں ڈال دینے والی توبہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان دو مردوں کے حال سے تعجب کرتا ہے ایک وہ جو دوسرے کو قتل کرتا ہے پھر وہ دونوں جنت میں جاتے ہیں۔

ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ کی راہ میں لڑ کے مقتول ہو جاتا ہے، پھر اللہ قاتل کو بھی توبہ نصیب کرتا ہے، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 99)

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا بیان

"خَلَتْ" مَضَتْ "مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل" فَهُوَ يُمْضِي مِثْلَهُمْ وَلَيْسَ بِاِلٰهٍ كَمَا زَعَمُوْا وَاِلَّا لَمَا مَضَى "وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ" مُبَالَغَةٌ فِي الصِّدْقِ "كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَام" كَغَيْرِهِمَا مِنَ النَّاس وَمَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا يَكُوْن اِلٰهًا لِتَرْكِيبِهٖ وَضَعْفه وَمَا يَنْشَأ مِنْهُ مِنَ الْبَوْل وَالْغَائِط "اُنْظُرْ" مُتَعَجِّبًا "كَيْفَ نُبَيِّن لَهُمُ الْاٰيَات" عَلٰى وَحْدَانِيَّتنَا "ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى" كَيْفَ "يُؤْفَكُوْنَ" يُصْرَفُوْنَ عَنِ الْحَقّ مَعَ قِيَام الْبُرْهَان،

مسیح بن مریم معبود نہیں ہیں جس طرح انہوں نے گمان کیا ہوا ہے بلکہ ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، صدیقہ یہ صدق میں مبالغہ ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، اور جو اس طرح ہوتا ہے وہ معبود نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح کی ترکیب کا ہونا، کمزوری کا ہونا اور بول و براز کی ضرورت کا ہونا ہے۔ تعجب سے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں یعنی توحید کے دلائل ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔ یعنی دلیل قائم ہو جانے کے باوجود وہ حق سے پھرنے والے ہیں۔

وہ بھی معجزات رکھتے تھے یہ معجزات ان کے صدق نبوت کی دلیل تھے، اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی رسول ہیں، ان کے معجزات بھی دلیلِ نبوت ہیں، انہیں رسول ہی ماننا چاہئے جیسے اور انبیاء علیہم السلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے ان کو بھی خدا نہ مانو اس میں نصاریٰ کا رد ہے کہ اِلٰہ غذا کا محتاج نہیں ہو سکتا تو جو غذا کھائے، جسم رکھے، اس جسم میں تحلیل واقع ہو، غذا اس کا بدل بنے، وہ کیسے اِلٰہ ہو سکتا ہے۔

جمہور امت کی تحقیق یہی ہے کہ خواتین میں نبوت نہیں آئی یہ منصب رجال ہی کے لئے مخصوص رہا ہے (وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى) 12۔ یوسف:109) حضرت مریم بتول بھی ایک ولی بی بی تھیں۔ نبی نہیں۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

نفع و نقصان کے مالک نہ ہونے والوں کی عبادت کا بیان

"لَا قَوْلَ الْكُمْ "الْعَلِيْمُ" بِاَحْوَالِكُمْ وَالْاسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ،

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی تمہارے اقوال کو سنتا، تمہارے احوال کو جانتا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

یہ ابطال شرک کی ایک اور دلیل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جو نفع وضرر وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت واختیار رکھتا ہو، جو ایسا نہ ہو وہ الٰہ مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفع وضرر کے بالذات مالک نہ تھے، اللہ تعالیٰ کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو ان کی نسبت اُلوہیت کا اعتقاد باطل ہے۔ (تفسیر ابوالسعود)

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا
مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ٥
تم فرماؤ اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو، جو پہلے گمراہ
ہوچکے اور کثیر کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔

یہود ونصاریٰ کا دین میں غلو کرنے کا بیان

"قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ" الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى "لَا تَغْلُوْا" تُجَاوِزُوا الْحَدَّ "فِيْ دِيْنِكُمْ" غُلُوًّا "غَيْرَ الْحَقِّ" بِاَنْ تَضَعُوْا عِيْسٰى اَوْ تَرْفَعُوْهُ فَوْقَ حَقِّهِ "وَلَا تَتَّبِعُوْا اَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ" بِغُلُوِّهِمْ وَهُمْ اَسْلَافُهُمْ "وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا" مِنَ النَّاسِ "وَضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ" عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ وَالسَّوَاءُ فِي الْاَصْلِ الْوَسَطُ،

تم فرماؤ اے کتاب والے یہود ونصاریٰ! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو یعنی اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور حق کے سوا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنا یا ان کو ان کے مرتبے سے بڑھا کر معبود بنا لینا۔ اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو، جو غلو کی وجہ سے تم سے پہلے گمراہ ہوچکے اور ان کے اسلاف بھی گمراہ ہوچکے۔ اور کثیر لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور سیدھی راہ یعنی راہ حق سے بہک گئے۔ سواء کا معنی درمیان ہے۔

افراد وتفریط کے شکار یہود ونصاریٰ کا بیان

انبیاء اور رسل کے معاملہ میں بنی اسرائیل کے یہ دو متضاد عمل کہ یا تو ان کو جھوٹا کہیں اور قتل تک سے دریغ نہ کریں، اور یا یہ زیادتی کہ ان کو خود ہی خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیدیں، یہ وہی افراط وتفریط ہے جو جہالت کے لوازم سے ہے، عرب کا مشہور مقولہ الجاہل اما مفرط او مفرط یعنی جاہل آدمی کبھی اعتدال اور میانہ روی پر نہیں رہتا، بلکہ یا افراط میں مبتلا ہوتا ہے یا تفریط میں۔ افراط کے معنی حد سے آگے بڑھنے کے ہیں اور تفریط کے معنی ہیں فرض کی ادائیگی میں کوتاہی اور کمی کرنے کے اور یہ افراط وتفریط یہ بھی ممکن ہے کہ یہی

اسرائیل کی دو مختلف جماعتوں کی طرف سے عمل میں آئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی جماعت کے یہ دو مختلف عمل مختلف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوئے ہوں کہ بعض کی تکذیب و قتل تک نوبت پہنچ جائے اور بعض کو خدا کے نہ بتایا جائے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝
بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا تھا انہیں داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر (سے) لعنت کی جا چکی،
یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے کفار پر داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت بھیجنے کا بیان

"لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيل عَلٰى لِسَان دَاوُد" بِاَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمُسِخُوا قِرَدَة وَهُمْ اَصْحَاب اَيْلَة "وَعِيْسَى ابْن مَرْيَم" بِاَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمُسِخُوا خَنَازِير وَهُمْ اَصْحَاب الْمَائِدَة "ذٰلِكَ" اللَّعْن، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ،

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا تھا انہیں داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر سے لعنت کی جا چکی، یعنی انہوں نے ان کیلئے دعائے ضرر کی تو وہ مسخ ہو کر بندر بنا دیئے گئے اور وہ اصحاب ایلہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر دعائے ضرر کی تو وہ مسخ ہو کر خنازیر بنا دیئے گئے اور وہ اصحاب مائدہ ہیں۔ جن پر لعنت کی ہوئی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

سورہ مائدہ آیت ۷۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلاء ہو گئے تو ان کے علماء نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن جب وہ باز نہیں آئے تو علماء ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل آپس میں ایک دوسرے سے ملا دیئے اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی کیونکہ وہ لوگ نافرمانی کرتے ہوئے حد سے تجاوز کر جاتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک نجات نہیں پاؤ گے جب تک تم ظالم کو ظلم سے نہ روکو گے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن، یزید سے اور وہ سفیان ثوری سے یہ حدیث نقل کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر نہیں کرتے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ محمد بن مسلم بن ابی وضاح سے بھی علی بن بذیمہ کے حوالے سے منقول ہے وہ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ جبکہ بعض ابوعبیدہ کے حوالے سے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 986)

بنوسرائیل کو برائیوں سے منع یا نہ کرنے کا بیان

بنواسرائیل کے کافر پرانے ملعون ہیں، حضرت داؤداور حضرت عیسیٰ کی زبانی انہی کے زمانہ میں ملعون قرار پاچکے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے نافرمان تھے اور مخلوق پر ظالم تھے، توراۃ، انجیل، زبوراور قرآن سب کتابیں ان پر لعنت برساتی آئیں۔ یہ اپنے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کو برے کاموں دیکھتے تھے لیکن چپ چاپ بیٹھے رہتے تھے، حرام کاریاں اور گناہ کھلے عام ہوتے تھے اور کوئی کسی کو روکتا نہ تھا۔ یہی ان کا برا کام تھا۔

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "بنواسرائیل میں پہلے پہل جب گناہوں کا سلسلہ چلا تو ان کے علماء نے انہیں روکا۔ لیکن جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو انہوں نے انہیں الگ نہیں کیا بلکہ انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے رہے، جس کی وجہ سے دونوں گروہوں کے دلوں میں آپس میں ٹکرادیا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے دل بھڑادیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی ان پر اپنی لعنت نازل فرمائی۔ کیونکہ وہ نافرمان اور ظالم تھے۔ اس کے بیان کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب ٹھیک ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تم پر ضروری ہے کہ لوگوں کو خلاف شرع باتوں سے روکو اور انہیں شریعت کی پابندی پر لاؤ۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے برائی بنی اسرائیل میں داخل ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھتا تو اسے روکتا، اسے کہتا کہ اللہ سے ڈر اور اس برے کام کو چھوڑ دے یہ حرام ہے۔ لیکن دوسرے روز جب وہ نہ چھوڑتا تو یہ اس سے کنارہ کشی نہ کرتا بلکہ اس کا ہم نوالہ ہم پیالہ رہتا اور میل جول باقی رکھتا، اس وجہ سے سب میں ہی سنگدلی آگئی۔ پھر آپ نے اس پوری آیت کی تلاوت کر کے فرمایا واللہ تم پر فرض ہے کہ بھلی باتوں کا ہر ایک کو حکم کرو، برائیوں سے روکو، ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھو اور اسے تنگ کرو کہ حق پر آجائے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ابوداؤد وغیرہ میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دلوں کو بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا دے گا اور تم پر اپنی پھٹکار نازل فرمائے گا جیسی ان پر نازل فرمائی۔ (جامع ترمذی، کتاب تفسیر، بیروت)

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○
وہ جو برا کام کرتے تھے ایک دوسرے کو اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ بیشک وہ کام برے تھے جنہیں وہ انجام دیتے تھے۔

ظالم کو ظلم سے روکنے کا بیان

"كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ" اَیْ لَا يَنْهَى بَعْضهمْ بَعْضًا "عَنْ" مُعَاوَدَة "مُنْكَر فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" فِعْلهمْ هٰذَا،

وہ جو برا کام کرتے تھے ایک دوسرے کو اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ یعنی آپ کی عداوت میں جو کام کرتے تو ان کو منع کیا جاتا لیکن وہ باز نہ آتے تھے۔ بیشک وہ کام برے تھے جنہیں وہ انجام دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ظالم یا مظلوم بھائی کی مدد کرو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن ظالم کی کس طرح مدد کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ لو (یعنی اس کو ظلم سے روکو)۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2341)

اس آیت میں بتایا یہ گیا ہے کہ جس طرح بدی کا ارتکاب کرنا جرم ہے اسی طرح بدی سے نہ روکنا بھی جرم ہے اور جرم کے لحاظ سے دونوں برابر ہوتے ہیں اور اللہ کی لعنت یا عذاب الٰہی کا اثر اور نقصان دونوں کو یکساں پہنچتا ہے۔

برائی سے منع نہ کرنے والوں کی مثال

ایسے تباہ ہونے والے معاشرہ کی مثال رسول اللہ نے یہ بیان فرمائی جیسے " کچھ لوگوں نے جہاز میں سوار ہونے کے لیے قرعہ ڈالا اور قرعہ کی رو سے کچھ لوگ نچلی منزل میں بیٹھے اور کچھ اوپر والی منزل میں۔ نچلی منزل والوں کو پانی اوپر کی منزل سے حاصل کرنا پڑتا تھا جس سے اوپر کی منزل والے تنگ پڑتے تھے۔ اب نچلی منزل والوں نے اس کا حل یہ سوچا کہ کیوں نہ جہاز کے نچلے تختہ میں سوراخ کر کے پانی نیچے سمندر سے حاصل کر لیا جائے۔ پھر اگر نچلی منزل والے اور اوپر کی منزل والے دونوں مل کر ان سوراخ کرنے والوں کا ہاتھ نہ روکیں گے تو نچلے اور اوپر والے سب غرق ہو جائیں گے۔ (بخاری۔ کتاب المظالم)

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝
آپ ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ کیا ہی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنے
کے لئے آگے بھیج رکھی ہے یہ کہ اللہ ان پر ناراض ہو گیا، اور وہ لوگ ہمیشہ عذاب ہی میں رہنے والے ہیں۔

بغض کے سبب کفار سے دوستی اختیار کرنے کا بیان

"تَرٰى" يَا مُحَمَّدُ "كَثِيْرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ بُغْضًا لَكَ "لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ" مِنَ الْعَمَلِ لِمَعَادِهِمْ الْمُوجِبِ لَهُمْ، اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ،

یا محمد ﷺ آپ ان میں سے اکثر اہل مکہ کے لوگوں کو دیکھیں گے جو آپ ﷺ سے بغض کی وجہ سے کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ کیا ہی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنے کے لئے آگے بھیج رکھی ہے یعنی ان کیلئے عذاب واجب کرنے والی ہے۔ یہ کہ اللہ ان پر ناراض ہو گیا، اور وہ لوگ ہمیشہ عذاب ہی میں رہنے والے ہیں۔

اگر یہ لوگ اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر پورا ایمان رکھتے تو ہرگز کافروں سے دوستیاں نہ کرتے اور

چھپ چھپا کر ان سے میل ملاپ جاری نہ رکھتے۔ نہ سچے مسلمانوں سے دشمنیاں رکھتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے خارج ہو چکے ہیں اس کی وحی اور اس کے پاک کلام کی آیتوں کے مخالف بن بیٹھے ہیں۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ
وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ٥
اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان لے آتے تو ان کو دوست نہ بناتے
لیکن ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہونے کا بیان

"وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ" مُحَمَّدٍ "وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ" اَىِ الْكُفَّار "اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ" خَارِجُوْنَ عَنِ الْاِيْمَانِ،

اور اگر وہ اللہ پر اور نبی مکرم حضرت محمد ﷺ پر اور اس پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان لے آتے تو ان کفار کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ یعنی ایمان سے خارج ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۸۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل کے ایمان میں کمی آگئی تو ان سے اگر کوئی اپنے بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اسے روکتا پھر دوسرے دن اگر وہ باز نہ آتا تو اسے اس خیال سے نہ روکتا کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک دوسرے سے جوڑ دیئے ان کے متعلق قرآن نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ بنی سرائیل میں سے جو کافر ہوئے ان پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان پر لعنت کی گئی یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے۔ اور حد سے گزر گئے تھے۔ (المائدہ۔ آیت) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات، وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ، سے آخر تک پڑھی، اور اگر وہ اللہ اور نبی پر اور اس چیز پر جو اس کی طرح نازل کی گئی ہے ایمان لاتے تو کافر کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور اٹھ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا تم بھی عذاب الٰہی سے اس وقت تک نجات نہیں پاسکتے جب تک ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف راہ راست پر نہ لے آؤ۔ محمد بن بشار بھی ابوداؤد سے وہ

محمد بن مسلم بن ابی وضاح سے وہ علی بن بذیمہ سے وہ عبیدہ سے وہ عبداللہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 987)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝
آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظ عداوت سب لوگوں سے زیادہ سخت یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے،
اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔
یہ اس لئے کہ ان میں علماء ہیں اور گوشہ نشین بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

اہلِ مکہ اور یہود کی سب سے زیادہ عداوت کا بیان

"لَتَجِدَنَّ" يَا مُحَمَّدُ "اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا" مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ لِتَضَاعُفِ كُفْرِهِمْ وَجَهْلِهِمْ وَانْهِمَاكِهِمْ فِي اتِّبَاعِ الْهَوٰى "وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ" اَيْ قُرْبُ مَوَدَّتِهِمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ "بِاَنَّ" بِسَبَبِ اَنَّ "مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ" عُلَمَاءَ "وَرُهْبَانًا" عُبَّادًا "وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ" عَنْ اتِّبَاعِ الْحَقِّ كَمَا يَسْتَكْبِرُ الْيَهُوْدُ وَاَهْلُ مَكَّةَ.

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظ عداوت سب لوگوں سے زیادہ سخت یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے، یعنی اہل مکہ میں سے کیونکہ وہ ان کو کفر اور ان کی جہالت اور خواہشات نفسانی میں ان منہمک ہو جانے کی وجہ ان میں کثرت عداوت پائیں گے۔ اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں علماء ہیں اور گوشہ نشین بھی ہیں اور وہ حق کی اتباع کرنے میں تکبر نہیں کرتے۔ جس طرح یہود اور اہل مکہ نے تکبر کیا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۸۲ کے سبب نزول کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کو مکہ میں اپنے ساتھیوں پر مشرکین سے خوف تھا چنانچہ آپ نے جعفر بن ابی طالب اور ابن مسعود کو اپنے صحابہ کی جماعت میں نجاشی کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ وہ ایک نیک بادشاہ ہے نہ تو خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کے سامنے کسی پر ظلم کیا جا سکتا ہے لہٰذا تم اس وقت تک کہ جب تک اللہ مسلمانوں کے لیے کشادگی پیدا کر دے اس کی طرف چلے جاؤ جب یہ حضرات نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا بہت احترام کیا اور ان سے کہا کہ کیا تم اس کتاب کا کچھ جانتے ہو جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے انہوں نے جواب دیا ہاں اس نے کہا اس میں سے کچھ پڑھو تو انہوں نے (قرآن) پڑھا جبکہ نجاشی کے گرد علماء ومشائخ موجود تھے جب بھی یہ لوگ آیت پڑھتے تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے آنسو بہنے لگتے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف میں فرمایا

(ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ) .

یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو پیغمبر پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا۔

حضرت سعید بن مسیب حضرت عروہ بن زبیر اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے عمرو بن امیہ ضمیر کو ایک خط دے کر نجاشی کی طرف بھیجا یہ نجاشی کے پاس آئے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا پھر جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ جو مہاجرین تھے کو بلایا اور علماء و مشائخ کو پیغام دے کر جمع کر لیا پھر جعفر سے کہا کہ ان کے سامنے قرآن پاک پڑھو چنانچہ آپ نے سورہ مریم کی تلاوت کی تو یہ لوگ ایمان لے آئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ) الی قولہ (فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ)اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاری ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو (سب سے پہلے) پیغمبر (محمد) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے انہوں نے حق بات کو پہچان لیا اور وہ خدا (کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے۔ (قرطبی 6۔255)

وفد نجاشی کے قبول اسلام اور چھٹے پارہ کے اختتامی کلمات کا بیان

بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر اور ان کے ساتھی حبشہ سے واپس آئے تو ان کے ساتھ ستر آدمیوں کا وفد تھا جسے نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تھا انہوں نے اونی کپڑے پہن رکھے تھے اور ان میں سے باسٹھ آدمی حبشہ کے اور آٹھ آدمی ملک شام کے تھے اور اھل شام بحیرا راھب، ابرھلیہ، ادریس، اشرف، تمام قتیم، ذر اور ایمن تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ سورہ یسین کی آخر تک تلاوت کی تو یہ قرآن سن کر رونے لگے۔

اور ایمان لے آئے کہنے لگے کہ یہ اس کتاب کے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی کس قدر مشابہ ہے اس پر اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ (نیسابوری 70، سیوطی 109)

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا
مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○
اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا، تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے،
کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

نَزَلَتْ فِيْ وَفْدِ النَّجَاشِيِّ الْقَادِمِيْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَبَشَةِ قَرَاَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوْرَةَ يٰس فَبَكَوْا وَاَسْلَمُوْا وَقَالُوْا مَا اَشْبَهَ هٰذَا بِمَا كَانَ يَنْزِلُ عَلٰى عِيْسٰى،

"وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ" مِنَ الْقُرْاٰنِ "تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا" صَدَّقْنَا بِنَبِيِّكَ وَكِتَابِكَ "فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ" الْمُقِرِّيْنَ بِتَصْدِيْقِهِمْ،

یہ آیت نجاشی کے اس وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حبشہ سے آیا تو آپ ﷺ نے سورہ یٰسین کی آیات کی تلاوت کی تو وہ رو پڑے اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور کہا کہ یہ کلام کتنا اس کلام سے مشابہت رکھنے والا ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔

اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف قرآن اترا، تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے، کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم تیرے نبی اور تیری کتاب پر ایمان لائے۔ تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔ یعنی ہم کو بھی ان کی تصدیق کرنے والوں میں لکھ دے۔

سورہ مائدہ آیت ۸۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیتیں حضرت نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ کچھ لوگ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے حضور کی زبان مبارک سے قرآن کریم سن کر ایمان لائے اور بے تحاشہ رونے لگے۔ آپ نے ان سے دریاف فرمایا کہ کہیں اپنے وطن پہنچ کر اس سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے کہا ناممکن ہے اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝
اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے، ایمان نہ لائیں حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں کہ
ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرما دے۔

حق بات کو سن کر اسے ماننے کا بیان

"وَ" قَالُوْا فِيْ جَوَابِ مَنْ عَيَّرَهُمْ بِالْاِسْلَامِ مِنَ الْيَهُوْدِ "مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ" الْقُرْاٰنِ اَيْ لَا مَانِعَ لَنَا مِنَ الْاِيْمَانِ مَعَ وُجُوْدِ مُقْتَضِيْهِ "وَنَطْمَعُ" عُطِفَ عَلٰى نُؤْمِنُ "اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِيْنَ" الْمُؤْمِنِيْنَ الْجَنَّةَ،

اور انہوں نے کہا یہ اس شخص کے جواب میں ہے جس نے یہود کو اسلام سے تعبیر کیا۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق یعنی قرآن پر جو ہمارے پاس آیا ہے، ایمان نہ لائیں یعنی تقاضہ ایمان ہونے کے باوجود ایمان نہ لانے میں کیا چیز مانع ہے۔ حالانکہ

ہم ایمان پر طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں یعنی مؤمنین کے ساتھ جنت میں داخل فرمادے۔

قرآن کی حقانیت سن کر رونے والوں اور ایمان لانے والوں کا بیان

حبشہ میں جہاں مسلمان مکی زندگی میں دو مرتبہ ہجرت کر کے گئے۔ اصحمۃ نجاشی کی حکومت تھی، یہ عیسائی مملکت تھی، یہ آیات حبشہ میں رہنے والے عیسائیوں کے بارے میں ہی نازل ہوئیں ہیں تاہم روایات کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ علیہ کو اپنا مکتوب دیکر نجاشی کے پاس بھیجا تھا، جو انہوں نے جا کر سنایا، نجاشی نے وہ مکتوب سن کر حبشے میں موجود مہاجرین اور حضرت جعفر بن ابی طالب کو اپنے پاس بلایا اور اپنے علماء اور عباد و زہاد کو بھی جمع کر لیا پھر حضرت جعفر کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم پڑھی جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی ولادت اور ان کی عبدیت و رسالت کا ذکر ہے جسے سن کر وہ بڑے متاثر ہوئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور ایمان لے آئے۔ بعض کہتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے کچھ علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایمان لے آئے (فتح القدیر)

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝
پس اللہ نے ان کی اس بات کے عوض انہیں ثواب میں جنتیں عطا فرمادیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔
ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور یہی نیکوکاروں کی جزا ہے۔

ایمان والوں کیلئے جنت کی دائمی نعمتوں کا بیان

"فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزَاء الْمُحْسِنِیْنَ " بِالْاِیْمَانِ،

پس اللہ نے ان کی اس بات کے عوض انہیں ثواب میں جنتیں عطا فرمادیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور یہی نیکوکاروں کی جزا ہے۔ یعنی ایمان پر ثابت قدمی ہے۔

امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فاعلم انہ لا الہ الا اللہ اس لئے کہ اللہ نے علم سے ابتداء فرمائی ہے اور علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں انہوں نے انبیاء سے علم کو میراث میں پایا ہے جس نے علم حاصل کر لیا اس نے بڑی دولت حاصل کی اور جو شخص کسی راستے پر تحصیل علم کے لئے قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہی بندے اللہ سے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں اور فرمایا کہ اس کو علماء کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور ابوذر نے ایک مرتبہ اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اس پر تلوار رکھ دو لیکن پھر بھی میں سمجھوں گا کہ اس سے پہلے کہ تم میرے اوپر تلوار چلاؤ ایک کلمہ جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہہ سکوں گا تو ضرور اس کو کہہ دوں گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے فلیبلغ الشاھد

الغائب (یہ بھی علم کے ظاہر کرنے کا حکم دے رہا ہے) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کو ربانیین (میں ربانیین) سے حکماء اور علماء، فقہاء مراد ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ ربانی وہ شخص ہے جو لوگوں کو علم کی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی بڑی باتوں سے پہلے تعلیم کرلے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 70)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۝
اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

یہ نصاریٰ بھی اہل کتاب تھے اور مدینہ کے یہود اور ان کے سردار بھی اہل کتاب۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ ان کے رویہ کے لحاظ سے ان میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی فرق کو سابقہ آیت میں بیان کیا گیا ہے اہل کتاب اور توحید کا دعویٰ رکھنے کے لحاظ سے یہود کو بھی چاہیے تو یہی تھا کہ وہ عیسائیوں کی طرح مشرکین کے بجائے مسلمانوں کے قریب تر ہوتے لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا۔ یہود نے اللہ کی ان آیات کو جھٹلا دیا جو تورات میں موجود تھیں۔ لہٰذا ایسے بدکردار لوگوں کی سزا دوزخ ہی ہو سکتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۝
اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو
بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

ہمیشہ نماز روزے میں رہنے کو لازم کرنے والوں کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا هَمَّ قَوْم مِنَ الصَّحَابَة اَنْ يُّلَازِمُوْا الصَّوْم وَالْقِيَام وَلَا يَقْرَبُوْا النِّسَاء وَالطِّيب وَلَا يَاْكُلُوْا اللَّحْم وَلَا يَنَامُوْا عَلَى الْفِرَاش "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَات مَآ اَحَلَّ اللّٰه لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا" تَتَجَاوَزُوْا اَمْر اللّٰه، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ،

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت کہا کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھیں گے نماز قائم کریں گے اور عورتوں کے قریب نہ جائیں گے اور خوشبو نہ لگائیں گے۔ اور گوشت نہ کھائیں گے اور بستروں پر سونا بھی نہ ہوگا۔

اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور اللہ کے حکم میں حد سے نہ بڑھو، بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

سورہ مائدہ آیت ۸۷ کے شان نزول کا بیان

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب گوشت کھاتا ہوں تو عورتوں کے لئے پریشان پھرنے لگتا ہوں۔ اور میری شہوت غالب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا میں نے گوشت کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ، وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا، اے ایمان والوان ستھری چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ کے رزق میں سے جو چیز حلال ستھری ہو کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 988)

وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ۝
اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔

حلال اور پاکیزہ رزق سے کھانے کا بیان

"وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا" مَفْعُوْل وَالْجَارّ وَالْمَجْرُوْر قَبْلہ حَال مُتَعَلِّق بِہٖ، وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ،

اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ، حلالا کلوا کا مفعول ہے اور جار مجرور مما رزقکم اللہ کا متعلق حال مقدم ہے۔ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔

حرمت وحلت کا اختیار شریعت کے پاس ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو مجھے عورت کی طرف خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔

اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ) اور یہ آیت نازل ہوئی (وَکُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا) اور جو حلال طیب روزی خدا نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور خدا سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔ (زادالمسیر 2۔410)

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَکَفَّارَتُہٗٓ
اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَھْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُھُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ
فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ذٰلِکَ کَفَّارَةُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا
اَیْمَانَکُمْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۝
اللہ تمہاری بے مقصد قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرماتا لیکن تمہاری ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم مضبوط کر لو،
تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا ہے یا ایک گردن

آزاد کرنا ہے، پھر جسے میسر نہ ہو تو تین دن روزہ رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم کھالو، اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں خوب واضح فرماتا ہے تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

قسم اور اس کے کفارے سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

"لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ" الْكَائِن "فِیْ اَيْمَانِكُمْ" هُوَ مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ اللِّسَانُ مِنْ غَيْرِ قَصْدِ الْحَلِفِ كَقَوْلِ الْاِنْسَانِ: لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ "وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْدِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ عَاقَدْتُمْ "الْاَيْمَانَ" عَلَيْهِ بِاَنْ حَلَفْتُمْ عَنْ قَصْدٍ "فَكَفَّارَتُهٗ" اَیِ الْيَمِيْنِ اِذَا حَنِثْتُمْ فِيْهِ "اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ" لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ مُدٌّ "مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ" مِنْهُ اَیْ اَقْصَدُهٗ وَاَغْلَبُهٗ لَا اَعْلَاهُ وَلَا اَدْنَاهُ "اَوْ كِسْوَتُهُمْ" بِمَا يُسَمّٰى كِسْوَةً كَقَمِيْصٍ وَعِمَامَةٍ وَاِزَارٍ وَلَا يَكْفِیْ دَفْعُ مَا ذُكِرَ اِلٰى مِسْكِيْنٍ وَاحِدٍ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِیُّ "اَوْ تَحْرِيْرُ" عِتْقُ "رَقَبَةٍ" اَیْ مُؤْمِنَةٍ كَمَا فِیْ كَفَّارَةِ الْقَتْلِ وَالظِّهَارِ حَمْلًا لِلْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّدِ "فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ" وَاحِدًا مِمَّا ذُكِرَ "فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ" كَفَّارَتُهٗ وَظَاهِرُهٗ اَنَّهٗ لَا يُشْتَرَطُ التَّتَابُعُ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِیُّ "ذٰلِكَ" الْمَذْكُوْرُ "كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ" وَحَنِثْتُمْ "وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ" اَنْ تَنْكُثُوْهَا مَا لَمْ تَكُنْ عَلٰى فِعْلِ بِرٍّ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ كَمَا فِیْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ "كَذٰلِكَ" اَیْ مِثْلَ مَا بَيَّنَ لَكُمْ مَا ذُكِرَ "يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" هٗ عَلٰى ذٰلِكَ،

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرماتا یعنی وہ قسمیں جو بغیر کسی ارادہ حلف کے انسان کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں۔ جیسے انسان کا قول لا واللہ، وبلی، واللہ وغیرہ۔

لیکن تمہاری ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم مضبوط کرلو، یہاں عقدتم تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے اور ایک قرأت میں عاقدتم بھی آیا ہے۔ یعنی جب قسم کا ارادہ کرلو۔ تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط کھانا کھلانا ہے، ہر مسکین کیلئے مد ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یعنی عام طور پر جو کھانا کھایا جاتا ہے جو نہ تو اعلیٰ ہو اور نہ ہی ادنیٰ ہو۔ یا ان کو کپڑے دینا ہے، یعنی جس کا نام کپڑا رکھا جائے جس طرح قمیص، عمامہ اور چادر ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جو ہم نے ذکر کیا وہ ایک مسکین کو دے کر کافی نہ سمجھا جائے۔ یا ایک گردن آزاد کرنا ہے، یعنی مؤمن جس طرح قتل اور ظہار کا کفارہ ہے۔ کیونکہ یہاں مطلق کو مقید پر حمل کیا گیا ہے۔ پھر جسے میسر نہ ہو یعنی جو ذکر کیا گیا ہے۔ تو تین دن روزہ رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے یہی ظاہری کفارہ ہے اور اس میں تسلسل کی شرط نہیں ہے جس طرح امام شافعی کا مذہب ہے۔ جب تم قسم کھالو، اور اپنی قسموں کو توڑنے سے ان کی حفاظت کیا کرو، ہاں البتہ جب وہ کسی نیک کام کے خلاف ہو یا لوگوں کی اصلاح کے خلاف ہو تو ان کو توڑ دینا چاہیے جس طرح اس کا بیان سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں خوب واضح فرماتا ہے تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

سورہ مائدہ آیت ۸۹ کے شان نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے لوگوں کو وعظ ونصیحت کی اور قیامت کا تذکرہ کیا اور انہیں بہت زیادہ بھی نہ ڈرایا تو لوگوں کے دل نرم ہوگئے اور وہ رونے لگے دس صحابہ کرام، ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابوذر غفاری، سالم مولی ابی حذیفہ، مقداد بن اسود، سلمان فارسی اور معقل بن مقرن، حضرت عثمان بن مظعون کے گھر میں جمع ہوئے اور اس پر اتفاق کیا کہ آئندہ دن کو روزہ رکھیں گے اور تمام رات قیام کریں گے بستر پر نہیں سوئیں گے اور گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے رہبانیت اختیار کرلیں گے اور خود کو خصی کرلیں گے یہ بات رسول اللہ تک پہنچی تو آپ نے انہیں جمع کر کے فرمایا کیا تم لوگوں نے اس اس بات پر اتفاق کرلیا ہے انہوں نے جواب دیا ہاں تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا بے شک تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور قیام اور آرام بھی کرو کیونکہ میں قیام کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور گوشت چربی بھی کھاتا ہوں جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں پھر آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے خطاب کر کے فرمایا! لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ انہوں نے بیویاں، کھانا، خوشبو، نیند اور دنیاوی لذات کو اپنے اوپر حرام کرلیا سنو! میں تمہیں اس بات کا قطعا حکم نہیں دیتا کہ تم یہود کے علماء اور راہبوں کی طرح ہو جاؤ کیونکہ میرے دین میں نہ تو گوشت اور عورتوں کا ترک کرنا ہے اور نہ ہی صومعے (عبادت گاہیں) بنانا۔ میری امت کی سیاحت (عبادت کے لیے سفر) روزہ ہے اور ان کی رہبانیت جہاد ہے اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور حج وعمرہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو تم سے پہلے لوگوں نے اپنے اوپر سختی کی اور اسی وجہ سے ہلاک ہوگئے انہوں نے اپنی جانوں پر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر معاملہ سخت اور مشکل کردیا یہ عبادت گاہوں اور صوموں میں ان ہی کے باقی ماندہ (اور انہی کی پیروی کرنے والے) ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی تو ان صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اب ہم اپنی قسموں کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟ جیسا کہ انہوں نے چند متفقہ امور پر قسم کھائی تھی تو اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سورہ المائدہ آیت 89) خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کروگے) مواخذہ کرے گا۔ (نیسابوری 175، سیوطی 110، طبری 7۔7)

قسم کی شرعی حیثیت کا بیان

اسلام میں قسم اٹھانے کے احکام مختلف ہیں بعض اوقات اس کا اٹھانا فائدہ مند ہے اور بعض اوقات قسم اٹھانا نقصان دہ یعنی گناہ کا سبب بنتا ہے۔ لہذا ہم اختصار کے ساتھ چند وجوہ اس کی شرعی حیثیت کو قرآن وسنت کے مطابق بیان کررہے ہیں۔

ا۔ واجب قسم کا بیان

اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے (ملاقات) کے ارادہ سے نکلے، ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی

تھے ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی، کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا، پس ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تونے سچ کہا؛ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، باب الایمان)

۲۔ مستحب قسم کا بیان

جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم پر موقوف ہو یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ زائل کرنا قسم پر موقوف ہو یا کسی شر کو رفع کرنا قسم پر موقوف ہو تو ان تمام صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے اسی طرح کسی عبادت کے کرنے اور کسی گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھانا مستحب ہے۔

۳۔ مباح قسم کا بیان

ہر وہ کام جو مباح ہو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مباح ہے اور جس بات کے سچا ہونے کا یقین ہو یا غالب گمان ہو اس پر قسم کھانا مباح ہے۔

۴۔ مکروہ قسم کا بیان

کسی مکروہ کام کرنے یا کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے۔

۵۔ حرام قسم کا بیان

جھوٹی اور خلاف واقع قسم کھانا مکروہ ہے ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برا کام کرتے تھے۔ (المجادلہ ۱۴، ۱۳)

۶۔ اپنے حق کیلئے قسم کھانا کا بیان

محمد بن کعب القرظی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے فرمایا: اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑو (المغنی ج ۹ ص ۴۸۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت)

قسم کی مشروعیت کا بیان

والنجم اذا هوى ۔(النجم ۱) ۔روشن ستارے کی قسم؛ جب وہ غروب ہوا۔

۱۔ ثبوت اعتقاد کیلئے قسم کا بیان

کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا؛ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرمائیں کیوں نہیں، میرے رب کی قسم؛ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التغابن ۷)

۲۔احکام شرعیہ اور تقویٰ کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے دنیا ترک کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: سنو؛ خدا کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں (صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۰۶۳)

۳۔مخالفین اسلام کی مخالفت کی قسم کا بیان

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم، میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا، ان شاء اللہ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۲۸۵)

قسم کی اقسام کا فقہی بیان

قسم کی تین قسمیں ہیں۔ ۱غموس۔ ۲لغو۔ ۳منعقدہ۔

یمین غموس کی تعریف وحکم کا بیان

"غموس" اس قسم کو کہتے ہیں کہ کسی گزشتہ یا حالیہ بات پر جھوٹی قسم کھائی جائے؛ مثلاً یوں کہا جائے "خدا کی قسم" میں نے یہ کام کیا تھا" حالانکہ واقعتاً" وہ کام نہیں کیا تھا یا یوں کہا جائے "خدا کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا تھا" حالانکہ واقعتاً وہ کام کیا گیا تھا! اسی طرح مثلاً زید نے یہ کہا کہ خدا کی قسم! خالد کے ذمہ میرے ہزار روپے ہیں۔ یا خدا کی قسم! میرے ذمہ خالد کے ہزار روپے نہیں ہیں حالانکہ حقیقت میں خالد کے ذمہ اس کے ہزار روپے نہیں ہیں یا اس کے ذمہ خالد کے ہزار روپے ہیں۔

غموس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح جھوٹی قسم کھانے والا شخص گنہگار رہتا ہے۔ لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا البتہ توبہ واستغفار ضروری ہوتا ہے

یمین لغو کی تعریف وحکم کا بیان

"لغو" اس قسم کو کہتے ہیں کہ جو کسی گزشتہ یا حالیہ بات پر کھائی جائے اور قسم کھانے والے کو یہ گمان ہو کہ وہ اسی طرح ہے جس طرح میں کہہ رہا ہوں لیکن واقعہ کے اعتبار سے وہ بات اس طرح نہ ہو جس طرح وہ کہہ رہا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ "واللہ! یہ کام میں نے نہیں کیا تھا" حالانکہ اس شخص نے یہ کام کیا تھا مگر اس کو یہی گمان ہے کہ میں نے کام نہیں کیا ہے! یا اس شخص نے دور سے کسی شخص کو دیکھا اور کہا کہ خدا کی قسم! یہ زید ہے حالانکہ وہ زید نہیں تھا۔ بلکہ خالد تھا لیکن! یہ قسم اس شخص نے یہی گمان کر کے کھائی تھی کہ وہ زید ہے۔ قسم کی اس نوعیت کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کھانے والے کے بارے میں امید یہی ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

یمین منعقدہ کی تعریف وحکم کا بیان

"منعقدہ" اس قسم کو کہتے ہیں کہ کسی آئندہ کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم کھائی جائے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم

کے خلاف کیا جائے گا تو کفارہ واجب ہوگا۔ مثلاً زید نے یوں کہا کہ! خدا کی قسم، میں آنے والی کل میں خالد کو سو روپے دوں گا اب اگر اس نے آنے والی کل میں خالد کو سو روپے نہیں دیئے تو اس پر قسم کو توڑنے کا کفارہ واجب ہوگا۔ منعقدہ قسم کی بعض صورتیں ایسی ہوتیں ہیں جن میں قسم کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، جیسے فرائض کے کرنے یا گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھائی جائے، مثلاً یوں کہا جائے کہ خدا کی قسم! میں ظہر کی نماز پڑھوں گا۔ یا۔ خدا کی قسم! میں زنا کرنا چھوڑ دوں گا ان صورتوں میں قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔

بعض صورتیں ایسی ہوتیں ہیں جن میں قسم کو پورا نہ کرنا واجب ہوتا ہے، جیسے کوئی نادان کسی گناہ کو کر لے یا کسی واجب پر عمل نہ کرنے کی قسم کھائے تو اس قسم کو توڑنا ہی واجب ہے۔ اسی طرح منعقدہ قسم کی بعض صورتوں میں قسم کو توڑنا واجب تو نہیں ہوتا مگر بہتر ہوتا ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ "خدا کی قسم! میں کسی مسلمان سے ملاقات نہیں کروں گا" تو اس قسم کو پورا نہ کرنا بہتر ہے ان کے علاوہ اور صورتوں میں محافظت قسم کے پیش نظر قسم کو پورا کرنا افضل ہے۔

وجوب کفارہ کے سلسلے میں یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ "منعقدہ" قسم توڑنے پر بہر صورت کفارہ واجب ہوتا ہے۔ قسم خواہ قصداً کھائی گئی ہو اور خواہ قسم کھانے والے کو قسم کھانے پر یا قسم توڑنے پر زبردستی مجبور کیا گیا ہو۔

قسم کے کفارے کا فقہی بیان

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ بردہ کو آزاد کیا جائے، یا دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ ان دونوں ہی صورتوں میں ان شرائط واحکام کو سامنے رکھا جائے جو کفارہ ظہار میں بردہ کو آزاد کرنے یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کے سلسلے میں منقول ہیں اور یا دس مسکینوں کو پہننے کا کپڑا دیا جائے اور ان میں سے ہر ایک کو ایسا کپڑا دیا جائے جس سے بدن کا اکثر حصہ چھپ جائے، لہٰذا اگر صرف پاجامہ دیا جائے گا تو یہ کافی نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر بھی قادر نہ ہو یعنی نہ تو بردہ آزاد کر سکتا ہو، نہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہو، اور نہ دس مسکینوں کو لباس دے سکتا ہو تو پھر وہ تین روزے پے در پے رکھے۔ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دے دینا جائز نہ ہے، کافر کی قسم میں کفارہ واجب نہیں ہوتا اگر چہ وہ حالت اسلام میں اس قسم کو توڑے۔ اسی طرح چونکہ بچے، سوئے ہوئے شخص اور دیوانے کی قسم، سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتی اس لئے ان پر قسم توڑنے کا کفارہ بھی واجب نہیں ہوتا۔

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ
عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝
اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا، اور نصب کئے گئے بُت اور فال کے تیر ناپاک شیطانی کام ہیں۔
سو تم ان سے پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

شراب وجوئے کا شیطان کی پلیدی ہونے کا بیان

"يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ" الْمُسْكِرُ الَّذِىْ يُخَامِرُ الْعَقْلَ "وَالْمَيْسِرُ" الْقِمَارُ "وَالْاَنْصَابُ"

الْاَصْنَام "وَالْاَزْلَام" قِدَاح الِاسْتِقْسَام "رِجْس" خَبِيث مُسْتَقْذَر "مِنْ عَمَل الشَّيْطَان" الَّذِیْ يُزَيِّنهُ "فَاجْتَنِبُوهُ" اَیِ الرِّجْس الْمُعَبَّر عَنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاء اَنْ تَفْعَلُوهُ،لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ،

اے ایمان والو! بیشک شراب،خمر وہ نشہ آور چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے اور جُوا یعنی قمار اور نصب کیے گئے بُت اور فال کے تیر ناپاک شیطانی کام ہیں۔سوتم ان شیطانی چیزوں سے پرہیز کرو جن کو شیطان تمہارے لئے سجا دیتا ہے۔یعنی وہ نجاست جن ان اشیاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔تو ان کے کرنے سے بچو۔تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

سورہ مائدہ آیت ۹۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا انہوں نے کہا ہمارے پاس آؤ ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اور شراب بھی پلاتے ہیں یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے پس میں ایک باغ میں ان کے پاس چلا گیا اور وہاں ان کے پاس اونٹ کا بھنا ہوا سر اور گوشت کا ایک مٹکا تھا چنانچہ میں نے ان کے س اتھ وہ سر کھایا اور شراب پی اور میں نے انصار و مہاجرین کا تذکرہ کرتے کرتے ہوئے کہا کہ مہاجرین انصار سے بہتر ہیں تو ایک شخص نے اس (اونٹ) کے سر کا جبڑا پکڑا اور اس۔کے ساتھ میرا ناک چھوڑ دیا میں نے رسول اللہ کے پاس آ کر اس کی شکایت کی تو اللہ نے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ (مسلم748،طبری6 .286،ابن کثیر2 .91))

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ انہوں نے دعا کی اے اللہ ہمارے لیے خمر کے بارے میں شافی بیان فرما تو یہ آیت سورہ بقرہ میں ہے نازل ہوئی (یسئلو نك عن الخمرو المیسر) (سورہ بقرہ آیت نمبر 219)

(اے پیغمبر) لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں۔

حضرت عمر کو بلا کر ان پر اس آیت کو تلاوت کیا تو انہوں نے پھر یہی دعا کی اے اللہ خمر کے بارے میں شافی بیان فرما تو یہ آیت جو سورہ نساء میں ہے نازل ہوئی۔(یا ایھا الذین آمنو لا تقربو الصلوۃ و انتم سکری) (سورہ نساء43)

مومنو جب تم نشے کی حالت میں رہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ۔

چنانچہ جب رسول اللہ کا منادی اقامت کہتا تو یہ پکارتا کہ کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ آئے حضرت عمر کو بلایا گیا اور ان پر اس آیت کی تلاوت کی گئی تو انہوں نے پھر یہی دعا کی اے اللہ ہم سے خمر کے بارے میں شافی بیان فرمایا تو پھر یہ آیت اتری۔

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ۔

پھر حضرت عمر کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت تلاوت کی گئی تو جب پڑھنے والا یہاں پہنچا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔ تو تمہیں ان کاموں سے باز رہنا چاہیے۔تو حضرت عمر نے کہا ہم باز آ گئے۔(نیسابوری175،سیوطی111،طبری7۔22،زاد المسیر2۔417)

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۝

شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہا...... درمیان عداوت اور کینہ ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا تم باز آ ؤ گے۔

شیطان کا شراب اور جوئے کے ذریعے عداوت ڈالنے کا بیان

"إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ" إِذْ اَتَيْتُمُوْهُمَا لِمَا يَحْصُلُ فِيْهِمَا مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتَنِ "وَيَصُدَّكُمْ" بِالِاشْتِغَالِ بِهِمَا "عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ" خَصَّهَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لَهَا "فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ" عَنْ اِتْيَانِهِمَا اَیْ اِنْتَهُوا،

شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوا دے یعنی جب تم ان دونوں میں پڑ جاؤ گے تو ان دونوں سے شر اور فتنہ حاصل ہوگا۔ اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ ان دونوں کا ذکر ان کی شان کے پیش نظر خاص طور پر بیان کیا ہے۔ کیا تم باز آ ؤ گے۔ یعنی ان کاموں کے کرنے رک جاؤ گے؟

سورہ مائدہ آیت ۹۱ کے شان نزول کا بیان

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہمیں جو غنیمت کا مال ملا اس میں سے مجھے ایک جوان اونٹنی ملی جس میں رسول اللہ کا بھی حصہ تھا۔ اور ایک جوان اونٹنی آپ نے مجھے عنایت فرمائی تھی۔ میں ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری آدمی کے دروازے پر باندھا کرتا تھا۔ میرا کام یہ تھا کہ ان دونوں اونٹنیوں پر اذخر (گھاس) لاد کر لاؤں اور اس کو بیچوں۔ میرے ساتھ اس کام میں بنو قینقاع کا ایک سنار بھی تھا۔ میرا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہونے والا تھا اور میں چاہتا تھا کہ اس آمدنی سے ولیمہ کروں۔ ایک دن سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب آپ کے چچا اسی گھر میں بیٹھے شراب پی رہے تھے اور ایک مغنیہ گانا گا رہی تھی۔ اس مغنیہ نے یہ مصرعہ گایا۔ الا یا حمزة للشرف النواء (اٹھو حمزہ فربہ جوان اونٹنیاں)

شراب اور جوا باہمی عداوت کا باعث کیسے بنتے ہیں؟ یہ مصرعہ سنتے ہی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر ان اونٹنیوں کی طرف لپکے اور ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور پیٹ پھاڑ کر ان کے کلیجے نکال لیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو سخت گھبرا گیا اور اسی وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سارا قصہ سنایا۔ آپ کے پاس اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ چنانچہ ہم تینوں روانہ ہوئے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے مگر حمزہ نے آنکھ اٹھائی اور کہا: تم ہو کیا، تم لوگ میرے باپ دادا کے غلام ہی تو ہو۔ یہ صورتحال دیکھ کر رسول اللہ پچھلے پاؤں واپس لوٹ آئے۔ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ (بخاری۔ کتاب المساقاۃ)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مہاجرین وانصار کی ایک مجلس میں گیا وہ کہنے لگے، آؤ تمہیں کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے چنانچہ میں ان کے ہاں ایک باغ میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے پاس ایک اونٹ کی بھنی ہوئی سری اور شراب کا ایک مشکیزہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور پیا۔ پھر میں نے ان سے مہاجرین وانصار کا ذکر کیا اور کہا کہ مہاجرین انصار سے اچھے ہیں (یہ سن کر) ایک آدمی نے سری کا ایک جبڑا جو مجھے مارا تو میری ناک کو زخمی کر دیا اور چیر دیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور انہیں یہ بات بتائی۔ تو اللہ عزوجل نے میرے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ)۔ (مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب فی فضل سعد بن ابی وقاص)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝
اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا
ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بیان

"وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا" الْمَعَاصِي "فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ" عَنْ الطَّاعَة "فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغ الْمُبِين" الْاِبْلَاغ الْبَيِّن وَجَزَاؤُكُمْ عَلَيْنَا،

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہو گناہوں سے شیار رہو، پھر اگر تم اطاعت سے پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ جبکہ تمہیں جزاء دینا یہ ہمارے حکم پر ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی والے کیلئے جہنم ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا" وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 140)

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں، جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں
پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں، اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

حرمت سے قبل والے عمل پر عدم سزا کا بیان

"لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوا" اَكَلُوْا مِنَ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قَبْلَ التَّحْرِيْم "إِذَا مَا اتَّقَوْا" الْمُحَرَّمَات "وَاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات ثُمَّ اتَّقَوْا وَاٰمَنُوا" ثَبَتُوْا عَلَى التَّقْوَى وَالْإِيْمَان "ثُمَّ اتَّقَوْا وَاَحْسَنُوا" الْعَمَل "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" بِمَعْنَى اَنَّهُ يُثِيْبُهُمْ.

جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں، جو کچھ انہوں نے چکھا یعنی شراب اور جوئے کی حرمت سے پہلے جو انہوں نے کیا، جب کہ وہ محرمات سے ڈریں اور تقویٰ اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں، اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ یعنی ان کو اس پر ثواب دے گا۔

سورہ مائدہ آیت ۹۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم آنے سے پہلے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ جب شراب حرام کی گئی تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں کا کیا ہوگا وہ لوگ تو شراب پیتے ہوئے مرے تھے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی، لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو پہلے کھا چکے جبکہ آئندہ کو پرہیزگار ہوئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کو شعبہ بھی ابواسحاق سے وہ براء سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 991)

آیت میں لفظ 'اِتَّقَوْا' جس کے معنی ڈرنے اور پرہیز کرنے کے ہیں تین مرتبہ آیا ہے پہلے سے شرک سے ڈرنا اور پرہیز کرنا، دوسرے سے شراب اور جوئے سے بچنا، تیسرے سے تمام محرّمات سے پرہیز کرنا مراد ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ پہلے سے ترک شرک، دوسرے سے ترک معاصی ومحرّمات، تیسرے سے ترک شبہات مراد ہے۔ بعض کا قول ہے کہ پہلے سے تمام حرام چیزوں سے بچنا اور دوسرے سے اس پر قائم رہنا اور تیسرے سے زمانۂ نزولِ وحی میں یا اس کے بعد جو چیزیں منع کی جائیں ان کو چھوڑ دینا مراد ہے۔ (مدارک وخازن)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ
مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○
اے ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہنچیں کہ اللہ پہچان کرا دے،
ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حالت احرام میں شکار کرنے کی ممانعت کا بیان

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمْ" لَیَخْتَبِرَنَّکُمْ "اللّٰہُ بِشَیْءٍ" یُرْسِلُہٗ لَکُمْ "مِنَ الصَّیْدِ تَنَالُہٗ" اَیِ الصِّغَار مِنْہُ "اَیْدِیْکُمْ وَرِمَاحُکُمْ" اَلْکِبَار مِنْہُ وَکَانَ ذٰلِکَ بِالْحُدَیْبِیَۃِ وَھُمْ مُحْرِمُوْنَ فَکَانَتِ الْوَحْش وَالطَّیْر تَغْشَاھُمْ فِیْ رِحَالِھِمْ "لِیَعْلَمَ اللّٰہُ" عِلْم ظُھُور "مَنْ یَّخَافُہٗ بِالْغَیْبِ" حَال اَیْ غَائِبًا لَمْ یَرَہٗ فَیَجْتَنِب الصَّیْد "فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ" النَّھْی عَنْہُ فَاصْطَادَہٗ،

اے ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض چھوٹے شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہنچیں یعنی مقام حدیبیہ پر جب حالت احرام میں تھے اور ان کے خیموں کے پاس کثرت سے وحشی جانور اور پرندے آتے تھے۔ تاکہ اللہ پہچان کرا دے، ان یعنی ان کو آزمائے۔ کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، بالغیب یہ یخافہ کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی کیا وہ حالت غائب میں بھی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے شکار سے اجتناب کیا۔ پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی جو حکم نہی کے بعد شکار کرے اس کیلئے عذاب ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۹۴ کے شان نزول کا بیان

6 ہجری جس میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اس سال مسلمان مُحرِم (احرام پوش) تھے اس حالت میں وہ اس آزمائش میں ڈالے گئے کہ وحوش وطیور بکثرت آئے اور ان کی سواریوں پر چھا گئے۔

ہاتھ سے پکڑنا، ہتھیار سے شکار کر لینا بالکل اختیار میں تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس آزمائش میں وہ بفضلِ الٰہی فرمانبردار ثابت ہوئے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں ثابت قدم رہے۔ (تفسیر خازن، سورہ مائدہ، بیروت)

آزمائش کے وقت کامیاب ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں چھوٹے چھوٹے شکار اور کمزور شکار اور ان کے بچے جنہیں انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ لے اور اپنے نیزے کی نوک پر رکھ لے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا۔ یعنی انہیں منع فرمایا ہے کہ تم باوجود اس کے بھی ان کا شکار حالت احرام میں نہ کرو خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے خواہ آسانی سے شکار ہو سکتا ہو خواہ سختی سے۔ چنانچہ عمرہ حدیبیہ کے موقعہ پر یہی ہوا کہ قسم قسم کے شکار اس قدر بکثرت آپڑے کہ صحابہ کے خیموں میں گھسنے لگے ادھر اللہ کی طرف سے ممانعت ہوگئی تاکہ پوری آزمائش ہو جائے ادھر شکار گویا ہنڈیا میں ہے ادھر ممانعت ہے ہتھیار تو کہاں یونہی اگر چاہیں تو ہاتھ سے پکڑ سکتے ہیں اور پوشیدہ طور سے شکار قبضہ میں کر سکتے ہیں۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ فرمانبردار اور نافرمان کا امتحان ہو جائے پوشیدگی میں بھی اللہ کا ڈر رکھنے والے غیروں سے ممتاز ہو جائیں، چنانچہ فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے بڑی بھاری مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًاۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

اے ایمان والو! تم احرام کی حالت میں شکار کومت مارا کرو، اور تم میں سے جس نے قصداً اسے مار ڈالا تو بدلہ مویشیوں میں سے اسی کے برابر ہے جسے اس نے قتل کیا ہے جس کی نسبت تم میں سے دو عادل شخص فیصلہ کریں، وہ قربانی کعبہ پہنچنے والی ہو یا کفارہ چند محتاجوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے ہیں تا کہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ جو کچھ پہلے ہو گزرا اللہ نے اسے معاف فرما دیا، اور جو کوئی دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے کا بدلہ لے لے گا، اور اللہ بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے۔

احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ" مُحْرِمُوْنَ بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ "وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ" بِالتَّنْوِيْنِ وَرَفْعِ مَا بَعْده اَيْ فَعَلَيْهِ جَزَاء هُوَ "مِثْل مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَم" اَيْ شَبَهه فِي الْخِلْقَة وَفِيْ قِرَاءَة بِاِضَافَةِ جَزَاء "يَحْكُم بِهِ" اَيْ بِالْمِثْلِ رَجُلَانِ "ذَوَا عَدْل مِنْكُمْ" لَهُمَا فِطْنَة يُمَيِّزَانِ بِهَا اَشْبَه الْاَشْيَاء بِهِ وَقَدْ حَكَمَ ابْن عَبَّاس وَعُمَر وَعَلِيّ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمْ فِي النَّعَامَة بِبَدَنَةٍ وَابْن عَبَّاس وَاَبُو عُبَيْدَة فِيْ بَقَر الْوَحْش وَحِمَاره بِبَقَرَةٍ وَابْن عُمَر وَابْن عَوْف فِي الظَّبْي بِشَاةٍ وَحَكَمَ بِهَا ابْن عَبَّاس وَعُمَر وَغَيْرهمَا فِي الْحَمَام لِاَنَّهُ يُشْبِههَا فِي الْعَبّ "هَدْيًا" حَال مِنْ جَزَاء "بَالِغ الْكَعْبَة" اَيْ يَبْلُغ بِهِ الْحَرَم فَيُذْبَح فِيْهِ وَيَتَصَدَّق بِهِ عَلٰى مَسَاكِيْنه وَلَا يَجُوْز اَنْ يُذْبَح حَيْثُ كَانَ وَنَصْبه نَعْتًا لِمَا قَبْله وَاِنْ اُضِيْف لِاَنَّ اِضَافَته لَفْظِيَّة لَا تُفِيْد تَعْرِيْفًا فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لِلصَّيْدِ مِثْل مِنَ النَّعَم كَالْعُصْفُوْرِ وَالْجَرَاد فَعَلَيْهِ قِيْمَته "اَوْ" عَلَيْهِ "كَفَّارَة" غَيْر الْجَزَاء وَاِنْ وَجَدَهُ هِيَ "طَعَام مَسَاكِيْن" مِنْ غَالِب قُوْت الْبَلَد مَا يُسَاوِيْ قِيْمَة الْجَزَاء لِكُلِّ مِسْكِيْن مُدّ وَفِيْ قِرَاءَة بِاِضَافَةِ كَفَّارَة لِمَا بَعْده وَهِيَ لِلْبَيَانِ "اَوْ" عَلَيْهِ "عَدْل" مِثْل "ذٰلِكَ" الطَّعَام "صِيَامًا" يَصُوْمهُ عَنْ كُلّ مُدّ يَوْم وَاِنْ وَجَدَهُ وَجَبَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ "لِيَذُوْق وَبَال" ثِقَل جَزَاء "اَمْره" الَّذِيْ فَعَلَهُ "عَفَا اللّٰه عَمَّا سَلَفَ" مِنْ قَتْل الصَّيْد قَبْل تَحْرِيْمه "وَمَنْ عَادَ" اِلَيْهِ "فَيَنْتَقِم اللّٰه مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْز" غَالِب عَلٰى اَمْره "ذُو انْتِقَام" مِمَّنْ عَصَاهُ وَاُلْحِقَ بِقَتْلِهِ مُتَعَمِّدًا فِيْمَا ذُكِرَ الْخَطَا،

اے ایمان والو! تم احرام کی حالت میں شکار کومت مارا کرو، خواہ احرام حج کا ہو یا عمرے کا ہو اور تم میں سے جس نے قصداً اسے مار ڈالا تو بدلہ مویشیوں میں سے اسی کے برابر ہے جسے اس نے قتل کیا ہے۔ جزاء یہ تنوین کے ساتھ اور اس کے مابعد کو رفع دیا

گیا ہے۔یعنی جزاء میں قتل کردہ جانور کی خلقت میں مشابہ جانور کا بدلہ ہے۔ایک قرأت میں جزاء کی اضافت مثل کی طرف گئی ہے جس کی نسبت تم میں سے دو عادل شخص فیصلہ کریں،

یعنی جس کی مشابہت بہ شکار انہیں تجربہ حاصل ہو۔حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہما نے شتر مرغ کے بدلہ میں اونٹ کا حکم دیا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما نے نیل گائے اور حمار وحشی کے بدلے میں گائے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور ابن عوف رضی اللہ عنہما نے ہرن کے بدلے میں بکری کا حکم دیا ہے۔اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کبوتر کے بدلے میں بکری کا حکم دیا ہے کیونکہ کبوتر چوس کر نہ پینے میں بکری کی مثل ہے۔اور ہدیا یہ جزاء سے حال ہے اور جزاء ہدی ہے۔اور قربانی کو حرم میں لے جاکر ذبح کیا جائے گا اور اس کے مساکین کو کھلایا جائے گا ایسا نہیں ہے کہ جہاں چاہے ذبح کردے۔

وہ قربانی کعبہ پہنچنے والی ہو، بالغ الکعبہ یہ ماقبل ہدیا کی نعت ہونے کی وجہ سے منصب ہے۔اور بالغ الکعبہ میں اگرچہ اضافت ہے اور یہ اضافت لفظیہ ہے جو تعریف کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

اور جب شکار مثلی نہ ہو تو اس صورت میں اس شکار کی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔یا کفارہ واجب ہوگا جزاء واجب نہ ہوگی اور وہ چند محتاجوں کا کھانا ہے جو شہر کی غالب غذا کے مطابق ہر مسکین کیلئے ایک مد دینا ہے۔ایک قرأت میں کفارہ کی مابعد کی طرف اضافت ہے۔جو اضافت بیانیہ ہے۔یا اس کے برابر روزے ہیں یعنی ایک مد کے بدلے میں ایک روزہ واجب ہے اگرچہ اس کے پاس غلہ موجود ہو۔تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔جو کچھ پہلے ہو گزرا یعنی قتل شکار کی ممانعت سے پہلے شکار کا قتل ہوا، اللہ نے اسے معاف فرمادیا، اور جو کوئی دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے کا بدلہ لے لے گا، یعنی اس کی نافرمانی کے سبب انتقام لے گا۔اور اللہ بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے۔اور اس شکار کے قتل عمد کو شکار کے قتل خطاء کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

محرم کے شکار سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

اب جو شخص اس حکم کے آنے کے بعد بھی حالت احرام میں شکار کھیلے گا شریعت کی مخالفت کرے گا، پھر فرمایا ایماندار و حالت احرام میں شکار نہ کھیلو۔یہ حکم اپنے معنی کی حیثیت سے تو حلال جانوروں اور ان سے جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں کیلئے ہے، لیکن جو خشکی کے حرام جانور ہیں ان کا شکار کھیلنا امام شافعی کے نزدیک تو جائز ہے اور جمہور کے نزدیک حرام ہے، ہاں اس عام حکم سے صرف وہ چیزیں مخصوص ہیں جن کا ذکر بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں وہ حرام میں قتل کر دیئے جائیں اور غیر حرم میں بھی، کوا چیل بچھو چوہا اور کاٹنے والا کالا کتا اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ ان پانچ جانوروں کے قتل میں احرام والے پر بھی کوئی گناہ نہیں۔اس روایت کو سن کر حضرت ایوب اپنے استاد حضرت نافع سے پوچھتے ہیں کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس میں شامل ہے یہ بھی قتل کر دیا جائے اس میں کسی کو اختلاف نہیں بعض علماء نے جیسے امام احمد امام

مالک وغیرہ نے کتے کے حکم پر درندوں کو بھی رکھا ہے جیسے بھیڑیا شیر وغیرہ۔اس لئے کہ یہ کتے سے بہت زیادہ ضرر والے ہیں۔
حضرت زید بن اسلم اور حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے درندے کا حکم ہے دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابولہب کے حق میں جب دعا کی تو فرمایا اے اللہ اس پر شام میں اپنا کوئی کتا مقرر کردے، پاس جب وہ زرقا میں پہنچا وہاں اسے بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ہاں اگر محرم نے حالت احرام میں کوے کو یا لومڑی وغیرہ کو مار ڈالا تو اسے بدلہ دینا پڑے گا۔اسی طرح ان پانچوں قسم کے جانوروں کے بچے اور حملہ کرنے والے درندوں کے بچے بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔امام شافعی فرماتے ہیں ہر وہ جانور جو کھایا نہیں جاتا اس کے قتل میں اور اس کے بچوں کے قتل میں محرم پر کوئی حرج نہیں۔وجہ یہ ہے کہ ان کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کالا کتا حملہ کرنے والا اور بھیڑیا تو محرم قتل کرسکتا ہے اس لئے کہ بھیڑیا بھی جنگلی کتا ہے ان کے سوا جس جانور کا شکار کھیلے گا فدیہ دینا پڑے گا۔ہاں اگر کوئی شیر وغیرہ جنگلی درندہ اس پر حملہ کرے اور یہ اسے مار ڈالے تو اس صورت میں فدیہ نہیں۔آپ کے شاگرد زفر کہتے ہیں یہ حملہ کرنے کی صورت میں بھی اگر مار ڈالے گا تو فدیہ دینا پڑے گا۔

بعض احادیث میں غریب ابقع کا لفظ آیا ہے یہ وہ کوا ہے جس کے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہوتی ہے۔مطلق سیاہ اور بالکل سفید کوے کو غراب ابقع نہیں کہتے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کے کوے کا یہی حکم ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی حدیث میں مطلق کوے کا ذکر ہے۔

امام ملک فرماتے ہیں کوے کو بھی اس حال میں مار سکتا ہے کہ وہ اس پر حملہ کرے یا اسے ایذاء دے مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ اس حالت میں بھی مار نہ ڈالے بلکہ اسے پتھر وغیرہ پھینک کر ہٹا دے۔حضرت علی سے بھی یہ مروی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ محرم کس کس جانور کو قتل کردے؟ تو آپ نے فرمایا سانپ، بچھو اور چوہا اور کوے کو کنکر مارے اسے مار نہ ڈالے اور کالا کتا اور چیل اور حملہ کرنے والا درندہ۔(ابوداؤد وغیرہ)

پھر فرماتا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کرے اس پر فدیہ ہے۔حضرت طاؤس کا فرمان ہے کہ خطا سے قتل کرنے والے پر کچھ نہیں۔لیکن یہ مذہب غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی مشتق ہے۔مجاہد بن جبیر سے مروی ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو شکار تو قصداً کرتا ہے لیکن اپنی حالت احرام کی یاد اسے نہیں رہی۔لیکن جو شخص باوجود احرام کی یاد کے عمداً شکار کرے وہ تو کفارے کی حد سے نکل گیا اس کا احرام باطل ہوگیا۔یہ قول بھی غریب ہے۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قصداً شکار کرنے والا اور بھول کر کرنے والا دونوں کفارے میں برابر ہیں امام زہری فرماتے ہیں قرآن سے تو قصداً شکار کھیلنے والے پر کفارہ ثابت ہوا اور حدیث نے یہی حکم بھولنے والے کا بھی بیان فرمایا۔مطلب اس قول کا یہ ہے کہ قصداً شکار کھیلنے والے پر کفارہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا گنہگار ہونا بھی۔کیونکہ اس کے بعد آیت (لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ) (5۔المائدہ:95) فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے خطا میں بھی یہی حکم ثابت ہے اور اس لئے بھی کہ شکار کو قتل کرنا اس کا تلف کرنا ہے اور ہر تلف کرنے کا بدلہ ضروری ہے خواہ وہ بالقصد ہو یا انجان پنے سے ہو۔ہاں قصداً کرنے

والا گنہگار بھی ہے اور بلا قصد جس سے سرزد ہو جائے وہ قابل ملامت نہیں۔

پھر فرمایا اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسی کے مثل چوپایہ جانور راہ للہ قربان کرے۔ ابن مسعود کی قرأت میں فجز اوہ ہے ان دونوں قرأتوں میں مالک شافعی احمد اور جمہور کی دلیل ہے کہ جب شکار چوپایوں کی مانند ہو تو وہی اس کے بدلے میں دینا ہوگا۔ امام ابوحنیفہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ خواہ شکار کے کسی جانور کی مثل ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قیمت دینی پڑے گی ہاں اس محرم شکاری کو اختیار ہے کہ خواہ اس قیمت کو صدقہ کردے خواہ اس سے قربانی کا کوئی جانور خرید لے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ امام صاحب کے اس قول سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فیصلہ ہمارے لئے زیادہ قابل عمل ہے انہوں نے شتر مرغ کے شکار کے بدلے اونٹ مقرر کیا ہے اور جنگلی گائے کے بدلے پالتو گائے مقرر فرمائی ہے اور ہرن کے بدلے بکری۔ یہ فیصلے ان بزرگ صحابیوں کی سندوں سمیت احکام کی کتابوں میں موجود ہیں جہاں شکار جیسا اور کوئی پالتو چوپایہ نہ ہو اس میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فیصلہ قیمت کا ہے جو مکہ شریف پہنچائی جائے (بیہقی)

پھر فرمایا کہ اس کا فیصلہ دو عادل مسلمان کردیں کہ کیا قیمت ہے یا کونسا جانور بدلے میں دیا جائے۔ فقہا نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ فیصلہ کرنے والے دو میں ایک خود قاتل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو امام مالک وغیرہ نے تو انکار کیا ہے کیونکہ اسی کا معاملہ ہو اور وہی حکم کرنے والا ہو اور امام شافعی امام احمد وغیرہ نے آیت کے عموم کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے مذہب کی دلیل تو یہ ہے کہ خود حاکم اپنے اوپر اپنا ہی حکم کر کے اسی حکم میں اپنا منصف آپ نہیں بن سکتا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے ایک شکار کو احرام کی حالت میں قتل کر دیا ہے اب آپ فرمایئے کہ اس میں مجھ پر بدلہ کیا ہے؟ آپ نے حضرت ابی بن کعب کی طرف دیکھ کر ان سے دریافت فرمایا کہ آپ فرمایئے کیا حکم ہے؟ اس پر اعرابی نے کہا سبحان اللہ میں آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں آپ خلیفہ رسول ہیں اور آپ کسی سے دریافت فرمار ہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں تیرا کیا بگڑا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دو عادل جو فیصلہ کر دیں اس لئے میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا۔ جب ہم دونوں کسی بات پر اتفاق کرلیں گے تو تجھ سے کہہ دیں گے۔ اس کی سند تو بہت مضبوط ہے لیکن اس میں میمون اور صدیق کے درمیان انقطاع ہے۔ یہاں یہی چاہیے تھا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور جہل کی دوا تعلیم ہے تو آپ نے اسے نرمی اور محبت سے سمجھا دیا اور جبکہ اعتراض کرنے والا خود مدعیٔ علم ہو پھر وہاں یہ صورت نہیں رہتی۔

چنانچہ ابن جریر میں ہے حضرت قبیصہ بن جابر کہتے ہیں ہم حج کیلئے چلے ہماری عادت تھی کہ صبح کی نماز پڑھتے ہی ہم سواریوں سے اتر پڑتے اور انہیں چلاتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے پیدل چل پڑتے۔ ایک دن اسی طرح جا رہے تھے کہ ایک ہرن ہماری نگاہ میں پڑا ہم میں سے ایک شخص نے اسے پتھر مارا جو اسے پوری طرح لگا اور وہ مر کر گر گیا وہ شخص اسے مردہ چھوڑ کر اپنی سواری پر سوار ہو گیا۔ ہمیں یہ کام بڑا برا معلوم ہوا اور ہم نے اسے بہت کچھ کہا سنا مکہ شریف پہنچ کر میں اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے پاس لے گیا اس نے سارا واقعہ خود بیان کیا اس وقت جناب فاروق کے پہلو میں ایک صاحب کھڑے تھے جن کا چہرہ چاندی کی طرح چمکدار ہا تھا یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کچھ باتیں کیں پھر میرے ساتھ سے فرمایا کہ تو نے اسے جان بوجھ کر مار ڈالا یا بھول چوک سے اس نے کہا میں نے پتھر اسی پر پھینکا اور قصداً پھینکا لیکن اسے مار ڈالنے کی میری نیت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا پھر تو خطا اور عمد کے درمیان درمیان ہے۔ جا تو ایک بکری ذبح کر دے اس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال اپنے کام میں لا۔ یہ سن کر ہم وہاں سے چلے آئے میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھ تو نے بڑا قصور کیا ہے اللہ جل شانہ کی نشانیوں کی تجھے عظمت کرنی چاہیے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ خود امیر المؤمنین کو تو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا انہوں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا میرے خیال سے تو اپنی اونٹنی اللہ کے نام سے قربان کر دے شاید اس سے تیرا جرم معاف ہو جائے۔ افسوس کہ اس وقت مجھے یہ آیت یاد ہی نہ رہی کہ حضرت عمر نے تو اس حکم پر عمل کیا ہے کہ دو عادل شخص باہم اتفاق سے جو فیصلہ کریں۔ حضرت عمر کو بھی میرا یہ فتویٰ دینا معلوم ہو گیا اچانک آپ کوڑہ لئے ہوئے آ گئے۔ اول تو میرے ساتھی پر کوڑا اٹھا کر فرمایا تو نے ایک تو جرم میں قتل کیا دوسرے حکم کی تعمیل میں بیوقوفی کر رہا ہے۔ اب میری طرف متوجہ ہوئے میں نے کہا امیر المومنین اگر آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی تو میں آپ کو آج کی تکلیف ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ آپ نرم پڑ گئے اور مجھ سے فرمانے لگے اے قبیصہ میرے خیال سے تو تو جوانی کی عمر والا کشادہ سینے والا اور چلتی زبان والا ہے۔ یاد رکھ نو جوانوں میں اگر نو خصلتیں اچھی ہوں اور ایک بری ہو تو وہ ایک بری خصلت نو بھلی خصلتوں کو مات کر دیتی ہے۔ سن جوانی کی لغزشوں سے بچارہ۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں ایک ہرن کا شکار کر لیا پھر حضرت عمر کے پاس گئے آپ نے فرمایا جاؤ اپنے دو رشتے داروں کو لے آؤ وہی فیصلہ کریں گے میں جا کر حضرت عبدالرحمٰن کو اور حضرت سعد کو بلا لایا۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں۔ حضرت طارق فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک ہرن کو تیر مارا وہ مر گیا حضرت عمر سے اس نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے خود اس کو بھی مشورے میں شریک کر لیا دونوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ گھر کی پالتو بکری راہ اللہ قربان کر و اس میں یہ دلیل ہے کہ خود قاتل بھی دو حکم کرنے والوں میں ایک بن سکتا ہے۔ جیسے کہ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ پھر آیا ہر معاملہ میں اب بھی موجودہ لوگوں میں سے دو حکم فیصلہ کریں گے یا صحابہ کے فیصلے کافی ہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے امام مالک اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں ہر فیصلہ اس وقت کے موجود دو عقلمند لوگوں سے کرایا جائے گو اس میں پہلے کا کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو۔ پھر فرماتا ہے یہ فدیے کی قربانی حرم میں پہنچے یعنی وہیں ذبح ہو اور وہیں اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم ہو اس پر سب کا اتفاق ہے

پھر فرمایا کفارہ ہے مسکینوں کا کھانا کھلانا یا اس کے برابر کے روزے، یعنی جب محرم اپنے قتل کئے ہوئے شکار کے مانند کوئی جانور نہ پائے یا خود شکار ایسا ہو اہی نہیں جس کے مثل کوئی جانور پالتو ہو یہاں پر لفظ او اختیار کے ثابت کرنے کیلئے ہے یعنی بدلے کے جانور میں کھانا کھلانے میں اور روزے رکھنے میں اختیار ہے جیسے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد بن حسن اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول اور امام احمد کا مشہور قول ہے اور آیت کے ظاہر الفاظ بھی یہی ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ

ترتیب وار ہیں، یعنی پہلے تو بدلہ پس مالک ابوحنیفہ ان کے ساتھی، حماد اور ابراہیم کا تو قول ہے کہ خود شکار کی قیمت لگائی جائے گی اور امام شافعی فرماتے ہیں شکار کے برابر کے جانور کی قیمت لگائی جائے گی اگر وہ موجود ہو پھر اس کا اناج خریدا جائے گا اور اس میں سے ایک ایک مد ایک ایک مسکین کو دیا جائے گا مالک اور فقہاء حجاز کا قول بھی یہی ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں ہر مسکین کو دو مد دیئے جائیں گے۔

مجاہد کا قول یہی ہے، امام احمد فرماتے ہیں گیہوں ہوں تو ایک مد اور اس کے سوا کچھ ہو تو دو مد، پس اگر نہ پائے یا اختیار اس آیت سے ثابت ہو جائے تو ہر مسکین کے کھانے کے عوض ایک روزہ رکھ لے، بعض کہتے ہیں جتنا اناج ہو اس کے ہر ایک صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے جیسے کہ اس شخص کے لئے یہ حکم ہے جو خوشبو وغیرہ لگائے، شارع علیہ السلام نے حضرت کعب بن عجرہ کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک فرق کو چھ شخصوں کے درمیان تقسیم کردیں یا تین دن کے روزے رکھیں، فرق تین صاع کا ہوتا ہے اب کھانا پہنچانے کی جگہ میں بھی اختلاف ہے، امام شافعی کا فرمان ہے کہ اس کی جگہ حرم ہے، عطاء کا قول بھی یہی ہے،

مجاہد فرماتے ہیں جہاں شکار کیا ہے وہیں کھلوا دے، یا اس سے بہت زیادہ کی قریب کی جگہ میں، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں خواہ حرم میں خواہ غیر حرم میں اختیار ہے۔ سلف کی اس آیت کے متعلق اقوال ملاحظہ ہوں، ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب محرم شکار کھیل لے اس پر اس کے بدلے کے چوپائے کا فیصلہ کیا جائے گا اگر نہ ملے تو دیکھا جائے گا کہ وہ کس قیمت کا ہے، پھر اس نقدی کے اناج کا اندازہ کیا جائے گا پھر جتنا اناج ہوگا اسی کے ناپ سے ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھنا ہوگا پھر جب طعام پایا جائے گا جزا پالی گئی اور روایت میں ہے جب محرم نے ہرن کو مار ڈالا تو اس پر ایک بکری ہے جو مکے میں ذبح کی جائے گی اگر نہ پائے تو چھ مسکین کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تین روزے ہیں اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے، اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو تین روزے ہیں۔ اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے، اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تیس دن کے روزے، ابن جریر کی اسی روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ طعام ایک ایک مد ہو جوان کا پیٹ بھر دے، دوسرے، بہت سے تابعین نے بھی طعام کی مقدار بتلائی ہے۔

سدی فرماتے ہیں یہ سب چیزیں ترتیب وار ہیں اور بزرگ فرماتے ہیں کہ تینوں باتوں میں اختیار ہے، امام ابن جریر کا مختار قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ یہ کفارہ ہم نے اس لئے واجب کیا ہے کہ وہ اپنے کرتوت کی سزا کو پہنچ جائے، زمانہ جاہلیت میں جو کچھ کسی نے خطا کی ہے وہ اسلام کی اچھائی کی وجہ سے معاف ہے، اب اسلام میں ان احکام کی موجودگی میں بھی پھر سے اگر کوئی شخص یہ گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔ گو اس میں حد نہیں امام وقت اس پر کوئی سزا نہیں دے سکتا یہ گناہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے ہاں اسے فدیہ ضرور دینا پڑے گا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فدیہ ہی انتقام ہے۔ یہ یاد رہے کہ جب کبھی محرم حالت احرام

ہوا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔

طعام اور شکار میں فرق اور حلال کی مزید تشریحات

دریائی شکار سے مراد تازہ پکڑے ہوئے جانور اور طعام سے مراد ہے ان کا جو گوشت سکھا کر نمکین بطور توشے کے ساتھ رکھا جاتا ہے، یہ بھی مروی ہے کہ پانی میں سے جو زندہ پکڑا جائے وہ صید یعنی شکار ہے اور جو مردہ ہو کر باہر نکل آئے وہ طعام یعنی کھانا ہے حضرت ابوبکر صدیق حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرت عکرمہ، حضرت ابوسلمہ، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے، خلیفہ بلافصل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پانی میں جتنے بھی جانور ہیں وہ سب طعام ہیں۔ (ابن ابی حاتم وغیرہ)

آپ نے ایک خطبے میں اس آیت کے اگلے حصے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ جو چیز سمندر پھینک دے وہ طعام ہے (ابن جریر) ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے ایک روایت میں ہے کہ جو مردہ جانور پانی نکال دے۔ سعید بن مسیب سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ جس زندہ آبی جانور کو پانی کنارے پر ڈال دے یا پانی اس سے ہٹ جائے یا وہ باہر مردہ ملے (ابن ابی حاتم) ابن جریر میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوہیرہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن عمر سے سوال کیا کہ سمندر نے بہت سی مردہ مچھلیاں کنارے پر پھینک دی ہیں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہم انہیں کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ابن عمر نے جواب دیا نہیں نہ کھاؤ، جب واپس آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عالی عنہ نے قرآن کریم کھول کر تلاوت کی اور سورہ مائدہ کی اس آیت پر نظر پڑی تو ایک آدمی کو دوڑایا اور کہا جاؤ کہدو کہ وہ اسے کھالیں یہی بحری طعام ہے۔

امام ابن جریر کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ مراد طعام سے وہ آبی جانور ہیں جو پانی میں ہی مر جائیں، فرماتے ہیں اس بارے میں ایک روایت مروی ہے گو بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپ نے آیت (اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ) (5۔ المائدہ: 96) پڑھ کر فرمایا اس کا طعام وہ ہے جسے وہ پھینک دے اور وہ مرا ہوا ہو۔ بعض لوگوں نے اسے بقول ابوہریرہ موقوف روایت کیا ہے، پھر فرماتا ہے یہ منفعت ہے تمہارے لئے اور راہ رو مسافروں کے لئے، یعنی جو سمندر کے کنارے رہتے ہوں اور جو وہاں وارد ہوئے ہوں، پس کنارے رہنے والے تو تازہ شکار خود کھیلتے ہیں پانی جسے دھکے دے کر باہر پھینک دے اور مر جائے اسے کھالیتے ہیں اور نمکین ہو کر دور دراز والوں کو سوکھا ہوا پہنچتا ہے۔ الغرض جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جانور خواہ مردہ ہی ہو حلال ہے اس کی دلیل علاوہ اس آیت کے امام مالک کی روایت کردہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضور نے سمندر کے کنارے پر ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جس کا سردار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا، یہ لوگ کوئی تین سو تھے حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں میں بھی ان میں سے تھا ہم ابھی راستے میں ہی تھے جو ہمارے توشے تھے ختم ہو گئے، امیر لشکر کو جب یہ علم ہوا تو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ سب جمع کر لیا اب حصہ رسدی کے طور

پر ایک مقررہ مقدار ہر ایک کو بانٹ دیتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ہر دن ایک ایک کھجور ملنے لگی آخر میں یہ بھی ختم ہوگئی۔ اب سمندر کے کنارے پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ کنارے پر ایک بڑی مچھلی ایک ٹیلے کی طرح پڑی ہوئی ہے، سارے لشکر نے اٹھارہ راتوں تک اسے کھایا، وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اس کے نیچے سے ایک شتر سوار نکل گیا اور اس کا سر اس پسلی کی ہڈی تک نہ پہنچا،

یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا نام عنبر تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ مردہ ملی تھی اور صحابہ نے آپس میں کہا تھا کہ ہم رسول اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس وقت سخت دقت اور تکلیف میں ہیں اسے کھالو ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک وہیں رہے اور اسی کو کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے تازے اور تیار ہوگئے اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے ہم چربی ہاتھوں میں بھر بھر کر نکالتے تھے تیرہ شخص اس کی آنکھ کی گہرائی میں بیٹھ گئے تھے، اس کی پسلی کی ہڈی کے درمیان سے سانڈنی سوار گزر جاتا تھا، ہم نے اس کے گوشت اور چربی سے مٹکے بھر لئے جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ جل مجدہ نے تمہیں دی کیا اس کا گوشت اب بھی تمہارے پاس ہے؟ اگر ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ، ہمارے پاس تو تھا ہی ہم نے حضور کی خدمت میں پیش کیا اور خود آپ نے بھی کھایا، مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ میں خود پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اس وجہ سے بعض محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ دو واقع ہوں اور بعض کہتے ہیں واقعہ تو ایک ہی ہے، شروع میں اللہ کے نبی بھی ان کے ساتھ تھے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگر اسی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ حضور نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے،

امام شافعی امام احمد اور سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے امام بخاری امام ترمذی امام ابن خزیمہ امام ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحابہ کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے، ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت ابوہیریرہ فرماتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے اتفاق سے ٹڈیوں کا دل کا دل آپہنچا ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جاکر حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں، اس کا ایک راوی ابوالمہزم ضعیف ہے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جب ٹڈیاں نکل آتیں اور نقصان پہنچاتیں تو رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ ان سب کو خواہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہلاک کر ان کے انڈے تباہ کر ان کا سلسلہ کاٹ دے اور ہماری معاش سے ان کے منہ بند کردے یا اللہ ہمیں روزیاں دے۔ یقیناً تو دعاؤں کا سننے والا ہے، حضرت خالد نے کہا یا رسول اللہ آپ ان کے سلسلہ کے کٹ جانے کی دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے آپ نے فرمایا ان کی پیدائش کی اصل مچھلی سے ہے، حضرت زیاد کا

قول ہے کہ جس نے انہیں مچھلی سے ظاہر ہوتے دیکھا تھا خود اسی نے مجھ سے بیان کیا ہے، ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے حرم میں ٹڈی کے شکار سے بھی منع کیا ہے۔

جن فقہا کرام کا یہ مذہب ہے کہ سمندر میں جو کچھ ہے سب حلال ہے ان کا استدلال اسی آیت سے ہے وہ کسی آبی جانور کو حرام نہیں کہتے حضرت ابوبکر صدیق کا وہ قول بیان ہو چکا ہے کہ طعام سے مراد پانی میں رہنے والی ہر ایک چیز ہے، بعض حضرات نے صرف مینڈک کو اس حکم سے الگ کر لیا ہے اور مینڈک کے سوا پانی کے تمام جانوروں کو وہ مباح کہتے ہیں کیونکہ مسند وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی آواز اللہ کی تسبیح ہے، بعض اور کہتے ہیں سمندر کے شکار سے مچھلی کھائی جائے گی اور مینڈک نہیں کھایا جائے گا اور باقی کی چیزوں میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ باقی سب حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں باقی سب نہ کھایا جائے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ خشکی کے جو جانور حلال ہیں ان جیسے جو جانور پانی کے ہوں وہ بھی حلال ہیں اور خشکی کے جو جانور حرام ہیں ان کی مشابہت کے جو جانور تری کے ہوں وہ بھی حرام، یہ سب وجوہ مذہب شافعی میں ہیں حنفی مذہب یہ ہے کہ سمندر میں مر جائے اس کا کھانا حلال نہیں جیسے کہ خشکی میں از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں کیونکہ قرآن نے اپنی موت آپ مرے ہوئے جانور کو آیت (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۔)5۔المائدہ:3) میں حرام کر دیا ہے اور یہ عام ہے، ابن مردویہ میں حدیث ہے کہ جو تم شکار کر لو اور وہ زندہ ہو پھر مر جائے تو اسے کھا لو اور جسے پانی آپ ہی پھینک دے اور وہ مرا ہوا الٹا پڑا ہوا ہو اسے نہ کھاؤ، لیکن یہ حدیث سند کی رو سے منکر ہے صحیح نہیں، مالکیوں شافعیوں اور حنبلیوں کی دلیل ایک تو یہی عنبر والی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال کئے گئے ہیں دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور دو خون کلیجی اور تلی، یہ حدیث مسند احمد ابن ماجہ دار قطنی اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں اور یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے، واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ تم پر احرام کی حالت میں شکار کھیلنا حرام ہے، پس اگر کسی احرام والے نے شکار کر لیا اور اگر قصداً کیا ہے تو اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور گنہگار بھی ہوگا اور اگر خطا اور غلطی سے شکار کر لیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور اس کا کھانا اس پر حرام ہے خواہ وہ احرام والے ہوں یا نہ ہوں۔ عطا قاسم سالم ابو یوسف محمد بن حسن وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، پھر اگر اسے کھا لیا تو عطا وغیرہ کا قول ہے کہ اس پر دو کفارے لازم ہیں لیکن امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں کوئی کفارہ نہیں، جمہور بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، ابو عمر نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح زانی کے کئی زنا پر حد ایک ہی ہوتی ہے۔

حضرت ابو حنیفہ کا قول ہے کہ شکار کر کے کھانے والے کو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی، ابو ثور کہتے ہیں کہ محرم نے جب کوئی شکار مارا تو اس پر جزا ہے، ہاں اس شکار کا کھانا اس کیلئے حلال ہے لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا، کیونکہ فرمان رسول ہے کہ خشکی کے شکار کو کھانا تمہارے لئے حلال ہے جب تک کہ تم آپ شکار نہ کرو اور جب تک کہ خاص تمہارے لئے شکار نہ کیا جائے، اس حدیث کا تفصیلی بیان آگے آرہا ہے، ان کا یہ قول غریب ہے، ہاں شکاری کے سوا اور لوگ بھی اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف

ہے، بعض تو منع کرتے ہیں جیسے پہلے گزر چکا اور بعض جائز بتاتے ہیں ان کی دلیل وہی حدیث ہے جو اوپر ابوثور کے قول کے بیان میں گزری۔

اگر کسی ایسے شخص نے شکار کیا جو احرام باندھے ہوئے نہیں پھر اس نے کسی احرام والے کو وہ جانور ہدیئے میں دیا تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ مطلقاً حلال ہے خواہ اسی کی نیت سے شکار کیا ہو خواہ اس کے لئے شکار نہ کیا ہو، حضرت عمر حضرت ابو ہریرہ حضرت زبیر حضرت کعب احبار حضرت مجاہد، حضرت عطا، حضرت سعید بن جبیر اور کوفیوں کا یہی خیال ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ غیر محرم کے شکار کو محرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا، جب حضرت عمر کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میں تیری سزا کرتا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی محرم کو اس کا کھانا درست نہیں، ان کی دلیل اس آیت کے کا عموم ہے حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے اور بھی صحابہ تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں۔ تیسری جماعت نے اس کی تفصیل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر محرم نے کسی محرم کے ارادے سے شکار کیا ہے تو اس محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے ان کی دلیل حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابواء کے میدان میں یا ودان کے میدان میں ایک گورخر شکار کردہ بطور ہدیئے کے دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا جس سے صحابی رنجیدہ ہوئے، آثار رنج ان کے چہرے پر دیکھ کر رحمۃ للعالمین نے فرمایا اور کچھ خیال نہ کرو ہم نے بوجہ احرام میں ہونے کے ہی اسے واپس کیا ہے، یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے، تو یہ لوٹانا آپ کا اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس نے یہ شکار خاص میرے لئے ہی کیا ہے اور جب شکار محرم کیلئے ہی نہ ہو تو پھر اسے قبول کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بھی جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ تھے ایک گورخر شکار کیا صحابہ جو احرام میں تھے انہوں نے اس کے کھانے میں توقف کیا اور حضور سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تھا؟ یا اسے کوئی مدد دی تھی؟ سب نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا پھر کھالو اور خود آپ نے بھی کھایا یہ واقعہ بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلی شکار کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اس حالت میں بھی کہ تم احرام میں ہو جب تک کہ خود تم نے شکار نہ کیا ہو اور جب تک کہ خود تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو، ابوداؤد ترمذی نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے، امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی مطلب کا جابر سے سننا ثابت نہیں، ربیعہ فرماتے ہی کہ عرج میں جناب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ احرام کی حالت میں تھے جاڑوں کے دن تھے ایک چادر سے آپ منہ ڈھکے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کھالو انہوں نے کہا اور آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھ میں تم میں فرق ہے یہ شکار میرے ہی لئے کیا گیا ہے اس لئے میں نہیں کھاؤں گا تمہارے لئے نہیں گیا ... لہٰذا تم کھا سکتے ہو

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۝

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کولوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینہ اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو یہ اس لیے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

بیت اللہ کا ادب والا گھر ہونے کا بیان

"جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَام" الْمُحَرَّم "قِيَامًا لِلنَّاسِ" يَقُوم بِهِ اَمْر دِينهمْ بِالْحَجِّ اِلَيْهِ وَدُنْيَاهُمْ بِاَمْنِ دَاخِله وَعَدَم التَّعَرُّض لَهُ وَجَبْي ثَمَرَات كُلّ شَيْء اِلَيْهِ وَفِي قِرَاءَة قِيَمًا بِلَا اَلِف مَصْدَر قَامَ غَيْر مُعَلّ "وَالشَّهْر الْحَرَام" بِمَعْنَى الْاَشْهُر الْحُرُم ذُو الْقَعْدَة وَذُو الْحِجَّة وَالْمُحَرَّم وَرَجَب قِيَامًا لَهُمْ بِاَمْنِهِمْ مِنْ الْقِتَال فِيهَا . "وَالْهَدْي وَالْقَلَائِد" قِيَامًا لَهُمْ بِاَمْنِ صَاحِبهمَا مِنْ التَّعَرُّض لَهُ "ذٰلِكَ" الْجَعْل الْمَذْكُور "لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه يَعْلَم مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْاَرْض وَاَنَّ اللّٰه بِكُلِّ شَيْء عَلِيْم" فَاِنَّ جَعْله ذٰلِكَ لِجَلْبِ الْمَصَالِح لَكُمْ وَدَفْع الْمَضَارّ عَنْكُمْ قَبْل وُقُوعهَا دَلِيْل عَلٰى عِلْمه بِمَا هُوَ فِي الْوُجُود وَمَا هُوَ كَائِن،

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کولوگوں کے قیام کا باعث کیا یعنی لوگوں کو ان کے دین کا حکم دیتا ہے اور اس کی طرف حج کا حکم دیتا ہے اور دنیا میں اس میں داخل ہونے والے کیلئے امن دیتا ہے۔اور اس سے تعرض نہ کرنے والے کیلئے اس کے سبب ثواب ہے۔ ایک قرأت میں قیما یہ الف لام کے بغیر مصدر ہے اور قام بغیر تعلیل کے ہے۔اور حرمت والے مہینہ یہ معنی حرمت والے مہینے جو ذی قعدہ، ذی الحج، محرم اور رجب ہے۔ ان میں ان کیلئے جنگ سے امن ہے۔اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو کیونکہ ان کیلئے امن جو ان دونوں صاحبوں سے تعرض نہ کرے۔ یہ ذکر کیا گیا اس لیے ہے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔یعنی اس نے تمہارے مصالح کے حصول اور مشقتوں کو دور کرنے کیلئے (قاعدہ فقہیہ) ان کے وقوع سے قبل کیونکہ ان کی دلیل اس کے علم میں موجود تھی۔ کہ وہ ہونے والی ہے۔

شعائر اللہ کی تکریم وتعظیم کرنے کا بیان

اسی لئے قرآن کریم نے قیما للناس ہونے میں کعبہ کے ساتھ تین اور چیزوں کو شامل فرمایا ہے،اول اشہر الحرام یعنی عزت وعظمت کا مہینہ، یہاں چونکہ لفظ شہر مفرد لایا گیا ہے،اس لئے عام مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس جگہ شہر حرام سے مراد ماہ ذی الحجہ ہے، جس میں حج کے ارکان واعمال ادا کئے جاتے ہیں،اور بعض نے فرمایا کہ لفظ اگرچہ مفرد ہے مگر مراد اس سے جنس ہے،اس لئے سب ہی شہر حرم (عزت کے مہینے) اس میں داخل ہیں۔

دوسری چیز ھدی، ہے، ھدی اس جانور کا کہا جاتا ہے جس کی قربانی حرم شریف میں کی جائے، ایسے جانور جس شخص کے ساتھ ہوں عام عرب کا معمول تھا کہ اس کو کچھ نہ کہتے تھے، وہ امن واطمینان کے ساتھ سفر کرتا اور اپنا مقصد پورا کر سکتا تھا، اس لئے ھدی بھی قیام امن کا ایک سبب ہوئی۔

تیسری چیز قلائد ہیں، قلائد قلادہ کی جمع ہے، گلے کے ہار کو کہا جاتا ہے۔ جاہلیت عرب کی رسم یہ تھی کہ جو شخص حج کے لئے نکلتا تو اپنے گلے میں ایک ہار بطور علامت کے ڈال لیتا تھا، تا کہ اس کو دیکھ کر لوگ سمجھ لیں کہ یہ حج کے لئے جا رہا ہے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں، اسی طرح قربانی کے جانوروں کے گلے میں بھی اس طرح کے ہار ڈالے جاتے تھے۔ ان کو بھی قلائد کہتے ہیں، اس لئے قلائد بھی قیام امن وسکون کا ایک ذریعہ بن گئے۔

اور اگر غور کیا جائے تو یہ تینوں چیزیں شہر حرام، ھدی اور قلائد سب کے سب بیت اللہ کے متعلقات میں سے ہیں، ان کا احترام بھی بیت اللہ ہی کے احترام کا ایک شعبہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بیت اللہ اور اس کے متعلقات کو اللہ تعالیٰ نے پورے عالم انسانیت کے لئے عموماً اور عرب اور اہل مکہ کے لئے خصوصاً ان کے تمام امور دین ودنیا دونوں کے لئے قیام وقوام بنا دیا ہے۔

قیاماً للناس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ اور حرم محترم سب کے لئے جائے امن بنایا گیا ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد اہل مکہ کے لئے وسعتِ رزق ہے، کہ باوجود اس کے کہ اس زمین میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ دنیا بھر کی چیزیں وہاں پہنچاتے رہتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ اہل مکہ جو کہ بیت اللہ کے خادم اور محافظ کہلاتے تھے ان کو لوگ اللہ والے سمجھ کر ہمیشہ ان کیساتھ تعظیم کا معاملہ کرتے تھے، قیاما للناس سے ان کا یہ خاص اعزاز مراد ہے۔

امام عبداللہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سب اقوال میں کوئی اختلاف نہیں لفظ قیاماً للناس کے مفہوم میں یہ سب چیزیں داخل ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کو سب لوگوں کے بقاء وقیام اور معاش ومعاد کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنایا ہے، اور اہل عرب اور اہل مکہ کو خصوصیت کے ساتھ اس کی برکات ظاہرہ اور باطنہ سے نوازا ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؐ
جان لو کہ اللہ سخت گرفت والا ہے اور یہ کہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

دین اسلام کے دشمنوں پر عذاب کی سختی کا بیان

"اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" لِاَعْدَائِهٖ "وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ" لِاَوْلِيَائِهٖ "رَحِيْمٌ" بِهِمْ،

جان لو کہ اللہ اپنے دشمنوں کیلئے سخت گرفت والا ہے اور یہ کہ اللہ اپنے اولیاء کو بڑا بخشنے والا، ان کے ساتھ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

دوزخ کا متکبر وظالم لوگوں کیلئے مطالبہ کرتے رہنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ آپس میں جھگڑا کریں گی دوزخ کہے گی کہ میں متکبر اور ظالم لوگوں کے لئے مخصوص کردی گئی ہوں اور جنت کہے گی کہ مجھ کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھ میں صرف کمزور اور حقیر لوگ داخل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا رحمت کروں گا اور جہنم سے فرمائے گا کہ تو عذاب ہے میں تیرے ذریعہ سے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے بھرنے کی ایک حد مقرر ہے۔

لیکن دوزخ نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا تو وہ کہے گی کہ بس بس اس وقت دوزخ بھر جائے گی اور ایک حصہ دوسرے حصہ سے مل کر سمٹ جائے گا اور اللہ بزرگ و برتر اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا اور جنت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک دوسری مخلوق پیدا کرے گا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2058)

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝
رسول (مکرم ﷺ) پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ نہیں ہے اور اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو،

اللہ کا حکم لوگوں تک پہنچا دینا حجت کیلئے کافی ہونے کا بیان

"مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ" لَكُمْ "وَاللّٰهُ يَعْلَم مَا تُبْدُوْنَ" تُظْهِرُوْنَ مِنَ الْعَمَل "وَمَا تَكْتُمُوْنَ" تُخْفُوْنَ مِنْهُ فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

رسول (مکرم ﷺ) پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ نہیں ہے اور اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم عمل سے ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

رسول مکرم ﷺ کی ذمہ داری صرف اللہ کے احکام پہنچا دینے تک ہے آگے ان احکام کی فرمانبرداری کی ذمہ داری تم پر ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو رسول تمہاری اس نافرمانی سے بری الذمہ ہے اور اللہ تمہارے ظاہری اعمال واقوال کے علاوہ باطنی خیالات تک سے واقف ہے کہ تم میں اس کی اطاعت کا جذبہ کیسا ہے؟

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
فرمادیجئے، پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتے، اگرچہ تمہیں ناپاک کی کثرت بھلی لگے۔ پس اے عقلمند لوگو!
تم اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

حلال وحرام کے برابر نہ ہونے کا بیان

"قُلْ لَا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ" الْحَرَام "وَالطَّيِّبُ" الْحَلَال "وَلَوْ اَعْجَبَكَ" اَىْ سَرَّكَ "كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ" فِىْ تَرْكِهِ "يَا اُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ،

فرما دیجئے، پاک یعنی حلال اور ناپاک یعنی حرام برابر نہیں ہو سکتے، اگرچہ تمہیں ناپاک کی کثرت بھلی لگے۔ پس اے عقلمند لوگو! تم اس کے ترک میں اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۰ کے سبب نزول کا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے تم پر بتوں کی عبادت، شراب پینا اور کسی کو نسب وطعنہ دینا حرام کیا ہے خبردار، شراب پینے والا، نچوڑنے والا، پلانے والا، ہانکنے والا، بیچنے والا اور اس کی قیمت کھانے والا سب ملعون ہیں ایک دیہاتی آپ کے قریب آیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں شراب کی تجارت کرتا تھا اور میں نے شراب کی فروخت سے بہت سامال جمع کر لیا اگر میں اس کو اللہ کی اطاعت کے کام میں خرچ کروں تو وہ مال مجھے کچھ نفع دے گا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا گرتو اسے حج، جہاد یا صدقہ میں بھی خرچ کرے گا تو اس کی وقعت اللہ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔

اللہ صرف حلال اور پاک مال ہی قبول فرماتے ہیں اس پر اللہ نے آپ کی تصدیق کے طور پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ، کہہ دو کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتیں گو ناپاک چیزوں کی کثرت تمہیں خوش ہی لگے۔ (زادالمسیر 2۔432)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا
حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○
اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو، کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں مشقت
میں ڈال دیں، اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر ظاہر کر دی
جائیں گی، اللہ نے ان سے درگزر فرمایا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔

ظاہری اور فضول چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کی ممانعت کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا اَكْثَرُوْا سُؤَالَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ" تُظْهَرْ "لَكُمْ تَسُؤْكُمْ" لِمَا فِيْهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ "وَاِنْ تَسْاَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ" فِىْ زَمَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تُبْدَ لَكُمْ" الْمَعْنٰى اِذَا سَاَلْتُمْ عَنْ اَشْيَاءَ فِىْ زَمَنِهِ يَنْزِلُ الْقُرْاٰنُ بِاِبْدَائِهَا وَمَتٰى اَبْدَاهَا سَاءَتْكُمْ فَلَا تَسْاَلُوْا عَنْهَا قَدْ "عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا" عَنْ مَسْاَلَتِكُمْ فَلَا تَعُوْدُوْا،

جب نبی کریم ﷺ سے کثرت سے سوال ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو، کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں مشقت میں ڈال دیں، اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جب نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، یعنی نزول قرآن کے زمانے میں ان کو ظاہر کر دیا جاتا۔ تو تمہیں ناگواری ہوتی۔ لہٰذا تم ان کا سوال ہی نہ کیا کرو۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ یعنی ان کے پوچھے گئے سوالات پر درگزر رہوا لہٰذا دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، نازل ہوئی (اور لوگوں پر اللہ کیلئے حج (بیت اللہ) کرنا (فرض) ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہوں)۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہر سال (حج فرض ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ لوگوں نے پھر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہر سال (حج فرض ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ، اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر وہ ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حسن غریب ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 995)

صحیح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوئی کسی کی برائی کی بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف اس حالت میں آؤں کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی برائی نہ ہو، صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سنایا، ایسا بے مثل کہ ہم نے کبھی ایسا خطبہ نہ سنا تھا اسی میں فرمایا کہ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے، یہ سن کر اصحاب رسول منہ ڈھانپ کر رونے لگے اسی اثنا میں ایک شخص آپ سے پوچھ بیٹھا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا فلاں، اس پر یہ آیت اتری بخاری مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضور سے بہ کثرت سوالات شروع کر دیئے چنانچہ آپ منبر پر آ گئے اور فرمایا آؤ اب جس کسی کو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو جو پوچھو گے جواب پاؤ گے، صحابہ کانپ اٹھے کہ ایسا نہ ہو اس کے پیچھے کوئی اہم امر ظاہر ہو جتنے بھی تھے سب اپنے اپنے چہرے کپڑوں سے ڈھانپ کر رونے لگے، ایک شخص تھے جن سے مذاق کیا جاتا تھا اور جنہیں لوگ ان کے باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسبت کر کے بلاتے تھے اس نے کہا حضور میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا خزافہ، پھر حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور آپ کے سول ہونے پر راضی ہو گئے ہم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا آج کی طرح میں نے بھلائی برائی کبھی نہیں دیکھی جنت دوزخ میرے

سامنے اس دیوار کے پیچھے بطور نقشے کے پیش کر دی گئی تھی اور روایت میں ہے یہ سوال کرنے والے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے۔ان سے ان کی والدہ نے کہا تجھ سے بڑھ کر ماں باپ کا نافرمان میں نے نہیں دیکھا۔تجھے کیا خبر تھی جاہلیت میں کس چیز کا پرہیز تھا۔فرض کرو اگر میں بھی کسی معصیت میں اس وقت آلودہ ہوگئی ہوتی تو آج اللہ کے رسول کی زبانی میری رسوائی ہوتی اور سب کے سامنے بے آبروئی ہوتی، آپ نے فرمایا سنو ماں اگر رسول اللہ ﷺ کی زبانی مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں حبشی غلام کا میں بیٹا ہوں تو واللہ میں اسی سے مل جاتا۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ۝
بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے ایسی باتیں پوچھی تھیں، پھر وہ ان کے منکر ہوگئے۔

بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی ممانعت کا بیان

"قَدْ سَاَلَهَا" اَیْ الْاَشْیَاءَ "قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ" اَنْبِیَاءَ هُمْ فَاَجِیْبُوْا بِبَیَانِ اَحْكَامِهَا "ثُمَّ اَصْبَحُوا" صَارُوْا "بِهَا كَافِرِیْنَ" بِتَرْكِهِمُ الْعَمَلَ بِهَا،

بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام سے ایسی باتیں پوچھی تھیں، تو ہم نے ان کے احکام کو بیان کر دیا پھر وہ ان کے منکر ہوگئے۔یعنی ان پر عمل کو چھوڑ کر انکار کر گئے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۲ کے سبب نزول کا بیان

بعض لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے یہ خاطرِ مبارک پر گراں ہوتا تھا، ایک روز فرمایا کہ جو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرو میں ہر بات کا جواب دوں گا، ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا انجام کیا ہے؟ فرمایا جہنم، دوسرے نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے اس کے اصلی باپ کا نام بتا دیا جس کے نطفہ سے وہ تھا کہ صداقہ ہے باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو جو ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔(تفسیر احمدی، سورہ مائدہ، لاہور)

یہ یہود تھے جنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے سوال کر کر کے انہیں پریشان کر رکھا تھا جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۸ سے واضح ہوتا ہے۔کہ جب انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے پے در پے سوالات شروع کر دیئے کہ ہمیں اللہ سے پوچھ کر بتاؤ کہ اس گائے کی عمر کیا ہو، اس کا رنگ کیسا ہو اس کی کیفیت کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ حالانکہ اگر وہ کوئی بھی سوال نہ کرتے تو کوئی سی گائے ذبح کرنے میں آزاد تھے۔مگر پے در پے سوال کرنے سے اپنے آپ پر پابندی ہی بڑھاتے گئے اور یہی زیادہ سوال کرنے کا نقصان ہوتا ہے۔شریعت اگر ایک حکم اجمالاً بیان کرے تو اس کے اجمال سے فائدہ اٹھانے میں بھی مسلمانوں کیلئے آسانی ہے۔اجتہاد و استنباط کر کے اس کی تفصیلات معین کر کے مسلمانوں کیلئے مشکلات کا یا الجھنوں کا سبب نہ بننا چاہیے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

اللہ نے نہ تو بحیرہ کو مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۳ کے سبب نزول کا بیان

"مَا جَعَلَ" شَرَعَ "اللّٰه مِنْ بَحِيرَة وَلَا سَائِبَة وَلَا وَصِيلَة وَلَا حَامٍ " كَمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّة يَفْعَلُوْنَهُ رَوَى الْبُخَارِيّ عَنْ سَعِيد بْن الْمُسَيِّب قَالَ: الْبَحِيرَة الَّتِي يُمْنَح دَرّهَا لِلطَّوَاغِيتِ فَلَا يَحْلُبهَا اَحَد مِنْ النَّاس وَالسَّائِبَة الَّتِي كَانُوا يُسَيِّبُوْنَهَا لِ اٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَل عَلَيْهَا شَيْء وَالْوَصِيلَة النَّاقَة الْبِكْر تُبَكِّر فِيْ اَوَّل نِتَاج الْاِبِل بِاُنْثَى ثُمَّ تُثَنِّي بَعْد بِاُنْثَى وَكَانُوا يُسَيِّبُوْنَهَا لِطَوَاغِيتِهِمْ اِنْ وَصَلَتْ اِحْدَاهُمَا بِاُخْرَى لَيْسَ بَيْنهمَا ذَكَر وَالْحَام فَحْل الْاِبِل يَضْرِب الضِّرَاب الْمَعْدُوْدَة فَاِذَا قَضَى ضِرَابه وَدَعُوْهُ لِلطَّوَاغِيتِ وَاَعْفَوْهُ مِنْ اَنْ يُحْمَل عَلَيْهِ شَيْء وَسَمَّوْهُ الْحَامِي "وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰه الْكَذِب" فِيْ ذٰلِكَ وَفِيْ نِسْبَته اِلَيْهِ "وَاَكْثَرهمْ لَا يَعْقِلُوْنَ" اَنَّ ذٰلِكَ افْتِرَاء لِاَنَّهُمْ قَلَّدُوْا فِيْهِ اٰبَاءَهُمْ،

اللہ نے نہ تو بحیرہ کو مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، جس اہل جاہلیت میں مشرکین کرتے تھے۔ جس طرح امام بخاری حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کو کفار کسی بت کی نذر کر کے آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ نہ دوہتے تھے اور سائبہ وہ اونٹنی ہے جو بتوں کی نذر کی جاتی اور جس پر کوئی سواری نہ کی جاتی تھی اور نہ اس سے کوئی کام لیتے تھے۔ اور وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی اور دوسری مرتبہ میں مادہ جنے اور اس کو بت کے نام پر چھوڑ دیا جائے (یعنی متصل دو دفعہ مادہ جنے) جن کے درمیان نر نہ ہو اور حام اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کیلئے کفار کہتے تھے کہ اگر اس سے ہماری اونٹنی کے دس یا بیس (مقررہ تعداد) بچے پیدا ہوں تو ہمارے لئے ہوں گے اور اگر زائد ہوں تو ہمارے بتوں کے لئے ہوں گے پھر جو زائد ہوتے ہیں ان کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس سے کچھ کام نہیں لیا کرتے تھے۔ اسی لئے اس کا نام حام رکھا ہوا تھا۔ لیکن کافر لوگ اس طرح بتوں کی طرف نسبت کر کے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ اس بہتان میں اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1805)

سورہ مائدہ آیت ۱۰۳ کے سبب نزول کا بیان

زمانہ جاہلیت میں کفار کا یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر ہوتا اس کا کان چیر دیتے پھر نہ اس

سواری کرتے، نہ اس کو ذبح کرتے، نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے اس کو بحیرہ کہتے اور جب سفر پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آ ؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بجار) ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے اور کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی اس کو وصیلہ کہتے اور جب نر اونٹ سے دس گیابھ حاصل ہو جاتے تو اس کو چھوڑ دیتے نہ اس پر سواری کرتے، نہ اس سے کام لیتے، نہ اس کو چارے پانی پر سے روکتے اس کو حامی کہتے۔ (تفسیر مدارک، سورہ مائدہ، ۱۰۳، بیروت)

بتوں کے نام کٹے ہوئے جانوروں کے نام؟

صحیح بخاری شریف میں حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے بطن کا دودھ وہ لوگ اپنے بتوں کے نام کر دیتے تھے اسے کوئی دوہتا نہ تھا سائبہ ان جانوروں کو کہتے تھے جنہیں وہ اپنے معبود باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے سواری اور بوجھ سے آزاد کر دیتے تھے، حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے اس نے سب سے پہلے یہ رسم ایجاد کی تھی۔

وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کے پلوٹھے دو بچے اوپر تلے کے مادہ ہوں ان دونوں کے درمیان کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہوا ہو اسے بھی وہ اپنے بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے۔

حام اس نر اونٹ کا نام تھا جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں پھر اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور کسی کام میں نہ لیتے تھے، ایک حدیث میں ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اس کا ایک حصہ دوسرے کو گویا کھائے جا رہا تھا اس میں میں نے عمرو کو دیکھا کہ اپنی آنتیں گھسیٹتا پھرتا ہے اسی نے سائبہ کا رواج سب سے پہلے نکالا تھا ایک حدیث میں ہے حضور نے عمرو کا یہ ذکر حضرت اکثم بن جون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر کے فرمایا وہ صورت وشکل میں بالکل تیرے جیسا ہے اس پر حضرت اکثم نے فرمایا یا رسول اللہ کہیں یہ مشابہت مجھے نقصان نہ پہنچائے؟ آپ نے فرمایا نہیں "بے فکر رہو وہ کافر تھا تم مسلمان ہو۔ اسی نے حضرت ابراہیم کے دین کو سب سے پہلے بدلا اسی نے بحیرہ، سائبہ اور حام کی رسم نکالی، اسی نے بت پرستی دین ابراہیمی میں ایجاد کی،

ایک روایت میں ہے یہ بنو کعب میں سے ہے، جہنم میں اس کے جلنے کی بدبو سے دوسرے جہنمیوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے، بحیرہ کی رسم کو ایجاد کرنے والا بنو مدلج کا ایک شخص تھا اس کی دو اونٹنیاں تھیں جن کے کان کاٹ دیئے اور دودھ حرام کر دیا پھر کچھ عرصہ کے بعد پینا شروع کر دیا، میں نے اسے بھی دوزخ میں دیکھا دونوں اونٹنیاں اسے کاٹ رہی تھیں اور روند رہی تھیں یاد رہے کہ یہ عمرو لحی بن قمعہ کا لڑکا ہے جو خزاعہ کے سرداروں میں سے ایک تھا قبیلہ جرہم کے بعد بیت اللہ شریف کی تولیت انہی کے پاس تھی یہی شخص عرب میں بت لایا اور سفلے لوگوں میں ان کی عبادت جاری کی اور بہت سی بدعتیں ایجاد کیں جن میں سے چوپایوں کو الگ الگ طریقے سے بتوں کے نام کرنے کی رسم بھی تھی۔ جس کی طرف اشارہ آیت آیت (وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ

نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (6۔الانعام 136) میں ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ اونٹنی کے جب پانچ بچے ہوتے تو پانچواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر ڈالتے اور اس کا گوشت صرف مرد کھاتے عورتوں پر حرام جانتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کے کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھتے۔

سائبہ کی تفسیر میں مجاہد سے اسی کے قریب قریب بکریوں میں مروی ہے۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ جس اونٹنی کے پے در پے دس اونٹنیاں پیدا ہوتیں اسے چھوڑ دیتے نہ سواری لیتے نہ بال کاٹتے نہ دودھ دوہتے اور اسی کا نام سائبہ ہے۔ صرف مہمان کے لئے تو دودھ نکال لیتے ورنہ اس کا دودھ یونہی رکا رہتا، ابوروق کہتے ہیں یہ نذر کا جانور ہوتا تھا جب کسی کی کوئی حاجت پوری ہو جاتی تو وہ اپنے بت اور بزرگ کے نام کوئی جانور آزاد کر دیتا پھر اس کی نسل بھی آزاد سمجھی جاتی،

سدی کہتے ہیں اگر کوئی شخص اس جانور کی بے حرمتی کرتا تو اسے یہ لوگ سزا دیتے، ابن عباس سے مروی ہے کہ وصیلہ اس جانور کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک بکری کا ساتواں بچہ ہے اب اگر وہ نر ہے اور ہے مردہ تو اسے مرد عورت کھاتے اور اگر وہ مادہ ہے تو اسے زندہ باقی رہنے دیتے اور اگر نر مادہ دونوں ایک ساتھ ہوئے ہیں تو اس نر کو بھی زندہ رکھتے اور کہتے کہ اس کے ساتھ اس کی بہن ہے اس نے اسے ہم پر حرام کر دیا۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جس اونٹنی کے مادہ پیدا ہو پھر دوسرا بچہ بھی مادہ ہو تو اسے وصیلہ کہتے تھے،

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں جو بکری پانچ دفعہ دو دو مادہ بکریاں بچے دے اس کا نام وصیلہ تھا پھر اسے چھوڑ دیا جاتا تھا اس کے بعد اس کا جو بچہ ہوتا اسے ذبح کر کے صرف مرد کھا لیتے اور اگر مردہ پیدا ہوتا تو مرد عورت سب کا حصہ سمجھا جاتا، ابن عباس فرماتے ہیں حام اس نر اونٹ کو کہتے ہیں جس کی نسل سے دس بچے پیدا ہو جائیں یہ بھی مروی ہے کہ جس کے بچے سے کوئی بچہ ہو جائے اسے وہ آزاد کر دیتے نہ اس پر سواری لیتے نہ اس پر بوجھ لادتے، نہ اس کے بال کام میں لیتے نہ کسی کھیتی یا چارے یا حوض سے اسے روکتے، اور اقوال بھی ہیں،

حضرت مالک بن نفلہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میں پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تیرے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا کس قسم کا کہا ہر قسم کا اونٹ بکریاں گھوڑے غلام وغیرہ آپ نے فرمایا پھر تو اللہ نے تجھے بہت کچھ دے رکھا ہے سن اونٹ کے جب بچہ ہوتا ہے تو صحیح سالم کان والا ہی ہوتا ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھر تو استرا لے کر ان کے کان کاٹ دیتا ہے اور ان کا نام بحیرہ رکھ دیتا ہے؟ اور بعض کے کان چیر کر انہیں حرام سمجھنے لگتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا خبردار ایسا نہ کرنا اللہ نے تجھے جتنے جانور دے رکھے ہیں سب حلال ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، بحیرہ وہ ہے جس کے کان کاٹ دیئے جاتے تھے پھر گھر والوں میں سے کوئی بھی اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا ہاں جب وہ مر جاتا تو سب بیٹھ کر اس کا گوشت کھا جاتے، سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے اپنے معبودوں کے پاس لے جا کر ان کے نام کا کر دیتے تھے۔

وصیلہ اس بکری کو کہتے تھے جس کے ہاں ساتویں دفعہ بچہ ہو اس کے کان اور سینگ کاٹ کر آزاد کر دیتے، اس روایت کے مطابق تو حدیث ہی میں ان جانوروں کی تفصیل ملی جلی ہے ایک روایت میں یہ بقول حضرت عوف بن مالک مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے پھر فرمان قرآن ہے کہ یہ نام اور چیزیں اللہ کی مقرر کردہ نہیں نہ اس کی شریعت میں داخل ہیں نہ ذریعہ ثواب ہیں یہ لوگ اللہ کی پاک صاف شریعت کی طرف دعوت دیئے جاتے ہیں تو اپنے باپ دادوں کے طریقوں کو اس کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کے بڑے محض ناواقف اور بیراہ تھے ان کی تابعداری تو وہ کرے گا جو ان سے بھی زیادہ بہکا ہوا اور بے عقل ہو۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۝
اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں، ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔

کفر میں باپ دادا کی تقلید کرنے والوں کا بیان

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ" اَیْ اِلٰی حُکْمِهٖ مِنْ تَحْلِيْلِ مَا حَرَّمْتُمْ "قَالُوْا حَسْبُنَا" كَافِيْنَا "مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا" مِنَ الدِّيْنِ وَالشَّرِيْعَةِ "اَوَلَوْ" حَسْبُهُمْ ذٰلِكَ "كَانَ اٰبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ" اِلَى الْحَقِّ وَالِاسْتِفْهَامِ لِلْاِنْكَارِ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف رجوع کرو یعنی اس حکم کی طرف جس کو تم حرام کیا ہے اس کو حلال کرنا ہے۔ تو کہتے ہیں، ہمارے وہی دین اور شریعت کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہی حق کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں۔ اور یہ استفہام انکاری ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۴ کے سبب نزول کا بیان

جاہلیت کی رسموں میں ایک تقلید آباء بھی تھی، جس نے ان کو ہر برائی میں مبتلا اور ہر بھلائی سے محروم رکھا تھا، تفسیر در منثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کیا ہے کہ ان میں سے کوئی خوش نصیب اگر حق بات کو مان کر مسلمان ہو جاتا تو اس کو یوں عار دلائی جاتی تھی کہ تو نے اپنے باپ دادوں کو بیوقوف ٹھہرایا، کہ ان کے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کر لیا۔ ان کی اس گمراہی در گمراہی پر یہ آیت نازل ہوئی، وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یعنی جب ان کو کہا جاتا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حقائق اور احکام اور رسول کی طرف رجوع کرو جو ہر حیثیت سے حکمت و مصلحت اور تمہارے لئے صلاح و فلاح کے ضامن ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہوتا کہ ہم کو تو وہی طریقہ کافی ہے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تم ہدایت یافتہ ہو چکے ہو، تم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان کاموں سے خبردار فرما دے گا جو تم کرتے رہے تھے۔

دنیا کے فتنوں سے اپنے آپ کو بچانے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ" اَیْ احْفَظُوْهَا وَقُوْمُوْا بِصَلَاحِهَا "لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ" قِيْلَ الْمُرَاد لَا يَضُرّكُمْ مَنْ ضَلَّ مِنْ اَهْل الْكِتَاب وَقِيْلَ الْمُرَاد غَيْرهمْ لِحَدِيْثِ اَبِیْ ثَعْلَبَة الْخُشَنِیّ: سَاَلْت عَنْهَا رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنْ الْمُنْكَر حَتّٰى اِذَا رَاَيْت شُحًّا مُطَاعًا وَّهَوًى مُتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُؤْثَرَة وَاِعْجَاب كُلّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْك نَفْسك " رَوَاهُ الْحَاكِم وَغَيْره "اِلَى اللّٰه مَرْجِعكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيكُمْ بِهٖ،

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر یعنی حفاظت کرو کرو، اور اصلاح کے ساتھ تیار رہو، تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تم ہدایت یافتہ ہو چکے ہو، کہا گیا ہے کہ گمراہی کی طرف نقصان پہنچانے والوں سے مراد اہل کتاب ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے سوا ہیں جس طرح حدیث ابو ثعلبہ خشنی ہے کہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو حتیٰ کہ جب بخل کی پیروی ہوتے دیکھو اور خواہشات کی پیروی دیکھو اور دنیا کو ترجیح دی گئی ہو، ہر شخص اپنی فکر میں لگا ہوا ہے تو تمہیں اپنی فکر لازم ہے۔ اس امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ تم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان کاموں سے خبردار فرما دے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۵ کے سبب نزول کا بیان

مسلمان کفار کی محرومی پر افسوس کرتے تھے اور انہیں رنج ہوتا تھا کہ کفار عناد میں مبتلا ہو کر دولت اسلام سے محروم رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی فرما دی کہ اس میں تمہارا کچھ ضرر نہیں، امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فرض ادا کر کے تم بری الذمہ ہو چکے، تم اپنی نیکی کی جزا پاؤ گے۔ عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا اس آیت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے وجوب کی بہت تاکید کی ہے کیونکہ اپنی فکر رکھنے کے معنی یہ ہیں ایک دوسرے کی خبر گیری کرے، نیکیوں کی رغبت دلائے، بدیوں سے روکے۔ (خازن)

حضرت قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو! تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۱۰۵)، (المائدہ)

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، اگر تم راہ راست پر ہو تو کوئی گمراہ شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ گناہ کا کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو عنقریب ان سب کو اللہ کا عذاب گھیر لے گا۔ (مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 1)

اپنے آپ کو گمراہی سے بچانے کا بیان

حضرت ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں فرمایا کہ کونسی آیت؟ میں نے عرض کیا، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ، فرمایا جان لو کہ میں نے اس کی تفسیر بڑے علم رکھنے والے سے پوچھی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا بلکہ نیک اعمال کا حکم دو اور برائی سے منع کرو یہاں تک کہ تم ایسا بخیل دیکھو جسکی اطاعت کی جائے۔ خواہشات کی پیروی کی جانے لگے تو تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو اس لئے کہ تمہارے بعد ایسے دن آنے والے ہیں جن میں صبر کرنا اس طرح ہوگا۔ جیسے چنگاری ہاتھ میں لینا۔ اس زمانے میں سنت پر عمل کرنے والے کو تم جیسے پچاس (عمل کرنے والے) آدمیوں کا ثواب دیا جائے گا۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ عتبہ کے علاوہ دوسرے راوی یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر یا ان میں سے پچاس کے برابر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 998)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر کی طرف خط لکھا جن پر والی منذر بن ساوی تھے جب ان کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے اپنے پاس موجود عرب، یہودی و نصاریٰ، صابی اور مجوس تمام پر وہ خط پیش کیا وہ سب جزیہ پر رضامند ہو گئے اور اسلام قبول کرنے سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ عرب سے سوائے اسلام اور تلوار کے کچھ اور کچھ قبول نہ کرو اہل کتاب اور مجوس سے جزیہ قبول کر لو۔ جب ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا گیا تو عرب اسلام لے آئے اور اہل کتاب اور مجوس نے جزیہ ادا کیا تو منافقین عرب نے کہا محمد پر تعجب ہے یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے انہیں تمام لوگوں سے قتال کرنے کے لیے بھیجا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور جزیہ صرف اہل کتاب سے قبول کرتے ہیں ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ جس چیز کو انہوں نے مشرکین عرب سے رد کیا ہے اسی کو مشرکین ہجر سے قبول کر لیا ہے اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ) اے ایمان والو اپنی جانوں کی حفاظت کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ (نیسابوری 178، سیوطی 112)

29

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ○

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت آ ئے تو وصیت کرتے وقت تمہارے درمیان گواہی تم میں سے دو عادل شخص ہوں یا تمہارے غیروں میں سے دوسرے دو شخص ہوں اگر تم ملک میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے تو تم ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو، اگر تمہیں شک گزرے تو وہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم اس کے عوض کوئی قیمت حاصل نہیں کریں گے خواہ کوئی قرابت دار ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے، ہم اسی وقت گناہگاروں میں ہو جائیں گے۔

وصیت کے وقت گواہ بنا لینے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ" اَیْ اَسبابه "حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ" خَبَر بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَیْ لِيَشْهَد وَاِضَافَة شَهَادَة لِبَيْن عَلَى الِاتِّسَاع وَحِين بَدَل مِنْ اِذَا اَوْ ظَرْف لِحَضَرَ "اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ" اَیْ غَيْر مِلَّتِكُمْ "اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ" سَافَرْتُمْ "فِي الْاَرْض فَاَصَابَتْكُمْ مُصِيبَة الْمَوْت تَحْبِسُونَهُمَا" تُوقِفُونَهُمَا صِفَة اٰخَرَانِ "مِنْ بَعْد الصَّلَاة" اَیْ صَلَاة الْعَصْر "فَيُقْسِمَانِ" يَحْلِفَانِ "بِاللّٰهِ اِنْ ارْتَبْتُمْ" شَكَكْتُمْ فِيهَا وَيَقُولَانِ "لَا نَشْتَرِي بِهِ" بِاللّٰهِ "ثَمَنًا" عِوَضًا نَاْخُذهُ بَدَله مِنْ الدُّنْيَا بِاَنْ نَحْلِف بِهِ اَوْ نَشْهَد كَذِبًا لِاَجْلِهِ "وَلَوْ كَانَ" الْمُقْسَم لَهُ اَوْ الْمَشْهُود لَهُ "ذَا قُرْبَى" قَرَابَة مِنَّا "وَلَا نَكْتُم شَهَادَة اللّٰه" الَّتِي اَمَرَنَا بِهَا "اِنَّا اِذًا" اِنْ كَتَمْنَاهَا،

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت یعنی اس کے آثار دکھائی دیں، تو وصیت کرتے وقت تمہارے درمیان گواہی کیلئے تم میں سے دو عادل شخص ہوں، یہاں خبر بہ معنی امر ہے۔ یعنی ان کو گواہی دینی چاہے اور حین یہ اذا سے بدل ہے اور شہادت کی اضافت بین کی طرف اس کے وسیع ہونے کی وجہ سے ہے۔ یا حضر سے ظرف ہے۔ یا تمہارے غیروں یعنی تمہاری ملت کے سوا میں سے دوسرے دو شخص ہوں۔ اگر تم ملک میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے یہاں 'تَحْبِسُوْنَهُمَا'' آخران کی صفت ہے۔ تو تم ان دونوں کو نماز عصر کے بعد روک لو، پس وہ دونوں اللہ کا حلف اٹھائیں اگر تمہیں شک گزرے تو وہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم اس کے عوض دنیا میں کوئی قیمت حاصل نہیں کریں گے کہ ہم دنیا کیلئے قسم اٹھالیں یا اس کیلئے کوئی جھوٹی قسم اٹھائیں، خواہ مقسم لہ یا مشہود لہ کوئی قرابت دار ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔، ہم اسی وقت

گناہگاروں میں ہو جائیں گے۔ جب اس کو ہم چھپائیں گے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۰۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ، اے ایمان والو جبکہ تم میں سے کسی کو موت آ پہنچے تو وصیت کے وقت درمیان تم میں سے دو معتبر آدمی گواہ ہونے چاہئیں یا تمہارے سوا دو گواہ اور ہوں۔ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس سے میرے اور عدی بن بداء کے علاوہ وہ سب لوگ بری ہو گئے۔ یہ دونوں اسلام لانے سے پہلے نصرانی تھے اور شام آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ دونوں تجارت کیلئے شام گئے تو بنو ہم موالیٰ بدیل بن ابی مریم ان کے پاس تجارت کی غرض سے آیا۔ اس کے پاس چاندی کا ایک جام تھا وہ چاہتا تھا کہ یہ پیالہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے وہ اس کے مال میں بڑی چیز تھی۔ پھر وہ بیمار ہو گیا اور اس نے ان دونوں کو وصیت کی اور کہا کہ اس نے جو کچھ چھوڑا اسے اس کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ تمیم کہتے ہیں جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ پیالہ ایک ہزار درہم میں بیچ ڈالا اور رقم دونوں نے آپس میں تقسیم کر لی۔ ان کے گھر پہنچ کر ہم نے وہ سامان ان کے حوالے کر دیا۔ انہیں پیالہ نہ ملا۔ تو انہوں نے ہم سے اس کے متعلق پوچھا۔ ہم نے جواب دیا کہ اس نے یہی کچھ چھوڑا تھا اور ہمیں ان چیزوں کے علاوہ کوئی چیز نہیں دی۔ تمیم کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے پر جب میں اسلام لایا تو میں نے اس گناہ کا ازالہ چاہا اور اس غلام کے مالکوں گھر گیا انہیں ساری بات بتائی اور انہیں پانچ سو درھم دے دیئے نیز یہ بھی بتایا کہ اتنی ہی رقم میرے ساتھی کے پاس بھی ہے۔ وہ لوگ عدی کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے گواہ طلب کیئے جو کہ ان کے پاس نہیں تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ عدی سے اس کے دین کی عظیم ترین چیز کی قسم لیں۔ اس نے قسم کھالی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ، چنانچہ عمرو بن عاص اور ایک شخص کھڑے ہوئے اور گواہی کی کہ پیالہ بدیل کے پاس تھا اور عدی جھوٹا ہے تو عدی بن بداء سے پانچ سو درہم چھین لئے گئے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 999)

معتبر گواہی کی شرائط

بعض لوگوں نے اس آیت کے عزیز حکم کو منسوخ کہا ہے لیکن اکثر حضرات اس کے خلاف ہیں اثنان خبر ہے، اس کی تقدیر شھداۃ اثنین ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے یا دلالت کلام کی بنا پر فعل محذوف کر دیا گیا ہے یعنی ان یشھد اثنان، ذوا عدل صفت ہے، منکم سے مراد مسلمانوں میں سے ہونا یا وصیت کرنے والے کے اہل میں سے ہونا ہے، من غیر کم سے مراد اہل کتاب ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ منکم سے مراد قبیلہ میں اور من غیر کم سے مراد اس کے قبیلے کے سوا، شرطیں دو ہیں ایک مسافر کے سفر میں ہونے کی صورت میں موت کے وقت وصیت کے لیے غیر مسلم کی گواہی چل سکتی ہے، حضرت شریح سے یہی مروی ہے،

امام احمد بھی یہی فرماتے ہیں اور تینوں امام خلاف ہیں، امام ابوحنیفہ ذمی کافروں کی گواہی آپس میں ایک دوسرے پر جائز مانتے ہیں، زہری کا قول ہے کہ سنت جاری ہو چکی ہے کہ کافر کی شہادت جائز نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں اتری ہے جس کی موت کے وقت اس کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا یہ ابتدائے اسلام کا وقت تھا جبکہ زمین کافروں سے بھری تھی اور وصیت سے ورثہ بٹتا تھا، ورثے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، پھر وصیت منسوخ ہوگئی ورثے کے احکام اترے اور لوگوں نے ان پر عمل درآمد شروع کر دیا، پھر یہ بھی کہ ان دونوں غیر مسلموں کو وصی بنایا جائے گا یا گواہ؟ حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو سفر میں ہو اور وہیں اجل آجائے اور مال اس کے پاس ہو پس اگر دو مسلمان اسے مل جائیں تو انہیں اپنا مال سونپ دے اور دو گواہ مسلمان مقرر کرلے، اس قول کے مطابق تو یہ دونوں وصی ہوئے،

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں گے، آیت کے الفاظ کا ظاہر مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے، ہاں جس صورت میں ان کے ساتھ اور گواہ نہ ہوں تو یہی وصی ہوں گے اور یہی گواہ بھی ہوں گے امام ابن جریر نے ایک مشکل اس میں یہ بیان کی ہے کہ شریعت کے کسی حکم میں گواہ پر قسم نہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں یہ ایک حکم ہے جو مستقل طور پر بالکل علیحدہ صورت میں ہے اور احکام کا قیاس اس پر جاری نہیں ہے، یہ ایک خاص شہادت خاص موقعہ کی ہے اس میں اور بھی بہت سی ایسی باتیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ پس شک کے قرینے کے وقت اس آیت کے حکم کے مطابق ان گواہوں پر قسم لازم آتی ہے، نماز کے بعد ٹھہرالو سے مطلب نماز عصر کے بعد ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے مراد مسلمانوں کی نماز ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے مذہب کی نماز، مقصود یہ ہے کہ انہیں نماز کے بعد لوگوں کی موجودگی میں کھڑا کیا جائے اور اگر خیانت کا شک ہو تو ان سے قسم اٹھوائی جائے وہ کہیں کہ اللہ کی قسم ہم اپنی قسموں کو کسی قیمت بیچنا نہیں چاہتے۔ دنیوی مفاد کی بنا پر جھوٹی قسم نہیں کھاتے چاہے ہماری قسم سے کسی ہمارے قریبی رشتہ دار کو نقصان پہنچ جائے تو پہنچ جائے لیکن ہم جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے اور نہ ہم سچی گواہی چھپائیں گے، اس گواہی کی نسبت اللہ کی طرف اس کی عزت وعظمت کے اظہار کیلئے ہے بعض نے اسے قسم کی بنا پر مجرور پڑھا ہے لیکن مشہور قرأت پہلی ہی ہے وہ ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر ہم شہادت کو بدلیں یا الٹ پلٹ کریں یا کچھ حصہ چھپالیں تو ہم بھی گنہگار، پھر اگر یہ مشہور ہو یا ظاہر ہو جائے یا اطلاع مل جائے کہ ان دونوں نے مرنے والے کے مال میں سے کچھ چرالیا یا کسی قسم کی خیانت کی۔ اولیان کی دوسری قرأت اولان بھی ہے مطلب یہ ہے کہ جب کسی خبر صحیح سے پتہ چلے کہ ان دونوں نے کوئی خیانت کی ہے تو میت کے وارثوں میں سے جو میت کے زیادہ نزدیک ہوں وہ دو شخص کھڑے ہوں اور حلیفہ بیان دیں کہ ہماری شہادت ہے کہ انہوں نے چرایا اور یہی زیادہ حق زیادہ صحیح اور پوری سچی بات ہے، ہم ان پر جھوٹ نہیں باندھتے اگر ہم ایسا کریں تو ہم ظالم، یہ مسئلہ اور قسامت کا مسئلہ اس بارے میں بہت ملتا جلتا ہے، اس میں بھی مقتول کے اولیاء قسمیں کھاتے ہیں، تمیم داری سے منقول ہے کہ اور لوگ اس سے بری ہیں صرف میں اور عدی بن بداء اس سے متعلق ہیں، یہ دونوں نصرانی تھے اسلام سے پہلے ملک شام میں بغرض تجارت آتے جاتے تھے ابن سہم کے مولی بدیل بن ابومریم بھی مال

تجارت سے لے کر شام کے ملک گئے ہوئے تھے ان کے ساتھ ایک چاندی کا جام تھا، جسے وہ خاص بادشاہ کے ہاتھ فروخت کرنے کیلئے لے جا رہے تھے۔ اتفاقا وہ بیمار ہو گئے ان دونوں کو وصیت کی اور مال سونپ دیا کہ یہ میرے وارثوں کو دے دینا اس کے مرنے کے بعد ان دونوں نے وہ جام تو مال سے الگ کر دیا اور ایک ہزار درہم میں بیچ کر آدھوں آدھ بانٹ لئے باقی مال واپس لا کر بدیل کے رشتہ داروں کو دے دیا، انہوں نے پوچھا کہ چاندی کا جام کیا ہوا؟ دونوں نے جواب دیا ہمیں کیا خبر؟ ہمیں تو جو دیا تھا وہ ہم نے تمہیں دے دیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آئے اور اسلام نے مجھ پر اثر کیا، میں مسلمان ہو گیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ انسانی حق مجھ پر رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں میں پکڑا جاؤں گا تو میں بدیل کے وارثان کے پاس آیا اور اس سے کہا پانچ سو درہم جو تو نے لے لئے ہیں وہ بھی واپس کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سے قسم لی جائے اس پر یہ آیت اتری اور عمرو بن عاص نے اور ان میں سے ایک اور شخص نے قسم کھائی عدی بن بداء کو پانچ سو درہم دینے پڑے۔ (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ عدی جھوٹی قسم بھی کھا گیا تھا اور روایت میں ہے کہ اس وقت ارض شام کے اس حصے میں کوئی مسلمان نہ تھا، یہ جام چاندی کا تھا اور سونے سے منڈھا ہوا تھا اور مکے میں سے جام خریدا گیا تھا جہاں سے ملا تھا انہوں نے بتایا تھا کہ ہم نے اسے تمیم اور عدی سے خریدا ہے، اب میت کے دو وارث کھڑے ہوئے اور قسم کھائی، اسی کا ذکر اس آیت میں ہے ایک روایت میں ہے کہ قسم عصر کی نماز کے بعد اٹھائی تھی ابن جریر میں ہے کہ ایک مسلمان کی وفات کا موقعہ سفر میں آیا، جہاں کوئی مسلمان اسے نہ ملا تو اس نے اپنی وصیت پر دو اہل کتاب گواہ رکھے، ان دونوں نے کوفے میں آ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری کے سامنے شہادت دی وصیت بیان کی اور ترکہ پیش کیا حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ واقعہ پہلا ہے پس عصر کی نماز کے بعد ان سے قسم لی کہ نہ انہوں نے خیانت کی ہے، نہ جھوٹ بولا ہے، نہ بدلا ہے، نہ چھپایا ہے، نہ الٹ پلٹ کیا ہے بلکہ سچ وصیت اور پورا ترکہ انہوں نے پیش کر دیا ہے آپ نے ان کی شہادت کو مان لیا، حضرت ابوموسیٰ کے فرمان کا مطلب یہی ہے کہ ایسا واقعہ حضور کے زمانے میں تمیم اور عدی کا ہوا تھا اور اب یہ دوسرا اس قسم کا واقع ہے، حضرت تمیم بن داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام سنہ ہجری کا ہے اور یہ آخری زمانہ ہے۔ سدی فرماتے ہیں لازم ہے کہ موت کے وقت وصیت کرے اور دو گواہ رکھے اگر سفر میں ہے اور مسلمان نہیں ملتے تو خیر غیر مسلم ہی سہی۔ انہیں وصیت کرے اپنا مال سونپ دے، اگر میت کے وارثوں کو اطمینان ہو جائے تو خیر آئی گئی بات ہوئی ورنہ سلطان اسلام کے سامنے وہ مقدمہ پیش کر دیا جائے، اوپر جو واقعہ بیان ہوا اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ نے ان سے عصر کے بعد قسم لینی چاہی تو آپ سے کہا گیا کہ انہیں عصر کے بعد کی کیا پرواہ؟ ان سے ان کی نماز کے وقت قسم لی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اگر تم نے کچھ چھپایا یا خیانت کی تو ہم تمہیں تمہاری قوم میں رسوا کر دیں گے اور تمہاری گواہی کبھی بھی قبول نہ کی جائے گی اور تمہیں سنگین سزا دی جائے گی، بہت ممکن ہے کہ اس طرح ان کی زبان سے حق بات معلوم ہو جائے پھر بھی اگر شک شبہ رہ

جائے اور کسی اور طریق سے ان کی خیانت معلوم ہو جائے تو مرحوم کے دو مسلمان وارث قسمیں کھائیں کہ ان کافروں کی شہادت غلط ہے تو ان کی شہادت غلط مان لی جائے گی اور ان سے ثبوت لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا پھر بیان ہوتا ہے کہ اس صورت میں فائدہ یہ ہے کہ شہادت ٹھیک ٹھیک آ جائے گی ایک تو اللہ کی قسم کا لحاظ ہوگا دوسرے لوگوں میں رسوا ہونے کا ڈر رہے گا، لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے سب کاموں میں ڈرتے رہو اس کی باتیں سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ، جو لوگ اس کے فرمان سے ہٹ جائیں اور اس کے احکام کے خلاف چلیں وہ راہ راست نہیں پاتے۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ
فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○
پھر اگر اس کی اطلاع ہو جائے کہ وہ دونوں گناہ کے سزاوار ہو گئے ہیں تو ان کی جگہ دو اور ان لوگوں میں سے کھڑے ہو جائیں
جن کا حق پہلے دونے دبایا ہے، پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ بیشک ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے
اور ہم تجاوز نہیں کررہے، ہم اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائیں۔

شک کے سبب سابقہ گواہوں کی جگہ نئے گواہوں کے انتخاب کا بیان

"فَاِنْ عُثِرَ" اُطُّلِعَ بَعْدَ حَلِفِهِمَا "عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا" اَیْ فِعْلًا مَا یُوجِبُهُ مِنْ خِیَانَةٍ اَوْ كَذِبٍ فِی الشَّهَادَةِ بِاَنْ وُجِدَ عِنْدَهُمَا مَثَلًا مَا اتُّهِمَا بِهٖ وَادَّعَیَا اَنَّهُمَا ابْتَاعَاهُ مِنَ الْمَیِّتِ اَوْ وَصّٰی لَهُمَا بِهٖ "فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا" فِیْ تَوَجُّهِ الْیَمِیْنِ عَلَیْهِمَا "مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ" الْوَصِیَّةَ وَهُمُ الْوَرَثَةُ وَیُبْدَلُ مِنْ اٰخَرٰنِ "الْاَوْلَیٰنِ" بِالْمَیِّتِ اَیِ الْاَقْرَبَانِ اِلَیْهِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ الْاَوَّلِیْنَ جَمْعُ اَوَّلٍ صِفَةٌ اَوْ بَدَلٌ مِنَ الَّذِیْنَ "فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ" عَلٰی خِیَانَةِ الشَّاهِدَیْنِ وَیَقُوْلَانِ "لَشَهَادَتُنَا" یَمِیْنُنَا "اَحَقُّ" اَصْدَقُ "مِنْ شَهَادَتِهِمَا" یَمِیْنِهِمَا "وَمَا اعْتَدَیْنَا" تَجَاوَزْنَا الْحَقَّ فِی الْیَمِیْنِ "اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ" الْمَعْنٰی لِیُشْهِدِ الْمُحْتَضِرُ عَلٰی وَصِیَّتِهٖ اثْنَیْنِ اَوْ یُوْصِیْ اِلَیْهِمَا مِنْ اَهْلِ دِیْنِهٖ اَوْ غَیْرِهِمْ اِنْ فَقَدَهُمْ لِسَفَرٍ وَنَحْوِهٖ فَاِنِ ارْتَابَ الْوَرَثَةُ فِیْهِمَا فَادَّعَوْا اَنَّهُمَا خَانَا بِاَخْذِ شَیْءٍ اَوْ دَفْعِهٖ اِلٰی شَخْصٍ زَعَمَا اَنَّ الْمَیِّتَ اَوْصٰی لَهٗ بِهٖ فَلْیَحْلِفَا اِلٰی اٰخِرِهٖ فَاِنِ اطَّلَعَ عَلٰی اَمَارَةِ تَكْذِیْبِهِمَا فَادَّعَیَا دَافِعًا لَهٗ حَلَفَ اَقْرَبُ الْوَرَثَةِ عَلٰی كَذِبِهِمَا وَصَدَّقَ مَا ادَّعَوْهُ وَالْحُكْمُ ثَابِتٌ فِی الْوَصِیَّیْنِ مَنْسُوْخٌ فِی الشَّاهِدَیْنِ وَكَذَا شَهَادَةُ غَیْرِ اَهْلِ الْمِلَّةِ مَنْسُوْخَةٌ وَاعْتِبَارُ صَلَاةِ الْعَصْرِ لِلتَّغْلِیْظِ وَتَخْصِیْصُ الْحَلِفِ فِی الْاٰیَةِ بِاثْنَیْنِ مِنْ اَقْرَبِ الْوَرَثَةِ لِخُصُوْصِ الْوَاقِعَةِ الَّتِیْ نَزَلَتْ لَهَا وَهِیَ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ اَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ سَهْمٍ خَرَجَ مَعَ تَمِیْمٍ الدَّارِیِّ وَعَدِیِّ بْنِ بُدَاءٍ اَیْ وَهُمَا نَصْرَانِیَّانِ . فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بِاَرْضٍ لَیْسَ فِیْهَا

مُسْلِم فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا بِالذَّهَبِ فَرُفِعَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ فَاَحْلَفَهُمَا ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقَالُوْا ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَعَدِيٍّ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ الثَّانِيَةُ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِيَاءِ السَّهْمِيِّ فَحَلَفَا، وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ فَقَامَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ مِنْهُمْ فَحَلَفَا وَكَانَ اَقْرَبَ اِلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَرِضَ فَاَوْصٰى اِلَيْهِمَا وَاَمَرَهُمَا اَنْ يَّبْلُغَا مَا تَرَكَ اَهْلَهُ فَلَمَّا مَاتَ اَخَذَا الْجَامَ وَدَفَعَا اِلٰى اَهْلِهِ مَا بَقِيَ۔

پھر اگر اس کی اطلاع ہو جائے کہ وہ دونوں گناہ کے سزاوار ہو گئے ہیں یعنی انہوں نے ایسے عمل کا ارتکاب کر لیا ہے جو خیانت یا گواہی میں جھوٹ کو واجب کرنے والا ہے۔ یعنی جس چیز کی گواہی کیلئے ان کو منتخب کیا تھا وہ چیز انہی سے برآمد ہو جائے اور وہ کہیں کہ اس چیز کو میت نے ہمیں بیچ دیا تھا یا ہمارے لئے وصیت کی تھی۔

تو ان کی جگہ دو اور گواہ ان لوگوں میں سے کھڑے ہو جائیں جن کا حق پہلے دو نے دبایا ہے، توقسم کو لوگوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے، پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ بیشک ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے، اولیان یہ آخران سے بدل ہے جو اولیاء میت ہیں۔ ایک قرأت میں اولین یہ اول کی جمع اور الذین کی صفت یا بدل ہے۔ لہٰذا وہ گواہوں کے جھوٹے ہونے کی قسم اٹھائیں اور کہیں کہ ہماری قسم ان کی قسم سے سچی ہے۔ اور ہم تجاوز نہیں کر رہے، ہم اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائیں۔

(نوٹ بقیہ ترجمہ صحیح بخاری کی اصل عبارت والا ملاحظہ ہو)

اللہ تعالیٰ کا قول کہ اے ایمان والو جب تم میں سے کوئی مرنے لگے تو وصیت کے وقت تم میں سے یا تمہارے عزیزوں میں سے دو عادل گواہ ہوں اگر تم سفر میں ہو اور تم موت کی مصیبت آ جائے تو ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں شبہ ہو کہ تم اس کے بدلے میں کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ قرابت والا ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے (ایسا کریں تو) اس وقت ہم گناہگاروں میں سے ہو جائیں گے۔ پھر اگر معلوم ہو واقعی یہ گواہ جھوٹے تھے تو دوسرے وہ گواہ کھڑے ہوں جو میت کے قریبی رشتہ دار ہوں وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں ہماری گواہی پہلے گواہوں کے مقابلہ میں زیادہ معتبر ہے اور ہم نے کوئی ناحق بات نہیں کہی ایسا کیا ہو، تو بے شک ہم گناہگار ہوں گے، یہ تدبیر ایسی ہے جس سے ٹھیک ٹھیک گواہی دینے کی زیادہ امید ہوتی ہے یا اتنا ضرور ہوگا کہ وصی یا گواہوں کو ڈر ہوگا کہ ایسا نہ ہو ان کے قسم کھانے کے بعد پھر وارثوں کو قسم دی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس کا حکم سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو راہ پر نہیں لگاتا۔

اور امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن عبداللہ نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن آدم نے ان سے ابن ابی زائدہ نے محمد بن قاسم سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ ایک شخص قبیلہ بنی سہم کا تمیم داری اور عدی بن دباء کے ہمراہ باہر گیا، پھر کسی ایسی جگہ جا کر مر گیا، جہاں کوئی مسلمان نہ تھا، جب تمیم اور عدی اس کا ترکہ لائے، تو چاندی کا ایک جام جس میں سنہری نقش تھے کھو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حلف دے دیا اس کے بعد لوگوں نے وہ جام مکہ میں پایا اور بیان کیا کہ ہم نے اس کو تمیم سے اور

عدی سے خرید لیا ہے پھر وہ شخص میت کے رشتہ داروں میں سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان دونوں شہادتوں کی بہ نسبت زیادہ قابل قبول ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ پیالہ ہمارے عزیز کا ہے چنانچہ حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ آیت انہیں کے حق میں نازل ہوئی یا ایھا الذین امنوا شھادۃ بینکم۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 56)

سورہ مائدہ آیت ۱۰۷ کے شان نزول کا بیان

ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص "بُدَیل" نامی جو مسلمان تھا دو شخصوں "تمیم وعدی" کے ساتھ جو اس وقت نصرانی تھے بغرض تجارت ملک شام کی طرف گیا۔ شام پہنچ کر بدیل بیمار پڑ گیا۔ اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اسباب میں رکھ دی اور اپنے دونوں رفیقوں کو اطلاع نہ کی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے دونوں نصرانی رفقاء کو وصیت کی کہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انہوں نے سب سامان لاکر وارثوں کے حوالہ کر دیا، مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا ملمع یا نقش ونگار تھے اس میں سے نکال لیا۔ وارثوں کو فہرست اسباب میں سے دستیاب ہوئی۔ انہوں نے اوصیاء سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا یا کچھ زیادہ بیمار رہا کہ معالجہ وغیرہ میں کچھ خرچ ہوا ہو، ان دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آخر معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے، تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی نہ کوئی چیز اس کی چھپائی۔ آخر قسم پر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب سوال ہوا تو کہنے لگے کہ وہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا۔ چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اس لئے ہم نے پہلے اس کا ذکر نہیں کیا مبادا ہماری تکذیب کر دی جائے۔ میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مرافعہ کیا۔ اب پہلی صورت کے برعکس اوصیاء خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے۔ شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کے ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم) وہ وارثوں کو دلائی گئی۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝
یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ لوگ صحیح طور پر گواہی ادا کریں یا اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ ان کی قسموں کے بعد قسمیں
لوٹائی جائیں گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سنا کرو، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

خیانت وجھوٹ سے بچتے ہوئے سچی شہادت دینے کا بیان

"ذٰلِكَ" الْحُكْمُ الْمَذْكُورُ مِنْ رَدِّ الْيَمِينِ عَلَى الْوَرَثَة "اَدْنٰى" اَقْرَبُ اِلَى "اَنْ يَّاْتُوْا" اَىِ الشُّهُوْدُ اَوِ الْاَوْصِيَاءُ "بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا" الَّذِىْ تَحَمَّلُوْهَا عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَّلَا خِيَانَةٍ "اَوْ" اَقْرَبُ

اِلٰی اَنْ "یَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِهِمْ" عَلَی الْوَرَثَةِ الْمُدَّعِیْنَ فَیَحْلِفُوْنَ عَلٰی خِیَانَتِهِمْ وَکَذِبِهِمْ فَیَفْتَضِحُوْنَ وَیَغْرَمُوْنَ فَلَا یَکْذِبُوا "وَاتَّقُوا اللّٰهَ" بِتَرْكِ الْخِیَانَةِ وَالْکَذِبِ "وَاسْمَعُوْا" مَا تُؤْمَرُوْنَ بِهٖ سَمَاعَ قَبُوْلٍ "وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ" الْخَارِجِیْنَ عَنْ طَاعَتِهٖ اِلٰی سَبِیْلِ الْخَیْرِ،

یعنی اس سے پہلے ذکر کردہ حکم جس میں قسم کو ورثہ کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ گواہ یا اوصیاء صحیح طور پر گواہی ادا کریں یعنی بغیر کسی تبدیلی اور خیانت کے جو محل شہادت ہے اسی پر اس کو رکھیں یا اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ مدعی جو وارث ہیں کہیں وہ رد نہ کر دیں کہ ان کی قسموں کے بعد قسمیں لوٹائی جائیں یعنی ایسا نہ مدعی ان کی قسموں کی خیانت اور جھوٹ بتا کر ان کو رسوا کر دیں، اور ان کو جرمانہ ہو جائے لہٰذا وہ جھوٹ نہ بولیں اور اللہ سے ڈرتے رہو یعنی خیانت اور جھوٹ کو چھوڑ دو، اور جس کا تمہیں حکم دیا جائے اس کو قبولیت کے ارادے سے سنا کرو، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یعنی جو اطاعت کے سبب بھلائی کی راہ سے نکلنے والے ہیں۔

حاصل معنی یہ ہے کہ اس معاملہ میں جو حکم دیا گیا کہ عدی وتمیم کی قسموں کے مال برآمد ہونے پر اولیاء میت کی قسمیں لی گئیں، یہ اس لئے کہ لوگ اس واقعہ سے سبق لیں اور شہادتوں میں راہ حق وصواب نہ چھوڑیں اور اس سے خائف رہیں کہ جھوٹی گواہی کا انجام شرمندگی ورسوائی ہے۔

فائدہ: مدّعی پر قسم نہیں لیکن یہاں جب مال پایا گیا تو مدعا علیہا نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے میت سے خرید لیا تھا، اب ان کی حیثیت مدّعی کی ہوگئی اور ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ تھا لہٰذا ان کے خلاف اولیاء میت کی قسم لی گئی۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۝
جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کچھ علم نہیں،
بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کا خوب جاننے والا ہے۔

قیامت کے دن احوال امم کی شہادت کا بیان

"یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ" هُوَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ "فَیَقُوْلُ" لَهُمْ تَوْبِیْخًا لِقَوْمِهِمْ "مَاذَا" اَیِ الَّذِیْ "اُجِبْتُمْ" بِهٖ حِیْنَ دَعَوْتُمْ اِلَی التَّوْحِیْدِ "قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا" بِذٰلِكَ "اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ" مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ وَذَهَبَ عَنْهُمْ عِلْمُهٗ لِشِدَّةِ هَوْلِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَفَزَعِهِمْ ثُمَّ یَشْهَدُوْنَ عَلٰی اُمَمِهِمْ لَمَّا یَسْکُنُوْنَ،

جس دن یعنی قیامت کے دن اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر ان کی اقوام سے بہ طور توبیخ فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ جب تم نے انہیں توحید کی طرف بلایا تھا۔ وہ عرض کریں گے، ہمیں اس کا کچھ علم نہیں، بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کا خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو بندوں سے غائب ہے۔ اور قیامت کی سختی اور خوف کے سبب ان کا علم ان سے جا چکا۔ پھر جب وہ

سکون میں آئیں گے تو اپنی امتوں کی گواہی دیں گے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ماذا اجبتم ۔ تمہیں کیا جواب دی اگیا۔اجابۃ جس کے معنی جواب دینے کے ہیں۔ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔جب تم نے لوگوں کو دین حق کی دعوت دی تو اس کے ردعمل میں ان کا کیا جواب تھا۔انہوں نے کہاں تک اسے قبول کیا اور کہاں تک اس کے منکر ہوئے۔لاعلم لنا۔ہمیں کوئی علم نہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہ تھا۔کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا۔اس جواب کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔

یہ کہ یوم حشر کی ہولنا کی کی وجہ سے مخاطبین دین حق کے ردعمل کا مفصل بیان بڑا مشکل ہوگا۔یہ کہ کمال انکساری کی وجہ سے۔ کہ اے خدا ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں اس قدر حقیر اور نامکمل ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جواب دیا (اے اللہ) تو ان کے (مخاطبین کے) ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔اور ہم ان کے ظاہر کو جانتے ہیں۔تیرا علم ان کے بارے میں ہمارے علم سے کہیں زیادہ عمیق اور رقیق ہے بدین وجہ انہوں نے اپنی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ کہ ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہم اپنی زندگی میں ان کے ظواہر سے باخبر رہے لیکن مرنے کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا عمل کئے اور ان کا ردعمل کیا رہا۔اس کا علم تو ہی رکھتا ہے۔

ایسا ہی جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آیت 117:5 میں دیا۔و کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ۔میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگران تھا۔

علام۔ علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔خوب جاننے والا۔علام الغیوب۔ایسا زبردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گونا گوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو۔جواب موجود ہے اسے بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اسے بھی جانتا ہے جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی۔جو تھا۔جو ہے۔جو ہوگا سب کچھ جانتا ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟
تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ
تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝

جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو کہنے والوں کا بیان

اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اُذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ " بِشُكْرِهَا "اِذْ اَيَّدْتُكَ " قَوَّيْتُكَ "بِرُوحِ الْقُدُسِ" جِبْرِيل "تُكَلِّمُ النَّاسَ" حَال مِنْ الْكَاف فِي اَيَّدْتُكَ "فِي الْمَهْدِ" اَيْ طِفْلًا "وَكَهْلًا" يُفِيد نُزُوله قَبْل السَّاعَة لِاَنَّهُ رُفِعَ قَبْل الْكُهُولَة كَمَا سَبَقَ فِي آل عِمْرَان "وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَاب وَالْحِكْمَة وَالتَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل وَاِذْ تَخْلُق مِنْ الطِّين كَهَيْئَةِ " كَصُورَةِ "الطَّيْر" وَالْكَاف اسْم بِمَعْنٰى مِثْل مَفْعُول "بِاِذْنِي فَتَنْفُخ فِيهَا فَتَكُون طَيْرًا بِاِذْنِي" بِاِرَادَتِي "وَتُبْرِئ الْاَكْمَه وَالْاَبْرَص بِاِذْنِي وَاِذْ تُخْرِج الْمَوْتٰى" مِنْ قُبُورهمْ اَحْيَاء "بِاِذْنِي وَاِذْ كَفَفْت بَنِي اِسْرَائِيل عَنْك " حِين هَمُّوا بِقَتْلِك "اِذْ جِئْتهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" الْمُعْجِزَات "فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ اِنْ" مَا "هٰذَا" الَّذِي جِئْت بِهِ "اِلَّا سِحْر مُبِين" وَفِي قِرَاءَة سَاحِر اَيْ عِيسٰى،

جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت کو شکر کے ساتھ یاد کر، جب میں نے روح پاک جبریل سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا، یہاں "تُكَلِّمُ النَّاسَ" یہ "اَيَّدْتُكَ" کی ضمیر کاف سے حال ہے۔اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت پہلے تشریف لائیں گے کیونکہ ان کو بڑھاپے سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا جس طرح سورہ آل عمران میں بیان کر دیا گیا ہے۔اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، ہیئت میں کاف یہ مثل کے معنی میں اس بہ معنی مفعول ہے۔پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم یعنی ارادے سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے انہیں ان کی قبروں سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، یعنی جب انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا تو ان

میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ایک قرأت میں ساحر یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام پر جو احسانات تھے انکا اور آپکے معجزوں کا بیان ہو رہا ہے کہ بغیر باپ کے صرف ماں سے آپ کو پیدا کیا اور اپنی کمال قدرت کا نشان آپ کو بنایا، پھر آپ کی والدہ پر احسان کیا کہ ان کی برأت اسی بچے کے منہ سے کرائی اور جس برائی کی نسبت انکی طرف بیہودہ لوگ کر رہے تھے اللہ نے آج کے پیدا شدہ بچے کی زبان سے ان کی پاک دامنی کی شہادت اپنی قدرت سے دلوائی، جبرائیل علیہ السلام کو اپنے نبی کی تائید پر مقرر کر دیا، بچپن میں اور بڑی عمر میں انہیں اپنی دعوت دینے والا بنایا گیا، گھوارے میں ہی بولنے کی طاقت عطا فرمائی، اپنی والدہ محترمہ کی برات ظاہر کر کے اللہ کی عبودیت کا اقرر کیا اور اپنی رسالت کی طرف لوگوں کو بلایا، مراد کلام کرنے سے اللہ کی طرف بلانا ہے ورنہ بڑی عمر میں کلام کرنا کوئی خاص بات یا تعجب کی چیز نہیں۔لکھنا اور سمجھنا آپ کو سکھایا۔تورات جو کلیم اللہ پر اتری تھی اور انجیل جو آپ پر نازل ہوئی دونوں کا علم آپ کو سکھایا۔

آپ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے پھر اس میں دم کر دیتے تو وہ اللہ کے حکم سے چڑیا بن کر اڑ جاتا، اندھوں اور کوڑھیوں کے بھلا چنگا کرنے کی پوری تفسیر سورہ آل عمران میں گزر چکی ہے، مردوں کو آپ بلاتے تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کر آ جاتے، ابوہذیل فرماتے ہیں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کسی مردے کے زندہ کرنے کا ارادہ کرتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے پہلی میں سورہ تبارک اور دوسری میں سورہ الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پڑھتے اور اسکے سات نام اور لیتے یا حی یا قیوم، یا اللہ، یا رحمن،، یا رحیم، یا ذوالجلال و الاکرام، یا نور السموات و الارض ثما بینھما و رب العرش العظیم، یہ اثر بڑا زبردست اور عظمت والا ہے اور میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جب تم دلائل و براہین لے کر اپنی امت کے پاس آئے اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے اسے جادو بتایا اور در پے آزار ہوئے تو انکے شر سے میں نے تمہیں بچا لیا، انہوں نے قتل کرنا چاہا، سولی دینا چاہی، لیکن میں ہمیشہ تیرا کفیل و حفیظ رہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ احسان آپ کے آسمان پر چڑھا لینے کے بعد کے ہیں یا یہ کہ یہ خطاب آپ سے بروز قیامت ہوگا اور ماضی کے صیغہ سے اسکا بیان اس کے پختہ اور یقینی ہونے کے سبب ہے۔یہ غیبی اسرار میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو مطلع فرما دیا، پھر اپنا ایک اور احسان بتایا کہ میں نے تیرے مددگار اور ساتھی بنا دیئے، حواریوں کے دل میں الہام اور القا کیا۔یہاں بھی لفظ وحی کا اطلاق ویسا ہی ہے جیسا ام موسیٰ کے بارے میں ہے اور شہد کی مکھی کے بارے میں ہے۔انہوں نے الہام رب پر عمل کیا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے تیری زبانی ان تک اپنی وحی پہنچائی اور انہیں قبولیت کی توفیق دی، تو انہوں نے مان لیا اور کہہ دیا کہ ہم تو مسلمین یعنی تابع فرمان اور فرماں بردار ہیں۔

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ○

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

حواریوں کی طرف حکم دینے کا بیان

"وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ" اَمَرْتهُمْ عَلٰى لِسَانه "اَنْ" اَیْ بِاَنْ "اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ" عِیسَی "قَالُوْٓا اٰمَنَّا" بِهِمَا،

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا یعنی میں نے عیسیٰ کی زبانی تمہیں حکم دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لاؤ بولے ہم ان دونوں پر ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا
مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○
• جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتارے کہا
اللہ سے ڈرو! اگر ایمان رکھتے ہو۔

حواریوں کا خوان نعمت کا سوال کرنے کا بیان

اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ" اَیْ يَفْعَل "رَبّك" وَفِیْ قِرَاءَة بِالْفَوْقَانِيَةِ وَنَصَبِ مَا بَعْده اَیْ تَقْدِر اَنْ تَسْاَلهُ "اَنْ يُّنَزِّل عَلَيْنَا مَائِدَة مِنْ السَّمَاء قَالَ" لَهُمْ عِيسَى "اتَّقُوا اللّٰه" فِیْ اقْتِرَاح الْاٰيَات،

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا ایک قرأت میں یستطیع تاء کے ساتھ آیا ہے اور مابعد نصب کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی آپ سے سوال کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتارے تو ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم معجزات طلب کرنے میں اللہ سے ڈرو! اگر ایمان رکھتے ہو۔

تقویٰ اختیار کرو تا کہ یہ مراد حاصل ہو۔ بعض مفسرین نے کہا معنی یہ ہیں کہ تمام اُمتوں سے نرالا سوال کرنے میں اللہ سے ڈرو یا یہ معنی ہیں کہ اس کی کمال قدرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں تردّد نہ کرو، حواری مؤمن عارف اور قدرت الٰہیہ کے معترف تھے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔

حضرت عیسیٰ کے ماننے والے آپ سے تمنا کرتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو اللہ تعالیٰ سے ایک خوان کھانے سے بھرا ہوا طلب کیجئے ایک قرأت میں آیت (هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَايِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ)5۔المائدہ:112) یعنی کیا آپ سے یہ ہو سکتا ہے؟ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ مائدہ کہتے ہیں اس دستر خوان کو جس پر کھانا رکھا ہوا ہو، بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے بوجہ فقر و فاقہ، تنگی اور حاجت کے یہ سوال کیا تھا، جناب مسیح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو اور رزق کی تلاش کرو، ایسے انوکھے سوالات نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ فتنہ ہو جائے اور تمہارے ایمان ڈگمگا جائیں۔

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۝

انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل ٹھہریں اور ہم آنکھوں دیکھ لیں کہ

آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

یقین میں اضافے کا بیان

"قَالُوْا نُرِيْدُ" سُؤَالَهَا مِنْ اَجْلِ "اَنْ نَاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ" تَسْكُنُ "قُلُوْبُنَا" بِزِيَادَةِ الْيَقِيْنِ "وَنَعْلَمَ" نَزْدَادُ عِلْمًا "اَنْ" مُخَفَّفَةٌ اَیْ اَنَّكَ "قَدْ صَدَقْتَنَا" فِیْ اِدِّعَاءِ النُّبُوَّةِ، وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِيْنَ،

انہوں نے کہا یعنی اس سوال کا سبب یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل زیادہ یقین کرنے والے ہوں اور ہم آنکھوں سے تمہارا علم دیکھ لیں یہاں پر ان مخففہ من مثقلہ ہے کہ آپ نے ہم سے دعویٰ نبوت میں سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ہم تو کھانے پینے سے تنگ ہو رہے ہیں محتاج ہو گئے ہیں اس سے ہمارے دل مطمئن ہو جائیں گے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنی روزیاں آسمان سے اترتی خود دیکھ لیں گے، اسی طرح آپ پر جو ایمان ہے وہ بھی بڑھ جائے گا، آپ کی رسالت کو یوں تو ہم مانتے ہی ہیں لیکن یہ دیکھ کر ہمارا یقین اور بڑھ جائے گا اور اس پر خود ہم گواہ بن جائیں گے، اللہ کی قدرت اور آپ کے معجزہ کی یہ ایک روشن دلیل ہوگی جس کی شہادت ہم خود دیں گے اور یہ آپ کی نبوت کی کافی دلیل ہوگی،

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، عید ہونے سے مراد تو عید کا دن یا نماز گزارنے کا دن ہونا ہے یا اپنے بعد والوں کے لئے یادگار کا دن ہونا ہے یا اپنی اور اپنے بعد کی نسلوں کیلئے نصیحت وعبرت ہونا ہے یا اگلوں پچھلوں کے لئے کافی وافی ہونا ہے، حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں یا اللہ یہ تیری قدرت کی ایک نشانی ہوگی اور میری سچائی کی بھی کہ تو نے میری دعا قبول فرمالی، پس لوگوں تک ان باتوں کو جو تیرے نام سے ہیں انہیں پہنچاؤں گا یقین کر لیا کریں گے، یا اللہ تو ہمیں یہ روزی بغیر مشقت وتکلیف کے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرما تو تو بہترین رازق ہے، اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمالیا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم اللہ کے لئے ایک مہینے کے روزے رکھو پھر رب سے دعا کرو وہ قبول فرمائے گا انہوں نے تیس روزے پورے کر کے کہا اے بھلائیوں کے بتانے والے ہم اگر کسی کا کام ایک ماہ کامل کرتے تو وہ بعد فراغت ضرور ہماری دعوت کرتا تو آپ بھی اللہ سے بھرے ہوئے خوان کے آسمان سے اترنے کی دعا کیجئے حضرت عیسیٰ نے پہلے تو انہیں سمجھایا لیکن ان کی نیک نیتی کے اظہار پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ساتھ ہی دھمکا بھی دیا پھر فرشتوں کے ہاتھوں آسمان سے خوان نعمت اتارا، جس پر سات مچھلیاں تھیں سات روٹیاں تھیں، جہاں یہ تھے وہیں وہ

ان کے کھانے کو رکھ گئے سب بیٹھ گئے اور شکم سیر ہو کر اٹھے،

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس مائدہ آسمانی میں گوشت روٹی اترا تھا حکم تھا کہ خیانت نہ کریں کل کے لئے نہ لے جائیں لیکن انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کی، لے بھی گئے اور چرا بھی لیا، جس کی سزا میں وہ بندر بن گئے حضرت عمار فرماتے ہیں اس میں جنت کے میوے تھے، آپ فرماتے ہیں اگر وہ لوگ خیانت اور ذخیرہ نہ کرتے تو وہ خوان یوں ہی رہتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی انہوں نے چوریاں شروع کر دیں، پھر سخت عذاب کئے گئے، اے عرب بھائیو! یاد کرو تم اونٹوں اور بکریوں کی دمیں مروڑتے تھے، اللہ نے تم پر احسان کیا خود تم ہی میں سے رسول کو بھیجا جن سے تم واقف تھے جن کے حسب و نسب سے تم آگاہ تھے، اس رسول علیہ سلام نے تمہیں بتا دیا کہ عجمیوں کے ملک تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے لیکن خبردار تم سونے چاندی کے خزانوں کے درپے نہ ہو جانا لیکن واللہ دن رات وہی ہیں اور تم وہ نہ رہے، تم نے خزانے جمع کرنے شروع کر دیئے، مجھے تو خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی اللہ کا عذاب برس نہ پڑے،

اسحٰق بن عبداللہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے مائدہ آسمانی میں سے چرایا ان کا خیال ہے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ختم ہو جائے اور کل کے لئے ہمارے پاس کچھ نہ رہے، مجاہدہ سے مروی ہے کہ جب وہ اترتے ان پر مائدہ اترتا۔

عطیہ فرماتے ہیں گو وہ تھی تو مچھلی لیکن اس میں ذائقہ ہر چیز کا تھا، وہب بن منبہ فرماتے ہیں ہر دن اس مائدہ پر آسمان سے میوے اترتے تھے قسم قسم کی روزیاں کھاتے تھے، چار ہزار آدمی ایک وقت اس پر بیٹھ جاتے پھر اللہ کی طرف سے غذا تبدیل ہو جاتی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر روٹیاں جو کی تھیں، سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس پر سوائے گوشت کے تمام چیزیں تھیں۔

عکرمہ فرماتے ہیں اس پر چاول کی روٹی تھی، حضرت وہب فرماتے ہیں کہ ان کے اس سوال پر حضرت عیسیٰ بہت رنجیدہ ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ زمین کے رزق پر قناعت کرو اور آسمانی دسترخوان نہ مانگو اگر وہ اترا تو چونکہ زبردست نشان ہو گا اگر ناقدری کی تو بری طرح پکڑے جاؤ گے۔ ثمودیوں کی ہلاکت کا باعث بھی یہی ہوا کہ انہوں نے اپنے نبی سے نشان طلب کیا تھا لیکن حواریوں نے حضرت عیسیٰ کی ایک نہ مانی اور اصرار کیا کہ نہیں آپ ضرور دعا کیجئے اب جناب عیسیٰ اٹھے، صوف کا جبہ اتار دیا، سیاہ بالوں کا لبادہ پہن لیا اور چادر بھی بالوں کی اوڑھ لی، وضو کر کے غسل کر کے، مسجد میں جا کر نماز پڑھ کر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے، دونوں پیر ملائے، ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لگالی، انگلیاں بھی ملالیں، اپنے سینے پر اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا، نگاہیں زمین میں گاڑ لیں سر جھکا دیا اور نہایت خشوع و خضوع سے عاجزانہ طور پر گریہ وزاری شروع کر دی، آنسو رخساروں سے بہ کر داڑھی کو تر کر کے زمین پر ٹپکنے لگے یہاں تک کہ زمین بھی تر ہو گئی، اب دعا کی جس کا بیان اس آیت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ایک سرخ رنگ کا خوان دو بادلوں کے درمیان آسمان سے اترا، جسے اترتے ہوئے سب نے دیکھا، سب تو خوشیاں مار رہے تھے لیکن روح اللہ کانپ رہے تھے، رنگ اڑ گیا تھا اور زار و قطار رو رہے تھے کہ اللہ ہی خیر کرے، ذرا بے ادبی ہوئی تو مارے گئے زبان مبارک سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ یا اللہ اسے تو رحمت کا سبب بنا عذاب کا سبب نہ بنا، یا اللہ بہت سی عجیب و غریب چیزیں میں نے تجھ سے

طلب کیں اور تو نے عطا فرمائیں، باری تعالیٰ تو ان نعمتوں کے شکر کی ہمیں توفیق عطا فرما، اے پروردگار تو اپنی اس نعمت کو ہمارے لئے سبب غضب نہ بنا، الٰہی تو اسے سلامتی اور عافیت کر، اسے فتنہ اور عذاب نہ کر، یہاں تک کہ وہ خوان زمین تک پہنچ گیا اور حضرت عیسیٰ حواری اور عیسائیوں کے سامنے رکھ دیا گیا، اس میں سے ایسی پاکیزہ خوشبوئیں آ رہی تھیں کہ کسی دماغ میں ایسی خوشبو اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی، حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب اسے دیکھ کر سجدے میں گر پڑے یہودی بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور جل بھن رہے تھے، حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی اس دسترخوان کے اردگرد بیٹھ گئے دیکھا کہ اس پر ایک رومال ڈھکا ہوا ہے، مسیح علیہ السلام نے فرمایا کون نیک بخت جرات وہمت کر کے اسے کھولتا ہے؟ حواریوں نے کہا اے کلمۃ اللہ آپ سے زیادہ حقدار اس کا کون ہے؟ یہ سن کر حضرت عیسیٰ کھڑے ہوئے، نئے سرے سے وضو کیا، مسجد میں جا کر کئی رکعت نماز ادا کی دیر تک روتے رہے پھر دعا کی کہ یا اللہ اس کے کھولنے کی اجازت مرحمت ہو اور اسے برکت و رزق بنا دیا جائے، پھر واپس آئے اور بسم اللہ خیر الرازقین کہہ کر رومال اٹھایا، تو سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی لمبی چوڑی اور موٹی بھنی ہوئی مچھلی ہے، جس کے اوپر چھلکا نہیں اور جس میں کانٹے نہیں، گھی اس میں سے بہ رہا ہے اسی میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں، سوائے گندنا اور مولی کے اس کے سر کے پاس سرکہ رکھا ہوا ہے اور دم کے پاس نمک ہے، سبزیوں کے پاس پانچ روٹیاں ہیں، ایک پر زیتون کا تیل ہے دوسری پر کھجوریں ہیں اور ایک پر پانچ انار ہیں، شمعون نے جو حواریوں کے سردار تھے کہا کہ اے روح اللہ یہ دنیا کا کھانا ہے یا جنت کا؟ آپ نے فرمایا ابھی تک تمہارے سوال ختم نہیں ہوئے؟ ابھی تک کریدنا باقی ہی ہے؟ واللہ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں اس پر تمہیں کوئی عذاب نہ ہو، حضرت شمعون نے کہا اسرائیل کے معبود برحق کی قسم میں کسی سرکشی کی بنا پر نہیں پوچھ رہا، اے سچی ماں کے اچھے بیٹے! یقین مانئے کہ میری نیت بد نہیں، آپ نے فرمایا نہ یہ طعام دنیا ہے نہ طعام جنت بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص حکم سے اسے آسمان و زمین کے درمیان اسی طرح کا پیدا کر دیا ہے اور تمہارے پاس بھیج دیا ہے، اب اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر اس کا شکر ادا کرو شکر گزاروں کو وہ زیادہ دیتا ہے اور وہ ابتداء پیدا کرنے والا قادر اور قدردان ہے، شمعون نے کہا اے نبی اللہ ہم چاہتے ہیں کہ اس نشان قدرت میں ہی اور نشان قدرت دیکھیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ گویا ابھی تم نے کوئی نشان قدرت دیکھا ہی نہیں؟ اچھا لو دیکھو یہ کہہ کر آپ نے اس مچھلی سے فرمایا اے مچھلی اللہ کے حکم سے جیسی تو زندہ تھی، زندہ ہو جا، اسی وقت اللہ کی قدرت سے وہ زندہ ہو گئی اور ہل جل کر چلنے پھرنے لگی، آنکھیں چمکنے لگیں، دیدے کھل گئے اور شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کے جسم پر کھپرے بھی آ گئے، یہ دیکھتے ہی تمام حاضرین ڈر گئے اور ادھر ادھر ہٹنے اور دبکنے لگے، آپ نے فرمایا دیکھو تو خود ہی نشان طلب کرتے ہو خود ہی اسے دیکھ کر گھبراتے ہو واللہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ مائدہ آسمانی تمہارے لئے غضب اللہ کا نمونہ نہ بن جائے، اسے مچھلی تو بحکم الٰہی جیسی تھی، ویسی ہی ہو جا، چنانچہ اسی وقت وہ ویسی ہی ہو گئی، اب سب نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ اسے کھانا شروع کیجئے اگر آپ کو کوئی برائی نہ پہنچے تو ہم بھی کھا لیں گے۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ وہی پہلے کھائے جس نے مانگی ہے، اب تو سب کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی کہ کہیں اس کے کھانے سے کسی وبال میں نہ پڑ جائیں، حضرت عیسیٰ السلام نے یہ دیکھ کر فقیروں کو مسکینوں کو اور بیماروں کو بلا لیا اور حکم یا کہ تم کھانا شروع کر دو یہ

تمہارے رب کی دی ہوئی روزی ہے جو تمہارے نبی کی دعا سے اتری ہے، اللہ کا شکر کر کے کھاؤ تمہیں مبارک ہو اس کی پکڑ اوروں پر ہوگی تم بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور الحمد اللہ پر ختم کرو،

پس تیرہ سو آدمیوں نے بیٹھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا لیکن وہ کھانا مطلقاً کم نہیں ہوا تھا پھر سب نے دیکھا وہ دسترخوان آسمان پر چڑھ گیا وہ کل فقیر غنی ہو گئے وہ تمام بیمار تندرست ہو گئے اور ہمیشہ تک امیری اور صحت والے رہے، حواری اور صحابی سب کے سب بڑے ہی نادم ہوئے اور مرتے دم تک حسرت وافسوس کرتے رہے، آپ فرماتے ہیں اس کے بعد جب یہ دسترخوان اترتا تو بنی اسرائیل ادھر ادھر سے دوڑے بھاگے آتے کیا چھوٹا، کیا بڑا، کیا امیر، فقیر تندرست کیا مریض ایک بھیڑ لگ جاتی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے آتے، یہ دیکھ کر باری مقرر ہوگئی ایک دن اترتا ایک دن نہ اترتا، چالیس دن تک یہی کیفیت رہی کہ دن چڑھے اترتا اور ان کے سونے کے وقت چڑھ جاتا جس کا سایہ سب دیکھتے رہتے۔ اس کے بعد فرمان ہوا کہ اب اس میں صرف یتیم فقیر اور بیمار لوگ ہی کھائیں، مالداروں نے اس سے بہت برا مانا اور لگے باتیں بنانے، خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کے دلوں میں بھی طرح طرح کے وسوسے ڈالنے لگے یہاں تک حضرت عیسیٰ کے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ سچ سچ بتایئے کہ کیا واقعی یہ آسمان سے ہی اترتا ہے؟ سنئے ہم میں سے بہت سے لوگ اس میں متردد ہیں۔ جناب مسیح علیہ السلام سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے قسم ہے مسیح کے رب کی اب تمہاری ہلاکت کا وقت آ گیا، تم نے خود طلب کیا، تمہارے نبی کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی آسمانی دسترخوان تم پر اترا، تم نے آنکھوں سے اسے اترتے دیکھا، رب کی رحمت و روزی اور برکت تم پر نازل ہوئی، بڑی عبرت ونصیحت کی نشانی تم نے دیکھ لی آہ اب تک تمہارے دلوں کی کمزوری نہ گئی اور تمہاری زبانیں نہ رکیں، مجھے تو ڈر ہے کہ اگر رب نے تم پر رحم نہ کیا تو عنقریب تم بدترین عذابوں کے شکار ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ جس طرح میں نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میں ان لوگوں کو وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہو۔ دن غروب ہوا اور یہ بے ادب، گستاخ، جھٹلانے والے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے اپنے اپنے بستروں پر جا لیٹے نہایت امن وامان سے ہمیشہ کی طرح اپنے بال بچوں کے ساتھ میٹھی نیند میں تھے کہ پچھلی رات عذاب الٰہی آ گیا اور جتنے بھی یہ لوگ تھے سب کے سب سور بنا دیئے گئے جو صبح کے وقت پاخانوں کی پلیدی کھا رہے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، مائدہ، بیروت)

تاریخ میں بھی اتنا تو ہے کہ بنی امیہ کے نائب موسیٰ بن نصیر نے مغربی شہروں کی فتح کے موقعہ پر وہیں یہ مائدہ پایا تھا اور اسے امیر المومنین ولید بن عبدالملک کی خدمت میں جو بانی جامع دمشق ہیں بھیجا تھا لیکن ابھی قاصد راستے ہی میں تھے کہ خلیفۃ المسلمین کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوئے اور ان کی خدمت میں اسے پیش کیا گیا یہ ہر قسم کے جڑاؤ اور جواہر سے مرصع تھا جسے دیکھ کر بادشاہ اور درباری سب دنگ رہ گئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مائدہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا تھا۔

قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنۡكَ ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ○

عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو، ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

آسمان سے نزول نعمت کو یوم عید کے طور پر منانے کا بیان

"قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا" اَیۡ یَوۡم نُزُوۡلِهَا "عِیۡدًا" نُعَظِّمُهُ وَنُشَرِّفُهُ "لِاَوَّلِنَا" بَدَلٌ مِنۡ لَّنَا بِاِعَادَةِ الۡجَارِّ "وَاٰخِرِنَا" مِمَّنۡ یَّاۡتِیۡ بَعۡدَنَا "وَاٰیَةً مِّنۡكَ" عَلٰی قُدۡرَتِك وَنُبُوَّتِی "وَارۡزُقۡنَا" اِیَّاهَا، وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرَّازِقِیۡنَ،

عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے نزول کا دن عید ہو، ہم اس کی تعظیم وتکریم کریں، ہمارے اگلے پچھلوں کیلئے عید ہو یہاں اولنا یہ اعادہ جار کے ساتھ لنا سے بدل ہے۔ اور آپ سے بعد والوں کیلئے تیری قدرت ونبوت کی نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خوانِ نعمت اُترنے والا دن عید ہو تو جس دن نعمتوں کے سردار اس دنیائے فانی میں تشریف لائیں تو وہ دن عید کیسے نہ ہو۔

میلاد کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

میلاد کے اصطلاحی معنی حضور ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی خوشی میں آپ کے معجزات وکمالات بیان کرنا اور مجالس منعقد کر کے واقعہ میلاد بیان کرنا۔

حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف میں صاحب مشکوٰۃ ص نے ایک باب باندھا جس کا نام بابِ میلاد النبی ﷺ رکھا۔

عرب شریف میں آپ جائیں تو وہاں کے اسلامی کیلنڈر میں ماہِ ربیع الاول کے مہینے پر لکھا ہوا ہے میلادی۔ یہ اب بھی موجود ہے آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تذکرہ میلاد بیان فرما کر میلاد منایا۔ سرکارِ اعظم ﷺ نے ہر پیر روزہ رکھ کر میلاد منایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ولادت کے واقعات بیان فرما کر میلاد منایا، اولیاء کرام میں امام شامی، امام محدث ابنِ جوزی، حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی میلاد منایا اور اُن کی کتابوں میں بھی ثبوت موجود ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان قرآن مجید پڑھتے تھے مگر بغیر اعراب کا، قرآن مجید بالکل سادہ ہوتے

تھے آجکل عمدہ سے عمدہ چھپائی ہوتی ہے، اُس وقت مسجدیں بالکل سادہ اور بغیر محراب کی ہوتی تھیں، مگر آج عالیشان اور محراب والی ہوتی ہیں، اُس وقت ہاتھوں کی انگلیوں پر ذکر اللہ ہوتا تھا، آجکل خوبصورت تسبیحوں کو استعمال کیا جاتا ہے الغرض کہ اسی طرح میلاد میں بھی آہستہ آہستہ رنگ آمیزیاں کر کے اس کو عالیشان کر کے منایا گیا جب وہ سب کام بدعت نہیں ہیں تو پھر یہ کیسے بدعت ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ کے وصال کا غم اور سوگ نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں رہا مسئلہ سوگ کا تو سوگ اسلام میں تین دن کا ہوتا ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے منالیا میلاد منانا شرک کو بھی توڑتا ہے کیونکہ ہم ولادتِ رسول ﷺ مناتے ہیں اور خدا تعالیٰ پیدا ہونے سے پاک ہے اور جس کی ولادت منائی گئی وہ خدا نہیں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۠
اللہ نے فرمایا، بیشک میں اسے تم پر نازل فرماتا ہوں، پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو یقیناً میں اسے ایسا
عذاب دوں گا کہ تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی ایسا عذاب نہ دوں گا۔

خوانِ نعمت میں خیانیت وذخیرہ کرنے والوں پر عذاب کا بیان

"قَالَ اللّٰهُ" مُسْتَجِیبًا لَهُ "اِنِّی مُنَزِّلُهَا" بِالتَّخْفِیفِ وَالتَّشْدِیْد "عَلَیْكُمْ فَمَنْ یَّكْفُر بَعْد" اَیْ بَعْد نُزُولهَا "مِنكُمْ فَاِنِّی اُعَذِّبهُ عَذَابًا لَّا اُعَذِّبهُ اَحَدًا مِنْ الْعَالَمِینَ" فَنَزَلَتْ الْمَلَائِكَة بِهَا مِنْ السَّمَاء عَلَیْهَا سَبْعَة اَرْغِفَة وَسَبْعَة اَحْوَات فَاَكَلُوْا مِنْهَا حَتّٰی شَبِعُوا قَالَهُ ابْن عَبَّاس وَفِیْ حَدِیث اُنْزِلَتْ الْمَائِدَة مِنْ السَّمَاء خُبْزًا وَّلَحْمًا فَاُمِرُوْا اَنْ لَّا یَخُوْنُوْا وَلَا یَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا فَمُسِخُوا قِرَدَة وَخَنَازِیر،

اللہ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا، بیشک میں اسے تم پر نازل فرماتا ہوں، یہاں ''" تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد یعنی اس کے نازل ہونے کے بعد کفر کرے گا تو یقیناً میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی ایسا عذاب نہ دوں گا۔

اس خوانِ نعمت کو فرشتے لیکر اترے جس میں سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں تو انہوں نے اس سے کھایا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آسمان سے روٹیاں اور گوشت اترا اور ان کو حکم دیا گیا کہ تم خیانت نہ کرنا اور نہ ہی کل کیلئے ذخیرہ کرنا مگر انہوں نے خیانت کی اور ذخیرہ کیا تو وہ مسخ ہو کر بندر وخنازیر بنا دیئے گئے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۱۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان سے ایسا دستر

خوان نازل کیا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا پھر انہیں حکم دیا گیا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور کل کیلئے نہ رکھیں لیکن ان لوگوں نے خیانت بھی کی اور دوسرے دن کیلئے جمع بھی کیا۔ چنانچہ ان کے چہرے مسخ کر کے بندروں اور خنزیروں کی صورتیں بنادی گئیں۔ اس حدیث کو ابو عاصم اور کئی راوی سعید بن ابی عروبہ سے وہ قتادہ سے وہ خلاس سے اور وہ عمار سے موقوفا نقل کرتے ہیں۔ ہم اس حدیث کو حسن بن قزعہ کی سند کے علاوہ نہیں جانتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1001)

اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ اس کے اترنے کے بعد تم میں سے جو کوئی بھی جھٹلائے گا اور کفر کرے گا تو میں اسے وہ عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو، جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تم سخت تر عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تمیں سخت تر عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو، جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تمیں سخت تر عذاب میں داخل ہو جاؤ، اور جیسے منافقوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے،

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بدترین عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا، منافقوں کو اور مائدہ آسمانی کے بعد انکار کرنے والوں کو اور فرعونیوں کو ہوگا۔

مسند احمد میں ہے کہ قریشیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنادے تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے، آپ نے فرمایا بالکل سچا وعدہ ہے، انہوں نے کہا نہایت پختہ اور بالکل سچا۔ آپ نے دعا کی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں کوہ صفا کو سونے کا بنادیتا ہوں لیکن اگر پھر ان لوگوں نے کفر کیا تو میں انہیں وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو اس پر بھی اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں۔ آپ نے فرمایا یا اللہ معاف فرما، توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھول دے، یہ حدیث ابن مردویہ اور مستدرک حاکم میں بھی ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ
تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○
اور جب اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو،
وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے، میرے لئے یہ نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی
تو یقیناً تو اسے جانتا، تو ہر اس کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں ان کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں۔
بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

قیامت کے دن قوم عیسیٰ سے بہ طور توبیخ پوچھا جائے گا

"و" اُذْكُرْ "إِذْ قَالَ" اَیْ یَقُوْلُ "اللّٰهُ" لِعِیْسَی فِی الْقِیَامَةِ تَوْبِیْخًا لِقَوْمِهٖ "یَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ آأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ" عِیْسَی وَقَدْ اُرْعِدَ "سُبْحَانَكَ" تَنْزِیْهًا لَّكَ عَمَّا لَا یَلِیْقُ بِكَ مِنْ شَرِیْكٍ وَغَیْرِهٖ "مَا یَكُوْنُ" "مَا یَنْبَغِیْ "لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ" خَبَرُ لَیْسَ وَلِیْ لِلتَّبْیِیْنِ "اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا" اُخْفِیْهِ "فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ" اَیْ مَا تُخْفِیْهِ مِنْ مَعْلُوْمَاتِكَ، اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ،

اور یاد کریں جب قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بہ طور توبیخ اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو، تو عیسیٰ علیہ السلام عاجزی سے عرض کریں گے، تو ہر اس چیز سے پاک ہے جو تیری شان کے لائق نہیں ہے جس طرح شرک وغیرہ ہے۔ یہ میرے لئے مناسب نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ حق لیس کی خبر ہے جبکہ لی بیان کیلئے ہے۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو یقیناً تو اسے جانتا، تو ہر اس کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں ان کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں۔ یعنی تیری پوشیدہ معلومات ہیں۔ بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

سورہ مائدہ آیت ۱۱۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی دلیل سکھائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قول میں اسی کی تعلیم دی ہے کہ (وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، اور جب اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ (معبود) بنا لو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا جواب اس طرح سکھایا، سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ، وہ عرض کرے گا تو پاک ہے، مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں کہ جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تجھے ضرور معلوم ہوگا۔ جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا۔ بے شک تو ہی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1003)

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابوعبداللہ مولی عمر بن عبدالعزیز کے حالات میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن انبیاء اپنی اپنی امتوں سمیت اللہ کے سامنے بلوائے جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ بلوائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے احسان انہیں جتلائے گا جن کا وہ اقرار کریں گے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ جو احسان میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کئے، انہیں یاد کر، پھر فرمائے گا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الہ سمجھنا، آپ اس کا بالکل انکار کریں گے، پھر نصرانیوں کو بلا کر ان سے دریافت فرمائے گا تو وہ کہیں گے، ہاں انہوں نے ہی ہمیں اس راہ پر ڈالا تھا اور ہمیں یہی حکم دیا تھا، اسی لیے

حضرت عیسیٰ کے سارے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں گے، جنہیں لے کر فرشتے اللہ کے سامنے جھکا دیں گے بہ مقدار ایک ہزار سال کے یہاں تک کہ عیسائیوں پر حجت قائم ہو جائے گی، اب ان کے سامنے صلیب کھڑی کی جائے گی اور انہیں دھکے دے کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا، جناب عیسیٰ کے جواب کو دیکھئے کہ کس قدر با ادب اور کامل ہے؟ دراصل یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، آپ کو اسی وقت یہ جواب سکھایا جائے گا۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ ۝
میں نے انہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر خبردار رہا جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

اللہ جو سب کا رب ہے اسی کی عبادت کرو

"مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ" وَهُوَ "اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا" رَقِيْبًا اَمْنَعُهُمْ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ "مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ" قَبَضْتَنِیْ بِالرَّفْعِ اِلَى السَّمَاءِ "كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ" الْحَفِيْظَ لِاَعْمَالِهِمْ "وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ" مِنْ قَوْلِیْ لَهُمْ وَقَوْلِهِمْ بَعْدِیْ وَغَيْرِ ذٰلِكَ "شَهِيْد" مُطَّلِعٌ عَالِمٌ بِهٖ،

میں نے انہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر خبردار رہا یعنی ان کو منع کیا جو وہ کہتے ہیں، جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا، پھر جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھا لیا ہے تو تو ہی ان کے اعمال پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگرچہ وہ میری بات ہو جو میں نے ان سے کہہ دی تھی یا ان کی بات ہو جو انہوں نے مجھ سے کہی تھی۔ تیری ذات اس کے علم پر مطلع ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ آپ فرمائیں گے کہ باری تعالیٰ نے مجھے ایسی بات کہنے کا حق تھا نہ میں نے کہا، تجھ سے نہ میری کوئی بات پوشیدہ ہے نہ میرا کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے، دلی راز تجھ پر ظاہر ہیں، ہاں تیرے بھید کسی نے نہیں پائے تمام وحی چھپی باتیں تجھ پر کھلی ہوئی ہیں غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے، جس تبلیغ پر میں مامور اور مقرر تھا میں نے تو وہی تبلیغ کی تھی جو کچھ مجھ سے اے جناب باری تو نے ارشاد فرمایا تھا وہی بلاکم و کاست میں نے ان سے کہہ دیا تھا۔ جا کا ماحصل یہ ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، وہی میرا رب ہے اور وہی تم سب کا پالنہار ہے، جب میں ان میں موجود تھا ان کے اعمال دیکھتا بھالتا تھا لیکن جب تو نے مجھے بلا لیا پھر تو تو ہی دیکھتا بھالتا رہا اور تو ہر چیز پر شاہد ہے۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔

عذاب دے تو تیرے بندے ہیں بخشش دے تو غالب حکمت والا ہے

"إِنْ تُعَذِّبْهُمْ " أَيْ مَنْ أَقَامَ عَلَى الْكُفْرِ مِنْهُمْ "فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ " وَأَنْتَ مَالِكُهُمْ تَتَصَرَّفُ فِيهِمْ كَيْفَ شِئْتَ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْكَ "وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ" أَيْ لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ "فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ " عَلَى أَمْرِهِ "الْحَكِيمُ " فِي صُنْعِهِ،

اگر تو انہیں عذاب دے یعنی جو ان میں سے کفر پر قائم رہا تو وہ تیرے بندے ہیں اور تو ہی ان کا مالک ہے ان کے تصرف میں جیسے چاہے کرے کسی پر تجھ پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔اور اگر تو انہیں بخش دے یعنی جو ان میں سے ایمان لایا تو بیشک تو ہی یہ اپنے حکم پر غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی اور صبح تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے، اسی کو رکوع میں اور اسی کو سجدے میں پڑھتے رہے، وہ آیت یہی ہے صبح کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آج کی رات تو آپ نے اسی ایک آیت میں گزاری رکوع میں بھی اس کی تلاوت رہی اور سجدے میں بھی، آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا، پس میری یہ شفاعت ہر موحد شخص کیلئے ہوگی۔

مسند احمد کی اور حدیث میں ہے حضرت جرہ بنت دجاجہ عمرے کے ارادے سے جاتی ہیں جب ربذہ میں پہنچتی ہیں تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی، فرضوں کے بعد دیکھا کہ صحابہ نماز میں مشغول ہیں تو آپ اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے، جب جگہ خالی ہوگئی اور صحابہ چلے گئے تو آپ واپس تشریف لائے اور نماز میں کھڑے ہوگئے میں بھی آ گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ نے اپنی دائیں طرف کھڑا ہونے کا مجھے اشارہ کیا، میں دائیں جانب آ گیا، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنی بائیں طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا چنانچہ وہ آ کر بائیں جانب کھڑے ہوگئے، اب ہم تینوں نے اپنی اپنی نماز شروع کی الگ الگ تلاوت قرآن اپنی نماز میں کر رہے تھے اور حضور علیہ السلام کی زبان مبارک پر ایک ہی آیت تھی، بار بار اسی کو پڑھ رہے تھے، جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت ابن مسعود سے کہا کہ ذرا حضور سے دریافت تو کرو کہ رات کو ایک ہی آیت کے پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے کہا اگر حضور خود کچھ فرمائیں تو اور بات ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہ پوچھوگا، اب میں نے خود ہی جرات کر کے آپ سے دریافت کیا کہ حضور پر میرے ماں باپ فدا ہوں، سارا قرآن تو آپ پر اترا ہے اور آپ کے سینے میں ہے پھر آپ نے ایک ہی آیت میں ساری رات کیسے گزار دی؟ اگر کوئی اور ایسا کرتا تو ہمیں تو بہت برا معلوم ہوتا، آپ نے فرمایا اپنی امت کے لئے دعا کر رہا

تھا، میں نے پوچھا پھر کیا جواب ملا؟ آپ نے فرمایا اتنا اچھا، ایسا پیارا، اس قدر آسانی والا کہ اگر عام لوگ سن لیں تو ڈر ہے کہ کہیں نماز بھی نہ چھوڑ بیٹھیں، میں نے کہا مجھے اجازت ہے کہ میں لوگوں میں یہ خوش خبری پہنچا دوں؟ آپ نے اجازت دی، میں ابھی کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ خبر آپ نے عام طور پر کرادی تو ڈر ہے کہ کہیں لوگ عبادت سے بے پرواہ نہ ہو جائیں تو آپ نے آواز دی کہ لوٹ آئے اور وہ آیت (ان تعذبهم) تھی

ابن ابی حاتم میں ہے حضور نے حضرت عیسیٰ کے اس قول کی تلاوت کی پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے میرے رب میری امت اور آپ رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ جا کر پوچھو کہ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اپنی امت کے لئے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ کہدو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کردیں گے اور آپ بالکل رنجیدہ نہ ہوں گے۔

مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہ فرماتے ہیں ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے ہی نہیں یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آج آپ آئیں گے ہی نہیں، پھر آپ تسریف لائے اور آتے ہی سجدے میں گر پڑے اتنی دیر لگ گئی کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو؟ تھوڑی دیر میں آپ نے سر اٹھایا اور فرمانے لگے مجھ سے میرے رب عزوجل نے میری امت کے بارے میں دریافت فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ وہ تیری مخلوق ہے وہ سب تیرے بندے اور تیرے غلام ہیں تجھے اختیار ہے، پھر مجھ سے دوبارہ میرے اللہ نے دریافت فرمایا میں نے پھر بھی یہی جواب دیا تو مجھ سے اللہ عزوجل نے فرمایا اے نبی میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں کبھی شرمندہ نہ کروں گا، سنو مجھے میرے رب نے خوشخبری دی ہے کہ سب سے پہلے میری امت میں سے میرے ساتھ ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے، ان سب پر حساب کتاب مطلقاً نہیں، پھر میری طرف پیغام بھیجا کہ میرے حبیب مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا مجھ سے مانگو میں دوں گا میں نے اس قاصد سے کہا کہ جو میں مانگوں مجھے ملے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں اسی لئے تو مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔

چنانچہ میرے رب نے بہت کچھ عطا فرمایا، میں یہ سب کچھ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا، مجھے میرے رب نے بالکل بخش دیا، اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے حالانکہ زندہ سلامت چل پھر رہا ہوں، مجھے میرے رب نے یہ بھی عطا فرمایا کہ میری تمام امت قحط سالی کی وجہ سے بھوک کے مارے ہلاک نہ ہوگی اور نہ سب کے سب مغلوب ہو جائیں گے، مجھے میرے رب نے حوض کوثر دیا ہے، وہ جنت کی ایک نہر ہے جو میرے حوض میں بہ رہی ہے، مجھے اس نے عزت، مدد اور رعب دیا ہے جو امتیوں کے آگے آگے مہینہ بھر کی راہ پر چلتا ہے، تمام نبیوں میں سب سے پہلے میں جنت ہی میں جاؤں گا، میرے اور میری امت کے لئے غنیمت کا مال حلال طیب کر دیا گیا وہ سختیاں جو پہلوں پر تھیں ہم پر سے ہٹا دی گئیں اور ہمارے دین میں کسی طرح کی کوئی تنگی نہیں رکھی گئی۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۝

اللہ فرمائے گا، یہ ایسا دن ہے سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا، ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، وہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

عذاب دیکھ کر ایمان لانے والے کفار کیلئے کچھ نفع نہ ہونے کا بیان

"قَالَ اللّٰهُ هٰذَا" اَیْ یَوْم الْقِیَامَة "یَوْم یَنْفَع الصَّادِقِیْنَ" فِی الدُّنْیَا کَعِیْسٰی "صِدْقهمْ" لِاَنَّهُ یَوْم الْجَزَاء وَلَا یَنْفَع الْکَاذِبِیْنَ فِی الدُّنْیَا صِدْقهمْ فِیْهِ کَالْکُفَّارِ لِمَا یُؤْمِنُوْنَ عِنْد رُؤْیَة الْعَذَاب "لَهُمْ جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰه عَنْهُمْ" بِطَاعَتِهِ "وَرَضُوْا عَنْهُ" بِثَوَابِهِ "ذٰلِكَ الْفَوْز الْعَظِیْم" وَلَا یَنْفَع الْکَاذِبِیْنَ فِی الدُّنْیَا صِدْقهمْ فِیْهِ کَالْکُفَّارِ لَمَا یُؤْمِنُوْنَ عِنْد رُؤْیَة الْعَذَاب۔

اللہ فرمائے گا، یہ قیامت کا دن ایسا دن ہے سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں ان کی سچائی نے فائدہ دیا۔ کیونکہ یہ جزاء کا دن ہے اور جھوٹوں کو دنیا میں بھی ان کے صدق نے فائدہ نہ دیا جس طرح عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے والے کافروں کو ان کا ایمان بھی کوئی نفع نہ دے گا۔ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان کی اطاعت سے راضی ہو گیا اور وہ اس کے ثواب سے راضی ہو گئے، وہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اور جھوٹوں کو دنیا میں بھی ان کے صدق نے فائدہ نہ دیا جس طرح عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے والے کافروں کو ان کا ایمان بھی کوئی نفع نہ دے گا۔

دین اسلام اور ارکان اسلام کی سچی گواہی دینے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ چونکہ ہمیں از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا اس لئے ہمیں اس بات سے خوشی ہوتی تھی کہ کوئی سمجھدار دیہاتی آئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرے اور ہم بھی سنیں۔ اتفاقاً ایک دیہاتی آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہمارے ہاں آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، اس دیہاتی نے کہا آسمان کو کس نے بنایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس نے عرض کیا زمین کو کس نے بنایا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس نے عرض کیا ان پہاڑوں کو کس نے بنایا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس دیہاتی نے عرض کیا اس اللہ کی قسم جس نے آسمان بنایا زمین بنائی پہاڑ قائم کئے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں بے شک دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد کہتا

تھا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا، دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا حکم بھی دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، دیہاتی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد یہ بھی کہتا تھا کہ ہم پر اپنے مال کی زکوۃ ادا کرنا فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا، دیہاتی نے عرض کیا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم بھی دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد کہتا تھا کہ سال میں ماہ رمضان کے روزے بھی ہم پر فرض ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا، دیہاتی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا حکم بھی دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد یہ بھی کہتا تھا کہ ہم میں سے جس کو استطاعت زادِ راہ ہو اس پر بیت اللہ کا حج کرنا بھی ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا، اس کے بعد وہ دیہاتی پشت پھیر کر یہ کہتا ہوا چلا گیا قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں ان باتوں میں نہ زیادہ کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 105)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَات وَالْاَرْض " خَزَائِن الْمَطَر وَالنَّبَات وَالرِّزْق وَغَيْرهَا "وَمَا فِيْهِنَّ" اَتٰى بِمَا تَغْلِيبًا لِغَيْرِ الْعَاقِل "وَهُوَ عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ اِثَابَة الصَّادِق وَتَعْذِيب الْكَاذِب , وَخُصَّ الْعَقْل ذَاته فَلَيْسَ عَلَيْهَا بِقَادِرٍ

آسمانوں اور زمین میں بارش، نباتات اور رزق وغیرہ کے جو خزانے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے، ما عام طور پر غیر عاقل چیزوں کیلئے آتا ہے۔ اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی سے سچے لوگوں کیلئے ثواب اور جھوٹے لوگوں کیلئے عذاب ہے۔ اور عقل کو اس کی ذات پر خاص کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ اس پر قادر نہیں ہے۔

مسئلہ امکان کذب کا بیان

جھوٹ اور کذب ایسی برائی ہے جس کی قبیح ہونے پر تمام ملتیں متفق ہیں، اسی لیے اس کو قبیح لذاتہ قرار دیا گیا ہے، مگر علماء دیوبند

مولوی محمد اسماعیل کی تقلید میں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ کا القاء کرسکتا ہے۔اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب بندہ جھوٹی بات کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی یہ قدرت حاصل ہونی چاہیے ورنہ بندہ کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔(یک روزہ صفحہ 17، 18 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان مصنفہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

- جھوٹ برائی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے۔لہٰذا کسی شخص کا صفت قدرت کی وضاحت کا یہ طریقہ اختیار کرنا جس کے سبب صفت سچائی، صدق ناپید ہو گمراہی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات باہم متناقض نہیں ہے ایسا نہیں ہے ایک صفت کے ہوتے ہوئے دوسری صفت ناپید ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی وابدی ہیں۔

ور جب صدق الٰہی ازلی ہوا تو امکان کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں تحقیقا لمعنی التضاد کیونکہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے،اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں مبین ہو چکا کہ قدیم اصلا قابل عدم نہیں۔

امام حرمین لکھتے ہیں کہ اصول عقائد کی تقسیم یوں ہے کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا ادراک عقل ہے ان کا ادراک سمعی جائز ہی نہیں، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک سمعی ہے ان کا ادارک عقلی نہیں ہوسکتا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ادراک عقلا اور سمعا دونوں طرح جائز ہوتا ہے، وہ چیزیں جن کا ادراک فقط عقلا ہے تو دین کا ہر وہ قاعدہ جو اللہ تعالیٰ کے کلام اور صدق سے اس کے وجوبی اتصاف سے پہلے ہے کیونکہ دلائل سمعیہ کا اعتماد اثبات کلام الٰہی سے ہوتا ہے تو جس کے مرتبہ کا ثبوت کلام کے ثبوت سے پہلے ہونا لازم ہے تو اب محال ہے کہ اس کا سبب ادراک سمع ہو اور جن چیزوں کا ادراک فقط سمع سے ہے تو وہ عقلی طور پر جائز الوجود چیز کے وقوع کا فیصلہ ہے تو سمع کے بغیر کسی جائز الوجود چیز جو ہم سے غائب ہے کے ثبوت کا حکم جائز الوجود چیز سے نہیں ہوسکتا۔(الارشاد فی الکلام)

اللہ تعالیٰ ہر طرح کی بری صفات سے پاک ہے

اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں،اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا، تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہو جائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف وشرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالیٰ و من اصدق من اللہ حدیثا، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون سے سچی بات فرمانے والا۔

امتناع کذب الٰہی پر اہل سنت کی دلیل بیان کرتے ہیں ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم، ممتنع ہوتا ہے،اور اگر سا کے کذب کا زوال قدیما ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے،تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہتہ جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگا نہیں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحبت کا علم ویقین ضروری ہے جب امکان

صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔ (مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر)

اہل سنت وجماعت کے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ اقول وباللہ التوفیق تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہئے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصف بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے۔ اور اگر کہئے ہاں، تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالہ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا، اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، تحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لالعارض کما ھھنا (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے، جیسا کہ یہاں ہے۔ت) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہو جانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعا باطل۔ تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالیٰ کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل، اور استحالہ کذب قطعا حاصل۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵، ص ۵۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سورہ مائدہ کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت کے تصدق سے سورہ مائدہ کی تفسیر جلالین کے اردو ترجمہ وشرح کے ساتھ تفسیر مصباحین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری یہ دعا ہے۔ جو ہمیں حدیث کے ذریعے تعلیم ہوئی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی یعنی طاعت پر قادر نہ ہو کر اچھے کاموں میں سستی سے، نامردی سے، بخل سے، بڑھاپے کے سبب اعضاء کے ناکارہ اور حواس باختہ ہونے سے اور قبر کے عذاب یعنی قبر کی تنگی، وہاں کی وحشت گرزوں کے مارے جانے سے، بچھوؤں کے ڈنگ مارنے، سانپوں کے ڈسنے اور اسی قسم کی دوسری ہولناکیوں سے اے اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا کر اور اس کو پاک کر، کیونکہ اس کو پاک کرنے والوں میں تیری ہی ذات بہترین ہے تو ہی اس کا کارساز اور مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو اس دل سے جو نہ ڈرے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو (یعنی حریص ہو اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت نہ کرے اور اس دعا سے جو مرتبہ قبولیت کو نہ پہنچے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 992)

﴿محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق﴾

سُورَۃ انعام

یہ قرآن مجید کی سورت انعام ہے

سورہ انعام میں آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ الْاَنْعَام (مَکِّیَّۃٌ اِلَّا الْاٰیَات: 20 و23 و91 و93 و114 و141
و151 و152 و153 فَمَدَنِیَّۃٌ وَ اٰیَاتُھَا 165)

سورہ انعام مکی ہے، اس میں بیس رکوع اور ایک سو پینسٹھ آیتیں، تین ہزار ایک سو کلمہ اور بارہ ہزار نو سو پینتیس حرف ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ کُل سورۃ ایک ہی شب میں بمقام مکہ مکرمہ نازل ہوئی اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آئے جن سے آسمانوں کے کنارہ بھر گئے۔ یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ وہ فرشتے تسبیح وتقدیس کرتے آئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ فرماتے ہوئے سربسجود ہوئے۔

سورہ انعام کے شان نزول وفضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ پوری سورت ایک ہی مرتبہ ایک ساتھ ہی ایک ہی رات میں مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے، اس کے اردگرد ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضور کہیں جا رہے تھے فرشتوں کی کثرت زمین سے آسمان تک تھی۔ یہ ستر ہزار فرشتے اس سورت کے پہنچانے کے لئے آئے تھے۔

مستدرک حاکم میں ہے، اس سورت کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس مبارک سورت کو پہنچانے کیلئے اس قدر فرشتے آئے تھے کہ آسمان کے کنارے دکھائی نہیں دیتے تھے، ابن مردویہ میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی اس وقت تسبیح نے ایک گونج پیدا کر دی تھی زمین گونج رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم پڑھ رہے تھے۔

ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھ پر سورہ انعام ایک دفعہ ہی اتری۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح وحمد بیان کر رہے تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۥ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝
تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا
پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خوبیاں اور دلائل توحید کا بیان

"اَلْحَمْدُ" وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيْلِ ثَابِتٌ "لِلّٰهِ" وَهَلِ الْمُرَادُ الْإِعْلَامُ بِذٰلِكَ لِلْإِيْمَانِ بِهٖ اَوِ الثَّنَاءُ بِهٖ اَوْ هُمَا؟ احْتِمَالَاتٌ اَفْيَدُهَا الثَّالِثُ قَالَهُ الشَّيْخُ فِيْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ "الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" خَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمَا اَعْظَمُ الْمَخْلُوْقَاتِ لِلنَّاظِرِيْنَ "وَجَعَلَ" خَلَقَ "الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ" اَيْ: كُلَّ ظُلْمَةٍ وَنُوْرٍ وَجَمَعَهَا دُوْنَهُ لِكَثْرَةِ اَسْبَابِهَا وَهٰذَا مِنْ دَلَائِلِ وَحْدَانِيَّتِهٖ "ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مَعَ قِيَامِ هٰذَا الدَّلِيْلِ "بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ" يُسَوُّوْنَ غَيْرَهٗ فِي الْعِبَادَةِ،

حمد سے مراد وہ وصف جمیل ہے جو اللہ کیلئے ثابت ہے۔ اور اس سے مراد وہ علامت جو ایمان کیلئے خبر دینا ہے یا اس کی تعریف کیلئے یعنی انشاء حمد یا دونوں مراد ہیں۔ ان تینوں احتمالات میں سے تیسری صورت زیادہ اہم ہے جس کو شیخ جلال الدین محلی علیہ الرحمہ نے سورہ کہف میں بیان کیا ہے۔ تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ان دونوں کو اس لئے ذکر میں خاص کیا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں دیکھنے والوں کی نظر میں بڑی مخلوق ہیں۔ اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا، یہاں پر جعل بہ معنی خلق ہے۔ یعنی ہر ظلمت اور نور، ظلمات کو جمع لایا گیا ہے جبکہ نور کو نہیں جمع نہیں لایا گیا کیونکہ ظلمات کے اسباب کثیر ہیں جبکہ نور اس کی توحید کے دلائل میں سے ہے۔ پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ یعنی غیر اللہ کو عبادت میں اس کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

تمام خوبیاں اللہ کیلئے ہیں

ابو اسحاق اسفرائنی نے فرمایا کہ یہ سورت توحید کے تمام اصول وقواعد پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کو کلمہ الحمد للہ سے شروع کیا گیا، جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اور مراد اس خبر سے لوگوں کو حمد کی تعلیم دینا ہے، اور تعلیم کے اس طرز خاص میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ کسی کی حمد وتعریف کا محتاج نہیں، کوئی حمد کرے یا نہ کرے وہ اپنے ذاتی کمال کے اعتبار سے خود بخود محمود ہے، اس جملہ کے بعد آسمان وزمین اور اندھیرے، اجالے کے پیدا کرنے کا ذکر فرما کر اس کے محمود ہونے کی دلیل بھی بتلا دی کہ جو ذات اس عظیم قدرت وحکمت کی حامل ہے وہی حمد وتعریف کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اس آیت میں سموات کو جمع اور ارض کو مفرد ذکر فرمایا ہے، اگرچہ دوسری آیت میں آسمان کی طرح زمین کے بھی سات ہونے کا ذکر موجود ہے، شاید اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ سات آسمان اپنی ہیئت وصورت اور دوسری صفات کے اعتبار سے باہم بہت امتیاز رکھتے ہیں، اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کی ہم شکل اور مثل ہیں، اس لئے ان کو مثل ایک عدد کے قرار دیا گیا (تفسیر مظہری، سورہ انعام، لاہور)

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝

وہی ذات جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک مدت مقرر کی اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، پھر بھی تم شک کرتے ہو۔

انسان کی تخلیق کا مٹی سے ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ" بِخَلْقِ اَبِيكُمْ اٰدَمَ مِنْهُ "ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا" لَكُمْ تَمُوتُوْنَ عِنْدَ انْتِهَائِهِ "وَاَجَلٌ مُسَمًّى" مَضْرُوبٌ "عِنْدَهُ" لِبَعْثِكُمْ "ثُمَّ اَنْتُمْ" اَيُّهَا الْكُفَّارُ "تَمْتَرُوْنَ" تَشُكُّوْنَ فِي الْبَعْثِ بَعْدَ عِلْمِكُمْ اَنَّهُ ابْتَدَاَ خَلْقَكُمْ وَمَنْ قَدَرَ عَلَى الِابْتِدَاءِ فَهُوَ عَلَى الْاِعَادَةِ اَقْدَرُ،

وہی ذات جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا پھر ایک مدت مقرر کی جس کے ختم ہونے تک تمہیں فوت ہونا ہوگا۔ اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، جس میں تم نے دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اے کافرو! تم اس میں بھی تم شک کرتے ہو۔ حالانکہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ اسی نے تمہیں ابتداء پیدا کیا ہے جو ابتداء تمہاری تخلیق پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قدرت رکھتا ہے۔

تخلیق انسانیت کی مٹی میں مختلف اجزاء ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کی ایک خاص مقدار سے پیدا فرمایا جس میں پوری زمین کے اجزاء شامل کئے گئے، یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم، رنگ و روپ اور اخلاق و عادات میں مختلف ہیں، کوئی کالا کوئی گورا کوئی سُرخ، کوئی سخت کوئی نرم، کوئی پاکیزہ خصلت، کوئی خبیث الطبع ہوتا ہے۔ (ابن عدی)

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور مٹی کو اٹھانے کا واقعہ

جنات کئی ہزار سال پہلے حضرت آدم کی پیدائش سے قبل دنیا پر آباد تھے۔ پروردگار عالم جلالہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبرائیل کو فرمایا کہ روئے زمین سے ہر رنگ کی مٹی سفید سرخ سیاہ شور شیریں نرم سخت میں سے ایک مشت حال اُٹھا کر لا کہ میں ایک مخلوق پیدا کرتا ہوں۔ جب حضرت جبرائیل زمین کے پاس گئے اور چاہا کہ ایک مشت خاک اُٹھائے تو زمین نے پوچھا کس واسطے اتنی کم کرتا ہے۔

- جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس سے ایک مخلوق پیدا کرے گا جو زمین پر رہیں گے نیک اور بد بھی ہونگے۔ عذاب اور ثواب اُن کے واسطے ہوگا۔ پھر زمین نے عرض کیا کہ میں اللہ کی عزت کی پناہ پکڑتی ہوں کہ تو مجھ سے مٹی نہ اُٹھا کیونکہ لوگ نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں جلیں گے۔ حضرت جبرائیل زمین کی فریاد سن کر واپس چلے گئے اور عرض کی الٰہی زمین تیری عزت کی پناہ چاہتی ہے۔ میں تیرے نام کی عزت سے مٹی کو اُٹھا نہ سکا۔

پھر حق تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت میکائیل کو بھیجا وہ بھی واپس آ گئے۔ پھر پروردگارِ عالم نے اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا وہ بھی اسی طرح خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ پھر پروردگارِ عالم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا تو عزرائیل علیہ السلام نے زمین کی منت سماجت وزاری نہ سنی اور کہا کہ میں اللہ کے حکم کو تیری منت وزاری پر نہیں چھوڑ سکتا۔ میں خدا تعالیٰ کا تابعدار ہوں۔ ملک الموت فرشتہ

مٹی لیکر واپس آ گیا پھر اللہ نے روحوں کے قبض کرنے کا کام اسی کے سپرد کیا۔

انتالیس دن غم اور ایک دن کی خوشی کی بارش کا واقعہ

پھر چالیس دن اس پر بارش کرنے کیلئے کعبہ مکرمہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ انتالیس دن غم اور ایک دن خوشی کی بارش برسائی گئی فرشتوں نے خداتعالیٰ کے حکم کے مطابق اسی خاک کا گارا بنایا پھر وہ کیچڑ خشک کیا گیا۔ جیسا کمہار برتن خشک پر وہ برتن آواز کرتا ہے پھر اس گارے کو خدا کے حکم سے وادی لقمان جو مکہ اور طائف کے راستے عرفات سے متصل ہے۔ لے جا کر فرشتوں نے ڈالا۔ پھر اللہ نے اپنے دست قدرت سے اس گارے سے حضرت آدم علیہ السلام کا خوبصورت قالب بنایا پھر فرشتے اس قالب کو دیکھکر حیران ہوگئے اس کے گرداگرد پھرتے رہے اور ابلیس بھی اس قالب کو دیکھنے آیا اور تعجب سے کہا کہ یہ اندر جسم خالی ہے جگہ جگہ خلل ہیں۔ یہ بغیر سیر ہونے پر نہ ہوگا اور سیر ہوگیا تو پھٹ جائے گا اور چلنے پھرنے میں سُست ہوگا۔ اور اس سے کوئی کام نہ ہوسکے گا۔ مگر جب سینہ بائیں طرف سے دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ حجرہ بغیر دروازہ کے ہے۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝
اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہی ہے، جو تمہاری پوشیدہ اور تمہاری ظاہر کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کمارہے ہو وہ جانتا ہے۔

انسانوں کے اعمال کو اللہ جانتا ہے

"وَهُوَ اللّٰهُ" مُسْتَحِقٌّ لِلْعِبَادَةِ "فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ" مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تَجْهَرُوْنَ بِهٖ بَيْنَكُمْ "وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ" تَعْمَلُوْنَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ،

اور وہی اللہ عبادت کا حق رکھتا ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہی ہے، جو تمہاری پوشیدہ اور تمہاری ظاہر کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کمارہے ہو وہ جانتا ہے۔ یعنی جو تم اچھے برے اعمال کررہے ہو وہ جانتا ہے۔

لوح محفوظ میں تمام چیزوں کے علم کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں بنو تمیم کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ اے بنی تمیم! خوشخبری قبول کرو، ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں خوشخبری دی ہے تو کچھ عطا بھی کیجئے، پھر یمن کے کچھ لوگ آئے تو آپ نے فرمایا کہ اہل یمن خوشخبری قبول کرو، اس لئے کہ بنو تمیم نے اس کو قبول نہیں کیا، انھوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور آپ سے اس امر (یعنی دنیا) کی ابتداء کے متعلق دریافت کریں کہ (اس سے پہلے) کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تھا اور اس سے پہلے کوئی خبر نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں تمام چیزیں لکھ دیں۔ پھر میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اونٹنی کی خبر لے وہ

بھاگ گئی ہے میں اس کو ڈھونڈنے کیلئے چلا تو دیکھا کہ سراب سے پرے نکل گئی ہے اور اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند تھا کہ اونٹنی جائے تو جائے لیکن آپ کے پاس سے نہ ہٹوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2315)

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝
اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔

اللہ کی نشانیوں سے انکار کرنے والے اہل مکہ کا بیان

"وَمَا تَاْتِيْهِمْ" اَیْ اَهْل مَكَّة "مِنْ" صِلَة "اٰيَة مِنْ اٰيَات رَبّهمْ" مِنَ الْقُرْاٰن،

اور ان کے یعنی اہل مکہ کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس قرآن کی کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ یہاں آیت میں من زائدہ ہے۔

کفار مکہ کا معجزے دیکھ کر بھی ایمان نہ لانے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ طلب کیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے (کر کے) دکھائے حتیٰ کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا، یعنی وہ دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر ہو گئے تھے کہ حرا پہاڑ ان کے درمیان نظر آ رہا تھا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1101)

کفار کی سرکشی کی انتہا بیان ہو رہی ہے کہ ہر امر کی تکذیب پر گویا انہوں نے کمر باندھ لی ہے، نیت کر کے بیٹھے ہیں کہ جو نشانی دیکھیں گے، اسی کا انکار کریں گے، ان کی یہ خطرناک روش انہیں ایک دن ذلیل کرے گی اور وہ ذائقہ آئے گا کہ ہونٹ کاٹتے رہیں، یہ یوں نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے نہیں بلکہ عنقریب انہیں اللہ کی پکڑ ہوگی، کیا ان سے پہلے کے ایسے سرکشوں کے حالات ان کے کان میں نہیں پڑے؟ کیا ان کے عبرتناک انجام ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں؟ وہ تو قوت طاقت میں اور زور میں ان سے بہت بڑھے چڑھے ہوئے تھے، وہ اپنی رہائش میں اور زمین کو بسانے میں ان سے کہیں زیادہ آگے تھے، ان کے لاؤ لشکر، ان کی جاہ وعزت، غرور وتمکنت ان سے کہیں زیادہ تھی، ہم نے انہیں خوب مست بنا رکھا تھا، بارشیں پے درپے حسن ضرورت ان پر برابر برسا کرتی تھیں، زمین ہر وقت تر و تازہ رہتی تھی چاروں طرف پانی کی ریل پیل کی وجہ سے آبشاریں اور چشمے صاف شفاف پانی کے بہتے رہتے تھے۔ جب وہ تکبر میں آ گئے، ہماری نشانیوں کی حقارت کرنے لگے تو آخر نتیجہ یہ ہوا کہ برباد کر دیئے گئے۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝
پس بے شک انھوں نے حق کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آجائیں گی
جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔

قرآن وآیات الٰہی سے مذاق کرنے والوں کے انجام کا بیان

"فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ" بِالْقُرْاٰنِ "لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا" عَوَاقِب "مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ"

پس بے شک انھوں نے حق یعنی قرآن کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ یعنی ان کے انجام کی خبریں جلد مل جائیں گی۔

حق سے مراد نبی کریم ﷺ یا قرآن ہونے کا بیان

حق سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء عمر سے آخر تک انہی قبائل عرب کے درمیان رہے، بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا انہی کی آنکھوں کے سامنے آیا، ان کو یہ بھی پوری طرح واضح تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان سے مطلقا کوئی تعلیم حاصل نہیں کی، یہاں تک کہ اپنا نام بھی خود نہ لکھتے تھے، پورے عرب میں آپ کا لقب امی مشہور تھا۔

چالیس سال کی عمر اسی حال میں ان کے درمیان گزری، کہ نہ کبھی شعر و شاعری سے دلچسپی ہوئی نہ کبھی کوئی علم و تعلیم سے مناسبت ہوئی، پھر چالیس سال پورے ہوتے ہی دفعۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے وہ حقائق و معارف اور علوم وفنون جاری ہو گئے کہ دنیا کے بڑے بڑے ماہر فلاسفر بھی ان کے سامنے عاجز نظر آئے، عرب کے تمام فصحاء و بلغاء کو اپنے لائے ہوئے کلام کا مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج دیا۔ یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دینے کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو، اولاد و خاندان سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تلے رہتے تھے، ان میں سے کسی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس چیلنج کو قبول کر کے قرآن کی ایک آیت کی مثال ہی پیش کر دیتے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا اپنا وجود خود حقانیت کی بہت بڑی نشانی تھی، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہزاروں معجزات اور کھلی کھلی نشانیاں ایسی ظاہر ہوئیں جس کا انکار کوئی صحیح الحواس انسان نہیں کر سکتا، مگر ان لوگوں نے ان ساری نشانیوں کو یکسر جھٹلا دیا۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جنہیں ہم نے زمین میں اقتدار دیا تھا کہ ایسا اقتدار تمہیں بھی نہیں دیا اور ہم نے ان پر لگاتار برسنے والی بارش بھیجی اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں بہائیں پھر ہم نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری اُمتوں کو پیدا کیا۔

سابقہ قوموں کی ہلاکت کے مقامات کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"اَلَمْ يَرَوْا" فِىْ اَسْفَارِهِمْ اِلَى الشَّام وَغَيْرِهَا "كَمْ" خَبَرِيَّة بِمَعْنٰى كَثِيْرًا "اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ" اُمَّة مِنَ الْاُمَمِ الْمَاضِيَة "مَكَّنَّاهُمْ" اَعْطَيْنَاهُمْ مَكَانًا "فِى الْاَرْضِ" بِالْقُوَّةِ وَالسِّعَة "مَا لَمْ نُمَكِّنْ" نُعْطِ "لَكُمْ" فِيْهِ اِلْتِفَات عَنِ الْغَيْبَة "وَاَرْسَلْنَا السَّمَاء" الْمَطَر "عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا" مُتَتَابِعًا "وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمْ" تَحْت مَسَاكِنهمْ "فَاَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ" بِتَكْذِيبِهِمُ الْاَنْبِيَاء، وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ،

کیا انہوں نے شام وغیرہ کے سفر کر کے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں یعنی سابقہ امتوں کو ہلاک کر دیا۔ کم خبر یہ بہ معنی کثیر ہے جنہیں ہم نے زمین میں قوت ووسعت کا اقتدار دیا تھا کہ ایسا اقتدار تمہیں بھی نہیں دیا اس میں غائب سے خطاب ہے۔ اور ہم نے ان پر لگا تار برسنے والی بارش بھیجی اور ہم نے ان کے نیچے یعنی ان کے مکانوں کے نیچے سے نہریں بہائیں پھر ہم نے ان کے گناہوں کے باعث اور ان کی انبیائے کرام کی تکذیب کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری اُمتوں کو پیدا کیا۔

گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ مخاطب یعنی اہل مکہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ کیا ان لوگوں نے اپنے سے پہلے گزرنے والی قوموں کا حال نہیں دیکھا جس سے ان کو عبرت ونصیحت ہوتی، اور دیکھنے سے مراد ان کے حال پر غور وفکر کرنا ہے۔ کیونکہ وہ قومیں اس وقت تو ان کے سامنے نہیں تھیں جن کو وہ دیکھ سکتے، اس کے بعد اگلی قوموں کی ہلاکت و بربادی کا ذکر فرمایا: اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ، یعنی ہم نے ان سے پہلے کتنے قرنوں کو ہلاک کر دیا۔

لفظ قرن اس جماعت کو بھی کہا جاتا ہے جو ایک وقت اور ایک زمانہ میں مجتمع موجود ہو، اور زمانہ کے ایک طویل حصہ کو بھی جس کے بارے میں دس سال سے لے کر سو سال تک کے مختلف اقوال ہیں، مگر بعض واقعات وروایات حدیث سے تائید اس کی ہوتی ہے کہ لفظ قرن سو سال کے لئے بولا جاتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن بشر مازنی کو فرمایا تھا کہ تم ایک قرن زندہ رہو گے، اوہ وہ پورے ایک سو سال زندہ رہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دعا دی کہ قرن بھر زندہ رہو تو وہ پورے سو سال زندہ زندہ رہا، اکثر حضرات علماء نے حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم، کا یہی مطلب قرار دیا ہے، کہ ہر قرن کو سو سال مانا گیا۔

اس آیت میں گزشتہ اقوامِ عالم کے بارے میں پہلے یہ بتلایا گیا کہ ان کو حق تعالیٰ نے زمین میں وہ وسعت وقوت اور سامانِ معیشت عطا فرمایا تھا، جو بعد کے لوگوں کو نصیب بھی نہیں ہوا، لیکن جب انہی نے رسولوں کی تکذیب اور احکامِ خداوندی کی مخالفت اختیار کی تو یہ سارا جاہ وجلال اور مال ومنال اللہ کے عذاب کے سامنے بیکار ثابت ہوا، اور سب کے سب نیست ونابود ہو کر رہ گئے، تو

آج کے مخاطب اہل مکہ جن کو نہ عاد وثمود جیسی قوت وطاقت حاصل ہے، نہ اہل شام ویمن جیسی خوش حالی ان کو اقوال ماضیہ کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا اور اپنے افعال کا جائزہ لینا چاہئے، کہ مخالفت کر کے ان کا کیا انجام ہوگا۔

عاد وثمود وغیرہ جن کو تم سے بڑھ کر طاقت اور ساز وسامان دیا گیا تھا۔ بارشوں اور نہروں کی وجہ سے ان کے باغ اور کھیت شاداب تھے، عیش وخوشحالی کا دور دورہ تھا۔ جب انھوں نے بغاوت اور تکذیب پر کمر باندھی اور نشانہائے قدرت کی ہنسی اڑانے لگے۔ تو ہم نے ان کے جرموں کی پاداش میں ایسا پکڑا کہ نام ونشان بھی باقی نہ چھوڑا۔ پھر انکے بعد دوسری امتیں پیدا کیں اور منکرین ومکذبین کے ساتھ یہ ہی سلسلہ جاری رہا گیا۔ مجرمین تباہ ہوتے رہے اور دنیا کی آبادی میں کچھ خلل نہیں پڑا۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝
اور ہم اگر آپ پر کاغذ پہ لکھی ہوئی کتاب نازل فرمادیتے پھر یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے
تب کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ صریح جادو کے سوا کچھ نہیں۔

کفار کا قرآن کو برحق جان لینے کے باوجود شک کرنے کا بیان

"وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا " مَكْتُوْبًا "فِىْ قِرْطَاسٍ " رَقٍّ كَمَا اقْتَرَحُوْهُ "فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ" اَبْلَغُ مِنْ عَايَنُوْهُ لِاَنَّهٗ اَنْفٰى لِلشَّكِّ "لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ" مَا "هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُبِيْنٌ" تَعَنُّتًا وَّعِنَادًا،

اور ہم اگر آپ پر کاغذ پہ لکھی ہوئی کتاب نازل فرمادیتے پھر یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے، یہاں پر "فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ" عاینوہ سے زیادہ مبالغہ رکھتا ہے کیونکہ معائنہ کرنے کی بہ جائے چھو لینا یہ شک کی نفی کو زیادہ دور کرنے والا ہے۔ تب بھی کافر لوگ حسد اور بغض کے سبب یہی کہتے کہ یہ صریح جادو کے سوا کچھ نہیں۔

سورہ انعام آیت ۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت نضر بن حارث اور عبداللہ بن اُمیہ اور نوفل بن خُوَیلد کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہمارے پاس اللہ کی طرف سے کتاب نہ لاؤ جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں، وہ گواہی دیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور تم اس کے رسول ہو۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں اگر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب اتار دی جاتی وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر اور ٹٹول کر دیکھ لیتے اور یہ کہنے کا موقع بھی نہ ہوتا کہ نظر بندی کردی گئی تھی کتاب اترتی نظر آئی، تھا کچھ بھی نہیں تو بھی یہ بدنصیب ایمان لانے والے نہ تھے، اس کو جادو بتاتے اور جس طرح شق القمر کو جادو بتایا اور اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان نہ لائے اس طرح اس پر بھی ایمان نہ لاتے کیونکہ جو لوگ عناداً انکار کرتے ہیں وہ آیات و معجزات سے منتفع نہیں ہوسکتے۔ (اسباب نزول، ص ۱۸۰)

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ۝

اور بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا، اور اگر ہم فرشتہ اتارتے، تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔

کفار کا نبی کریم ﷺ کی تصدیق کیلئے فرشتے کے مطالبہ کا بیان

"وَقَالُوْا لَوْلَا" هَلَّا "اُنْزِلَ عَلَيْهِ" عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَلَك" يُصَدِّقهُ "وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا" كَمَا اقْتَرَحُوا فَلَمْ يُؤْمِنُوْا "لَقُضِيَ الْاَمْر" بِهَلَاكِهِمْ "ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ" يُمْهَلُوْنَ لِتَوْبَةٍ اَوْ مَعْذِرَة كَعَادَةِ اللّٰه فِيْمَنْ قَبْلهمْ مِنْ اِهْلَاكهمْ عِنْد وُجُود مُقْتَرَحهمْ اِذَا لَمْ يُؤْمِنُوا،

اور بولے ان پر یعنی حضرت محمد ﷺ پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا، جو ان کی تصدیق کرتا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے، جس طرح ان کی تجویز ہے تو وہ ایمان نہ لاتے اور ان کام تمام ہو گیا ہوتا یعنی ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا پھر انہیں توبہ یا معافی کی مہلت نہ دی جاتی۔ جس طرح پہلے کی ہلاکت کیلئے قانون الٰہی تھا کہ جب وہ اپنے مجوزہ حکم پر ایمان نہ لاتے تو ان کی ہلاکت کا قانون جاری کر دیا جاتا۔

یہ کہتے ہیں کہ اگر حضور سچے رسول ہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کی ڈیوٹی کیوں نہیں لگائی؟ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ان کی اس بے ایمانی پر اگر فرشتے آجاتے تو پھر تو کام ہی ختم کر دیا جاتا، چنانچہ اور آیت میں ہے۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (15۔ الحجر:8)

پھر فرماتا ہے بالفرض رسول کے ساتھ کوئی فرشتہ ہم اتارتے یا خود فرشتے ہی کو اپنا رسول بنا کر انسانوں میں بھیجتے تو لامحالہ اسے بصورت انسانی ہی بھیجتے تا کہ یہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ اٹھ سکیں، بات چیت کر سکیں اس سے حکم احکام سیکھ سکیں۔ یکجہتی کی وجہ سے طبیعت مانوس ہو جائے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر انہیں اسی شک کا موقعہ ملتا کہ نہ جانیں یہ سچ مچ فرشتہ ہے بھی یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھی انسان جیسا ہے اور آیت میں ہے۔

(قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا)

(17۔الاسراء:95)

اگر زمین میں فرشتوں کی آبادی ہوتی تو ہم ان کی طرف فرشتے ہی کو رسول بنا کر نازل فرماتے، پس درحقیقت اس رب محسن کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ انسانوں کی طرف انہی کی جنس میں سے انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ اس کے پاس اٹھ بیٹھ سکیں اس سے پوچھ کچھ لیں اور ہم جنسی کی وجہ سے خلط ملط ہو کر فائدہ اٹھا سکیں۔

(لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (3۔ آل عمران: 164)

یقیناً اللہ تعالیٰ محسن حقیقی کا ایک زبردست احسان مسلمانوں پر یہ بھی ہے کہ اس نے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو آیات الٰہیہ ان کے سامنے تلاوت کرتا رہتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتہ ہی اترتا تو چونکہ اس نور محض کو یہ لوگ دیکھ ہی نہیں سکتے اس لئے اسے انسانی صورت میں ہی بھیجتے تو پھر بھی ان پر شبہ ہی رہتا۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ٥
اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے بھی آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر وہی شبہ وارد کر دیتے جو شبہ وہ اب کر رہے ہیں۔

کفار کے مطالبہ پر فرشتہ بھی آتا تو وہ بشر کہہ کر انکار کر دیتے

"وَلَوْ جَعَلْنَاهُ" اَیْ الْمُنَزَّلَ اِلَیْهِمْ "مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ" اَیْ الْمَلَكَ "رَجُلًا" اَیْ عَلٰی صُوْرَتِهٖ لِیَتَمَكَّنُوْا مِنْ رُؤْیَتِهٖ اِذْ لَا قُوَّةَ لِلْبَشَرِ عَلٰی رُؤْیَةِ الْمَلَكِ "و" لَوْ اَنْزَلْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا "لَلَبَسْنَا" شَبَّهْنَا "عَلَیْهِمْ مَا یَلْبِسُوْنَ" عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِاَنْ یَّقُوْلُوْا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ،

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے بھی آدمی ہی کی صورت بناتے جبکہ انسانی قوت فرشتے کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ہم ان پر تب بھی وہی شبہ وارد کر دیتے جو شبہ والتباس وہ اب کر رہے ہیں یعنی اس کی بھی ظاہری صورت دیکھ کر کہتے کہ یہ ہماری مثل بشر ہے۔

رسالت کیلئے انبیاء کرام کو بنی نوع انسانیت سے بھیجنے کا بیان

یہ ان کفار کا جواب ہے جو نبی علیہ السلام کو کہا کرتے تھے یہ ہماری طرح بشر ہیں اور اسی خبط میں وہ ایمان سے محروم رہتے تھے، انہیں انسانوں میں سے رسول مبعوث فرمانے کی حکمت بتائی جاتی ہے کہ ان کے متمتع ہونے اور تعلیم نبی سے فیض اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ نبی صورت بشری میں جلوہ گر ہو کیونکہ فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی تو یہ لوگ تاب نہ لا سکتے، دیکھتے ہی ہیبت سے بیہوش ہو جاتے یا مر جاتے اس لئے اگر بالفرض رسول فرشتہ ہی بنایا جاتا۔

اور صورت انسانی ہی میں بھیجتے تاکہ یہ لوگ اس کو دیکھ سکیں، اس کا کلام سُن سکیں، اس سے دین کے احکام معلوم کر سکیں لیکن اگر فرشتہ صورت بشری میں آتا تو انہیں پھر وہی کہنے کا موقع رہتا کہ یہ بشر ہے تو فرشتہ کو نبی بنانے کا کیا فائدہ ہوتا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ٥
اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے
مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

مقام نبوت کا مذاق اڑانے والوں کو عذاب کے گھیرنے کا بیان

"وَلَقَدْ اُسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ" فِیْهِ تَسْلِیَةٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "فَحَاقَ" نَزَلَ "بِالَّذِیْنَ

سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِئُوْنَ" وَهُوَ الْعَذَابِ فَكَذَا يَحِيقُ بِمَنْ اسْتَهْزَأَ بِك،

اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔ تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ یعنی وہ عذاب ہے جو بھی آپ ﷺ کا مذاق کرے گا اس کو گھیر لے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کو تسکین اور تسلی دیتا ہے کہ آپ دل گرفتہ نہ ہوں آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء آئے ان کا بھی مذاق اڑایا گیا لیکن بالآخر مذاق اڑانے والے تو برباد ہو گئے اسی طرح آپ کے ساتھ بھی جو لوگ بے ادبی سے پیش آتے ہیں ایک روپیس دیئے جائیں گے، لوگو! ادھر ادھر پھر پھرا کر عبرت کی آنکھوں سے ان کے انجام کو دیکھو جنہوں نے تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بدسلوکی کی، ان کی نہ مانی اور ان پر پھبتیاں کسیں دنیا میں بھی وہ خراب وخستہ ہوئے اور آخرت کی مار ابھی باقی ہے، رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے یہاں بھی ترقی دی اور وہاں بھی انہیں بلند درجے عطا فرمائے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۝
تم فرما دو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

زمین کی سیر عبرت حاصل کرنے کیلئے کرنے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ" الرُّسُل مِنْ هَلَاكِهِمْ بِالْعَذَابِ لِيَعْتَبِرُوْا،

تم فرما دو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ یعنی جنہوں نے رسولان گرامی کو جھٹلایا ان کا انجام عذاب کے ساتھ کیسا ہوا تاکہ تم عبرت حاصل کرو۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝
آپ ان سے سوال فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے؟ فرما دیں کہ اللہ ہی کا ہے، اس نے
اپنی ذات پر رحمت لازم فرمالی ہے، وہ تمہیں روزِ قیامت جس میں کوئی شک نہیں ضرور جمع فرمائے گا،
جنہوں نے اپنی جانوں کو دائمی خسارے میں ڈال دیا ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

قیامت کے انکار کے سبب خود کو عذاب میں ڈالنے کا بیان

"قُلْ لِمَنْ مَّا فِي السَّمَاوَات وَالْاَرْض قُلْ لِلّٰهِ" اِنْ لَمْ يَقُوْلُوْهُ لَا جَوَاب غَيْره "كَتَبَ عَلٰى نَفْسه"

قَضٰی عَلٰی نَفْسِه "الرَّحْمَةَ" فَضْلًا مِنْهُ وَفِیْهِ تَلَطُّف فِیْ دُعَائِهِمْ اِلَی الْاِیْمَان "لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْم الْقِیَامَة" لِیُجَازِیَکُمْ بِاَعْمَالِکُمْ "لَا رَیْبَ" شَکَّ "فِیْهِ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ" بِتَعْرِیْضِهَا لِلْعَذَابِ مُبْتَدَأ خَبَره "فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ"

آپ ان سے سوال فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے؟ پھر یہ بھی فرمادیں کہ اللہ ہی کا ہے، اگر وہ اس کا جواب نہ دیں۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس نے اپنی ذات پر رحمت لازم فرمالی ہے، اسی میں ان کو دعوت ایمان میں نرمی ہے۔ وہ تمہیں روزِ قیامت جس میں کوئی شک نہیں ضرور جمع فرمائے گا، تاکہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دے۔ جنہوں نے اپنی جانوں کو دائمی خسارے میں ڈال دیا ہے یعنی انہوں نے خود عذاب کو لے لیا ہے الذین مبتداء ہے اور ''فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ'' اس کی خبر ہے۔ سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اللہ کی رحمت کا غضب پر غالب آنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے لوح محفوظ میں لکھ لیا سو وہ اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم، حدیث نمبر 453)

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝
اور وہ ساری مخلوق جو رات میں اور دن میں آرام کرتی ہے، اسی کی ہے، اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

دن اور رات میں رہنے والی ساری مخلوق اللہ ہی کی ہے

"وَلَهٗ" تَعَالٰی "مَا سَكَنَ" حَلَّ "فِی اللَّیْل وَالنَّهَار" اَیْ کُلّ شَیْء فَهُوَ رَبّه وَخَالِقه وَمَالِکه "وَهُوَ السَّمِیْع" لِمَا یُقَال "الْعَلِیْم" بِمَا یُفْعَل

اور وہ ساری مخلوق جو رات میں اور دن میں آرام کرتی ہے، اسی کی ہے، پس وہی اس کا رب، خالق اور مالک ہے۔ اور وہ ان کو کہی ہوئی بات کو خوب سننے والا، ان کے گئے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا اے محمد ﷺ ہمیں پتہ چلا ہے کہ جس چیز کی آپ دعوت دیتے ہیں اس پر آپ کو حاجت مجبور کرتی ہے سو ہم آپ کے لیے اپنے اموال میں اتنا حصہ مقرر کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سب میں امیر ترین شخص بن جائیں گے لیکن آپ مصر ہوئے ہیں اس سے رجوع کرلیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (زادالمسیر 3۔10، نیسابوری 180)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ط

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے

تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔

اللہ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہ ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا" اَعْبُدُهُ "فَاطِرِ السَّمَاوَات وَالْاَرْض" مُبْدِعهمَا "وَهُوَ يُطْعِم" يَرْزُق "وَلَا يُطْعَم" يُرْزَق "قُلْ اِنِّي اُمِرْت اَنْ اَكُوْن اَوَّل مَنْ اَسْلَمَ" لِلّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّة "و" قِيلَ لِي "لَا تَكُوْنَن مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" بِهِ،

تم ان سے فرماؤ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں یعنی کسی غیر کی عبادت کروں، وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور خود کھانے سے پاک ہے تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ اس امت سے سب سے پہلے گردن رکھوں اور مجھے کہا گیا ہے کہ ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔

سورہ انعام آیت ۱۴ کے شان نزول کا بیان

جب کفار نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ دادا کے دین کی دعوت دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

قبا کے رہنے والے ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم بھی آپ کے ساتھ گئے، جب حضور کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا، اس کے بہت بڑے احسان ہم پر ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور کھانے پینے کو دیا اور تمام بھلائیاں عطا فرمائیں اللہ کا شکر ہے جسے ہم پورا ادا کر ہی نہیں سکتے اور نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں، ہم اس کی ناشکری نہیں کرتے، نہ اس سے کسی وقت ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں، الحمد للہ اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، کپڑے پہنائے، گمراہی سے نکال کر رہ راست کھائی، اندھے پن سے ہٹا کر آنکھیں عطا فرمائیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں مختص ہیں جو تمام جہان کا پالنہار ہے، پھر فرماتا ہے کہ اے پیغمبر اعلان کر دو کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے اللہ کا غلام بن جاؤں، پھر فرماتا ہے خبردار ہرگز ہرگز مشرکوں سے نہ ملنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) نازل ہوئی اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو بلایا عام وخاص سب کو جمع فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے کعب بن لوی کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے عبد شمس کے قبیلے والو! اپنے آپ کو دوزخ سے

بچاؤ اے عبد مناف کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے بنی عبدالمطلب والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے۔

کیونکہ میں تمہارے لئے اللہ سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور بحیثیت رشتہ داری کے میں تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 501)

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۝
تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

"قُلْ اِنِّی اَخَاف اِنْ عَصَیْت رَبِّی" بِعِبَادَةِ غَیْرہ "عَذَاب یَوْم عَظِیْم" هُوَ یَوْم الْقِیَامَة

تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی یعنی غیر کی عبادت کر کے کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب یعنی قیامت کے دن کا ڈر ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، اسلام وایمان کے خلاف شرک ومعصیت کا صادر ہونا آپ سے ممکن نہیں، مگر یہاں سُنانا عام اُمت کو ہے۔

مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ۝
اس دن جس شخص سے وہ پھیر دیا گیا تو بیشک اس پر رحم فرمایا، اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

اللہ کی رحمت کا قیامت کے دن عطاء ہونے کا بیان

"مَنْ یُصْرَف" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ اَیْ الْعَذَاب وَلِلْفَاعِلِ اَیْ اللّٰه وَالْعَائِد مَحْذُوف "عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ" تَعَالٰی اَیْ اَرَادَ لَهُ الْخَیْر "وَذٰلِكَ الْفَوْز الْمُبِین" النَّجَاة الظَّاهِرَة.

یصرف یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ معروف کی صورت میں اس کا فاعل لفظ اللہ ہوگا اور عائد محذوف ہے۔ اس دن جس شخص سے وہ عذاب پھیر دیا گیا تو بیشک اللہ نے اس پر رحم فرمایا، یعنی اس دن اللہ نے تجھ پر رحم کیا جو بھلائی کا ارادہ ہے۔ اور یہی اُخروی بخشش کھلی کامیابی ہے۔ یعنی ظاہری نجات ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝
اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تجھے کوئی
بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مشکلات کو حل کرنے کا بیان

"وَاِنْ یَمْسَسْك اللّٰه بِضُرٍّ" بَلَاء كَمَرَضٍ وَفَقْر "فَلَا كَاشِف" رَافِع "لَهُ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یَمْسَسْك

بِخَیْرٍ " کَصِحَّۃٍ وَغِنًی " فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ " وَمِنْہُ مَسُّکَ بِہٖ وَلَا یَقْدِرُ عَلٰی رَدِّہٖ عَنْکَ غَیْرُہٗ،

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے یعنی جس طرح مرض اور فقر ہے تو اس کے سوا سے کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے جیسے صحت و دولت ہے۔ تو وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ اور وہی اس پریشانی کو دور کرنے والا ہے اور اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اے اللہ جسے تو دے اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، اس کے بعد فرماتا ہے وہ اپنے بندوں پر قاہر و غالب ہے، سب کی گردنیں اس کے سامنے پست ہیں، سب بڑے اس کے سامنے چھوٹے ہیں، ہر چیز اس کے قبضے اور قدرت میں ہے تمام مخلوق اس کی تابعدار ہے اس کے جلال اسکی کبریائی اس کی عظمت اسکی بلندی اس کی قدرت تمام چیزوں پر غالب ہے ہر ایک کا مالک وہی ہے، حکم اسی کا چلتا ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے ردیف بنالیا، کچھ دور چلنے کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لڑکے! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کو یاد رکھو! اللہ تم کو یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو گے تو اس کو ہر حال میں اپنے سامنے پاؤ گے، تم امن و عافیت اور خوش عیشی کے وقت اللہ تعالیٰ کو پہچانو تو تمہاری مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ تم کر پہچانے گا، جب تم کو سوال کرنا ہو تو صرف اللہ سے سوال کرو، اور مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ سے مدد مانگو، جو کچھ دنیا میں ہونے والا ہے قلم تقدیر کا اس کو لکھ چکا ہے، اگر ساری مخلوقات مل کر اس کی کوشش کریں کہ تم کو ایسا نفع پہنچا دیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں نہیں رکھا تو وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے، اور اگر وہ سب مل کر اس کی کوشش کریں کہ تم کو ایسا نقصان پہنچا دیں جو تمہاری قسمت میں نہیں ہے تو ہرگز اس پر قدرت نہ پائیں گے، اگر تم کر سکتے ہو کہ یقین کے ساتھ صبر پر عمل کرو تو ایسا ضرور کرلو، اگر اس پر قدرت نہیں تو صبر کرو، کیونکہ اپنی خلاف طبع چیزوں پر صبر کرنے میں بڑی خیر و برکت ہے، اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کے ساتھ ہے، اور مصیبت کے ساتھ راحت اور تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ (یہ حدیث ترمذی اور مسند احمد)

نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی مثال کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور اس چیز کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے (یعنی دین و شریعت) اس آدمی کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں ننگا (یعنی بے غرض) ڈرانے والا ہوں، لہٰذا تم اپنی نجات کو تلاش کرو، چنانچہ اس کی قوم کی ایک جماعت نے اس کی فرمانبرداری کی اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گئی اور نجات پالی ان میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور صبح تک اپنے گھروں میں رہا صبح کو لشکر نے آ کر ان کو پکڑ لیا اور ہلاک کر ڈالا (یہاں تک کہ) ان کی جڑیں کھود ڈالیں یعنی ان کی نسل تک کا خاتمہ کر دیا، چنانچہ یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے میری فرمانبرداری کی اور جو (احکام) میں لایا ہوں ان کی پیروی

کی اور اس آدمی کی بھی یہی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات (یعنی دین وشریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 145)

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○
اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ بڑی حکمت والا خبر دار ہے۔

اللہ تعالی کی قدرت مطلقہ کا بیان

"وَهُوَ الْقَاهِر" الْقَادِر الَّذِيْ لَا يُعْجِزهُ شَيْء مُسْتَعْلِيًا "فَوْق عِبَاده وَهُوَ الْحَكِيْم" فِيْ خَلْقه "الْخَبِيْر" بِبَوَاطِنِهِمْ كَظَوَاهِرِهِمْ،

اور وہی قدرت والا یعنی اس بلند شان سے اس کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ اپنی مخلوق میں بڑی حکمت والا، ان کے ظاہر و باطن سے خبر دار ہے۔

القاھر۔ القہر کے معنی کسی پر غلبہ پا کر اسے ذلیل کرنے کے ہیں اور تذلیل و غلبہ ہر دو کے معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ واما الیتیم فلا تقھر، تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو۔ یعنی اسے ذلیل نہ کرو القاھر خبر ہے ھو مبتدا کی۔

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ
قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○
آپ ان سے دریافت فرمائیے کہ گواہی دینے میں سب سے بڑھ کر کون ہے؟ آپ فرمادیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان
گواہ ہے، اور میری طرف یہ قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے تمہیں اور ہر اس شخص کو جس تک پہنچے ڈر سناؤں۔ کیا
تم واقعی اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟ آپ فرمادیں: میں گواہی نہیں دیتا، فرمادیجئے، بس معبود تو
وہی ایک ہی ہے اور میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

اللہ کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی کے نہ ہونے کا بیان

نَزَلَ لَمَّا قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِئْتِنَا بِمَنْ يَشْهَد لَك بِالنُّبُوَّةِ فَاِنَّ اَهْل الْكِتَاب اَنْكَرُوك: "قُلْ" لَهُمْ "اَيّ شَيْء اَكْبَر شَهَادَة" تَمْيِيز مُحَوَّل عَنْ الْمُبْتَدَا "قُلْ اللّٰه" اِنْ لَمْ يَقُوْلُوْهُ لَا جَوَاب غَيْره هُوَ "شَهِيد بَيْنِيْ وَبَيْنكُمْ" عَلَى صِدْقِي "وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰن لِاُنْذِرَكُمْ" اُخَوِّفكُمْ يَا اَهْل

مَكَّةَ "بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ" عُطِفَ عَلٰى ضَمِيرِ اُنْذِرَكُمْ اَىْ بَلَغَهُ الْقُرْاٰنُ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ "اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى" اِسْتِفْهَامُ اِنْكَارِىٍّ "قُلْ" لَهُمْ "لَا اَشْهَدُ" بِذٰلِكَ "قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىْ بَرِىْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ" مَعَهُ مِنَ الْاَصْنَامِ،

جب اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اس شخص کو پیش کریں جو آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دے۔ کیونکہ اہل کتاب نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کر چکے تھے۔ تو تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

آپ ان سے دریافت فرمائیے کہ گواہی دینے میں سب سے بڑھ کر کون ہے؟ یہاں پر شہادۃ یہ مبتداء سے نقل ہو کر تمیز ہے اور اگر وہ اس کا جواب نہ دیں کیونکہ اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے لہٰذا آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ میرے صداقت اور تمہارے درمیان گواہ ہے، اور میری طرف یہ قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ اے اہل مکہ اس کے ذریعے تمہیں اور ہر اس شخص کو جس تک پہنچے ڈر سناؤں۔ یہاں من بلغ کا عطف لانذرکم کی ضمیر پر ہے یعنی قرآن جس تک پہنچ گیا ہو خواہ وہ انسان ہو یا جن ہو، کیا تم واقعی اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ آپ ان سے فرما دیں، میں تو اس غلط بات کی گواہی نہیں دیتا، فرما دیجئے، بس معبود تو وہی ایک ہی ہے اور میں ان سب چیزوں سے بیزار ہوں جن بتوں کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

سورہ انعام آیت ۱۹ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ مکہ کے سرداروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم کسی کو نہیں دیکھتے جو اس رسالت کے معاملے میں جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں آپ کی تصدیق کرتا ہو ہم نے آپ کے بارے میں یہود اور نصاریٰ سے پوچھا لیکن وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آپ کا کوئی ذکر ہے نہ صفت۔

لہٰذا آپ ﷺ ایسا کیجیے کہ ہمارے سامنے کوئی ایسا شخص پیش کیجیے جو آپ کے زعم کے مطابق آپ کے رسول ﷺ ہونے پر گواہی دے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 180، سیوطی 115، زادالمسیر 3-13، قرطبی 6-399)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ٥
جن کو ہم نے کتاب دی اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹے کو پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی جان نقصان
میں ڈالی وہ ایمان نہیں لاتے۔

اہل کتاب کی کتابوں میں نعت رسول ﷺ کی پہچان کا بیان

"اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُوْنَهٗ" اَىْ مُحَمَّدًا بِنَعْتِهٖ فِىْ كِتَابِهِمْ "كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمُ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ" مِنْهُمْ "فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ" بِهٖ،

جن کو ہم نے کتاب دی اس نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی نعت مبارکہ کو اپنی کتابوں میں پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹے کو پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی وہ ایمان نہیں لاتے۔

سابقہ کتب سماوی میں اوصاف محمدیہ ﷺ کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے یہود میں داخل تھے، پھر مسلمان ہوگئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہو جیسے اپنی اولاد کو اس کی کیا وجہ ہے؟ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اوصاف کے ساتھ جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں نازل فرمائے، اس لئے اس کا علم ہمیں یقینی اور قطعی طور پر ہے، بخلاف اپنی اولاد کے کہ اس میں شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے بھی یا نہیں۔

حضرت زید بن سعنہ جو اہل کتاب میں سے ہیں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات وانجیل کے بیان کردہ اوصاف ہی کے ذریعہ پہچانا تھا، صرف ایک وصف ایسا تھا جس کی ان کو پہلے تصدیق نہیں ہوسکی تھی، امتحان کے بعد تصدیق ہوئی، وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ پر غالب ہوگا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر تجربہ کیا تو یہ صفت بھی پوری طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی اسی وقت مسلمان ہوگئے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے، بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے۔

اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی بہتان بازی کا بیان

"وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَی اللّٰه كَذِبًا" بِنِسْبَةِ الشَّرِيكِ اِلَيْهِ "اَوْ كَذَّبَ بِ اٰيَاتِهِ" الْقُرْاٰن "اِنَّهٗ" اَیْ الشَّاْن "لَا يُفْلِح الظَّالِمُوْنَ" بِذٰلِكَ،

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یعنی جو اللہ کی نسبت شرک ٹھہرائے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے یا اس کی آیات یعنی قرآن کو جھٹلائے، بیشک وہ ایسا کرنے والے ظالم فلاح نہ پائیں گے۔

بت پرست مشرکین کے بہتان کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کے پاس آئے تو اندر جانے سے انکار کردیا اور اس میں بت رکھے ہوئے تھے۔ ان کے نکالنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، چنانچہ وہ نکال دیئے گئے۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بت بھی نکال دیئے کہ ان دونوں کے ہاتھ میں پانسے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو برباد کرے۔

واللہ وہ لوگ جانتے ہیں ان دونوں نے کبھی پانسے نہیں پھینکے، پھر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے اطراف (کونوں) میں تکبیر کہی اور نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1538)

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○
اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔

قیامت کے دن شرکاء کے بارے سوال ہونے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوا" تَوْبِيخًا "اَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ" اَنَّهُمْ شُرَكَاء اللّٰه،

اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے بہ طور توبیخ فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔یعنی جن کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔

سورۃ قصص کی آیت (وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (28۔القصص:62) میں بھی یہ موجود ہے۔اس کے بعد کی آیت میں جو لفظ فتنتھم ہے اس کا مطلب فتنہ سے مراد حجت و دلیل، عذر و معذرت، ابتلا اور جواب ہے۔حضرت ابن عباس سے کسی نے مشرکین کے اس انکار شرک کی بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک وقت یہ ہوگا کہ اور ایک اور وقت ہوگا کہ اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔پس ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض و اختلاف نہیں جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحد نمازی جنت میں جانے لگے تو کہیں گے آؤ ہم بھی اپنے مشرک ہونے کا انکار کردیں، اس انکار کے بعد ان کی زبانیں بند کردی جائیں گی اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہیاں دینے لگیں گے تو اب کوئی بات اللہ سے نہ چھپائیں گے۔یہ توجیہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ نے فرمایا اب تو تیرے دل میں کوئی شک نہیں رہا؟ سنو بات یہ ہے کہ قرآن میں ایسی چیزوں کا دوسری جگہ بیان و توجیہ موجود ہے لیکن بے علمی کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچتیں۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○
پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔

مشرکین کا کوئی بہانہ قابل قبول نہ ہونے کا بیان

"ثُمَّ لَمْ تَكُنْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "فِتْنَتُهُمْ" بِالنَّصْبِ وَالرَّفْع اَيْ مَعْذِرَتهمْ "اِلَّا اَنْ قَالُوا" اَيْ قَوْلهمْ "وَاللّٰهُ رَبِّنَا" بِالْجَرِّ نَعْت وَالنَّصْب نِدَاء،

پھر ان کی کچھ بناوٹ لم تکن یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔اور فتنہ یہ نصب اور رفع دونوں طرح آیا ہے یعنی ان کا عذر ہے۔پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔یہاں پر ربنا یہ لفظ اللہ کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور جبکہ ندا،

ہونے کے سبب منصوب ہے۔

امام ابن جریر نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں۔ثم لم یکن قیلهم عند فتنتنا ایاهم اعتذارا مما سلف منهم من الشرك بالله ۔(جب ہم انھیں سوال کی بھٹی میں جھونکیں گے تو دنیا میں جوانہوں نے شرک کیا، اس کی معذرت کے لئے یہ کہے بغیر ان کے لئے کوئی چارانہ ہوگا کہ ہم تو مشرک ہی نہ تھے) یہاں یہ اشکال پیش نہ آئے کہ وہاں تو انسانوں کے ہاتھ پیر گواہی دیں گے اورزبانوں پر تو مہریں لگادی جائیں گی پھر یہ انکار کس طرح کریں گے؟ اس کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیا ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ اہل توحید مسلمان جنت میں جارہے ہیں تو یہ باہم مشورہ کر کے اپنے شرک کرنے سے انکار کردیں گے۔تب اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگادے گا اوران کے ہاتھ پاؤں جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اس کی گواہی دیں گے اور یہ اللہ سے کوئی بات چھپانے پر قادر نہ ہوسکیں گے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ٥
دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے اوپر اور گم گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے۔

مشرکین کا قیامت کے دن عقیدہ شرک کی نفی کرنے کا بیان

"اُنْظُرْ" يَا مُحَمَّدٍ "كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسَهُمْ" بِنَفْيِ الشِّرْك عَنْهُمْ "وَضَلَّ" غَابَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" يَفْتَرُوْنَهُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ شُرَكَاء،

یا محمد ﷺ آپ دیکھیں کہ کیسا جھوٹ باندھا یعنی جوان سے شرک کی نفی ہوئی خود اپنے اوپر اور گم ہو گئے ان سے وہ بہتان جو اللہ پر شرک کے باندھتے تھے۔

ظالموں پر اللہ کی لعنت ہونے کا بیان

حضرت صفوان بن محرز مازنی روایت کرتے ہیں، کہ میں ابن عمر کے ساتھ ایک باران کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جارہا تھا، کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہا کہ تم نے سرگوشی کرنے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح سنا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قریب بلائے گا۔

اوراس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپائے گا، پھر فرمائے گا، کیا تمہیں فلاں فلاں گناہ معلوم ہے؟ وہ کہے گا ہاں! اے میرے پروردگار! یہاں تک کہ وہ جب اس سے گناہوں کا اقرار کرالے گا، تو وہ مومن اپنے دل میں سمجھے گا، کہ وہ تو اب تباہ ہوگیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہ پر پردہ ڈالا، آج میں تیرے گناہ کو بخش دیتا ہوں، پھر نیکیوں کی کتاب اسے دی جائے گی، لیکن کافر اور منافق تو ان کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہی لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا سن لو کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2338)

علی بن ربیعہ، مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جھوٹ جو مجھ پر لگایا جائے اس طرح کا نہیں ہے جو کسی کے اوپر لگایا جائے مجھ پر جو شخص جھوٹ لگائے یا میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص پر نوحہ کیا جائے اس پر عذاب کیا جاتا ہے اس سبب سے کہ اس پر نوحہ کیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر1234)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب میں تم سے کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کروں تو واللہ آسمان سے گرایا جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں آپ کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں اور جب میں تم سے اس چیز کے متعلق گفتگو کروں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے (تو میں اس میں جھوٹ نہ بولوں گا، اس لئے کہ حدیث جنگ سے مختلف ہے) جنگ تو فریب ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو نوعمر اور کم عقل ہوں گے، باتیں تو اچھے لوگوں جیسی کریں گے (لیکن) ان کا ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا (حنوق یا حناجر کا لفظ فرمایا) وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے تم جہاں بھی ایسے لوگوں کو پاؤ قتل کردو، اس لئے کہ قیامت کے دن اس کو اجر ملے گا۔ جس نے انہیں قتل کیا۔ (صحیح بخاری: جلدسوم: حدیث نمبر1859)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

اور ان میں کچھ وہ بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیوں کو دیکھ لیں تو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔

قرآن کو قبول کرنے کی نیت سے نہ سننے والوں کا بیان

"وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِع اِلَيْك" اِذَا قَرَأْت "وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبهمْ اَكِنَّة" اَغْطِيَة لِـ "اَنْ" لَا "يَفْقَهُوْهُ" يَفْهَمُوا الْقُرْاٰن "وَفِيْ اٰذَانهمْ وَقْرًا" صَمَمًا فَلَا يَسْمَعُوْنَهُ سَمَاع قَبُوْل "وَاِنْ يَّرَوْا كُلّ اٰيَة لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰى اِذَا جَاءُوْك يُجَادِلُوْنَك يَقُوْل الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ" "مَا "هٰذَا" الْقُرْاٰن "اِلَّا اَسَاطِير الْاَوَّلِيْنَ" اَكَاذِيب كَالْاَضَاحِيكِ وَالْاَعَاجِيب جَمْع اُسْطُوْرَة بِالضَّمِّ،

اور ان میں کچھ وہ بھی ہیں جب آپ پڑھتے ہیں تو وہ آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر ان کی اپنی بدبختی کے باعث پردے ڈال دیئے ہیں سو اب ان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس قرآن کو سمجھ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، لہٰذا وہ قبول کرنے والی سماعت کو نہ سن سکیں گے۔ اور اگر وہ تمام نشانیوں کو کھلا بھی دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان

32

نہیں لائیں گے۔حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں اس وقت کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔یعنی جس طرح مذاحیہ لطیفے اور عجیب کہانیاں ہوتی ہیں۔یہاں پر یہ اسطورہ کی جمع ہے جوضمہ کے ساتھ آئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف اور ابی بن خلف نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کو غور سے سنا تو انہوں نے نضر سے پوچھا اے ابوقتیلہ محمد کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا یہ شعر کہتا ہے میں تو یہی جانتا ہوں کہ یہ ہونٹوں کو حرکت دے کر کچھ بولتے ہیں اور جیسا کہ میں تمہیں پچھلے لوگوں کے قصے سناتا ہوں اسی طرح یہ بھی پچھلوں کے قصے ہی بیان کرتے ہیں یہ نضر پچھلوں کے واقعات بہت زیادہ سناتا تھا اور قریش اس کی باتوں کو بڑی دل چسپی سے سنتے تھے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔(زادالمسیر 3۔18،نیسابوری 181)

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○
اور وہ اس سے روکتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں، اور وہ محض اپنی ہی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

حق کی اتباع سے دور ہوکر ہلاک ہونے کا بیان

"وَهُمْ يَنْهَوْنَ" النَّاس "عَنْهُ" عَنْ اِتِّبَاع النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَيَنْأَوْنَ" يَتَبَاعَدُوْنَ "عَنْهُ" فَلَا يُـؤْمِنُوْنَ بِهِ وَقِيلَ: نَزَلَتْ فِيْ اَبِي طَالِب كَانَ يَنْهَى عَنْ اَذَاهُ وَلَا يُؤْمِن بِهِ "وَاِنْ" مَا "يُهْلِكُوْنَ" بِالنَّأْيِ عَنْهُ "اِلَّا اَنْفُسَهُمْ" لِاَنَّ ضَرَره عَلَيْهِمْ "وَمَا يَشْعُرُوْنَ" بِذٰلِكَ،

اور وہ دوسروں کو اس نبی مکرم ﷺ کی اتباع سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں، لہٰذا وہ ایمان نہ لائیں گے کہا گیا ہے یہ آیت جناب ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کو ایذاء دیتے ان کو منع کرتے تھے لیکن وہ خود ایمان نہیں لائے۔اور وہ محض اپنی ہی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں کیونکہ اس کا نقصان انہیں پر تھا اور وہ اس ہلاکت کا شعور بھی نہیں رکھتے۔

ابن عباس سے قول خداوندی۔وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـــــوْنَ عَنْهُ۔کے بارے میں روایت کر کے خبر دی انہوں نے کہا یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے سے منع کرتے تھے اور آپ کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے یہ عطاء بن دینار کا قول ہے اور القاسم بن مخیرہ کا قول ہے مقاتل کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ ابوطالب کے پاس بیٹھے انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے ابوطالب کے پاس قریش جمع ہوگئے جو نبی کریم کے ساتھ بدسلوکی کرنا چاہتے تھے ابوطالب نے کہا، واللہ لن یصلو الیك بجمعهم، حتی اوسد فی التراب دفینا۔

خدا کی قسم میرے مٹی میں دفن ہونے تک یہ لوگ اکٹھے ہوکر بھی ہرگز آپ تک نہیں پہنچیں گے۔فاصدع بامرک ماعلیک

غصاصة، وابشر وقربذا لک منک عیونا۔ ترجمہ۔ آپ اپنا مشن بلند آواز سے بیان کریں اور کسی بات کی فکر نہ کریں آپ کو خوش خبری اور اس سے آپ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ وعرضت دینا لا محالة انه، من خیر ادیان البریة دینا ۔ترجمہ۔ آپ نے ایسا دین پیش کیا کہ جو ہر حال میں مخلوق خدا کے دینوں میں سے بہتر دین ہے۔

لولا الملامة او حذاری سبة، لو جدتنی سمحا بذاك مبینا ،اگر ملامت کا ڈر نہ ہوتا یا بدکلامی سے پرہیز مانع نہ ہوتا تو آپ مجھے ایک مضبوط اور فراخ دل پاتے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــوْنَ عَنْهُ نازل کی۔

محمد بن الحنفیہ، السدی، اور الضحاک کا قول ہے کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی یہ کفار لوگوں کو محمد کی پیروی سے دو ہٹاتے تھے اور اپنے آپ کو آپ سے دور رکھتے تھے الوالبی کی روایت میں یہ ابن عباس کا قول ہے۔ (تفسیر جامع البیان، ج ۷، ص ۱۱۰)

جناب ابوطالب کا مسئلہ علم الکلام سے متعلق ہے جس پر علمائے کلام نے سکوت اختیار کیا ہے جبکہ حیران کن امر یہ ہے کہ آج کل کے زمانے میں بعض لوگ اس مسئلہ میں کلام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جنہیں علم کلام تو بڑی دور کی بات ہے بلکہ علم کلام کے مبادیات کا بھی پتہ نہیں ہوتا اور نام نہاد سکالر بن کر لوگوں میں گمراہی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری درخواست اہل علم وعوام سے ہے کہ وہ اس مسئلہ میں زبان کو بند کرلیں اور سکوت اختیار کریں۔ کیونکہ قیامت کے دن اس قسم کا کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ دلائل اور ان میں صحیح دلیل یا غلط دلیل یہ اہل کلام کا مسئلہ ہے۔ عام علماء اور لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ پس اس سے اعراض ہی بہتر راستہ ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ٥
اگر آپ دیکھیں جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے، اے کاش! ہم پلٹا دیئے جائیں تو ہم اپنے رب
کی آیتوں کو نہیں جھٹلائیں گے اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں گے۔

جہنم کے کنارے کھڑے ہو کر واپس پلٹنے کی تمنا کرنے کا بیان

"وَلَوْ تَرٰى" يَا مُحَمَّدُ "إِذْ وُقِفُوْا" عُرِضُوْا "عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يَا" لِلتَّنْبِيهِ "لَيْتَنَا نُرَدُّ" إِلَى الدُّنْيَا "وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" بِرَفْعِ الْفِعْلَيْنِ اسْتِئْنَافًا وَنَصْبِهِمَا فِيْ جَوَابِ التَّمَنِّيْ وَرَفْعِ الْأَوَّلِ وَنَصْبِ الثَّانِيْ وَجَوَابُ لَوْ رَأَيْتَ أَمْرًا عَظِيْمًا،

یا محمد ﷺ اگر آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب وہ آگ کے کنارے پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے، اے کاش! ہم دنیا میں پلٹا دیئے جائیں، یہاں پر یاء انتباہ کیلئے آیا ہے۔ تو اب ہم اپنے رب کی آیات کو کبھی نہیں جھٹلائیں گے اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے دونوں افعال رفع کے ساتھ آئے ہیں اور جواب تمنی کیلئے دونوں افعال نصب کے ساتھ بھی آئے ہیں۔ اور اول کا مرفوع اور ثانی کا منصوب بھی جائز ہے۔ اور حرف لو کا جواب "رَأَيْتَ أَمْرًا عَظِيْمًا" محذوف ہے

ستر برس تک جہنم میں پتھر کے گرتے جانے کا بیان

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے ہمارے اس منبر یعنی بصرہ کے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر جہنم کے کنارے سے ایک بڑا پتھر پھینکا جائے اور ستر برس تک نیچے گرتا رہے تب بھی وہ اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا۔ پھر عتبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا کہ جہنم کو بکثرت یاد کرو اس لئے کہ اس کی گرمی بہت شدید، اس کی گہرائی انتہائی بعید اور اس کے کوڑے حدید (لوہے) کے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں کہ حسن نے عتبہ بن غزوان سے کوئی حدیث سنی ہو کیونکہ وہ بصرہ، حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں آئے تھے اور حسن، حضرت عمر کی خلافت ختم ہونے سے صرف دو سال پہلے پیدا ہوئے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 479)

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝
بلکہ ان پر وہ ظاہر ہو گیا ہے جو وہ پہلے چھپایا کرتے تھے، اور اگر وہ لوٹا دیئے جائیں تو وہی دہرائیں گے جس سے
وہ روکے گئے تھے اور بیشک وہ جھوٹے ہیں۔

مشرکین کے اعضاء کا ان کے کردہ شرک کی گواہی دینے کا بیان

"بَلْ" لِلْاِضْرَابِ عَنْ اِرَادَةِ الْاِيْمَانِ الْمَفْهُوْمِ مِنَ التَّمَنِّيْ "بَدَا" ظَهَرَ "لَهُمْ مَا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ" يَكْتُمُوْنَ بِقَوْلِهِمْ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" بِشَهَادَةِ جَوَارِحِهِمْ فَتَمَنَّوْا ذٰلِكَ "وَلَوْ رُدُّوْا" اِلَى الدُّنْيَا فَرْضًا "لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ" مِنَ الشِّرْكِ "وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ" فِيْ وَعْدِهِمْ بِالْاِيْمَانِ،

یہاں پر بل ان کے ارادہ ایمان سے اعراض کیلئے ہے۔ جو تمنا سے مفہوم ہے اس کی مثال کیلئے آیا ہے۔ یعنی اس اقرار میں کوئی سچائی نہیں بلکہ ان پر وہ سب کچھ ظاہر ہو گیا ہے جو وہ اپنے قول "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" سے پہلے چھپایا کرتے تھے، جو ان کے اعضاء کی شہادت سے ظاہر ہو جائے گی لہٰذا وہ اس کی تمنا کریں گے۔ اور اگر وہ دنیا میں لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر وہی دہرائیں گے جس شرک سے وہ روکے گئے تھے اور بیشک وہ اپنے وعدہ ایمان میں پکے جھوٹے ہیں۔

بَلْ جو اِضْرَاب یعنی پہلی بات سے گریز کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس کے کئی مفہوم بیان کیے گئے ہیں (۱) ان کے لئے وہ کفر اور عناد و تکذیب ظاہر ہو جائے گی، جو اس سے قبل وہ دنیا یا آخرت میں چھپاتے تھے۔ یعنی جس کا انکار کرتے تھے، جیسے وہاں بھی کہیں گے ما کنا مشرکین (ہم تو مشرک ہی نہ تھے (۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی صداقت کا علم جو ان کے دلوں میں تھا۔ لیکن پیروکاروں سے چھپاتے تھے۔ وہاں ظاہر ہو جائے گا (۳) یا منافقین کا نفاق وہاں ظاہر ہو جائے گا جسے وہ دنیا میں اہل ایمان سے چھپاتے تھے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ۝

اور وہ کہتے رہیں گے کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا کوئی نہیں اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔

کفار کا صرف دنیاوی زندگی پر اعتماد کرنے کا بیان

"وَقَالُوْا" اَیْ مُنْکِرُو الْبَعْث "اِنْ" مَا "هِیَ" اَیْ الْحَیَاة، اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْن

اور وہ بعث کے انکاری کہتے رہیں گے کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا کوئی نہیں اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔

عذاب قبر کے برحق ہونے اور عقیدہ کے رد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزا و احباب واپس آتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں اور ان کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کیا کہتے تھے؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھو جس کو اللہ نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔

چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت و دوزخ) کو دیکھتا ہے۔ اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو لوگ (مومن) کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن شریف پڑھا؟ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم الفاظ صحیح البخاری کے ہیں، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 123)

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝

اور اگر آپ دیکھیں جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے، اللہ فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں ہے؟ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم اللہ فرمائے گا پس تم عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔

قیامت کے دن کفار کی حالت کا بیان

"وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا" عُرِضُوْا "عَلٰی رَبِّهِمْ" لَرَاَیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا "قَالَ" لَهُمْ عَلٰی لِسَان الْمَلَائِكَة تَوْبِیْخًا "اَلَیْسَ هٰذَا" الْبَعْث وَالْحِسَاب "بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا" اِنَّهُ لَحَقّ "قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَاب بِمَا

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ" بِهٖ فِي الدُّنْيَا،

اور اگر آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جائیں گے، تو آپ ایک عظیم امر دیکھیں گے اور انہیں اللہ فرشتوں کی زبانی توبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا، کیا یہ زندگی یعنی بعث وحساب حق نہیں ہے؟ تو کہیں گے، کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم یہ حق ہے، پھر اللہ فرمائے گا پس اب تم عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر دنیا میں کیا کرتے تھے۔

سورہ انعام آیت ۳۰ کے شان نزول کا بیان

سدی کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق اور ابوجہل بن ہشام کی آپس میں ملاقات ہوئی تو اخنس بن شریق نے ابوجہل سے کہا اے ابوحکم مجھے محمد ﷺ کے بارے میں ٹھیک ٹھیک بتلا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟ کیونکہ یہاں میرے سوا تیری گفتگو اور کوئی نہیں سن رہا تو ابوجہل نے اس سے کہا اللہ کی قسم محمد سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جب بنو قصی جھنڈا، حجاج کرام کو پانی پلانا، بیت اللہ کی دربانی کرنا اور مشاورت اور نبوت سب کچھ ہی لے گئے تو پھر بقیہ قریش کے لیے کیا بچے گا؟ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 182، سیوطی 116، ابن کثیر 2۔130)

ابو میسرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا اے محمد ﷺ اللہ کی قسم ہم قطعاً آپ کو جھوٹا نہیں کہتے آپ تو ہمارے پاس تو یقیناً سچے ہیں بلکہ ہم تو اس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ ہمارے پاس لائے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ) مگر یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں (قرطبی 6۔416)

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی بن کلاب کے متعلق نازل ہوئی یہ علانیہ طور پر تو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا لیکن جب اپنے گھر والوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتا تو کہتا کہ ﷺ محمد جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہیں میں تو انہیں سچا ہی سمجھتا ہوں تو اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (زاد المسیر 3۔27)

اہل دوزخ کی غذا کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں حالت اسلام میں ہی موت آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کے لئے ان کی زندگی برباد کردے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کی غذا ہی یہی ہوگی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 491)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

بیشک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا، یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ گئی بولے
ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی، اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں
ارے کتنا بُرا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

کفار کا پشتوں پر بدصورت وبدبودار اعمال کو اٹھائے ہونے کا بیان

"قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰه" بِالْبَعْثِ "حَتّٰى" غَايَة لِلتَّكْذِيْبِ "إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَة" الْقِيَامَة "بَغْتَة" فَجْأَة "قَالُوْا يَا حَسْرَتنَا" هِيَ شِدَّة التَّأَلُّم وَنِدَاؤُهَا مَجَاز اَيْ هٰذَا اَوَانك فَاحْضُرِي "عَلٰى مَا فَرَّطْنَا" قَصَّرْنَا "فِيْهَا" اَيْ الدُّنْيَا "وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارهمْ عَلٰى ظُهُوْرهمْ" بِاَنْ تَاْتِيهِمْ عِنْد الْبَعْث فِيْ اَقْبَح شَيْء صُوْرَة وَاَنْتَنه رِيحًا فَتَرْكَبهُمْ "اَلَا سَاءَ" بِئْسَ "مَا يَزِرُوْنَ" يَحْمِلُوْنَهُ حَمْلهمْ ذٰلِكَ،

بیشک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے بعث کے ساتھ اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا، یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ گئی۔ یہاں پر حتیٰ ان کی تکذیب کی انتہاء کیلئے آیا ہے۔ تو وہ بولے ہائے افسوس! حسرت سے مراد تکلیف کی شدت ہے اور ان کا نداء کرنا یہ مجازی طور پر ہے۔ یعنی تیرا وقت آ گیا ہے لہٰذا تو آ جا۔ ہماری اس حالت پر کیونکہ دنیا میں ماننے میں ہم نے تقصیر کی، اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں۔ یعنی بعث کے ان کے اعمال نہایت بدصورتی اور بدبو کے ساتھ آئیں گے اور وہ ان پر سوار ہو جائیں گے۔ ارے کتنا بُرا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کا ان اعمال کو اٹھانا کتنا برا ہے۔

اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھنے اور نہ رکھنے والوں کا بیان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ سے ملنے کا شوق رکھتا ہے، اللہ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات ناپسند کرتے ہیں۔

اس بات کی تشریح خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جواب دیتے ہوئے کر دی تھی۔ سوال کیا تھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! موت کو تو ہم سب برا جانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے نہیں (بلکہ) بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آ لگتی ہے (مرنے کے قریب ہوتا ہے) تو اس کو اللہ کی رضامندی اور اس کی سرفرازی کی خوشخبری دی جاتی ہے، وہ اس وقت ان باتوں سے زیادہ جو آگے اس کو ملنے والی ہیں، کوئی بات پسند نہیں کرتا اور اللہ سے ملنے کی (جلد) آرزو کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آنے لگتی ہے تو اسے عذاب اور سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ پس اسے یہ آگے والی صورتحال انتہائی ناپسند ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتے ہیں۔

شریح بن ہانی اُم المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: اے ام المومنین! میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی ہے۔ اگر وہ حدیث ایسی ہی ہے تو ہم ہلاک ہو گئے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی بات سے ہلاک ہونے والا ہی (حقیقت میں) ہلاک ہونے والا ہے۔ بات کیا ہے؟ کہا: (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔ (شریح نے کہا) ہم میں سے ہر ایک موت کو مکروہ سمجھتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے (مگر) جس کی طرف تو گیا ہے وہ اس سے مراد نہیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ) جب نظر موت کی وجہ سے ایک جگہ جم جائے اور سینہ غرغرانا شروع ہو جائے اور جلد کے بال کھڑے ہو جائیں اور انگلیاں اکڑ جائیں تو اس وقت جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ اس کے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۶۸۲۶)

کافر کی لاش سے تعفن و بدبو آنے کا بیان

حضرت سدی فرماتے ہیں کہ جو بھی ظالم شخص قبر میں جاتا ہے اس کی لاش کے قبر میں پہنچتے ہی ایک شخص اس کے پاس جاتا ہے سخت بدصورت سخت بدبودار سخت میلے اور قابل نفرت لباس والا یہ اسے دیکھتے ہی کہتا ہے تو تو بڑا ہی بدصورت ہے بدبودار ہے یہ کہتا ہے تیرے اعمال! ایسے ہی گندے تھے وہ کہتا ہے تیرا لباس نہایت متعفن ہے، یہ کہتا ہے تیرے اعمال ایسے ہی قابل نفرت تھے وہ کہتا ہے اچھا بتا تو سہی اے منحوس تو ہے کون؟ یہ کہتا ہے تیرے عمل کا مجسمہ، اب یہ اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کیلئے عذابوں کے ساتھ ہی ایک عذاب ہوتا ہے جب قیامت کے دن یہ اپنی قبر سے چلے گا تو یہ کہے گا ٹھہر جاؤ دنیا میں تو نے میری سواری لی ہے اب میں تیری سواری لوں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جاتا ہے اور اسے مارتا پیٹتا ذلت کے ساتھ جانوروں کی طرح ہنکاتا ہوا جہنم میں پہنچاتا ہے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○
اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بیشک پچھلا گھر بھلا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔

دنیا کی زندگی کو کھیل تماشہ سمجھنے والوں کا بیان

"وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا" اَىْ اِلاشْتِغَال بِهَا "اِلَّا لَعِب وَلَهْو" وَاَمَّا الطَّاعَة وَمَا يُعِيْن عَلَيْهَا فَمِنْ اُمُور الْاٰخِرَة "وَلَلدَّار الْاٰخِرَة" وَفِىْ قِرَاءَة وَلَدَار الْاٰخِرَة اَىْ الْجَنَّة "خَيْر لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ" الشِّرْك "اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء ذٰلِكَ فَيُؤْمِنُوْنَ،

اور دنیا کی زندگی کی مصروفیت نہیں ہے مگر کھیل کود ہے جبکہ طاعت اور اس کے مددگار وہ کام ہیں جو آخرت سے ہیں۔ اور بیشک پچھلا گھر بھلا ہے اور ایک قرأت میں ولدار الاخرۃ ہے یعنی جنت ہے۔ جو بھلائی ان کے لئے ہے جو شرک کرنے سے ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔ یعقلون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○

ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

ظالموں کا اللہ کی آیات سے انکار کرنے کا بیان

"قَدْ" لِلتَّحْقِيقِ "نَعْلَمُ اِنَّهٗ" اَیْ الشَّاْنَ "لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ " لَكَ مِنَ التَّكْذِيبِ "فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ " فِي السِّرِّ لِعِلْمِهِمْ اَنَّكَ صَادِق وَفِيْ قِرَاءَة بِالتَّخْفِيفِ اَیْ لَا يَنْسُبُوْنَكَ اِلَى الْكَذِب "وَلٰكِنَّ الظَّالِمِيْنَ" وَضَعَهٗ مَوْضِع الْمُضْمَر "بِ اٰيَاتِ اللّٰه" الْقُرْاٰن "يَجْحَدُوْنَ" يُكَذِّبُوْنَ

حرف قد یہاں پر تحقیق کیلئے آیا ہے۔ ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو آپ کی نبوت کو جھٹلانے کی کہہ رہے ہیں تو وہ حقیقت میں تمہیں نہیں جھٹلاتے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں تمہاری صداقت موجود ہے اور ایک قرأت میں یکذبونک یہ تخفیف کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیات یعنی قرآن سے انکار کرتے ہیں۔ یعنی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

سورہ انعام آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ہم تو اسے جھٹلاتے ہیں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ) 6۔الانعام:33) سو وہ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا ذکر کا انکار کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1005)

اخنس بن شریق اور ابوجہل کی باہم ملاقات ہوئی تو اخنس نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم (کفار ابوجہل کو ابوالحکم کہتے تھے) یہ تنہائی کی جگہ ہے اور یہاں کوئی ایسا نہیں جو میری تیری بات پر مطلع ہو سکے اب تو مجھے ٹھیک ٹھیک بتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں یا نہیں؟ ابوجہل نے کہا کہ اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک سچے ہیں کبھی کوئی جھوٹا حرف ان کی زبان پر نہ آیا مگر بات یہ ہے کہ یہ قصی کی اولاد ہیں اور لوا، سقایت، حجابت، ندوہ وغیرہ تو سارے اعزاز انہیں حاصل ہی ہیں، نبوت بھی انہیں میں ہو جائے تو باقی قریشیوں کے لئے اعزاز کیا رہ گیا۔ ترمذی نے حضرت علی مرتضی سے روایت کی کہ ابوجہل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے ہم تو اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لائے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

دعوت دین کو جھٹلانے والوں کی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کو جھٹلانے نہ ماننے اور ایذائیں پہنچانے سے تنگ دل نہ ہوں، فرماتا ہے کہ ہمیں ان کی حرکت خوب معلوم ہے، آپ ان کی اس لغویت پر ملال نہ کرو، کیا اگر یہ ایمان نہ لائیں

تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو روگ لگا لیں گے؟ کہاں تک ان کے لئے حسرت و افسوس کریں گے؟ سمجھا دیجئے اور ان کا معاملہ سپرد الله کیجئے۔ یہ لوگ دراصل آپ کو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ چنانچہ ابوجہل نے صاف کہا تھا کہ ہم تجھے نہیں جھٹلاتے لیکن تو جو لے کر آیا ہے اسے نہیں مانتے۔ حکم کی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابوجہل کو حضور سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے اس سے کہا کہ اس بیدین سے تو مصافحہ کرتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ الله کی قسم مجھے خوب علم ہے اور کامل یقین ہے کہ یہ الله تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ ہم صرف خاندانی بناء پر ان کی نبوت کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ہم نے آج تک نبی عبد مناف کی تابعداری نہیں کی۔ الغرض حضور کو رسول الله مانتے ہوئے آپ کی فرمانبرداری سے بھاگتے تھے۔

امام محمد بن اسحٰق رحمۃ الله علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت زہری رحمۃ الله علیہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے جس میں ابوجہل، ابوسفیان، صخر بن حرب، اخنس بن شریق کا رات کے وقت پوشیدہ طور پر آن کر ایک دوسرے کی بے خبری میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کا زبانی قرآن سننا ہے کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے صبح تک قرآن سنا روشنی ذرا سی نمودار ہوئی تھی تو یہ واپس چلے۔ اتفاقاً ایک چوک میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت یہاں کہاں؟ پھر ہر ایک دوسرے سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ حضور سے قرآن سننے کے لئے چپ چاپ آگئے تھے۔ اب تینوں بیٹھ کر معاہدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ اگر اوروں کو خبر ہوئی اور وہ آئے تو وہ تو سچے پکے مسلمان ہو جائیں گے۔ دوسری رات کو ہر ایک نے اپنے طور یہ گمان کر کے کہ کل رات کے وعدے کے مطابق وہ دونوں تو آئیں گے نہیں میں تنہا کیوں نہ جاؤں؟ میرے جانے کی کسے خبر ہوگی؟ اپنے گھر سے پچھلی رات کے اندھیرے اور سوفتے میں ہر ایک چلا اور ایک کونے میں دب کر الله کے نبی کی زبانی تلاوت قرآن کا مزہ لیتا رہا اور صبح کے وقت واپس چلا۔ اتفاقاً آج بھی اسی جگہ تینوں کا میل ہوگیا۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کو بڑی ملامت کی بہت طعن ملامت کی اور نئے سرے سے عہد کیا کہ اب ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ لیکن تیسری شب پھر صبر نہ ہوسکا اور ہر ایک اسی طرح پوشیدہ طور پر پہنچا اور ہر ایک کو دوسرے کے آنے کا علم بھی ہوگیا، پھر جمع ہو کر اپنے تئیں برا بھلا کہنے لگے اور بڑی سخت قسمیں کھا کر قول قرار کئے کہ اب ایسا نہیں کریں گے۔ صبح ہوتے ہی اخنس بن شریق کپڑے پہن کر تیار ہو کر ابوسفیان بن حرب کے پاس اس کے گھر میں گیا اور کہنے لگا اے ابوحنظلہ ایمان سے بتاؤ سچ سچ کہو جو قرآن تم نے محمد صلی الله علیہ وسلم کی زبانی سنا اس کی بابت تمہاری اپنی ذاتی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا ابوثعلبہ سنو! والله بہت سی آیتوں کے الفاظ معنی اور مطلب تو میں سمجھ گیا اور بہت سی آیتوں کو ان کی مراد کو میں جانتا ہی نہیں۔ اخنس نے کہا والله یہی حال میرا بھی ہے، اب یہاں سے اٹھ کر اخنس سیدھا ابوجہل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا ابوالحکم تم سچ بتاؤ جو کچھ تم حضور سے سنتے ہو اس میں تمہارا خیال کیا ہے؟ اس نے کہا سن جو سنا ہے اسے تو ایک طرف رکھ دے بات یہ ہے کہ بنو عبد مناف میں ہم میں چشمک ہے وہ ہم سے اور ہم ان سے بڑھنا اور سبقت کرنا چاہتے ہیں اور مدت سے یہ رسہ کشی ہو رہی ہے، انہوں نے مہمانداریاں اور دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی یہی کیا۔ انہوں نے عوام الناس کے

ساتھ احسان وسلوک کیے تو ہم نے بھی اپنی تھیلیوں کے منہ کھول ڈالے گویا ہم کسی معاملہ میں ان سے کم نہیں رہے، اب جبکہ برابر کی ٹکر چلی جارہی تھی تو انہوں نے کہا ہم میں ایک نبی ہے، سنو چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے نہ تو ہم اس کی تصدیق کریں گے نہ مانیں گے۔ اخنس مایوس ہو گیا اور اٹھ کر چل دیا۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰـهُمْ نَصْرُنَا ۚ
وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝
اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی
اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ ہی چکیں ہیں۔

نبوت کو جھٹلانے پر انبیائے کرام کے صبر کا بیان

"وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُل مِنْ قَبْلك" فِيهِ تَسْلِيَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوا وَاُوذُوا حَتّٰى اَتَاهُمْ نَصْرنَا" بِاِهْلَاكِ قَوْمهمْ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَاْتِيك النَّصْر بِاِهْلَاكِ قَوْمك "وَلَا مُبَدِّل لِكَلِمَاتِ اللّٰه" مَوَاعِيده . "وَلَقَدْ جَاءَ كَ مِنْ نَبَاِ الْمُرْسَلِينَ" مَا يَسْكُن بِهِ قَلْبك،

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔ تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی یعنی ان کی قوموں کی ہلاکت آگئی۔ لہٰذا آپ صبر کریں حتیٰ کہ مدد آجائے یعنی آپ کی قسم کی ہلاکت کا وقت آجائے۔ اور اللہ کی باتیں یعنی بیان کردہ وعیدوں کو بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ ہی چکیں ہیں۔ تاکہ آپ کے قلب کو سکون رہے۔

پھر دوبارہ تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب ایذاء رسانی وغیرہ پر صبر کیجئے جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا اور یقین مانئے کہ جس طرح انجام کار گزشتہ نبیوں کا غلبہ رہا اور ان کے مخالفین تباہ و برباد ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے گا اور آپ کے مخالفین مغلوب ہوں گے۔ دونوں جہان میں حقیقی بلندی آپ کی ہی ہوگی۔ رب تو یہ بات فرما چکا ہے اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا جیسے اور آیت میں ہے آیت (وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ) 37۔الصافات:171) یعنی ہم تو پہلے سے ہی یہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے رسولوں کو مدد دی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا اور آیت میں فرماتا ہے آیت (كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ) 58۔المجادلہ:21) اللہ تعالیٰ یہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے، ان نبیوں کے اکثر قصے آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں ان کے حالات آپ کو پہنچ چکے ہیں، آپ خوب جانتے ہیں کہ کس طرح ان کی نصرت و تائید ہوئی اور مخالفین پر انہیں کامیابی حاصل ہوئی،

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○

اور اگر آپ پر ان کی رُوگردانی شاق گزر رہی ہے تو اگر آپ سے ہو سکے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر لیں پھر ان کے پاس کوئی نشانی لے آئیں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت پر ضرور جمع فرما دیتا پس آپ بے خبر نہ ہو جائیں۔

"وَاِنْ كَانَ كَبُرَ" عَظُمَ "عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ" عَنِ الْاِسْلَامِ لِحِرْصِكَ عَلَيْهِمْ "فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا" سَرَبًا "فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا" مِصْعَدًا "فِي السَّمَاءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِ اٰيَةٍ" مِمَّا اقْتَرَحُوا فَافْعَلْ الْمَعْنٰى اَنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ "وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ" هِدَايَتَهُمْ "لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى" وَلٰكِنْ لَمْ يَشَاْ ذٰلِكَ فَلَمْ يُؤْمِنُوا "فَلَا تَكُوْنَنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ" بِذٰلِكَ

اور اگر آپ پر ان کی رُوگردانی شاق گزر رہی ہے اور آپ بہرصورت ان کے ایمان لانے کے خواہش مند ہیں تو اگر آپ سے یہ ہو سکے کہ زمین میں اترنے والی کوئی سرنگ یا آسمان میں چڑھنے والی کوئی سیڑھی تلاش کر لیں پھر انہیں دکھانے کے لیے ان کے پاس کوئی خاص نشانی لے آئیں کیونکہ انہوں نے جو اس لئے کیا ہے کہ ایسا نہ ہو سکے گا پس آپ اللہ کا حکم آجانے تک صبر کریں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت پر ضرور جمع فرما دیتا لیکن ان کیلئے ایمان کو پسند ہی نہیں کرتا پس آپ ان جاہلوں سے بے خبر نہ ہو جائیں۔

اس کے بعد فرماتا ہے اگر ان کی یہ بے رخی تجھ پر گراں گزرتی ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ کھود لے اور جو معجزہ یہ تجھ سے مانگتے ہیں لا دے یا تیرے بس میں ہو تو کوئی زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے ان کی چاہت کی کوئی نشانی لے آ۔ میں نے تجھے اتنی نشانیاں اس قدر معجزے دیئے ہیں کہ ایک اندھا بھی شک نہ کر سکے۔ اب ان کی طلب معجزات محض مذاق ہے اور عناد وضد ہے کوئی ضرورت نہیں کہ تو انہیں ان کی چاہت کے معجزے ہر وقت دکھاتا پھرے، یا اگر وہ تیرے بس کے نہ ہوں تو غم کر کے رہو، اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا، تجھے نادانوں میں نہ ملنا چاہیے جیسے اور روایت میں ہے کہ اگر رب چاہتا تو روئے زمین کی مخلوق کو مومن بنا دیتا، آپ کی حرص تھی کہ سب لوگ ایماندار بن کر آپ کی تابعداری کریں تو رب نے فرمادیا کہ یہ سعادت جس کے حصے میں ہے توفیق کی اُسی رفیق ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ آپ کی دعوت پر لبیک کہنا اسے نصیب ہوگی جو کان لگا کر آپ کے کام کو سنے سمجھے یاد رکھے اور دل میں جگہ دے، جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ اسے آگاہ کرتا ہے جو زندگی ہو، کفار پر تو کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو اٹھا کر بٹھائے گا پھر اسی کی طرف سب کے سب لوٹائے جائیں گے۔ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں کیونکہ وہ مردہ دل ہیں تو انہیں مردہ جسموں سے تشبیہ دی۔ جس میں ان کی ذلت وخواری ظاہر ہوتی ہے۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○

مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں اور ان مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا پھر اس کی طرف ہانکے جائیں گے۔

کفار کا دعوت دین مُردوں کی سننے کا بیان

"اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ" دُعَاءَكَ اِلَى الْاِيْمَان "الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ" سَمَاعَ تَفَهُّم وَاعْتِبَار "وَالْمَوْتٰى" اَىِ الْكُفَّار شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِىْ عَدَم السَّمَاع "يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ" فِى الْاٰخِرَة "ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ" يُرَدُّوْنَ فَيُجَازِيهِمْ بِاَعْمَالِهِمْ،

بے شک آپ کا ایمان کی طرف بلانا وہ سنتے ہیں جو قبول وفہم کی نیت سے سنتے ہیں۔ جبکہ مردے یہاں کفار کو نہ سننے میں مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ بھی نہیں سنتے۔ اور ان مردہ دلوں کو اللہ آخرت میں اٹھائے گا پھر اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ پس وہ ان کے اعمال کی ان جزاء دے گا۔

وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○
اور بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اتری ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ
کوئی نشانی اتارے لیکن ان میں بہت بالکل جاہل ہیں۔

کفار مکہ کا نزول مائدہ جیسی نشانیوں کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَقَالُوْا" اَىْ كُفَّار مَكَّة "لَوْلَا" هَلَّا "نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَة مِنْ رَبّه" كَالنَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْمَائِدَة "قُلْ" لَهُمْ "اِنَّ اللّٰه قَادِر عَلٰى اَنْ يُنَزِّل" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيف "اٰيَة" مِمَّا اقْتَرَحُوا "وَلٰكِنَّ اَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" اَنَّ نُزُولهَا بَلَاء عَلَيْهِمْ لِوُجُوْبِ هَلَاكهمْ اِنْ جَحَدُوْهَا،

اور کفار مکہ بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اتری ان کے رب کی طرف سے جس طرح اونٹنی، عصا اور مائدہ آیا تھا۔ تم ان سے فرماؤ کہ اللہ ان کے اتارنے پر قادر ہے یہاں پر ینزل یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ لیکن ان میں بہت اکثر بالکل جاہل ہیں کیونکہ اگر انہوں نے ان کے نازل ہونے والی آزمائش کے بعد کفر کیا تو پھر وہ اپنی ہلاکت کو لازم سمجھیں۔

کفار کی گمراہی اور ان کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ کثیر آیات ومعجزات جو انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ کئے تھے ان پر قناعت نہ کی اور سب سے منکر گئے اور ایسی آیت طلب کرنے لگے جس کے ساتھ عذاب الٰہی ہو جیسا کہ انہوں نے کہا تھا۔

(اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (32)8۔الانفال:32)

یارب اگر یہ حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ (تفسیر ابوالسعود)

وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰۗئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ
مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ○

اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندکہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

زمین میں چلنے والے جانوروں کے احوال دنیا و آخرت کا بیان

"وَمَا مِنْ" زَائِدَة "دَابَّة" تَمْشِي "فِي الْاَرْض وَلَا طَائِر يَطِير " فِي الْهَوَاء "بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَم اَمْثَالكُمْ " فِي تَدْبِير خَلْقهَا وَرِزْقهَا وَاَحْوَالهَا "مَا فَرَّطْنَا " تَرَكْنَا "فِي الْكِتَاب " اللَّوْح الْمَحْفُوظ "مِنْ" زَائِدَة "شَيْء " فَلَمْ نَكْتُبهُ "ثُمَّ اِلٰى رَبّهمْ يُحْشَرُوْنَ " فَيَقْضِي بَيْنهمْ وَيَقْتَصّ لِلْجَمَّاءِ مِنْ الْقَرْنَاء ثُمَّ يَقُوْل لَهُمْ كُوْنُوْا تُرَابًا،

یہاں پر من زائدہ ہے۔اور نہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندکہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں ہم نے ان کی تخلیق،رزق اور احوال میں تدبیر کی۔اس کتاب یعنی لوح محفوظ میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔یہاں پر بھی من زائدہ ہے۔پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔پس ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ سینگ والے جانور سے بے سینگ کو بدلہ دلوائے گا اس کے بعد فرمائے گا کہ تم مٹی ہو جاؤ۔

آخرت میں انصاف وحقوق کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل حقوق کو ان کے حقوق پورے پورے ادا کرنا ہوں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا اس باب میں حضرت ابوذر اور عبداللہ بن انیس سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 316)

ابویعلی میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کی دو سال کی خلافت کے زمانہ میں سے ایک سال ٹڈیاں دکھائی ہی نہیں دیں تو آپ کو بہت خیال ہوا اور سام عراق یمن وغیرہ کی طرف سوار دوڑائے کہ دریافت کر آئیں کہ ٹڈیاں اس سال کہیں نظر بھی پڑیں یا نہیں؟ یمن والا قاصد جب واپس آیا تو آپ نے ساتھ مٹھی بھر ٹڈیاں بھی لیتا آیا اور حضرت فاروق اعظم کے سامنے ڈال دیں آپ نے انہیں دیکھ کر تین مرتبہ تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں جن میں سے چھ سو تری میں ہیں اور چار سو خشکی میں۔ان تمام امتوں میں سے سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہوگی اس کے بعد تو ہلاک ہوگی اس کے بعد تو ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا بالکل اس طرح جیسے کسی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا اور موتی یکے بعد دیگرے جھڑنے لگ گئے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں، تاریکیوں میں ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے
اسے گمراہ کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔

قرآنی آیات کو جھٹلانے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا" اَلْقُرْاٰن "صُمٌّ" عَنْ سَمَاعِهَا سَمَاعَ قَبُوْل "وَبُكْمٌ" عَنِ النُّطْقِ بِالْحَقِّ "فِي الظُّلُمٰتِ" اَلْكُفْر "مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ" اِضْلَالَه "يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ" هِدَايَتَه "يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ" طَرِيْق "مُّسْتَقِيْمٍ" دِيْنِ الْاِسْلَام،

اور جن لوگوں نے ہماری آیات یعنی قرآن کو جھٹلایا وہ حق سننے بہرے اور حق بولنے سے گونگے ہیں، کفر کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ یعنی دین اسلام پر لگا دیتا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر سچے ہو۔

بتوں کی عبادت کرنے والوں کیلئے غور وفکر کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّدُ لِاَهْلِ مَكَّةَ "اَرَاَيْتَكُمْ" اَخْبِرُوْنِيْ "اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ" فِي الدُّنْيَا "اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ" الْقِيَامَةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَيْهِ بَغْتَةً "اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ" لَا "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْ اَنَّ الْاَصْنَام تَنْفَعُكُمْ فَادْعُوْهَا،

یا محمد ﷺ تم اہل مکہ سے فرماؤ! تم مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب دنیا میں آئے یا قیامت قائم ہو یعنی قیامت جو اچانک آئے گی کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر سچے ہو۔ یعنی ان بتوں کو پکارو گے جو تمہیں کچھ نفع نہیں دے سکتے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تمام مخلوق اس کے آگے پست ولا چار ہے جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے، اس کا کوئی ارادہ بدلتا نہیں، اس کا کوئی حکم ٹلتا نہیں کوئی نہیں جو اس کی چاہت کے خلاف کر سکے یا اس کے حکم کو ٹال سکے یا اس کی قضا کو پھیر سکے وہ سارے ملک کا تنہا مالک ہے اس کی کسی بات میں کوئی سریک یا دخیل نہیں جو اسے مانگے وہ اسے دیتا ہے، جس کی چاہے دعا قبول فرماتا ہے پس فرماتا ہے خود تمہیں بھی ان تمام باتوں کا علم واقرار ہے یہی وجہ ہے کہ آسمانی سزاؤں کے آپڑنے پر تم اپنے تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو اور صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو، اگر تم سچے ہو کہ اللہ کے ساتھ اس کے کچھ اور سریک بھی ہیں تو ایسے کٹھن موقعوں پر ان میں سے کسی کو کیوں نہیں پکارتے؟ بلکہ صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو اور اپنے تمام معبودان باطل کو بھول جاتے ہو۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ○

بلکہ اسی کو پکارو گے تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھا لے اور شریکوں کو بھول جاؤ گے۔

دنیا میں بتوں کو پکارنے والے کفار کے احوال آخرت کا بیان

"بَلْ اِيَّاهُ" لَا غَيْرِه "تَدْعُوْنَ" فِي الشَّدَائِد "فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ" اَنْ يَّكْشِفَهُ عَنْكُمْ مِنَ الضُّرِّ وَنَحْوِه "اِنْ شَاءَ" كَشْفَه "وَتَنْسَوْنَ" تَتْرُكُوْنَ "مَا تُشْرِكُوْنَ" مَعَهُ مِنَ الْاَصْنَام فَلَا تَدْعُوْنَهُ،

بلکہ مشکلات میں اسی کو پکارو گے اس کے سوا کسی کو نہ پکارو گے، تو وہ اگر چاہے تو تم سے تکلیف وغیرہ کو دور کر دے اور اگر وہ چاہے تو تمہیں بھلا دیا جائے یعنی تمہیں انہی بتوں کے ساتھ رہنے دیا جائے پس تم ان کو نہ پکارو۔

چنانچہ اور آیت میں ہے کہ سمندر میں جب ضرر پہنچتا ہے تو اللہ کے سوا ہر ایک تمہاری یاد سے نکل جاتا ہے، ہم نے اگلی امتوں کی طرف بھی رسول بھیجے پھر ان کے نہ ماننے پر ہم نے انہیں فقر وفاقہ میں تنگی ترشی میں بیماریوں اور دکھ درد میں مبتلا کر دیا کہ اب بھی وہ ہمارے سامنے گریہ وزاری کریں عاجزانہ طور پر ہمارے سامنے جھک جائیں، ہم سے ڈر جائیں اور ہمارے دامن سے چمٹ جائیں، پھر انہوں نے ہمارے عذابوں کے آ جانے کے بعد بھی ہمارے سامنے عاجزی کیوں نہ کی؟ مسکینی کیوں نہ جتائی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے، شرک، دشمنی، ضد، تعصب، سرکشی، نافرمانی وغیرہ کو شیطان نے انہیں بڑا احسن میں دکھایا اور یہ اس پر جمے رہے، جب یہ لوگ ہماری باتوں کو فراموش کر گئے ہماری کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہمارے فرمان سے منہ موڑ لیا تو ہم نے بھی انہیں ڈھیل دے دی کہ یہ اپنی برائیوں میں اور آگے نکل جائیں، ہر طرح کی روزیاں اور زیادہ سے زیادہ مال انہیں دیتے رہے یہاں تک کہ مال اولاد ورزق وغیرہ کی وسعت پر وہ بھولنے لگے اور غفلت کے گہرے گڑھے میں اتر گئے تو ہم نے انہیں ناگہاں پکڑ لیا، اس وقت وہ مایوس ہو گئے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ○
اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو تنگ دستی اور
تکلیف کے ذریعے پکڑ لیا تا کہ وہ گڑگڑائیں۔

ایمان کی طرف لانے کے سبب آزمائش میں مبتلاء کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِنْ" زَائِدَة "قَبْلِكَ" رُسُلًا فَكَذَّبُوْهُمْ "فَاَخَذْنَاهُمْ بِالْبَاْسَاء" شِدَّة الْفَقْر "وَالضَّرَّاء" الْمَرَض "لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ" يَتَذَلَّلُوْنَ فَيُؤْمِنُوْنَ،

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، یہاں پر من زائدہ ہے۔ تو انہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی۔ پھر ہم نے ان کو تنگ دستی یعنی سخت غربت اور تکلیف یعنی بیماری کے ذریعے پکڑ لیا تا کہ وہ گڑگڑائیں۔ یعنی وہ عاجزی اختیار کر کے ایمان لائیں۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○
پھر جب ان تک ہمارا عذاب آ پہنچا تو انہوں نے عاجزی وزاری کیوں نہ کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے تھے

اور شیطان نے ان کے لئے وہ آراستہ کردکھائے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔

گناہوں کے بار بار کرنے کے سبب دلوں کے سخت ہونے کا بیان

"فَلَوْلَا" فَهَلَّا "اِذْ جَاءَ هُمْ بَاْسنَا" عَذَابنَا "تَضَرَّعُوا" اَیْ لَمْ یَفْعَلُوا ذٰلِكَ مَعَ قِیَام الْمُقْتَضِی لَهٗ "وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبِهِمْ" فَلَمْ تَلِنْ لِلْاِیْمَانِ "وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطَان مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ" مِنَ الْمَعَاصِی فَاَصَرُّوا عَلَیْهَا،

پھر جب ان تک ہمارا عذاب آ پہنچا تو انہوں نے عاجزی وزاری کیوں نہ کی؟ کیونکہ اس کا تقاضہ موجود تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل ایمان کیلئے نرم ہونے کی بہ جائے اور سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے لئے وہ گناہ آراستہ کردکھائے تھے جو گناہ وہ بار بار کیا کرتے تھے۔

لفظ ''لولا'' کی بعض صورتوں کا بیان

امتناعیہ (اگر نہ) لوحرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔ لفظاً کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا۔ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ۔ پہلے جملہ کا ایک جزو ضرور محذوف ہوتا ہے خواہ خبر ہو یا فعل۔ ابن مالک کا قول ہے کہ لولا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائن ثابت وغیرہ تو واجب الحذف ہے۔ اور اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی مادہ کے ساتھ مقید ہو مثلاً اکل۔ شارب۔ قائم۔ قاعد۔ ذاھب۔ ماشی وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے۔ جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے لولا قومك حدیث عهد بالاسلام لهدمت الكعبة۔ اگر تیری قوم نئی نئی السلام میں داخل نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھادیتا۔ (اور ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سکتی ہو تو ذکر وحذف دونوں جائز ہیں۔ مثلاً لولا فضل الله علیکم ورحمته)، اگر علیم۔ فضل اللہ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہو گی۔ ورنہ نازل کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہو گی۔ اور اگر لولا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی ضروری ہے جیسے لولا انتم لكنا مومنين34) :31) مبرد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

تحضیض اور عرض کے لئے بھی لالا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا (تحضیض) نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا (عرض) اس وقت لولا کے بعد مضارع آنا چاہئے۔ خواہ لفظاً ہو یا معنی۔ لولا تستغفرون الله 27) :46) تحضيض اور لولا اخرتنى الى اجل قريب 63) :١٠) عرض۔

زجر وتوبیخ کے لئے۔ اس وقت یہ ماضی پر داخل ہو گا۔ لولا جاء وا علیه باربعة شهداء 24) :13) اور فلولا اذجاء هم باسنا تضرعوا 6) :43)

استفہام کے لئے لولا انزل علیه ملك6) :8) اور لولا اخرتنی الی اجل قریب 63) :١٠) لیکن جمہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں توبیخ اور دوسری آیت میں عرض کے لئے ہے۔

فلولا اذجاء ھم باسنا تضرعوا ۔ فلولا تضرعوا اذجاء ھم باسنا پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو کیوں نہ انہوں نے زاری کی اور توبہ کی۔

قست ماضی واحد مونث غائب قسوۃ مصدر۔قسو مادہ ناقص وادی قسا یقسوا (نصر) اصل میں قسوت تھا واو ساقط ہو کر قست ہوگیا۔(دل) سخت پڑ گئے۔خشک ہو گئے حق کو قبول نہیں کرتے۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا
اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝
پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان سے کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ
جب وہ ان چیزوں سے خوب خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا تو اس وقت وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔

خوشحالیوں کا عام ہونا بہ طور امتحان ہونے کا بیان

"فَلَمَّا نَسُوا" تَرَكُوا "مَا ذُكِّرُوْا" وُعِظُوا وَخُوِّفُوْا "بِهٖ" مِنَ الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ فَلَمْ يَتَّعِظُوا "فَتَحْنَا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْدِ "عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ" مِنَ النِّعَمِ اسْتِدْرَاجًا لَّهُمْ "حَتّٰى اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوْتُوْا" فَرَحَ بَطَرٍ "اَخَذْنَاهُمْ" بِالْعَذَابِ "بَغْتَةً" فَجْاَةً "فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ" اٰيِسُوْنَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ،

پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان سے کی گئی تھی اور انہیں تنگی اور تکلیف کے ذریعے ڈرایا گیا تو انہوں نے نصیحت کیوں نہ حاصل کی۔(تو ہم نے انہیں اپنے انجام تک پہنچانے کے لیے) ان پر ہر چیز کی فراوانی کے دروازے کھول دیئے، یہاں پر فتحنا یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں (کی لذتوں اور راحتوں) سے خوب خوش ہو کر مدہوش ہو گئے یعنی ان کی وجہ سے مغرور ہوئے، جو انہیں دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک انہیں عذاب میں پکڑ لیا تو اس وقت وہ ہر قسم کی بھلائی سے مایوس ہو کر رہ گئے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ کسی گنہگار شخص کو اس کی گنہگاری کے باوجود اللہ کی نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں تو اسے استدراج سمجھنا یعنی وہ ایک مہلت ہے، پھر حضور نے یہی آیت کی تلاوت فرمائی اور حدیث میں ہے کہ جب کسی قوم کی بربادی کا وقت آجاتا ہے تو ان پر خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ان دی گئی ہوئی چیزوں پر اترانے لگتے ہیں تو ہم انہیں ناگہاں پکڑ لیتے ہیں اور اس وقت وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔پھر فرمایا ظالموں کی باگ ڈور کاٹ دی جاتی ہے تعریفوں کے لائق وہ معبود برحق ہے جو سب کا پالنہار ہے۔(مسند احمد حنبل)

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
پس ظلم کرنے والی قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

ظلم کے سبب قوم کی جڑ کو کاٹ دینے کا بیان

"فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" اَیْ اٰخِرُهُمْ بِاَنْ اُسْتُؤْصِلُوْا "وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" عَلٰى نَصْرِ الرُّسُلِ وَاِهْلَاكِ الْكَافِرِيْنَ،

پس ظلم کرنے والی قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، یعنی ان کے آخری شخص کی بھی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ یعنی وہ رسولان گرامی کی مدد کرتا ہے اور کافروں کا ہلاک کرتا ہے۔

آخری آیت میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب عام آیا تو ظالموں کی نسل تک قطع کر دی گئی، اور اس کے آخر میں فرمایا: والحمدللہ رب العالمین، جس میں اشارہ کیا گیا کہ مجرموں اور ظالموں پر جب کوئی عذاب و مصیبت آئے تو پورے عالم کے لئے ایک نعمت ہے جس پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ۝
تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے، تو اللہ سوا کون خدا ہے کہ
تمہیں یہ چیزیں لادے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا مقصد مقتضائے ایمان ہونے کا بیان

"قُلْ" لِاَهْلِ مَكَّةَ "اَرَاَيْتُمْ" اَخْبِرُوْنِيْ "اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ" اَصَمَّكُمْ "وَاَبْصَارَكُمْ" اَعْمَاكُمْ "وَخَتَمَ" طَبَعَ "عَلٰى قُلُوْبِكُمْ" فَلَا تَعْرِفُوْنَ شَيْئًا "مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ" بِمَا اَخَذَهُ مِنْكُمْ بِزَعْمِكُمْ "اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ" نُبَيِّنُ "الْاٰيَاتِ" الدَّلَالَاتِ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِنَا "ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ" يُعْرِضُوْنَ عَنْهَا فَلَا يُؤْمِنُوْنَ،

تم فرماؤ اے اہل مکہ تم مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے کان سنن سے، آنکھ کو دیکھنے سے لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے، تو تم کسی چیز کو پہچان بھی نہ سکو۔ تو اللہ سوا کون خدا ہے کہ تمہیں یہ چیزیں لادے جیسا کہ تمہارا وہم ہے۔ دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیات یعنی اپنی توحید کے دلائل بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔ یعنی وہ ان دلائل سے اعراض کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین نعمتوں کا ذکر کر کے انہیں اپنی آیات یا اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرنے والی نشانیاں قرار دیا ہے سب سے پہلے سماعت کا ذکر کہ کس طرح کسی آواز سے ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر وہ لہریں کان کے پردوں سے ٹکراتی ہیں۔ اس تصادم کی آواز اعصاب کے ذریعہ دماغ تک پہنچتی ہے۔ دماغ فوراً اس آواز کا مطلب و مفہوم سمجھتا ہے اور پھر

انسان اپنی زبان سے فوراً بات کرنے والے کو اس کا جواب دیتا ہے اور یہ سب کام اتنی جلدی وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ بات کرنے والے کو فوراً اس کا جواب مل جاتا ہے۔ یہی صورت بصارت کی ہے۔ آنکھ کوئی چیز دیکھتی ہے تو اس چیز کی تصویر یا فوٹو یا عکس عدسہ پر پڑتا ہے۔ پھر وہی تصویر باریک سی نالیوں کے ذریعے دماغ کے پردہ پر پڑتی ہے اور دماغ فوراً یہ فیصلہ دیتا ہے کہ جو چیز آنکھ نے دیکھی وہ فلاں چیز ہے، فلاں رنگ کی ہے اور اس کی شکل اور قد وقامت اتنا اور اتنا ہے۔ دل کا نظام ان سے بھی پیچیدہ ہے۔ قوت تمیز، عقل ارادہ واختیار کی سب قوتیں اس سے متعلق ہیں۔ کسی بات کو سوچنا، تدبیر کرنا اور فیصلہ کرنا سب کچھ اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سماعت، بصارت یا دل کے عمل کو اور اس کے نظام کو سلب کر لے تو کیا ان مشرکوں کے کسی الٰہ میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس نظام کو بحال کر دے؟ لیکن یہ لوگ تو اللہ کی ان آیات میں غور ہی نہیں کرتے بلکہ جہاں اللہ کی آیات کا ذکر ہوتا ہو وہاں سے اپنا رخ ہی موڑ لیتے ہیں۔ اب اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان نے جتنے بھی کمالات حاصل کیے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق ایجادات سے ہو یا علم اور فلسفہ سے یا انسان کی خوشحالی اور حسن تدبیر سے، اور یہی وہ چیزیں ہیں جن پر انسان فخر وناز کرتا ہے اور پھولا نہیں سماتا۔ حالانکہ ان تمام چیزوں کے حصول کا ذریعہ یہی آنکھیں، کان اور دل ہیں اور یہ خالصتاً اللہ کا عطیہ ہیں۔ پھر اگر اللہ اپنی دی ہوئی چیز واپس لے لے تو ان کے کسی الٰہ میں یہ قدرت ہے کہ وہ ان کی یہ چیزیں بحال کر دے؟ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو اللہ کے کاموں میں شریک کیسے ہوئے؟

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰـكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ○
آپ فرما دیجئے کہ تم مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا آن پڑے تو کیا ظالم قوم کے سوا ہلاک کیا جائے گا۔

اچانک اللہ کے عذاب کے آجانے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "اَرَاَيْتُكُمْ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَاب اللّٰه بَغْتَة اَوْ جَهْرَة" لَيْلًا اَوْ نَهَارًا "هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْم الظَّالِمُوْنَ" الْكَافِرُوْنَ اَیْ مَا يُهْلَكُ اِلَّا هُمْ،

آپ ان سے فرما دیجئے کہ تم مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا رات میں یا دن میں آن پڑے تو کیا ظالم قوم کے سوا ہلاک کیا جائے گا۔ یعنی کفار کے سوا کوئی ہلاک نہ ہوگا۔

ایک یہ کہ عذاب آنے کی اطلاع اللہ تعالیٰ انبیاء کو بذریعہ وحی دیتا ہے اور انہیں ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو ساتھ لے کر اس مقام سے نکل جائیں جہاں عذاب آنے والا ہو۔ اس طرح عذاب کی زد میں صرف ظالم ہی آتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چونکہ عذاب ظالموں کے ظلم کی وجہ سے ہی آتا ہے۔ لہٰذا ظالموں کو چاہیے کہ بلا تاخیر توبہ کر لیں۔ اور عذاب الٰہی سے خود بھی بچ جائیں اور دوسروں کی ہلاکت کا بھی سبب نہ بنیں۔ اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اصل میں تباہی اور ہلاکت تو ظالموں کے لیے ہی ہے کہ مرنے کے بعد بھی انہیں دوزخ کا عذاب بھگتنا ہوگا اور صالح افراد تو موت کے بعد اللہ کے فضل وکرم کے مزید حقدار بن جائیں گے۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

اور ہم پیغمبروں کونہیں بھیجتے مگر خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے بنا کر، سو جو شخص ایمان لے آیا اور درست ہو گیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

مقاصد رسالت میں جنت کی خوشخبری اور جہنم کی آگ سے بچانے کا بیان

"وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ" مَنْ اٰمَنَ بِالْجَنَّةِ "وَمُنْذِرِيْنَ" مَنْ كَفَرَ بِالنَّارِ "فَمَنْ اٰمَنَ" بِهِمْ "وَاَصْلَحَ" عَمَله "فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" فِي الْاٰخِرَة،

اور ہم پیغمبروں کونہیں بھیجتے مگر ایمان والوں کیلئے جنت کی خوشخبری سنانے والے اور جو کفر کرے اس کو جہنم کا ڈر سنانے والے بنا کر، سو جو شخص ایمان لے آیا اور اپنے عمل کو درست کر لیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی آخرت میں وہ غمگین ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا انہیں عذاب چھو کر رہے گا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کا عذاب الٰہی کو چھو کر رہنے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" يَخْرُجُونَ عَنْ الطَّاعَة،

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا انہیں عذاب چھو کر رہے گا، اس وجہ سے کہ وہ طاعت سے خارج ہو کر نافرمانی کیا کرتے تھے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۗ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○

آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔

ذاتی علم غیب واختیار کا صرف اللہ کیلئے خاص ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِى خَزَائِنُ اللّٰه" الَّتِي مِنْهَا يَرْزُق "وَلَا" اِنِّي "اَعْلَمُ الْغَيْب" مَا غَابَ عَنِّي وَلَمْ يُوحَ اِلَيَّ "وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّي مَلَك" مِنْ الْمَلَائِكَة "اِنْ" مَا "اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوحَى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمَى" الْكَافِر "وَالْبَصِير" الْمُؤْمِن "اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ" فِي ذٰلِكَ فَتُؤْمِنُوْنَ،

آپ ان کافروں سے فرمادیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں اَز خود غیب جانتا ہوں یعنی جو مجھ سے غائب ہے اور جس کی وحی مجھے نہیں کی گئی اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتوں میں سے فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ فرمادیجئے، کیا کافر اندھا اور مؤمن دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔ تا کہ تم اس کے سبب اس میں ایمان لے آؤ۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝
اور آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈر سنایئے جو اپنے رب کے پاس اس حال میں جمع کئے جانے سے خوف زدہ ہیں کہ
ان کے لئے اس کے سوا نہ کوئی مددگار ہو اور نہ سفارشی تا کہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔

قرآن کے ذریعے لوگوں کو ڈر سنانے کا بیان

"وَاَنْذِرْ" خَوِّفْ "بِهِ" اَیِ الْقُرْاٰنِ "الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ" اَیْ غَيْرِهٖ "وَلِيٌّ" يَنْصُرُهُمْ "وَلَا شَفِيْعٌ" يَشْفَعُ لَهُمْ وَجُمْلَةُ النَّفْیِ حَالٌ مِّنْ ضَمِيْرِ يُحْشَرُوْا وَهِیَ مَحَلُّ الْخَوْفِ وَالْمُرَادُ بِهِمُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْعَاصُوْنَ "لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" اللّٰهَ بِاِقْلَاعِهِمْ عَمَّا هُمْ فِيْهِ وَعَمَلِ الطَّاعَاتِ،

اور آپ اس قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو ڈر سنایئے جو اپنے رب کے پاس اس حال میں جمع کئے جانے سے خوف زدہ ہیں کہ ان کے لئے اس کے سوا نہ کوئی مددگار ہو اور نہ کوئی سفارشی اور جملہ منفی "یُحْشَرُوْا" کی ضمیر سے حال ہے اور یہی محل خوف ہے اس سے مراد مؤمنین کی عصاۃ ہے۔ تا کہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ کہ شاید وہ اپنے معمولات کو چھوڑ کر طاعات پر عمل کریں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں
اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔

بارگاہ الوہیت میں فقراء مسلمانوں کی عظمت کا بیان

"وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ" بِعِبَادَتِهِمْ "وَجْهَهٗ" تَعَالٰى لَا شَيْئًا مِّنْ اَعْرَاضِ الدُّنْيَا وَهُمُ الْفُقَرَاءُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ طَعَنُوْا فِيْهِمْ وَطَلَبُوْا اَنْ يَّطْرُدَهُمْ لِيُجَالِسُوْهُ وَاَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ طَمَعًا فِیْ اِسْلَامِهِمْ "مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ" زَائِدَةٌ "شَيْءٍ"

اِنْ كَانَ بَاطِنُهمْ غَيْرَ مَرْضِيّ . "وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدهُمْ " جَوَابُ النَّفْي "فَتَكُوْنَ مِنَ الظَّالِمِينَ" اِنْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ

اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام عبادت سے اس کی رضا چاہتے ہیں۔ جن کا کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہے۔ اور وہ فقراء ہیں۔ جن کو مشرکین طعنہ دیتے تھے۔ اور آپ ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ آپ انہیں اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور نبی کریم ﷺ نے اسلام کی خاطر سوچا کہ شاید یہ اسلام لے آئیں، تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں، یہاں پر من زائدہ ہے۔ اگر چہ ان کا باطن پسند نہ آنے والا ہو، اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں، یہ جواب نفی ہے۔ پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے

سورہ انعام آیت ۵۲ کے مضامین نزول کا بیان

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ہم چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی میرے حضرات ابن مسعود، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت مقداد اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ان لوگوں کو یہاں سے اٹھا دیجیے کیونکہ ہم ان لوگوں کے پیروکار نہیں بننا چاہتے تو رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر میں اللہ کی مشیت کے مطابق جو بات داخل ہونا تھی سو ہوئی اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مسلم 2413)

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ ہم لاچار اور بیکس لوگ تھے صبح وشام رسول اللہ کی خدمت میں رہتے، قرآن کریم اور خیر کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیکھتے رہتے اور آپ ہمیں جنت دوزخ، نفع مند چیزوں اور موت بعث سے متنبہ فرماتے رہتے۔

ایک مرتبہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آپ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہم اپنی قوم کے معزز لوگ ہیں ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ لوگ ہمیں ان (گھٹیا لوگوں) کے ساتھ دیکھیں لہٰذا آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجیے پھر ہم آپ کے ساتھ بیٹھیں گے آپ نے فرمایا ٹھیک ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک رضامند نہ ہوں گے جب تک آپ ہمارے درمیان ایک دستاویز نہ لکھ لیں چنانچہ ایک چمڑا اور دوات لائی گئی تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه) الى قوله (فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ) (سورہ انعام 53) اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔ اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض سے آزمائش کی ہے کہ (جو دولت مند ہیں وہ غریبوں کی نسبت) کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم میں سے فضل کیا ہے (خدا نے فرمایا) بھلا خدا شکر کرنے والوں سے واقف نہیں۔ (زادالمسیر 3۔44)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ سردارانِ قریش کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ کے پاس خباب بن ارت، صہیب، بلال اور عمار بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے محمد ﷺ کیا آپ انہی لوگوں پر راضی ہو گئے؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کے پیروکار ہو جائیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ) (نیسابوری، 183، معجم طبرانی 217-10، مجمع الزوائد 7-21)

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝
اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزماتے ہیں تا کہ وہ کہیں کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں
جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔

فقراء کی دولتمندوں پر ایمان میں سبقت لے جانے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا" اِبْتَلَيْنَا "بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ" اَیِ الشَّرِيْفِ بِالْوَضِيْعِ وَالْغَنِيِّ بِالْفَقِيْرِ بِاَنْ قَدَّمْنَاهُ بِالسَّبْقِ اِلَى الْاِيْمَان "لِيَقُوْلُوْا" اَیِ الشُّرَفَاء وَالْاَغْنِيَاء مُنْكِرِيْنَ "اَهٰؤُلَاءِ" الْفُقَرَاء "مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا" بِالْهِدَايَةِ اَیْ لَوْ كَانَ مَا هُمْ عَلَيْهِ هُدًى مَا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشَّاكِرِيْنَ" لَهٗ فَيَهْدِيْهِمْ: بَلٰى،

اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے یعنی شریف کو کمینے کے ذریعے اور دولتمند کو فقیر کے ذریعے آزماتے ہیں اس طرح کہ ہم نے ان کو ایمان میں سبقت عطا کر دی۔ تا کہ وہ یعنی شرفاء اور مالدار لوگ جو منکرین ہیں وہ کہیں کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہدایت کا احسان کیا ہے؟ یعنی اگر یہ ہدایت پر ہوتے تو ہم سے کبھی سبقت لے جانے والے نہ ہوتے۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔ ہاں البتہ وہی ان کو ہدایت دینے والا ہے۔

عکرمہ کا قول ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، معطم بن عدی اور الحارث بن نوفل بنی عبد مناف کے اہل کفر کے اشراف کو ساتھ لے کر عبدالمطلب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ کاش آپ کا بھتیجا ہمارے غلاموں موالیوں اور گھٹیا لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دے تو یہ بات ہمارے دلوں میں بہت بڑا درجہ رکھتی ہے اور اس کے لیے ہمارے ہاں بڑا پسندیدہ کام ہوتا نیز یہ بات ہمارے لیے اس کی پیروی اور تصدیق کرنے کے لیے بہت مددگار ثابت ہوگی ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس بارے میں آپ سے بات کی حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اگر آپ وہ کام کریں جو وہ چاہتے ہیں تا کہ ہم دیکھ لیں وہ چاہتے کیا ہیں اور پنی بات کا کہاں تک پاس کر کے آگے بڑھتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر اپنی بات کے لیے معذرت کرنے آئے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ
اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے

اپنی ذات (کے ذمہ کرم) پر رحمت لازم کر لی ہے، سوتم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور (اپنی) اصلاح کر لے تو بیشک وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

جہالت کے سبب برائی کرنے والے کی توبہ کا بیان

"وَاِذَا جَاءَ كَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ " لَهُمْ "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ" قَضَى "رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهُ" اَىِ الشَّاْنَ وَفِىْ قِرَاءَ ةٍ بِالْفَتْحِ بَدَلٌ مِنَ الرَّحْمَةِ "مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْءً ا بِجَهَالَةٍ" مِنْهُ حَيْثُ ارْتَكَبَهُ "ثُمَّ تَابَ" رَجَعَ "مِنْ بَعْدِهِ" بَعْدَ عَمَلِهِ عَنْهُ "وَاَصْلَحَ" عَمَلَهُ "فَاِنَّهُ" اَىِ اللّٰهُ "غَفُوْرٌ" لَهُ "رَحِيْمٌ" بِهِ وَفِىْ قِرَاءَ ةٍ بِالْفَتْحِ اَىْ فَالْمَغْفِرَةُ لَهُ.

اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنی ذات کے ذمہ کرم پر رحمت لازم کر لی ہے، اور ایک قرأت میں یہ رحمت سے بدل ہے۔ سوتم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد اپنے عمل سے رجوع کرے توبہ کر لے اور اپنے عمل کی اصلاح کر لے تو بیشک وہ اس کو بڑا بخشنے والا، اس کے ساتھ بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اور ایک قرأت میں ہمزہ مفتوحہ یعنی اس کیلئے بخشش ہے۔

سورہ انعام آیت ۵۴ کے شان نزول کا بیان

عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان ضعفاء کے بارے میں نازل ہوئی، جن کو اپنے پاس سے اٹھانے سے اللہ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو روکا تو نبی مکرم ﷺ جب بھی ان کو دیکھتے تو ان سے سلام میں پہل کرتے اور فرماتے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے جن کو سلام میں پہل کرنے کا مجھے حکم دیا گیا۔ (قرطبی 6۔435))

ماہان حنفی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قوم آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ ہم سے بہت بڑے بڑے گناہ سرزد ہوئے ہیں آپ نے انہیں کچھ جواب نہیں دیا جب وہ واپس چلے گئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ وَاِذَا جَاءَ كَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ (طبری 7۔132، زادالمسیر 3۔48)

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ٥

اور اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔

حق و باطل کی راہوں کو واضح کرنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ " كَمَا بَيَّنَّا مَا ذُكِرَ "نُفَصِّلُ" نُبَيِّنُ "الْاٰيَاتِ" الْقُرْاٰنَ لِيَظْهَرَ الْحَقُّ فَيُعْمَلَ بِهِ "وَلِتَسْتَبِيْنَ" تَظْهَرَ "سَبِيْلُ" طَرِيْقُ "الْمُجْرِمِيْنَ" فَتُجْتَنَبَ وَفِىْ قِرَاءَ ةٍ بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَفِىْ اُخْرٰى بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَنَصْبِ سَبِيْلَ خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور اسی طرح ہم آیات قرآنی کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں تا کہ حق واضح ہو جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ تا کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔ ایک قرأت میں تحتانیہ جبکہ دوسری میں فوقانیہ میں سبیل منصوب ہوگا اور اس میں خطاب نبی کریم ﷺ کیلئے آیا ہے۔

اے اللہ! ہمیں حق کو واضح دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق بخش اور اے اللہ ہمیں باطل بھی واضح دکھا دے اور اس سے بچنے اور اجتناب کرنے کی توفیق دے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ
قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۝
فرما دیجئے کہ مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔ فرما دیجئے کہ
میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتا اگر ایسے ہو تو میں یقیناً بہک جاؤں اور میں ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ رہوں۔

باطل معبودوں کی عبادت سے ممانعت کا بیان

"قُلْ اِنِّی نُهِیت اَنْ اَعْبُد الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ" تَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِ اللّٰه قُلْ لَا اَتَّبِع اَهْوَاءَ كُمْ" فِیْ عِبَادَتهَا "قَدْ ضَلَلْت اِذًا" اِنْ اتَّبَعْتهَا،

فرما دیجئے کہ مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان جھوٹے معبودوں کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔ فرما دیجئے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتا اگر ایسے ہو تو میں یقیناً بہک جاؤں اور میں ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی نہ رہوں جو کہ ناممکن ہے۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ۝
فرما دیجئے بیشک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی
تم جلدی مچا رہے ہو۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کرنے والے کفار کا بیان

"قُلْ اِنِّی عَلٰی بَیِّنَة" بَیَان "مِنْ رَبِّی وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ" وَقَدْ كَذَّبْتُمْ بِرَبِّی حَیْثُ اَشْرَكْتُمْ "مَا عِنْدِی مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ" مِنْ الْعَذَاب "اِنْ" مَا "الْحُكْم" فِیْ ذٰلِكَ وَغَیْرِهٖ "اِلَّا لِلّٰهِ یَقُصّ" الْقَضَاء "الْحَقّ وَهُوَ خَیْر الْفَاصِلِیْنَ" الْحَاكِمِیْنَ وَفِیْ قِرَاءَة یَقُصّ اَیْ یَقُوْل،

فرما دیجئے بیشک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔اور تم نے شرک کر کے میرے رب کو بھی جھٹلایا ہے۔میرے پاس وہ نہیں ہے جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو۔اس میں اور اس کے سوا میں حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔وہ حق کا فیصلہ بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔یعنی بہتر حکم دینے والا ہے۔اور ایک قرأت میں یقص یعنی یقول ہے

سورہ انعام ۵۷ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث اور قریش کے سرداروں کے متعلق نازل ہوئی وہ بطور استہزاء رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اے محمد ﷺ آپ وہ عذاب لے آئیں جس کی آپ ہمیں دھمکی دیتے ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(نیسابوری 185، زادالمسیر 3۔51، طبری 7۔177)

کفار عذاب کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتے تھے، (اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ) الانفال:32)(اگر یہ حق ہے جسکی ہم تکذیب کررہے ہیں تو آپ آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کردیجئے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ۝
فرمادیں اگر وہ میرے پاس ہوتا جسے تم جلدی چاہتے ہو تو یقیناً میرے اور تمہارے درمیان کام تمام ہو چکا ہوتا۔
اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

ظالموں کے معاقبہ کے وقت کو اللہ جانتا ہے

"قُلْ" لَھُمْ "لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ" بِاَنْ اُعَجِّلَهٗ لَكُمْ وَاَسْتَرِیْح وَلٰكِنَّهٗ عِنْدَ اللّٰه "وَاللّٰهُ اَعْلَم بِالظَّالِمِیْنَ" مَتٰی یُعَاقِبُھُمْ،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں اگر وہ عذاب میرے پاس ہوتا جسے تم جلدی چاہتے ہو تو یقیناً میرے اور تمہارے درمیان کام تمام ہو چکا ہوتا۔یعنی اگر میں اس عذاب کو تمہارے لئے جلد لاتا اور راحت حاصل کرتا لیکن وہ اللہ کے پاس ہے۔اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔کہ کب ان کا معاقبہ کرنا ہے۔یعنی ان کو سزا دینی ہے۔

کفار کی سرکشی کے باوجود نبی کریم ﷺ کی رحمت کا بیان

ابن شہاب عروہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا یوم احد سے بھی سخت دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم کی جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ اٹھائی ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف جو میں نے اٹھائی وہ عقبہ کے دن تھی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تو اس نے میری خواہش کو پورا نہیں کیا پھر میں رنجیدہ

ہو کر سیدھا چلا ابھی میں ہوش میں نہ آیا تھا کہ قرن ثعالب میں پہنچا میں نے اپنا سر اٹھایا تو بادل کے ایک ٹکڑے کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا میں نے جو دیکھا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی گفتگو اور ان کا جواب سن لیا ہے۔

اب پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کافروں کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اور سلام کیا پھر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو میں اخشبین نامی دو پہاڑوں کو ان کافروں پر لا کر رکھ دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں گے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 491)

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝
اور غیب کی کنجیاں (یعنی وہ راستے جس سے غیب کسی پر آشکار کیا جاتا ہے) اسی کے پاس (اس کی قدرت وملکیت میں) ہیں، انہیں اس کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، اور وہ ہر اس چیز کو (بلاواسطہ) جانتا ہے جو خشکی میں اور دریاؤں میں ہے، اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر (یہ کہ) وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی (ایسا) دانہ ہے اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب میں (سب کچھ لکھ دیا گیا ہے)۔

ذاتی علم غیب کا صرف اللہ کے پاس ہونے کا بیان

"وَعِنْده" تَعَالٰى "مَفَاتِح الْغَيْب" خَزَائِنه اَوْ الطُّرُق الْمُوَصِّلَة اِلٰى عِلْمه "لَا يَعْلَمهَا اِلَّا هُوَ" وَهِيَ الْخَمْسَة الَّتِي فِيْ قَوْله "اِنَّ اللّٰه عِنْده عِلْم السَّاعَة" الْاٰيَة كَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيّ "وَيَعْلَم مَا" يَحْدُث "فِي الْبَرّ" الْقِفَار "وَالْبَحْر" الْقُرَى الَّتِي عَلَى الْاَنْهَار "وَمَا تَسْقُط مِنْ" زَائِدَة "وَرَقَة اِلَّا يَعْلَمهَا وَلَا حَبَّة فِيْ ظُلُمَات الْاَرْض وَلَا رَطْب وَلَا يَابِس" عُطِفَ عَلٰى وَرَقَة "اِلَّا فِيْ كِتَاب مُبِين" هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ . وَالِاسْتِثْنَاء بَدَل اشْتِمَال مِنْ الِاسْتِثْنَاء قَبْله

اور غیب کی کنجیاں یعنی وہ راستے اور خزائن جس سے غیب کسی پر آشکار کیا جاتا ہے۔ اسی کے پاس اس کی قدرت وملکیت میں ہیں، انہیں اس کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، اور وہ علوم خمسہ ہیں جو اس قول "اِنَّ اللّٰه عِنْده عِلْم السَّاعَة" بیان ہوئے ہیں جیسا امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور وہ ہر اس چیز کو بلاواسطہ جانتا ہے جو خشکی میں ہوتی ہے اور دریاؤں میں ہوتا ہے، اور چٹیل میدانوں اور ان بستیوں کو نہروں کے کنارے واقع ہیں ان کو جانتا ہے۔ اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر یہ کہ وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی

تاریکیوں میں کوئی ایسا دانہ ہے اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب یعنی لوح محفوظ میں سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ اور رطب ویابس کا عطف ورقہ پر ہے۔ اور یہاں استثناء اپنے ماقبل استثناء سے بدل اشتمال ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض فرمالیتا ہے اور جو کچھ تم دن کے وقت کماتے ہو وہ جانتا ہے پھر وہ تمہیں دن میں اٹھا دیتا ہے تاکہ معینہ میعاد پوری کردی جائے پھر تمہارا پلٹنا اسی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ان سے آگاہ فرمادے گا جو تم کرتے رہے تھے۔

زندگی کی مدت پوری ہونے پر ارواح کے قبض ہو جانے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ" يَقْبِض اَرْوَاحكُمْ عِنْد النَّوْم "وَيَعْلَم مَا جَرَحْتُمْ" كَسَبْتُمْ "بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثكُمْ فِيْهِ" اَىْ النَّهَار بِرَدِّ اَرْوَاحكُمْ "لِيُقْضَى اَجَل مُسَمًّى" هُوَ اَجَل الْحَيَاة "ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعكُمْ" بِالْبَعْثِ "ثُمَّ يُنَبِّئكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور وہی ہے جو رات کے یعنی نیند کے وقت تمہاری روحیں قبض فرمالیتا ہے اور جو کچھ تم دن کے وقت کماتے ہو وہ جانتا ہے پھر وہ تمہیں دن میں اٹھا دیتا ہے یعنی اس دن تمہیں ارواح کو لوٹا دے گا۔ تاکہ تمہاری زندگی کی معینہ میعاد پوری کردی جائے اور وہ زندگی کی مدت ہے۔ پھر تمہارا پلٹنا یعنی دوبارہ زندہ کر جانا اسی کی طرف ہے، پھر وہ روز محشر تمہیں ان تمام اعمال سے آگاہ فرمادے گا جو تم اس زندگانی میں کرتے رہے تھے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

روح کی اقسام کا بیان

ابن مردویہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو سونے کے وقت اس کی روح کو لے جاتا ہے پھر اگر قبض کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اس روح کو نہیں لوٹاتا ورنہ بحکم الٰہی لوٹا دیتا ہے۔

روح دو قسم کی ہوتی ہے ایک حیوانی دوسرے روحانی یا نفسانی۔ رات کو یا نیند کے دوران روح نفسانی جسم سے نکل جاتی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اسے قبض کر لیتا ہے۔ اس روح کے جسم سے علیحدہ ہونے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی سماعت، بصارت اور قلب و دماغ اپنا کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں لیکن حیوانی روح جسم میں موجود رہتی ہے جس کی وجہ سے انسان میں دوران خون جاری رہتا ہے اور وہ سانس بھی لیتا رہتا ہے اور نیند پوری ہونے کے بعد یا سوئے ہوئے کو جگانے سے روح نفسانی بھی جسم میں واپس لوٹ آتی ہے اور ان دونوں قسم کی روحوں کا آپس میں تعلق یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک روح کے خاتمہ سے یا قبض کرنے سے دوسرے کا از خود خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان پر موت واقع ہو جاتی ہے گویا سوئے ہوئے انسان پر آدمی موت طاری ہو چکی ہوتی ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے نیند کو موت کی بہن قرار دیا ہے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا اور اس حقیقت

سے ایک دوسری بڑی حقیقت پر استدلال کیا ہے جو یہ ہے کہ جس طرح اللہ تمہاری نفسانی روح رات کو قبض کر کے صبح واپس تمہارے جسم میں بھیج دیتا ہے اسی طرح موت کے وقت تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو وہی روح واپس بھیج کر تمہیں تمہاری قبروں سے اٹھا کھڑا کرے گا۔

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝
اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے۔
ہمارے بھیجے ہوئے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ خطا نہیں کرتے۔

اعمال کا احاطہ کرنے والے فرشتوں کا بیان

"وَهُوَ الْقَاهِرُ "مُسْتَعْلِيًا "فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً "مَلَائِكَةً تُحْصِي اَعْمَالَكُمْ "حَتّٰى اِذَا جَاءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ" وَفِيْ قِرَاءَةٍ تَوَفَّاهُ "رُسُلُنَا" الْمَلَائِكَةُ الْمُوَكَّلُوْنَ بِقَبْضِ الْاَرْوَاحِ "وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ" يُقَصِّرُوْنَ فِيْمَا يُؤْمَرُوْنَ بِهٖ۔

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر فرشتوں کو بطور نگہبان بھیجتا ہے، وہ فرشتے تمہارے اعمال کا حساب رکھنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے۔ ایک قرأت میں توفاہ ہے۔ تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اس میں کوئی خطاء یا کوتاہی نہیں کرتے۔

دن رات کے فرشتوں کے پاس نامہ اعمال ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے تمہارے پاس آتے ہیں اور فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں پھر یہ اوپر چڑھ جاتے ہیں پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔

تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز کی حالت میں چھوڑا اور ہم ان کے پاس سے آئے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 1427)

فرشتے جن کو کراما کاتبین کہتے ہیں وہ بنی آدم کی نیکی اور بدی لکھتے رہتے ہیں، ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہیں ایک داہنے ایک بائیں، نیکیاں، داہنی طرف کا فرشتہ لکھتا ہے اور بدیاں بائیں طرف کا، بندوں کو چاہئے ہوشیار رہیں اور بدیوں اور گناہوں سے بچیں کیونکہ ہر ایک عمل لکھا جاتا ہے اور روز قیامت وہ نامہ اعمال تمام خلق کے سامنے پڑھا جائے گا تو گناہ کتنی رسوائی کا سبب ہوں گے اللہ پناہ دے۔

مؤمن وکافر کی روح کا جسم سے جدا ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ملک الموت کے بہتیرے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب کسی مؤمن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی رحمت نازل فرمائے پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے (یعنی سدرۃ المنتہیٰ) لے چلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے سجین کی طرف لے چلو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگائی تھی (کافر کی روح کی بدبو کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا)۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2720)

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰـهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۗ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ○
پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے سچے مولیٰ اللہ کی طرف سنتا ہے اسی کا حکم اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔

مخلوق الٰہی کا مالک حقیقی کی طرف لوٹ جانے کا بیان

"ثُمَّ رُدُّوا" اَیْ الْخَلْق "إلَى اللّٰه مَوْلَاهُمْ" مَالِكهمْ "الْحَقّ" الثَّابِت الْعَدْل لِيُجَازِيَهُمْ "اَلَا لَهُ الْحُكْم" الْقَضَاء النَّافِذ فِيهِمْ "وَهُوَ اَسْرَع الْحَاسِبِينَ" يُحَاسِب الْخَلْق كُلّهمْ فِي قَدْر نِصْف نَهَار مِنْ اَيَّام الدُّنْيَا لِحَدِيثٍ بِذٰلِكَ،

پھر مخلوق کو اپنے سچے مولیٰ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ جو ان کا حقیقی مالک ہے۔ خبردار! اسی کا حکم اس جہاں میں نافذ ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔ یعنی وہ ساری مخلوق کا حساب دنیا کے ایام کے حساب سے نصف دن میں لینے والا ہے۔ کیونکہ حدیث میں اسی طرح آیا ہے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ
لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○
تم فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا کی آفتوں سے جسے پکارتے ہو گڑگڑا کر اور آہستہ کہ
اگر وہ ہمیں اس سے بچاوے تو ہم ضرور احسان مانیں گے۔

بحر و بر کے مصائب سے نجات دینے والی ذات کون ہے؟

"قُلْ" یَا مُحَمَّدٍ لِاَهْلِ مَكَّةَ "مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" اَهْوَالِهِمَا فِي اَسْفَارِكُمْ حِينَ "تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا" عَلَانِيَةً "وَخُفْيَةً" سِرًّا تَقُولُونَ "لَئِنْ" لَامُ قَسَمٍ "اَنْجَيْتَنَا" وَفِي قِرَاءَةٍ اَنْجَانَا اَيِ اللّٰهُ "مِنْ هٰذِهٖ" الظُّلُمَاتِ وَالشَّدَائِدِ "لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ" الْمُؤْمِنِينَ،

یا محمد ﷺ تم ان اہل مکہ سے فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا کی آفتوں سے یعنی ان دونوں کے اسفار میں آنے والی پریشانیوں کے وقت جسے تم عاجزی سے پکارتے ہو، گڑگڑا کر اور آہستہ کہ اگر وہ ہمیں اس سے بچائے، لئن میں لام قسم ہے۔ اور ایک قرأت میں انجانا ہے۔ یعنی ان تاریکیوں اور مصائب سے اللہ نجات دینے والا ہے۔ تو ہم ضرور شکرگزار یعنی ایمان لانے والے بن جائیں گے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تصرعا و خفیتہ کے معنی جھرا اوسرا یعنی بلند آواز اور پست آواز کے ہیں۔ الغرض اس وقت صرف اللہ کو ہی پکارتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس وقت سے نجات دے گا تو ہم ہمیشہ تیرے شکرگزار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باوجود اس عہد و پیمان کے ادھر ہم نے انہیں تنگی اور مصیبت سے چھوڑا اور ادھر یہ آزاد ہوتے ہی ہمارے ساتھ شرک کرنے لگے اور اپنے جھوٹے معبودوں کو پھر پکارنے لگے۔

اس آیت کے بیان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی انسان کو جو کسی لکڑی سے معمولی خراش لگتی ہے، یا قدم کو کہیں لغزش ہو جاتی ہے، یا کسی رگ میں خلش ہوتی ہے یہ سب کسی گناہ کا اثر ہوتا ہے، اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے وہ بہت زیادہ ہیں۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ مجرموں اور گناہگاروں کو جو امراض اور آفات پیش آتے ہیں وہ سب گناہوں کے آثار ہوتے ہیں اور جو لوگ گناہوں سے معصوم یا محفوظ ہیں ان کے امراض اور آفات ان کے صبر استقلال کے امتحان اور جنت کے بلند درجات عطا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُونَ۝
فرما دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے تم پھر شرک کرتے ہو۔

نجات کے بعد پھر شرکیہ عقیدے کو اپنانے کا بیان

"قُلْ لَهُمْ "اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ "مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ" غَمٍّ سِوَاهَا "ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُونَ" بِهٖ،

آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں اس سے اور ہر تکلیف جو اس کے سوا ہے اس سے نجات دیتا ہے۔ ینجی یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ تم پھر اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔

حق تعالیٰ باوجود علم محیط اور قدرت کاملہ کے جس کا بیان اوپر ہوا، تمہاری بداعمالیوں اور شرارتوں کی سزا فوراً نہیں دیتا۔ بلکہ جب مصائب و شدائد کی اندھیریوں میں پھنس کر تم اس کو عاجزی سے پکارتے ہو اور پختہ وعدے کرتے ہو کہ اس مصیبت سے نکلنے کے بعد کبھی شرارت نہ کریں گے اور ہمیشہ احسان کو یاد رکھیں گے، تو بسا اوقات تمہاری دستگیری کر کے ان مہالک اور ہر قسم کی سختیوں سے نجات دے دیتا ہے لیکن تم پھر بھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے آزاد ہوتے ہی بغاوت شروع کر دیتے ہو۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ
شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۝
فرما دیجئے وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں
فرقہ فرقہ کر کے آپس میں بھڑائے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھئے ! ہم
کس کس طرح آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ یہ سمجھ سکیں۔

عذاب الٰہی کی مختلف صورتوں کا بیان

"قُلْ هُوَ الْقَادِرِ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ" مِنَ السَّمَاءِ كَالْحِجَارَةِ وَالصَّيْحَةِ "اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ" كَالْخَسْفِ "اَوْ يَلْبِسَكُمْ" يَخْلِطَكُمْ "شِيَعًا" فِرَقًا مُخْتَلِفَةَ الْاَهْوَاءِ "وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ" بِالْقِتَالِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا نَزَلَتْ "هٰذَا اَهْوَنُ وَاَيْسَرُ" وَلَمَّا نَزَلَ مَا قَبْلَه قَالَ: "اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيّ وَرَوَى مُسْلِم حَدِيث "سَاَلْتُ رَبِّي اَلَّا يَجْعَلَ بَاْسَ اُمَّتِي بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيهَا" وَفِيْ حَدِيث "لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ اَمَا اِنَّهَا كَائِنَةٌ وَلَمْ يَاْتِ تَاْوِيلُهَا بَعْدُ" "اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ" نُبَيِّنُ لَهُمْ "الْاٰيَاتِ" الدَّلَالَاتِ عَلٰى قُدْرَتِنَا "لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ" يَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَا هُمْ عَلَيْهِ بَاطِلٌ،

فرما دیجئے وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے خواہ تمہارے اوپر کی طرف سے جیسے پتھر یا چیخ ہے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یعنی تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر کے آپس میں لڑائے۔ یعنی مختلف خواہشات میں تقسیم کر کے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ اھون اور آسان ہے۔ اور جب اس سے پہلے والی آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کہا کہ میں اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں (صحیح بخاری) اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت کو اختلاف سے بچا تو مجھے اس سے روک دیا گیا اور ایک حدیث میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایسا ہو کر رہے گا جس کی تاویل ابھی تک نہیں آئی۔ دیکھئے ! ہم کس کس طرح آیتیں بیان

کرتے ہیں یعنی اپنی قدرت پر دلالت کرنے والی آیات بیان کرتے ہیں۔ تا کہ یہ لوگ سمجھ سکیں۔ کہ وہ یعنی کفار باطل پر ہیں۔

سورہ انعام آیت ۶۶ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قل ھوالقادر۔ کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ الانعام۔ آیت 65) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ پھر یہ الفاظ نازل ہوئے (اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ) 6۔ الانعام:65) یا تمہیں فرقے کر کے ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں کچھ معمولی اور آسان ہیں راوی کو شک ہے کہ اَھْوَنُ فرمایا اَیْسَرُ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1007)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد دوبارہ کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کو تلواروں سے قتل کرنے لگو تو صحابہ نے کہا جبکہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں؟ بعض لوگوں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ہم مسلمان ہوں اور ایک دوسرے کو قتل کریں اس موقع پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں (اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ، الی قولہ تعالی وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ، لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ،

(اور اس (قرآن) کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے کہہ دو کہ میں تمہارا دارغہ نہیں ہوں ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ (سیوطی 117، طبری 7۔143)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ اللہ قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ میں تیرے پرعظمت وجلال چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں اور جب یہ سنا کہ نیچے سے عذاب لے آئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ پھر یہ سن کر کہ یا وہ تم میں اختلاف ڈال دے اور تمہیں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچے تو حضور نے فرمایا یہ بہت زیادہ ہلکا ہے۔

ابن مردویہ کی اس حدیث کے آخر میں حضرت جابر کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ اگر اس آپ کی ناچاقی سے بھی پناہ مانگتے تو پناہ مل جاتی۔

مسند میں ہے حضور سے جب اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ تو ہونے والا ہی ہے اب تک یہ ہوا نہیں۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے غریب بتاتے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت ۔ ر بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہے تھے آپ مسجد بنی معاویہ میں گئے اور دو رکعت نماز ادا کی ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی پھر آپ نے لمبی مناجات کی اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ میری تمام امت کو ڈبوئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرمائی، پھر میں نے دعا کی کہ

میرے عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ پھر میں نے دعا کی کہ میری عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی پھر میں نے دعا کی کہ ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑے میری یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عبداللہ فرماتے ہیں ہمارے پاس عبداللہ بن عمر بنی معاویہ کے محلے میں آئے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو تمہاری اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کس جگہ پڑھی؟ میں نے مسجد کے ایک کونے کو دکھا کر کہا یہاں پھر پوچھا جانتے ہو یہاں تین دعائیں حضور نے کیا کیا کیں؟ میں نے کہا ایک تو یہ کہ آپ کی امت پر کوئی غیر مسلم طاقت اس طرح غالب نہ آ جائے کہ ان کو پیس ڈالے دوسرے یہ کہ ان پر عام قحط سالی ایسی نہ آئے کہ یہ سب تباہ ہو جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں پھر تیسری دعا یہ کی کہ ان میں آپس میں لڑائیاں نہ ہوں لیکن یہ دعا قبول نہ ہوئی یہ سن کر حضرت عبداللہ نے فرمایا تم نے سچ کہا یاد رکھو قیامت تک یہ آپس کی لڑائیاں چلی جائیں گی، ابن مردویہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام بنو معاویہ کے محلے میں گئے اور وہاں آٹھ رکعت نماز ادا کی، بڑی لمبی رکعت پڑھیں پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں اللہ پاک نے دو تو دیں اور ایک نہ دی، میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے دشمن اس طرح نہ چھا جائیں کہ انہیں برباد کر دیں اور ان سب کو ڈبو یا نہ جائے، اللہ نے ان دونوں باتوں سے مجھے امن دیا پھر میں نے آپس سے لڑائیاں نہ ہونے کی دعا کی لیکن اس سے مجھے منع کر دیا گیا۔

ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے گئے اب دریافت کرتا کرتا حضور جہاں تھے وہیں پہنچا دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں میں بھی آپ کے پیچھے نماز میں کھڑا ہو گیا، آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی، جب فارغ ہوئے تو میں کہا حضور بڑی لمبی نماز تھی پھر آپ نے اپنی تینوں دعاؤں کا ذکر کیا۔

نسائی وغیرہ میں حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کی آٹھ ۹ رکعت پڑھیں اور حضرت انس کے سوال پر اپنی دعاؤں کا ذکر کیا اس میں عام قحط سالی کا ذکر ہے، نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ ساری رات نماز میں گزار دی صبح کے وقت سلام پھیرا تو حضرت خباب بن ارث رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابی ہیں پوچھا کہ ایسی طویل نماز میں تو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا آپ نے اس کے جواب میں وہی فرمایا جو اوپر مذکور ہوا، اس میں ایک دعا یہ ہے کہ اگلی امتوں پر جو عام عذاب آئے وہ میری امت پر عام طور پر نہ آئیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضور نے نماز پڑھی جس کے رکوع سجود پورے تھے اور نماز ہلکی تھی۔

مسند احمد میں ہے رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرقین مغربین دیکھ لئے جہاں جہاں تک یہ زمین میری لئے لپیٹ دی گئی تھی وہاں وہاں تک میری امت کی بادشاہت پہنچے گی، مجھے دونوں

خزانے دیئے گئے ہیں سفید اور سرخ، میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کر اور ان پر کوئی ان کے سوا ایسا دشمن مسلط نہ کر جو انہیں عام طور پر ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ خود آپس میں ایک دوسروں کو ہلاک کرنے لگیں اور ایک دوسروں کو قتل کرنے لگیں اور ایک دوسروں کو قید کرنے لگیں اور حضور نے فرمایا میں اپنی امت پر کسی چیز سے نہیں ڈرتا بجز گمراہ کرنے والے اماموں کے پھر جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک ان میں سے اٹھائی نہ جائے گی، ابن مردویہ میں ہے کہ جب آپ لوگوں میں نماز پڑھتے تو نماز ہلکی ہوتی، رکوع وسجود پورے ہوتے ایک روز آپ بہت دیر تک بیٹھے رہے یہاں تک کہ ہم نے ایک دوسرے کو اشارے سے سمجھا دیا کہ شاید آپ پر وحی اتر رہی ہے کاموشی سے بیٹھے رہو۔ جب آپ فارغ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا حضور آج تو اس قدر زیادہ دیر تک آپ کے بیٹھے رہنے سے ہم نے یہ خیال کیا تھا اور آپس میں ایک دوسرے کو اشارے سے یہ سمجھایا تھا کہ آپ نے فرمایا نہیں یہ بات تو نہ تھی بلکہ میں نے یہ نماز بڑی رغبت و یکسوئی سے ادا کی تھی، میں نے اس میں تین چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کی تھیں جن میں سے دو تو اللہ تعالیٰ نے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تمہیں وہ عذاب نہ کرے جو تم سے پہلی قوموں کو کئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کیا میں نے پھر کہا کہ یا اللہ میری امت پر کوئی ایسا دشمن چھا نہ جائے جو ان کا صفایا کر دے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ مراد بھی پوری کر دی، پھر میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ نہ ڈالے کہ ایک دوسرے کو ایذاء پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہ فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام، بیروت)

ابن عباس فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر نہ تو ان کے اوپر سے عذاب اتار نہ نیچے سے انہیں عذاب چکھا اور نہ ان میں تفرقہ ڈال کر ایک دوسرے کی مصیبت پہنچا، اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس سے پناہ دے دی کہ ان کے اوپر سے یا ان کے نیچے سے ان پر عام عذاب اتارا جائے (ابن مردویہ)

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝
اور آپ کی قوم نے جھٹلا ڈالا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ فرما دیجئے میں تم پر نگہبان نہیں ہوں

قرآن اور اس کی صداقت کو جھٹلانے والی قوم کا بیان

"وَكَذَّبَ بِهٖ" بِالْقُرْاٰنِ "قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقّ" الصِّدْق "قُلْ" لَهُمْ "لَسْت عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ" فَأُجَازِيكُمْ إِنَّمَا اَنَا مُنْذِر وَاَمْرُكُمْ اِلَى اللّٰه وَهٰذَا قَبْل الْاَمْر بِالْقِتَالِ،

اور آپ کی قوم نے اس قرآن کو جھٹلا ڈالا حالانکہ وہ سراسر حق یعنی سچائی ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ تاکہ تمہیں جزاء دوں بلکہ میں تو صرف ڈر سنانے والا اور اللہ حکم کی طرف بلانے والا ہوں اور یہ حکم قتال سے پہلے کا ہے۔

جب اوپر ذکرہ آیت کے نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسروں کی گردنوں پر تلواریں چلانے لگو، اس پر لوگوں نے کہا حضور کیا ہم اللہ کی واحدانیت اور آپ کی رسالت کو مانتے ہوئے ایسا

کرسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایاہاں یہی ہوگا۔کسی نے کہاایسانہیں ہوسکتا کہ ہم مسلمان رہتے ہوئے مسلمانوں ہی کو قتل کریں اس پرآیت کا آخری حصہ اوراس کے بعد کی آیت (وکذب بہ) نازل ہوئی۔(ابن ابی حاتم اورابن جریر)

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝
ہرخبرکاوقت مقرر ہےاورتم عنقریب جان لوگے۔

ہرکام کیلئے وقت کے مقرر ہونے کا بیان

"لِكُلِّ نَبَاٍ" خَبَر "مُّسْتَقَرٌّ" وَقْت يَقَع فِيهِ وَيَسْتَقِرّ وَمِنْهُ عَذَابكُمْ "وَسَوْف تَعْلَمُوْنَ" تَهْدِيْد لَهُمْ،

ہرخبرکاوقت مقرر ہےیعنی جس وقت اس نے واقع ہوناہےاورٹھہرناہےاوراسی سے تمہارے لئے عذاب ہے۔اورتم عنقریب جان لوگے۔اس میں ان کیلئے تہدید ہے۔

واقعات ومعاملات کے وقت کے مقرر ہونے کا بیان

اس آیت کامفہوم سمجھنے کی ایک مثال یہ واقعہ ہے کہ انصار کے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ جنگ بدر سے پہلے عمرہ کی نیت سے مکہ آئے اوراپنے حلیف دوست امیہ بن خلف کے پاس ٹھہرے اوراس سے اپنے ارادہ کااظہار کیا۔اس وقت ابوجہل رئیس مکہ نے یہ پابندی لگارکھی تھی کہ کوئی مسلمان کعبہ میں داخل ہونے اورطواف نہ کرنے پائے۔امیہ بن خلف رواداری کی وجہ سے سیدنا سعد کوکعبہ لے گیاوہ طواف کرہی رہے تھے کہ ابوجہل نے دیکھ لیاتو سیدنا سعد پر برس پڑا۔سیدنا سعد نے کڑک کر جواب دیا کہ اگرتم مجھے روکوگے تو میں تمہارے تجارتی قافلہ کی راہ روک کرتمہاراناک میں دم کردوں گا۔امیہ سیدنا سعد سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ ابوجہل سے آرام سے بات کرو۔یہ مکہ کاسردار ہے۔سیدنا سعد کہنے لگےتم ابوجہل کی اتنی طرف داری نہ کرو۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے سناہے کہ تم ان کے اصحاب کے ہاتھوں قتل ہوگے۔امیہ نے پوچھا" کیایہاں مکہ میں؟" سیدنا سعد نے فرمایا۔میں یہ نہیں جانتا۔پھر کہنے لگے کہ تمہارے قتل کاسبب یہی ابوجہل بنے گا۔(بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام) یہ ایک خبرتھی اوراس خبر کے ظہورکاوقت جنگ بدرتھا۔اس جنگ میں ابوجہل امیہ بن خلف کوسخت مجبور کرکے لے گیا۔جہاں یہ دونوں انتہائی ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ایسے ہی وحی سے معلوم شدہ ہرخبراورعذاب کے ظہورکاایک وقت مقرر ہوتاہےاورجب وہ وقت آجاتاہےتواس کا ظہورہوکے رہتاہےاوریہی مستقر کامطلب ہے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ
وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝
اورجب تم ایسے لوگوں کودیکھوجوہماری آیتوں میں مشغول ہوں توتم ان سے کنارہ کش ہوجایاکرویہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں، اوراگرشیطان تمہیں بھلادےتویادآنے کے بعدتم ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھاکرو۔

بدعقیدہ لوگوں کی مجلس میں جانے کی ممانعت کا بیان

"وَاِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوضُوۡنَ فِیۡ اٰیٰتِنَا" الۡقُرۡاٰن بِالۡاِسۡتِهۡزَاءِ "فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ" وَلَا تُجَالِسۡهُمۡ "حَتّٰی یَخُوضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ وَاِمَّا" فِیۡهِ اِدۡغَامُ نُوۡنِ اِنۡ الشَّرۡطِیَّةِ فِیۡ مَا الۡمَزِیۡدَةِ "یُنۡسِیَنَّكَ " بِسُکُوۡنِ النُّوۡنِ وَالتَّخۡفِیۡفِ وَفَتۡحِهَا وَالتَّشۡدِیۡدِ "الشَّیۡطٰنُ" فَقَعَدۡتَ مَعَهُمۡ "فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی" اَیۡ تَذَکُّرَهٗ "مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" فِیۡهِ وَضۡعُ الظَّاهِرِ مَوۡضِعَ الۡمُضۡمَرِ،

اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں یعنی قرآن میں مذاق اور استہزاء میں مشغول ہوں تو تم ان سے یعنی ان کی مجالس سے کنارہ کش ہوجایا کرو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں، اور اما کے اندر نون کا ادغام ہے اور اس میں ان شرطیہ جبکہ ماء زائدہ ہے۔ اور "یُنۡسِیَنَّكَ" یہ نون کے سکون اور تخفیف اور فتحہ اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ شیطان بیٹھا ہے۔ اور اگر شیطان تمہیں یہ بات بھلا دے تو یاد آنے کے بعد تم کبھی بھی ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ یہاں پر اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اس آیت میں لفظ یخوضون، خوض سے بنا ہے، جس کے اصلی معنی پانی میں اُترنے اور اس میں گزرنے کے ہیں، اور لغو وفضول کاموں میں داخل ہونے کو بھی خوض کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ عموماً اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، (آیت) و کنا نحوض مع الخائضین اور فی خوضهم یلعبون، وغیر آیات اس کی شاہد ہیں۔

اسی لئے خوض فی الایات کا ترجمہ اس جگہ عیب جوئی یا جھگڑے کا کیا گیا ہے، یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں محض لہو ولعب اور استہزاء وتمسخر کے لئے دخل دیتے ہیں اور عیب جوئی کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اپنا رخ پھیر لیں۔

اللہ ورسول ﷺ کی مخالفت والی مجلس سے پرہیز کرنے کا بیان

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر ایسی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا شریعت اسلام کے خلاف باتیں ہو رہی ہیں، اور اس کو بند کرنا یا کرانا یا کم از کم حق بات کا اظہار کرنا اس کے قبضہ واختیار میں نہ ہو، ہاں اگر ایسی مجلس میں بہ نیت اصلاح شریک ہو اور ان لوگوں کو حق بات کی تلقین کرے تو مضائقہ نہیں۔ اور آخر آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ یاد آجانے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو، اس سے امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ایسے ظالم، بے دین اور دریدہ دہن لوگوں کی مجلس میں شرکت کرنا مطلقاً گناہ ہے، خواہ وہ اس وقت کسی ناجائز گفتگو میں مشغول ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ ایسے لوگوں کو ایسی بیہودہ گفتگو شروع کرتے ہوئے دیر کیا لگتی ہے، وجہ استدلال کی یہ ہے کہ اس میں مطلقاً ظالموں کے ساتھ بیٹھنے کو منع فرمایا گیا ہے، اس میں یہ شرط نہیں کہ وہ اس وقت بھی ظلم کرنے میں مشغول ہوں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت کا اصل منشاء گناہ کی مجلس اور مجلس والوں سے اعراض اور کنارہ کشی ہے، جس کی بہتر صورت تو یہی ہے کہ وہاں سے اٹھ جائے لیکن اگر وہاں سے اُٹھنے میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا خطرہ ہو تو عوام کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کنارہ کشی کی کوئی دوسری صورت اختیار کرلیں، مثلاً کسی دوسرے شغل میں لگ جائیں، اور ان لوگوں کی طرف التفات نہ کریں، مگر خواص جن کی دین میں اقتداء کی جاتی ہے ان کے لئے وہاں سے بہرحال اٹھ جانا ہی مناسب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں، اس سے ثابت ہوگیا کہ کفار اور بیدینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں ان میں جانا، سننے کے لئے شرکت کرنا جائز نہیں اور ردو جواب کے لئے جانا مُجالست نہیں بلکہ اظہارحق ہے ممنوع نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○
اور لوگوں پر جو پرہیز گاری اختیار کئے ہوئے ہیں ان کے حساب سے کچھ بھی نہیں ہے مگر نصیحت تا کہ وہ بچ جائیں۔

بدعقیدہ لوگوں کو نصیحت کرنے کا بیان

وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِنْ قُمْنَا كُلَّمَا خَاضُوْا لَمْ نَسْتَطِعْ اَنْ نَجْلِس فِي الْمَسْجِد وَاَنْ نَطُوف فَنَزَلَ: "وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ" اللّٰه "مِنْ حِسَابهمْ" اَيْ الْخَائِضِيْنَ "مِنْ" زَائِدَة "شَيْء" اِذَا جَالَسُوْهُمْ "وَلٰكِنْ" عَلَيْهِمْ "ذِكْرٰى" تَذْكِرَة لَهُمْ وَمَوْعِظَة "لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" الْخَوْض،

اور مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم کھڑے ہو جائیں جب وہ بیٹھے ہوں تو ہم نہ تو مسجد میں بیٹھ سکیں گے اور نہ ہی طواف کرسکیں گے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اور لوگوں پر جو اللہ کیلئے پرہیز گاری اختیار کئے ہوئے ہیں ان کافروں کے حساب سے کچھ بھی لازم نہیں ہے یہاں پر بھی من زائدہ ہے۔ لیکن جب وہ ان میں بیٹھیں تو انہیں نصیحت کرنی چاہیے تا کہ وہ کفر سے اور قرآن کی مذمت سے بچ جائیں۔

بے دینوں سے منہ پھیرلو ان کا انجام نہایت برا ہے اس قرآن کو پڑھ کر سنا کر لوگوں کو ہوشیار کردو اللہ کی ناراضگی سے اور اس کے عذابوں سے انہیں ڈرا دو تا کہ کوئی شخص اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو پکڑا نہ جائے رسوا نہ کیا جائے اپنے مطلوب سے محروم نہ رہ جائے۔

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا
كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ○

اور آپ ان لوگوں کو چھوڑے رکھیئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا ہے اور جنہیں دنیا کی زندگی نے فریب دے رکھا ہے اور اس کے ذریعے نصیحت فرماتے رہیئے تا کہ کوئی جان اپنے کیئے کے بدلے سپرد ہلاکت نہ کردی جائے، اس کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، اور اگر وہ پورا پورا بدلہ بھی دے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کیئے کے بدلے ہلاکت میں ڈال دیئے گئے ان کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا پینا ہے اور دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔

دین کو محض کھیل وتماشہ بنانے والوں کا بیان

"وَذَرْ" اُتْرُكْ "الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ" الَّذِىْ كُلِّفُوْهُ "لَعِبًا وَّلَهْوًا" بِاسْتِهْزَائِهِمْ بِهٖ "وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا" فَلَا تَتَعَرَّضْ لَهُمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ "وَذَكِّرْ" عِظْ "بِهٖ" بِالْقُرْاٰنِ النَّاسَ "اَنْ" لَا "تُبْسَلَ نَفْسٌ" تُسْلَمَ اِلَى الْهَلَاكِ "بِمَا كَسَبَتْ" عَمِلَتْ "لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَىْ غَيْرِهٖ "وَلِيٌّ" نَاصِرٌ "وَّلَا شَفِيْعٌ" يَمْنَعُ عَنْهَا الْعَذَابَ "وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ" تَفْدِ كُلَّ فِدَاءٍ "لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا" مَا تَفْدِى بِهٖ "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ" مَاءٍ بَالِغٍ نِهَايَةَ الْحَرَارَةِ "وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ" مُؤْلِمٌ "بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ" بِكُفْرِهِمْ،

اور آپ ان لوگوں کو چھوڑے رکھیئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا ہے یعنی جس دین کا ان کو مکلّف کیا گیا ہے اس کو انہوں نے لعو ولعب بنا رکھا ہے۔ اور جنہیں دنیا کی زندگی نے فریب دے رکھا ہے آپ ان سے تعرض نہ فرمائیں اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔ اور اس قرآن کے ذریعے ان کی آگاہی کی خاطر نصیحت فرماتے رہیئے تا کہ کوئی جان اپنے کیئے کے بدلے سپرد ہلاکت نہ کردی جائے، پھر اس کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جو اس سے عذاب کو دور کردے۔ اور اگر وہ جان اپنے گناہوں کا پورا پورا بدلہ یعنی معاوضہ بھی دے تو بھی وہ دیا گیا فدیہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کیئے کے بدلے ہلاکت میں ڈال دیئے گئے ان کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا پینا ہے یعنی ایسا پانی جو گرم ہونے میں انتہاء کو پہنچ گیا ہوا اور دردناک تکلیف دہ عذاب ہوگا کیونکہ وہ کفر کرتے تھے۔

ذر۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر وذر سے (باب سمع وفتح) تو چھوڑ دے۔

غرتھم۔ ماضی واحد مونث غائب۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ دنیاوی زندگی نے ان کو بہکا رکھا ہے۔

وذکر بہ۔ اور نصیحت کے ذریعہ سے۔ یعنی ان مشرکوں کو قرآن کی روشنی میں نصیحت کرو۔ ذکر۔ فعل امر واحد مذکر حاضر بہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے۔

ان کہ۔ یہ کہ۔ ان مبادا کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ

فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ،اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو۔ اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

اکثر مفسرین نے یہاں ان کو انہیں معنوں میں لیا ہے۔ لیکن اگر اسے کہ کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے لیا ہے تو عبارت کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں اس صورت میں ان کے بعد جملہ ذکر کا مفعول بہ ہوگا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:۔ ومنهم من جعله (ای تبسل نفس بما كسبت) مفعولا به لذكر ۔ان میں سے بعض نے تبسل نفس بما کسبت کو ذکر کا مفعول بہ لیا ہے۔

تبسل ۔وہ گرفتار ہو جائے۔ وہ ہلاکت کے سپرد کی جائے۔ ابسال سے مضارع مجہول واحد مونث غائب بسل بمعنی تهلك (ابن عباس) . تحبس . (قتادہ) ای فی نار جهنم . تحرق بالنار (الضحاك) .

تعدل ۔وہ بدلہ دیوے (ضرب) عدل سے جس کے معنی اصل میں مساوی اور برابر کرنے کے ہیں۔ چونکہ بدلہ کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلہ ہے اس کے برابر ہے۔ اس لئے بدلہ کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب۔

وذكر به ان تبسل نفس اور نصیحت کر قرآن کے ذریعہ سے کہ:۔ پکڑا جائیگا آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے اور انہیں ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ اور اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

اولئك. وہ لوگ جو دین کو کھیل اور دل لگی سمجھتے ہیں اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں رکھا ہوا ہے۔

ابسلوا. ماضی مجہول جمع مذکر غائب، وہ ہلاک کئے گئے وہ ہلاک ہوئے۔ وہ گرفتار کیے گئے۔ وہ پکڑے گئے۔ وہ ثواب سے محروم کئے گئے۔ (اوپر تبسل ملاحظہ کیا جائے۔ حمیم۔ نہایت گرم پانی۔ اس سے حمان مشتق ہے جہاں گرم پانی مل سکتا ہے۔ حمیم قریبی دوست کو بھی کہتے ہیں حم سے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فرما دیجئے، کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکے اور نہ ہمیں نقصان دے سکے اور اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دے دی ہم اس شخص کی طرح اپنے الٹے پاؤں پھر جائیں جسے زمین میں شیطانوں نے راہ بھلا کر درماندہ و حیرت زدہ کر دیا ہو جس کے ساتھی اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جا، فرما دیں کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کی فرمانبرداری کریں۔

اللہ کے سوا دوسرے باطل معبودوں کی عبادت کرنے کا بیان

"قُلْ اَنَدْعُوْ" اَنَعْبُدُ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا" بِعِبَادَتِهِ "وَلَا يَضُرُّنَا" بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْاَصْنَام "وَنُرَدُّ عَلٰى اَعْقَابِنَا" نَرْجِع مُشْرِكِيْنَ "بَعْدَ اِذْ هَدَانَا اللّٰهُ" اِلَى الْاِسْلَام "كَالَّذِيْ اسْتَهْوَتْهُ" اَضَلَّتْهُ "الشَّيَاطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَان" مُتَحَيِّرًا لَّا يَدْرِيْ اَيْنَ يَذْهَب حَال مِنْ الْهَاء "لَهٗ اَصْحَاب" رُفْقَة "يَدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى" اَيْ لِيَهْدُوْهُ الطَّرِيْق يَقُوْلُوْنَ لَهُ "ائْتِنَا" فَلَا يُجِيْبهُمْ فَيَهْلَك وَالِاسْتِفْهَام لِلْاِنْكَارِ وَجُمْلَة التَّشْبِيْه حَال مِنْ ضَمِيْر نُرَدّ "قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ" الَّذِيْ هُوَ الْاِسْلَام "هُوَ الْهُدَى" وَمَا عَدَاهُ ضَلَال "وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ" اَيْ بِاَنْ نُسْلِم، لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ،

فرما دیجئے، کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمیں نہ نفع پہنچا سکے اور نہ ہمیں نقصان دے سکے یعنی ان کا چھوڑنا نقصان نہ پہنچا سکے اور وہ بت ہیں۔ اور اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اسلام کی ہدایت دے دی ہے۔ مشرکین کی طرح اپنے الٹے پاؤں پھر جائیں ہم اس شخص کی طرح جسے زمین میں شیطانوں نے راہ بھلا کر درماندہ وحیرت زدہ کر دیا ہو یعنی پریشانی کے سبب وہ نہیں جانتا کہ اس نے کہاں جانا ہے۔ حالانکہ جس کے ساتھی اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جا، تو وہ انہیں جواب بھی نہیں دیتا لہٰذا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہاں استفہام انکاری ہے اور جملہ تشبیہ یہ نرد کی ضمیر سے حال ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیں کہ اللہ کی ہدایت یعنی جو اسلام ہے وہی ہدایت ہے، اور جو اس کے سوا ہے سب گمراہی ہے۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کی فرمانبرداری کریں۔

سورہ انعام آیت ۷۰ کے سبب نزول کا بیان

مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین میں آ جاؤ اور اسلام چھوڑ دو اس پر یہ آیت اتری کہ کیا ہم بھی تمہاری طرح بیجان وبےنفع ونقصان معبودوں کو پوجنے لگیں؟ اور جس کفر سے ہٹ گئے ہیں کیا پھر لوٹ کر اسی پر آ جائیں؟ اور تم جیسے ہی ہو جائیں؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اب تو ہماری آنکھیں کھل گئیں صحیح راہ مل گئی اب اسے کیسے چھوڑ دیں؟ اگر ہم ایسا کر لیں تو ہماری مثال اس شخص جیسی ہوگی جو لوگوں کے ساتھ سیدھے راستے پر جا رہا تھا مگر راستہ گم ہو گیا شیطان نے اسے پریشان کر دیا اور ادھر ادھر بھٹکانے لگا اس کے ساتھ جو راستے پر تھے وہ اسے پکارنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل جا ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں یہی مثال اس شخص کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جان اور پہچان کے بعد مشرکوں کا ساتھ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پکارنے والے ہیں اور اسلام ہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے، ابن عباس فرماتے ہیں یہ مثال اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کی طرف بلانے والوں کی بیان فرمائی ہے اور ان کی بھی جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ایک شخص راستہ بھولتا ہے وہیں اس کے کان میں آواز آتی ہے کہ اے فلاں ادھر آ سیدھی راہ یہی ہے لیکن اس کے ساتھی جس غلط راستے پر لگ گئے ہیں وہ اسے تھپکتے ہیں اور کہتے ہیں یہی راستہ صحیح ہے اسی پر چلا چل۔ اب اگر یہ سچے شخص کو مانے گا تو راہ راست لگ جائے گا ورنہ بھٹکتا پھرے گا۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے اس امید

میں ہوتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں لیکن مرنے کے بعد انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ نہ تھے اس وقت بہت نادم ہوتے ہیں اور سوائے ہلاکت کے کوئی چیز انہیں دکھائی نہیں دیتی، یعنی جس طرح کسی جنگ میں گم شدہ انسان کو جنات اس کا نام لے کر آوازیں دے کر اسے اور غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں جہاں وہ مارا مارا پھرتا ہے اور بالآخر ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے اسی طرح جھوٹے معبودوں کا پجاری بھی برباد ہو جاتا ہے، ہدایت کے بعد گمراہ ہونے والے کی یہی مثال ہے جس راہ کی طرف شیطان اسے بلا رہے ہیں وہ تو تباہی اور بربادی کی راہ ہے اور جس راہ کی طرف اللہ بلا رہا ہے اور اس کے نیک بندے جس راہ کو بھار رہے ہیں وہ ہدایت ہے گو وہ اپنے ساتھیوں کے مجمع میں سے نہ نکلے اور انہیں ہی راہ راست پر سمجھتا رہے اور وہ ساتھی بھی اپنے تئیں ہدایت یافتہ کہتے رہیں۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ط وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝
اور یہ کہ تم نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی اللہ ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔

نماز کا قیام اور تقویٰ اختیار کرنے کا بیان

"وَاَنْ" اَیْ بِاَنْ "اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوْهُ" تَعَالٰى "وَهُوَ الَّذِىْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ" تُجْمَعُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلْحِسَابِ،

اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ تم نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی اللہ ہے جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے۔ یعنی قیامت کے دن حساب کیلئے جمع کیے جاؤ گے۔

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ط قَوْلُهُ الْحَقُّ ط
وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ط عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ط وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝
اور وہی ہے جس نے آسمان وزمین ٹھیک بنائے اور جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی، اس کی بات سچی ہے،
اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا، اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔

کن فیکون کی حقیقی قدرت کے مالک ہونے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ" اَیْ مُحِقًّا "وَ" اُذْكُرْ "يَوْمَ يَقُوْلُ" لِلشَّیْءِ "كُنْ فَيَكُوْنُ" هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ لِلْخَلْقِ قُوْمُوْا فَيَقُوْمُوْا "قَوْلُهُ الْحَقُّ" الصِّدْقُ الْوَاقِعُ لَا مَحَالَةَ "وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوَرِ" الْقَرْنِ النَّفْخَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ اِسْرَافِيْلَ لَا مُلْكَ فِيْهِ لِغَيْرِهِ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟ لِلّٰهِ" "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" مَا غَابَ وَمَا شُوهِدَ "وَهُوَ الْحَكِيْمُ" فِىْ خَلْقِهِ "الْخَبِيْرُ" بِبَاطِنِ الْاَشْيَاءِ كَظَاهِرِهَا،

اور وہی ذات ہے جس نے آسمان وزمین حق کے ساتھ ٹھیک بنائے اور یاد کریں کہ جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی، وہ قیامت کا دن ہے جب وہ مخلوق سے فرمائے گا کھڑے ہو جاؤ تو وہ مخلوق کھڑی ہو جائے گی۔ اس کی بات سچی ہے، یقیناً اس کا سچ واقع ہونے والا ہے۔ اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا۔ یعنی وہ نفخ ثانی جس اسرافیل پھونکیں گے اس میں کسی دوسرے کی کوئی ملکیت نہ ہوگی۔ جس طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ آج کے دن کا مالک کون ہے؟ اللہ ہی ہر چھپے یعنی جو غائب ہے اور ہر ظاہر کو جاننے والا، اور وہی اپنی مخلوق میں حکمت والا، وہ باطن اشیاء کو ظاہر کی طرح جاننے والا ہے۔

صور کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

"صور" اصل میں نرسنگا (سنگھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نر سنگا (سنگھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مر جائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے

بعض اہل تفسیر علماء کہتے ہیں صور جمع ہے صورۃ کی جیسے سورہ شہر پناہ کو کہتے ہیں اور وہ جمع ہے سورۃ کی لیکن صحیح یہ ہے کہ مراد صور سے قرن ہے جسے حضرت اسرافیل پھونکین گے، امام بن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں حضور کا ارشاد ہے کہ حضرت اسرافیل صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے اپنی پیشانی جھکائے ہوئے حکم الہی کے منتظر ہین۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا صور ایک نرسنگھے جیسا ہے جو پھونکا جائے گا، طبرانی کی مطولات میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے بعد صور کو پیدا کیا اور اسے حضرت اسرافیل کو دیا وہ اسے لئے ہوئے ہیں اور عرش کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ کب حکم ہو اور میں اسے پھونک دوں۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک نرسنگھا ہے میں نے کہا وہ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا بہت ہی بڑا ہے واللہ اس کے دائرے کی چوڑائی آسمان وہ زمین کے برابر ہے اس میں سے تین نفخے پھونکے جائیں گے، پہلا گھبراہٹ کا دوسرا بیہوشی کا تیسرا رب العلمیں کے سامنے کھڑے ہونے کا۔ اول اول جناب باری حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا وہ پھونک دیں گے جس سے آسمان وزمین کی تمام مخلوق گھبرا اٹھے گی مگر جسے اللہ چاہے یہ صور بحکم رب دیر تک برابر پھونکا جائے گا اسی طرف اشارہ اس آیت میں ہے و ما ینظر ھو لاء الا صیحتہ واحدۃ مالھا من فوق یعنی انہیں صرف بلند زوردار چیخ کا انتظار ہے پہاڑ اس صور سے مثل بادلوں کے چلنے پھرنے لگیں گے پھر ریت ہو جائیں گے زمین میں بھونچال آجائے گا اور وہ اس طرح تھرتھرانے لگے گی جیسے کوئی کشتی دریا کے بیچ زبردست طوفان میں موجوں سے ادھر ادھر ہو رہی ہو اور غوطے کھا رہی ہو۔ مثل اس ہانڈی کے جو عرش میں لٹکی ہوئی ہے جسے ہوائیں ہلا جلا رہی ہیں۔

اسی کا بیان اس آیت میں ہے یوم ترجف الراجفته الخ، اس دن زمین جنبش میں آجائے گی اور بہت ہی ہلنے لگے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آجائے گی دل دھڑکنے لگیں گے اور کلیجے الٹنے لگیں گے لوگ ادھر ادھر گرنے لگیں گے مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے بھاگتے بھاگتے زمین کے کناروں پر آجائیں گے، یہاں سے فرشتے انہیں مار مار کر ہٹائیں گے۔ لوگ پریشان حال حواس باختہ ہوں گے کوئی جائے پناہ نظر نہ آئے گی امر الٰہی سے بچاؤ نہ ہو سکے گا ایک دوسرے کو آوازیں دیں گے لیکن سب اپنی اپنی مصیبت میں پڑے ہوئے ہوں گے کہ ناگہاں زمین پھٹنی شروع ہو گی کہیں ادھر سے پھٹی کہیں ادھر سے پھٹی اب تو ابتر حالت ہو جائے گی کلیجہ کپکپانے لگے گا دل الٹ جائے گا اور اتنا صدمہ اور غم ہوگا جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا، جو آسمان کی طرف نظر اٹھائیں گے تو دیکھیں گے کہ کھل رہا ہے اور وہ بھی پھٹ رہا ہے ستارے جھڑ رہے ہیں سورج چاند بے نور ہو گیا ہے، ہاں مردوں کو اس کا کچھ علم نہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قرآن کی آیت میں جو فرمایا گیا ہے ففزع من فی السموات و من فی الارض الا من شاء الله یعنی زمین و آسمان کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے لیکن جنہیں اللہ چاہے اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ شہید لوگ ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں روزیاں پاتے ہیں اور سب زندہ لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں پریشانی سے محفوظ رکھے گا یہ تو عذاب ہے جو وہ اپنی بدترین مخلوق پر بھیجے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آرام و سکون سے کیسے بیٹھا رہوں جب کہ صور پھونکنے والا حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو (پھونکنے کے لئے) منہ میں دبائے ہوئے ہیں، اپنا کان (بارگاہ حق جل مجدہ کی طرف) لگائے ہوئے ہیں کہ جب بھی حکم صادر ہو فوراً پھونک دیں) اور پیشانی جھکائے ہوئے (بالکل تیاری کی حالت میں) ہیں اور انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے" (یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا کہ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا فرماتے ہیں؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا تلقین فرماتے ہیں کہ ہم کسی بھی آفت اور سختی کے وقت کیا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب بھی کوئی آفت و مصیبت آئے تو بس حق تعالیٰ ہی کی طرف لو لگاؤ اسی کی بارگاہ میں التجا کرو اور اس کے فضل و کرم پر بھروسہ و اعتماد رکھو، نیز، یہ پڑھا کرو حسبنا الله ونعم الوكيل اور ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 99)

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝
اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر (جو حقیقت میں چچا تھا محاورہ عرب میں اسے باپ کہا گیا ہے) سے کہا:
کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا بت پرستی کو اپنائے ہوئے ہونے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ" هُوَ لَقَبه وَاسمه تَارِخ "اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً" تَعْبُدهَا اسْتِفْهَام

تَوْبِیخ "اِنِّیْ اَرٰاكَ وَقَوْمَكَ" "بِاتِّخَاذِهَا" "فِیْ ضَلَالٍ" "عَنِ الْحَقِّ" "مُبِیْن" بَیِّن،

اور یاد کیجئے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر (جو حقیقت میں چچا تھا محاورہ عرب میں اسے باپ کہا گیا ہے) سے کہا، آزر اس کا لقب تھا جبکہ اس کا نام تارح تھا۔ کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ یہاں استفہام بہ طور توبیخ ہے۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں مبتلاء دیکھتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے اظہار حق کے باوجود گمراہی کو اپنایا ہوا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء سلف میں سے ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آزر ہے، ان کا چچا آزر نمرود کی وزارت کے بعد شرک میں مبتلا ہو گیا تھا، اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے، اسی محاورہ کے تحت آیت میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے، زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی شواہد بھی نقل کیے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مسلمان ہونے کا بیان

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (سورہ ابراھیم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب ہوگا۔

اہلسنّت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ مومن، مؤحد اور جنّتی تھے آزر بُت پرست آپ کا چچا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کی مغفرت کے لئے دعا کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ مسلمان تھے کیونکہ کافر کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کی جاتی۔ حضرت عباس کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا۔ آزر سے مراد بت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی نے مسالك الحُنفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآن کریم میں ہے (قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، البقرة:133) اس میں حضرت اسمٰعیل کو حضرت یعقوب کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجود یکہ آپ عَم ہیں۔

حدیث شریف میں بھی حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اَب فرمایا چنانچہ ارشاد کیا' رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ' اور یہاں اَبِی سے حضرت عباس مراد ہیں۔ (مفردات راغب و تفسیر کبیر)

وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۝

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے

زمین وآسمانوں کی تمام چیزوں کا علم ومشاہدہ ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہونے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ " كَمَا اَرَيْنَاهُ اِضْلَالَ اَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ "نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ" مُلْكَ "السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ" لِيَسْتَدِلَّ بِهٖ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِنَا "وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ" بِهَا وَجُمْلَةُ وَكَذٰلِكَ وَمَا بَعْدَهَا اعْتِرَاضٌ وَعُطِفَ عَلٰى قَالَ،

اوراسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں جس طرح انہوں نے اپنے چچا اور اپنی قوم کو گمراہی میں دیکھا۔ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی دیکھاتے ہیں تا کہ وہ ہماری توحید پر استدلال کریں اور اس لیے کہ وہ اس کے سبب عین الیقین والوں میں ہو جائے۔ اور یہاں پر کذلک اور اس کے مابعد کا جملہ، یہ جملہ معترضہ ہے۔اور اس کا عطف قال پر ہے۔

مجاہد وغیرہ سے منقول ہے کہ آسمان حضرت ابراہیم کے سامنے کھول دیئے گئے عرش تک آپ کی نظریں پہنچیں۔حجاب اٹھا دیئے گئے اور آپ نے سب کچھ دیکھا، بندوں کو گناہوں میں دیکھ کر ان کے لئے دعائے ضرر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ میں ان پر رحیم ہوں بہت ممکن ہے کہ یہ توبہ کرلیں اور بداعمالیوں سے ہٹ جائیں۔پس یہ دکھلانا موقوف کر دیا گیا ممکن ہے یہ کشف کے طور پر ہوا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد معلوم کرانا اور حقائق سے متعارف کرادینا ہو۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دین میں بینائی عطا فرمائی ایسے ہی انہیں آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے آسمانوں اور زمین کی خلق مراد ہے۔مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آیات سمٰوات وارض مراد ہیں، یہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صَخرہ (پتھر) پر کھڑا کیا گیا اور آپ کے لئے ساوات مکشوف کئے گئے یہاں تک کہ آپ نے عرش وکرسی اور آسمانوں کے تمام عجائب اور جنت میں اپنے مقام کو معائنہ فرمایا، آپ کے لئے زمین کشف فرمادی گئی یہاں تک کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائب دیکھے۔مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ رویت بچشم باطن تھی یا بچشم سر۔کیونکہ ہر ظاہر ومخفی چیز ان کے سامنے کردی گئی اور خلق کے اعمال میں سے کچھ بھی ان سے نہ چھپا رہا۔(درمنثور وخازن)

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝
پھر جب ان پر رات نے اندھیرا کر دیا تو انہوں نے ستارہ دیکھا کہا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا
تو کہنے لگے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ستارے کے حادث ہونے کے سبب دلیل الوہیت پر استدلال کا بیان

"فَلَمَّا جَنَّ" اَظْلَمَ "عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا" قِيْلَ هُوَ الزُّهْرَةُ "قَالَ" لِقَوْمِهٖ وَكَانُوْا نَجَّامِيْنَ "هٰذَا رَبِّيْ" فِيْ زَعْمِكُمْ "فَلَمَّا اَفَلَ" غَابَ "قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ" اَنْ اَتَّخِذَهُمْ اَرْبَابًا لِاَنَّ الرَّبَّ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ

التَّغَیُّرِ وَالاِنْتِقَالِ لِاَنَّھُمَا مِنْ شَاْنِ الْحَوَادِثِ فَلَمْ یَنْجَعْ فِیْھِمْ ذٰلِكَ،

پھر جب ان پر رات نے اندھیرا کر دیا تو انہوں نے ستارہ دیکھا کہا گیا ہے کہ وہ زہرہ تھا۔ تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیونکہ وہ نجومی تھے، کیا تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو اپنی قوم کو سنا کر کہنے لگے کہ میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ کہ میں اس کو رب بنالوں، کیونکہ رب میں تبدیلی و انتقال جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں حوادث کا وصف ہے۔ لیکن ان کی قوم کیلئے اس دلیل کا کوئی اثر ثابت نہ ہوسکا۔

عُلَماءِ تفسیر اور اصحاب اَخبار و سِیَر کا بیان ہے کہ نُمرود ابن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا، سب سے پہلے اسی نے تاج سر پر رکھا، یہ بادشاہ لوگوں سے اپنی پرستش کراتا تھا، کاہن اور منجم کثرت سے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے اس کی روشنی کے سامنے آفتاب ماہتاب بالکل بینور ہوگئے اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا، کاہنوں سے تعبیر دریافت کی، انہوں نے کہا اس سال تیری قلمرو میں ایک فرزند پیدا ہوگا جو تیرے زَوالِ ملک کا باعث ہوگا اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے، یہ خبر سن کر وہ پریشان ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ جو بچہ پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے اور مرد عورتوں سے علیحدہ رہیں اور اس کی نگہبانی کے لئے ایک محکمہ قائم کر دیا گیا۔ تقدیراتِ الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں اور کاہنوں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دی کہ وہ بچہ حمل میں آگیا لیکن چونکہ حضرت کی والدہ صاحبہ کی عمر کم تھی ان کا حمل کسی طرح پہچانا ہی نہ گیا جب زمانہ ولادت قریب ہوا تو آپ کی والدہ اس تہ خانے میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا، وہاں آپ کی ولادت ہوئی اور وہیں آپ رہے، پتھروں سے اس تہ خانہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا، روزانہ والدہ صاحبہ دودھ پلا آتی تھیں اور جب وہاں پہنچتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ اپنی سَرِ اَنگشت چوس رہے ہیں اور اس سے دودھ برآمد ہوتا ہے، آپ بہت جلد بڑھتے تھے، ایک مہینہ میں اتنا جتنے دوسرے بچے ایک سال میں، اس میں اختلاف ہے کہ آپ تہ خانہ میں کتنے عرصہ رہے۔ بعض کہتے ہیں سات برس، بعض تیرہ برس، بعض سترہ برس، یہ مسئلہ یقینی ہے کہ انبیاء ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں اور وہ اپنی ابتداءِ ہستی سے تمام اوقات وجود میں عارف ہوتے ہیں، ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے دریافت فرمایا میرا رب (پالنے والا) کون ہے؟ انہوں نے کہا میں، فرمایا تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا تمہارے والد، فرمایا ان کا رب کون ہے؟ اس پر والدہ نے کہا خاموش رہو اور اپنے شوہر سے جا کر کہا کہ جس لڑکے کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ زمین والوں کا دین بدل دے گا وہ تمہارا فرزند ہی ہے اور یہ گفتگو بیان کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتدا ہی سے توحید کی حمایت اور عقائدِ کُفریہ کا اِبطال شروع فرمادیا اور جب ایک سوراخ کی راہ سے شب کے وقت آپ نے زُہرہ یا مُشتری ستارہ کو دیکھا تو اِقامتِ حُجّت شروع کر دی کیونکہ اس زمانہ کے لوگ بت اور کواکب کی پرستش کرتے تھے تو آپ نے ایک نہایت نفیس اور دل نشیں پیرایہ میں انہیں نظر و استدلال کی طرف رہنمائی کی جس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عالم بتمامہ حادث ہے، اِلٰہ نہیں ہوسکتا، وہ خود مُوجد و مُدَبِّر کا محتاج

ہے جس کے قدرت واختیار سے اس میں تغیر ہوتے رہتے ہیں۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ○
پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا کہا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے، اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ
فرماتا تو میں بھی ضرور گمراہوں کی قوم میں سے ہو جاتا۔

چمکتے چاند سے دلیل الوہیت پر استدلال کا بیان

"فَلَمَّا رَاَی الْقَمَر بَازِغًا" طَالِعًا "قَالَ" لَهُمْ "هٰذَا رَبِّی فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِی رَبِّی" یُثَبِّتنِی عَلَی الْهُدٰی "لَاَكُوْنَن مِنْ الْقَوْم الضَّالِّیْنَ" تَعْرِیض لِقَوْمِهِ بِاَنَّهُمْ عَلٰی ضَلَال فَلَمْ یَنْجَع فِیْهِمْ ذٰلِكَ،

پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا تو ان سے کہا کیا تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غائب ہو گیا تو اپنی قوم کو سنا کر کہنے لگے کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی ضرور تمہاری طرح گمراہوں کی قوم میں سے ہو جاتا۔ یہ قوم پر تعریض تھی کیونکہ وہ گمراہی پر تھی لیکن اس دلیل کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○
پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے؟ پھر جب وہ چھپ گیا تو بول اٹھے:
اے لوگو! میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک گردانتے ہو۔

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبا قصہ نقل کیا ہے جس میں ہے کہ نمرود بن کنعان بادشاہ سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں تیرا تخت تاراج ہوگا تو اس نے حکم دے دیا تھا کہ اس سال میری مملکت میں جتنے بچے پیدا ہوں سب قتل کر دیئے جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے جب یہ سنا تو کچھ وقت قبل شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں، وہیں حضرت خلیل اللہ پیدا ہوئے، تو جب آپ اس غار سے باہر نکلے تب آپ نے یہ سب فرمایا تھا جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے، بالکل صحیح بات یہ ہے کہ یہ گفتگو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مناظرانہ تھی اپنی قوم کی باطل پرستی کا احوال اللہ کو سمجھا رہے تھے، جنہیں انہوں نے فرشتوں وغیرہ کی شکل پر بنا لیا تھا اور جنہیں وہ سفارشی سمجھ رہے تھے۔ یہ لوگ بزعم خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں جانتے تھے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

یہ ستارہ پرست بھی تھے ساتوں ستاروں کو جو چلنے پھرنے والے ہیں۔ پوجتے تھے، چاند، عطارد، زہرہ، سورج، مریخ، مشتری، زحل۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ روشن سورج ہے، پھر چاند پھر زہرہ پس آپ نے آدنیٰ سے شروع کیا اور اعلیٰ تک لے گئے۔ پہلے تو زہرہ کی نسبت فرمایا کہ وہ پوجا کے قابل نہیں کیونکہ یہ دوسرے کے قابو میں ہیں۔ یہ مقررہ چال سے چلتا۔ مقررہ جگہ پر چلتا ہے دائیں بائیں ذرا بھی کھسک نہیں سکتا۔ تو جبکہ وہ خود بیشمار چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ اس میں روشنی بھی اللہ کی دی ہوئی ہے یہ

مشرق سے نکلتا ہے پھر چلتا پھرتا رہتا ہے اور ڈوب جاتا ہے پھر دوسری رات اسی طرح ظاہر ہوتا ہے تو ایسی چیز معبود ہونے کی صلاحیت کیا رکھتی ہے؟ پھر اس سے زیادہ روشن چیز یعنی چاند کو دیکھتے ہیں اور اس کو بھی عبادت کے قابل نہ ہونا ظاہر فرما کر پھر سورج کو لیا اور اس کی مجبوری اور اس کی غلامی اور مسکینی کا اظہار کیا اور کہا کہ لوگو میں تمہارے ان شرکاء سے، ان کی عبادت سے، ان کی عقیدت سے، ان کی محبت سے دور ہوں۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہیں اور کچھ قدرت رکھتے ہیں تو ان سب کو ملا لو اور جو تم سب سے ہو سکے میرے خلاف کرلو۔ میں تو اس اللہ کا عابد ہوں جو ان مصنوعات کا صانع جو ان مخلوقات کا خالق ہے جو ہر چیز کا مالک رب اور سچا معبود ہے۔

چمکتے سورج سے دلیل الوہیت پر استدلال کا بیان

"فَلَمَّا رَاَى الشَّمْس بَازِغَة قَالَ هٰذَا" ذَكَرَهُ لِتَذْكِيرِهِ خَبَرِه "رَبِّی هٰذَا اَكْبَر" مِنْ الْكَوْكَب وَالْقَمَر "فَلَمَّا اَفَلَتْ" وَقَوِيَتْ عَلَيْهِمْ الْحُجَّة وَلَمْ يَرْجِعُوا "قَالَ يَا قَوْم اِنِّی بَرِیء مِمَّا تُشْرِكُوْنَ" بِاللّٰهِ مِنْ الْاَصْنَام وَالْاَجْرَام الْمُحْدَثَة الْمُحْتَاجَة اِلٰى مُحْدِث،

پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ اور یہاں پر ھذا کو خبر کے مذکر ہونے کے سبب لائے ہیں۔ کیونکہ یہ سب سے بڑا ہے؟ کیا یہی میرا بڑا رب ہے کیونکہ یہ ستاروں اور چاند سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو ان پر حجت تمام ہوگئی لیکن انہوں نے تسلیم نہ کیا تو آپ بول اٹھے اے لوگو! میں ان سب چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک گردانتے ہو۔ یعنی ان بتوں اور ختم ہو جانے والے اجسام جو فنا ہونے میں بھی محتاج ہوتے ہیں ان سے بری ہوں۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ٥
بیشک میں نے اپنا رُخ (ہر سمت سے ہٹا کر) یکسوئی سے اس (ذات) کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور
زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور (جان لو کہ) میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے بیزاری کا اعلان کرنے کا بیان

فَقَالُوْا لَهٗ مَا تَعْبُد ؟قَالَ "اِنِّی وَجَّهْت وَجْهِی" قَصَدْت بِعِبَادَتِی "لِلَّذِیْ فَطَرَ" خَلَقَ "السَّمَاوَات وَالْاَرْض" اَیْ اللّٰه "حَنِيفًا" مَائِلًا اِلَى الدِّيْن الْقَيِّم "وَمَا اَنَا مِنْ الْمُشْرِكِيْنَ" بِهٖ،

پس جب قوم ابراہیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو تو آپ نے فرمایا کہ بیشک میں نے اپنا رُخ ہر سمت سے ہٹا کر یکسوئی سے اس کی عبادت کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے یعنی وہ ذات اللہ ہے۔ اور حنیفا سے مراد دین قیم ہے۔ اور جان لو کہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ
اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝
اوران کی قوم ان سے بحث وجدال کرنے لگی انہوں نے کہا: بھلاتم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہوحالانکہ
اس نے مجھے ہدایت فرمادی ہے، اور میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اس کا شریک ٹھہرارہے ہومگر میرارب جو کچھ
چاہے۔میرے رب نے ہر چیز کوعلم سے احاطہ میں لے رکھا ہے،سوکیاتم نصیحت قبول نہیں کرتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا بحث ولڑائی کرنے کا بیان

"وَحَاجَّهٗ قَوْمه" جَادَلُوْهُ فِیْ دِیْنه وَهَدَّدُوْهُ بِالْاَصْنَامِ اَنْ تُصِیْبَهٗ بِسُوْءٍ اِنْ تَرَكَهَا "قَالَ اَتُحَاجُّوْنِّی" بِتَشْدِیْدِ النُّوْن وَتَخْفِیفِهَا بِحَذْفِ اِحْدَی النُّوْنَیْنِ وَهِیَ نُوْن الرَّفْع عِنْد النُّحَاة وَنُوْن الْوِقَایَة عِنْد الْقُرَّاء اَتُجَادِلُوْنَنِیْ "فِی" اَیْ فِیْ وَحْدَانِیَّة "اللّٰه وَقَدْ هَدَانِی" تَعَالٰی اِلَیْهَا "وَلَا اَخَاف مَا تُشْرِكُوْنَ" وَلَا اَخَاف مَا تُشْرِكُوْنَهٗ "بِهٖ" مِنْ الْاَصْنَام اَنْ تُصِیْبَنِیْ بِسُوْءٍ لِعَدَمِ قُدْرَتهَا عَلٰی شَیْء "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ یَّشَاء رَبِّی شَیْئًا" مِنْ الْمَكْرُوْه یُصِیْبَنِیْ فَیَكُوْن "وَسِعَ رَبِّی كُلّ شَیْء عِلْمًا" اَیْ وَسِعَ عِلْمه كُلّ شَیْء "اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ" هٰذَا فَتُؤْمِنُوْنَ،

اوران کی قوم ان سے بحث وجدال کرنے لگی یعنی ان کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈرانے کی کوشش کی کہ اگر انہوں نے بتوں کو چھوڑ دیا تو ان کا نقصان ہوگا۔تو انہوں نے کہا بھلاتم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو۔تحاجونی یہ نون کی تشدیداور تخفیف اور دونونوں میں سے ایک کے حذف کے ساتھ اورعلمائے نحات کے نزدیک یہ رفع کا نون ہے اوراہل قرأت کے نزدیک یہ وقایہ کا نون ہے۔یعنی کیاتم مجھ سے میرے اللہ کی توحید کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے توحید کی طرف ہدایت فرمادی ہے، اور میں ان باطل معبودوں سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اس کا شریک ٹھہرارہے ہو یعنی جو بت ہیں جن کے پاس نقصان پہنچانے کی کوئی طاقت ہی نہیں ہے۔مگر یہ کہ میرارب جو کچھ ضرر چاہے پہنچانا چاہے تو وہ پہنچ جاتا ہے۔میرے رب نے ہر چیز کواپنے علم سے احاطہ میں لے رکھا ہے،سوکیاتم نصیحت قبول نہیں کرتے۔یعنی تم ایمان نہیں لاتے۔

توحید کے دلائل کو بیان کرنے کا بیان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچی توحید کے دلائل سن کر پھر بھی مشرکین آپ سے بحث جاری رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرماتے ہیں تعجب ہے کہ تم مجھ سے اللہ جل جلالہ کے بارے میں جھگڑا کررہے ہو؟ حالانکہ وہ یکتا اور لاشریک ہے اس نے مجھے راہ دکھادی ہے اور دلیل عطا فرمائی ہے میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارے یہ سب معبود محض بےبس اور بیطاقت ہیں، میں نہ تو تمہاری فضول اور باطل باتوں میں آؤں گا نہ تمہاری دھمکیاں سچی جانوں گا، جاؤ تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے جو ہوسکے کرلو۔ ہرگز ہرگز

کمی نہ کرو بلکہ جلدی کر گزرو اگر تمہارے اور ان کے قبضے میں میرا کوئی نقصان ہے تو جاؤ پہنچا دو۔ میرے رب کی منشا بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ضرر نفع سب اسی کی طرف سے ہے تمام چیزیں اسی کے علم میں ہیں اس پر چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ افسوس اتنی دلیلیں سن کر بھی تمہارے دل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ حضور ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے یہی دلیل پیش کی تھی۔ قرآن میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا اے ہود تم کوئی دلیل تو لائے نہیں ہو اور صرف تمہارے قول سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار نہیں ہوسکتے نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ ہمارا اپنا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں نے تجھے کچھ کر دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جن کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو، میں سب سے بیزار ہوں۔ جاؤ تم سب مل کر جو کچھ مکر میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو وہ کرلو اور مجھے مہلت بھی نہ دو، میں نے تو اس رب پر توکل کرلیا ہے جو تمہارا میرا سب کا پالنہار ہے۔ تمام جانداروں کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۚ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝
اور میں ان سے کیونکر خوفزدہ ہوسکتا ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ
تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا رکھا ہے جبکہ اس نے تم پر اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری، لہٰذا ہر دو فریق میں سے
بے خوف رہنے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔

باطل معبودوں کا نفع و نقصان نہ مالک نہ ہونے کا بیان

"وَكَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ" بِاللّٰهِ وَهِيَ لَا تَضُرّ وَلَا تَنْفَع "وَلَا تَخَافُوْنَ" اَنْتُمْ مِنَ اللّٰه "اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ" فِي الْعِبَادَة "مَا لَمْ يُنَزِّل بِهِ" بِعِبَادَتِهِ "عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا" حُجَّة وَبُرْهَانًا وَّهُوَ الْقَادِر عَلٰى كُلّ شَيْء "فَاَيّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَق بِالْاَمْنِ" اَنَحْنُ اَمْ اَنْتُمْ "اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" مَنْ الْاَحَق بِهِ: اَيْ وَهُوَ نَحْنُ فَاتَّبِعُوْهُ

اور میں ان معبودانِ باطلہ سے کیونکر خوفزدہ ہوسکتا ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ جو کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے اور تم اللہ سے اس بات پر نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک بنا رکھا ہے جبکہ اس نے تم پر اس کی عبادت کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب تم ہی جواب دو کہ ہر دو فریق میں سے بے خوف رہنے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔ یعنی ہم اس کے حقدار ہیں پس تم اسی کی اتباع کرو۔

سمجھو اور سوچو تو سہی کہ میں تمہارے ان باطل معبودوں سے کیوں ڈراؤں گا؟ جبکہ تم اس اکیلے اللہ وحدہ لاشریک سے نہیں ڈرتے اور کھلم کھلا اس کی ذات کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہو۔ تم ہی بتلاؤ کہ ہم تم میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟

دلیل میں اعلیٰ کون؟

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لم ینزل. مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے نہیں نازل کیا۔ اس نے نہیں اتارا۔ یعنی جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم کو کوئی اجازت نامہ نہیں دیا۔

الفریقین. موحدین کا فریق اور مشرکین کا فریق۔ حضرت ابراہیم اور اس کے پیروکار ایک فریق۔ مشرکین مخالفین دوسرا فریق۔ بالامن۔ ای امن من العذاب۔ عذاب سے بے خوفی اور اطمینان۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠
جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا انہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

ایمان کو شرک کے ساتھ نہ ملانے کا بیان

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا " یَخْلِطُوا "اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ " اَیْ شِرْكٍ كَمَا فُسِّرَ بِذٰلِكَ فِیْ حَدِیْث الصَّحِیْحَیْنِ "اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْن " مِنَ الْعَذَاب، وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ

جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا انہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ جس طرح صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں شرک کی تفسیر ظلم سے کی گئی ہے۔

سورہ انعام آیت ۸۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ)6۔الانعام:82) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک نہیں ملایا، امن انہیں کیلئے ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔ نازل ہوئی تو یہ مسلمانوں پر شاق گزرا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کون ایسا ہے جو اپنے اوپر ظلم نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے یہ ظلم مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔

کیا تم نے لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی کہا اے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1009)

بکر بن سوادہ سے روایت ہے کہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور ایک شخص کو شہید کر دیا اور پھر حملہ کیا دوسرے کو شہید کر دیا اور پھر ایک حملہ اور کیا تو ایک اور کو شہید کر دیا پھر اس شخص نے کہا کیا مجھے اس کے بعد بھی اسلام قبول کرنا نفع دے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں بالکل نفع دے گا اس نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کو مارا اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا اور اپنے ساتھیوں پر حملہ کیا چنانچہ پہلے ایک کو قتل کیا پھر دوسرے کو اور آخر کار شہید ہو گیا راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی رائے میں یہ آیت اسی

شخص کے متعلق نازل ہوئی۔ (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ)

(سیوطی 117، طبری 7۔167)

دامن مصطفیٰ ﷺ میں پناہ لینے والے کی قابل رشک موت کا بیان

حضرت ابراہیم یوں فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم مدینہ شریف سے باہر نکل گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک اونٹ سوار بہت تیزی سے اپنے اونٹ کو دوڑتا ہوا آ رہا ہے حضور نے فرمایا تمہاری طرف ہی آ رہا ہے اس نے پہنچ کر سلام کیا ہم نے جواب دیا حضور نے ان سے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا اپنے گھر سے، اپنے بال بچوں میں سے، اپنے کنبے قبیلے میں سے۔ دریافت فرمایا کیا ارادہ ہے؟ کیسے نکلے ہو؟ جواب دیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو میں۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے میں ہی اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے خوش ہو کر کہا یا رسول اللہ مجھے سمجھایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نمازوں کو قائم رکھے اور زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اس نے کہا مجھے سب باتیں منظور ہیں میں سب اقرار کرتا ہوں، اتنے میں ان کے اونٹ کا پاؤں ایک سوراخ میں گر پڑا اور اونٹ ایک دم سے جھٹکا لے کر جھک گیا اور وہ اوپر سے گرے اور سر کے بل گرے اور اسی وقت روح پرواز کر گئی حضور نے ان کے گرتے ہی فرمایا کہ دیکھو انہیں سنبھالو اسی وقت حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان اپنے اونٹوں سے کود پڑے اور انہیں اٹھا لیا دیکھا تو روح جسم سے علیحدہ ہو چکی ہے حضور سے کہنے لگے یا رسول اللہ یہ تو فوت ہو گئے آپ نے منہ پھیر لیا پھر ذرا سی دیر میں فرمانے لگے تم نے مجھے منہ موڑتے ہوئے دیکھا ہوگا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے دیکھا دو فرشتے آئے تھے اور مرحوم کے منہ میں جنت کے پھول دے رہے تھے اس سے میں نے جان لیا کہ بھوکے فوت ہوئے ہیں۔ سنو یہ انہیں لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لئے امن وامان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں۔ اچھا اپنے پیارے بھائی کو دفن کرو چنانچہ ہم انہیں پانی کے پاس اٹھا لے گئے غسل دیا خوشبو ملی اور قبر کی طرف جنازہ لے کر چلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے بغلی قبر بناؤ سیدھی نہ بناؤ بغلی قبر ہمارے لئے ہے اور سیدھی ہمارے سوا اوروں کے لئے ہے، لو گویہ وہ شخص ہے جس نے عمل بہت ہی کم کیا اور ثواب زیادہ پایا۔

یہ ایک اعرابی تھے انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے اپنے مال سے اپنے کنبے قبیلے سے اس لئے اور صرف اس لئے الگ ہوا ہوں کہ آپ کی ہدایت کو قبول کروں آپ کی سنتوں پر عمل کروں آپ کی حدیثیں لوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھاس پھوس کھاتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں۔ آپ مجھ اسلام سکھایئے حضور نے سکھایا اس نے قبول کیا ہم سب ان کے اردگرد بھیڑ لگائے کھڑے تھے اتنے میں جنگلی چوہے کے بل میں ان کے اونٹ کا پاؤں پڑ گیا یہ گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا یہ سچ مچ فی الواقع اپنے گھر سے اپنی اہل وعیال سے اور اپنے مال مویشی سے صرف میری تابعداری کی دھن میں نکلا تھا

اور وہ اس بات میں بھی سچے تھے کہ وہ میرے پاس نہیں پہنچے یہاں تک کہ ان کا کھانا صرف سبز پتے اور گھاس رہ گیا تھا تم نے ایسے لوگ بھی سنے ہوں گے جو عمل کم کرتے ہیں اور ثواب بہت پاتے ہیں۔ یہ بزرگ انہی میں سے تھے۔ تم نے سنا ہوگا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے جو ایمان لائیں اور ظلم نہ کریں وہ امن وہدایت والے ہیں یہ انہی میں سے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۝
اور یہی ہماری (توحید کی) دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی (مخالف) قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔
ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کردیتے ہیں۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔

دین ابراہیمی کے حجت ہونے کا بیان

"وَتِلْكَ" مُبْتَدَأ وَيُبْدَل مِنْهُ "حُجَّتنَا" الَّتِي احْتَجَّ بِهَا اِبْرَاهِيْم عَلٰى وَحْدَانِيَّة اللّٰه مِنْ اُفُول الْكَوْكَب وَمَا بَعْده وَالْخَبَر "اٰتَيْنَاهَا اِبْرَاهِيْم" اَرْشَدْنَاهُ لَهَا حُجَّة "عَلٰى قَوْمه نَرْفَع دَرَجَات مَنْ نَشَاء" بِالْاِضَافَةِ وَالتَّنْوِين فِي الْعِلْم وَالْحِكْمَة "اِنَّ رَبّك حَكِيْم" فِيْ صُنْعه "عَلِيْم" بِخَلْقِهِ،

یہاں پر تلک مبتداء اور حجتنا اس سے بدل ہے۔ اور یہی ہماری توحید کی دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی مخالف قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ یعنی ستاروں کا غائب ہوجانا اور جو اس کے بعد ہے۔ اور اتینا ھا ابراہیم یہ خبر ہے۔ یعنی ہم نے ان کی قوم پر حجت کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ جس کے چاہتے ہیں علم اور حکمت میں درجات بلند کردیتے ہیں۔ یہاں پر نرفع درجات اضافت کے ساتھ اور بغیر اضافت یعنی تنوین کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بیشک آپ کا رب اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا، اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا ہے۔

اور یہ حجت جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر قائم کی تھی ہماری دی ہوئی حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی (جب ہماری دی ہوئی تھی تو یقیناً اعلیٰ درجہ کی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے) ہم (تو) جس کو چاہتے ہیں (علمی وعملی) مرتبوں میں بڑھادیتے ہیں (چنانچہ سب انبیاء کو یہ رفعت درجات عطا فرمائی) بیشک آپ کا رب بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ
وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۝
اور ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحاق اور یعقوب (بیٹا اور پوتا علیہما السلام) عطا کیے، ہم نے (ان) سب کو ہدایت
سے نوازا، اور ہم نے (ان سے) پہلے نوح (علیہ السلام) کو (بھی) ہدایت سے نوازا تھا اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور
ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام کو بھی ہدایت عطا فرمائی تھی)، اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی اولاد سے انبیائے کرام کی بعثت کا بیان

"وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ" ابنه "كُلًّا" مِنْهُمَا "هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ" أَیْ قَبْلَ إِبْرَاهِيمَ "وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ" أَیْ نُوحٍ "دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ" ابنه "وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ" ابن يعقوب "وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ" "كَمَا جَزَيْنَاهُمْ،

اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب یعنی ان کا بیٹا اور پوتا عطا کئے، ہم نے ان سب کو ہدایت سے نوازا، اور ہم نے ان سے پہلے نوح علیہ السلام کو بھی ہدایت سے نوازا تھا اور ان کی اولاد یعنی نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے داؤد اور ان کا بیٹا سلیمان اور ایوب اور یوسف علیہ السلام جو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور موسیٰ اور ہارون کو بھی ہدایت عطا فرمائی تھی، اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ خلیل الرحمٰن کو اس نے ان کے بڑھاپے کے وقت بیٹا عطا فرمایا جن کا نام اسحٰق ہے اس وقت آپ بھی اولاد سے مایوس ہو چکے تھے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ بھی مایوس ہو چکی تھیں جو فرشتے بشارت سنانے آتے ہیں وہ قوم لوط کی ہلاکت کیلئے جا رہے تھے۔ ان سے بشارت سن کر مائی صاحبہ سخت متعجب ہو کر کہتی ہیں میں بڑھیا کھوسٹ ہو چکی میرے خاوند عمر سے اتر چکے ہمارے ہاں بچہ ہونا تعجب کی بات ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قدرت میں ایسے تعجبات عام ہوتے ہیں۔ اے نبی کے گھرانے والو تم پر رب کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اللہ بڑی تعریفوں والا اور بڑی بزرگیوں والا ہے اتنا ہی نہیں کہ تمہارے ہاں بچہ ہوگا بلکہ وہ نبی زادہ خود بھی نبی ہوگا اور اس سے تمہاری نسل پھیلے گی اور باقی رہے گی، قرآن کی اور آیت میں بشارت کے الفاظ میں نبیا کا لفظ بھی ہے پھر لطف یہ ہے کہ اولاد کی اولاد بھی تم دیکھ لو گے اسحاق کے گھر یعقوب پیدا ہوں گے اور تمہیں خوشی پر خوشی ہوگی اور پھر پوتے کا نام یعقوب رکھنا جو عقب سے مشتق ہے خوشخبری ہے اس امر کی کہ یہ نسل جاری رہے گی۔ فی الواقع خلیل اللہ علیہ السلام اس بشارت کے قابل بھی تھے قوم کو چھوڑا ان سے منہ موڑا شہر کو چھوڑا ہجرت کی، اللہ نے دنیا میں بھی انعام دیئے، اتنی نسل پھیلائی جو آج تک دنیا میں آباد ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ جب ابراہیم نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑا تو ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب بخشا اور دونوں کو نبی بنایا، یہاں فرمایا ان سب کو ہم نے ہدایت دی تھی اور ان کی بھی نیک اولاد دنیا میں باقی رہی، طوفان نوح میں کفار سب غرق ہو گئے پھر حضرت نوح کی نسل پھیلی انبیاء انہی کی نسل میں سے ہوتے رہے، حضرت ابراہیم کے بعد تو نبوت انہی کے گھرانے میں رہی۔

سیدنا نوح علیہ السلام

آپ کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ آپ کی بعثت تین ہزار سے ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح ہوئی تھی۔ عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ آپ کی قوم بت پرست تھی اور پانچ بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی پوجا کرتی تھی۔ اور اس معاملہ میں بہت ضدی اور ہٹ دھرم واقع ہوئی تھی کہ آپ کی ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے نتیجہ میں صرف چالیس

آدمی ایمان لائے آخر آپ نے دل برداشتہ ہو کر ان کے حق میں بددعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بڑی کشتی تیار کرنے کا حکم دیا اور اس کو بنانے کے لیے ہدایات بھی دیں۔ جب کشتی تیار ہو گئی تو آپ نے سب ایمانداروں کو اس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں سب جانوروں کا ایک ایک جوڑا بھی اس کشتی میں رکھ لیا گیا، اس کے بعد زمین سے پانی کے چشمے ابلنے شروع ہو گئے اور آسمان سے مسلسل اور موسلا دھار بارش، زمین پر اتنا پانی جمع ہو گیا جس نے پہاڑوں کو بھی اپنے اندر چھپا لیا۔ آپ کا نافرمان بیٹا یام بھی آپ کے دیکھتے دیکھتے اس طوفان کی نذر ہو گیا۔ چھ ماہ پانی چڑھتا رہا۔ پھر اترنا شروع ہوا۔ بارش بند ہو گئی۔ زمین نے پانی کو جذب کرنا اور سورج اور ہواؤں نے خشک کرنا شروع کر دیا کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔ چالیس دن بعد جب زمین خشک ہو گئی تو سب لوگ بسلامت اس کشتی سے اتر کر زمین پر آ گئے۔ طوفان کے بعد آپ ۳۵۰ سال زندہ رہے اور تبلیغ کرتے رہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام

آپ کی عمر ۱۷۵ سال تھی۔ آپ کی بعثت کا زمانہ دو ہزار اور اکیس سو قبل مسیح کے درمیان ہے آپ کی قوم بت پرست اور نجوم پرست تھی۔ آپ کا باپ آزر نمرود شاہ عراق کی طرف سے شاہی بت خانہ کا مہنت اور منتظم تھا وہ بت تراش بھی تھا اور بت فروش بھی۔ آپ نے سب سے پہلے اپنے باپ ہی کو نہایت نرم الفاظ میں تبلیغ کرنا شروع کی۔ اس نے نمرود سے سیدنا ابراہیم کا ذکر کیا تو اس نے آپ کو دربار میں طلب کر لیا۔ سیدنا ابراہیم نے نمرود پر حجت قائم کر کے اسے مناظرہ میں لاجواب کر دیا تو باپ اور بھی زیادہ مخالف ہو گیا۔ کیونکہ سیدنا ابراہیم کی بات ماننے سے اس کا عہدہ بھی جاتا تھا اور ذریعہ معاش بھی تباہ ہوتا تھا لہٰذا اس نے سیدنا ابراہیم کو یہاں تک کہہ دیا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ ورنہ رجم کر دوں گا۔ باپ کے بعد آپ نے قوم کو بت پرستی سے منع کرنا شروع کر دیا اور ایک دفعہ موقع پا کر ان کے بت توڑ دیئے۔ اس بات پر قوم نے سیخ پا ہو کر آپ کو آگ کے ایک بڑے الاؤ میں پھینک دیا۔ مگر اللہ نے آپ کو بال بال بچا لیا۔ آخر آپ ہجرت کر کے سیدنا لوط کے ہمراہ فلسطین کی طرف چلے گئے پھر وہاں سے مصر کی طرف ہجرت کی تو شاہی کارندے آپ کی بیوی سارہ کو پکڑ کر لے گئے جس سے بادشاہ کو کافی تکلیف پہنچی۔ بالآخر اس نے ہاجرہ کو سیدہ سارہ کی خادمہ بنا کر ہمراہ کر دیا۔ اسی ہاجرہ سے سیدنا اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ نے ان ماں بیٹے کو اللہ کے حکم سے کعبہ شریف کے قریب لا بسایا۔ جب سیدنا اسماعیل جوان ہوئے تو ان کی قربانی کا معاملہ پیش آیا۔ اس امتحان میں دونوں باپ بیٹا پورے اترے۔ پھر ان دونوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ زندگی بھر آپ پر اللہ کی طرف سے کڑی سے کڑی آزمائشیں آئیں۔ ان سب میں آپ پورے اترے تو اللہ نے آپ کو اپنا خلیل قرار دیا اور رہتی دنیا کے لیے آپ کو سب کا امام اور پیشوا بنا دیا۔

سیدنا اسحاق علیہ السلام

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے دوسرے صاحبزادے جو فرشتوں کی بشارت کے مطابق سیدہ سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس وقت سیدہ سارہ کی عمر نوے سال کے قریب اور سیدنا ابراہیم کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ فلسطین کا علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز اور بیت المقدس کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ نبی آخر الزماں کے سوائے باقی سب انبیاء بنی اسرائیل آپ کی اولاد سے ہوئے اور اسی علاقہ

میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر ۱۸۰ سال ہوئی۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام

سیدنا اسحاق کے صاحبزادے ہیں۔ علاقہ کنعان کی طرف مبعوث ہوئے۔ بعد میں ہجرت کر کے قدان آئے۔ آپ کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ آپ کو اپنے بیٹے یوسف سے بہت محبت تھی۔ اللہ نے اسی میں آپ کی آزمائش کی۔ چنانچہ آپ نے سیدنا یوسف کی گمشدگی کا صدمہ نہایت صبر وتحمل سے برداشت کیا۔ آخر عمر میں سیدنا یوسف کی دعوت پر مصر میں جا کر آباد ہوئے۔ لیکن آپ کی میت کو آپ کی وصیت کے مطابق قدس خلیل میں ہی لا کر سیدنا اسحاق اور سیدنا ابراہیم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ نے ۱۴۷ سال کی عمر پائی۔

سیدنا یوسف علیہ السلام

آپ سیدنا یعقوب کے ہاں کنعان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی داستان حیات زبان زد خاص وعام ہے۔ ۱۷ سال کی عمر میں کنوئیں میں ڈالے گئے تقریباً سات سال عزیز مصر کے گھر میں رہے پھر ۷ سال قید میں۔ پھر مصر کے منتظم اعلیٰ بنے اور آٹھ سال بعد آپ کے قحط گزرنے کے بعد خوشحالی کے ایام میں اور دور بادشاہت میں اپنے والدین اور سب گھر والوں کو اپنے ہاں بلا لیا۔ والد محترم سے فرقت کا زمانہ ۲۳ سال ہے آپ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ اسی مصر کی زمین میں ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور وصیت کی کہ جب بھی بنو اسرائیل واپس اپنے وطن کنعان جائیں تو آپ کی نعش کو وہاں لے جا کر دوبارہ دفن کریں۔ چنانچہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو آپ کی قبر سے تابوت نکال کر ساتھ لے گئے اور مشہد خلیل میں آباء واجداد کے ساتھ دفن کیا۔

سیدنا ایوب علیہ السلام

آپ کی بعثت کا زمانہ ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔ آپ کثرت اموال واراضی میں مشہور تھے۔ ستر سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ پھر آپ پر اللہ کی طرف سے آزمائش کا دور جو آیا تو ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی۔ اور ایسے بیمار پڑے کہ ایک بیوی کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ نے اس بیماری میں اور مال ودولت کے چھن جانے پر صبر واستقامت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا جو ضرب المثل بن چکا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق آپ کا دور ابتلاء ۱۳ سال ہے۔ جب آپ اس امتحان میں کامیاب اترے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بھی دور کر دی اور مال ودولت بھی پہلے سے دوگنا عطا فرمایا اور صابر کا لقب بھی عطا فرمایا۔ ۱۴۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام: سیدنا موسیٰ علیہ السلام پہلے رسول ہیں جنہیں کتاب دی گئی اور مستقل شریعت عطا ہوئی۔ بڑے صاحب جلال تھے۔ آپ کی تربیت نہایت معجزانہ طور پر فرعون کے گھر میں اور اس کے اخراجات پر ہوئی اور ان ایام میں ہوئی

جب فرعون مصر بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ سیدنا یعقوب اور ان کی اولاد جو سیدنا یوسف کے عہد بادشاہی میں مصر میں آ کر آباد ہوئے تھے اب لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے اور محکومانہ اور مقہورانہ زندگی گزار رہے تھے۔ سیدنا یوسف اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کا درمیانی عرصہ تقریباً چار سو سال ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مشن یہ تھا کہ انہیں فرعون کی غلامی سے آزاد کرا کر واپس اپنے وطن فلسطین میں لے جائیں اور اس علاقہ میں وہ حاکمانہ حیثیت سے آباد ہوں۔ مگر صدیوں کی غلامی نے بنی اسرائیل کو اتنا بزدل بنا دیا تھا کہ وہ بسا اوقات سیدنا موسیٰ سے الجھ پڑتے۔ اس مشکل ذمہ داری کو نبھانے کے لیے سیدنا موسیٰ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ان کے بڑے بھائی سیدنا ہارون کو بھی نبوت عطا کر کے بطور مددگار ان کے ہمراہ فرعون کی طرف بھیجا جائے اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کی یہ درخواست منظور فرمالی تھی۔ فرعون کے مظالم کو برداشت کرنا بنواسرائیل کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ اہل مصر گائے بیل کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی یہ ادا بھی بنواسرائیل میں رچ بس گئی تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بنواسرائیل کو فرعون سے نجات دی۔ اور سب فرعونیوں کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اب اگلا مرحلہ جہاد کر کے شام و فلسطین کے علاقہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن اس قوم نے روایتی بزدلی کی بنا پر جہاد سے صاف انکار کر دیا۔ جس کی پاداش میں ۴۰ سال میدان تیہ میں بھٹکتے رہے۔ اسی ارض تیہ میں سیدنا ہارون اور سیدنا موسیٰ دونوں بھائیوں کی وفات ہوئی۔ سیدنا موسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ یہی یوشع سیدنا خضر سے ملاقات کے دوران سیدنا موسیٰ کے ہم سفر تھے۔ انہی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے بنواسرائیل کو موعودہ علاقہ پر اقتدار عطا فرمایا اور انہوں نے سب سے پہلے اریحاء کا علاقہ فتح کیا۔ ۴۰ سال کے دوران بنواسرائیل کی پرانی بزدل نسل تو مر کھپ گئی اور نئی نسل کی تربیت جنگل کی بامشقت زندگی میں ہوئی تھی لہٰذا نئی نسل جرأت مند پیدا ہوئی جس نے جہاد کر کے موعودہ علاقہ کو فتح کیا۔

سیدنا داؤد علیہ السلام

آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے پست قد تھے اور ماہر تیرانداز اور نشانہ باز تھے۔ طالوت کی فوج میں سپاہی کی حیثیت سے لڑے۔ اپنی فلاخن میں پتھر رکھ کر جالوت کو مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور حکومت بنواسرائیل کے ہاتھ لگی۔ سیدنا داؤد کو ایک ممتاز عہدہ پر فائز کیا گیا اور طالوت کی بیٹی سے نکاح ہوا۔ طالوت کی وفات کے بعد خود مختار بادشاہ بنے اور نبوت بھی عطا ہوئی۔ آپ پر زبور نازل ہوئی۔ اتنے خوش الحان تھے کہ جب تسبیحات پڑھتے تو پوری فضا پر وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کے ہاتھوں میں لوہا، تانبا موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ بعض لوگ اسے معجزہ نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ آپ لوہا اور تانبا کی ڈھلائی کے خوب ماہر تھے۔ اپنے ہاتھ سے زرہیں تیار کرنا آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ اپنی زندگی میں بیت المقدس کی بنیاد رکھی جسے بعد میں سیدنا سلیمان نے پورا کیا۔ ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا زمانہ ۱۰۱۵ ق م تا ۹۴۵ ق م ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام

آپ سیدنا داؤد کے بیٹے تھے۔ آپ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ بنی اسرائیل میں آپ کی شان کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ جن اور

پرندوں پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ جانوروں کی بولی سمجھتے ان کو حکم دیتے اوران سے کام لیتے تھے۔ ہوا بھی آپ کی تابع فرمان تھی۔ آپ ایک ماہ کا سفر ہوائی سفر کے ذریعہ چند گھنٹوں میں طے کر لیتے تھے۔ ملکہ سبا آپ کی کوشش سے مسلمان ہوئی۔ بیت المقدس کو نہایت عالی شان طریقہ پر مکمل کیا۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام کو بھی ہدایت بخشی)۔ یہ سب نیکوکار (قربت اور حضوری والے) لوگ تھے۔

حضرت زکریا اوران کے بیٹے حضرت یحیٰ علیہا السلام کا بیان

"وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى" ابْنه "وَعِيسَى" ابْن مَرْيَم يُفِيد اَنَّ الذُّرِّيَّة تَتَنَاوَل اَوْلَاد الْبِنْت "وَاِلْيَاس" ابْن اَخِي هَارُوْنَ اَخِي مُوسَى "كُلّ" مِنْهُمْ،

اور زکریا علیہ السلام اوران کے بیٹے یحیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام جو ابن مریم ہے یہاں پر ذریت کے لفظ کا یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ وہ اولا دالبنت یعنی بیٹی کی اولاد کو بھی شامل ہوتا ہے۔ اور الیاس علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ یہ سب نیکوکار قربت اور حضوری والے لوگ تھے۔

سیدنا زکریا علیہ السلام

آپ سیدہ مریم بنت عمران (والدہ عیسیٰ علیہ السلام) کے حقیقی خالو تھے۔ چنانچہ سیدنا زکریا ہی سیدہ مریم کے مربی اور کفیل قرار پائے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام چونکہ محض اللہ کی قدرت سے بن باپ پیدا ہوئے تھے لہٰذا یہودیوں نے زکریا پر ہی سیدہ مریم سے (نعوذ باللہ) زنا کی تہمت لگا دی اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ آپ نے انہیں بہت سمجھایا مگر وہ اس سے باز نہ آئے۔ آخر چند شیطان سیرت آدمیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

سیدنا یحییٰ علیہ السلام

آپ کفیل مریم سیدنا زکریا کے فرزند ہیں۔ سیدنا زکریا بوڑھے ہو چکے تھے مگر بے اولاد تھے۔ سیدہ مریم کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے کہ "یا اللہ اگر مجھے بھی بے موسم پھل یعنی لڑکا عطا فرما دے تو کیا عجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی، بچے کی بشارت بھی دی اور اس کا نام بھی یحییٰ خود ہی تجویز فرمایا۔ آپ کو بچپن ہی میں نبوت عطا ہوئی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ نہایت نرم دل اور ہر وقت اللہ کے ڈر سے اور اخروی محاسبہ سے روتے رہتے تھے۔ اس وقت کے ایک یہودی حاکم ذونواس نے اپنی ایک رقاصہ کے مطالبہ اور دلجوئی کی خاطر آپ کا سر قلم کروا دیا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

آپ اللہ کے کلمہ سے بن باپ پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب روح اللہ ہے۔ ماں کی طرف سے ۲۶ ویں پشت پر جا کر سیدنا

سلیمان علیہ السلام سے سلسلہ نسب جاملتا ہے۔ بنی اسرائیل کے سب سے آخری اور صاحب شریعت نبی ہیں۔ آپ کو بچپن میں نبوت مل گئی تھی اور انجیل آپ پر نازل ہوئی۔ آپ کی پیدائش ناصرہ کے مقام پر ہوئی۔ گود ہی میں کلام کر کے والدہ کی بریت پر حجت قائم کی مگر یہودی تہمت تراشیوں سے باز نہ آئے آپ بڑے فصیح البیان مقرر اور وجیہ تھے کسی کو آپ کے منہ پر الزام دینے یا تہمت تراشی کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کو چند محیر العقول معجزات بھی عطا ہوئے تھے۔ جوں جوں آپ کی عزت اور شہرت بڑھتی گئی یہودیوں میں حسد کی آگ بھڑکتی گئی اور شاہ وقت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ انہیں گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری آسمان پر اٹھایا (اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی) اور مخبری کرنے والے کی شکل بصورت سیدنا عیسیٰ کے مشابہ بنادی چنانچہ وہی سولی دیا گیا اور اپنے کیے کی سزا پائی۔ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ شادی کریں گے اولاد ہوگی۔ بعدازاں آپ کی طبعی وفات ہوگی۔

حضرت عیسیٰ کو اولاد ابراہیم یا اولاد نوح میں گننا اس بنا پر ہے کہ لڑکیوں کی اولاد یعنی نواسے بھی اولاد میں داخل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے، روایت میں ہے حجاج نے حضرت یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو حسن حسین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں گنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن میں تو پورے قرآن میں کسی جگہ یہ نہیں پاتا، آپ نے جواب دیا کیا تو نے سورۃ انعام میں آیت (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ) 6۔الانعام:84) نہیں پڑھا اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھا ہے کہا پھر دیکھو اس میں حضرت عیسیٰ کا نام ہے اور ان کا کوئی باپ تھا ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ لڑکی کی اولاد بھی اولاد ہی ہے حجاج نے کہا بیشک آپ سچے ہیں اسی لئے مسئلہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے وصیت کرے یا وقف کرے یا ہبہ کرے تو لڑکیوں کی اولاد بھی اس میں داخل ہے ہاں اگر اس نے اپنے لڑکوں کو دیا ہے یا ان پر وقف کیا ہے تو اس کے اپنے صلبی لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے اس میں شامل ہوں گے اس کی دلیل عربی شاعر کا یہ شعر سنئے۔ بنو نا بنوا ابنا ئنا و بنا تنا بنو ھن ابناء الرجال الا جانب

یعنی ہمارے لڑکوں کے لڑکے تو ہمارے لڑکے ہیں اور ہماری لڑکیوں کے لڑکے اجنبیوں کے لڑکے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے لڑکے بھی ان میں داخل ہیں کیونکہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا میرا یہ لڑکا سید ہے اور ان شاء اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ صلح کرا دے گا، پس نواسے کو اپنا لڑکا کہنے سے لڑکیوں کی اولاد کا بھی اپنی اولاد میں داخل ہونا ثابت ہوا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجاز ہے، اس کے بعد فرمایا ان کے باپ دادے ان کی اولادیں ان کے بھائی الغرض اصول وفروع اور اہل طبقہ کا ذکر آ گیا کہ ہدایت اور پسندیدگی ان سب کو گھیرے ہوئے ہے، یہ اللہ کی سچی اور سیدھی راہ پر لگا دیئے گئے ہیں۔ یہ جو کچھ انہیں حاصل ہوا یہ اللہ کی مہربانی اس کی توفیق اور اس کی ہدایت سے ہے۔

سیدنا الیاس علیہ السلام

الیاس اور الیاسین ایک ہی نام ہے جیسے طور سینا اور طور سینین ایک ہی نام ہے۔ آپ کی دعوت کا مرکز بعلبک تھا آپ کی قوم

بعل نامی بت کی پوجا کرتی تھی۔ بعل کے لغوی معنیٰ مالک آقا، سردار اور خاوند ہے گویا یہ بت ان لوگوں کا خاص دیوتا یا مہا دیوتا تھا۔ بابل سے لے کر مصر تک پورے شرق اوسط میں بعل پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ مصر سے بنی اسرائیل واپس آئے تو وہ بھی اس بعل پرستی کے مرض میں مبتلاء ہو گئے۔ بعلبک کا نام کا ایک مذبح بھی بنا ہوا تھا جس پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔ آپ نے ان لوگوں کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے شرکیہ کاموں سے باز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم حکمران ان پر مسلط کر دیا اور سیدنا الیاس نے ہجرت کر کے بیت المقدس میں اقامت اختیار کی۔

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ط وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط، اور ہم نے ان سب کو (اپنے زمانے کے) تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی۔

حضرت اسماعیل اور حضرت الیسع علیہما السلام کا بیان

"وَاِسْمَاعِيل" ابْن اِبْرَاهِيم "وَالْيَسَع" اللَّام زَائِدَة "وَيُونُس وَلُوطًا" ابْن هَارَان اَخِي اِبْرَاهِيم "وَكُلًّا" مِنْهُمْ "فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ" بِالنُّبُوَّةِ،

اور اسمٰعیل جو ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور الیسع، یہاں پر لام زائدہ ہے۔ اور یونس اور لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔، اور ہم نے ان سب کو اپنے زمانے کے نبوت کے ساتھ تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے بڑے صاحبزادے مصر میں اقامت کے دوران ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ان دونوں ماں بیٹے کو مکہ کی بے آب و گیاہ زمین میں لا بسایا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ آپ کی پرورش بنو جرہم نے کی۔ جب بالغ ہونے کو آئے تو ذبح عظیم کی آزمائش کا واقعہ پیش آیا۔ آپ اس میں کامیاب اترے تو ذبیح اللہ کا لقب پایا۔ بعد ازاں آپ نے اپنے باپ سیدنا ابراہیم کے تعاون سے خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا اور اس کی خدمت پر مامور ہوئے۔ بنو جرہم میں ہی آپ کی شادی ہوئی اور یہی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز قرار پایا۔ آپ کی عمر ۱۳۷ سال ہوئی۔

سیدنا الیسع علیہ السلام

آپ سیدنا الیاس کے نائب اور خلیفہ تھے۔ بعد میں نبوت بھی عطا ہوئی۔ آپ کا حلقہ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔

سیدنا یونس علیہ السلام

آپ کا زمانہ بعثت نویں صدی قبل مسیح ہے اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے قوم نے آپ کی دعوت کا انکار کیا تو از خود ہی چالیس دن بعد عذاب آنے کی انہیں وعید سنا دی۔ جب یہ مدت گزرنے کے قریب پہنچی اور آپ نے عذاب کی کوئی نشانی نہ دیکھی تو

فرار ہوئے اور ایک بڑی مچھلی کا لقمہ بنے۔ مچھلی کے پیٹ میں تسبیحات پڑھتے رہے آخر اللہ نے اس مشکل سے نجات دی اور مچھلی نے انہیں صحیح وسالم برلب ساحل اگل دیا۔ جب ذرا طاقت آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی قوم یعنی اہل نینوا ہی کی طرف آپ کو دوبارہ بھیجا۔ اب دوسری طرف صورت حال یہ بنی کہ جب سیدنا یونس مفرور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قول کو پورا کر دیا۔ اہل نینوا کو وقت پر عذاب کے آثار نظر آنے لگے تو یہ سب لوگ اپنے بال بچوں سمیت کھلے میدان میں نکل آئے اور اللہ کے حضور گڑگڑائے اور سچے دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عذاب ٹال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ میں ایک ہی استثناء ہے کہ آیا ہوا عذاب ٹل گیا ہو۔ اب اس قوم کی طرف جب سیدنا یونس دوبارہ آئے تو وہ پہلے ہی نرم ہو چکی تھی لہٰذا آپ کی تبلیغ نہایت موثر ثابت ہوئی۔

سیدنا لوط علیہ السلام

سیدنا ابراہیم کے چچازاد بھائی ہیں عراق سے ہجرت کے وقت آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ تھے بعد میں آپ کو بھی نبوت عطا ہوئی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو تبلیغ کے لیے شرق اردن کی طرف بھیج دیا۔ بحرمیت یا بحرلوط کے اردگرد سدوم کا شہر اور اردگرد عمورہ کی بستیاں آپ کی تبلیغ کا علاقہ تھا آپ کی قوم شرک اور دوسری بداخلاقیوں کے علاوہ لواطت میں گرفتار بلکہ اس بدفعلی کی موجد بھی تھی۔ لوط کے سمجھانے پر بھی یہ لوگ اپنی کرتوتوں سے باز نہ آئے بلکہ الٹا سیدنا لوط علیہ السلام اور معدودے چند مسلمانوں کو اپنے شہر سے نکل جانے کی دھمکیاں دینے لگے۔ آخر فرشتے اس قوم پر قہر الٰہی ڈھانے کے لیے نازل ہوئے سیدنا جبریل نے ان کی بستیوں کو اکھاڑ کر اپنے پروں پر اٹھایا اور بلندی پر لے جا کر اور اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ چنانچہ یہ خطہ زمین سطح سمندر سے چار سو کلو میٹر نیچے چلا گیا اور اوپر پانی آ گیا۔ اسی پانی کے ذخیرہ کو بحر مردار، بحرمیت یا غرقاب لوطی کہا جاتا ہے۔

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝
اور ان کے آباؤ (واجداد) اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) اور
ہم نے انہیں (اپنے لطفِ خاص اور بزرگی کے لئے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرمادی تھی۔

انبیائے کرام کے انتخاب میں فضیلت کا بیان

"وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ" عُطِفَ عَلٰى كُلًّا اَوْ نُوْحًا وَمِنْ لِلتَّبْعِيْضِ لِاَنَّ بَعْضَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ وَلَدٌ وَبَعْضَهُمْ كَانَ فِيْ وَلَدِهٖ كَافِرٌ "وَاجْتَبَيْنَاهُمْ" اخْتَرْنَاهُمْ، وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) یہاں ان کا عطف کلا پر ڈالا گیا ہے۔ یا نوحا پر ہے اور یہاں پر من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا بیٹا نہ تھا اور بعض کا بیٹا کافر تھا۔ اور ہم نے انہیں اپنے لطفِ خاص اور بزرگی کے لئے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرمادی تھی۔

ان سب انبیاء کی جماعت کے علاوہ ہم نے ان کے آباؤ اجداد، آل اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بہت سے لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت سے مستفیض فرمایا تھا۔ اور اس ہدایت میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ توحید پرست تھے اور شرک سے سخت بےزار تھے کیونکہ شرک ایسی بری بلا ہے کہ اگر مذکورہ بالا انبیاء بھی شرک کرتے تو ان کے سب اعمال برباد ہو جاتے۔ یہ بات بغرض تسلیم اور دوسروں کے لیے شدید تنبیہ کے طور پر بیان کی گئی ہے ورنہ انبیاء سے شرک کا صدور ناممکنات سے ہے۔ انبیاء کی تو بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ شرک کا استیصال کریں اور بندوں کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ دیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے، اور اگر (بالفرض)
یہ لوگ شرک کرتے تو ان سے وہ سارے اعمالِ (خیر) ضبط (یعنی نیست و نابود) ہو جاتے جو وہ انجام دیتے تھے۔

ہدایت کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کرنے کا بیان

"ذٰلِكَ " الَّذِيْنَ الَّذِيْ هُدُوْا اِلَيْهِ "هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا" فَرْضًا، لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

یہ اللہ کا دین یعنی اس کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے، اور اگر بالفرض یہ لوگ شرک کرتے تو ان سے وہ سارے اعمالِ (خیر) ضبط (یعنی نیست و نابود) ہو جاتے جو وہ انجام دیتے تھے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ
فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝
یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، پھر اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں تو ہم نے
ان کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو کسی صورت ان کا انکار کرنے والے نہیں۔

اسلام کا اپنے منکرین کی طرف محتاج نہ ہونے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ " بِمَعْنَى الْكُتُبِ "وَالْحُكْمَ" الْحِكْمَةَ "وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا" اَيْ بِهٰذِهِ الثَّلَاثَةِ "هٰٓؤُلَاۗءِ" اَيْ اَهْلُ مَكَّةَ "فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا" اَرْصَدْنَا لَهَا "قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ" هُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ،

یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب بہ معنی کتب اور حکم اور نبوت عطا کی، پھر اگر یہ لوگ یعنی اہل مکہ ان تینوں باتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو کسی صورت ان کا انکار کرنے والے نہیں۔ یعنی وہ مہاجرین وانصار ہیں۔

انبیاء کرام کو تین خبریں عطا کی جاتی ہیں اور مذکورہ انبیاء کو تین چیزیں عطا کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک کتاب یعنی منزل من اللہ ہدایت نامہ۔ دوسرے حکم سے مراد اللہ کی کتاب کا صحیح فہم، ان پر عمل کرنے کا طریق کار اور اس ہدایت کو عملی زندگی پر منطبق کرنے کی صورتیں اور مختلف نزاعات اور مقدمات میں صحیح قوت فیصلہ کی استعداد اور نبوت سے مراد اس ہدایت الٰہی کے مطابق لوگوں کی رہنمائی ہے۔

اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں۔ ان کی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے بندے پیدا کر دیے ہیں جو ہماری نعمتوں کے قدردان ہیں۔ حق کو تسلیم کرتے ہیں اور کسی ہدایت کی بات سے منہ نہیں موڑتے۔ ایسے ہی لوگ انبیاء کے حقیقی متبعین اور ان کے جانشین ہوتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کے متبعین مہاجرین وانصار کی یہی صفات تھیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝
یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر، آپ ان سے فرماؤ کہ میں اس پر تم سے کسی
اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔

تمام جہانوں کیلئے قرآن کی نصیحت ہونے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى" "هُمْ "اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمْ" طَرِيقهم مِنَ التَّوحِيد وَالصَّبْر "اقْتَدِهِ" بِهَاءِ السَّكْت وَقْفًا وَّوَصْلًا وَّفِي قِرَاءَة بِحَذْفِهَا وَصْلًا "قُلْ" لِأَهْلِ مَكَّة "لَا أَسْأَلكُمْ عَلَيْهِ" أَيْ الْقُرْآن "أَجْرًا" تُعْطُونِيهِ "إِنْ هُوَ" مَا الْقُرْآن "إِلَّا ذِكْرَى" عِظَة "لِلْعَالَمِينَ" الْإِنْس وَالْجِنّ

یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، یعنی ان کا طریقہ توحید اور صبر ہے۔ لہٰذا تو ان کی ہدایت کی پیروی کر، یہاں پر ھاء کا سکتہ وقف اور وصل بھی ہے۔ اور ایک قرأت میں وصل حذف ہے۔ آپ اہل مکہ سے فرمادیں کہ میں اس پر یعنی قرآن پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ قرآن تو جن وانس کے تمام جہانوں والوں کیلئے سراسر نصیحت ہے۔

کفر سے نکل کر ایمان کی طرف آنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کے شاگرد رشید حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کیا سورۃ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تابعداری کا حکم ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی مکرم ﷺ ان میں اعلان کر دو کہ یہ میں تو قرآن پہنچانے کا کوئی معاوضہ یا بدلہ یا اجرت تم سے نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف دنیا کیلئے نصیحت ہے کہ وہ اندھے پن کو چھوڑ کر آنکھوں کا نور حاصل کر لیں اور برائی سے کٹ کر بھلائی پالیں اور کفر سے نکل کر ایمان میں آجائیں۔ (صحیح بخاری)

علمائے دین نے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ خصال کمال و

اوصاف شرف جو جدا جدا انبیاء کو عطا فرمائے گئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب کو جمع فرما دیا اور آپ کو حکم دیا (فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ،الانعام:90) تو جب آپ تمام انبیاء کے اوصاف کمالیہ کے جامع ہیں تو بیشک سب سے افضل ہوئے۔اس آیت سے ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق کی طرف مبعوث ہیں اور آپ کی دعوت تمام خلق کو عام اور کل جہان آپ کی امت۔(تفسیر خازن، سورہ انعام، بیروت)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ○
اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ آپ فرمادیں کہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپاتے ہو اور تمھیں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے جانا اور نہ تمھارے باپ دادا نے۔ کہہ اللہ نے، پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی (فضول) بحث میں کھیلتے رہیں۔

یہود ونصاریٰ کا احکام تورات کو بھی نہ سمجھ سکنے کا بیان

"وَمَا قَدَرُوْا" اَىِ الْيَهُوْدُ "اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِه" اَىْ مَا عَظَّمُوْهُ حَقَّ عَظَمَتِه اَوْ مَا عَرَفُوْهُ حَقَّ مَعْرِفَتِه "اِذْ قَالُوْا" لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَاصَمُوْهُ فِى الْقُرْاٰنِ "مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ" لَهُمْ "مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَاءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ يَجْعَلُوْنَهٗ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فِى الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ "قَرَاطِيْسَ" اَىْ يَكْتُبُوْنَهٗ فِىْ دَفَاتِرَ مُقَطَّعَةٍ "يُبْدُوْنَهَا" اَىْ مَا يُحِبُّوْنَ اِبْدَاءَهٗ مِنْهَا . "وَيُخْفُوْنَ كَثِيْرًا" مِمَّا فِيْهَا كَنَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَعُلِّمْتُمْ" اَيُّهَا الْيَهُوْدُ فِى الْقُرْاٰنِ "مَا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاؤُكُمْ" مِنَ التَّوْرَاةِ بِبَيَانِ مَا الْتَبَسَ عَلَيْكُمْ وَاخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ "قُلِ اللّٰهُ" اَنْزَلَهٗ اِنْ لَّمْ يَقُوْلُوْهُ لَا جَوَابَ غَيْرُهٗ "ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ" بَاطِلِهِمْ،

اور انہوں نے یعنی یہود نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، یعنی جو اس کی عظمت کا حق تھا یا جو اس کی معرفت کا حق تھا۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ آپ ان سے فرمادیں کہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، یہاں تجعلونہ تینوں مقامات پر یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی مختلف اوراق میں لکھا ہے۔ تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں تم ظاہر کرنا پسند کرتے ہو ان کو ظاہر کرتے ہو اور اس میں سے بہت سے چھپاتے ہو جس طرح نبی کریم ﷺ کی نعت ہے۔ اور اے یہود تمہیں قرآن

میں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے تورات میں جانا اور نہ تمھارے باپ دادا نے جانا جو تورات میں تم پر مشتبہ ہو گیا۔ جس میں تم نے اختلاف کیا آپ فرما دیجئے اللہ نے، یعنی اگر وہ جواب نہ دیں تو تم خود کہہ دو کہ یہ اس نے نازل کیا ہے۔ پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی فضول بحث میں یعنی اپنے باطل میں کھیلتے رہیں۔

سورہ انعام آیت ۹۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود نے کہا اے محمد ﷺ کیا اللہ نے تم پر کتاب نازل کی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم اللہ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ، کہو کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لیے نور ہدایت تھی۔ (قرطبی 7-36)

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اللہ نے محمد ﷺ کو اہل کتاب سے اپنے بارے میں پوچھنے کا حکم دیا کہ وہ اپنی کتاب میں آپ کے متعلق کیا پاتے ہیں تو انہیں محمد ﷺ کے حسد نے اس بات پر اکسایا کہ انہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کر دیا اور کہا، مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ) تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے جس کا نام مالک بن صیف تھا نبی کریم ﷺ سے جھگڑا کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس سے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تو تورات میں لکھا ہوا نہیں پاتا کہ اللہ موٹے یہودی عالم سے بغض رکھتے ہیں جبکہ وہ یہودی عالم موٹا تھا وہ اس پر انتہائی غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم اللہ نے بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو کیا موسیٰ پر بھی؟ اس نے پھر یہی کہا کہ اللہ کی قسم اللہ نے بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری تو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (زادالمسیر 3-82، طبری 7-176)

یہود کی ایک جماعت اپنے حِبرُ الاَحبار مالک ابن صیف کو لے کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرنے آئی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا میں تجھے اس پروردگار کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی، کیا توریت میں تو نے یہ دیکھا ہے "اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْحِبْرَ السَّمِیْنَ" یعنی اللہ کو موٹا عالم مبغوض ہے؟ کہنے لگا ہاں یہ توریت میں ہے، حضور نے فرمایا تو موٹا عالم ہی تو ہے اس پر غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں فرمایا گیا کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے تو وہ لاجواب ہوا اور یہود اس سے برہم ہوئے اور اس کو جھڑ کنے لگے اور اس کو حبر کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ (مدارک وخازن)

حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ یہود کا ایک عالم (آپ کے پاس) آیا اور کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمین کو ایک انگلی پر اور پانی اور کیچڑ کو ایک انگلی پر اور دیگر تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا پھر ان کو ہلا کر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اس بات کو

پسند کرتے ہوئے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے، یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک کھل گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ) سے یشرکون الانعام، 91) تک۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2406)

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ
وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥
اور یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ
تو بستیوں کے مرکز اور اس کے ارد گرد لوگوں کو ڈرائے اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں
اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

نزول قرآن کا باعث برکت وتصدیق ہونے کا بیان

"وَهٰذَا" الْقُرْاٰن "كِتٰب اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَك مُصَدِّق الَّذِىْ بَيْن يَدَيْهِ " قَبْله مِنْ الْكُتُب "وَلِتُنْذِر" بِالتَّاءِ وَالْيَاء عُطِفَ عَلٰى مَعْنٰى مَا قَبْله اَىْ اَنْزَلْنَاهُ لِلْبَرَكَةِ وَالتَّصْدِيْق وَلِتُنْذِر بِهٖ "اُمّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلهَا" اَىْ اَهْل مَكَّة وَسَائِر النَّاس "وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتهمْ يُحَافِظُوْنَ" خَوْفًا مِنْ عِقَابهَا،

اور یہ ایک کتاب قرآن ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی کتب جو اس سے پہلے ہیں اور تا کہ تو بستیوں کے مرکز اور اس کے ارد گرد لوگوں کو ڈرائے ،لتنذر یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا اس کا ماقبل پر اس کا عطف ہے یعنی ہم نے اس کو برکت اور تصدیق کیلئے نازل کیا ہے تا کہ اس کے ساتھ ڈرائیں۔اور اس کے ساتھ مکہ یعنی ان کے گرد ونواح کے تمام لوگوں کو ڈرسنائیں۔اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی اس کی پکڑ کے خوف سے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

قرآن کی برکت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات اپنی کھجوروں کے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ انکا گھوڑا ابدکنے لگا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پڑھا وہ پھر بدکنے لگا آپ نے پڑھا وہ پھر بدکنے لگا، حضرت اسید کہتے ہیں کہ میں ڈرا کہ کہیں وہ یحیی کو کچل نہ ڈالے میں اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان کی طرح میرے سر پر ہے وہ چراغوں سے روشن ہے وہ اوپر کی طرف چڑھنے لگا یہاں تک کہ میں اسے پھر نہ دیکھ سکا، صبح کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رات کے وقت اپنے کھلیان میں قرآن مجید

پڑھ رہا تھا کہ اچانک میرا گھوڑا بدکنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہو انہوں نے عرض کیا کہ میں پڑھتا رہا۔ وہ پھر اسی طرح بدکنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہو انہوں نے عرض کیا کہ میں پڑھتا رہا وہ پھر اسی طرح بدکنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہو ابن حضیر کہتے ہیں کہ میں پڑھ کر فارغ ہوا تو یحییٰ اس کے قریب تھا مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ اسے کچل نہ دے۔

اور میں نے ایک سائبان کی طرح دیکھا کہ اس میں چراغ سے روشن تھے اور اوپر کی طرف چڑھا یہاں تک کہ اسے میں نہ دیکھ سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سنتے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح لوگ ان کو دیکھتے اور وہ لوگوں سے پوشیدہ نہ ہوتے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1853)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ
وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ
بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝
اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی
گئی اور جو کہے میں (بھی) ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔ اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں
میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا،
اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

جھوٹا دعویٰ نبوت و بہتان باندھنے کا بیان

"وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَم مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَی اللّٰه كَذِبًا" بِادِّعَاءِ النُّبُوَّة وَلَمْ یُنَبَّأ "اَوْ قَالَ اُوحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوحَ اِلَیْهِ شَیْء" نَزَلَتْ فِیْ مُسَیْلِمَة "وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْل مَا اَنْزَلَ اللّٰه" وَهُمْ الْمُسْتَهْزِئُوْنَ قَالُوْا لَوْ نَشَاء لَقُلْنَا مِثْل هٰذَا "وَلَوْ تَرٰی" یَا مُحَمَّد "إِذْ الظَّالِمُوْنَ" الْمَذْكُوْرُوْنَ "فِیْ غَمَرَات" سَكَرَات "الْمَوْت وَالْمَلَائِكَة بَاسِطُوا اَیْدِیهمْ" اِلَیْهِمْ بِالضَّرْبِ وَالتَّعْذِیب یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ تَعْنِیفًا "اَخْرِجُوْا اَنْفُسكُمْ" اِلَیْنَا لِنَقْبِضهَا "الْیَوْم تُجْزَوْنَ عَذَاب الْهُون" الْهَوَان "بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰه غَیْر الْحَقّ" بِدَعْوَی النُّبُوَّة وَالْإِیحَاء كَذِبًا "وَكُنْتُمْ عَنْ آیَاته تَسْتَكْبِرُوْنَ" تَتَكَبَّرُوْنَ عَنْ الْإِیمَان بِهَا وَجَوَاب لَوْ رَاَیْت اَمْرًا فَظِیعًا،

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یعنی وہ دعویٰ نبوت کرے جبکہ وہ نبی نہ ہو یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی۔

یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور جو کہے میں بھی ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔ یعنی ایسا کہنے والے مذاق کرنے والے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو اس طرح کا کلام بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور کاش اے محمد ﷺ آپ دیکھیں جب مذکورہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، یعنی جب انہیں مارنے اور عذاب دینے کیلئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور غصے میں کہتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں ہماری جانب نکالو تاکہ ہم ان پر قبضہ کریں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق باتیں کہتے تھے یعنی جھوٹا دعویٰ نبوت اور جھوٹا بہتان باندھنا ہے۔ اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ یعنی تم اس تکبر کے سبب ایمان لانے سے انکار کرتے ہو اور یہ جملہ "لَوْ رَاَیْتَ اَمْرًا فَظِیْعًا" کا جواب ہے۔

سورہ انعام آیت ۹۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مسیلمہ کذاب حنفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ مقفی کلام اور کہانت کی باتیں کرتا تھا اور نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ نے اس کی طرف وحی بھیجی ہے۔ (طبری 7۔ 181، قرطبی 7۔39)

وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ، یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی ہے پہلے پہل وہ اسلام لایا تھا چنانچہ رسول اللہ نے ایک دن اسے کچھ لکھوانے کے لیے بلایا جب یہ آیت مومنین کے بارے میں نازل ہوئی (ولقد خلقنا الانسان من سلالة) (سورہ مومنون آیت 12) ترجمہ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ تو آپ نے اس کی املاء کروائی جب آپ اس فرمان تک پہنچے (ثم انشاناہ خلقا آخر) سورہ مومنون 14)۔ ترجمہ۔ پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا۔ تو عبداللہ کو انسان کی تخلیق سن کر بہت تعجب ہوا اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا (تبارك الله احسن الخالقين) ترجمہ۔ تو خدا جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا بالکل اسی طرح مجھ پر نازل ہوا ہے اس وقت عبداللہ کو شک ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد سچے ہیں تو جیسے ان کی طرف وحی کی گئی اسی طرح اللہ نے میری طرف بھی وحی بھیجی ہے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو جیسے انہوں نے کلام کیا ویسا ہی میں نے بھی کیا ہے اور قرآن میں اس کا یہی قول مذکور اسی طرح ہے۔ (وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ) اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر دین اسلام سے مرتد ہو گیا۔ (نیسابوری 185، سیوطی 118، طبری 7۔ 181، زاد المسیر 3۔86)

شان نزول

یہ آیت مُسَیلمہ کذّاب کے بارے میں نازل ہوئی جس نے یَمامہ علاقہ یمن میں نبوت کا جھوٹا دعوٰی کیا تھا۔ قبیلہ بنی حنیفہ کے چند لوگ اس کے فریب میں آگئے تھے یہ کذّاب زمانہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق میں وحشی قاتلِ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے

ہاتھ سے قتل ہوا۔

شان نزول

یہ عبداللہ بن ابی سرح کاتبِ وحی کے حق میں نازل ہوئی۔ جب آیت (وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ 26)15۔الحجر:26) نازل ہوئی اس نے اس کو لکھا اور آخر تک پہنچتے پہنچتے پیدائشِ انسان کی تفصیل پر مطلع ہو کر متعجب ہوا اور اس حالت میں آیت کا آخر (فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ 14)23۔المؤمنون:14) بے اختیار اس کی زبان پر جاری ہو گیا، اس پر اس کو یہ گھمنڈ ہوا کہ مجھ پر وحی آنے لگی اور مرتد ہو گیا، یہ نہ سمجھا کہ نورِ وحی اور قوت وحُسنِ کلام سے آیت کا آخر کلمہ زبان پر آ گیا، اس میں اس کی قابلیت کا کوئی دخل نہ تھا زورِ کلام خود اپنے آخر کو بتا دیا کرتا ہے جیسے کبھی کوئی شاعر نفیس مضمون پڑھے وہ مضمون خود قافیہ بتا دیتا ہے اور سننے والے شاعر سے پہلے قافیہ پڑھ دیتے ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہرگز ویسا شعر کہنے پر قادر نہیں تو قافیہ بتانا ان کی قابلیت نہیں کلام کی قوت ہے اور یہاں تو نورِ وحی اور نورِ نبی سے سینہ میں روشنی آتی تھی چنانچہ مجلس شریف سے جدا ہونے اور مرتد ہو جانے کے بعد پھر وہ ایک جملہ بھی ایسا بنانے پر قادر نہ ہوا جو نظمِ قرآنی سے مل سکتا، آخر کار زمانہ اقدس ہی میں قبل فتح مکہ پھر اسلام سے مشرف ہوا۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ
ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ
لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۝
اور بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو، جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم
نے تمھیں دیا تھا اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے وہ سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے جنھیں تم نے گمان کیا تھا کہ بے شک وہ تم میں
حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمھارا آپس کا رشتہ کٹ گیا اور تم سے گم ہو گیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔

قیامت کے دن مشرکین کی حالت کا بیان

"و" يُقَالُ لَهُمْ اِذَا بُعِثُوا "لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى" مُنْفَرِدِيْنَ عَنِ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ "كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ" اَىْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا "وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنٰكُمْ" اَعْطَيْنٰكُمْ مِنَ الْاَمْوَالِ "وَرَاءَ ظُهُوْرِكُمْ" فِى الدُّنْيَا بِغَيْرِ اخْتِيَارِكُمْ "و" يُقَالُ لَهُمْ تَوْبِيْخًا "مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمْ" الْاَصْنَامَ "الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ" اَىْ فِىْ اسْتِحْقَاقِ عِبَادَتِكُمْ "شُرَكَاءُ" لِلّٰهِ "لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ" وَصْلُكُمْ اَىْ تَشَتَّتَ جَمْعُكُمْ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِالنَّصْبِ ظَرْفٌ اَىْ وَصْلُكُمْ بَيْنَكُمْ "وَضَلَّ" ذَهَبَ "عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ"

فِى الدُّنْيَا مِنْ شَفَاعَتِهَا،

اور جب ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کو کہا جائے گا کہ تم ہمارے پاس بغیر مال واہل وعیال کے تنہا آ گئے ہو۔ جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا یعنی برہنہ پاؤں، بدن وغیر مختون پیدا کیا۔ اور تم دنیا میں اپنے اختیار کے بغیر اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم نے تمہیں مال دیا تھا اور ان کو توبیخ کے طور پر کہا جائے گا اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے بتوں کو سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے۔ جنہیں تم نے اپنی عبادت میں حقدار گمان کیا تھا کہ بے شک وہ اللہ کیلئے تمہاری عبادت میں حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمہارا آپس کا رشتہ کٹ گیا یعنی تمہاری جمعیت بکھر گئی۔ ایک قرأت میں نصب کے ساتھ ظرف ہے یعنی تمہارا وصل، اور تم سے گم ہوگیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔ یعنی دنیا میں تم جن کی شفاعت کیا کرتے تھے۔

سورہ انعام آیت ۹۴ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جریر طبری اور اس کے علاوہ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ نضر بن حارث نے کہا میرے لیے لات اور عزیٰ ضرور سفارش کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی 119، طبری 7۔185)

دوبارہ زندہ ہو کر انسانیت کا اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا بیان

جس دن انہیں ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا اس دن ان سے کہا جائے گا کہ تم تو اسے بہت دور اور محال مانتے تھے تو اب دیکھ لو جس طرح شروع شروع میں ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اب دوبارہ بھی پیدا کر دیا۔ جو کچھ مال متاع ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا سب تم وہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال وہی ہے جسے تو نے کھا پی لیا وہ تو فنا ہوگیا یا تو نے پہن اوڑھ لیا وہ پھٹا پرانا ہو کر ضائع ہوگیا یا تو نے نام مولی پر خیرات کیا وہ باقی رہا اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو اوروں کے لئے چھوڑ کر یہاں سے جانے والا ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور رب العالمین اس سے دریافت فرمائے گا کہ جو تو نے جمع کیا تھا وہ کہاں ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خوب بڑھا چڑھا کر اسے دنیا میں چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم پیچھے چھوڑا ہوا تو یہاں نہیں ہے البتہ آگے بھیجا ہوا یہاں موجود ہے اب جو یہ دیکھے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی، پھر انہیں ان کا شرک یاد دلا کر دھمکایا جائے گا کہ جنہیں تم اپنا شریک سمجھ رہے تھے اور جن پر ناز کر رہے تھے کہ ہمیں بچا لیں گے اور نفع دیں گے وہ آج تمہارے ساتھ کیوں نہیں؟ وہ کہاں رہ گئے؟ انہیں شفاعت کے لئے کیوں آگے نہیں بڑھاتے؟ حق یہ ہے کہ قیامت کے دن سارے جھوٹ بہتان افترا کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سنا کر ان سے فرمائے گا جنہیں تم نے میرے شریک ٹھہرا رکھا تھا وہ کہاں ہیں؟ اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ نہ وہ تمہاری مدد کرتے ہیں نہ خود اپنی مدد وہ آپ کرتے ہیں۔ تم تو دنیا میں انہیں مستحق عبادت سمجھتے رہے۔ بینکم کی ایک قرأت بینکم بھی ہے یعنی تمہاری یکجہتی ٹوٹ گئی اور پہلی قرأت پر یہ معنی ہیں کہ جو تعلقات تم میں تھے جو وسیلے تم نے بنا رکھے تھے سب کٹ گئے معبودان باطل سے جو غلط منصوبے تم نے باندھ رکھے تھے سب

برباد ہوگئے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ
مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۝
بے شک اللہ دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے،
یہی اللہ ہے، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔

نباتات میں قدرت الٰہی کے ظہور کا بیان

"اِنَّ اللّٰه فَالِق" شَاق "الْحَبّ" عَنْ النَّبَات "وَالنَّوٰى" عَنْ النَّخْل "يُخْرِج الْحَيّ مِنْ الْمَيِّت" كَالْإِنْسَانِ وَالطَّائِر مِنْ النُّطْفَة وَالْبَيْضَة "وَمُخْرِج الْمَيِّت مِنْ الْحَيّ" النُّطْفَة وَالْبَيْضَة "ذٰلِكُمْ" الْفَالِق الْمُخْرِج "اللّٰه فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ" فَكَيْفَ تُصْرَفُوْنَ عَنْ الْإِيْمَان مَعَ قِيَام الْبُرْهَان،

بے شک اللہ نباتات سے دانے اور کھجور سے گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ جس طرح انسان اور پرندے ہیں جو نطفہ اور انڈہ سے ہیں۔ اور مردہ کو نطفہ اور انڈے سے زندہ سے نکالنے والا ہے، یہی اللہ شق کرنے والا ہے، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ لہٰذا تم دلیل قائم ہونے کے باوجود ایمان سے کیسے پھرنے والے ہو۔

اللہ کی تخلیق کا مقابلہ کرنے والا کون ہے؟

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ کے ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس کے اوپر ایک مصور تصویریں بنا رہا ہے، تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے، اگر ایسا ہے تو ایک دانہ پیدا کر کے دکھائے اور ایک ذرہ پیدا کر کے دیکھائے پھر پانی کا برتن منگوایا اور دونوں ہاتھ بغل تک پہنچا کر دھوئے، میں نے پوچھا اے ابوہریرہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس کے متعلق سنا ہے، کہا کہ زیور کے پہننے کی انتہائی جگہ تک دھوئے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 914)

• دانوں سے کھیتیاں بیج اور گٹھلی سے درخت اللہ ہی اگاتا ہے تم تو انہیں مٹی میں ڈال کر چلے آتے ہو وہاں انہیں اللہ تعالیٰ پھاڑتا ہے۔ کونپل نکالتا ہے پھر وہ بڑھتے ہیں قوی درخت بن جاتے ہیں اور دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر گویا اسی کی تفسیر میں فرمایا کہ زندہ درخت اور زندہ کھیتی کو مردہ بیج اور مردہ دانے سے وہ نکالتا ہے جیسے سورۃ یٰسین میں ارشاد ہے آیت (وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (یٰسین: 33) مخرج کا عطف فالق پر ہے اور مفسرین نے دوسرے انداز سے ان جملوں میں ربط قائم کیا ہے لیکن مطلب سب کا یہی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے، کوئی کہتا ہے مرغی کا انڈے سے نکلنا اور مرغ سے انڈے کا نکلنا مراد ہے۔ بد شخص کے ہاں نیک اولاد ہونا اور نیکوں کی اولاد کا بد ہونا مراد ہے۔ وغیرہ۔ آیت درحقیقت ان

تمام سورتوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○
صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب،
سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔

صبح کے اجالے سے قدرت الٰہی کے اظہار پر استدلال کا بیان

"فَالِقُ الْاِصْبَاحِ" مَصْدَر بِمَعْنَى الصُّبْحِ اَىْ شَاقّ عَمُود الصُّبْحِ وَهُوَ اَوَّل مَا يَبْدُو مِنْ نُوْر النَّهَار عَنْ ظُلْمَة اللَّيْل . "وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا" تَسْكُن فِيْهِ الْخَلْق مِنَ التَّعَب "وَالشَّمْس وَالْقَمَر" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى مَحَلّ اللَّيْل "حُسْبَانًا" حِسَابًا لِلْاَوْقَاتِ اَوْ الْبَاء مَحْذُوْفَة وَهُوَ حَال مِنْ مُقَدَّر اَىْ يَجْرِيَانِ بِحُسْبَانٍ كَمَا فِىْ اٰيَة الرَّحْمٰن (55) "ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "تَقْدِير الْعَزِيْز" فِىْ مُلْكه "الْعَلِيْم" بِخَلْقِهِ.

صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے مصدر بہ معنی صبح ہے۔ یعنی وہ ستون صبح کو چاک کرنے والا ہے۔ اور وہ دن کے اس اجالے کو کہتے ہیں جو سب سے پہلے ظاہر ہوا ہے۔ جو رات کی تاریکی سے نکلا ہے۔ اور اس نے رات کو آرام یعنی اس میں مخلوق تھکاوٹ دور کرتی ہے۔ اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ شمس وقمر محل رات پر عطف ہے۔ حسبانا بہ معنی اوقات کیلئے حساب ہے۔ یا باء محذوفہ ہے۔ اس صورت میں مقدر سے حال ہے۔ یعنی "یَجْرِیَانِ بِحُسْبَانٍ" جس طرح سورہ رحمٰن کی آیت میں ہے۔ یہ مذکورہ اس زبردست اپنے ملک میں غالب، اپنی مخلوق میں سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔

اللہ کی قدرت پر دلائل کا بیان

صبح کا چاک کرنے والا ہے اسی نے رات کو سکون والی بنایا ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ اللہ عزیز وعلیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جاسکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے بنایا ہے منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تا کہ حساب اور سال معلوم رہیں اللہ کی یہ پیدائش حق ہے۔

قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات ہیں اور حج کے لئے بھی رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے دن کا اجالا آ جاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے۔ اللہ تعالٰی نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے اندر کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔

ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ چاند یہ جھائیں کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان

اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں سیاہ دھند لکا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝

اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے، تا کہ تم ان کے ساتھ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرو۔

بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں جو جانتے ہیں۔

خشکی وتری کے راستوں میں ستاروں سے رہنمائی حاصل کرنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوم لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمَات الْبَرّ وَالْبَحْر " فِى الْاَسْفَار "قَدْ فَصَّلْنَا" بَيَّنَّا "الْاٰيَات" الدَّلَالَات عَلٰى قُدْرَتنَا "لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ،

اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے تمہارے فائدہ کے لئے ستاروں کو پیدا کیا اور وہ فائدہ یہ ہے تا کہ تم ان کے ذریعہ سے رات کے اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو، بیشک ہم نے یہ دلائل توحید بیان کر دیئے ہیں جو ہماری قدرت پر اہل علم کیلئے دلائل ہیں۔تا کہ وہ تدبر کریں۔

قتادہ نے آیت کریمہ سے بیان کیا ہے اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا کے ماتحت فرمایا کہ ان ستاروں کی تخلیق کے تین مقصود ہیں نمبر(۱) آسمان کی زینت بنانا نمبر (۲) شیاطین کو مارنا نمبر (۳) رہنمائی کا ذریعہ جس نے ان تینوں کے علاوہ ستاروں کے بارے میں اور کچھ تاویل کی تو اس نے غلطی کی اور اپنے حصہ کو ضائع کر دیا اور ایسی چیز میں سر مارا جس کا اسے کچھ بھی علم نہیں۔ابن عباس نے فرمایا ہشیما یعنی متغیر الاب یعنی وہ چارہ جو مویشی کھاتے ہیں الانام یعنی مخلوق برزخ یعنی آڑ اور حاجب اور مجاہد نے فرمایا الفافا یعنی لپٹے ہوئے الغلب یعنی لپٹے ہوئے فراشا یعنی بچھونا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنے کی وجہ ہے نکدا یعنی تھوڑا اور کم۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 458)

وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ۝

اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر ایک ٹھہرنے کی جگہ اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے۔

بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں۔

انسانیت کی پیدائش ایک جان سے ہونے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِىْ اَنْشَاَكُمْ" خَلَقَكُمْ "مِنْ نَفْس وَاحِدَة" هِىَ اٰدَم "فَمُسْتَقَرّ" مِنْكُمْ فِى الرَّحِم "وَمُسْتَوْدَع" مِنْكُمْ فِى الصُّلْب وَفِىْ قِرَاءَة بِفَتْحِ الْقَاف اَىْ مَكَان قَرَار لَكُمْ "قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيَات لِقَوْمٍ يَفْقَهُوْنَ" مَا يُقَال لَهُمْ،

اور وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر ایک جان یعنی آدم علیہ السلام اور ٹھہرنے کی جگہ جو رحم یعنی جائے قرار ہے۔ جو تمہاری صلب میں ہے۔ اور ایک قرأت میں قاف کے فتحہ کے ساتھ یعنی تمہارے لئے قرار کی جگہ ہے۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں۔ جو ان سے کہا گیا ہے۔

انسان کی تخلیق اور اس کی تقدیر لکھی جانے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق و مصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بد بخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آ جاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آ جاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 468)

مخلوقات کے عجائب کا قدرت باری پر استدلال کرنے کا بیان

فرماتا ہے کہ تم سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تن واحد یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہے جیسے اور آیت میں ہے لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا پھر ان دونوں سے مرد و عورت خوب پھیلا دیئے مستقر سے مراد ماں کا پیٹ اور مستودع سے مراد باپ کی پیٹھ ہے اور قول ہے کہ جائے قرار دنیا ہے اور سپردگی کی جگہ موت کا وقت ہے۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں ماں کا پیٹ، زمین اور جب مرتا ہے سب جائے قرار کی تفسیر ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں جو مر گیا اس کے عمل رک گئے یہی مراد مستقر سے ہے۔ ابن مسعود کا فرمان ہے مستقر آخرت میں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر ہے۔

سمجھداروں کے سامنے نشان ہائے قدرت بہت کچھ آ چکے، اللہ کی بہت سی باتیں بیان ہو چکیں جو کافی وافی ہیں۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا نہایت صحیح اندازے سے بڑا بابرکت پانی جو بندوں کی زندگانی کا باعث بنا اور سارے جہاں پر اللہ کی رحمت بن کر برسا، اسی سے تمام تر تر و تازہ چیزیں اگیں جیسے فرمان ہے آیت (وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ) 21۔الانبیاء:30) پانی سے ہم نے ہر چیز کی زندگانی قائم کر دی۔ پھر اس سے سبزہ یعنی کھیتی اور درخت اگتے ہیں جس میں سے دانے اور پھل نکلتے ہیں، دانے بہت سارے ہوتے ہیں گتھے ہوئے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے اور کھجور کے خوشے جو زمین کی طرف جھکے پڑتے ہیں۔

بعض درخت خرما چھوٹے ہوتے ہیں اور خوشے چمٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ قنوان کو قبیلہ تمیم قنیان کہتا ہے اس کا مفرد قنو ہے، جیسے صنوان صنو کی جمع ہے اور باغات انگوروں کے۔ پس عرب کے نزدیک یہی دونوں میوے سب میوں سے اعلیٰ ہیں کھجور اور انگور اور فی الحقیقت ہیں بھی یہ اسی درجے کے۔ قرآن کی دوسری آیت (وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ) 16۔ النحل: 67) میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر فرما کر اپنا احسان بیان فرمایا ہے اس میں جو شراب بنانے کا ذکر ہے اس پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حرمت شراب کے نازل ہونے سے پہلے کی یہ آیت ہے اور آیت میں بھی باغ کے ذکر میں فرمایا کہ ہم نے اس میں کھجور و انگور کے درخت پیدا کئے تھے۔ زیتون بھی ہیں انار بھی ہیں آپس میں ملتے جلتے پھل الگ الگ، شکل صورت مزہ حلاوت فوائد وغیرہ ہر ایک کے جداگانہ، ان درختوں میں پھلوں کا آنا اور ان کا پکنا ملاحظہ کرا اور اللہ کی ان قدرتوں کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرو کہ لکڑی میں میوہ نکالتا ہے۔ عدم وجود میں لاتا ہے۔ سوکھے کو گیلا کرتا ہے۔ مٹھاس لذت خوشبو سب کچھ پیدا کرتا ہے رنگ روپ شکل صورت دیتا ہے فوائد رکھتا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ پانی ایک زمین ایک کھیتیاں باغات ملے جلے لیکن ہم جسے چاہیں جب چاہیں بنا دیں کھٹاس مٹھاس کی زیادتی سب ہمارے قبضہ میں ہے یہ سب خالق کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے ایماندار اپنا عقیدہ مضبوط کرتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

آسمان سے پانی کو نازل کرنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء فَاَخْرَجْنَا " فِيْهِ الْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة "بِهِ" بِالْمَاءِ "نَبَات كُلّ شَيْء " يَنْبُت "فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ" اَيْ النَّبَات شَيْئًا "خَضِرًا" بِمَعْنَى اَخْضَر "نُخْرِج مِنْهُ" مِنْ الْخَضِر "حَبًّا مُتَرَاكِبًا" يَرْكَب بَعْضه بَعْضًا كَسَنَابِل الْحِنْطَة وَنَحْوهَا "وَمِنْ النَّخْل" خَبَر وَيُبْدَل مِنْهُ "مِنْ طَلْعهَا" اَوَّل مَا يَخْرُج مِنْهَا وَالْمُبْتَدَا "قِنْوَان" عَرَاجِين "دَانِيَة" قَرِيب بَعْضهَا مِنْ بَعْض "وَجَنَّات" اَخْرَجْنَا

بِهٖ بَسَاتِيْنَ "مِنْ اَعْنَابٍ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا" وَرَقُهُمَا حَال "وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ" ثَمَرُهَا "اُنْظُرُوْا" يَا مُخَاطَبُوْنَ نَظَرَ اعْتِبَار "اِلٰى ثَمَرِهٖ" بِفَتْحِ الثَّاء وَالْمِيم وَبِضَمِّهِمَا وَهُوَ جَمْع ثَمَرَة كَشَجَرَةٍ وَشَجَر وَخَشَبَة وَخَشَب "اِذَا اَثْمَرَ" اَوَّلَ مَا يَبْدُو كَيْفَ هُوَ "وَيَنْعِهٖ" اِلٰى نُضْجِه اِذَا اَدْرَكَ كَيْفَ يَعُود "اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيَاتٍ" دَلَالَات عَلٰى قُدْرَته تَعَالٰى عَلَى الْبَعْث وَغَيْرِهٖ "لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ" خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا فِي الْاِيْمَان بِخِلَافِ الْكَافِرِيْنَ،

اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا، یہاں غائب کو خطاب ہے۔ تو ہم نے اس پانی کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، یہاں پر خضر بہ معنی اخضر ہے۔ جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح گندم وغیرہ کے سٹے ہوتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں۔ یہاں پر من النخل خبر ہے اور من طلعها اس سے بدل ہے۔ اور طلع اس چیز کو کہتے ہیں جو ابتداء میں شگوفوں کے غلاف سے نکلتی ہے۔ اور قنوان دانیہ یہ مبتداء ہے۔ جو بہ معنی عراجین جس کا معنی شاخ ہے۔ جو جھکی ہوئی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے ہیں۔ مشابھا یہ حال ہے۔ اے مخاطب ہونے والو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ثمر یہ ثاء اور میم کے فتحہ اور دونوں کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ثمرۃ کی جمع ہے، جس طرح شجرہ کی جمع شجر ہے اور خشبۃ کی جمع خشب ہے۔ جب وہ پہلی مرتبہ پھل لاتا ہے تو وہ کیسا ہوتا ہے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ یعنی جب وہ پک جائے اور فائدے قابل ہو جائے تو تب دیکھو کہ اس وقت وہ کیسا ہوتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں یعنی دوبارہ زندہ ہونے کے دلائل ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس میں اہل ایمان کا ذکر اس لئے خاص طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ کفار کے خلاف وہی اپنے ایمان میں نفع اٹھانے والے ہیں۔

اللہ کی رحمت سے بارش ہونے کا بیان

زید بن خالد جہنی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو صبح کی نماز حدیبیہ میں پڑھائی، رات کو بارش ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا: لوگوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے بندوں میں مجھ پر ایمان رکھنے والے اور میرا انکار کرنے والے (یعنی کافر) نے صبح کی، جس نے کہا کہ مجھ پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی،

تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے اور ستارہ کا منکر ہے اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارہ چھتر کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا منکر ہے اور ستارہ پر ایمان رکھنے والا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 998)

ان مضامین میں ایک عجیب ترتیب کی رعایت ہے، وہ یہ کہ یہاں تین قسم کی کائنات مذکور ہے، سفلیات، علویات، کائنات جو،

یعنی فضائے آسمانی میں پیدا ہونے والی اشیاء، اور بیان شروع کیا سفلیات سے کہ وہ ہم سے اقرب ہیں، اور پھر اس کے دو حصے کیے، ایک بیان زمین سے اُگنے والی نباتات اور درختوں، باغوں کا، دوسرے حیوانات انسان اور جانوروں کا۔ اول کو مقدم کیا کہ بہ نسبت دوسرے کے نسبۃً ظاہر ہے، اور دوسرے کا معاملہ کہ روح پر موقوف ہے دقیق ہے، چنانچہ نطفہ کے مختلف مراحل اور حالات ادراک اطباء کے ساتھ مخصوص ہے، بخلاف نباتات کے بڑھنے، پھلنے پھولنے وغیرہ کے کہ عام طور سے مشاہد ہے، پھر فضائے آسمانی کی کائنات کو ذکر کیا، صبح وشام، پھر علویات کا ذکر کیا، شمس وقمر نجوم، پھر چونکہ سفلیات کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝
اور انھوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنا دیا، حالانکہ اس نے انھیں پیدا کیا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں کچھ جانے بغیر تراش
لیں، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کا بیان

"وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ" مَفْعُول ثَانٍ "شُرَكَاء" مَفْعُول اَوَّل وَيُبْدَل مِنْهُ "الْجِنّ" حَيْثُ اَطَاعُوهُمْ فِيْ عِبَادَة الْاَوْثَان "و" قَدْ "خَلَقَهُمْ" فَكَيْفَ يَكُوْنُوْا شُرَكَاء "وَخَرَقُوا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد اَيْ اخْتَلَقُوا "لَهُ بَنِيْنَ وَبَنَات بِغَيْرِ عِلْم" حَيْثُ قَالُوْا عُزَيْر ابْن اللّٰه وَالْمَلَائِكَة بَنَات اللّٰه "سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَهُ "وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ" بِاَنَّ لَهُ وَلَدًا،

اور انھوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنا دیا، یہاں پر لفظ اللہ مفعول ثانی ہے۔ اور شرکاء مفعول اول ہے۔ الجن یہ شرکاء سے بدل ہے۔ کیونکہ انہوں نے بتوں کی عبادت کی۔ حالانکہ اس نے انھیں پیدا کیا لہٰذا وہ کیسے شرکاء بناتے ہیں۔ اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں کچھ جانے بغیر تراش لیں، یہاں خرقوا تخفیف اور تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی انہوں نے تراش لیا ہے۔ یعنی انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور فرشتوں کا اللہ کی بیٹیاں بنا رکھا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی جو اس کیلئے اولاد سمجھتے ہیں۔

سورہ انعام آیت ۱۰۰ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت زنادقہ کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے کہا (معاذ اللہ) اللہ اور ابلیس دو بھائی ہیں اللہ انسانوں اور چوپاؤں کا خالق ہے اور ابلیس سانپوں اور درندوں اور بچھوؤں کا خالق ہے یہی اللہ کے اس فرمان میں ہے۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ) اور ان لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا۔ (قرطبی 7۔53)

مشرکین کا اللہ کی اولاد سمجھنے کا باطل عقیدہ

کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود گھڑ لیتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے تمام کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی معبود

وہی ہے جو خالق ہے۔ پھر ان لوگوں کی حماقت و ضلالت بیان ہو رہی ہے۔ جو اللہ کی اولاد بیٹے بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہودی حضرت عزیر کو اور نصرانی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا جبکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ یہ سب ان کی مَن گھڑت اور خود تراشیدہ بات تھی اور محض غلط اور جھوٹ تھا۔ حقیقت سے بہت دور نرا بہتان باندھا تھا اور سمجھی سے اللہ کی شان کے خلاف ایک زبان سے اپنی جہالت سے کہہ دیا تھا بھلا اللہ کو بیٹوں اور بیٹیوں سے کیا واسطہ نہ اس کی اولاد نہ اس کی بیوی نہ اس کی کفو کا کوئی۔ وہ سب کا خالق وہ کسی کی شرکت سے پاک وہ کسی کی حصہ داری سے پاک، یہ گمراہ جو کہہ رہے ہیں سب سے وہ پاک اور برتر سب سے دور اور بالا تر ہے۔

اہل عرب بھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ جن تو اللہ کی مخلوق ہیں اور جو مخلوق ہو وہ بندہ اور غلام تو ہو سکتا ہے شریک نہیں بن سکتا اور اللہ کی جب بیوی ہی نہیں اور وہ اس سے بے نیاز بھی ہے تو پھر اس کے بیٹے اور بیٹیاں کیسے ہو سکتے ہیں؟

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ
وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ○
وہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے، بھلا اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے،
اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

زمین وآسمانوں کی تخلیق وملکیت کا بیان

"بَدِيع السَّمَاوَات وَالْاَرْض" هُوَ مُبْدِعهمَا مِنْ غَيْر مِثَال سَبَقَ "اَنّٰى" كَيْفَ "يَكُوْن لَهٗ وَلَد وَلَمْ تَكُنْ لَهٗ صَاحِبَة" زَوْجَة "وَخَلَقَ كُلّ شَیْء، وَهُوَ بِكُلِّ شَیْء عَلِيْم"

وہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے، یعنی بغیر مثال سابق کے وہی ان دونوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ بھلا اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے، اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

زمین وآسمان کی ملکیت سے عدم اولاد ہونے کے استدلال کا بیان

زمیں وآسمان کا موجد بغیر کسی مثال اور نمونے کے انہیں عدم سے وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے۔ بدعت کو بھی بدعت اسی لئے کہتے ہیں کہ پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی، بھلا اس کا صاحب اولاد ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں، اولاد کیلئے تو جہاں باپ کا ہونا ضروری ہے وہیں ماں کا وجود بھی لازمی ہے، اللہ کے مشابہ جبکہ کوئی نہیں ہے اور جوڑا تو ساتھ کا اور جنس کا ہوتا ہے پھر اس کی بیوی کیسے؟ اور بیوی نہیں تو اولاد کہاں؟ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ بھی اس کے منافی ہے کہ اس کی اولاد اور زوجہ ہو۔ جیسے فرمان ہے آیت (وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا) (مریم:88) لوگ کہتے ہیں اللہ کی اولاد ہے۔ ان کی بڑی فضول اور غلط افواہ

ہے عجب نہیں کہ اس بات کو سن کر آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ رحمٰن اور اولاد؟ وہ تو ایسا ہے کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اس کی بندگی میں مصروف ہے۔ سب پر اس کا علبہ سب پر اس کا علم سب اس کے سامنے فرداً فرداً آنے والے۔ وہ خالق کل ہے اور عالم کل ہے۔ اس کی جوڑ کا کوئی نہیں وہ اولاد سے اور بیوی سے پاک ہے اور مشرکوں کے اس بیان سے بھی پاک ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○

یہی اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہ ہونے کا بیان

"مِنْ شَأنه اَنْ يَّخلُق "ذٰلِكُمُ اللّٰه رَبُّكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِق كُلّ شَيْء فَاعْبُدُوْهُ" وَحِّدُوْهُ "وَهُوَ عَلٰى كُلّ شَيْء وَكِيل" حَفِيظ،

یعنی اس شان پیدا کرنا ہے۔ تمہارا رب اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔ یعنی اس کی توحید بیان کرو۔ وہی ہر چیز پر نگہبان یعنی حفاظت کرنے والا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک ایسا کیوں کرتا ہے؟ اور یہ نہیں فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک ایسا نہ کرے کیونکہ کوئی جان ایسی نہیں جو پیدا کی گئی ہو مگر اس کا خالق اللہ ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1061)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور وہ بڑا باریک بین بڑا باخبر ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ کا قیامت کے دن اہل ایمان کیلئے خاص ہونے کا بیان

"لَا تُدْرِكهُ الْاَبْصَار" اَیْ لَا تَرَاهُ وَهٰذَا مَخْصُوص لِرُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَهُ فِي الْاٰخِرَة لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: "وُجُوه يَوْمَئِذٍ نَاضِرَة اِلٰى رَبّهَا نَاظِرَة" وَحَدِيث الشَّيْخَيْنِ "اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَر لَيْلَةَ الْبَدْر" وَقِيْلَ الْمُرَاد لَا تُحِيط بِهٖ "وَهُوَ يُدْرِك الْاَبْصَار" اَیْ يَرَاهَا وَلَا تَرَاهُ وَلَا يَجُوْز فِیْ غَيْرِهٖ اَنْ يُدْرِك الْبَصَر وَهُوَ لَا يُدْرِكهُ اَوْ يُحِيط بِهٖ عِلْمًا "وَهُوَ اللَّطِيف" بِاَوْلِيَائِهٖ "الْخَبِير" بِهِمْ،

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ یعنی اس کو نہیں دیکھ سکتیں کیونکہ یہ رؤیت آخرت میں اہل ایمان کیلئے خاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وُجُوه يَوْمَئِذٍ نَاضِرَة اِلٰى رَبّهَا نَاظِرَة" اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ بے شک عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسے تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے اس کا احاطہ نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ

سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، یعنی وہ دیکھتا ہے لیکن اس کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور اس کے سوا کسی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اس کا ادراک کریں کیونکہ اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اور اس کے علم کا بھی احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ اپنے دوستوں کیلئے بڑا باریک بین، ان کے ساتھ بڑا باخبر ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۰۳ کے شان نزول کا بیان

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا کہ انہوں نے فرمایا اے ابو عائشہ (یہ مسروق کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں کہ جس نے ان میں سے ایک بات بھی کی اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (شب معراج میں) اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ) 6۔ الانعام: 103) (اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے اور وہ نہایت باریک بین خبردار ہے)۔ پھر فرماتا ہے۔

(وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاۗئِ حِجَابٍ) 42۔ الشوریٰ: 51) (یعنی کوئی بشر اس (یعنی اللہ تعالیٰ) سے وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے ہی سے بات کر سکتا ہے)

راوی کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا اور عرض کیا اے ام المومنین مجھے مہلت دیجئے اور جلدی نہ کیجئے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (اور اس نے اس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔ النجم۔ آیت)۔ نیز فرمایا (وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (81۔ التکویر: 23) (اور بیشک انہوں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے آسمان کے کنارے پر واضح دیکھا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل تھے۔ میں نے انہیں ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے جسم نے آسمان و زمین کے درمیان پوری جگہ کو گھیر لیا ہے 2)) اور جس نے سوچا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کی نازل کی ہوئی چیز میں سے کوئی چیز چھپالی اس نے بھی اللہ پر جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ) 5۔ المائدہ: 67) (اے رسول جو آپ کے رب نے آپ پر نازل کیا ہے اسے پورا پہنچا دیجئے)۔3))

اور جس نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کل کے متعلق جانتے ہیں کہ کیا ہونے والا ہے اس نے بھی اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ)

27 . النمل: 65) (اللہ تعالیٰ کے علاوہ زمین وآسمان میں کوئی علم نہیں جانتا) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور مسروق بن اجدع کی کنیت ابوعائشہ ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1010)

قرآن میں رؤیت کی عدم نفی کے مفہوم کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جگہ ادراک کی تفسیر احاطہ کر لینا بیان فرمائی ہے معنی آیت کے یہ ہو گئے کہ ساری مخلوقات جن وانس وملائکہ اور تمام حیوانات کی نگاہیں مل کر بھی اللہ جل شانہ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں کہ یہ نگاہیں اس کی ذات کا احاطہ کرلیں، اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی نگاہوں کو پوری طرح دیکھتا ہے اور اس کا دیکھنا ان سب پر محیط ہے، اس مختصر آیت میں حق تعالیٰ کی دو مخصوص صفتوں کا ذکر ہے، اول یہ کہ ساری کائنات میں کسی کی نگاہ بلکہ سب کی نگاہیں مل کر بھی اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جہان کے سارے انسان اور جنات اور فرشتے اور شیطان جب سے پیدا ہوئے، اور جب تک پیدا ہوتے رہیں گے وہ سب کے سب مل کر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں تو سب مل کر بھی اس کی ذات کا اپنی نگاہ میں احاطہ نہیں کر سکتے۔(تفسیر ابن ابی حاتم)

اور یہ خاص صفت حق جل شانہ کی ہی ہو سکتی ہے، ورنہ نگاہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت بخشی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کی چھوٹی سے چھوٹی آنکھ دنیا کے بڑے سے بڑے کرّے کو دیکھ سکتی اور نگاہ سے اس کا احاطہ کر سکتی ہے، آفتاب وماہتاب کتنے بڑے بڑے کرّے ہیں کہ زمین اور ساری دنیا کی ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے، مگر ہر انسان بلکہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کی آنکھ ان کرّوں کو اسی طرح دیکھتی ہے کہ نگاہ میں ان کا احاطہ ہو جاتا ہے۔

دنیا میں مؤمنین کا اللہ کا دیدار نہ کر سکنے کی علت کا بیان

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے میزان اعمال کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے اور اس کا حجاب نور ہے اور ابوبکر کی روایت میں ہے کہ اس کا حجاب آگ ہے اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی شعاعیں جہاں تک اس کی نگاہیں پہنچتی ہیں مخلوق کو جلا دیں۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 445)

نبی کریم ﷺ کا شب معراج اللہ کا دیدار کرنے کا بیان

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیت کا مطلب ہے کہ تمام آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ بعض آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔دیکھے جانے والی چیز کی جب حد اور انتہاء ہو اور دیکھنے والی نظر تمام حدود، اطراف اور انتہاؤں کو گھیر لے تو گویا اس نظر نے اس چیز کو گھیر لیا۔اس دیکھنے کو ادراک کہا جاتا ہے۔

لیکن جب نظر دیکھی جانے والی چیز کے اطراف کا احاطہ نہ کرے تو اس دیکھنے کا نام ادراک نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیکھنا، ایک جنس، جس کے نیچے دو انواع ہیں، ایک دیکھنا احاطے کے ساتھ اور دوسرا دیکھنا بلا احاطہ کئے صرف احاطے والے دیکھنے کو ادراک کہا جاتا ہے۔ پس ادراک کی نفی سے دیکھنے کی ایک قسم کی نفی ثابت ہوئی اور ایک نوع کی نفی سے جنس کی نفی نہیں ہوتی۔ پس اللہ کے ادراک کی نفی سے اللہ کے دیکھنے کی نفی لازم نہیں آتی۔ (فخرالدین رازی، التفسیر الکبیر، 103:13، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

امام قرطبی فرماتے ہیں: ادراک کا مطلب ہے گھیر لینا اور حد کھینچنا جیسے مخلوق دیکھی جا سکتی ہے۔ اللہ کا دیکھنا ثابت ہے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 54:7، دار الشعب القاہرہ)

خلاصہ یہ کہ قرآن کی آیت سے اور اسے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے، دیدار الٰہی کی نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہوتی۔ آیت کا مطلب ہے کہ تمام آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں یا یہ کہ آنکھیں اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور ظاہر ہے کہ دیکھنا اور ہے، احاطہ کرنا اور ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بعض آنکھیں دنیا میں بھی اللہ کو دیکھ سکتی ہیں اور یقیناً وہ بعض آنکھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ہیں۔

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حارث کی حضرت ابن عباس اور ابن کعب سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بنی ہاشم تو کہتے ہیں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ دوستی (خلت) ابراہیم علیہ السلام کے لئے کلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔ اس پر حضرت کعب نے اللہ اکبر کہا یہاں تک کہ پہاڑ گونج اٹھے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 56:7)

امام عبدالرزاق نے بیان کیا: حسن بصری اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں سے اللہ کو دیکھا۔ دیکھا، یہاں تک کہ ان کا سانس بند ہو گیا۔

یہی امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے۔ یہی حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، عکرمہ، ربیع اور حسن کا مذہب ہے۔ (قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 56:7)

نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر ہجرت کے بعد آئیں جبکہ واقعہ معراج، ہجرت سے پہلے کا ہے۔ اس لئے انہوں نے صرف قرآن کی آیت سے استدلال فرمایا جس کی تفسیر ہم نے باحوالہ بیان کر دی۔

قرآن نے اللہ کے دیدار کی نفی نہیں فرمائی، یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں اللہ کا احاطہ نہیں کرتیں۔ ظاہر ہے کہ مخلوق محدود، اس کی نظر

محدود، اللہ غیر محدود پھر اس کا احاطہ مخلوق کیونکر کرسکتی ہے۔ رہا دیکھنا سو اس کی نفی قرآن میں نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوا یا نہیں اور اگر دیدار حاصل ہوا تو وہ سر کی آنکھوں سے تھا یہ دل کی آنکھوں سے؟ واضح رہے کہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا ایک الگ چیز ہے اور جاننا ایک دوسری چیز ہے، بعض حضرات سے جن میں صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے بھی کچھ حضرات شامل ہیں، یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دیدار الٰہی تو حاصل ہوا لیکن وہ دیدار بصری نہیں تھا، قلبی تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی آنکھوں سے دیکھا، سر کی آنکھوں سے نہیں! جب کہ جمہور صحابہ وتابعین اور علماء کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے۔

اللہ کا دیدار جنت کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہوگا

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہوچکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائیں گے کوئی اور نعمت چاہتے ہو تو میں تمہیں عطاء کرونگا تو وہ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہرے بارونق نہیں فرمائے؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور (کیا) دوزخ سے ہمیں نجات نہیں بخشی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹائیں گے تو جنت والوں کو کوئی ایسی نعمت نہیں دی گئی جو ان کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہوگی؛ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ وہ لوگ جنہوں نے ایک اعمال کیے ان کے لیے جنت ہے اور اس سے زائد (اللہ تعالیٰ کی زیارت) ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث ۲۶۶)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں پردہ ہٹانے کا معنی یہ ہے کہ ان کی آنکھوں کیسامنے کے وہ حجاب دور کردیئے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے سے رکاوٹ بن رہے ہوں گے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ شانہ کو اس کے نور عظمت وجلال سمیت زیارت کرسکیں گے، یہ پردہ مخلوق کا اپنا ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگا۔ (تذکرۃ القرطبی)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت کا بیان

فرمانِ خداوندی كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (المطففین) ہرگز نہیں یہ کافر قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے سے روک دیئے جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کرسکیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ بنفسِ نفیس ظاہر ہوں گے ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گی مگر کافروں کے سامنے پردہ کردیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کرسکیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ اولیاء اللہ قیامت کے دن اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، کتاب السنہ امام لالکائی)

اللہ تعالیٰ کی زیارت قطعی اور یقینی ہے

امام لا لکائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفضل بن غسان سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی زیارت کے متعلق سترہ احادیث مروی ہیں جو سب کی سب صحیح درجہ کی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ زیارت خداوندی کے ثبوت میں () حضرت انس () حضرت جابر بن عبداللہ () حضرت جریر بجلی () حضرت حذیفہ بن یمان () حضرت زید ابن ثابت () حضرت صہیب () حضرت عبادہ بن صامت () حضرت ابن عباس () حضرت عبداللہ بن عمرو () حضرت ابن مسعود () حضرت لقیط بن عامر () حضرت ابن ابی رزین عقیلی () حضرت علی بن ابی طالب () حضرت عدی بن حاتم () حضرت عمار بن یاسر () حضرت فضالہ بن عبید () حضرت ابوسعید خدری () حضرت ابوموسیٰ اشعری () حضرت ابوبکر () حضرت بریدہ () حضرت ابوامامہ () حضرت عائشہ () حضرت بن رویبہ () حضرت سلمان فارسی () عبداللہ بن عمر () حضرت ابی ابن کعب () حضرت کعب بن عجرۃ () ورجل غیر مسمی () حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہیں۔ (کتاب السنۃ لا لکائی، البدور السافرہ)

نابینا کا انعام اللہ کی زیارت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو حضرت جبریل علیہ السلام سے اور انہوں نے جناب باری تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے جبریل! اس بندہ کا کیا انعام ہے جس کی میں (دنیا میں) دونوں آنکھیں لے لوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کی ذات پاک ہے ہمیں معلوم نہیں، مگر جتنا آپ نے ہمیں علم عطاء فرمایا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا انعام یہ ہے کہ وہ میرے گھر (جنت) میں داخل ہوگا اور میرے چہرہ کی زیارت کریگا۔

(طبرانی اوسط، ابن ابی حاتم)

اہل جنت کا دیدار الٰہی میں محو ہو جانے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی اپنی حاصل شدہ نعمتوں سے لذت و کیف اٹھانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک عظیم نور پھیل جائے گا وہ اس نور کو دیکھنے کے لئے اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کے اوپر پروردگار جلوہ گر ہے اور پروردگار ان سے فرمائے گا کہ اہل جنت اسلام علیکم اور یہ (یعنی اس وقت پروردگار کا جنتیوں کو سلام کرنا) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سلام قولا من رب رحیم سے ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کی طرف دیکھے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے اور وہ دیدار الٰہی میں اس قدر محو ہوں گے کہ اس وقت جنتیوں کی نعمتوں میں سے کسی چیز کی طرف توجہ والتفات نہیں کریں گے تا آنکہ پروردگار ان کی نظروں سے مخفی ہو جائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 229)

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝

بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ہدایت کی) نشانیاں آچکی ہیں پس جس نے (انہیں نگاہِ بصیرت سے) دیکھ لیا تو (یہ) اس کی اپنی ذات کے لئے (فائدہ مند) ہے، اور جو اندھا رہا تو اس کا وبال (بھی) اسی پر ہے، اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

ایمان لانے کے دلائل موجود ہونے کا بیان

قُلْ يَا مُحَمَّدُ لَهُمْ: "قَدْ جَآءَكُمْ بَصَائِر" حُجَج "مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ" هَا فَآمَنَ "فَلِنَفْسِهِ" اَبْصَرَ لِاَنَّ ثَوَاب اِبْصَاره لَهُ "وَمَنْ عَمِيَ" عَنْهَا فَضَلَّ "فَعَلَيْهَا" وَبَال اِضْلَاله "وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ" رَقِيب لِاَعْمَالِكُمْ اِنَّمَا اَنَا نَذِير،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیں کہ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نشانیاں یعنی براہین آچکی ہیں پس جس نے انہیں نگاہِ بصیرت سے دیکھ لیا تو یہ اس کی اپنی ذات کے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اس کی یہ بصارت اس کیلئے اجر کا باعث ہے اور جو اس سے اندھا رہا تو اس کی گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہے، اور میں تم پر یعنی تمہارے اعمال پر نگہبان نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ڈر سنانے والا ہوں۔

بغیر دیکھے ایمان لانے والوں کی شان رفعت کا بیان

حضرت ابن محیریز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جمعہ سے جو صحابہ میں سے ایک شخص ہیں، درخواست کی کہ آپ ہمارے سامنے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان مبارک سے سنی ہو، حضرت ابو جمعہ نے کہا: ہاں میں تمہارے سامنے ایک بڑی عمدہ حدیث بیان کروں گا (جو بہت فائدہ پہنچائے گی اور تمہیں خیر و فضیلت کی بشارت بھی عطا کرے گی، تو سنو) ایک دن ہم صبح کے کھانے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمارے درمیان (مشہور صحابی) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے (جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں) ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (نعمت الٰہی کے شکر اور ذات رسالت پناہ کے انعام واحسان کے ذکر کے طور پر) کہا کہ یا (رسول اللہ! کیا کوئی شخص ہم سے بھی بہتر ہو سکتا ہے ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر) ایمان واسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ دشمنان دین کے خلاف جہاد کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا: ہاں تم سے بھی بہتر لوگ ہیں اور وہ لوگ وہ ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے جب کہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا اس روایت کو احمد اور دارمی نے نقل کیا ہے، نیز رزین نے اس روایت کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے اپنے الفاظ سے آخر تک نقل کیا ہے (یعنی رزین کی نقل کردہ حدیث میں ابن محیریز اور ابو جمعہ کے مکالمہ کا ذکر نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 988)

وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○

اور ہم اسی طرح (اپنی) آیتوں کو بار بار (انداز بدل کر) بیان کرتے ہیں اور یہ اس لئے کہ وہ (کافر) بول اٹھیں کہ آپ نے (تو کہیں سے) پڑھ لیا ہے تا کہ ہم اس کو جاننے والے لوگوں کے لئے خوب واضح کر دیں۔

لوگوں کو سمجھانے کی غرض مختلف اسلوب سے دلائل بیان کرنا

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا بَيَّنَّا مَا ذُكِرَ "نُصَرِّفُ" نُبَيِّنُ "الْاٰيٰتِ" لِيَعْتَبِرُوْا "وَلِيَقُوْلُوْا" اَيِ الْكُفَّارُ فِيْ عَاقِبَةِ الْاَمْرِ "دَرَسْتَ" ذَاكَرْتَ اَهْلَ الْكِتَابِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ دَرَسَتْ اَيْ كُتُبُ الْمَاضِيْنَ وَجِئْتَ بِهٰذَا مِنْهَا، وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

اور ہم اسی طرح اپنی آیتوں کو بار بار بیان کرتے ہیں جس طرح ان کو ذکر کیا گیا ہے۔اور یہ اس لئے کہ وہ کفار اپنے انجام کیلئے بول اٹھیں کہ اے اہل کتاب آپ نے تو کہیں سے پڑھ لیا ہے۔ایک قرأت میں درست بہ معنی کتب ماضیہ ہے، یعنی یہ سابقہ کتابوں کے مطابق آپ نے بیان کیا ہے۔تا کہ ہم اس کو جاننے والے لوگوں کے لئے خوب واضح کر دیں۔

(آیت) وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ جس کا حاصل یہ ہے کہ سارا ہدایت کا سامان معجزات اور دلائل بے مثل کتاب قرآن اور ایک امی محض کی زبان مبارک سے ایسے علوم وحقائق کا اظہار جن سے ساری دنیا کے فلاسفر اور حکماء عاجز ہیں، ایسا بلیغ کلام جس میں قیامت تک آنے والے جن وبشر کو چیلنج کیا گیا کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورت جیسا کلام کوئی بنا سکے تو لائے اور ساری دنیا اس سے عاجز رہی، یہ سب حق بینی کا سامان ایسا تھا کہ ہر ہٹ دھرم منکر کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر جانا چاہئے تھا، لیکن جن لوگوں کی طبیعت میں زیغ اور کجی تھی، وہ یہ کہنے لگے کہ درست یعنی یہ علوم تو آپ نے کسی سے پڑھ لئے ہیں۔

ساتھ یہ بھی فرمادیا (آیت) وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ جس کا حاصل یہ ہے کہ دانشمند جن کی سمجھ درست اور فہم سلیم ہے ان کے لئے یہ بیان نافع ومفید ثابت ہوا، خلاصہ یہ ہے کہ سامان ہدایت تو سب کے سامنے رکھا گیا مگر کج فہموں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا، سلیم الفہم لوگ اس کے ذریعہ دنیا کے رہبر بن گئے۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○

آپ اس (قرآن) کی پیروی کیجئے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔

قرآن کی اتباع کرنے کا بیان

"اتَّبِعْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" اَيِ الْقُرْاٰنَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ،

آپ اس قرآن کی پیروی کیجئے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔

وحی کے مطابق عمل کرنے کا بیان

آپ ﷺ کی امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وحی الٰہی کی اتباع اور اسی کے مطابق عمل کرو جو وحی اللہ کی جانب سے اترتی ہے وہ سراسر حق ہے اس کے حق ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ معبود برحق صرف وہی ہے، مشرکین سے درگزر کر، ان کی ایذاء دہی پر صبر کر، ان کی بدزبانی برداشت کر لے، ان کی بدزبانی سن لے، یقین مان کر تیری فتح کا تیرے غلبہ کا تیری طاقت وقوت کا وقت دور نہیں۔ اللہ کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا دیر گو ہو لیکن اندھیر انہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا اس کی مشیت اس کی حکمت وہی جانتا ہے نہ کوئی اس سے باز پرس کر سکے نہ اس کا ہاتھ تھام سکے وہ سب کا حاکم اور سب سے سوال کرنے پر قادر ہے تو اس کے اقوال واعمال کا محافظ نہیں تو ان کے رزق وغیرہ امور کا وکیل نہیں تیرے ذمہ صرف اللہ کے حکم کو پہنچا دینا ہے جیسے فرمایا نصیحت کر دے کیونکہ تیرا کام یہی ہے تو ان پر داروغہ نہیں اور فرمایا تمہاری ذمہ داری تو صرف پہنچا دینا ہے حساب ہمارے ذمہ ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝
اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ کبھی شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو بھی ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر پاسبان ہیں۔

اعمال پر اللہ کی حفاظت کا بیان

"وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا " رَقِيبًا فَتُجَازِيهِمْ بِاَعْمَالِهِمْ "وَمَا اَنْت عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ" فَتُجْبِرهُمْ عَلَى الْاِيمَان وَهَذَا قَبْل الْاَمْر بِالْقِتَالِ،

اور اگر اللہ ان کو جبراً روکنا چاہتا تو یہ لوگ کبھی شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو بھی ان پر نگہبان نہیں بنایا کہ آپ ان کے اعمال کی ان کو جزا دیں۔ اور نہ آپ ان پر پاسبان ہیں۔ کہ آپ ان کو عذاب پر مجبور کریں اور یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے۔

اس آیت میں اس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تکوینی طور پر یہ منظور ہوتا کہ سب انسان مسلمان ہو جائیں تو یہ شرک نہ کر سکتے، لیکن ان کی بدعنوانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ ان کو سزا ملے تو ایسا ہی سامان جمع کر دیا، پھر آپ ان کو کیسے مسلمان بنا سکتے ہیں، اور آپ اس فکر میں پڑیں کیوں، ہم نے آپ کو ان کے اعمال کا نگران نہیں بنایا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعمال پر عذاب دینے کے ہماری طرف سے مختار ہیں، اس لئے آپ کو ان کے اعمال سے تشویش نہ ہونی چاہئے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ
زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور انہیں گالی نہ دو وہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے۔

بت پرستوں کے جھوٹے معبودوں کو گالی دینے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ" هُمْ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ " اَىْ الْاَصْنَام "فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا" اعْتِدَاءً وَظُلْمًا "بِغَيْرِ عِلْم " اَىْ جَهْلًا مِنْهُمْ بِاللّٰهِ "كَذٰلِكَ " كَمَا زَيَّنَّا لِهٰؤُلَاءِ مَا هُمْ عَلَيْهِ "زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّة عَمَلهمْ" مِنَ الْخَيْر وَالشَّرّ فَاَتَوْهُ "ثُمَّ اِلٰى رَبّهمْ مَرْجِعهمْ" فِي الْاٰخِرَة "فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيهِمْ بِهِ،

اور انہیں گالی نہ دو وہ جن کو وہ اللہ کے سوا جن بتوں کو پوجتے ہیں کیونکہ پھر وہ بھی ظلم وزیادتی کرتے ہوئے اور جہالت سے کام لیتے ہوئے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے۔ کیونکہ ہم نے ان کیلئے وہی مزین کر دیا ہے جس پر وہ ہیں۔ ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیے ہیں اگر چہ وہ برے ہوں یا اچھے ہوں۔ پس وہ انہیں کو بجا لاتے ہیں۔ پھر انہیں آخرت میں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتا دے گا جو کرتے تھے۔ وہ انہیں ان کی جزاء دے گا۔

سورہ انعام آیت ۱۰۸ کے شان نزول کا بیان

ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین نے کہا اے محمد ﷺ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جائیے ورنہ ہم آپ کے رب کی برائی بیان کریں گے تو اللہ نے ان کے بتوں کو اس وجہ سے گالی دینے سے منع فرمایا کہ وہ بغیر علم اللہ کو برا کہنے لگیں۔

((طبری 7۔207))

قتادہ کہتے ہیں کہ مسلمان کفار کے بتوں کو (ان کے روبرو) گالیاں دیتے اور وہ انہیں جواب دیتے تو اللہ نے مسلمانوں کو ایسی صورت حال پیدا کرنے سے منع فرمایا کہ جاہل اور اللہ کے تقدس سے ناواقف قوم تمہارے رب کو برا بھلا کہے۔

((طبری 7۔207، ابن کثیر 2۔164))

سدی کہتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو قریش نے کہا ہم اس شخص کے پاس جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اپنے بھتیجے کو (ہمیں ایذا پہنچانے سے) باز کرے کیونکہ ہمیں اس بات سے حیا آتی ہے کہ تیری موت کے بعد اسے قتل کر دیں اور عرب یہ کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے کی حفاظت کیا کرتا تھا جب وہ مر گیا تو اسے قتل کر دیا۔ چنانچہ ابو سفیان، ابو جہل، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن عاص اور اسود بن بختری ابو طالب کے پاس گئے اور اس سے کہا تو ہمارا بڑا سردار ہے اور سردا ہے اور یہ محمد ہمیں اور ہمارے معبودوں کو ایذا پہنچاتا ہے ہم چاہتے کہ تو اسے بلا کر ہمارے معبودوں کا تذکرہ کرنے سے منع کر دے اور ہم بھی اسے اور اس کے معبودوں کو چھوڑ دیں چنانچہ ابو طالب نے نبی کریم ﷺ کو بلایا جب آپ تشریف لائے تو ابو طالب نے آپ سے کہا تیری یہ قوم اور تیرے چچا زاد ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیا چاہتے ہیں کہ انہوں

نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں تو ابو طالب نے کہا تیری قوم نے انصاف کی بات ہے تو اس کو قبول کر لے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ اگر میں تمہاری یہ بات مان لوں تو کیا تم بھی ایک کلمہ کہو گے اگر تم نے اس کلمے کو کہہ لیا تو تم عرب پر حکومت کرو گے اور اس کی برکت سے تمام عجم تمہارے سامنے ذلیل ہو جائیں گے ابو جہل نے کہا ہاں تیرے والد کی قسم بلکہ ہم وہ اور اس جیسے دس کلمے ماننے کو تیار ہیں وہ ہے کیا؟ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ، پڑھو انہوں نے انکار کر دیا اور بڑی نفرت کا اظہار کیا تو ابو طالب نے کہا اے بھتیجے اس کے علاوہ کوئی اور بات کرو کیونکہ تیری قوم اس سے گھبرا گئی ہے آپ نے فرمایا چچا جان میں اس کے سوا کچھ کہنے والا نہیں ہوں اگر یہ سورج لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دیں اور تو بھی میں اس کے سوا نہیں کہوں گا۔ تو انہوں نے کہا اچھا پھر ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم بھی تمہیں اور جو تمہیں حکم دیتا ہے کو برا کہیں گے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (طبری 7۔207)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے، تم فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔

ایمان لانے کیلئے طلب معجزہ ونشانی کو شرط قرار دینے کا بیان

"وَاَقْسَمُوا" اَیْ کُفَّار مَکَّة "بِاللّٰهِ جَهْد اَیْمَانهم" اَیْ غَایَة اجْتِهَادهمْ فِیْهَا "لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آیَة" مِمَّا اقْتَرَحُوا "لَیُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ" لَهُمْ "إِنَّمَا الْآیَات عِنْد اللّٰه" یُنَزِّلهَا کَمَا یَشَاء وَإِنَّمَا أَنَا نَذِیر "وَمَا یُشْعِرکُمْ" یُدْرِیکُمْ بِإِیمَانِهِمْ إِذَا جَاءَتْ: أَیْ أَنْتُمْ لَا تَدْرُوْنَ ذٰلِکَ "أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ" لِمَا سَبَقَ فِیْ عِلْمِیْ وَفِیْ قِرَاءَة بِالتَّاءِ خِطَابًا لِلْکُفَّارِ وَفِیْ أُخْرٰی بِفَتْحِ أَنَّ بِمَعْنٰی لَعَلَّ أَوْ مَعْمُوْلَة لِمَا قَبْلهَا،

اور انہوں نے یعنی کفار مکہ نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے یعنی قسم میں انتہائی کوشش کی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی یعنی ان کی طلب کردہ نشانی آ جائے۔ تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے، تم ان سے فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں وہ نازل کرتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔ اور میں تو صرف ڈر سنانے والا ہوں۔ اور جب وہ نشانی آ جائے تو تمہیں ان کی خبر کے بارے میں کیا خبر؟ یعنی اس کے بارے میں تمہیں علم نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ نشانی آ جائے گی تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ کیونکہ میرے ازلی علم کے مطابق وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ایک تاء کے ساتھ آیا ہے جس میں کفار سے خطاب ہے۔ جبکہ دوسری میں فتح کے ساتھ آیا ہے کہ ان یہ معنی لعل یا اس کا ماقبل معمول ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۰۹ کے شان نزول کا بیان

محمد بن کعب کہتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی اور کہا اے محمد ﷺ آپ ہمیں بتلاتے ہیں کہ موسیٰ کے پاس عصا تھا جسے انہوں نے پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے اور عیسیٰ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور قوم ثمود کی ایک اونٹنی تھی آپ بھی ہمارے پاس ان جیسی نشانی لایئے تا کہ ہم آپ کی تصدیق کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیا نشانی چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کوہ صفا کو ہمارے لیے سونا بنا دیں آپ نے فرمایا اچھا اگر میں نے ایسا کر دیا تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور ہم تمام آپ کی پیروی کریں گے رسول اللہ ﷺ دعا کے لیے کھڑے ہوئے تو جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا بن جائے لیکن اگر میں کوئی نشانی بھیجوں اور اس کی تصدیق نہ کی جائے تو میں لازماً عذاب لاتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں تا کہ ان میں سے توبہ کرنے والا کسی وقت میں خود ہی توبہ کر لے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں انکو ان کی حالت پر چھوڑتا ہوں تا کہ توبہ کرنے والا توبہ کرے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا) ۔(نیسابوری 188،طبری 7-210)

مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے شک وشبہ میں ڈالنے کا بیان

صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے اور اس لئے بھی کہ خود مسلمان شک شبہ میں پڑ جائیں کافر لوگ قسمیں کھا کھا کر بڑے زور سے کہتے تھے کہ ہمارے طلب کردہ معجزے ہمیں دکھا دیئے جائیں تو واللہ ہم بھی مسلمان ہو جائیں۔اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ہدایت فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ معجزے میرے قبضے میں نہیں یہ اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہے دکھائے چاہے نہ دکھائے ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے حضور سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ ایک پتھر پر لکڑی مارتے تھے تو اس سے بارہ چشمے نکلے تھے اور حضرت عیسیٰ مردوں میں جان ڈال دیتے تھے اور حضرت ثمود نے اونٹنی کا معجزہ دکھایا تھا تو آپ بھی جو معجزہ ہم کہیں دکھا دیں واللہ ہم سب آپ کی نبوت کو مان لیں گے،آپ نے فرمایا کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنا دیں پھر تو قسم اللہ کی ہم سب آپ کو سچا جاننے لگیں گے۔آپ کو ان کے اس کلام سے کچھ امید بندھ گئی اور آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی وہیں حضرت جبرائیل آئے اور فرمانے لگے سنئے اگر آپ چاہیں تو اللہ بھی اس صفا پہار کو سونے کا کر دے گا لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو اللہ کا عذاب ان سب کو فنا کر دے گا ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں کو روکے ہوئے ہے ممکن ہے ان میں نیک سمجھ والے بھی ہوں اور وہ ہدایت پر آ جائیں،آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ میں صفا کا سونا نہیں چاہتا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تو ان پر مہربانی فرما کر انہیں عذاب نہ کر اور ان میں سے جسے چاہے ہدایت نصیب فرما۔

وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝

اور ہم ان کے دلوں کو اوران کی آنکھوں کو سے پھیر دیں گے جس طرح وہ اس (نبی مکرم ﷺ) پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے کہ وہ بھٹکتے پھریں۔

کفار کے دلوں کا حق سے پھر جانے کا بیان

"وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ" نُحَوِّلُ قُلُوْبَهُمْ عَنِ الْحَقِّ فَلَا يَفْهَمُوْنَهُ "وَاَبْصَارَهُمْ" عَنْهُ فَلَا يُبْصِرُوْنَهُ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ "كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ" اَیْ بِمَا اُنْزِلَ مِنَ الْاٰيَاتِ "اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ" نَتْرُكُهُمْ "فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" يَتَرَدَّدُوْنَ مُتَحَيِّرِيْنَ،

اور ہم ان کے دلوں کو حق سے پھیر دیں گے اوران کی آنکھوں کو قبول حق سے اسی طرح پھیر دیں گے لہذا وہ ایمان نہ لائیں گے۔جس طرح وہ اس نبی مکرم ﷺ پر پہلی بار ایمان نہیں لائے۔یعنی جو آیات نازل کی گئیں۔اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی چھوڑ دیں گے کہ وہ بھٹکتے پھریں۔یعنی وہ حیران وپریشان پھرتے رہیں گے۔

کفار کے دلوں کا ایمان سے پھر جانے کا بیان

ایک وفد نے جناب ابوطالب سے کہا کہ آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں،اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کو سخت تکلیف اور ایذاء پہنچا رکھی ہے،ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو بلا کر سمجھا دیں کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں تو ہم اس پر صلح کرلیں گے کہ وہ اپنے دین پر جس طرح چاہیں عمل کریں،جس کو چاہیں معبود بنائیں،ہم ان کو کچھ نہ کہیں گے۔

جناب ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ آپ کی برادری کے سردار آئے ہیں،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟انہوں نے کہا کہ ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں،برا بھلا نہ کہیں،اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود کو چھوڑ دیں گے،اس طرح باہمی مخالفت ختم ہو جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر میں تمہاری یہ بات مان لوں تو کیا تم ایک ایسا کلمہ کہنے کے لئے تیار ہو جاؤ گے جس کے کہنے سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے،اور عجم کے لوگ بھی تمہارے تابع اور باج گزار بن جائیں گے۔

ابوجہل بولا کہ ایسا کلمہ ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں،بتلایئے وہ کیا ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ یہ سنتے ہی سب برہم ہو گئے،ابوطالب نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے بھتیجے!اس کلمہ کے سوا کوئی اور بات کہو،کیونکہ آپ کی قوم اس کلمہ سے گھبرا گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! چچا جان! میں تو اس کلمہ کے سوا کوئی دوسرا کلمہ نہیں کہہ سکتا، اگر وہ آسمان سے آفتاب کو اتار لاویں اور میرے ہاتھ میں رکھ دیں جب بھی میں اس کلمہ کے سوا کوئی دوسرا ہرگز نہ کہوں گا، مقصود یہ تھا کہ ان کو مایوس کر دیں۔

اس پر یہ لوگ ناراض ہو کر کہنے لگے یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے معبودوں (بتوں) کو بُرا کہنے سے باز آ جائیے، ورنہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دیں گے اور اس ذات کو بھی جس کا رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو بتلاتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ
قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ٥
اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم ان پر ہر چیز (آنکھوں کے سامنے) گروہ در
گروہ جمع کر دیتے وہ تب بھی ایمان نہ لاتے سوائے اس کے جو اللہ چاہتا اور ان میں سے اکثر لوگ جہالت سے کام لیتے ہیں۔

کفار کا فرشتوں کے نزول اور مردوں سے ہم کلام ہونے کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَة وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى" كَمَا اقْتَرَحُوا "وَحَشَرْنَا" جَمَعْنَا "عَلَيْهِمْ كُلّ شَيْء قُبُلًا" بِضَمَّتَيْنِ جَمْع قَبِيل اَيْ فَوْجًا فَوْجًا وَبِكَسْرِ الْقَاف وَفَتْح الْبَاء اَيْ مُعَايَنَة فَشَهِدُوْا بِصِدْقِك "مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوا" لِمَا سَبَقَ فِيْ عِلْم اللّٰه "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ يَّشَاء اللّٰه" اِيمَانهمْ فَيُؤْمِنُوْا "وَلٰكِنَّ اَكْثَرهمْ يَجْهَلُوْنَ" ذٰلِكَ،

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے جس انہوں نے تجویز دی تھی اور ہم ان پر ہر چیز آنکھوں کے سامنے گروہ در گروہ جمع کر دیتے۔ یہاں پر قبل، قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ اس کی جمع قبیل ہے۔ یعنی فوج در فوج اور قاف کے کسرہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ یعنی انہوں نے آپ کے صدق کا مشاہدہ کر لیتے تب بھی ایمان نہ لاتے، کیونکہ اللہ کے علم ازلی میں ہے۔ سوائے اس کے جن کے ایمان کو اللہ چاہتا تو وہ ایمان لاتے۔ اور ان میں سے اکثر لوگ اس میں جہالت سے کام لیتے ہیں۔

سورہ انعام آیت ۱۱۱ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جریر طبری کا قول ہے کہ یہ آیت استہزاء کرنے والے قریش کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمارے مردوں کو اٹھا لائیے ہم ان سے دریافت کر لیں کہ آپ جو فرماتے ہیں یہ حق ہے یا نہیں اور ہمیں فرشتے دکھائیے جو آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیے۔ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (جامع البیان، سورہ انعام، بیروت)

کفار کا حیلے باز بن کر ایمان نہ لانے کا بیان

یہ کفار جو قسمیں کھا کھا کر تم سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ وہ دیکھ لیتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ یہ غلط کہتے ہیں تمہیں ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا چاہیے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر فرشتے اترتے تو ہم مان لیتے لیکن یہ بھی جھوٹ ہے فرشتوں کے آ جانے پر بھی اور ان کے کہہ دینے پر بھی کہ یہ رسول برحق ہیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا، یہ صرف ایمان نہ لانے کے بہانے تراشتے ہیں کہ کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں فرشتوں کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں اگلے نبیوں جیسے معجزے لے آ، یہ سب حجت بازی اور حیلے حوالے ہیں، دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہے زبان سے سرکشی اور برائی ظاہر کرتے ہیں، اگر مردے بھی قبروں سے اٹھ کر آ جائیں اور کہہ دیں کہ یہ رسول برحق ہیں ان کے دلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا (قُبلاً) کی دوسری قرأت (قبلاً) ہے جس کے معنی مقابلے اور معائنہ کے ہوتے ہیں ایک قول میں (قبلا) کے معنی بھی یہی بیان کیے گئے ہیں۔

ہاں مجاہد سے مروی ہے کہ اس کے معنی گروہ گروہ کے ہیں ان کے سامنے اگر ایک امت آ جاتی اور رسولوں کی ہدایت دے دے وہ جو کرنا چاہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا اور وہ چونکہ حاکم کل ہے ہر ایک سے باز پرس کر سکتا ہے وہ علیم وحکیم ہے، حاکم و غالب وقہار ہے اور آیت میں ہے (اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ) 10۔ یونس:96) یعنی جن لوگوں کے ذمہ کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے وہ تمام تر نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ المناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى
بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝
اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا
دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔

انسانی وجناتی شیاطین کا باہمی وسواس ڈالنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا" كَمَا جَعَلْنَا هٰؤُلَاءِ اَعْدَاءَ كَ وَيُبْدَل مِنْهُ "شَيَاطِين" مَرَدَة "الْاِنْس وَالْجِنّ يُوْحِي" يُوَسْوِس "بَعْضهمْ اِلٰى بَعْض زُخْرُف الْقَوْل" مُمَوَّه مِنَ الْبَاطِل "غُرُوْرًا" اَيْ لِيَغُرُّوْهُمْ "وَلَوْ شَاءَ رَبّك مَا فَعَلُوْهُ" اَيْ الْاِيحَاء الْمَذْكُور "فَذَرْهُمْ" دَعْ الْكُفَّار "وَمَا يَفْتَرُوْنَ" مِنَ الْكُفْر وَغَيْرِهِ مِمَّا زُيِّنَ لَهُمْ وَهٰذَا قَبْل الْاَمْر بِالْقِتَالِ،

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی مکرم ﷺ کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، یہاں شیاطین اعداء سے بدل ہے یعنی انسان اور جن آپس میں ایک دوسرے کی وسواس ڈالتے ہیں۔ ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی باتیں اور باطل سے بھری ہوئی باتیں دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ یعنی مذکورہ کام نہ کر سکتے پس

چھوڑ انہیں یعنی کفار کو اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔ جوان کیلئے سجا دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم بھی حکم جہاد سے پہلے کا ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۱۲ کے سبب نزول کا بیان

حضرت اباذر رضی اللہ عنہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم نے شیاطین انس و جن سے اللہ کی پناہ بھی مانگ لی؟ صحابی نے پوچھا کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

ایک روایت میں ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے، مجھ سے فرمانے لگے ابوذر تم نے نماز پڑھ لی؟ صحابی نے پوچھا کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، یہ حدیث منقطع ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے، مجھ سے فرمانے لگے ابوذر تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نہیں پڑھی آپ نے فرمایا اٹھو اور دو رکعت ادا کرلو، جب میں فارغ ہو کر آیا تو فرمانے لگے کیا تم نے انسان و جنات شیاطین سے اللہ کی پناہ مانگی تھی؟ میں نے کہا نہیں، کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور وہ جنوں کے شیطانوں سے بھی زیادہ شریر ہیں اس میں بھی انقطاع ہے، ایک متصل روایت مسند احمد میں مطول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ مسجد کا ہے اور روایت میں حضور صلی اللہ عیلہ وسلم کا اس فرمان کے بعد یہ پڑھنا بھی مروی ہے کہ آیت (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (6۔الانعام:112) الغرض یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے جس سے قوت صحت کا فائدہ ہو جاتا ہے۔

شیطان کا انبیائے کرام سے عداوت رکھنے کا بیان

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو ساتھی آئے اور تکلیف کی وجہ سے ہماری قوت سماعت اور قوت بصارت چلی گئی تھی ہم نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر پیش کیا تو اس میں سے کسی نے بھی ہمیں قبول نہیں کیا پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے گھر کی طرف لے گئے تین بکریاں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان بکریوں کا دودھ نکالو پھر ہم ان کا دودھ نکالتے تھے اور ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنے حصے کا دودھ پیتا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اٹھا کر رکھ دیتے راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لاتے سلام کرتے کہ سونے والا بیدار نہ ہوتا اور جاگنے والا سن لیتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھتے پھر آپ اپنے دودھ کے پاس آئے اور اسے پیتے ایک رات شیطان آیا جبکہ میں اپنے حصے کا دودھ پی چکا تھا شیطان کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ مل جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ایک گھونٹ دودھ کی کیا ضرورت ہوگی پھر میں آیا اور میں نے وہ دودھ پی لیا جب وہ

دودھ میرے پیٹ میں چلا گیا اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ ملنے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو شیطان نے مجھے ندامت دلائی اور کہنے لگا تیری خرابی ہو تو نے یہ کیا کیا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا دودھ بھی پی لیا آپ آئیں گے اور وہ دودھ نہیں پائیں گے تو تجھے بددعا دیں گے تو تو ہلاک ہو جائے گا اور تیری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی میرے پاس ایک چادر تھی جب میں اسے اپنے پاؤں پر ڈالتا تو میرا سر کھل جاتا اور جب میں اسے اپنے سر پر ڈالتا تو میرے پاؤں کھل جاتے اور مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی جبکہ میرے دونوں ساتھی سو رہے تھے انہوں نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے کیا تھا بالآخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دودھ کی طرف آئے برتن کھولا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ پایا تو آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا میں نے دل میں کہا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بددعا فرمائیں گے پھر میں ہلاک ہو جاؤں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! تو اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور تو اسے پلا جو مجھے پلائے (میں نے یہ سن کر) اپنی چادر مضبوط کر کے باندھ لی پھر میں چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف چل پڑا کہ ان بکریوں میں سے جو موٹی بکری ہو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کر ڈالوں میں نے دیکھا کہ اس میں ایک تھن دودھ سے بھرا پڑا ہے بلکہ سب بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے پڑے تھے پھر میں نے اس گھر کے برتنوں میں سے وہ برتن لیا کہ جس میں دودھ نہیں دوہا جاتا تھا پھر میں نے اس برتن میں دودھ نکالا یہاں تک کہ دودھ کی جھاگ اوپر تک آ گئی پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے رات کو اپنے حصہ کا دودھ پی لیا تھا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پئیں آپ نے وہ دودھ پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا پھر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں نے لے لی ہے تو میں ہنس پڑا یہاں تک کہ مارے خوشی کے میں زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مقداد یہ تیری ایک بری عادت ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے ساتھ تو اس طرح کا معاملہ ہوا ہے اور میں نے اس طرح کر لیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت کا دودھ سوائے اللہ کی رحمت کے اور کچھ نہ تھا تو نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا تا کہ ہم اپنے ساتھیوں کو بھی جگا دیتے وہ بھی اس میں سے دودھ پی لیتے میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دودھ پی لیا ہے اور میں نے بھی یہ دودھ پی لیا ہے تو اب مجھے اور کوئی پرواہ نہیں (یعنی میں نے اللہ کی رحمت حاصل کر لی ہے تو اب مجھے کیا پرواہ (بوجہ خوشی) کہ لوگوں میں سے کوئی اور بھی یہ رحمت حاصل کرے یا نہ کرے)۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 865)

وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ۝
اور تا کہ ان لوگوں کے دل اس (جھوٹ) کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند
کریں اور تا کہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔

دلوں کا جھوٹ کی طرف مائل ہونے کا بیان

"وَلِتَصْغٰی" عُطِفَ عَلٰی غُرُوْرًا اَیْ تَمِیْل "اِلَیْهِ" اَیِ الزُّخْرُف "اَفْئِدَةُ" قُلُوْب "الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا" یَکْتَسِبُوْا "مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ" مِنَ الذُّنُوْب فَیُعَاقَبُوْا عَلَیْهِ،

یہاں پر "لِتَصْغٰی" کا عطف غرور اپر ہے یعنی اس طرف مائل ہو جائیں۔ اور تا کہ ان لوگوں کے دل اس جھوٹ کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند کریں اور تا کہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔ یعنی ایسے گناہ جن کے سبب ان کو سزا دی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک آدمی کی گردن پر جب وہ سو جاتا ہے تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر ایک گرہ پر پھونک مارتا ہے کہ ابھی رات بڑی لمبی ہے تو جب کوئی بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو اس پر سے دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش خوش مزاج اٹھتا ہے ورنہ اس کی صبح نفس کی خباثت اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1813)

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ
الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ○
تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی
وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے سننے والے، تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔

کفار کا نبی کریم ﷺ سے حکم کا مطالبہ کرنے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا طَلَبُوْا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَه وَبَیْنَهُمْ حَکَمًا قُلْ: "اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ" اَطْلُبُ "حَکَمًا" قَاضِیًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ "وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتَاب" الْقُرْاٰن "مُفَصَّلًا" مُبَیَّنًا فِیْهِ الْحَقّ مِنَ الْبَاطِل "وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنَاهُمُ الْکِتَاب" التَّوْرَاة کَعَبْدِ اللّٰهِ بْن سَلَام وَاَصْحَابه "یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّل" بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْد "مِنْ رَّبِّك بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ" الشَّاکِّیْنَ فِیْهِ وَالْمُرَاد بِذٰلِكَ التَّقْرِیْر لِلْکُفَّارِ اَنَّهٗ حَقّ،

جب مشرکین نے نبی کریم ﷺ اور اپنے درمیان حکم لانے کا مطالبہ کیا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں یعنی اپنے اور تمہارے درمیان کوئی اور فیصلہ کرنے والا چاہوں۔ اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب قرآن کو اُتارا، جس میں حق و باطل کا بیان ہے۔ اور جن کو ہم نے کتاب تورات دی وہ جانتے ہیں۔ جس طرح عبد اللہ بن سلام اور

ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ وہ اس نازل کردہ پر عمل کرتے ہیں یہاں منزل یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے سننے والے، تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ یعنی اس میں شک کرنے لگو۔ اور اس تقریر میں کفار کو یہ بتایا گیا ہے کہ بے شک وہ حق ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۱۴ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے اور اپنے درمیان ایک حَکَم مقرر کیجئے ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا خطاب مشرکین مکہ کو ہے جنہوں نے کہا تھا کہ یہود اور نصاریٰ دونوں اہل کتاب بھی ہیں اور عالم بھی ہیں لہٰذا آپ ان میں سے کسی کو ثالث تسلیم کرلیں۔ جو ہم میں فیصلہ کردے کہ ہم میں کون حق پر ہے یا وہ صلح یا سمجھوتہ کی کوئی راہ نکال دیں۔ ان کی اس تجویز کا جواب یہ ہے کہ میرا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت کی وہ ساری باتیں آ گئی ہیں جو تورات اور انجیل میں ہیں۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں سے کیا سلوک کیا کن کن آیات کی وہ لفظی اور معنوی تحریف کر چکے ہیں اور کون کون سی آیات کو چھپا رہے ہیں۔ تو کیا میں اللہ کو چھوڑ کر ایسے غلط کار لوگوں کو اپنا منصف تسلیم کروں؟ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

الذین سے مراد اہل کتاب بھی ہوسکتے ہیں اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کو اس بات میں ہرگز شک نہ ہونا چاہیے کہ اہل کتاب یہ بات خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب قرآن اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور حقائق پر مبنی ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ کریں۔ اور الذین سے مراد مسلمان بھی ہوسکتے ہیں جن کے بارے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت قرآن کو ہدایت کا سرچشمہ، منزل من اللہ اور ٹھیک ٹھیک امر حق کی نشاندہی کرنے والی کتاب سمجھتی ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝
اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور
وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

کلمہ کے صدق وعدل کا بیان

"وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ " بِالْاَحْكَامِ وَالْمَوَاعِيد "صِدْقًا وَّعَدْلًا" تَمْيِيز "لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ" بِنَقْصٍ اَوْ خُلْف "وَهُوَ السَّمِيْع" لِمَا يُقَال "الْعَلِيْم" بِمَا يُفْعَل،

اور تیرے رب کی بات یعنی احکام و مواعید کے ساتھ سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، یہاں پر عدلاً تمیز ہے اس کی باتوں کو نقص وخلف میں کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ اور وہی سب کچھ سننے والا ہے جو اس کیلئے کہا گیا، جو کیا گیا وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

اللہ کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں، بدلنے کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی اس میں غلطی ثابت کرے، اس لئے بدلا جائے، یا یہ کہ کوئی دشمن زبردستی اس کو بدل ڈالے، اللہ تعالیٰ کا کلام ان سب چیزوں سے بالاتر اور پاک ہے اس نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ (آیت) انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون، یعنی ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ پھر کس کی مجال ہے کہ خدا کی حفاظت کو توڑ کر اس میں کوئی تغیر تبدل کر سکے، چنانچہ چودہ سو برس سے زیادہ عرصہ اس پر گزر چکا ہے اور ہر قرن ہر زمانہ میں قرآن کے مخالف اس کے ماننے والوں کی نسبت تعداد میں بھی زیادہ رہے ہیں، قوت میں بھی، مگر کسی کی مجال نہیں ہو سکی کہ قرآن کے ایک زبر زیر میں فرق پیدا کر سکے، ہاں بدلنے کی ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو منسوخ کر کے بدل دیا جائے۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر اور قرآن آخری کتاب ہے، اس کے بعد نسخ کا کوئی احتمال نہیں۔

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ کا اسم گرامی اسلم ہے ابورافع کنیت ہے یہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں آپ کا انتقال ہوا ہے)۔ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے چھپر کھٹ (مسہری) پر تکیہ لگائے ہوئے اور میرے ان احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے کوئی حکم اس کے پاس پہنچے اور وہ (اسے سن کر) یہ کہہ دے کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ ہمیں اللہ کی کتاب میں ملا ہم نے اس کی اطاعت کی۔"

(مسند احمد بن حنبل، ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 159)

اسی لئے علماء اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح احکام شرائع کے لئے قرآن دلیل و حجت ہے اسی طرح حدیث بھی دلیل و حجت ہے کیونکہ جس طرح قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، اسی طرح احادیث کے علوم و معارف بھی بارگاہ الوہیت ہی سے نازل ہوئے ہیں اور دونوں وحی ہیں۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○
اور اگر تو زمین میں (موجود) لوگوں کی اکثریت کا کہنا مان لے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ وہ (حق و یقین کی بجائے)
صرف وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض غلط قیاس آرائی (اور دروغ گوئی) کرتے رہتے ہیں۔

کفار کی اتباع کے سبب گمراہی کا بیان

"وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ" اَیْ الْکُفَّار "يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" دِیْنه "اِنْ" مَا "يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا

الظَّنّ "فِیْ مُجَادَلَتِهِمْ لَكَ فِیْ اَمْرِ الْمَيْتَةِ اِذَا قَالُوْا مَا قَتَلَ اللّٰهُ اَحَقّ اَنْ تَاْكُلُوْهُ مِمَّا قَتَلْتُمْ "وَاِنْ" مَا "هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ" يَكْذِبُوْنَ فِیْ ذٰلِكَ،

اور اگر تو زمین میں موجود لوگوں یعنی کفار کی اکثریت کا کہنا مان لے۔ تو وہ تجھے اللہ کی راہ یعنی دین سے بھٹکا دیں گے۔ وہ حق و یقین کی بجائے صرف وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں یعنی مرداد کے بارے میں وہ آپ سے بحث کرتے ہیں جب انہوں نے کہا کہ جس کو اللہ نے قتل کیا تو وہ کھانے کے اعتبار سے زیادہ حق رکھتا ہے بہ نسبت اس کے جس کو تم نے خود مارا ہے۔ اور محض غلط قیاس آرائی، اور دروغ گوئی کرتے رہتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○
بیشک آپ کا رب ہی اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے (بھی) خوب واقف ہے۔

اللہ گمراہ کرنے والوں کو جانتا ہے

"اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ " اَیْ عَالِم "مَنْ يَّضِلّ عَنْ سَبِيْلِه وَهُوَ اَعْلَم بِالْمُهْتَدِيْنَ" فَيُجَازِی كُلًّا مِنْهُمْ،

بیشک آپ کا رب ہی اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی خوب واقف ہے۔ پس وہ ان میں سے ہر ایک کو جزاء دے گا۔

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○
پس تم اس سے کھایا کرو جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو۔

جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کا بیان

"فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْم اللّٰه عَلَيْهِ" اَیْ ذُبِحَ عَلٰى اسْمه،اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيَاتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ،

پس تم اس سے کھایا کرو جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو۔

سورہ انعام آیت ۱۱۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ چند لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم جس چیز کو قتل کریں۔ اسے کھائیں اور جسے اللہ نے مار دیا ہے اسے نہ کھائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيَاتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۔ الایۃ (سو تم اس (جانور) میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

اگر تم اس کے حکموں پر ایمان لانے والے ہو۔ الانعام۔118)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ بعض حضرات اس حدیث کو عطاء بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ سعید بن جبیر سے اور

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1011)

آپ فرماتے ہیں کہ کفار نے کہا جسے اللہ ذبح کرے (موت دے) تم اسے نہیں کھاتے اور جسے تم خود ذبح کرتے ہوا سے کھالیتے ہو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی، 121، ابی داؤد 2819، ترمذی 3071)

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝
اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ترک تسمیہ والے ذبیحہ سے کھانے کی ممانعت کا بیان

"وَمَا لَكُمْ اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْم اللّٰه عَلَيْهِ" مِنَ الذَّبَائِح "وَقَدْ فُصِّلَ" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَلِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ "لَكُمْ مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ" فِيْ ايَة "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَة" "اِلَّا مَا اُضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ" مِنْهُ فَهُوَ اَيْضًا حَلَال لَكُمْ . الْمَعْنٰى لَا مَانِع لَكُمْ مِنْ اَكْل مَا ذُكِرَ وَقَدْ بَيَّنَ لَكُمْ الْمُحَرَّم اَكْله وَهٰذَا لَيْسَ مِنْهُ . "وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ" بِفَتْحِ الْيَاء وَضَمّهَا "بِاَهْوَائِهِمْ" بِمَا تَهْوَاهُ اَنْفُسهمْ مِنْ تَحْلِيل الْمَيْتَة وَغَيْرهَا "بِغَيْرِ عِلْم" يَعْتَمِدُوْنَهُ فِيْ ذٰلِكَ "اِنَّ رَبّك هُوَ اَعْلَم بِالْمُعْتَدِيْنَ" الْمُتَجَاوِزِيْنَ،

اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جن ذبائع پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا، فصل یہ دونوں افعال میں معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ جو کچھ تم پر اس آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَة" میں حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو تو وہ تمہارے لئے ایسے ہی حلال ہے۔ معنی یہ ہے کہ ذکر کردہ چیزوں سے کھانے میں تمہیں کوئی ممانعت نہیں۔ حالانکہ تمہارے لئے ان چیزوں کو بیان کر دیا گیا ہے جن کا کھانا حرام ہے۔ جبکہ یہ ان میں سے نہیں ہے۔ اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں۔ یہاں پر "لَّيُضِلُّوْنَ" یاء کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اھواء سے مراد جو ان کے نفسوں نے مردار وغیرہ کے حلال ہونے میں لوگوں کو گمراہ کیا۔ غیر علم سے مراد بغیر علم وہ اس پر یقین رکھتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

ترک تسمیہ میں سہو کی صورت حلت وحرمت پر اختلاف ائمہ اربعہ

مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا۔ اس کی مضبوطی دار قطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھالیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے،

اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نو مسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے آپ نے اجازت دی تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضور تحقیق کرنے کا حکم دیتے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔

یہ حدیث بیہقی میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبید اللہ خرزمی کی ہے، ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبداللہ بن زبیر حمیری اسے عبداللہ بن عباس سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہیت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں ان سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب غلط ملط ہو گئے ہیں آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو، پھر محمد بن سیرین سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جن پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا انہیں نہ کھاؤ۔

اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء کو بھول کو اور جس کام پر زبردستی کی جائے اس کو معاف فرما دیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ بتائیے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے،

مروان بن سالم ابو عبداللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے، واللہ اعلم، میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے، بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا۔

عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استثناء کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھا لینا ہمارے ہاں حلال ہے تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن

دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے پھر فرمایا کہ شیطان اپنے دلیوں کی طرف وحی کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔

ابن عباس کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اس شخص کو سخت تعجب ہوا اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرت کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے اللہ ماردے یعنی اپنی موت آپ مرجائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر یہ آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے لیکن ہے یہ قصہ غور طلب اولاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی تو ہے لیکن مرسل طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھالو اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشیوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کر دو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرا ہوا جانور۔ اس پر یہ آیت اتری، پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مردار خوار نہ تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا یہ تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جو از خود مر گیا وہ وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام ۱۲۱)

وقت ذبح غیر خدا کا نام لینے کے سبب حرمت ذبیحہ پر مذاہب اربعہ

حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی شخص ذبح کے وقت مسیح کا نام لے تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے۔ مالکیہ ذبیحہ کی حلت کے لیے شرط لگاتے ہیں کہ اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

شافعیہ مسلمان کے ذبیحہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ جانور ذبح کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لے اور اس سے اس کی نیت شرک کی ہو تو اسکا ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

حنابلہ کہتے ہیں کہ نصرانی اگر ذبح کے وقت مسیح کا نام لے لے تو اسکا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذاہب اربعہ اس کی حرمت پر متفق ہیں تو وہ کن علما کی اکثریت ہے جو اسے حلال قرار دیتی ہے؟

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ۝

اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ، وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔

ظاہری اور خفیہ ہر قسم کے گناہوں کو چھوڑ دینے کا بیان

"وَذَرُوْا" اُتْرُکُوا "ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَه" عَلَانِیَتَه وَسِرَّه. وَالْاِثْمُ قِیْلَ الزِّنَا وَقِیْلَ کُلُّ مَعْصِیَة "اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ" فِی الْاٰخِرَة "بِمَا کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ" یَکْتَسِبُوْنَ.

اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ، یعنی وہ اعلانیہ اور چھپ کرتے ہیں۔ اور گناہ سے مراد زنا اور ہر قسم کی معصیت ہے۔ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب آخرت میں اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔ جو انہوں نے گناہ کیے ہیں۔

ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک کردو

چھوٹے بڑے پوشیدہ اور ظاہر، ہر گناہ کو چھوڑ و۔ نہ کھلی بدکار عورتوں کے ہاں جاؤ نہ چوری چھپے بدکاریاں کرو، کھلم کھلا ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جو تم پر حرام کردی گئی ہیں، غرض ہر گناہ سے دور رہو، کیونکہ ہر بدکاری کا برا بدلہ ہے، حضور سے سوال ہوا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو نہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ۝

اور تم اس (جانور کے گوشت) سے نہ کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بیشک وہ (گوشت کھانا) گناہ ہے، اور بیشک شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسے) ڈالتے رہتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کے کہنے پر چل پڑے (تو) تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

مسلمان کے ذبیحہ میں عمد و سہو سے ترک تسمیہ کا بیان

"وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَر اسْم اللّٰه عَلَیْهِ" بِاَنْ مَّاتَ اَوْ ذُبِحَ عَلٰی اسْم غَیْرِه وَاِلَّا فَمَا ذَبَحَهُ الْمُسْلِم وَلَمْ یُسَمِّ فِیْهِ عَمْدًا اَوْ نِسْیَانًا فَهُوَ حَلَال قَالَهٗ ابْن عَبَّاس وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیّ "وَاِنَّهٗ" اَیْ الْاَکْل مِنْهُ "لَفِسْق" خُرُوج عَمَّا یَحِلّ "وَاِنَّ الشَّیَاطِیْن لَیُوْحُوْنَ" یُوَسْوِسُوْنَ "اِلٰی اَوْلِیَائِهِمْ" الْکُفَّار "لِیُجَادِلُوْکُمْ" فِیْ تَحْلِیْل الْمَیْتَة "وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ" فِیْهِ "اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ"

اور تم اس جانور کے گوشت سے نہ کھایا کرو جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ یعنی جو مر گیا یا غیر کے نام پر ذبح کیا گیا ہاں البتہ جس کو کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور اس پر عمداً یا بھول کر اللہ کا نام نہ لیا تو وہ حلال ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔اور بیشک اس گوشت کھانا گناہ ہے، یعنی حلال سے حرام کی طرف جانا ہے۔اور بیشک شیاطین اپنے دوستوں یعنی کفار کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تاکہ مردار کی حلت میں تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کے کہنے پر چل پڑے، تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

سورہ انعام آیت ۱۲۱ کے شان نزول کا بیان

مشرکین نے کہا اے محمد ﷺ ہمیں بکری کے متعلق جو مر جائے بتلائیں کہ اسے کون موت دیتا ہے آپ نے فرمایا اللہ ہی موت دیتا ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ جسے آپ اور آپ کے ساتھی ماریں وہ تو حلال ہے جسے کتاب اور عقاب مارے وہ حلال ہے لیکن جسے اللہ مارے وہ حرام ہے تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (در منثور 3۔42)

عکرمہ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے مردار کی حرمت نازل فرمائی تو فارس کے مجوس نے مشرکین عرب کی طرف جو کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے دوست تھے اور ان کے درمیان مکاتبت تھی یہ لکھا کہ محمد اور اس کے ساتھی یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کی اتباع کرتے ہیں پھر وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ جسے وہ ذبح کریں وہ حلال ہے اور جسے اللہ مارے وہ حرام۔اس سے کچھ مسلمانوں کے دل میں کچھ شک سا پیدا ہو گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 8۔13، زاد المسیر 3۔114)

امام بخاری علیہ الرحمہ سے مذہب احناف کی تائید کا بیان

عمداً اللہ کا نام جس جانور پر نہ لیا گیا، اس کا کھانا فسق اور ناجائز ہے، حضرت ابن عباس نے اس کے یہی معنی بیان کئے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ بھول جانے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا اور امام بخاری کا رجحان بھی یہی ہے تاہم امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ دونوں صورتوں میں حلال ہے چاہے وہ اللہ کا نام لے یا چھوڑ دے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی مستدل حدیث کی سند کا بیان

قال العلامة علی بن سلطان محمد الحنفی علیه الرحمة فی شرح الوقایه، (وَ) لا (تَارِكَ التَّسْمِيَةِ عَمْداً) مسلماً كان أو كتابياً؛ (وبه قال مالك) وقال الشافعيّ رحمه الله: يحلّ متروك التسمية عمداً لأنها عنده سنة، ولما رواه الدَّارَقُطْنِيّ عن مروان بن سالم، عن الأَوْزَاعِيّ، عن يحيى بن (أبي) كثير، عن أبي سلمة، عن أبي هُرَيْرَةَ قال: سأل رجل النبيّ صلى الله عليه وسلم: الرجل منا يذبح وينسى أن يسمّي الله؟ فقال النبيّ صلى الله عليه وسلم: اسم الله على كل مسلم. وفي لفظ: على فم كل مسلم. قلنا: مروان بن سالم ضعيفٌ ضعّفه الدَّارَقُطْنِيّ وابن القطّان وابن عدي وأحمد والنَّسائي على ما في المحيط، وأمّا ما رواه أبو داود في المراسيل عن عبد الله بن داود، عن ثور بن يزيد، عن الصَّلت عن النبيّ صلى الله عليه وسلم قال: ذبيحة المسلم حلال ذكر اسم

الله اولم يذكر. فقد قال ابن القطان فيه مع الارسال: إنّ الصَّلْت السَّدوسِيّ لا يُعْرَف له حال ولا يعرف بغير هذا الحديث، ولا روى عنه غير ثَوْر بن يزيد.

ولنا: إطلاق قوله تعالى: (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ) اى وان الذى لم يذكر اسم الله عليه حرام، لأنّ الفسق هو الخروج عن الطاعة، وإنّ مطلق النهى بمعنى التّحريم.

وما اخرجه أصحاب الكتب الستة عن عَدِيّ بن حاتم قال: قلت: يا رسول الله إنى أُرسِلُ كلبى وأجد معه كلباً آخرَ لا ادرى أيّهما أخذه قال: لا تأكل فإنك إنّما سمّيت على كلبك ولم تسمّ على الكلب الآخر. ووجه الدّلالة على انه علّل الحرمة بترك التسمية عمداً.

(شرح الوقایہ فی مسائل الہدایہ)

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ
لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝
اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنادی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے،
اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اسی طرح کافروں
کے لیے وہ عمل خوشنما بنادیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔

مومنوں کیلئے ایمان جبکہ کفار کیلئے کفر کی تزئین کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ اَبِيْ جَهْلٍ وَغَيْرِهٖ: "اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا" بِالْكُفْرِ "فَاَحْيَيْنَاهُ" بِالْهُدٰى "وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَمْشِي بِهٖ فِي النَّاس" يَتَبَصَّر بِهِ الْحَقّ مِنْ غَيْرِهٖ وَهُوَ الْاِيْمَان "كَمَنْ مَّثَله" مَثَل زَائِدَة اَيْ كَمَنْ هُوَ "فِي الظُّلُمَات لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا" وَهُوَ الْكَافِر؟ لَا "كَذٰلِكَ" كَمَا زَيَّنَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْاِيْمَان "زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي،

یہ آیت ابوجہل وغیرہ کی جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور کیا وہ شخص جو کفر کے ساتھ مرا تھا، پھر ہم نے اسے ہدایت کے ساتھ زندہ کیا اور لوگوں میں اس کے لیے ایسی روشنی بنادی ہے جس کے ساتھ وہ حق وغیرہ کو دیکھتا ہے اور وہ ایمان ہے جس کی مدد سے وہ لوگوں کے درمیان میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے، یہاں مثل زائدہ ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اور کیا وہ کافر ہے؟ نہیں بلکہ اسی طرح جس طرح اہل ایمان کیلئے ایمان کو مزین کر دیتا ہے۔ کافروں کے لیے وہ عمل خوشنما بنادیے گئے جو وہ کفر و نافرمانی کیا کرتے

سورانعام آیت ۱۲۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل ہیں ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ پر اوجھڑی رکھ دی اس وقت حضرت حمزہ ایمان نہ لائے تھے حضرت حمزہ کو ابوجہل کی اس حرکت کی خبر ہوئی اس وقت حضرت حمزہ شکار سے واپس آئے تھے اور ان کے ہاتھ میں کمان تھی وہ فوراً غصے میں ابوجہل کی طرف نکل پڑے اور ابوجہل پر اپنی کمان لے کر چڑھ گئے وہ بڑی آہ وزاری کرتا رہا اور کہتا رہا کہ اے ابویعلی کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ کیا لایا ہے؟ اس نے ہماری عقلوں کو بے وقوف بنادیا ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں اور ہمارے آباؤ اجداد کی مخالفت کی تو حضرت حمزہ نے کہا تم میں سے کون بے وقوف ہے؟ تم اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ﷺ اور بندے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (نیسابوری 189، سیوطی 121، زادالمسیر 3۔116، ابن کثیر 2۔172))

زید بن اسلم سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں منقول ہے کہ اللہ کے فرمان (اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ)، بلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کردی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا اور اس سے نکل ہی نہ سکے۔

اس سے مراد حضرت عمر بن خطاب ہیں، كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا، جو اندھیرے میں پڑا ہوا اور اس سے نکل ہی نہ سکے۔ اس سے مراد ابوجہل ہے۔ (طبری 8۔17)

مؤمن اور کافر کی مثال کا بیان

یہاں بھی مومن اور کافر کی یہی مثال بیان فرمائی گئی بعض کہتے ہیں مراد اس سے وہ خاص معین شخص ہیں جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہ یہ پہلے گمراہ تھے اللہ نے انہیں اسلامی زندگی بخشی اور انہیں نور عطا فرمایا جسے لے کر لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ظلمات میں جو پھنسا ہوا ہے اس سے مراد ابوجہل ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے ہر مومن اور کافر کی مثال ہے، کافروں کی نگاہ میں ان کی اپنی جہالت وضلالت اسی طرح آراستہ وپیراستہ کر کے دکھائی جاتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر ہے کہ وہ اپنی برائیوں کو ہی اچھائیاں سمجھتے ہیں۔

مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کر کے پھر اپنا نور ان پر ڈالا جسے اس نور کا حصہ ملا اس نے دنیا میں آ کر راہ پائی اور جو وہاں محروم رہا وہ یہاں بھی بہکا ہی رہا، جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے اور جیسے فرمان ہے اندھا اور دیکھتا اور اندھیرا اور روشنی برابر نہیں۔

یہ ایک مثال ہے جس میں مومن وکافر کا حال بیان فرمایا گیا ہے کہ ہدایت پانے والا مومن اس مردہ کی طرح ہے جس نے زندگانی پائی اور اس کو نور ملا جس سے وہ مقصود کی راہ پاتا ہے اور کافر اس کی مثل ہے جو طرح طرح کی اندھیریوں میں گرفتار ہوا اور ان سے نکل نہ سکے، ہمیشہ حیرت میں مبتلا رہے۔ یہ دونوں مثالیں ہر مومن وکافر کے لئے عام ہیں اگرچہ بقول حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہما ان کا شان نزول یہ ہے کہ ابو جہل نے ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی نجس چیز پھینکی تھی اس روز حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کو گئے ہوئے تھے، جس وقت وہ ہاتھ میں کمان لئے ہوئے شکار سے واپس آئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر دی گئی گوابھی تک وہ ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے مگر یہ خبر سن کر ان کو نہایت طیش آیا اور وہ ابو جہل پر چڑھ گئے اور اس کو کمان سے مارنے لگے اور ابو جہل عاجزی و خوشامد کرنے لگا اور کہنے لگا اے ابو یعلی (حضرت امیر حمزہ کی کنیت ہے) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیسا دین لائے اور انہوں نے ہمارے معبودوں کو برا کہا اور ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بدعقل بتایا، اس پر حضرت امیر حمزہ نے فرمایا تمہارے برابر بدعقل کون ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کو پُوجتے ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اسی وقت حضرت امیر حمزہ اسلام لے آئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت امیر حمزہ کا حال اس کے مشابہ ہے جو مردہ تھا، ایمان نہ رکھتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا اور نور باطن عطا فرمایا اور ابو جہل کی حالت یہی ہے کہ وہ کفر و جہل کی تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ (خزائن العرفان، انعام)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○
اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں سب سے بڑے اس کے مجرموں کو بنا دیا، تا کہ وہ اس میں مکر و فریب کریں اور
وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر اپنے ساتھ ہی اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

دنیا کے فاسق و ظالم لوگوں کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا جَعَلْنَا فُسَّاقَ مَكَّةَ اَكَابِرَهَا "جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكَابِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا" بِالصَّدِّ عَنِ الْاِيْمَانِ "وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ" لِاَنَّ وَبَالَهُ عَلَيْهِمْ "وَمَا يَشْعُرُوْنَ" بِذٰلِكَ،

اور اسی طرح ہم نے مکہ میں سب سے بڑے فساق کو اس کے مجرم بنا دیا، یعنی ہر بستی میں اس کے بڑوں کو اس کا مجرم بنا دیا تا کہ وہ اس میں ایمان سے روک کر مکر و فریب کریں اور وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں کیونکہ اس کا وبال ان پر ہے۔ اور وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔

فاسق انسان دھوکے باز کمینہ ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن آدمی بھولا بھالا (دھوکہ کھانے والا) اور شریف ہوتا ہے اور فاسق انسان دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔ (مقصد یہ ہے کہ مومن عموماً دھوکہ کھا جاتا ہے اپنی سادگی کی بناء پر اور پھر دھوکہ کھانے پر جھگڑا نہیں کرتا کیونکہ وہ شریف بھی ہوتا ہے جبکہ فاسق و فاجر انسان دھوکہ باز بھی ہوتا ہے اور لڑائی جھگڑا کرنے والا بھی ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1387)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر دھوکے اور فریب

کے چندسال آئیں گے کہ ان میں جھوٹے کوسچا اور سچے کو جھوٹا، خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور اس زمانہ میں امور عامہ کے بارے میں کمینہ اور حقیر آدمی بات چیت کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 916)

ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تسکین فرماتا ہے اور ساتھ ہی کفار کو ہوشیار کرتا ہے، فرماتا ہے کہ جیسے آپ کی اس بستی میں روسائے کفر موجود ہیں جو دوسروں کو بھی دین برحق سے روکتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اس کی بستی میں کفر کے ستون اور مرکز رہے ہیں لیکن آخر کار وغارت اور تباہ ہوتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ نبیوں کا ہی اچھا رہتا ہے جیسے فرمایا کہ ہر نبی کے دشمن ان کے زمانے کے گنہگار رہے اور آیت میں ہے ہم جب کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے رئیسوں کو کچھ حکم احکام دیتے ہیں جس میں وہ کھلم کھلا ہماری نافرمانی کرتے ہیں پس اطاعت سے گریز کرنے پر عذابوں میں گھر جاتے ہیں، وہاں کے شریر لوگ اوج پر آجاتے ہیں پھر بستی ہلاک ہوتی ہے اور قسمت کا ان مٹ لکھا سامنے آجاتا ہے۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ○
اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔

منصب رسالت کیلئے معیار اہلیت کا بیان

"وَاِذَا جَآءَتْهُمْ" اَیْ اَھْلَ مَكَّةَ "اٰيَةٌ" عَلٰی صِدْقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ" بِهٖ "حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ" مِنَ الرِّسَالَةِ وَالْوَحْیِ اِلَیْنَا لِاَنَّا اَكْثَرُ مَالًا وَّاَكْبَرُ سِنًّا "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ وَحَیْثُ مَفْعُوْلٌ بِهٖ لِفِعْلٍ دَلَّ عَلَیْهِ اَعْلَمُ: اَیْ یَعْلَمُ الْمَوْضِعَ الصَّالِحَ لِوَضْعِهَا فِیْهِ فَیَضَعُهَا وَهٰٓؤُلَاءِ لَیْسُوْا اَهْلًا لَّهَا "سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا" بِقَوْلِهِمْ ذٰلِكَ "صَغَارٌ" ذُلٌّ "عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ" اَیْ بِسَبَبِ مَكْرِهِمْ،

اور جب اہل مکہ کے پاس کوئی نشانی نبی کریم ﷺ کی صداقت کی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو رسالت اور وحی دیا گئی کیونکہ ہم مال میں اور عمر میں زیادہ ہیں۔ اللہ رسالت عطا کرنے میں زیادہ جاننے والا ہے۔ رسالت یہ جمع وافراد سب کو شامل ہے کیونکہ یہ اس فعل کا مفعول بہ ہے جس پر اعلم کی دلالت ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ یعنی رسالت کو کہاں رکھنا وہ اسی کو رسالت عطا کرتا ہے جبکہ یہ لوگ رسالت کے اہل نہیں ہیں۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے اپنے اس قول کے ذریعے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس

وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نبوت ورسالت وختم نبوت کیلئے پسند فرمالیا

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ میں سے چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چنا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1441)

ایک مرتبہ جبکہ آپ کو لوگوں کی بعض کہی ہوئی باتیں پہنچیں تو آپ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مجھے بہتر بنایا ہے مخلوق کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان دونوں میں جو بہتر حصہ تھا اس میں کیا پھر قبیلوں کی تقسیم کے وقت مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا پھر جب گھر داریوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں بنایا پس میں گھرانے کے اعتبار سے اور ذات کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں صلوات اللہ وسلامیہ علیہ حضرت جبرائیل نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا میں نے تمام مشرق و مغرب ٹٹول لیا لیکن آپ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا۔ (مستدرک حاکم، سنن بیہقی)

مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا اور سب سے بہتر دل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا۔ پھر مخلوق کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو سب سے بہتر دل والے اصحاب رسول پائے پس حضور کو اپنا خاص چیدہ رسول بنایا اور اصحاب کو آپ کا وزیر بنایا جو آپ کے دین کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ پس یہ مسلمان جس چیز کو بہتر سمجھیں وہ اللہ وحدہ لاشریک کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جسے یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ ایک باہر کے شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس کو مسجد کے دروازے سے آتا ہوا دیکھ کر مرعوب ہو کر لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو ان کے منہ سے بیساختہ یہ آیت نکلی کہ نبوت کی جگہ کو اللہ ہی بخوبی جانتا ہے،

عطا کرنے میں زیادہ یا کم ہونے میں اللہ کی مرضی ہونے کا بیان

سالم بن عبداللہ (بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہاری بقا ان امتوں کے مقابلہ میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں، ایسی ہے، جیسے نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک کہ توراۃ والوں کو توراۃ دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ دوپہر کا وقت آ گیا، تو وہ تھک گئے اور انہیں ایک ایک قیراط دے دیا گیا، اس کے بعد انجیل والوں کو انجیل دی گئی اور انہوں نے عصر کی نماز تک کام کیا، پھر وہ تھک گئے، تو انہیں ایک ایک قیراط دے دیا گیا، اس کے بعد ہم لوگوں کو قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا، تو ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے، اس پر دونوں اہل کتاب نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار تو نے لوگوں کو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ہی قیراط دیا، حالانکہ ہم کام کے اعتبار سے زیادہ ہیں، اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے تمہاری مزدوری میں سے کچھ کم کیا؟ وہ بولے نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ یہ میرا فضل ہے، جسے میں چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 535)

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا
حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے
اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذاب
ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

نور قلبی کے ذریعے اسلام کی حقانیت کی معرفت کا بیان

"فَمَنْ يُّرِدْ اللّٰه اَنْ يَّهْدِيه يَشْرَح صَدْره لِلْاِسْلَامِ" بِاَنْ يَّقْذِف فِيْ قَلْبه نُوْرًا فَيَنْفَسِح لَهٗ وَيَقْبَلهٗ كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيْث "وَمَنْ يُّرِدْ" اللّٰه "اَنْ يُّضِلّهُ يَجْعَل صَدْره ضَيِّقًا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد عَنْ قَبُوله "حَرَجًا" شَدِيْد الضِّيق بِكَسْرِ الرَّاء صِفَة وَفَتْحهَا مَصْدَر وَصَفَ فِيْهِ مُبَالَغَة "كَاَنَّمَا يَصَّعَّد" وَفِيْ قِرَاءَة يَصَّاعَد وَفِيْهِمَا اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الصَّاد وَفِيْ اُخْرٰى بِسُكُوْنِهَا "فِي السَّمَاء" اِذَا كُلِّفَ الْاِيْمَان لِشِدَّتِهٖ عَلَيْهِ "كَذٰلِكَ" الْجَعْل "يَجْعَل اللّٰه الرِّجْس" الْعَذَاب اَوْ الشَّيْطَان اَيْ يُسَلِّطهُ،

تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے یعنی اس طرح کہ اس کے دل میں نور ڈال دیتا ہے جس کے سبب وہ کھل جاتا ہے۔ اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ اور جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، ضیق یہ تخفیف وتشدید کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی قبول حق کیلئے تنگ کر دیتا ہے۔ سخت تنگ کرنا جب حرجا راء کے کسرہ ساتھ صفت واقع ہو اور راء کے فتحہ کے ساتھ جب مصدر کو بہ طور صف میں مبالغہ ہے۔ گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، ایک قرأت میں یصعد کی بہ جائے یصاعد ہے۔ اس میں اصل میں تاء کا ادغام صاد میں ہے اور دوسری قرأت میں سکون کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی جب اس کو ایمان کا مکلف کیا جاتا ہے۔ تو وہ اس پر بھاری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذاب ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ یعنی ان پر عذاب یا شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۲۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت پڑھی (فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ) 6۔الانعام:125) یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت بخشا چاہتا ہے (یعنی خاص ہدایت کہ جو اس کو مرتبہ اختصاص تک پہنچا دے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے بایں طور کہ اس کو شرائع اسلام اخلاص کے ساتھ قبول

کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت کی تفسیر میں فرمایا جب ہدایت کا نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا اس حالت وکیفیت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کو پہچانا جا سکے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی نشانی ہے، دارالغرور (دنیا سے) دور ہونا، آخرت کی طرف کہ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا جہان ہے، رجوع کرنا اور پوری طرح متوجہ رہنا اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیاری کرنا۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1153)

شرح صدر" یعنی سینہ کا کھل جانا وہ نعمت ہے جو ہدایت درستی اور تمام دینی و دنیاوی امور میں بہتری و بھلائی کا ذریعہ ہے، یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص شرح صدر کی حالت کو پہنچ گیا ہے؟ اس کو پہچاننے کے لئے تین علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں، ایک تو دار الغرور (دنیا) سے بعد یعنی زہد وقناعت اختیار کرنا کہ یہ جگہ مکر وفریب سے بھری ہوئی ہے اور شیطان اس کے ذریعہ لوگوں کو فریب دیتا ہے دوسرے دنیا کی طرف سے بے پرواہ ہو کر آخرت کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنا اور ہر صورت میں اسی کی بہتری و بھلائی کو ملحوظ رکھنا اور تیسرے یہ کہ موت آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کر لینا یعنی توبہ وانابت کے ذریعہ اپنی لغزشوں اور گناہوں سے اظہار بیزاری کرنا، عبادات اور اچھے کاموں میں سبقت کرنا اور اپنے اوقات کو طاعات الٰہی میں مشغول رکھنا، جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں تو جان لینا چاہئے کہ اس نے گویا تمام شرائع اسلام کو پورے یقین واخلاص کے ساتھ قبول کر لیا ہے اور وہ اس مقام تک پہنچ گیا ہے جہاں احکام الٰہی کی بجا آوری مزاج وطبعیت پر گراں گزرنے کے بجائے روحانی وجسمانی کیف وسرور اور لذت بہم پہنچاتی ہے۔ واضح رہے کہ شرح صدر یعنی سینہ کی کشادگی سے مراد قلب میں قبول حق کی استعداد وصلاحیت کا پیدا ہو جانا ہے اور قلب مومن جو نور ہدایت سے پر ہو، وہ بذات خود بڑے عظیم رتبہ کا حامل ہے یہاں تک کہ اس کو "عرش رب" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن** یعنی نہ تو میری زمین میری گنجائش رکھتی ہے اور نہ میرا آسمان لیکن میرے مومن بندے کا قلب میری گنجائش رکھتا ہے۔ دنیا کو دارالغرور یعنی دھوکے گھر، کہا گیا ہے کیونکہ بلاشبہ یہ دنیا مکر وفریب میں مبتلا کرنے اور دھوکا دینے والی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی عہد شکن نہیں ہے، لوگ اس کی محبت میں مبتلا ہو کر کیا کچھ نہیں کرتے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کیسے کیسے پاپڑ نہیں بیلتے، لیکن آخر کار یہ کسی کی نہیں ہوتی اور ہر ایک کو دغا دیتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں آگاہ فرمایا گیا ہے کہ آیت (**ولا یغرنکم الحیوۃ الدنیا**) یعنی دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔ جہاں تک اس دنیا کی حقیقت وماہیت کا تعلق ہے تو اس میں بھی کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ یہ دنیا خرابی وفساد اور رنج ومحن کا گھر ہے اگرچہ اس کی ظاہری حالت ایک نعمت کی طرح معلوم ہوتی ہے اور اس کی مثال سراب کی سی ہے کہ دھوپ میں چمکنے والے ریگستانی ریت کو پانی سمجھ کر پیاسا اس کی طرف لپکتا ہے مگر جب قریب پہنچتا ہے تو اس کو حقیقت نظر آتی ہے اور سمجھتا ہے کہ میں دھوکہ میں مبتلا ہو گیا، بالکل اسی طرح بادشاہ وامراء دولتمند اور دنیادار لوگ دنیا کی ظاہری چمک دمک کے دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جب حقیقت سامنے آتی ہے تو آنکھیں کھلتی ہیں مگر وقت گزر چکا ہوتا ہے اور حسرت وخسران کے سوا ان کے

39

ہاتھ اور کچھ نہیں لگتا۔ "موت آنے سے پہلے" سے حیات مستعار کا وہ عرصہ مراد ہے جس میں انسان کچھ کر لینے کی صلاحیت وقوت رکھتا ہے یعنی صحت تندرستی کا زمانہ اور آخر درجہ میں وہ زمانہ بھی مراد ہوسکتا ہے جب موت کے مقدمات ظاہر ہوں گے اور زندگی کے خاتمہ کے ظاہری اسباب پیدا ہو جائیں اور وہ مرض و بیماری کا زمانہ ہے لیکن عمر کا وہ حصہ کہ جو انسان کو بالکل بیکار و ناکارہ بنا کر رکھ دیتا ہے یعنی بہت بڑھاپا کہ اس زمانہ میں نہ علم و معرفت حاصل کرنے کی طاقت رہتی ہے اور نہ عمل کرنے پر قدرت ہوتی ہے، اس وقت بے فائدہ حسرت وندامت کے سوا اور کچھ نہیں ملتا، للہذا دانائی اسی میں ہے کہ اس زمانہ سے پہلے سفر آخرت کے لئے زادراہ تیار کرلیا جائے۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ○
اور یہ (اسلام ہی) آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، بیشک ہم نے نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے
آیتیں تفصیل سے بیان کردی ہیں۔

اسلام ہی سیدھا راستہ ہونے کا بیان

"وَهٰذَا" الَّذِىْ اَنْتَ عَلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ "صِرَاطُ" طَرِيْقُ "رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا" "لَا عِوَجَ فِيْهِ وَنَصْبُهُ عَلَى الْحَالِ الْمُؤَكِّدِ لِلْجُمْلَةِ وَالْعَامِلُ فِيْهَا مَعْنَى الْإِشَارَةِ "قَدْ فَصَّلْنَا" بَيَّنَّا "الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُوْنَ" فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الذَّالِ اَيْ يَتَّعِظُوْنَ وَخُصُّوْا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ،

یا محمد ﷺ یہ اسلام ہی آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ اور مستقیم منصوب جملہ کیلئے حال تاکیدی ہونے کے سبب ہے۔ اور اس میں عامل اسم اشارہ ہے۔ بیشک ہم نے نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے آیتیں تفصیل سے بیان کردی ہیں۔ یذکروں میں اصل میں تاء کا ادغام ذاء میں ہے یعنی وہ نصیحت کرتے ہیں اور انہوں نے ذکر کے ساتھ خاص کیا ہے۔ کیونکہ وہ نفع حاصل کرنے والے ہیں۔

اس کے بعد اس قرآنی راستہ کا یہ حال لفظ مُسْتَقِيْمًا سے بیان کیا گیا کہ یہ راستہ سیدھا راستہ ہے، اس میں بھی مستقیم کو صراط کی صفت کے طور پر لانے کے بجائے حال کے طریقہ سے ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ جو راستہ پروردگار عالم کا تجویز کیا ہوا ہے، اس میں بجز مستقیم اور سیدھا ہونے کے اور کوئی احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ انعام، بیروت)

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○
انہی کے لئے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا مولیٰ ہے ان اعمالِ (صالحہ) کے باعث جو وہ انجام دیا کرتے تھے۔

جنت کا سلامتی والا گھر ہونے کا بیان

"لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ" اَيِ السَّلَامِ وَهِيَ الْجَنَّةُ، عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ،

انہی کے لئے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے اور وہ جنت ہے۔ اور وہی ان کا مولیٰ ہے ان اعمالِ صالحہ کے باعث جو وہ انجام دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت والوں کو پکارے گا اے جنت والو! جنت والے جواب دیں گے اے پروردگار! ہم حاضر ہیں بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے اللہ فرمائے گا کیا تم لوگ خوش ہو؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اے رب! ہم کیوں خوش نہ ہوں جبکہ تو نے ہم کو وہ چیز عطاء کی ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم کو اس سے بہتر کوئی چیز نہ دوں؟ وہ لوگ عرض کریں گے کہ اس سے بڑھ کر کونسی چیز ہوگی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کروں گا اب اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2411)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سلام اللہ جل شانہ کا نام ہے، اور دار السلام کے معنی ہیں اللہ کا گھر اور ظاہر ہے کہ اللہ کا گھر امن و سلامتی کی جگہ ہوتی ہے، اس لئے حاصل معنی پھر بھی یہی ہو گئے کہ وہ گھر جس میں ہر طرح کا امن و سکون اور سلامتی و اطمینان ہو، جنت کو دار السلام فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ جنت ہی صرف وہ جگہ ہے جہاں انسان کو ہر قسم کی تکلیف، پریشانی اور اذیت اور ہر خلافِ طبع چیز سے مکمل اور دائمی سلامتی حاصل ہوتی ہے جو دنیا میں نہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو کبھی حاصل ہوئی اور نہ بڑے سے بڑے نبی و رسول کو، کیونکہ دنیائے فانی کا یہ عالم ایسی مکمل اور دائمی راحت کا مقام ہی نہیں۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○

اور جس دن اُن سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا، اے جن کے گروہ! تم نے بہت آدمی گھیر لیے اور ان کے دوست آدمی عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے خدا چاہے، اے محبوب! بیشک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے۔

قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا بیان

"وَ" وَاذْكُرْ "يَوْمَ" "نَحْشُرهُمْ" بِالنُّوْنِ وَالْيَاء اَىْ اللّٰه الْخَلْق "جَمِيْعًا" وَيُقَال لَهُمْ: "يَا مَعْشَر الْجِنّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنْ الْإِنْس" بِإِغْوَائِكُمْ "وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ" الَّذِيْنَ اَطَاعُوهُمْ "مِنْ الْإِنْس رَبّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضنَا بِبَعْضٍ" انْتَفَعَ الْإِنْس بِتَزْيِيْنِ الْجِنّ لَهُمْ الشَّهَوَات وَالْجِنّ بِطَاعَةِ الْإِنْس لَهُمْ "وَبَلَغْنَا أَجَلنَا الَّذِيْ أَجَّلْت لَنَا" وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة وَهٰذَا تَحَسُّر مِنْهُمْ "قَالَ" تَعَالٰى لَهُمْ عَلٰى لِسَان الْمَلَائِكَة "النَّار

مَثْوَاكُمْ" مَأْوَاكُمْ "خَالِدِيْنَ فِيْهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ " مِنَ الْاَوْقَاتِ الَّتِي يَخْرُجُوْنَ فِيْهَا لِشُرْبِ الْحَمِيْمِ فَإِنَّهُ خَارِجُهَا كَمَا قَالَ تَعَالٰى "ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَكُمْ لَإِلَى الْجَحِيْمِ" وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ فِيْمَنْ عَلِمَ اللهُ أَنَّهُمْ يُؤْمِنُوْنَ فَمَا بِمَعْنٰى مِنْ "إِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ " فِيْ صُنْعِهِ "عَلِيْمٌ" بِخَلْقِهِ.

اور یاد کرو جس دن اُن سب کو اٹھائے گا یہاں نحشر نون اور یاء کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اللہ سب کا خالق ہے، اور ان سے کہا جائے گا، اے جن کے گروہ! تم نے انسانوں میں سے بہت آدمی سرکشی میں گھیر لیے ہیں۔ اور ان کے دوست یعنی انسانوں میں سے جنہوں نے اطاعت کی وہ آدمی عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا یعنی انسانوں نے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ جنات ان کیلئے شہوات کو مزین کر دیا جبکہ جنات نے انسان کی اطاعت کر کے فائدہ اٹھایا۔ اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی اور وہ قیامت کا دن ہے۔ اور ان کی یہی حسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرشتوں کی زبانی فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے خدا چاہے، یعنی وہ اوقات جن میں وہ نکلنا چاہیں گے تو صرف گرم پانی پینے کیلئے کیونکہ وہی جہنم سے باہر ہوگا۔ جس طرح اللہ نے ارشاد فرمایا "ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَكُمْ لَإِلَى الْجَحِيْمِ" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ انہیں جانتا ہے کہ وہ ایمان لائیں گے۔ لہٰذا یہاں پر ما بہ معنی من ہے۔ تو اے محبوب! بیشک تمہارا رب اپنی صنعت میں حکمت والا، اپنی مخلوق کے ساتھ علم والا ہے۔

وہ دن بھی قریب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ جناب انسان عابد معبود سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے اس وقت جنات سے ارشاد ہوگا کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور ورغلایا۔ انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے میری ہی عبادت کرتے رہنا یہی سیدھی راہ ہے لیکن تم نے سمجھ سے کام نہ لیا اور شیطانی راگ میں آ گئے اس وقت جنات کے دوست انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ حاصل کرتے رہے، جاہلیت کے زمانہ میں جو مسافر کہیں اترتا تو کہتا کہ اس وادی کے بڑے جن کی پناہ میں میں آتا ہوں۔ انسانوں سے جنات کو بھی فائدہ پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ان کے سردار سمجھنے لگے تھے موت کے وقت تک یہی حالت رہی اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ اچھا اب بھی تم ساتھ ساتھ ہی جہنم میں جاؤ وہیں ہمیشہ پڑے رہنا۔

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ
اسی طرح ہم ظالموں میں سے بعض کو بعض پر مسلط کرتے رہتے ہیں ان اعمال (بد) کے باعث جو وہ کمایا کرتے ہیں۔

ظالم حکمرانوں کا بہ طور عذاب الٰہی آنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ " كَمَا مَتَّعْنَا عُصَاةَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ "نُوَلِّيْ" مِنَ الْوِلَايَةِ "بَعْضَ الظَّالِمِيْنَ

بَعْضًا" اَیْ عَلٰی بَعْضٍ "بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ" مِنَ الْمَعَاصِیْ،

اور اسی طرح جس طرح ہم بعض انسانوں اور جنات کو ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی ظالموں میں سے بعض کو بعض پر مسلط کرتے رہتے ہیں ان اعمالِ بد یعنی نافرمانی کے باعث جو وہ کمایا کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ جب کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو اچھوں کو ان پر مسلّط کرتا ہے، برائی چاہتا ہے تو بروں کو۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جو قوم ظالم ہوتی ہے اس پر ظالم بادشاہ مسلّط کیا جاتا ہے تو جو اس ظالم کے پنجۂ ظلم سے رہائی چاہیں انہیں چاہئے کہ ظلم ترک کریں۔

ظالم حکمران اور رعایا کے باہمی لعن طعن کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہیں پسند کرتے ہوں اور تم ان کے جنازے میں شرکت کرتے ہو اور وہ تمہارے جنازوں میں شرکت کریں اور تمہارے بدترین حکمرانوں میں سے وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں تم ان پر لعنت کرنے والے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہوں ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم اس وقت انہیں معزول نہ کردیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں آگاہ رہو جس شخص کو کسی پر حاکم بنایا گیا پر انہوں نے اس میں ایسی چیز دیکھی جو اللہ کی نافرمانی ہو تو وہ اللہ کی معصیت و نافرمانی والے عمل کو ناپسند کریں اور اس کی فرمانبرداری سے اپنا ہاتھ نہ کھینچیں۔

ابن جابر نے کہا کہ میں نے رزیق سے کہا جب اس نے یہ مجھ سے بیان کیا، اے ابومقدام تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تجھ سے یہ حدیث کسی نے بیان کی ہے یا تم نے خود اسے مسلم بن قرظہ سے سنا ہے جنہوں نے عوف سے سنا اور عوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو ابومقدام نے گھٹنوں کے بل گر کر قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسے مسلم بن قرظہ سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے عوف بن مالک سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سماعت کی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 308)

یٰـمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤی اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ○

اے گروہِ جن و انس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیتیں بیان کرتے تھے اور تمہاری اس دن کی پیشی سے تمہیں ڈراتے تھے؟ (تو) وہ کہیں گے: ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں، اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور وہ اپنی جانوں کے خلاف اس (بات) کی گواہی دیں گے کہ وہ (دنیا میں) کافر (یعنی حق کے انکاری) تھے۔

جن وانس کیلئے رسالت کے عموم کا بیان

"يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ" اَىْ مِنْ مَجْمُوعِكُمْ اَىْ بَعْضِكُمْ الصَّادِقِ بِالْاِنْسِ اَوْ رُسُلِ الْجِنِّ نُذُرِهِمْ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ الرُّسُلِ فَيُبَلِّغُوْنَ قَوْمَهُمْ "يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا" اَنْ قَدْ بَلَّغَنَا "وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا" فَلَمْ يُؤْمِنُوْا، وَشَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ،

اے گروہ جن وانس ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے یعنی تم سب کی طرف جبکہ تمہارے بعض جو انسانوں پر صادق یا رسل الجن جن ہم نے بھیجا تھا جو رسولوں کو کلام سنتے اور ان کی قوموں تک پہنچا دیتے تھے۔ جو تم پر میری آیتیں بیان کرتے تھے اور تمہاری اس دن کی پیشی سے تمہیں ڈراتے تھے؟ تو وہ کہیں گے، ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں، اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور وہ اپنی جانوں کے خلاف اس بات کی گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کافر یعنی حق کے انکاری تھے۔

جنات کی جماعت کا قرآن مجید کو سننے کیلئے آنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ سوق عکاظ کی طرف ارادہ کر کے چلے اور (اس وقت) شیاطین کو آسمان کی خبریں لانے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر شعلے پھینکے جاتے تھے، پس شیاطین اپنی قوم کے پاس لوٹ آئے، قوم نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ اب کی مرتبہ کوئی خبر نہیں لائے، شیاطین نے کہا کہ ہمارے لئے آسمان تک جانا ممنوع کر دیا گیا اور اب ہمارے اوپر شعلے پھینکے جاتے ہیں، قوم نے کہا کہ تمہارے آسمان تک جانے کی رکاوٹ کی کوئی خاص ایسی نئی وجہ پیدا ہوئی ہے، جو حال ہی میں ظاہر ہوئی ہے، لہٰذا زمین کے مشرق اور مغرب کی تمام جوانب میں سفر کرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے، جس نے تمہارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی (چنانچہ وہ لوگ اس تلاش میں نکلے) تو جو لوگ ان میں سے تہامہ کی طرف آئے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ اس وقت مقام نخلہ میں سوق عکاظ جا رہے تھے (چنانچہ جب یہ جنات وہاں پہنچے ہیں تو) آپ (اس وقت) اپنے اصحاب کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، جب ان جنوں نے قرآن کو سنا تو اس کو سنتے رہے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یہی ہے جس نے تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان میں رکاوٹ ڈال دی۔

پس وہیں سے اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گئے، تو کہنے لگے کہ اے ہماری قوم (کے لوگو!) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی راہ بتاتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم ہرگز اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیتیں نازل فرمائیں (قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا) 72۔ الجن: 1) اور آپ پر جنوں کی گفتگو نقل کی گئی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 744)

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ○

یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس لئے تھا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے باعث ایسی حالت میں تباہ کرنے والا نہیں ہے کہ وہاں کے رہنے والے (حق کی تعلیمات سے بالکل) بے خبر ہوں یعنی انہیں کسی نے حق سے آگاہ ہی نہ کیا ہو۔

"ذٰلِكَ" اَیْ اِرْسَالُ الرُّسُلِ "اَنْ" اللَّامُ مُقَدَّرَةٌ وَهِیَ مُخَفَّفَةٌ اَیْ لِاَنَّهُ "لَمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ" مِنْهَا "وَّاَهْلُهَا غَافِلُوْنَ" لَمْ يُرْسَلْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلٌ يُبَيِّنُ لَهُمْ؟

یہ رسولوں کا بھیجنا اس لئے تھا یہاں پر "ان" لام مقدرہ ہے اور وہ مخففہ تھا کیونکہ وہ اصل میں انہ تھا۔ کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے باعث ایسی حالت میں تباہ کرنے والا نہیں ہے کہ وہاں کے رہنے والے حق کی تعلیمات سے بالکل بے خبر ہوں یعنی ان کی جانب کوئی رسول بھیجا ہی نہیں جو ان کیلئے احکام اسلام کو بیان کرے۔

گذشتہ اقوام کی ہلاکت سے پہلے انبیاء وکتب کے ذریعے پیغام پہنچنے کا بیان

جن اور انسانوں کی طرف رسول بھیج کر، کتابیں اتار کر ان کے عذر ختم کر دیئے اس لئے کہ یہ اللہ کا اصول نہیں کہ وہ کسی بستی کے لوگوں کو اپنی منشاء معلوم کرائے بغیر چپ چاپ اپنے عذابوں میں جکڑ لے اور اپنا پیغام پہنچائے بغیر بلا وجہ ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے، فرماتا ہے آیت (وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ)، فاطر:24) یعنی کوئی بستی ایسی نہیں جہاں کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو اور آیت میں ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اے لوگو اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے بچو اور جگہ ہے ہم رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کیا کرتے۔ سورۃ تبارک میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جائے گی تو وہاں کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس آگاہ کرنے والے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے آئے تھے۔

اس آیت کے پہلے جملے کے ایک معنی امام ابن جریر نے اور بھی بیان کئے ہیں اور فی الواقع وہ معنی بہت درست ہیں امام صاحب نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ کسی بستی والوں کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اسی وقت ہلاک نہیں کرتا جب تک نبیوں کو بھیج کر انہیں غفلت سے بیدار نہ کر دے، ہر عامل اپنے عمل کے بدلے کا مستحق ہے۔ نیک نیکی کا اور بد بدی کا۔ خواہ انسان ہو خواہ جن ہو۔ بدکاروں کے جہنم میں درجے ان کی بدکاری کے مطابق مقرر ہیں جو لوگ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ الٰہیہ سے روکتے ہیں انہیں عذاب پر عذاب ہوں گے اور ان کے فساد کا بدلہ ملے گا ہر عامل کا عمل اللہ پر روشن ہے تا کہ قیامت کے دن تک ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کا بدلہ مل جائے۔ (تفسیر جامع البیان، انعام، بیروت)

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○

اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے لحاظ سے درجات (مقرر) ہیں، اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو وہ انجام دیتے ہیں۔

اعمال کے مطابق درجات کی بلندی کا بیان

"وَلِكُلٍّ" مِنَ الْعَامِلِينَ "دَرَجَات" جَزَاء "مِمَّا عَمِلُوا" مِنْ خَيْر وَشَرّ "وَمَا رَبّك بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء،

اور عمل کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے خیر وشر کے اعتبار سے درجات مقرر ہیں، اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو وہ انجام دیتے ہیں۔ یہاں پر ''یَعْمَلُوْن'' یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دولتمند لوگ تو درجات اور نعمتوں میں بڑھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر، انہوں نے کہا کہ وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور اپنا بچا ہوا مال بھی خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس مال نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جس کے ذریعہ تم ان کے برابر ہو جاؤ، جو تم سے پہلے گزرے ہیں اور ان سے بڑھ جاؤ، جو تمہارے بعد آئیں اور کوئی شخص تمہارے برابر نہیں ہوگا، مگر وہ جس اس کو پڑھ لے، ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر کہو، عبیدہ اللہ بن عمر نے سمی سے اور ابن عجلان نے سمی اور رجاء بن حیوہ سے اس کی متابعت میں روایت کی اور جریر نے عبدالعزیز بن رفیع سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابوالدرداء سے روایت کی اور اس کو سہیل نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1279)

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ
كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝
اور آپ کا رب بے نیاز ہے، (بڑی) رحمت والا ہے، اگر چاہے تو تمہیں نابود کردے اور تمہارے بعد جسے چاہے
(تمہارا) جانشین بنادے جیسا کہ اس نے دوسرے لوگوں کی اولاد سے تم کو پیدا فرمایا ہے۔

اللہ کا اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہونے کا بیان

"وَرَبّك الْغَنِيّ" عَنْ خَلْقه وَعِبَادَتهمْ "ذُو الرَّحْمَة إنْ يَشَأْ يُذْهِبكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة بِالْإِهْلَاكِ "وَيَسْتَخْلِف مِنْ بَعْدكُمْ مَا يَشَاء" مِنْ الْخَلْق "كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّة قَوْم آخَرِينَ" أَذْهَبَهُمْ وَلَكِنَّهُ أَبْقَاكُمْ رَحْمَة لَكُمْ،

اور آپ کا رب اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہے، بڑی رحمت والا ہے، اے اہل مکہ اگر چاہے تو تمہیں نابود کردے اور تمہارے بعد جسے چاہے مخلوق میں سے تمہارا جانشین بنادے جیسا کہ اس نے دوسرے لوگوں کی اولاد سے تم کو پیدا فرمایا ہے۔ یعنی ان کو لے گیا لیکن تمہارے لئے تمہاری رحمت کا باقی رکھا ہے۔

اس آیت میں وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ کے الفاظ سے رب الارباب کی بے نیازی بیان کرنے کے ساتھ ذُو الرَّحْمَةِ کا اضافہ کر کے یہ بتلا دیا کہ وہ اگرچہ تم سب سے بلکہ ساری کائنات سے بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے، لیکن بے نیازی کے ساتھ وہ ذوالرحمۃ یعنی رحمت والا بھی ہے۔

نعمان بن سعد، علی سے نقل کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رمضان کے علاوہ کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے ہیں حضرت علی نے فرمایا میں نے صرف ایک آدمی کے علاوہ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے نہیں سنا میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے رمضان کے علاوہ کون سے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں فرمایا اگر رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہے تو محرم کے روزے رکھا کرو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں ایک ایسا دن ہے۔

جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور اس دن دوسری قوم کی بھی توبہ قبول کرے گا امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 725)

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
بے شک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے، ضرور آنے والی ہے اور تم کسی صورت عاجز کرنے والے نہیں۔

قیامت کے آنے کے برحق ہونے کا بیان

"اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ" مِنَ السَّاعَة وَالْعَذَاب "لَاٰتٍ" لَا مَحَالَة "وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ" فَائِتِيْنَ عَذَابنَا،

بے شک وہ چیز یعنی قیامت وعذاب جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے، وہ یقیناً ضرور آنے والی ہے اور تم کسی صورت ہمیں ہمارے عذاب سے عاجز کرنے والے نہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کس طرح آرام کروں جبکہ اسرافیل نے صور میں منہ لگایا ہوا ہے اور ان کے کان اللہ کے حکم کے منتظر ہیں کہ وہ کب پھونکنے کا حکم دیں اور وہ پھونکیں یہ بات صحابہ کرام کے دلوں پر گراں گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کہو اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 329)

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
فرما دیجئے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو بیشک میں عمل کئے جارہا ہوں۔ پھر تم عنقریب جان لو گے کہ
آخرت کا انجام کس کے لئے (بہتر ہے)۔ بیشک ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے۔

قوم کو اس کی حالت پر چھوڑ دینے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "يَا قَوْم اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ" حَالَتكُمْ "اِنِّى عَامِل" عَلٰى حَالَتِى "فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ" مَوْصُولَة مَفْعُول الْعِلْم "تَكُوْن لَهٗ عَاقِبَة الدَّار" اَىْ الْعَاقِبَة الْمَحْمُودَة فِى الدَّار الْاٰخِرَة اَنَحْنُ اَمْ اَنْتُمْ "اِنَّهٗ لَا يُفْلِح" يَسْعَد "الظَّالِمُوْنَ" الْكَافِرُوْنَ،

آپ ﷺ ان سے فرما دیں اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر اپنی حالت میں عمل کرتے رہو بیشک میں اپنی جگہ عمل کیے جا رہا ہوں۔ پھر تم عنقریب جان لوگے، یہاں پر من موصولہ ہے جو تعلمون کا مفعول ہے۔ کہ آخرت کا انجام کس کے لئے بہتر ہے۔ ہمارا یا تمہارا، بیشک ظالم لوگ یعنی کافر لوگ نجات نہیں پائیں گے۔

اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل مکہ سے کہہ دیجئے کہ اے میری قوم اگر تم میری بات نہیں مانتے تو تمہیں اختیار ہے نہ مانو اور اپنی حالت پر اپنے عقیدہ اور عناد کے مطابق عمل کرتے رہو میں بھی اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرتا رہوں گا، میرا اس میں کوئی نقصان نہیں، مگر عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا، کہ دار آخرت کی نجات اور فلاح کس کو حاصل ہوتی ہے، یہ خوب سمجھ لو کہ ظالم یعنی حق تلفی کرنے والے کبھی فلاح نہیں پایا کرتے۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ
وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ
يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○
اور انہوں نے اللہ کے لئے انہی (چیزوں) میں سے ایک حصہ مقرر کر لیا ہے جنہیں اس نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا
فرمایا ہے پھر اپنے گمانِ (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے (خود ساختہ) شریکوں کے لئے
ہے، پھر جو (حصہ) ان کے شریکوں کے لئے ہے سو وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو (حصہ) اللہ کے لئے ہے تو وہ ان کے شریکوں
تک پہنچ جاتا ہے، (وہ) کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

کفار مکہ کا اپنے گمان میں شرکاء کیلئے حصے مقرر کرنے کا بیان

"وَجَعَلُوا" اَىْ كُفَّار مَكَّة "لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ" خَلَقَ "مِنْ الْحَرْث" الزَّرْع "وَالْاَنْعَام نَصِيبًا" يَصْرِفُوْنَهٗ اِلَى الضِّيفَان وَالْمَسَاكِيْن وَلِشُرَكَائِهِمْ نَصِيبًا يَصْرِفُوْنَهٗ اِلٰى سَدَنَتِهَا "فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ" بِالْفَتْحِ وَالضَّمّ "وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا" فَكَانُوْا اِذَا سَقَطَ فِىْ نَصِيب اللّٰه شَىْء مِنْ نَصِيبِهَا الْتَقَطُوْهُ اَوْ فِىْ نَصِيبِهَا شَىْء مِنْ نَصِيبه تَرَكُوْهُ وَقَالُوْا اِنَّ اللّٰه غَنِىّ عَنْ هٰذَا كَمَا قَالَ تَعَالٰى "فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِل

اِلَى اللهِ " اَیْ لِجِهَتِهٖ "وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ " بِئْسَ "مَا يَحْكُمُوْنَ " حُكْمُهُمْ هٰذَا،

اور کفار مکہ اللہ کے لئے انہی چیزوں میں سے ایک حصہ مقرر کر لیا ہے جنہیں اس نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا فرمایا ہے اس کو وہ مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے ہیں اور ایک حصہ خانہ کعبہ کے خدام پر خرچ کرتے ہیں جو ان کے شرکاء کیلئے ہوتا ہے پھر اپنے گمانِ باطل سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کے لئے ہے۔ یہاں پر زعم یہ زاء کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح آیا ہے۔ اور یہ ہمارے خود ساختہ شریکوں کے لئے ہے، پھر جو حصہ ان کے شریکوں کے لئے ہے سو وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کے لئے ہے۔ اور شرکاء کیلئے خاص کردہ میں اور اللہ کیلئے خاص کردہ حصوں میں کچھ گر جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ سے بے نیاز ہے۔ تو وہ ان کے شریکوں تک پہنچ جاتا ہے، وہ کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ یعنی یہ فیصلہ کرنا کتنا ہی برا ہے۔

سورہ انعام آیت ۱۳۶ کے سبب نزول کا بیان

زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی کھیتیوں اور درختوں کے پھلوں اور چوپایوں اور تمام مالوں میں سے ایک حصّہ تو اللہ کا مقرر کرتے تھے اور ایک حصہ بتوں کا، تو جو حصّہ اللہ کے لئے مقرر کرتے تھے اس کو تو مہمانوں اور مسکینوں پر صَرف کر دیتے تھے اور جو بتوں کے لئے مقرر کرتے تھے وہ خاص ان پر اور ان کے خادموں پر صرف کرتے اور جو حصّہ اللہ کے لئے مقرر کرتے اگر اس میں سے کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر بتوں والے حصّہ میں سے کچھ اس میں سے ملتا تو اس کو نکال کر پھر بتوں ہی کے حصّہ میں شامل کر دیتے۔ اس آیت میں ان کی اس جہالت اور بد عقلی کا ذکر فرما کر ان پر تنبیہ فرمائی گئی۔

کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعضا جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا۔ مگر بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے، ان سے زیادہ ڈرتے"۔ اسی طرح غلہ وغیرہ میں سے اگر بتوں کے نام کا اتفاقاً اللہ کے حصّہ میں مل گیا تو پھر جدا کر کے بتوں کی طرف لوٹا دیتے اور اللہ نام کا بتوں کے حصہ میں جا پڑا تو اسے نہ لوٹاتے۔ بہانہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اس کا کم ہو جائے تو کیا پرواہ ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ ایسے نہیں۔ تماشہ یہ ہے کہ یہ کہہ کر بھی شرماتے نہ تھے کہ جو ایسے محتاج ہوں ان کو معبود و مستعان ٹھہرانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں اپنے حصہ داروں کی نسبت اپنا حصہ لینے سے بے نیاز ہوں۔ جس شخص نے ایسا عمل کیا جس نے میرے ساتھ غیر کو حصہ دار بنایا تو میں اس صاحب عمل اور اس عمل دونوں کو ہی چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم، کتاب الزہد، باب تحریم الریا، بخاری، کتاب الزکوۃ)

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ
وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کو مار ڈالنا (ان کی نگاہ میں) خوش نما کر دکھایا ہے تا کہ وہ انہیں برباد کر ڈالیں اور ان کے (بچے کھچے) دین کو (بھی) ان پر مشتبہ کر دیں، اور اگر اللہ (انہیں جبراً روکنا) چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے پس آپ انہیں اور جو افترا پردازی وہ کر رہے ہیں (اسے نظر انداز کرتے ہوئے) چھوڑ دیجئے۔

اولاد کے قتل ان کیلئے مزین ہو جانے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ " كَمَا زُيِّنَ لَهُمْ مَا ذُكِرَ "زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ " بِالْوَاْدِ "شُرَكَآؤُهُمْ" مِنَ الْجِنّ بِالرَّفْعِ فَاعِل زُيِّنَ وَفِيْ قِرَاءَة بِبِنَائِهِ لِلْمَفْعُولِ وَرَفْع قَتْل وَنَصْب الْاَوْلَاد بِهِ وَجَرّ شُرَكَائِهِمْ بِاِضَافَتِهِ وَفِيْهِ الْفَصْل بَيْنَ الْمُضَاف وَالْمُضَاف اِلَيْهِ بِالْمَفْعُولِ . وَلَا يَضُرّ . وَاِضَافَة الْقَتْل اِلَى الشُّرَكَاء لِاَمْرِهِمْ بِهِ "لِيُرْدُوْهُمْ" يُهْلِكُوْهُمْ "وَلِيَلْبِسُوا" يَخْلِطُوا،عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ،

اور اسی طرح جس طرح ان کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کو مار ڈالنا، ان کی نگاہ میں خوش نما کر دکھایا ہے، جن زین فعل کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جبکہ ایک قرأت میں مجہول ہونے کے سبب اور قتل مرفوع جبکہ اولاد منصوب جبکہ شرکاء کی طرف اضافت کے سبب مجرور اور یہاں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مفعول کا فصل ہے جو نقصان دہ نہیں ہے۔ اور قتل کی اضافت ان کے شرکاء کی طرف اس لئے ہے کیونکہ وہ انہیں حکم دیتے تھے۔ تا کہ وہ انہیں برباد کر ڈالیں اور ان کے بقیہ دین کو بھی ان پر مشتبہ کر دیں، اور اگر اللہ انہیں جبراً روکنا چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے پس آپ انہیں اور جو افترا پردازی وہ کر رہے ہیں۔ اسے نظر انداز کرتے ہوئے چھوڑ دیجئے۔

شیطان کی مختلف چالوں کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دین پر تھے شیاطین نے ان کو اغوا کر کے ان گمراہیوں میں ڈالا تا کہ انہیں دین اسماعیل علیہ السلام سے منحرف کرے۔

اسی طرح انہیں شیطان نے اس راہ پر بھی لگا رکھا ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو بیوجہ قتل کر دیں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسے کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بنا پر ہم کسی کے خسر بنیں گے وغیرہ۔ اس شیطانی حرکت کا نتیجہ ہلاکت اور دین کی الجھن ہے۔ یہاں تک کہ یہ بدترین طریقہ ان میں پھیل گیا تھا کہ لڑکی کے ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی تھی ان کے منہ سے یہ نکلتا نہ تھا کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی، قرآن نے فرمایا کہ ان بے گناہ زندہ درگور کی ہوئی بچیوں سے قیامت کے دن سوال ہو گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کر دی گئیں پس یہ سب وسوسے شیطانی تھے لیکن یہ یاد رہے کہ رب کا ارادہ اور اختیار اس سے الگ نہ تھا اگر وہ چاہتا تو مشرک ایسا نہ کر سکتے۔ لیکن اس میں بھی اس کی حکمت ہے، اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اس کی باز پرس سے کوئی بچ

نہیں سکتا۔ پس اے نبی تو ان سے اور ان کی اس افتراپردازی سے علیحدگی اختیار کر لو اللہ خود ان سے نمٹ لے گا۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا
وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝
اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال کے
مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن پر سواری حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر جھوٹ
باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔

مشرکین کی خودساختہ جانوروں کی حرمت کا بیان

"وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَام وَحَرْث حِجْر " حَرَام "لَا يَطْعَمهَا اِلَّا مَنْ نَشَاء " مِنْ خَدَمَة الْاَوْثَان وَغَيْرِهِمْ "بِزَعْمِهِمْ" اَيْ لَا حُجَّة لَهُمْ فِيْهِ "وَاَنْعَام حُرِّمَتْ ظُهُورهَا " فَلَا تُرْكَب كَالسَّوَائِبِ وَالْحَوَامِي "وَاَنْعَام لَا يَذْكُرُوْنَ اسْم اللّٰه عَلَيْهَا" عِنْد ذَبْحهَا بَلْ يَذْكُرُوْنَ اسْم اَصْنَامهمْ وَنَسَبُوا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰه "افْتِرَاء عَلَيْهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" عَلَيْهِ،

اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، یعنی جو بتوں وغیرہ خدمتگار ہیں۔ اور ان کیلئے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن پر سواری حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، بلکہ اپنے بتوں کا نام لیتے اور اس کو اللہ طرف منسوب کر کے جھوٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔

اس میں ان کی جاہلی شریعت اور اباطیل کی تین صورتیں اور بیان فرمائی ہیں۔ حِجرٌ (بمعنی منع) اگرچہ مصدر ہے لیکن مفعول یعنی مَحْجُوْر (ممنوع) کے معنی ہیں یہ پہلی صورت ہے کہ جانور یا فلاں کھیت کی پیداوار، ان کا استعمال ممنوع ہے۔ اسے صرف وہی کھائے گا جسے ہم اجازت دیں گے۔ یہ اجازت بتوں کے خادم اور مجاورین کے لئے ہوتی ہے۔

یہ دوسری صورت ہے کہ مختلف قسم کے جانوروں کو اپنے بتوں کے نام آزاد چھوڑ دیتے ہیں جن سے وہ بار برداری یا سواری کا کام نہ لیتے جیسے تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

یہ تیسری صورت ہے کہ وہ ذبح کرتے وقت صرف اپنے بتوں کا نام لیتے ہیں، اللہ کا نام نہ لیتے، بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جانوروں پر بیٹھ کر وہ حج کے لئے نہ جاتے۔ بہرحال یہ ساری صورتیں گھڑی ہوئی تو ان کی اپنی تھیں لیکن اللہ پر افترا باندھتے یعنی یہ باور کراتے کہ اللہ کے حکم سے ہی سب کچھ کر رہے ہیں۔

وَ قَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ○

اور کہتے ہیں کہ جو ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ ہمارے مَردوں کے لئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام کر دیا گیا ہے، اور اگر وہ مرا ہوا ہو، تو وہ (مرد اور عورتیں) سب اس میں شریک ہوتے ہیں، عنقریب وہ انہیں ان کی باتوں کی سزا دے گا، بیشک وہ بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔

سوائب و بحائر کی حلت کو مردوں سے خاص کرنے کا بیان

"وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَام" الْمُحَرَّمَة وَهِیَ السَّوَائِب وَالْبَحَائِر "خَالِصَةٌ" حَلَال "لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا" اَیْ النِّسَاء "وَاِنْ تَكُنْ مَّیْتَةً" بِالرَّفْعِ وَالنَّصْب مَعَ تَاْنِیث الْفِعْل وَتَذْكِیره "فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَاء سَیَجْزِیْهِمْ" اللّٰه . "وَصْفَهُمْ" ذٰلِكَ بِالتَّحْلِیْلِ وَالتَّحْرِیم اَیْ جَزَاءَهُ "اِنَّهٗ حَكِیْم" فِیْ صُنْعه "عَلِیْم" بِخَلْقِهٖ

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ ان حرام کردہ چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ سوائب و بحائر ہیں۔ وہ ہمارے مَردوں کے لئے مخصوص یعنی ان کیلئے حلال ہیں اور ہماری عورتوں پر حرام کر دیا گیا ہے، اور اگر وہ بچہ مرا ہوا پیدا ہو، میتة رفع اور فعل تکن کی تانیث وتذکیر کے ساتھ منصوب بھی ہے، تو وہ مرد اور عورتیں سب اس میں شریک ہوتے ہیں، عنقریب وہ انہیں ان کی من گھڑت حلت وحرمت کی سزا انہیں دے گا، بیشک وہ اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا، اپنی مخلوق میں خوب جاننے والا ہے۔

جانوروں کا گوشت کھانے سے متعلق مشرکین کے رسم ورواج کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جن چوپایوں کو وہ اپنے معبودان باطل کے نام کر دیتے تھے ان کا دودھ صرف مرد پیتے تھے جب انہیں بچہ ہوتا تو اگر نر ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے اگر مادہ ہوتا تو اسے ذبح ہی نہ کرتے اور اگر پیٹ ہی سے مردہ نکلتا تو مرد عورت سب کھاتے اللہ نے اس فعل سے بھی روکا۔

شعبی کا قول ہے کہ بحیرہ کا دودھ صرف مرد پیتے اور اگر وہ مر جاتا تو گوشت مرد عورت سب کھاتے۔ ان کی ان جھوٹی باتوں کا بدلہ اللہ انہیں دے گا کیونکہ یہ سب ان کا جھوٹ اللہ پر باندھا ہوا تھا، فلاح ونجات اسی لئے ان سے دور کر دی گئی تھی۔ یہ اپنی مرضی سے کسی کو حلال کسی کو حرام کر لیتے تھے پھر اسے رب کی طرف منسوب کر دیتے تھے اللہ جیسے حکیم کا کوئی فعل کوئی قول کوئی شرع کوئی تقدیر بے حکمت نہیں تھی وہ اپنے بندوں کے خیر وشر سے دانا ہے اور انہیں بدلے دینے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام، بیروت)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۝

بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرالیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہوگئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

جہالت کے سبب اپنی اولاد کو قتل کرنے کا بیان

"قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "اَوْلَادهمْ" بِالْوَاْدِ "سَفَهًا" جَهْلًا "بِغَيْرِ عِلْم وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمْ اللّه" مِمَّا ذُكِرَ، افْتِرَاءً عَلَى اللّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ،

بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا۔ یہاں پر قتلوا تخفیف وتشدید کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرالیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہوگئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

سورہ انعام آیت ۱۴۰ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی لڑکیوں کو نہایت سنگ دلی اور بیرحمی کے ساتھ زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، ربیعہ ومضر وغیرہ قبائل میں اس کا بہت رواج تھا اور جاہلیت کے بعض لوگ لڑکوں کو بھی قتل کرتے تھے اور بے رحمی کا یہ عالم تھا کہ کتوں کی پرورش کرتے اور اولاد کو قتل کرتے تھے، ان کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ تباہ ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی ہے، اپنی نسل مٹتی ہے، یہ دنیا کا خسارہ ہے، گھر کی تباہی ہے اور آخرت میں اس پر عذاب عظیم ہے تو یہ عمل دنیا اور آخرت میں تباہی کا باعث ہوا اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کرلینا اور اولاد جیسی عزیز اور پیاری چیز کے ساتھ اس قسم کی سفا کی اور بیدردی گوارا کرنا انتہا درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تو اسلام سے پہلے کے عربوں کی بدخصلتی معلوم کرنا چاہے تو سورۃ انعام کی ایک سوتیس آیات کے بعد آیت (قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ، الانعام:31) والی روایت پڑھو۔
(صحیح بخاری کتاب مناقب قریش)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۝

اور وہی ہے جس نے برداشتہ اور غیر برداشتہ (یعنی بیلوں کے ذریعے اوپر چڑھائے گئے اور بغیر اوپر چڑھائے گئے) باغات پیدا
فرمائے اور کھجور (کے درخت) اور زراعت جس کے پھل گوناگوں ہیں اور زیتون اور انار (جو شکل میں) ایک دوسرے سے ملتے
جلتے ہیں اور (ذائقہ میں) جداگانہ ہیں (بھی پیدا کیے)۔ جب (یہ درخت) پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھایا (بھی) کرو اور اس
(کھیتی اور پھل) کے کٹنے کے دن اس کا (اللہ کی طرف سے مقرر کردہ) حق (بھی) ادا کر دیا کرو اور فضول خرچی نہ کیا کرو،
بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کھیتی کی کٹائی کے موقع پر خرچ کرنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ" خَلَقَ "جَنَّات" بَسَاتِیْن "مَعْرُوشَات" مَبْسُوطَات عَلَى الْاَرْض كَالْبِطِّيخ "وَغَيْر مَعْرُوْشَات" بِاَنْ ارْتَفَعَتْ عَلٰى سَاق كَالنَّخْلِ "وَالنَّخْل وَالزَّرْع مُخْتَلِفًا اُكُله" اَنْشَاَ ثَمَره وَحَبّه فِي الْهَيْئَة وَالطَّعْم "وَالزَّيْتُوْن وَالرُّمَّان مُتَشَابِهًا" وَرَقهمَا حَال "وَغَيْر مُتَشَابِه" طَعْمهمَا "كُلُوْا مِنْ ثَمَره اِذَا اَثْمَرَ" قَبْل النَّضْج "وَ اٰتُوْا حَقّه" زَكَاته "يَوْم حَصَاده" بِالْفَتْحِ وَالْكَسْر مِنْ الْعُشْر اَوْ نِصْفه "وَلَا تُسْرِفُوْا" بِاِعْطَاءِ كُلّه فَلَا يَبْقَى لِعِيَالِكُمْ شَيْء "اِنَّهٗ لَا يُحِبّ الْمُسْرِفِيْنَ" الْمُتَجَاوِزِيْنَ مَا حُدَّ لَهُمْ،

اور وہی ہے جس نے برداشتہ اور غیر برداشتہ یعنی بیلوں کے ذریعے اوپر چڑھائے گئے اور بغیر اوپر چڑھائے گئے باغات پیدا فرمائے جس طرح خربوزہ ہے اور اور جو تنے دار ہیں جیسے کھجور کے درخت اور زراعت جس کے پھل، دانے، شکل اور ذائقہ کھانے میں مختلف ہے۔ اور زیتون اور انار جو شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں متشابھا حال ہے یعنی ان کے پتے ملتے جلتے ہیں۔ اور ذائقہ میں جداگانہ ہیں۔ جب یہ درخت پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھایا کرو اور پھلوں کو پکنے کے بعد کھایا کرو اور اس کھیتی اور پھل کے کٹنے کے دن اس کا اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حق بھی ادا کر دیا کرو۔ حصاد فتح اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی عشر یا نصف عشر دیا کرو۔ اور فضول خرچی نہ کیا کرو، کہ کہیں تمہارے گھر والوں کیلئے کچھ بھی نہ بچ سکے۔ بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی ان کیلئے جو حد مقرر ہے اس سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

سورہ انعام آیت ۱۴۱ کے شان نزول کا بیان

ابو عالیہ سے روایت ہے کہ لوگ زکوۃ کے علاوہ کچھ مال (فقراء کو) یاد کرتے تھے پھر وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں حد سے زیادہ خرچ کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے کھجور کے درخت سے پھل توڑا، اور لوگوں کو اتنا کھلایا کہ شام کے وقت ان کے پاس کچھ نہ بچا۔ (سیوطی 121 طبری 8_45، قرطبی 7_110)

میانہ روی سے خرچ کرنے کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اولاد آدم! جو مال تمہاری حاجت وضرورت سے زائد ہو اسے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا تمہارے لئے دنیا وآخرت میں بہتر ہے۔

اور اسے روکے رکھنا یعنی خرچ نہ کرنا اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کے نزدیک بھی تمہارے لئے برا ہے، بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے اور جو مال تمہاری حاجت سے زائد ہو اسے خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے اہل وعیال سے ابتداء کرو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 361)

حلت وحرمت کا حق شارع کیلئے ہونے کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ خالق کل اللہ تعالیٰ ہی ہے کھیتیاں پھل چوپائے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کریں۔ درخت بعض تو بیل والے ہیں جیسے انگور وغیرہ کہ وہ محفوظ ہوتے ہیں بعض کھڑے جو جنگلوں اور پہاڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں۔ دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقے کے لحاظ سے الگ الگ۔ انگور کھجور یہ درخت تمہیں دیتے ہیں کہ تم کھاؤ مزہ اٹھاؤ لطف پاؤ۔ اس کا حق اس کے کٹنے اور ناپ تول ہونے کے دن ہی دو یعنی فرض زکوۃ جو اس میں مقرر ہو وہ ادا کردو۔ پہلے لوگ کچھ نہیں دیتے تھے شریعت نے دسواں حصہ مقرر کیا اور ویسے بھی مسکینوں اور بھوکوں کا خیال رکھنا۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمان صادر فرمایا تھا کہ جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں وہ چند خوشے مسجد میں لاکر لٹکا دے تاکہ مساکین کھالیں۔ یہ بھی مراد ہے کہ زکوۃ کے سوا اور کچھ سلوک بھی اپنی کھیتیوں باڑیوں اور باغات کے پھلوں سے اللہ کے بندوں کے ساتھ کرتے رہو، مثلاً پھل توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت عموماً مفلس لوگ پہنچ جایا کرتے ہیں انہیں کچھ چھوڑ دو تاکہ مسکینوں کے کام آئے۔ ان کے جانوروں کا چارہ ہو، زکوۃ سے پہلے بھی حقداروں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہا کرو، پہلے تو یہ بطور وجوب تھا لیکن زکوۃ کی فرضیت کے بعد بطور نفل رہ گیا زکوۃ اس میں عشر یا نصف عشر مقرر کردی گئی لیکن اس سے فسخ نہ سمجھا جائے۔ پہلے کچھ دینا رہوتا تھا پھر مقدار مقرر کردی گئی زکوۃ کی مقدار سنہ ۲ ہجری میں مقرر ہوئی۔

فقراء سے بچا کر کھیتی کاٹنے والوں کے کھیتوں کی ہلاکت کا بیان

کھیتی کاٹتے وقت اور پھل اتارتے وقت صدقہ نہ دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی سورۃ کہف، میں ان کا قصہ بیان فرمایا کہ ان باغ والوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی آج کے پھل ہم اتارلیں گے اس پر انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا یہ ابھی رات کو بیخبری کی نیند میں ہی تھے وہاں آفت ناگہانی آگئی اور سارا باغ ایسا ہو گیا گویا پھل توڑ لیا گیا ہے بلکہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا ہے یہ صبح کو اٹھ کر ایک دوسرے کو جگا کر پوشیدہ طور سے چپ چاپ چلے کہ ایسا نہ ہو حسب عادت فقیر مسکین جمع ہو جائیں اور انہیں کچھ دینا پڑے یہ اپنے دلوں میں یہی سوچتے ہوئے کہ ابھی پھل توڑ لائیں گے بڑے اہتمام کے ساتھ صبح سویرے ہی وہاں پہنچے

۴۹

تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارا باغ تو خاک بنا ہوا ہے اولاً تو کہنے لگے بھئی ہم راستہ بھول گئے کسی اور جگہ آ گئے ہمارا باغ تو شام تک لہلہا رہا تھا پھر کہنے لگا نہیں باغ تو یہی ہے ہماری قسمت پھوٹ گئی ہم محروم ہو گئے۔ اس وقت ان میں جو باخبر شخص تھا کہنے لگا دیکھو میں تم سے نہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر کرو اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ اب تو سب کے سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہم نے ظلم کیا پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہائے ہماری بدبختی کہ ہم سرکش اور حد سے گذر جانے والے بن گئے تھے۔ ہمیں اب بھی اللہ عزوجل سے امید ہے کہ وہ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا ہم اب صرف اپنے رب سے امید رکھتے ہیں۔ ناشکری کرنے اور تنہا خوری پسند کرنے والوں پر اسی طرح ہمارے عذاب آیا کرتے ہیں اور بھی آخرت کے بڑے عذاب باقی ہیں لیکن افسوس کہ یہ سمجھ بوجھ اور علم و عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔ یہاں اس آیت میں صدقہ دینے کا حکم فرما کر خاتمے پر فرمایا کہ فضول خرچی سے بچو فضول خرچ اللہ کا دوست نہیں۔ اپنی اوقات سے زیادہ نہ لٹا فخر دریا کے طور پر اپنا مال برباد نہ کرو۔

حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے اپنے کھجوروں کے باغ سے کھجوریں اتاریں اور عہد کر لیا کہ آج جو لینے آئے گا میں اسے دوں گا لوگ ٹوٹ پڑے شام کو ان کے پاس ایک کھجور بھی نہ رہی۔ اس پر یہ فرمان اترا۔ ہر چیز میں اسراف منع ہے، اللہ کے حکم سے تجاوز کر جانے کا نام اسراف ہے خواہ وہ کسی بارے میں ہو۔ اپنا سارا ہی مال لٹا کر فقیر ہو کر دوسروں پر اپنا انبار ڈال دینا بھی اسراف ہے اور منع ہے، یہ بھی مطلب ہے کہ صدقہ نہ روکو جس سے اللہ کے نافرمان بن جاؤ یہ بھی اسراف ہے گو یہ مطلب اس آیت کے ہیں لیکن بظاہر الفاظ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے تو اسراف اپنے کھانے پینے میں کرنے کی ممانعت یہاں ہے کیونکہ اس سے عقل میں اور بدن میں ضرر پہنچتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝
اور (اس نے) بار برداری کرنے والے (بلند قامت) چوپائے اور زمین پر بچھنے والے (مویشی پیدا فرمائے)، تم اس (رزق) میں سے (بھی بطریق ذبح) کھایا کرو جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے اور شیطان کے راستوں پر نہ چلا کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

جانوروں کے قد وقامت کے اختلاف میں فوائد انسانی کا بیان

"وَ" اَنْشَاَ "مِنَ الْاَنْعَام حَمُوْلَة" صَالِحَة لِلْحَمْلِ عَلَيْهَا كَالْاِبِلِ الْكِبَار "وَفَرْشًا" لَا تَصْلُح لَهُ كَالْاِبِلِ الصِّغَار وَالْغَنَم سُمِّيَتْ فُرُشًا لِاَنَّهَا كَالْفُرُشِ لِلْاَرْضِ لِدُنُوِّهَا مِنْهَا "كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰه وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَات الشَّيْطَان" طَرَائِقه مِنْ التَّحْرِيم وَالتَّحْلِيل "اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة،

اور اس نے بار برداری کرنے والے بلند قامت چوپائے جس طرح بڑے اونٹ ہیں۔ اور زمین پر بچھنے والے بچھنے والے مویشی پیدا فرمائے جس طرح چھوٹے اونٹ اور بکریاں ہیں ان کا نام فرش اس لئے رکھا گیا ہے، کیونکہ زمین کے قریب ہوتے ہیں

تم اس رزق میں سے کھایا کرو جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے اور شیطان کے راستوں پر نہ چلا کرو، یعنی اس کی حلت وحرمت کے راستوں پر نہ چلو، بیشک عداوت میں وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

دودھ اور سواری وغیرہ کے کام آنے والے جانوروں کا بیان

اسی اللہ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونے والے ہیں جیسے اونٹ گھوڑے خچر گدھے وغیرہ اور بعض پستہ قد ہیں جیسے بکری وغیرہ، انہیں (فرش) اس لئے کہا گیا کہ یہ قد وقامت میں پست ہوتے ہیں زمین سے ملے رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (حمولہ) سے مراد سواری کے جانور اور (فرشا) سے مراد جن کا دودھ پیا جاتا ہے اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جو سواری کے قابل نہیں ان کے بالوں سے لحاف اور فرش تیار ہوتے ہیں۔ یہ قول حضرت سدی کا ہے اور بہت ہی مناسب ہے خود قرآن کی سورۃ یاسین میں موجود ہے کہ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی؟ کہ ہم نے ان کے لئے چوپائے پیدا کر دیئے ہیں جو ہمارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں اور اب یہ ان کے مالک بن بیٹھے ہیں ہم نے ہی تو انہیں ان کے بس میں کر دیا ہے کہ بعض سوریاں کر رہے ہیں اور بعض کو یہ کھانے کے کام میں لاتے ہیں اور آیت میں ہے آیت (وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ النحل:66) مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں ان چوپایوں کا دودھ پلاتے ہیں اور ان کے بال اون وغیرہ سے تمہارے اوڑھنے بچھونے اور طرح طرح کے فائدے اٹھانے کی چیزیں بناتے ہیں اور جگہ ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے جانور پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواریاں کرو انہیں کھاؤ اور بھی فائدے اٹھاؤ ان پر اپنے سفر طے کر کے اپنے کام پورے کرو اسی نے تمہاری سواری کیلئے کشتیاں بنا دیں وہ تمہیں اپنی بیشمار نشانیاں دکھا رہا ہے بتاؤ تو کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِىْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
آٹھ جوڑے پیدا کئے دو (نر و مادہ) بھیڑ سے اور دو (نر و مادہ) بکری سے۔ (آپ ان سے) فرما دیجئے: کیا اس نے دونوں نر حرام
کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ (بچہ) جو دونوں ماداؤں کے رحموں میں موجود ہے؟ مجھے علم و دانش کے ساتھ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

جانوروں کے معروف آٹھ جوڑوں کا بیان

"ثَمَانِيَة اَزْوَاج" اَصْنَاف بَدَل مِنْ حَمُولَة وَفُرُشًا "مِنْ الضَّأْن" زَوْجَيْنِ "اثْنَيْنِ" ذَكَر وَاُنْثٰى "وَمِنْ الْمَعْز" بِالْفَتْحِ وَالسُّكُون "اثْنَيْنِ قُلْ" يَا مُحَمَّد لِمَنْ حَرَّمَ ذُكُور الْاَنْعَام تَارَة وَاِنَاثهمْ اُخْرٰى وَنَسَبَ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰه "آلذَّكَرَيْنِ" مِنْ الضَّأْن وَالْمَعْز "حَرَّمَ" اللّٰه عَلَيْكُمْ "اَمْ الْاُنْثَيَيْنِ" مِنْهُمَا "اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَام الْاُنْثَيَيْنِ" ذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰى "نَبِّئُوْنِي بِعِلْمٍ" عَنْ كَيْفِيَّة تَحْرِيم ذٰلِكَ "اِنْ

کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ" فِیْهِ الْمَعْنٰی مِنْ اَیْنَ جَاءَ التَّحْرِیم ؟ فَاِنْ کَانَ مِنْ قِبَلِ الذُّکُورَۃ فَجَمِیْعِ الذُّکُور حَرَام اَوْ الْاُنُوثَة فَجَمِیْعِ الْاِنَاث اَوْ اشْتِمَال الرَّحِم فَالزَّوْجَانِ فَمِنْ اَیْنَ التَّخْصِیص ؟ وَالِاسْتِفْهَام لِلْاِنْکَارِ،

اس نے آٹھ قسم جوڑے پیدا کئے دو نر و مادہ بھیڑ سے اور دو نر و مادہ بکری سے۔ یہاں پر" ثَمَانِیَةَ اَزْوَاجٍ" یہ" حَمُولَةً وَفَرْشًا" سے بدل ہے۔ اور معز یہ عین کے فتحہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے، یا محمد ﷺ آپ ان سے فرمادیجئے، کیا اس نے دونوں نر یعنی جو مذکر ہیں وہ حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ جو مؤنث ہیں وہ حرام ہیں یا وہ بچے جو دونوں ماداؤں کے رحموں میں موجود ہے؟ مجھے علم و دانش کے ساتھ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ یعنی ان کی حرمت کی دلیل کہاں سے آئی؟ اگر مذکر ہونے کا اعتبار ہے تو سب مذکر حرام ہو نے چاہیے اور اگر مونث کا اعتبار تو بھی سب حرام ہو جائیں۔ یا جو کچھ رحم میں جوڑا ہے لہٰذا یہ تخصیص کیسے آ گئی؟ اور یہاں استفہام انکاری ہے۔

اس نے تمہارے لئے آٹھ قسم کے مویشی پیدا کئے ہیں۔ بچوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان میں بھی کبھی وہ مردوں کیلئے مخصوص کر کے عورتوں پر حرام کر دیتے تھے پھر ان سے ہی سوال ہوتا ہے کہ آخر اس حرمت کی کوئی دلیل کوئی کیفیت کوئی وجہ تو پیش کرو۔ چار قسم کے جانور اور مادہ اور نر ملا کر آٹھ قسم کے ہو گئے، ان سب کو اللہ نے حلال کیا ہے کیا تو اپنی دیکھی سنی کہہ رہے ہو؟ اس فرمان الٰہی کے وقت تم موجود تھے؟ کیوں جھوٹ کہہ کر افترا پردازی کر کے بغیر علم کے باتیں بنا کر اللہ کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو؟ اگر یہی حال رہا تو دستور ربانی کے ماتحت ہدایت الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے۔ سب سے پہلے یہ ناپاک رسم عمرو بن لحی بن قمعہ خبیث نے نکالی تھی اسی نے انبیاء کے دین کو سب سے پہلے بدلا تھا۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ط قُلْ ءٰٓالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ
اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ط اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰکُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ج فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی
عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ o
اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا، تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے
ہیں کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگوں کو
اپنی جہالت سے گمراہ کرے، بیشک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

کفار مکہ نے جاہلیت کے رواج میں جانوروں کی حلت وحرمت کو تقسیم کر دیا

"وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ قُلْ الذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمْ الْاُنْثَیَیْنِ اَمْ مَا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَام الْاُنْثَیَیْنِ اَمْ" بَلْ "کُنْتُمْ شُهَدَاءَ" حُضُورًا "اِذْ وَصَّاکُمْ اللّٰه بِهٰذَا" التَّحْرِیم فَاعْتَمَدْتُمْ ذٰلِكَ ! لَا بَلْ

اَنْتُمْ كَاذِبُوْنَ فِيْهِ "فَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَم مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا" بِذٰلِكَ،لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا،تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں اس حرمت کا حکم دیا تو تم نے اس پر اعتماد کیا۔نہیں بلکہ تم اس میں جھوٹے ہو،تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے،یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے۔کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے،بیشک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

کفار کی خودساختہ حرمت کے باطل ہونے کا بیان

اس آیت میں اہل جاہلیت کو توبیخ کی گئی جو اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام ٹھہرالیا کرتے تھے جن کا ذکر اوپر کی آیات میں آچکا ہے،جب اسلام میں احکام کا بیان ہوا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدال کیا اور ان کا خطیب مالک بن عوف جشمی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے سُنا ہے آپ ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں حضور نے فرمایا تم نے بغیر کسی اصل کے چند قسمیں چوپایوں کی حرام کرلیں اور اللہ تعالیٰ نے آٹھ نَر و مادہ اپنے بندوں کے کھانے اور ان کے نفع اٹھانے کے لئے پیدا کئے،تم نے کہاں سے انہیں حرام کیا،ان میں حُرمت نَر کی طرف سے آئی یا مادہ کی طرف سے؟ مالک بن عوف یہ سن کر ساکت اور متحیر رہ گیا اور کچھ نہ بول سکا،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بولتا کیوں نہیں،کہنے لگا آپ فرمایئے میں سنوں گا سبحان اللہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی قوت اور زور نے اہل جاہلیت کے خطیب کو ساکت وحیران کردیا اور وہ بول ہی کیا سکتا تھا،اگر کہتا کہ نَر کی طرف سے حُرمت آئی تو لازم ہوتا کہ تمام نَر حرام ہوں،اگر کہتا کہ مادہ کی طرف سے تو ضروری ہوتا کہ ہر ایک مادہ حرام ہو اور اگر کہتا جو پیٹ میں ہے وہ حرام ہے تو پھر سب ہی حرام ہوجاتے کیونکہ جو پیٹ میں رہتا ہے وہ نَر ہوتا ہے یا مادہ۔وہ جو تخصیص قائم کرتے تھے اور بعض کو حلال اور بعض کو حرام قرار دیتے تھے اس حجت نے ان کے اس دعویٰ تحریم کو باطل کردیا علاوہ بریں ان سے یہ دریافت کرنا کہ اللہ نے نر حرام کئے ہیں یا مادہ یا ان کے بچے،یہ منکرِ نبوت مخالف کو اِقرارِ نبوت پر مجبور کرتا تھا کیونکہ جب تک نبوت کا واسطہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کا کسی چیز کو حرام فرمانا کیسے جانا جاسکتا ہے چنانچہ اگلے جملہ نے اس کو صاف کیا ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا
مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ
غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا بد جانور کا گوشت وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت پکارا گیا تو جو نا چار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حلت وحرمت کے معیار کیلئے وحی کے ہونے کا بیان

"قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ" شَیْئًا "مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ" بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ "مَیْتَةً" بِالنَّصْبِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ مَعَ التَّحْتَانِیَّةِ "اَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا" سَائِلًا بِخِلَافِ غَیْرِهٖ كَالْكَبِدِ وَالطِّحَالِ "اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ" حَرَامٌ "اَوْ" اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ "فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ" اَیْ ذُبِحَ عَلٰی اسْمِ غَیْرِهٖ "فَمَنِ اضْطُرَّ" اِلٰی شَیْءٍ مِمَّا ذُكِرَ فَاَكَلَهٗ "غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ" لَهٗ مَا اَكَلَ "رَحِیْمٌ" بِهٖ وَیُلْحَقُ بِمَا ذُكِرَ بِالسُّنَّةِ كُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَمِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں کہ میں اس میں کوئی چیز بھی نہیں پاتا کہ اس میں جو میری طرف وحی ہوئی ہے کہ کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ، یکون یاء اور تاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔اور میتہ یہ منصوب ہے اور ایک قرأت میں تحتانیہ کے ساتھ مرفوع ہے مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یعنی بہنے والا خون بہ خلاف اس کے جس طرح جگر اور تلی ہے یا خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ سراسر نجس ہے۔یا بد جانور کا گوشت وہ نجاست یعنی حرام ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا تو جو نا چار ہوا یعنی اس کو مذکورہ چیز کے کھانے کی طرف مجبور کیا جائے۔نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ اس کے کھانے میں ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ اس کے کھانے والے کو بخشنے والا، اس کے ساتھ مہربان ہے۔اور حدیث مبارکہ میں ذکر کردہ یہ قانون بھی اسی حکم کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔کہ ہر کچلیوں والا درندہ اور ہر ذی مخلب پرندہ حرام ہے۔

حلت وحرمت کا اختیار شارع کیلئے خاص ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان کافروں سے جو اللہ کے حلال کو اپنی طرف سے حرام کرتے ہیں فرمادیں کہ جو وحی الٰہی میرے پاس آئی ہے اس میں تو حرام صرف ان چیزوں کو کیا گیا ہے، جو میں تمہیں سناتا ہوں، اس میں وہ چیزیں حرمت والی نہیں، جن کی حرمت کو تم رائج کر رہے ہو، کسی کھانے والے پر حیوانوں میں سے سوا ان جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں کوئی بھی حرام نہیں۔

بعض لوگ اسے نسخ کہتے ہیں اور اکثر متاخرین اسے نسخ نہیں کہتے کیونکہ اس میں تو اصلی مباح کو اٹھا دینا ہے۔خون وہ حرام ہے جو بوقت ذبح بہ جاتا ہے، رگوں میں اور گوشت میں جو خون مخلوط ہو وہ حرام نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گدھوں اور درندوں کا گوشت اور ہنڈیا کے اوپر جو خون کی سرخی آجائے، اس میں کوئی حرج نہیں

جانتی تھیں۔ عمرو بن دینار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقعہ پر پالتو گدھوں کا کھانا حرام کر دیا ہے، آپ نے فرمایا، ہاں حکم بن عمر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کرتے ہیں لیکن حضرت ابن عباس اس کا انکار کرتے ہیں اور آیت (قل لا اجد) تلاوت کرتے ہیں۔

ابن عباس کا فرمان ہے کہ اہل جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے بعض کو بوجہ طبعی کراہیت کے چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا، اپنی کتاب اتاری، حلال حرام کی تفصیل کر دی، پس جسے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جس سے خاموش رہے وہ معاف ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت (قل لا اجد) کی تلاوت کی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ کی بکری مر گئی، جب حضور ﷺ سے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ جواب دیا کہ کیا مردہ بکری کی کھال اتار لینی جائز ہے؟ آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا کہ "اس کا صرف کھانا حرام ہے، لیکن تم اسے دباغت دے کر نفع حاصل کر سکتے ہوں"۔ چنانچہ انہوں نے آدمی بھیج کر کھال اتر والی اور اس کی مشک بنوائی جو ان کے پاس مدتوں رہی اور کام آئی۔ (بخاری وغیرہ)

حضرت ابن عمر سے قنفذ (یعنی خار پشت جسے اردو میں ساہی بھی کہتے ہیں) کے کھانے کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے یہی آیت پڑھی اس پر ایک بزرگ نے فرمایا میں نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تھا تو آپ نے فرمایا وہ خبیثوں میں سے ایک خبیث ہے اسے سن کر حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر حضور نے یہ فرمایا ہے تو وہ یقیناً ویسی ہی ہے جیسے آپ نے ارشاد فرما دیا (ابوداؤد)

اس کے بعد فرمایا جو شخص ان حرام چیزوں کو کھانے پر مجبور ہو جائے لیکن وہ باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اسے اس کا کھا لینا جائز ہے اللہ اسے بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

یہاں تو مشرکوں کے اس فعل کی تردید منظور ہے جو انہوں نے اللہ کے حلال کو حرام کر دیا تھا اب بتا دیا گیا کہ یہ چیزیں تم پر حرام ہیں اس کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے وہ بھی حرام ہوتیں تو ان کا ذکر بھی آ جاتا۔ پھر تم اپنی طرف سے حلال کیوں مقرر کرتے ہو؟ اس بنا پر پھر اور چیزوں کی حرمت باقی رہتی جیسے کہ گھروں کے پالتو گدھوں کی ممانعت اور درندوں کے گوشت کی اور جنگل والے پرندوں کی جیسے کہ علماء کا مشہور مذہب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا
حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ○
اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو یا
آنت یا ہڈی سے ملی ہو، ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔

یہود پر ذی ظفر جانوروں کی حرمت کا بیان

"وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا " اَىْ الْيَهُوْد "حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُر" وَهُوَ مَا لَمْ تُفَرَّق اَصَابِعه كَالْاِبِلِ وَالنَّعَام "وَمِنْ الْبَقَر وَالْغَنَم حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومهمَا" الثُّرُوب وَشَحْم الْكُلٰى "اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورهمَا" اَىْ مَا عَلِقَ بِهَا مِنْهُ "اَوْ" حَمَلَتْهُ "الْحَوَايَا" الْاَمْعَاء جَمْع حَاوِيَاء اَوْ حَاوِيَة "اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ" مِنْهُ وَهُوَ شَحْم الْاَلْيَة فَاِنَّهُ اُحِلَّ لَهُمْ "ذٰلِكَ " التَّحْرِيم "جَزَيْنَاهُمْ" بِهِ "بِبَغْيِهِمْ" بِسَبَبِ ظُلْمهم بِمَا سَبَقَ فِىْ سُوْرَة النِّسَاء "وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ" فِىْ اَخْبَارنَا وَمَوَاعِيدنَا،

اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اور وہ جانور جس کی انگلیاں مختلف نہ ہوں جس طرح اونٹ، شتر مرغ ہیں اور گائے اور بکری کی اوجھ اور گردے کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو، حوایا کا معنی انتڑی ہے اور اس کی جمع حوایاء ہے یا حاویہ ہے۔ یا ہم نے جو ہڈی اس کے ساتھ ملا دی ہے اور جو ان کی سرین کی چربی تھی وہ ان کیلئے حلال کردی، ہم نے یہ ان کی بغاوت وسرکشی کے سبب ایسا بدلہ دیا جس طرح سورہ نساء میں پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور بیشک ہم اپنی خبر دینے اور وعیدیں سنانے میں ضرور سچے ہیں۔

یہود اپنی سرکشی کے باعث ان چیزوں سے محروم کیے گئے لہٰذا یہ چیزیں ان پر حرام رہیں اور ہماری شریعت میں گائے بکری کی چربی اور اُونٹ اور بط اور شتر مرغ حلال ہیں، اسی پر صحابہ اور تابعین کا اِجماع ہے۔ (تفسیرِ احمدی)

جانوروں کی حلت وحرمت سے متعلق احکام کا بیان

ناخن دار جانور چوپایوں اور پرندوں میں سے وہ ہیں، جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ "جو کھلی انگلیوں والا نہ ہو"۔ ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ ہر ایک جدا انگلیوں والا اور انہی میں سے مرغ ہے۔ قتادہ کا قول ہے "جیسے اونٹ، شتر مرغ اور بہت سے پرند، مچھلیاں، بطخ اور اس جیسے جانور جن کی انگلیاں الگ الگ ہیں۔ ان کا کھانا یہودیوں پر حرام تھا۔ اسی طرح گائے بکری کی چربی بھی ان پر حرام تھی۔

یہود کا مقولہ تھا کہ اسرائیل نے اسے حرام کرلیا تھا، اس لئے ہم بھی اسے حرام کہتے ہیں۔ ہاں جو چربی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو، انتڑیوں کے ساتھ، اوجھڑی کے ساتھ، ہڈی کے ساتھ ہو وہ ان پر حلال تھی، یہ بھی ان کے ظلم، تکبر اور سرکشی کا بدلہ تھا اور ہماری نافرمانی کا انجام، جیسے فرمان ہے آیت (فبظلم من الذين هادوا) یہودیوں کے ظلم وستم اور راہ حق سے روک کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض پاکیزہ چیزیں بھی حرام کردی تھیں اور اس جزا میں ہم عادل ہی تھے اور جیسی خبر ہم نے تجھے اسے نبی دی ہے، وہی سچ اور حق ہے۔ یہودیوں کا یہ کہنا کہ حضرت اسرائیل نے اسے حرام کیا تھا، اس لئے ہم اسے اپنے آپ پر بھی حرام کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سمرہ نے شراب فروشی کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اسے غارت کرے، کیا یہ نہیں جانتا کہ حضور نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا

شروع کر دیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے فتح مکہ والے سال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید وفروخت حرام فرمائی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے چمڑے رنگے جاتے ہیں اور کشتیوں پر چڑھایا جاتا ہے اور چراغ میں جلایا جاتا ہے آپ نے فرمایا وہ بھی حرام ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے، جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ کر اس کی قیمت کھانا شروع کر دی۔ (بخاری مسلم)

ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور تین مرتبہ یہودیوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا! اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ اللہ تعالیٰ جن پر جو چیز حرام کرتا ہے ان پر اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے ایک مرتبہ آپ مسجد حرام میں حطیم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف دیکھ کر ہنسے اور یہی فرمایا۔ (ابوداؤد وابن مردویہ مسند احمد)

حضرت اسامہ بن زید وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں آپ کی عیادت کے لئے گئے اس وقت آپ عدن کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، آپ نے چہرہ سے چادر ہٹا کر فرمایا، اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ بکریوں کی چربی کو حرام مانتے ہوئے اس کی قیمت کھاتے ہیں۔ ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ○
پھر اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو فرما دیجئے کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم قوم سے نہیں ٹالا جائے گا۔

عذاب کے آجانے کے سبب نہ ٹل سکنے کا بیان

"فَاِنْ كَذَّبُوْكَ" فِيْمَا جِئْتَ بِهٖ "فَقُلْ" لَهُمْ "رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَة وَاسِعَة" حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلكُمْ بِالْعُقُوبَةِ وَفِيْهِ تَلَطُّف بِدُعَائِهِمْ اِلَى الْاِيْمَان "وَلَا يُرَدّ بَاْسه" عَذَابه اِذَا جَاءَ،

پھر اگر وہ آپ ﷺ کو اس چیز میں جھٹلائیں جس کے ساتھ آپ آئے تو آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے لہٰذا وہ تمہارے عذاب میں جلدی کرنے والا نہیں ہے۔ اور اس میں ان کو ایمان کی طرف بلانے کا لطف وکرم ہے۔ اور اس کا عذاب جب آجائے گا تو مجرم قوم سے نہیں ٹالا جائے گا۔

اس ساری وضاحت کے باوجود اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں بلکہ آپ کی تکذیب ہی کرتے جائیں تو ان سے کہہ دو کہ اللہ بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے۔ اس لئے وہ سرکشوں اور ہٹ دھرموں کو فوراً نہیں پکڑتا۔ بلکہ ان کو ڈھیل ہی دیئے جاتا ہے۔ اور وہ ایسوں کو بڑی لمبی ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ اپنا پیمانہ اتنا لبریز کر لیں کہ اسکے بعد ان کیلئے کسی عذر ومعذرت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس لئے

وہ تم لوگوں کو بھی ڈھیل دے رہا ہے۔ پس اس سے تم لوگ مغرور نہ ہو جاؤ، کہ ڈھیل بہر حال ڈھیل ہی ہوتی ہے۔ جس نے بالآ خرختم ہو جانا ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار جب وہ ظالموں اور مجرموں کو پکڑنے پر آتا ہے تو اسکی پکڑ بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ اور جب اس کی پکڑ کے ظہور کا وقت آ جاتا ہے، تو پھر وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ پس تم لوگ اس سے بچنے کی فکر کر لو قبل اس سے کہ اسکی فرصت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ اور تم لوگوں کو ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝
جلد ہی مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ (ہی) ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد اور نہ کسی چیز کو (بلا سند) حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ فرما دیجئے: کیا تمہارے پاس کوئی (قابلِ حجت) علم ہے کہ تم اسے ہمارے لئے نکال لاؤ (تو اسے پیش کرو)، تم (علمِ یقینی کو چھوڑ کر) صرف گمان ہی کی پیروی کرتے ہو اور تم محض دروغ گوئی کرتے ہو۔

مشرکین کی حیلہ سازی کا عذاب سے نہ بچانے کا بیان

"سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا " نَحْنُ "وَلَا اٰبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْء " فَإِشْرَاكنَا وَتَحْرِيمنَا بِمَشِيئَتِهِ فَهُوَ رَاضٍ بِهِ "كَذٰلِكَ " كَمَا كَذَّبَ هٰؤُلَاءِ "كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلهمْ " رُسُلهمْ "حَتّٰى ذَاقُوا بَاْسنَا " عَذَابنَا "قُلْ هَلْ عِنْدكُمْ مِنْ عِلْم " بِاَنَّ اللّٰه رَاضٍ بِذٰلِكَ "فَتُخْرِجُوهُ لَنَا " اَيْ لَا عِلْم عِنْدكُمْ "اِنْ" مَا "تَتَّبِعُوْنَ" فِيْ ذٰلِكَ "اِلَّا الظَّنّ وَاِنْ" مَا "اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ" تَكْذِبُوْنَ فِيْهِ،

جلد ہی مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد اور نہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ یعنی ہماری تحریم اس کی مرضی کے مطابق ہے لہٰذا وہ اس سے راضی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے رسولان گرامی کو بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ فرما دیجئے، کیا تمہارے پاس کوئی قابلِ حجت علم ہے کہ اللہ تمہارے اس حکم پر راضی ہے۔ تم اسے ہمارے لئے نکال لاؤ یعنی تو اسے پیش کرو، یعنی تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ تم علمِ یقینی کو چھوڑ کر صرف گمان ہی کی پیروی کرتے ہو اور تم محض دروغ گوئی کرتے ہو۔ یعنی تم اس میں جھوٹے ہو۔

باطل پرستوں کے اعمال کے سبب ہلاکت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میدان عرفہ کے قریب مقام نعمان میں آدم کی اس اولاد سے جو ان کی پشت سے نکلی تھی عہد لیا چنانچہ آدم کی پشت سے ان کی ساری اولاد کو نکالا جن کو (ازل سے

ابد) تک پیدا کرنا تھا اوران سب کو چیونٹیوں کی طرح آدم کے سامنے پھیلا دیا پھر اللہ نے ان سے روبرو گفتگو کی، فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ آدم کی اولاد نے کہا، بیشک آپ ہمارے رب ہیں پھر اللہ نے فرمایا: یہ شہادت میں نے تم سے اس لئے لی ہے کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم اس سے غافل وناواقف تھے یا تم یہ نہ کہہ دو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کی اولاد تھے ہم نے ان کی اطاعت کی تھی، کیا تو باطل پرستوں کے اعمال کے سبب ہلاک کرتا ہے۔"

(مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 117)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم قیامت میں یہ دلیل نہیں دے سکتے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اس لئے ہم بھی انہیں کے ساتھ رہے، یا ہم تو اپنے باپ دادا کے پیروکار اوران کے تابع ہیں انہوں نے جو راستہ اختیار کیا ہوا تھا ہم بھی اسی پر چل رہے تھے لہٰذا اس کفر وشرک کے اصل ذمہ دار ہمارے باپ دادا ہیں جنہوں نے ہمیں اس راستہ پر ڈالا اس اعتبار سے مورد الزام وہ ٹھہر سکتے ہیں، ہم ان کی وجہ سے عذاب ودوزخ کے مستحق نہیں ہوسکتے اس لئے کہ عذاب کے حقیقی مستحق تو وہی لوگ ہیں جو اس راہ کے پیش رو تھے۔ پس اے شرک وکفر کرنے والو! جان لو کہ قیامت کے دن یہ حجت تمہارے لئے کارآمد نہیں ہوسکے گی کیونکہ اسی لئے ہم نے تم سے اپنی توحید کا اقرار پہلے ہی کرالیا ہے اور تم اس پر شہادت دے چکے ہو، نیز اسی عہد واقرار کی توثیق اور اس کی یاد دہانی کے لئے ہر دور میں دنیا کے تمام حصوں اور تمام طبقوں میں انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تا کہ وہ بنی نوع انسان کو اس کا اپنا عہدہ اقرار یاد دلائیں اوران کو صحیح راستہ پر لگائیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ انسان کو مشیت الٰہی کی بات اس وقت یاد آتی ہے جب وہ اللہ کے حقوق کو پامال کر رہا ہو۔ لیکن جب اس کے اپنے حقوق تلف ہورہے ہوں تو وہ کبھی مشیت الٰہی کے عذر کو قبول نہیں کرتا مثلاً کسی کے گھر چوری ہو یا ڈاکہ پڑے تو وہ یہ کبھی نہ کہے گا کہ چونکہ مشیت الٰہی ہی یہ تھی اس لیے چور یا ڈاکو کا کیا قصور ہے؟ لہٰذا اسے کچھ نہ کہنا چاہیے اسے اس وقت وہ اختیار یاد آجاتا ہے جو مجرم نے جرم کرتے وقت استعمال کیا لہٰذا اسے مجرم اور خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا ہے۔ حالانکہ مشیت الٰہی کے اسی ضابطہ کے مطابق اسے اپنے آپ کو مظلوم بھی نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ مشیت الٰہی ہی ایسی تھی۔

تقدیر کا بہانہ بنا کر ترک اعمال کی ممانعت کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ بقیع الغرقد میں ایک جنازے میں شریک تھے کہ ہم لوگوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے، تو ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ نے سر جھکا کر اس چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا، پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اور مخلوق نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ میں اور بدبخت ونیک بخت ہونا لکھ نہ دیا گیا ہو، ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ پھر ہم اپنی تقدیر پر کیوں نہ بھروسہ کرلیں اور کام کرنا چھوڑ دیں؟

... تم میں جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ اہل سعادت کی طرف چلا جائے گا اور ہم میں سے جو بدبختوں میں سے ہوگا

وہ بدبختوں کا سا عمل کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل سعادت نیک بختوں کے عمل میں آسانی دی جائے گی اور اہل شقاوت کو بدبختوں کے اعمال آسان ہوں گے، پھر آپ نے آیت (فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی) 92۔الیل) آخر تک پڑھی، یعنی جس نے دیا اور ڈرا اور نیکیوں کی تصدیق کی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2175)

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○
تم فرماؤ تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے تو وہ چاہتا تو سب کی ہدایت فرماتا۔

اللہ کی طرف سے اتمام حجت ہونے کا بیان

"قُلْ" "اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ حُجَّة "فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَة" التَّامَّة "فَلَوْ شَآءَ" هِدَايَتكُمْ "لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ،

تم ان سے فرماؤ کہ اگر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کی ہدایت فرماتا۔

مشرکین عرب کہتے تھے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے نہ حلال کو حرام ٹھہراتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے یہ افعال اللہ کو پسند ہی نہیں بلکہ اس کی عین مرضی سے ہو رہے ہیں۔ ان کا یہ استدلال اس غلط فہمی کی بنا پر تھا کہ اللہ کی مشیت اور اس کی رضا میں فرق نہیں کرتے تھے۔ مشیت الٰہی کی بنا پر انسان اپنے طریق عمل میں آزاد ہے، اچھی یا بری جو راہ چاہے اپنی پسند سے اختیار کرے لیکن رضائے الٰہی یہ ہے کہ انسان بدی کی راہ سے بچے اور نیکی کا راستہ اختیار کرے۔ اللہ کے پیغمبروں نے نیکی اور بدی کی راہیں بتلا دیں اور اعمال نیک و بد کے نتائج سے آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد بھی جن لوگوں نے دیدہ و دانستہ بری راہ اختیار کی وہ مجرم قرار پائے اور اللہ کی حجت ان پر تمام ہوئی۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ○
تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو تو اے سننے والے!
ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں
لاتے اور اپنے رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں۔

ثبوت صداقت کیلئے گواہ طلب کرنے کا بیان

"قُلْ هَلُمَّ" "اَحْضِرُوْا" "شُهَدَاءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا" اَلَّذِيْ حَرَّمْتُمُوْهُ "فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ" يُشْرِكُوْنَ،

تم فرما دو لاؤ اپنے وہ گواہ جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو تو اے سننے والے ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں۔ یعنی وہ شرکت کرتے ہیں۔

یہود سے شہادت طلب کرنے کا بیان

یہاں شہادت سے مراد یقین کی بنا پر شہادت ہے اور وہ یہ شہادت دیں کہ واقعی فلاں فلاں چیزیں اللہ نے فلاں فلاں کے لیے حرام یا حلال قرار دی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی شہادت وہ دے نہیں سکتے تھے۔ تاہم اگر کچھ لوگ ڈھیٹ بن کر جھوٹی شہادت دینے پر آمادہ ہو ہی جائیں تو آپ ان کے ہمنوا نہ بن جائیں۔ ان سے یہ شہادت اس لیے نہیں طلب کی جا رہی کہ اگر وہ شہادت دیں تو آپ ان کی بات مان لیں بلکہ اس لیے طلب کی جا رہی ہے کہ جب وہ ایسی شہادت پیش نہ کر سکیں گے تو ممکن ہے کہ بعض صحیح عقل رکھنے والے لوگ ایسی مشرکانہ رسوم سے باز آ جائیں جو سراسر توہمات اور ظن و تخمین پر مبنی ہیں۔ اور اس قسم کی جھوٹی شہادت دینے پر ایسے لوگ ہی آمادہ ہو سکتے ہیں جنہیں آخرت کے دن پر اور اللہ کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی پر ایمان ہی نہ ہو۔ ایسے ہی لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے اور حلت و حرمت کے احکام اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ کے ہمسر بنتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
فرما دیجئے: آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک
نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں
اور انہیں بھی (دیں گے)، اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ (خواہ) وہ ظاہر ہوں اور (خواہ) وہ پوشیدہ ہوں،
اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے، یہی وہ (امور) ہیں جن کا اس نے
تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے احکام شرعیہ کا بیان

"قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ" اَقْرَا "مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَ" نْ مُفَسِّرَة "لَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّ" اَحْسِنُوا "بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ" بِالْوَاْدِ "مِنْ" اَجْل "اِمْلَاق" فَقْر تَخَافُوْنَهُ "نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِش" الْكَبَائِر كَالزِّنَا "مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" اَيْ عَلَانِيَتهَا وَسِرّهَا "وَلَا

تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ" كَالْقَوَدِ وَحَدِّ الرِّدَّةِ وَرَجْمِ الْمُحْصَنِ "ذَٰلِكُمْ" الْمَذْكُور "وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ" تَتَدَبَّرُونَ،

آپ ﷺ فرمادیں کہ آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنادوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، ان برائے تفسیر ہے۔ وہ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور مفلسی یعنی فقر کے باعث جس کا تمہیں خوف ہو اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں، اور بے حیائی کے کاموں یعنی کبیرہ جیسے زنا ہے اس کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں اور خواہ وہ پوشیدہ ہوں، اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے، بجز حق کے یعنی جس قصاص و مرتد اور شادی شدہ کے رجم کی سزا ہے، یہی مذکورہ امور ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

اشیائے عشرہ سے ممانعت کا بیان

وہ دس چیزیں جن کی حرمت کا بیان ان آیات میں آیا ہے یہ ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت واطاعت میں کسی کو ساجھی ٹھہرانا، (۲) والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، (۳) فقر وافلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کر دینا، (۴) بے حیائی کے کام کرنا، (۵) کسی کو ناحق قتل کرنا، (۶) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھا جانا، (۷) ناپ تول میں کمی کرنا، (۸) شہادت یا فیصلہ یا دوسرے کلام میں بے انصافی کرنا (۹) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنا، (۱۰) اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں دوسرے راستے اختیار کرنا۔

سورہ انعام آیت ۱۵۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے ایسے صحیفے دیکھنے کی خواہش ہو جس پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مہر ثبت ہو تو یہ آیات پڑھ لے۔

(قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ) 6 . الانعام: 151)

کہہ دو آؤ میں تمہیں سنادوں جو تمہارے رب نے حرام کیا ہے یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور تنگدستی کے سبب سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دینگے اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے۔ تمہیں یہ حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم سمجھ جاؤ اور سوائے کسی بہتر طریقہ کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔

یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو۔ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ تمہیں یہ حکم دیا ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور بیشک یہی میرا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹادینگے۔ تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ الانعام۔ آیت 151 تا 153) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1012)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتیں

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہو جو آپ کی آخری وصیت تھی تو وہ ان آیتوں کو (تتقون) تک پڑھے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورۃ انعام میں محکم آیتیں ہیں پھر یہی آیتیں آپ نے تلاوت فرمائیں۔ ایک مرتبہ حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص ہے جو میرے ہاتھ پر ان تین باتوں کی بیعت کرے، پھر آپ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا جو اسے پورا کرے گا، وہ اللہ سے اجر پائے گا اور جو ان میں سے کسی بات کو پورا نہ کرے گا تو دنیا میں ہی اسے شرعی سزا دے دی جائے گی اور اگر سزا نہ دی گئی تو پھر اس کا معاملہ قیامت پر ہے اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے چاہے تو سزا دے (مسند، حاکم)

بخاری مسلم میں ہے "تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی" اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سلام علیہ سے فرماتا ہے کہ "ان مشرکین کو جو اللہ کی اولاد کے قائل ہیں اللہ کے رزق میں سے بعض کو اپنی طرف سے حلال اور بعض کو حرام کہتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہیں کہہ دیجئے کہ سچ مچ جو چیزیں اللہ کی حرام کردہ ہیں انہیں مجھ سے سن لو جو میں بذریعہ وحی الٰہی بیان کرتا ہوں تمہاری طرح خواہش نفس، توہم پرستی اور اٹکل وگمان کی بنا پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس کی وہ تمہیں وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، یہ کلام عرب میں ہوتا ہے کہ ایک جملہ کو حذف کر دیا پھر دوسرا جملہ ایسا کہہ دیا جس سے حذف شدہ جملہ معلوم ہو جائے اس آیت کے آخری جملے (ذالکم وصاکم) سے (الاتشرکو) اس سے پہلے کے محذوف جملے (اوصاکم) پر دلالت ہو گئی۔ عرب میں یوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں (امرتک ان لاتقوم) بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ داخل جنت ہوگا تو میں نے کہا گو اس نے زنا کیا ہو گو اس نے چوری کی ہو آپ نے فرمایا ہاں گو اس نے زنا اور چوری کی ہو میں نے پھر یہی سوال کیا مجھے پھر یہی جواب ملا پھر بھی میں نے یہ بات پوچھی اب کے جواب دیا کہ گو شراب نوشی بھی کی ہو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضور سے موحد کے جنت میں داخل ہونے کا سن کر حضرت ابوذر نے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے یہ جواب دیا تھا اور آخری مرتبہ فرمایا تھا اور ابوذر کی ناک خاک آلود ہو چنانچہ راوی حدیث جب اسے بیان فرماتے تو یہی لفظ دوہرا دیتے، سنن میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری ذات سے امید رکھے گا میں بھی تیری خطاؤں کو معاف فرماتا رہوں گا خواہ وہ کیسی ہی ہوں کوئی پرواہ نہ کروں گا تو اگر میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت اور بخشش لے کر آؤں گا بشرطیکہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو گو تو نے خطائیں کی ہوں یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ گئی ہوں پھر بھی تو مجھ سے استغفار کرے تو میں تجھے بخش دوں گا،

ابن مردویہ میں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گو تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں سولی چڑھا دیا جائے یا تمہیں جلا دیا جائے۔

بخاری ومسلم میں ہے ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز وقت پر پڑھنا۔ میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں اگر اور بھی دریافت کرتا تو حضور بتادیتے، ابن مردویہ میں عبادہ بن صامت اور ابو درداء سے مروی ہے کہ مجھے میرے خلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ اپنے والدین کی اطاعت کر اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ تو ان کیلئے ساری دنیا سے الگ ہوجائے تو بھی مان لے، باپ داداؤں کی وصیت کرکے اولاد اور اولاد کی اولاد کی بات وصیت فرمائی کہ انہیں قتل نہ کرو جیسے کہ شیاطین نے اس کام کو تمہیں سکھا رکھا ہے لڑکیوں کو تو وہ لوگ بوجہ عار کے مار ڈالتے تھے اور بعض لڑکوں کو بھی بوجہ اس کے کہ ان کے کھانے کا سامان کہاں سے لائیں گے، مار ڈالتے تھے،

ابن مسعود نے ایک مرتبہ حضور سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے پیدا کیا ہے۔ پوچھا پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ یہ میرے ساتھ کھائے گی۔ پوچھا پھر کونسا ہے؟ فرمایا اپنی پڑوس کی عورت سے بدکاری کرنا

سعد بن عبادہ نے کہا کہ اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں تو ایک ہی وار میں اس کا فیصلہ کردوں جب حضور کے پاس ان کا یہ قول بیان ہوا تو فرمایا کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو؟ واللہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور میرا رب مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے، اسی وجہ سے تمام فحش کام ظاہر و پوشیدہ اس نے حرام کردیئے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

ایک مرتبہ حضور سے کہا گیا کہ ہم غیرت مند لوگ ہیں آپ نے فرمایا واللہ میں بھی غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ یہ غیرت ہی ہے جو اس نے تمام بری باتوں کو حرام قرار دے دیا ہے اس حدیث کی سند ترمذی کی شرط پر ہے ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہیں۔ اس کے بعد کسی کے ناحق قتل کی حرمت کو بیان فرمایا گو وہ بھی فواحش میں داخل ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے الگ کرکے بیان فرمادیا۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ جو مسلمان اللہ کی توحید اور میری رسالت اقرار کرتا ہوا سے قتل کرنا بجز تین باتوں کے جائز نہیں یا تو شادی شدہ ہو کر پھر زنا کرے یا کسی کو قتل کردے یا دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہوجائے۔ مسلم میں ہے اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی میں تیسرا شخص وہ بیان کیا گیا ہے جو اسلام سے نکل جائے اور اللہ کے رسولوں سے جنگ کرنے لگے اسے قتل کردیا جائے گا یا صلیب پر چڑھا دیا جائے گا یا مسلمانوں کے ملک سے جلاوطن کردیا جائے گا۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جبکہ باغی آپ کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کسی مسلمان کا خون بجز ان تین کے حلال نہیں ایک تو اسلام کے بعد کافر ہوجانے والا دوسرا شادی ہوجانے کے بعد زنا کرنے والا اور بغیر قصاص کے کسی کو قتل کردینے والا۔ اللہ کی قسم نہ تو میں نے جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام لانے کے بعد، اور نہ اسلام لانے کے بعد کبھی میں نے کسی اور دین کی تمنا کی اور نہ میں نے کسی کو بلاوجہ قتل کیا۔ پھر تم میرا خون بہانے

کے درپے کیوں ہو؟ حربی کافروں میں سے جو امن طلب کرے اور مسلمانوں کے معاہدہ امن میں آ جائے اس کے قتل کرنے والے کے حق میں بھی بہت وعید آئی ہے اور اس کا قتل بھی شرعاً حرام ہے۔

بخاری میں ہے معاہدہ امن کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے راستے تک پہنچ جاتی ہے اور روایت میں ہے کیونکہ اس نے اللہ کا ذمہ توڑا اس میں ہے پچاس برس کے راستے کے فاصلے سے ہی جنت کی خوشبو پہنچتی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں اللہ کی وصیتیں اور اس کے احکام تا کہ تم دین حق کو، اس کے احکام کو اور اس کی منع کردہ باتوں کو سمجھو۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ
وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے،
اور پیمانے اور ترازو (یعنی ناپ اور تول) کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں
دیتے، اور جب تم (کسی کی نسبت کچھ) کہو تو عدل کرو اگرچہ وہ (تمہارا) قرابت دار ہی ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو،
یہی (باتیں) ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔

یتیم کے مال سے کھانے کی ممانعت وحجر کا بیان

"وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ اِلَّا بِالَّتِي" اَيْ بِالْخَصْلَةِ الَّتِي "هِيَ اَحْسَنُ" وَهِيَ مَا فِيْهِ صَلَاحه "حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهُ" بِاَنْ يَحْتَلِم "وَاَوْفُوا الْكَيْل وَالْمِيزَان بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ وَتَرْك الْبَخس "لَا نُكَلِّف نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" طَاقَتهَا فِيْ ذٰلِكَ فَاِنْ اَخْطَاَ فِي الْكَيْل وَالْوَزْن وَاللّٰهُ يَعْلَم صِحَّة نِيَّته فَلَا مُؤَاخَذَة عَلَيْهِ كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيث "وَاِذَا قُلْتُمْ" فِيْ حُكْم اَوْ غَيْره "فَاعْدِلُوا" بِالصِّدْقِ "وَلَوْ كَانَ" الْمَقُول لَهُ اَوْ عَلَيْهِ "ذَا قُرْبٰى" قَرَابَة "وَبِعَهْدِ اللّٰه اَوْفُوا ذٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" بِالتَّشْدِيدِ تَتَّعِظُونَ وَالسُّكُون،

اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ یعنی اچھا ہو یعنی جس میں اس کی اصلاح ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، یعنی وہ احتلام کی عمر کو پہنچ جائے۔ اور پیمانے اور ترازو یعنی ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ اور فریب نہ کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، یعنی اس کی طاقت کے مطابق مکلف کرتے ہیں پس اگر وہ کیل اور وزن میں غلطی کرتا ہے تو اللہ اس کی نیت کی درستگی کو جانتا ہے۔ لہٰذا اس پر اس کا کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا جس طرح

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ کہ جب اپنے یا غیر کیلئے فیصلہ کرو تو سچائی کے ساتھ انصاف کرو۔ اور جب تم کسی کی نسبت کچھ کہو تو عدل کرو اگر چہ وہ تمہارا قرابت دار ہی ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو، یہی باتیں ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔ تذکرون یہ تشدید بہ معنی "تتعظون" "تم نصیحت حاصل کرو اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے۔

یتیموں کی اصلاح کے بہتر ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے کہا لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ انکی صلاح بہتر ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مصیبت میں کر دیتا، بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے اور لا عنتکم کے معنی لا حرجکم و ضیق (یعنی تمہیں حرج اور تنگی میں ڈال دیتا) اور عنت کے معنی جھک گئے اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بسلسلہ سند حماد ایوب نافع بیان کیا۔

حضرت ابن عمر نے کبھی کسی کی وصیت نامنظور نہیں کی اور ابن سیرین کو یتیم کے مال میں زیادہ پسند یہ تھا، کہ اس کے خیر خواہ اور اس کے اولیاء جمع ہوں اور غور کریں کہ اس کے لئے جو مفید ہے وہی کام اس کے مال سے آغاز کر دیا جائے اور طاؤس سے جب یتیموں کے معاملہ میں پوچھا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھ دیتے واللہ یعلم المفسد الخ اور عطاء نے یتیموں کے بارے میں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے کہا ہے کہ ولی ہر شخص پر بقدر اس کے حصہ کے خرچ کرے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 43)

خرید و فروخت کے وقت نرمی اختیار کرنے کا بیان

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس جملہ کا اضافہ کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ ادائے حق کے وقت احتیاط اس میں ہے کہ کچھ زیادہ دے دیا جائے، تا کہ کمی کا شبہ نہ رہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے ہی موقع پر وزن کرنے والے کو حکم دیا کہ زن وارجع، یعنی تولو اور جھکتا ہوا تو لو۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، بروایت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہی تھی کہ جس کسی کا کوئی حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہوتا، تو اس کے ادا کرنے کے وقت اس کے حق سے زائد ادا فرمانے کو پسند فرماتے تھے، اور بخاری کی ایک حدیث میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو بیچنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ دے اور خریدنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ نہ لے، بلکہ کچھ معمولی کمی بھی ہو تو راضی ہو جائے۔

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ
عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○
اور یہ کہ یہی (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس کی پیروی کرو، اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلو پھر وہ (راستے) تمہیں
اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے، یہی وہ بات ہے جس کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

41

صراط مستقیم ایک جبکہ باطل راستوں کی کثرت کا بیان

"وَاَنَّ" بِالْفَتْحِ عَلٰی تَقْدِیرِ اللَّامِ وَالْکَسْرِ اسْتِئْنَافًا "هٰذَا" الَّذِیْ وَصَّیْتُکُمْ بِهٖ "صِرَاطِی مُسْتَقِیمًا" حَالٌ "فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" الطُّرُقَ الْمُخَالِفَةَ لَهٗ "فَتَفَرَّقَ" فِیْهِ حَذْفُ اِحْدَی التَّاءَیْنِ تَمِیْلَ "بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ" دِیْنِهٖ، ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ،

یہاں پر ان فتحہ کے ساتھ لام مقدرہ کے ساتھ جبکہ بہ طور استیناف کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔اور یہ کہ یہی شریعت میرا سیدھا راستہ ہے، مستقیم یہ حال ہے۔لہٰذا تم اس کی پیروی کرو، اور دوسرے اس کے مخالف راستوں پر نہ چلو، یہاں پر تفرق میں دونوں طرح کی تاء میں سے ایک تاء کا حذف ہے۔پھر وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ یعنی اس کے دین سے جدا کر دیں گے، یہی وہ بات ہے جس کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

حضرت ابن عباس کا قول تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو باہم اعتماد کا حکم دیتا ہے اور اختلاف و فرقہ بندی سے روکتا ہے اس لئے کہ اگلے لوگ اللہ کے دین میں پھوٹ ڈالنے ہی سے تباہ ہوئے تھے۔

مسند میں ہے کہ اللہ کے نبی نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا اللہ کی سیدھی راہ یہی ہے پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچ کر اور فرمایا ان تمام راہوں پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے پھر آپ نے اس آیت کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا۔

مسند وغیرہ میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے اپنے سامنے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ شیطانی راہیں ہیں اور بیچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

ابن ماجہ میں اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے ابن مسعود سے کسی نے پوچھا صراط مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا اسی کا دوسرا سرا جنت میں جا ملتا ہے اس کے دائیں بائیں بہت سی اور راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی طرف بلا رہے ہیں جو ان راہوں میں سے کسی راہ ہولیا وہ جہنم میں پہنچا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی۔اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں بہت سے دروازے ہیں اور سب چوپٹ کھلے پڑے ہیں اور ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اس سیدھی راہ کے سرے پر ایک پکارنے والا ہے پکارتا رہتا ہے کہ لوگو تم سب اس صراط مستقیم پر آ جاؤ راستے میں بکھر نہ جاؤ، بیچ راہ کے بھی ایک شخص ہے، جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے خبردار اسے نہ کھول، کھولو گے تو سیدھی راہ سے دور نکل جاؤ گے۔پس سیدھی راہ اسلام ہے دونوں دیواریں اللہ کی حدود ہیں کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں نمایاں شخص اللہ کی کتاب ہے اوپر سے پکارنے والا اللہ کی طرف کا نصیحت کرنے والا ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔(ترمذی)

اس نکتے کو نہ بھولنا چاہئے کہ اپنی راہ کیلئے سبیل واحد کا لفظ بولا گیا اور گمراہی کی راہوں کے لئے سبل جمع کا لفظ استعمال کیا گیا اس لئے کہ راہ حق ایک ہی ہوتی ہے اور ناحق کے بہت سے طریقے ہوا کرتے ہیں۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ
وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ۝
پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اس شخص پر (نعمت) پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت
اور رحمت کے لیے، تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

اتمام نعمت وحجت کیلئے کتاب دینے کا بیان

"ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتَاب" التَّوْرَاة وَثُمَّ لِتَرْتِيبِ الْاَخْبَار "تَمَامًا" لِلنِّعْمَةِ "عَلَى الَّذِىْ اَحْسَن" بِالْقِيَامِ بِهِ "وَتَفْصِيلًا" بَيَانًا "لِكُلِّ شَىْء" يُحْتَاج اِلَيْهِ فِي الدِّيْن "وَهُدًى وَرَحْمَة لَعَلَّهُمْ" اَىْ بَنِىْ اِسْرَائِيل "بِلِقَاءِ رَبّهمْ" بِالْبَعْثِ،

پھر ہم نے موسیٰ کو تورات کتاب دی، یہاں ثم اخبار کو ترتیب سے بیان کرنے کیلئے آیا ہے۔اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل جس میں اسے دین کیلئے ضرورت ہوتی ہے اور ہدایت اور ان کیلئے رحمت، تاکہ بنی اسرائیل اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا یقین کرلیں۔

حرف ثم کے مختلف معانی کے لغوی مفہوم کا بیان

ثم اتینا موسیٰ الکتب۔یہاں ثم کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں: ثم پھر۔التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی ماقبل سے مابعد کے وقت کے لحاظ سے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔لیکن بعض دفعہ التراخی فی الزنیہ کے لئے بھی بولتے ہیں۔ایسے موقع پر اس کے معنی ہوں گے مزید برآں۔اس سے بڑھ کر۔ان معنوں میں یہ آیۃ 2:2 میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوھن سبع سموت وہی ذات ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے واسطے پیدا کیا۔اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مکمل کردیئے۔

یہاں تراخی فی الوقت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ سورۃ والنزعات 28:7 میں آسمان کے پیدا کرنے کے بعد آیۃ 30 میں فرمایا والارض بعد ذلك دحھا 7):30)اس کے بعد اس نے زمین کو بچھایا۔لیکن یہ محض لغوی بحث ہے در حقیقت قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا پہلے ذکر ہے اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں اور کہیں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ کسی جگہ بھی مقصود کلام یہ نہیں ہے کہ کس کو پہلے بنایا گیا اور کس کو بعد میں۔بلکہ موقع محل کے مطابق ہر ایک کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔(ملاحظہ ہو بیضاوی 164:6)

ثم عاطفہ ہے۔اور اس کا عطف وصکم پر ہے۔اور یہ عطف ایک خبر کے بعد دوسری خبر بتانے کے لئے ہے کہ جب اللہ پاک

اپنے قول وان ھذا صراطی مستقیما کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدح توریت پر ثم کے ذریعہ عطف فرمایا۔ کہ اب تمہیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی جو کہ تماما علی الذی۔ الخ تھی۔

تماما۔ پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ تمام کرنا۔ تمام ہونا۔ کسی شے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شے کی اس کو احتیاج نہیں رہی۔ مکمل۔ ناقص کی ضد ہے ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شے کا محتاج ہو (یہاں پورا ہونا بطور نعمتوں اور نصائح کے ہے)۔ علی الذین احسن . علی کل من احسن . ہر وہ شخص جو نیک عمل کرے۔ بھلائی کی روش اختیار کرے۔

حق آجانے کے بعد اس کو جھٹلانے والوں کا بیان

جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے اسے اس جیسا کیوں نہ ملا جو موسیٰ کو ملا تھا جس کے جواب میں فرمایا گیا کیا انہوں نے موسیٰ کی اس کتاب کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا؟ کیا صاف طور سے نہیں کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں۔ جنوں کا قول بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کو سچا کہتی ہیں اور راہ حق کی ہدایت کرتی ہیں۔ وہ کتاب جامع اور کامل تھی۔ شریعت کی جن باتوں کی اس وقت ضرورت تھی سب اس میں موجود تھیں یہ احسان تھا نیک کاروں کی نیکیوں کے بدلے کا۔ جیسے فرمان ہے احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور جیسے فرمان ہے کہ بنی اسرائیلیوں کو ہم نے ان کا امام بنا دیا جبکہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھا۔ غرض یہ بھی اللہ کا فضل تھا اور نیکیوں کی نیکیوں کا صلہ۔ احسان کرنے والوں پر اللہ بھی احسان پورا کرتا ہے یہاں اور وہاں بھی۔ امام ابن جریر الذی کو مصدر یہ مانتے ہیں۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝
اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کے نزول کی برکت کا بیان

"وَهٰذَا" الْقُرْاٰن "كِتَاب اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَك فَاتَّبِعُوْهُ" يَا اَهْل مَكَّة بِالْعَمَلِ بِمَا فِيْهِ "وَاتَّقُوا" الْكُفْر "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ"

اور یہ قرآن ایک کتاب ہے جسے ہم نے باعث برکت نازل کیا ہے، اے اہل مکہ جو اس میں ہے۔ اس کی پیروی کرو اور کفر سے بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝
ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم
ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔

نزول قرآن کا سبب اتمام حجت ہونے کا بیان

اَنْزَلْنَاهُ "اَنْ" لَا "تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ " اَلْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى "مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ" مُخَفَّفَةٌ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَیْ اِنَّا "كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ" قِرَاءَتِهِمْ "لَغَافِلِيْنَ" لِعَدَمِ مَعْرِفَتِنَا لَهَا اِذْ لَيْسَتْ بِلُغَتِنَا،

ہم نے اس کو نازل کیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں یعنی یہود ونصاریٰ پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور یہاں پر اِن مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی اِنّا اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ کیونکہ ہم اس کی پہچان نہ تھی لہٰذا وہ ہم تک پہنچی ہی نہیں۔

قرآن کے نزول سے کفار مکہ پر اتمام حجت ہونے کا بیان

یہ خطاب کفار مکہ سے ہے یعنی ان کی طرف یہ کتاب دو وجہ سے نازل کی گئی ہے۔ ایک وجہ تو اتمام حجت ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ یہود ونصاریٰ کی طرف جو کتابیں اتاری گئی ہیں وہ تو انہی کے لیے تھیں، سب لوگوں کے لیے تو نہ تھیں کہ ہم بھی ان سے مستفید ہونے کی کوشش کرتے۔ اب جو کچھ اور جیسے وہ ان کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے رہے اس کی ہمیں کیا خبر ہو سکتی ہے؟ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کتابیں تو عجمی زبانوں میں تھیں عربی میں نہیں تھیں لہٰذا ہم ان کتابوں کو کیسے پڑھ سکتے یا پڑھا سکتے تھے۔ اور دوسری وجہ جذبہ مسابقت ہے یعنی تمہاری طرف کتاب نازل نہ ہونے کی صورت میں تم یہ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے دلوں میں یہ ولولہ اٹھ سکتا تھا کہ اگر ہمارے پاس اللہ کی کتاب آتی تو ہم دوسروں سے بڑھ کر اس پر عمل کر کے دکھا دیتے۔ سو اب جو کتاب تمہاری طرف نازل کی جا رہی ہے وہ کئی لحاظ سے تو تورات سے بہتر ہے اور اب تم اپنی مسابقت کا شوق پورا کر سکتے ہو۔

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى
الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝
یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف
سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔
عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔

کتاب ہدایت کے حق ورحمت ہونے کا بیان

"اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ" لِجَوْدَةِ اَذْهَانِنَا "فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ " بَيَان

"مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ" لِمَنْ اتَّبَعَهُ "فَمَنْ" أَيْ لَا أَحَد "أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللّٰه وَصَدَفَ" أَعْرَضَ "عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ" أَيْ أَشَدَّهُ،

یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ کیونکہ ہم زیادہ ذہین ہیں۔ پس بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت یعنی جس نے اس کی اتباع کی اور رحمت آچکی، پھر اس سے زیادہ ظالم تو کوئی بھی نہ ہوگا، جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب یعنی سخت عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔

ایسی بابرکت اور عظیم الشان کتاب کے نزول کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ کی آیات سے اعراض کرتا ہے تو یہ انتہائی بدبختی کی بات ہے اور ایسے اعراض کرنے والے یقیناً بدترین سزا کے مستحق ہیں۔ اس آیت میں خطاب کفار مکہ کو ہے لیکن جب ان کے اعراض اور اس کی سزا کا ذکر کیا تو خطاب کو عام کر دیا تاکہ چڑ اور ضد نہ پیدا ہو جائے۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ط
يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
أَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ إِيْمَانِهَا خَيْرًا ط قُلِ انْتَظِرُوْٓا إِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○
وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے،
جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا،
یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم بھی منتظر ہیں۔

جھوٹے لوگوں کا موت یا قیامت کا انتظار کرنے کا بیان

"هَلْ يَنْظُرُوْنَ" مَا يَنْتَظِرُ الْمُكَذِّبُوْنَ "إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ "الْمَلَائِكَةُ" لِقَبْضِ أَرْوَاحِهِمْ "أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ" أَيْ أَمْرُهُ بِمَعْنَى عَذَابِهِ "أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ" أَيْ عَلَامَاتِهِ الدَّالَّةِ عَلَى السَّاعَةِ "يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ" وَهِيَ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا كَمَا فِي حَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ "لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ" الْجُمْلَةُ صِفَةُ النَّفْسِ "أَوْ" نَفْسًا لَمْ تَكُنْ "كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا" طَاعَةً أَيْ لَا تَنْفَعُهَا تَوْبَتُهَا كَمَا فِي الْحَدِيثِ "قُلْ انْتَظِرُوْا" أَحَدَ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ "إِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ" ذٰلِكَ،

وہ جھوٹے اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے آئیں، یہاں پر "تَأْتِيَهُمْ" تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے یا تیرا رب آئے، یعنی اس کا حکم عذاب آجائے یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، یعنی

ایسی علامت جس کی دلالت قیامت پر ہو، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی، اور وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے جس طرح بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یہاں لم تکن یہ نفس کی صفت ہے یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ طاعت یعنی توبہ بھی کوئی نفع نہ دے گی تو آپ ﷺ ان سے فرمادیں ان چیزوں میں سے کسی ایک کا انتظار کرو، بے شک ہم بھی اسی کے منتظر ہیں۔

سورہ انعام آیت ۱۵۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ)6۔الانعام:158) یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی۔ آیت 158 کی تفسیر کے بارے میں فرمایا کہ اب نشانیوں سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ بعض حضرات نے یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1013)

جمہور مفسرین کے نزدیک اس نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا مراد ہے۔ ترمذی کی حدیث میں بھی ایسا ہی وارد ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب وہ مغرب سے طلوع کرے گا اور اسے لوگ دیکھیں گے تو سب ایمان لائیں گے اور یہ ایمان نفع نہ دے گا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ میں اور حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس واقعہ یعنی عرب سے آفتاب طلوع ہونے کے بعد ایک سو بیس سال تک دنیا قائم رہے گی۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ انعام، بیروت)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ
اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۝
وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے، اے محبوب! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں
ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

دین میں فرقہ واریت کرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ" بِاخْتِلَافِهِمْ فِيْهِ فَاَخَذُوْا بَعْضه وَتَرَكُوْا بَعْضه "وَكَانُوْا شِيَعًا" فِرَقًا فِيْ ذٰلِكَ وَفِيْ قِرَاءَة فَارَقُوْا اَيْ تَرَكُوْا دِيْنهمْ الَّذِيْ اُمِرُوْا بِهٖ وَهُمْ الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى "لَسْت مِنْهُمْ فِيْ شَيْء" اَيْ فَلَا تَتَعَرَّض لَهُمْ "اِنَّمَا اَمْرهمْ اِلَى اللّٰه" يَتَوَلَّاهُ "ثُمَّ يُنَبِّئهُمْ" فِي الْاٰخِرَة "بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" فَيُجَازِيهِمْ بِهٖ وَهٰذَا مَنْسُوْخ بِاٰيَةِ السَّيْف،

وہ جنہوں نے اپنے دین میں اختلاف کر کے جدا جدا راہیں نکالیں یعنی بعض کو پکڑ لیا اور بعض کو چھوڑ دیا اور فرقے بن کر کئی گروہ ہو گئے، ایک قرأت میں فارقوا یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا تھا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ یہود ونصاریٰ ہیں اور اے محبوب! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں لہٰذا آپ ان سے تعرض نہ کریں، ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ آخرت میں انہیں بتاوے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پس وہ انہیں اس کی جزاء دے گا۔ یہ حکم آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جانے کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے باقی ستر دوزخی ہیں اور نصرانی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے اور اکہتر دوزخ میں ہوں گے۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

پس ایک فرقہ جنتی ہے جبکہ ۷۲ فرقے دوزخ میں ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: وہ جماعت ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس اگر تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو لازم پکڑو۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بے شک میری امت یا فرمایا: امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواد اعظم کی اتباع کرو جو اس سے الگ ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (مشکوۃ المصابیح، ج ۱، ص ۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے پہلی حدیث میں سواد اعظم سے مراد اہل سنت و جماعت ہے اور یہ حدیث اہل سنت و جماعت والوں کیلئے معیار عظمت ہے نیز اس حدیث سے اہل سنت و جماعت مراد لینا کسی دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کے سوا باقی بہتر فرقے اکٹھے کر لئے جائیں تو وہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں بنتے۔ امام المحدثین امام جلال الدین علیہ الرحمہ "اتمام الدرایہ" میں فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہم اور تمام ائمہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

عقائد اور دوسرے مسائل میں بھی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ اہل سنت کے امام ہیں اور طریقت میں سید الطائفہ حضرت جنید علیہ الرحمہ امام ہیں۔ (انجاح الحاجہ، ج ۲، ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

درود وسلام بھیجنا اہل سنت و جماعت کی علامت ہونے کا بیان

امام سخاوی علیہ الرحمہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل

سنت ہونے کی علامت ہے (یعنی سُنی ہونے کی)۔ (فضائل اعمال، ص ۷۶۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○
جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سوا سے
جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ایک نیکی پر دس گنا جبکہ گناہ پر مثلی جزاء ہونے کا بیان

"مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ" اَیْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهِ "فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" اَیْ جَزَاءُ عَشْرِ حَسَنَاتٍ "وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا" اَیْ جَزَاءَهٗ "وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ" يُنْقَصُوْنَ مِنْ جَزَائِهِمْ شَيْئًا،

جو شخص ایک نیکی "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه" لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل یعنی اس کی جزا اسی کی مثل ہوگی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ان کی جزاء میں سے کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

سورہ انعام آیت ۱۶۰ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ان کی بات سچی ہے کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو پھر اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کے برابر دس گنا نیکیاں لکھ دو لیکن اگر کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس وقت تک نہ لکھو جب تک وہ برائی نہ کرے اور پھر ایک ہی برائی لکھو اور اگر وہ اس برائی کو چھوڑ دے یا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس برائی پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے اس کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا) 6۔الانعام:160) (جو کوئی ایک نیکی کرے گا اس کے لئے دس گنا اجر ہے اور جو بدی کرے گا سوا سے اسی کے برابر سزا دی جائے گی اور اب پر ظلم نہ کیا جائے گا)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1015)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے نیت کے بعد نیکی کرتا بھی ہے تو اللہ اسے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں عطا کرتا ہے۔ (بخاری۔ کتاب الرقاق)

ایک حدیث قدسی میں ہے نیکی کرنے والے کو دس گنا ثواب ہے اور پھر بھی میں زیادہ کر دیتا ہوں اور برائی کرنے والے کو اسکا عذاب ہے اور میں معاف بھی کر دیتا ہوں زمین بھر تک جو شخص خطائیں لے آئے اگر اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا تو میں اتنی ہی رحمت سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

جو میری طرف بالشت بھر آئے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ہاتھ بھر آئے میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا

ہوں اور جو میری طرف چلتا ہوا آئے میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں۔ (مسلم،مسند احمد بن حنبل)

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○
فرما دیجئے: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی ہدایت فرما دی ہے، (یہ) مضبوط دین (کی راہ ہے اور یہی)
اللہ کی طرف یک سو اور ہر باطل سے جدا ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

ملت ابراہیمی کے دین برحق ہونے کا بیان

"قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" "دِیْنًا قِیَمًا" "مُسْتَقِیْمًا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ،

فرما دیجئے: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی ہدایت فرما دی ہے، یہ مضبوط دین اللہ کی طرف یک سو اور ہر باطل سے جدا ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

دین حنیف کا ہر قسم کے شرک سے پاک ہونے کا بیان

حضرت ابراہیم حنیف کی ملت ہے جو مشرکوں میں نہ تھے اس دین سے وہی ہٹ جاتا ہے جو محض بیوقوف ہو اور آیت میں ہے اللہ کی راہ میں پورا جہاد کرو وہی اللہ ہے جس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور کشادہ دین عطا فرمایا جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے، ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے فرمانبردار تھے مشرک نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ کے پسندیدہ تھے راہ مستقیم کی ہدایت پائے ہوئے تھے دنیا میں بھی ہم نے انہیں بھلائی دی تھی اور میدان قیامت میں بھی وہ نیک کار لوگوں میں ہوں گے، پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر کہ وہ مشرکین میں نہ تھا یہ یاد رہے کہ حضور کو آپ کی ملت کی پیروی کا حکم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلیل اللہ آپ سے افضل ہیں اس لئے کہ حضور کا قیام اس پر پورا ہوا اور یہ دین آپ ہی کے ہاتھوں کمال کو پہنچا، اسی لئے حدیث میں ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور تمام اولاد آدم کا علی الاطلاق سردار ہوں اور مقام محمود والا ہوں جس سے ساری مخلوق کو امید ہوگی یہاں تک کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی۔

ابن مردویہ میں ہے کہ حضور ﷺ صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے حدیث (اصبحنا علی ملته الاسلام و کلمته الاخلاص و دین نبینا و ملته ابراهیم حنیفا و ما کان من المشرکین) یعنی ہم نے ملت اسلامیہ پر کلمہ اخلاص پر ہمارے نبی کے دین پر اور ملت ابراہیم حنیف پر صبح کی ہے جو مشرک نہ تھے حضور علیہ السلام سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب دین اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو یکسوئی اور آسانی والا ہے،

مسند کی حدیث میں ہے کہ جس دن حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں پر منہ رکھ کر حبشیوں کے جنگی کرتب ملاحظہ فرمائے تھے اس دن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ اس لئے کہ یہود یہ جان لیں کہ ہمارے دین میں کشادگی ہے اور میں

یکسوئی والا آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں اور حکم ہوتا ہے کہ آپ مشرکوں سے اپنا مخالف ہونا بھی بیان فرمادیں وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں دوسروں کے نام پر ذبیحہ کرتے ہیں میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اسی کے نام پر ذبح کرتا ہوں چنانچہ بقرہ عید کے دن حضور ﷺ نے جب دو بھیڑے ذبح کئے تو انی وجھت، کے بعد یہی آیت پڑھی، آپ ہی اس امت میں اول مسلم تھے اس لئے کہ یوں تو ہر نبی اور ان کی ماننے والی امت مسلم ہی تھی، سب کی دعوت اسلام ہی کی تھی سب اللہ کی خالص عبادت کرتے رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔

ملت ابراہیمی سے وہی ہٹتا ہے جس کی قسمت پھوٹ گئی ہو، وہ دنیا میں بھی برگزیدہ رب تھا اور آخرت میں بھی صالح لوگوں میں سے ہے اسے جب اس کے رب نے فرمایا تو تابعدار بن جا اس نے جواب دیا کہ میں رب العالمیں کا فرمانبردار ہوں اسی کی وصیت ابراہیم نے اپنے بچوں کو کی تھی اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کہ اے میرے بچو اللہ نے تمہارے لئے دین کو پسند فرمالیا ہے۔ پس تم اسلام ہی پر مرنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی آخری دعا میں ہے یا اللہ تو نے مجھے ملک عطا فرمایا خواب کی تعبیر سکھائی آسمان وزمین کا ابتداء میں پیدا کرنے والا تو ہی ہے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا ولی ہے مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیک کاروں میں ملا دینا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا، اگر تم ایماندار ہو اگر تم مسلم ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے سب نے جواب دیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل رکھا ہے، اللہ ! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ ان کافروں سے بچالے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝
فرمادیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت
اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

میری نماز وقربانی اور حیات وممات اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"قُلْ اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی" عِبَادَتِی مِنْ حَجّ وَغَیْرِہٖ "وَمَحْیَایَ" حَیَاتِی "وَمَمَاتِی" مَوْتِی ،لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ،

فرمادیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج اور عمرہ وغیرہ اور قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

قربانی کی اہمیت کا بیان

جہاں تک قربانی کی مقبولیت اور اجر و ثواب کا تعلق ہے تو خلوصِ نیت کے ساتھ فربہ (صحت مند) اور بیش قیمت جانور کی قربانی اس کا اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولادِ آدم کا کوئی بھی عمل خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ بلاشبہ قیامت کے دن قربانی کا جانور (زندہ ہوکر) اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا۔

اور بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام مقبولیت حاصل کرلیتا ہے، پس تم اپنی قربانیاں خوش دلی سے کیا کرو۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح)

قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے نیکی ہونے کا بیان

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس میں ہمارے لئے کیا اجر و ثواب ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: قربانی کے جانور کے ہر بال اور اون کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مسند امام احمد، مشکوٰۃ المصابیح)

اس حدیث پاک کی روشنی میں قربانی کی عظمت وفضیلت اور اجر و ثواب کا اندازہ کیجئے کہ جانوروں کے جسم پر بے حد و بے حساب بلکہ ان گنت بال ہوتے ہیں اور اس حدیث پاک کے مطابق جانور کے ایک ایک بال کے بدلے میں ایک ایک عظیم نیکی ملتی ہے، لہٰذا قربانی کرنے والے خوش نصیب انسان کے نامۂ اعمال میں بے حد و بے حساب اجر و ثواب اور لاتعداد نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ یہاں ایک بڑا لطیف نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں اہل علم کے لئے ایک بڑا ہی لطیف اور لذیذ نکتہ یہ ہے کہ شعرۃ اور حسنۃ دونوں ہی نکرہ ہیں مگر شعرۃ کی تنوین تنکیر تحقیر کے لئے اور حسنۃ کی تنوین تنکیر تعظیم کے لئے ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ قربانی کے جانور کے چھوٹے چھوٹے اور حقیر سے حقیر بال کے بدلے بھی بڑی سے بڑی اور عظیم سے عظیم تر نیکی ملتی ہے۔ (حقانی تقریریں: صفحہ 278)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، اے فاطمہ! کھڑی ہو اپنی قربانی پر اور (قربانی کے وقت جانور کے پاس) حاضر رہو، کیونکہ قربانی (کے جانور) کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے میں تمہارے سارے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول ﷺ کیا یہ اجر و ثواب ہم اہل بیت (خاندانِ نبوت) کے لیے مخصوص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہ اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے

[illegible] (مجمع الزوائد، جلد 4 صفحہ 17)

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۝

اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں (جمیع مخلوقات میں) سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

میں ہی پہلا اللہ کی بارگاہ میں جھکنے والا ہوں

"لَا شَرِيْكَ لَهٗ" "فِیْ ذٰلِكَ" "وَبِذٰلِكَ" "اَیْ التَّوْحِیْد" "اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" "مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّة،
اس کی توحید میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اس امت (یعنی تمام مخلوقات سے) میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں تھے، تو آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو، کہ اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو، ہم نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم اہل جنت کا نصف ہو، ہم نے جواب دیا جی ہاں! آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے مجھے امید ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے اور بات یہ ہے کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہو سکتا ہے۔
اور تم اہل شرک کے مقابلہ میں اس طرح ہو جس طرح سیاہ بیل کی کھال پر سفید بال یا سرخ بیل کی کھال پر سیاہ بال ہوتا ہے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1475)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۝

فرما دیجئے، کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر شے کا پروردگار ہے، اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان (باتوں کی حقیقت) سے آگاہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

اللہ کے سوا کوئی اور معبود کیونکر تلاش کیا جائے

"قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا" اِلٰهًا اَیْ لَا اَطْلُبُ غَیْرَهٗ "وَهُوَ رَبُّ" مَالِكُ "كُلِّ شَیْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ" ذَنْبًا "اِلَّا عَلَیْهَا وَلَا تَزِرُ" تَحْمِلُ نَفْسٌ "وَازِرَةٌ" اٰثِمَةٌ "وِزْرَ" نَفْسٍ، اُخْرٰی ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ،
فرما دیجئے، کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر شے کا پروردگار ہے، اور ہر شخص جو بھی گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ

تمہیں ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ فرمادے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

سورہ انعام آیت ۱۶۴ کے شان نزول کا بیان

کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ ہمارے دین کی طرف لوٹ آئیے اور ہمارے معبودوں کی عبادت کیجئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولید بن مغیرہ کہتا تھا کہ میرا رستہ اختیار کرو اس میں اگر کچھ گناہ ہے تو میری گردن پر۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ وہ رستہ باطل ہے، خداشناس کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو رب بتائے اور یہ بھی باطل ہے کہ کسی کا گناہ دوسرا اٹھا سکے۔

اس آیت میں مشرکین مکہ ولید بن مغیرہ وغیرہ کی اس بات کا جواب ہے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ، تو تمہارے سارے گناہوں کا بھار ہم اٹھالیں گے، اس پر فرمایا (آیت) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ کیا تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ تمہاری طرح میں بھی اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کرلوں، حالانکہ وہی سارے جہان اور ساری کائنات کا رب ہے، اس گمراہی کی مجھ سے کوئی امید نہ رکھو، باقی تمہارا یہ کہنا کہ ہم تمہارے گناہوں کا بھار اٹھالیں گے یہ خود ایک حماقت ہے، گناہ تو جو شخص کرے گا اسی کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور وہی اس کی سزا کا مستحق ہوگا، تمہارے اس کہنے سے وہ گناہ تمہاری طرف کیسے منتقل ہو سکتا ہے، اور اگر خیال ہو کہ حساب اور نامہ اعمال میں تو انہی کے رہے گا لیکن میدان حشر میں اس پر جو سزا مرتب ہوگی وہ سزا ہم بھگت لیں گے، تو اس خیال کو بھی اس آیت کے اگلے جملہ نے رد کر دیا، وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى، یعنی قیامت کے روز کوئی شخص دوسرے کا بھار گناہ نہیں اٹھائے گا۔

وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ
فِىْ مَآ اٰتٰـكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝
اور وہی ذات ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا،
تا کہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا
دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

زمین میں خلافت عطا کرنے والے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلَائِف الْاَرْض" جَمْع خَلِيفَة: اَىْ يَخْلُف بَعْضكُمْ بَعْضًا فِيْهَا "وَرَفَعَ بَعْضكُمْ فَوْق بَعْض دَرَجَات" بِالْمَالِ وَالْجَاه وَغَيْر ذٰلِكَ "لِيَبْلُوَكُمْ" لِيَخْتَبِركُمْ "فِىْ مَا اٰتَاكُمْ" اَعْطَاكُمْ لِيَظْهَرَ الْمُطِيع مِنْكُمْ وَالْعَاصِى "اِنَّ رَبّك سَرِيع الْعِقَاب" لِمَنْ عَصَاهُ "وَاِنَّهُ لَغَفُور" لِلْمُؤْمِنِيْنَ

"رَحِيمٌ" بِهِمْ،

اور وہی ذات ہے جس نے تمھیں زمین کا جانشین بنایا، یہاں پر خلائف یہ خلیفہ کی جمع ہے۔ یعنی تمہیں ایک دوسرے پر خلیفہ بنایا اور مال وجاہ وغیرہ میں تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تا کہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ تا کہ تمہاری جانب سے اطاعت یا معصیت ظاہر ہو جائے۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے جو اس کی نافرمانی کرے اور وہ یقیناً مؤمنین کو بے حد بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔

ہر شخص کیلئے ذمہ داری ورعایا ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم سب سے ان کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس وہ امیر جو لوگوں کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور جو آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 227)

حکمران کے سلوک رعایا کے مطابق اس کے احوال کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہ سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تو سیدہ نے فرمایا تم کن لوگوں میں سے ہو میں نے عرض کیا اہل مصر میں سے ایک آدمی ہوں تو سیدہ نے فرمایا تمہارا ساتھی تمہارے ساتھ غزوہ میں کیسے پیش آتا ہے میں نے عرض کیا ہم نے اس میں کوئی ناگوار بات نہیں پائی اگر ہم میں سے کسی آدمی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ عطا کرتا ہے اور غلام کے بدلے غلام عطا کرتا ہے اور جو خرچ کا محتاج ہو اسے خرچہ عطا کرتا ہے سیدہ نے فرمایا مجھے وہ معاملہ اس حدیث کے بیان کرنے سے نہیں روک سکتا جو اس نے میرے بھائی محمد بن ابوبکر سے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس گھر میں فرمایا اے اللہ میری اس امت میں سے جس کو ولایت دی جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو اس پر سختی کر اور میری امت میں سے جس کو کسی معاملہ کو والی بنایا جائے وہ ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 225)

سورہ انعام کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورہ انعام کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں مجھے غلطی سے محفوظ فرمائے۔

سورۃ اعراف

یہ قرآن مجید کی سور اعراف ہے

سورہ اعراف کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کا نام اعراف اس لیے ہے کہ اس میں جنت اور دوزخ کے درمیانی مقام اعراف اور اصحاب اعراف کا ذکر آیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اعراف عرف کی جمع ہے۔اہل عرب کے نزدیک زمین سے بلند ہر جگہ کو اعراف کا نام دیا جاتا ہے۔مرغ کی کلغی کو بھی اس کے بلند ہونے کی وجہ سے عرف کہا جاتا ہے۔جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اعراف جنت اور جہنم کے بیچ کا ایک ٹیلہ ہے۔

جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے نہ جنت کے، لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے، وہ شروع میں اعراف میں رہیں گے اور آخر کار اللہ تعالی کے فضل سے جنت میں جائیں گے، اعراف بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جنت و دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے، جو جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی تکلیفوں کو جنت تک پہنچنے سے روکتی ہے، اس دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو اعراف کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ اعراف بمعنی معرفت ہے کہ اس مقام سے اہل جنت و اہل دوزخ ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے، اصحابِ اعراف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں راجح صحیح یہ ہے کہ جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف ہیں یہ لوگ درمیان میں ہونے کی وجہ سے جنت و دوزخ دونوں طبقوں کی کیفیتوں سے متاثر ہوں گے۔

سورہ اعراف کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃ الْاَعْرَاف (مَکِّیَّۃ اِلَّا مِنْ اٰیَۃ 163 لِغَایَۃِ 170 فَمَدَنِیَّۃ وَ اٰیَاتھا 205 اَوْ 206 نَزَلَتْ بَعْد ص،

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے سواء پانچ آیتوں کے جو مدنی ہیں۔اس سورت میں دوسو چھ آیت اور چوبیس رکوع ہیں اور تین ہزار تین سو پچیس کلمے اور چودہ ہزار دس حرف ہیں۔

الٓمّٓصٓ ۝

الف، لام، میم، صاد، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

"المص" اللّٰہ اَعْلَم بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ

الف، لام، میم، صاد، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝
یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے سو آپ کے سینہ میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو کہ آپ اس کے ذریعے
ڈرسا سکیں اور یہ مومنین کے لئے نصیحت ہے۔

هٰذَا "كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ" خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ حَرَجٌ" ضِيقٌ "مِنْهُ" اَنْ تُبَلِّغَهُ مَخَافَةَ اَنْ تُكَذَّبَ "لِتُنْذِرَ" مُتَعَلِّقٌ بِاُنْزِلَ اَىْ لِلْاِنْذَارِ "بِهٖ وَذِكْرٰى" تَذْكِرَةٌ "لِلْمُؤْمِنِيْنَ" بِهٖ،

یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اس میں نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے۔ کہ آپ کے سینہ میں اس کی تبلیغ پر کفار کے انکار وتکذیب کے خیال سے کوئی حرج نہ ہو یہ تو اتاری ہی اس لئے گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے منکرین کو ڈرسا سکیں یہاں پر لتنذر یہ انزل کے متعلق ہے۔ یعنی انذار کیلئے ہے۔ اور یہ مومنین کے لئے نصیحت ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کتب۔ خبر ہے۔ جس کا مبتدا محذوف ہے یعنی ھو کتاب۔ کتب سے مراد یہاں القران ہے۔ صدرک۔ تیرا سینہ۔ صدر سے۔ مضاف۔ ک ضمیر واحد مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ واحد صدور۔ جمع۔ بعض حکماء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قلب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں صرف علم وعقل کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے فرمایا ہے **ان فی ذلك لذكرى لمن كان له قلب** ، و شخص دل آگاہ رکھتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے۔ اور جہاں صدر۔ استعمال ہوا وہاں علم وعقل کے علاوہ شہوت۔ ہوائے نفس اور غضب وغیرہ قوی نفسانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ چنانچہ **رب اشرح لى صدرى**، میں نفسانی قوی کی اصلاح کا سوال ہے۔

حرج۔ تنگی۔ مضائقہ۔ شک۔ گناہ۔ تنگ۔ اصل میں حرج کے معنی اشیاء کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اور جگہ آیا ہے **ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا** اور پھر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں (نہ محسوس کریں) کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

فلا يكن فى صدرك حرج منه ۔ پس نہ چاہئے کہ نہ ہو تیرے سینہ میں کوئی شک یا تنگی خاطر اس سے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ ھذا کتب انزل الیک لتنذر بہ وذکری للمومنین فلا یکن فی صدرک حرج منہ۔ یہ کتاب (القرآن) ہے۔ جو نازل کی گئی ہے تیری طرف تاکہ تو ڈرائے (لوگوں کو) اس (کی نواہی سے پرہیز نہ کرنے کی عاقبت) سے اور یہ ایک نصیحت ہے مومنوں کے لئے۔ پس چاہئے کہ تیرے سینہ میں اس (کی تبلیغ) کے متعلق کوئی تنگی وشک وشبہ نہ ہو۔ یعنی آپ بلا جھجک اور بے دھڑک اس کی تبلیغ فرمادیں۔ مخالفین کی تکذیب اور تنقید کا کوئی ڈر دل میں نہ رکھیں۔ کیونکہ تیرے اللہ کی طرف سے یہ حق وصداقت پر مبنی کتاب ہے۔

ذکری۔ نصیحت کرنا۔ بہت ذکر کرنا۔ یاد۔ پند ونصیحت۔ موعظت۔ ذکر ذکر (نصر) کا مصدر ہے۔ کثرت ذکر کے لئے ذکری بولا جاتا ہے۔ یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔ ذکری کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یہ بحالت نصب ہے اضمار فعل کے ساتھ ای

42

لتنذر به وتذکر تذکیرا۔ اس صورت میں الذکری بمعنی التذکیر ہے۔ یہ بحالت رفع ہے۔ اور اس کا عطف کتب پر ہے۔ ای ھو کتب وذکر للمؤمنین۔ یہ بحالت جر ہے۔ والعطف علی محل لتنذر بمعنی للانذار ارد للذکری ڈرانے کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝
اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں
کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔

قرآن کی اتباع کرنے کا بیان

قُلْ لَهُمْ "اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ" أَيْ الْقُرْآن "وَلَا تَتَّبِعُوا" تَتَّخِذُوا "مِنْ دُونه" أَيْ اللّٰه أَيْ غَيْرِهِ "أَوْلِيَاء" تُطِيعُونَهُمْ فِي مَعْصِيَته تَعَالَى "قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء تَتَّعِظُونَ وَفِيهِ إِدْغَام التَّاء فِي الْأَصْل فِي الذَّال وَفِي قِرَاءَة بِسُكُونِهَا وَمَا زَائِدَة لِتَأْكِيدِ الْقِلَّة،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں اس کے پیچھے چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے قرآن نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا یعنی اللہ کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ کیونکہ تمہارا ان کی اطاعت کرنا یہ اللہ کی نافرمانی ہوگی۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یذکروں یہاں پر تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اور اصل میں تاء کا ذال میں ادغام ہے۔ اور ایک قرأت میں سکون کے ساتھ ہے۔ اور قلت کی تاکید کیلئے یہاں پر ما زائدہ ہے۔

نازل کردہ کتب سماوی کی اتباع کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری بقا گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے، تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ دوپہر کا وقت آ گیا، پھر وہ لوگ عاجز ہو گئے تو ان کو ایک قیراط ملا، پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی تو ان لوگوں نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھی گئی پھر وہ عاجز ہو گئے تو ان کو بھی ایک ایک قیراط ملا، پھر تم لوگوں کو قرآن دیا گیا تم لوگوں نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا تو تم لوگوں کو دو دو قیراط ملے، اہل کتاب نے کہا کہ ان لوگوں نے ہم سے کام کم کئے اور اجرت زیادہ پائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے، ان لوگوں نے کہا نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2427)

نیک لوگوں کی اتباع کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں

کی راہ اختیار کرے جو فوت ہو گئے ہیں کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ لوگ جو فوت ہو گئے ہیں (اور جن کی پیروی کرنی چاہئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

جو اس امت کے بہترین لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے انتہائی کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب کیا تھا لہٰذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان سے آداب و اخلاق کو اختیار کرتے رہو (اس لئے کہ) وہی لوگ ہدایت کے سیدھے راستہ پر تھے۔ (رزین، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 187)

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ۝
اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔

کتنی ہی بستیاں رات کو آنے والے عذاب سے ہلاک ہوگئی ہیں

"وَكَمْ" خَبَرِيَّةٌ مَفْعُول "مِنْ قَرْيَةٍ" اُرِيْدَ اَهْلُهَا "اَهْلَكْنَاهَا" اَرَدْنَا اِهْلَاكَهَا "فَجَاءَهَا بَاْسُنَا" عَذَابُنَا "بَيَاتًا" لَيْلًا "اَوْ هُمْ قَائِلُوْنَ" نَائِمُوْنَ بِالظَّهِيرَةِ وَالْقَيْلُوْلَةُ اسْتِرَاحَةٌ نِصْفَ النَّهَارِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهَا نَوْمٌ اَيْ مَرَّةً جَاءَهَا لَيْلًا وَّمَرَّةً جَاءَهَا نَهَارًا،

کم خبریہ مفعول ہے۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں یعنی اہل بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔ یعنی وہ دوپہر کے وقت یا قیلولہ کرنے کیلئے دن کے نصف آرام کرنے والے تھے اگرچہ ان کے ساتھ نیند نہ تھی۔ یعنی کبھی عذاب رات کو آیا اور کبھی دن کو آیا۔

سابقہ باغیوں کی بستیوں کے کھنڈرات باعث عبرت ہیں

ان لوگوں کو جو ہمارے رسولوں کی مخالفت کرتے تھے انہیں جھٹلاتے تھے تم سے پہلے ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ دنیا اور آخرت کی ذلت ان پر برس پڑی، جیسے فرمان ہے تجھ سے اگلے رسولوں سے بھی مذاق کیا گیا، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مذاق نے انہیں تہو بالا کر دیا، ایک اور آیت میں ہے، بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے غارت کر دیا جو اب تک الٹی پڑی ہیں اور جگہ ارشاد ہے بہت سے اتراتے ہوئے لوگوں کے شہر ہم نے ویران کر دیئے دیکھ لو کہ اب تک ان کے کھنڈرات تمہارے سامنے ہیں جو بہت کم آباد ہوئے۔ حقیقتاً وارث و مالک ہم ہی ہیں ایسے ظالموں کے پاس ہمارے عذاب اچانک آ گئے اور وہ اپنی غفلتوں اور عیاشیوں میں مشغول تھے کہیں دن کو دوپہر کے آرام کے وقت، کہیں رات کے سونے کے وقت، چنانچہ ایک آیت میں ہے (افامن اھل القری ان یاتیھم باسنا بیاتا وھم نائمون اوامن اھل القری ان یاتیھم باسنا ضحی وھم یلعبون) یعنی لوگ اس سے بےخوف ہو گئے ہیں کہ ان کے سوتے ہوئے راتوں رات اچانک ہمارا عذاب آ جائے؟ یا انہیں ڈر نہیں کہ دن دیہاڑے دوپہر کو ان کے آرام کے

وقت ان پر ہمارا عذاب آ جائیں؟

اور آیت میں ہے کہ مکاریوں کی وجہ سے ہماری نافرمانیاں کرنے والے اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان کے پاس عذاب الٰہی اس طرح آ جائے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے یا اللہ انہیں ان کی بیخبری میں آرام کی گھڑیوں میں ہی پکڑ لے کوئی نہیں جو اللہ کو عاجز کر سکے، یہ تو رب کی رحمت ورافت ہے جو گنہگار زمین پر چلتے پھرتے ہیں، عذاب رب آ جانے کے بعد تو یہ خود اپنی زبانوں سے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے لیکن اس وقت کیا نفع ہوگا؟

فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝
پھر جب ان پر ہمارا عذاب آ گیا تو ان کی پکار سوائے اس کے (کچھ) نہ تھی کہ وہ کہنے لگے کہ بیشک ہم ظالم تھے۔

"فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ" قَوْلُهُمْ "اِذْ جَاءَ هُمْ بَاْسُنَا اِلَّا اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِيْنَ،

پھر جب ان پر ہمارا عذاب آ گیا تو ان کی پکار سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ وہ کہنے لگے کہ بیشک ہم ظالم تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انہیں عذاب نہیں کرتا، عبدالملک سے جب یہ حدیث میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انہیں عذاب نہیں کرتا تو آپ نے یہ آیت (فما کان دعوھم) الخ، پڑھ سنائی پھر فرمایا امتوں سے بھی، ان کے رسولوں سے بھی یعنی سب سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔

اللہ کی گرفت ہمیشہ اس وقت آتی ہے جب انسان اللہ کی تنبیہات سے بے نیاز ہو کر غفلت کی نیند سو جاتا ہے پھر جب اللہ کی گرفت یا اس کا عذاب واقع ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ اعتراف کرنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہی قصور تھا جو ہم غفلت میں پڑے رہے مگر وقت گزرنے کے بعد ایسا اعتراف کوئی فائدہ نہیں دیتا، بلکہ حسرت ویاس کا سبب بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرما یہ رہے ہیں کہ تمہارے سامنے بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ تم اسی وقت عبرت حاصل کرو جب تم خود عذاب میں گرفتار ہو جاؤ؟ آخر تم گزشتہ اقوام کے انجام سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۝
تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔

قیامت کے دن رسولان گرامی اور امتوں کی گواہی کا بیان

"فَلَنَسْاَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ" اَیْ الْاُمَمِ عَنْ اِجَابَتِهِمُ الرُّسُلَ وَعَمَلِهِمْ فِيْمَا بَلَغَهُمْ "وَلَنَسْاَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ" عَنِ الْاِبْلَاغِ،

تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے یعنی امتوں سے رسولان گرامی کی دعوت کو قبول کرنے اور جو انہوں نے حکم پہنچایا اس پر عمل کرنے کے بارے میں ہم ان سے پوچھیں گے۔ اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی حکم پہنچانے کے

بارے میں ضرور پوچھیں گے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں لوگوں سے سوال کیا کہ قیامت کے روز تم لوگوں سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا یا نہیں؟ فما انتم قائلون، یعنی اس وقت تم اس کے جواب میں کیا کہو گے؟ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا، اور امانت خداوندی کا حق ادا کر دیا، اور امت کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا، یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰھم اشھد یعنی یا اللہ تو گواہ ہو جا۔

اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کو پہنچا دیا، اور میں جواب میں عرض کروں گا کہ میں نے پہنچا دیا ہے، اس لئے اب تم سب اس کا اہتمام کرو کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ غائبین تک میرا پیغام پہنچا دیں۔ (تفسیر مظہری، سورہ اعراف)

رسولوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں تو ہی جاننے والا ہے پس امت سے رسولوں کی قبولیت کی بابت اور رسولوں سے تبلیغ کی بابت قیامت کے دن سوال ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک بااختیار ہے اور اپنے زیر اختیار لوگوں کی بابت اس سے سوال کیا جانے والا ہے۔ بادشاہ سے اسکی رعایا کا ہر آدمی سے اس کی اہل وعیال کا، ہر عورت سے اس کے خاوند کے گھر کا، ہر غلام سے اس کے آقا کے مال کا سوال ہو گا۔ (بخاری ومسلم)

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيۡهِمۡ بِعِلۡمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيۡنَ۝
پس یقیناً ہم ان کے سامنے ضرور پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔

لوگوں کے سامنے ہدایت کو وضاحت سے بیان کرنا

"فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيۡهِمۡ بِعِلۡمٍ" لَـنُخۡبِرَنَّهُمۡ عَنۡ عِلۡمٍ بِمَا فَعَلُوۡهُ "وَمَا كُنَّا غَآئِبِيۡنَ" عَنۡ اِبۡلَاغِ الرُّسُلِ وَالۡاُمَمِ الۡخَالِيَةِ فِيۡمَا عَمِلُوۡا،

پس یقیناً ہم ان کے سامنے ضرور پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے تا کہ ہم انہیں بتائیں جو انہوں نے عمل کیا۔ اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔ یعنی رسولان گرامی کا حکم پہنچا دینا اور امتوں نے جو کچھ عمل کیا ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں۔

ابن مردویہ نے نقل کی ہے، قیامت کے دن اعمال نامے رکھے جائیں گے اور سارے اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جائے گی۔ اللہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ نہ وہ کسی چیز سے غافل ہے۔ آنکھوں کی خیانت سے سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے۔ زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ ہوتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ تر وخشک چیز اس کے پاس کھلی کتاب میں موجود ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥

اور اس دن وزن حق ہے، پھر وہ شخص کہ اس کے پلڑے بھاری ہو گئے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

نیکیوں کے بھاری میزان والوں کیلئے کامیابی ہونے کا بیان

"وَالْوَزْنُ" لِلْاَعْمَالِ اَوْ لِصَحَائِفِهَا بِمِيزَانٍ لَهُ لِسَان وَكَفَّتَانِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيث كَائِن "يَوْمئِذٍ" أَيْ يَوْم السُّؤَال الْمَذْكُور وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة "الْحَقّ" الْعَدْل صِفَة الْوَزْن "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينه" بِالْحَسَنَاتِ "فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" الْفَائِزُوْنَ،

اور اس دن اعمال یا ان کے صحائف کا وزن ایک ایسے ترازو سے ہوگا جس کا ایک کانٹا اور دو پلڑے ہیں۔ جس طرح حدیث میں ذکر ہوا ہے۔ یعنی مذکورہ دین یعنی قیامت کا دن برحق ہے۔ یہاں پر عدم وزن کی صفت ہے۔ پھر وہ شخص کہ اس کے پلڑے نیکیوں کے سبب بھاری ہو گئے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

میزان کے مفہوم کا تفسیری بیان

میزان "اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار و حیثیت جانی جا سکے اور جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق و مغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیأت یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا۔

میزان کے حساب و کتاب کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن وہ یعنی حضرت عائشہ دوزخ کی آگ کا خیال کر کے رونے لگیں یعنی اچانک ان کے دل میں دوزخ کا خیال آ گیا تو اس کی دہشت سے ان پر گریہ طاری ہو گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو اس طرح اچانک روتے دیکھا تو) پوچھا کہ یہ تمہیں کیا ہوا کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ مجھے دوزخ کی آگ کا خیال آ گیا تھا؟ (اس کی دہشت اور خوف سے) رونے لگی ہوں) اور ہاں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے اہل و عیال کو بھی یاد رکھیں گے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ ویسے تو اہل بیت ہی کیا قیامت کے دن اپنی پوری امت کا خیال و فکر ہوگا لیکن) صورت حال یہ ہے کہ اس دن تین موقعے ایسے ہوں گے کہ وہاں کسی کو کسی کا خیال نہیں ہوگا یعنی مخصوص طور پر کسی کا خیال نہیں ہوگا۔ البتہ شفاعت عظمی عمومی طور پر تمام خلائق کے لئے ہوگی) ایک موقع تو وہ ہوگا جب (اعمال و کردار کو تولنے کے لئے میزان سامنے ہوگی تا آنکہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کی میزان بھاری رہی یا ہلکی یعنی جب

تک اعمال تل نہ لیں گے اور یہ پتہ نہ چل جائے گا کہ نیک اعمال کا پلا جھک گیا ہے یا اوپر کو اٹھ گیا ہے تب تک ہر شخص اپنی اپنی فکر میں گرداں رہے گا دوسرا موقع وہ ہوگا جب اعمال نامے (ہاتھوں میں) حوالے کئے جائیں گے یہاں تک یہ نہ کہا جانے لگے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو اور جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا ہے، یا بائیں ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ یعنی دوسرا ہولناک موقع وہ ہوگا جب ہر ایک کے بارے میں نجات یا عذاب کا فیصلہ ہونے کو ہوگا اور لوگوں کے اعمال نامے ان کی پیٹھ کے پیچھے سے ان کے ہاتھوں میں تھما دیئے جائیں گے چنانچہ جو شخص نجات یافتہ ہوگا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور جو شخص مستوجب عذاب گردانا جائے گا اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور اس طرح اس وقت جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں اور کس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دوبارہ ہے اور جس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا وہ مارے خوشی کے یہ نہ کہہ اٹھے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھ لو تب تک ہر شخص فکر و تردد میں رہے گا اور کسی کو اس کا ہوش و خیال نہیں رہے گا) اور تیسرا موقع وہ ہوگا جب لوگ پل صراط (پر سے گزرنے) کے قریب ہوں گے اور وہ پل صراط جہنم کی پشت پر (یعنی اس کے دہانے پر) رکھا جائے گا (یہاں تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس پر سے عافیت کے ساتھ گزر کر نجات پالی ہے یا جہنم میں گر پڑا ہے۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 133)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے جس میں سے ہر ایک اتنا بڑا ہوگا جتنا دور تک نظر پہنچے۔ پھر ایک پرچہ نیکی کا لایا جائے گا جس پر (لا الہ الا اللہ) ہوگا۔ یہ کہے گا یا اللہ یہ اتنا سا پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس سے بےفکر رہ کہ تجھ پر ظلم کیا جائے، اب وہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلہ میں نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ سب دفتر اونچے ہو جائیں گے اور یہ سب سے زیادہ وزن دار اور بھاری ہو جائیں گے (ترمذی) تیسرا قول بھی دلیل رکھتا ہے حدیث میں ہے ایک بہت موٹا تازہ گنہگار انسان اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن اللہ کے پاس اس کا نہ ہوگا۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ○
اور وہ شخص کہ اس کے پلڑے ہلکے ہوگئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا
اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔

میزان کا برائیوں کے سبب ہلکا ہونے کا بیان

"وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنه" بِالسَّيِّئَاتِ "فَاُولٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ" بِتَصْيِيرِهَا اِلَى النَّار "بِمَا كَانُوْا بِاٰيَاتِنَا يَظْلِمُوْنَ" يَجْحَدُوْنَ،

اور وہ شخص کہ اس کے پلڑے برائیوں کے سبب ہلکے ہوگئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو جہنم کی طرف لے جا کر

خسارے میں ڈالا، اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔ یعنی ان کا انکار کرتے تھے۔

قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا۔ جن کے اعمال قلبیہ واعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں ایک ہی کام ہے، اگر اخلاص ومحبت سے حکم شرعی کے موافق کیا۔ اور برمحل کیا، تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا ریس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگزر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا" بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں، وہاں اعیان کی صورت میں مجسد کردیے جائیں گے۔ اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قار الذات اعراض ہیں جن کا ہر جزء وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے۔ پھر ان کا جمع ہونا تلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آجکل لمبی چوڑی تقریریں بند کی جاتی ہیں، کیا وہ تقریریں اعراض میں سے نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اس وقت ادا ہوسکتا ہے جب اس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہوگیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو۔ رہا ان کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہوگا جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلے کس نوعیت وکیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول وافہام کی رسائی سے باہر ہے۔ اسی لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک میزان کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن وسنت نے بیان کردیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حد پرواز سے خارج ہے۔ کیونکہ جن نوامیس وقوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم ونسق ہوگا، ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے۔ اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لو کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تلتے ہیں۔ ایک میزان سے غلہ اور سوختہ وزن کیا جاتا ہے۔ ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ ان کے سوا "مقیاس الھوا" یا "مقیاس الحرارت" وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر بتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔ جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان واعراض کے اوزان ودرجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کردے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان ودرجات کا تفاوت صورۃً وحساً ظاہر ہوتا ہو۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھیں زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے تمھارے لیے اس میں زندگی کے سامان بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔

بنی آدم کو زمین میں ٹھہرانے کا بیان

"وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ" يَا بَنِيْ اٰدَمَ "فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ" بِالْيَاءِ اَسْبَابًا تَعِيشُونَ بِهَا جَمْع مَعِيشَة "قَلِيْلًا مَا" لِتَاْكِيدِ الْقِلَّة "تَشْكُرُونَ" عَلٰى ذٰلِكَ،

اور یا بنی آدم بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھیں زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے تمھارے لیے اس میں زندگی کے سامان بنائے، معایش یہاں پر یاء کے ساتھ ہے یعنی زندگی گزارنے کا سامان دیا اس کی جمع معیشت ہے۔ بہت کم تم شکر کرتے ہو۔ یہاں پر قلیلا ما میں ماء قلت کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ تاکہ تم اس عطا پر شکر گزار بن جاؤ۔

معایش کے لغوی مفہوم کا بیان

معایش تو جمہور کی قرأت ہے لیکن عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج معائش پڑھتے ہیں اور ٹھیک وہی ہے جس پر اکثریت ہے اس لئے کہ (معایش) جمع ہے (معیشتہ) کی۔ اس کا باب (عاش یعیش عیشا) ہے (معیشتہ) کی اصل (معیشتہ) ہے۔ کسرہ یے پر تقلیل تھا نقل کر کے ماقبل کو دیا (معیشتہ) ہو گیا لیکن جمع کے وقت پھر کسرہ یے پر آ گیا کیونکہ اب ثقل نہ رہا پس مفاعل کے وزن پر (معایش) ہو گیا کیونکہ اس کلمہ میں یا اصلی ہے۔ بخلاف مدائین، صھائف اور بصائر کے جو مدینہ، صحیفہ اور بصیرہ کی جمع ہے باب مدن صحف اور البصر سے ان میں چونکہ یا زائد ہے اس لئے ہمزہ دی جاتی ہے اور مفاعل کے وزن پر جمع آتی ہے۔

دنیا میں ذریعہ معاش کو حصول آخرت کا سبب بنانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کی نیت محض آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی اور اس کی پریشانیوں کو جمع کر کے اطمینان خاطر بخشتا ہے نیز اس کے پاس دنیا آتی ہے لیکن اس کی نظر میں اس دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ یعنی کسی بھی علمی یا عملی کار خیر کو اختیار کرنے کے سلسلے میں جس شخص کی نیت اور اصل مقصد محض رضائے مولیٰ اور ثواب آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت پر قانع وصابر بنا کر اور زیادہ طلبی کی محنت ومشقت کے کشت ورنج سے بچا کر قلبی غنا عطا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات سے بے نیاز اور مستغنی ہو جاتا ہے کہ ریاء کاری کے ذریعہ لوگوں سے مال وجاہ اور عزت ومنفعت حاصل کر کے آخرت کا نقصان وخسران مول لے۔ نیز اللہ تعالیٰ حصول معاش اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے سلسلے میں ان کی پریشانیوں، الجھنوں اور ذہنی انتشار وتفکرات کو سمیٹ کر خاطر جمعی میں تبدیل کر دیتا ہے، بایں طور کہ اس کو ایسی جگہوں اور ایسے ذرائع سے اسباب معیشت مہیا فرما دیتا ہے جن کے بارے میں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور اس کے معاملات کو اس طرح استوار فرما دیتا ہے کہ اس کا وہم وگمان بھی اس کو نہیں ہوتا اور پھر ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہے

ہوتا ہے کہ اس شخص کی نظر میں دنیا اور دنیا بھر کی نعمتیں اور لذتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، وہ دنیا سے دامن بچاتا ہے اور دنیا اس کے قدموں میں کھنچی چلی آتی ہے، اس کی ضروریات زندگی اور معیشت کے وہ اسباب جو اس کے لئے مقدر ہیں، بغیر کسی محنت ومشقت کے بغیر کسی سعی وکوشش کے اور بغیر کسی ذلت وخواری کے اس کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔

اور جس شخص کی نیت اور اصل مقصد، دنیا کی طلب ہو یعنی جس شخص پر دنیا اس حد تک سوار ہو جائے کہ وہ اعمال خیر کو بھی محض دنیا کے حصول کا واسطہ بنانا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا فقر واحتیاج، اس کی آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت وخواری میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ اپنے فقر وافلاس اور محتاجگی کو نظر آنے والی چیز کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے۔ اور اس کو ہر معاملہ میں پراگندہ خاطر اور ذہنی انتشار وتفکرات کا شکار بنا دیتا ہے نیز دنیا بھی اس کو صرف اسی قدر ملتی ہے جتنا کہ اللہ نے اس کے لئے مقدر کر دیا ہے (ترمذی) نیز احمد اور دارمی نے اس روایت کو ابان سے اور انہوں نے زید بن ثابت سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1250)

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۝
اور بیشک ہم نے تمہیں (یعنی تمہاری اصل کو) پیدا کیا پھر تمہاری صورت گری کی (یعنی تمہاری زندگی کی کیمیائی اور حیاتیاتی
ابتداء وارتقاء کے مراحل کو آدم (علیہ السلام) کے وجود کی تشکیل تک مکمل کیا)، پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام)
کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کیلئے فرشتوں کا سجدہ کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ" اَیْ اَبَاكُمْ اٰدَم "ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ" اَیْ صَوَّرْنَاهُ وَاَنْتُمْ فِیْ ظَهْرِه "ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ" سُجُود تَحِيَّة بِالِانْحِنَاءِ "فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيس" اَبَا الْجِنّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَة، لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِيْنَ،

اور بیشک ہم نے تمہیں یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی جبکہ تم ان کی پشت میں تھے۔ پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو تعظیم کیلئے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابوالجن ابلیس کے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کے درمیان رہتا تھا لہٰذا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

شیطان کا سجدہ آدم سے انکار کرنے کا بیان

انسان کے شرف کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ تمہارے باپ آدم کو میں نے خود ہی بنایا اور ابلیس کی عداوت کو بیان فرما رہا ہے کہ اس نے تمہارے باپ آدم سے حسد کیا۔ ہمارے فرمان سے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس نے نافرمانی کی پس تمہیں چاہئے

کہ دشمن کو دشمن سمجھو اور اس کے داؤ پیچ سے ہوشیار رہو۔

حضرت آدم کو پروردگار نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا انسانی صورت عطا فرمائی پھر اپنے پاس سے اس میں روح پھونکی پھر اپنی شان کی جلالت منوانے کیلئے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے جھک جاؤ سب نے سنتے ہی اطاعت کی لیکن ابلیس نہ مانا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ انسان اپنے باپ کی پیٹھ میں پیدا کیا جاتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ میں صورت دیا جاتا ہے اور بعض سلف نے بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں مراد اولاد آدم ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ آدم کو پیدا کیا پھر اس کی اولاد کی صورت بنائی۔ لیکن یہ سب اقوال غور طلب ہیں کیونکہ آیت میں اس کے بعد ہی فرشتوں کے سجدے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہی ہوا تھا۔ جمع کے صیغہ سے اس کا بیان اس لئے ہوا کہ حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۝
فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں
تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ابلیس کا اپنے دفاع کیلئے بارگاہ الوہیت میں دلیل پیش کرنے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰی "مَا مَنَعَكَ اَلَّا" اَنْ لَّا: لَا زَائِدَة "تَسْجُدَ اِذْ" حِين، اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ،

فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، یہاں الا میں لا زائدہ ہے۔ اور اذ کا معنی حین یعنی جس وقت ہے، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

(الا تسجد) میں لا بقول بعض نحویوں کے زائد ہے اور بعض کے نزدیک انکار کی تاکید کیلئے ہے۔ جیسے کہ شاعر کے قول ما ان رایت ولا سمعت بمثله میں ما نافیہ پر ان نفی کے لئے صرف تاکیداً داخل ہوا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے کہ پہلے آیت (لم یکن من الساجدین) ہے پھر (ما منعك الا تسجد) ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں قولوں کو بیان کر کے انہیں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں (منعك) ایک دوسرے فعل مقدر کا متضمن ہے تو تقریر عبارت یوں ہوئی (ما احوجك والزمك واضطرك الا تسجد اذا مرتك) یعنی تجھے کس چیز نے بےبس محتاج اور ملزم کر دیا کہ تو سجدہ نہ کرے؟ وغیرہ۔ یہ قول بہت ہی قوی ہے اور بہت عمدہ ہے۔

ابلیس کا بارگاہ الوہیت میں دلیل قیاس فاسد قائم کرنے کا بیان

ابلیس نے جو وجہ بتائی سچ تو یہ ہے کہ وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی مصداق ہے۔ گویا وہ اطاعت سے اس لئے باز رہتا ہے کہ اس

کے نزدیک فاضل کو مفضول کے سامنے سجدہ کیے جانے کا حکم ہی نہیں دیا جا سکتا۔ تو وہ ملعون کہہ رہا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں پھر مجھے اس کے سامنے جھکنے کا حکم کیوں ہو رہا ہے؟ پھر بہتر ہونے کے ثبوت میں کہتا ہے کہ میں آگ سے بنا یہ مٹی سے۔ ملعون اصل عنصر کو دیکھتا ہے اور اس فضیلت کو بھول جاتا ہے کہ مٹی والے کہ اللہ عزوجل نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنی روح پھونکی ہے۔ پاس اس وجہ سے کہ اس نے فرمان الٰہی کے مقابلے میں قیاس فاسد سے کام لیا اور سجدے سے رک گیا اللہ کی رحمتوں سے دور کر دیا گیا اور تمام نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ اس ملعون نے اپنے قیاس اور اپنے دعوے میں بھی خطا کی۔ مٹی کے اوصاف ہیں، نرم ہونا، حامل مشقت ہونا، دوسروں کا بوجھ سہانا، چیزوں کو اگانا، بڑھانا، پرورش کرنا، اصلاح کرنا وغیرہ اور آگ کی صفت ہے جلدی کرنا، جلا دینا، بےچینی پھیلانا، پھونک دینا، اسی وجہ سے ابلیس اپنے گناہ پر اڑ گیا اور حضرت آدم نے اپنے گناہ کی معذرت کی، اس سے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ رب کے احکام کو تسلیم کیا، اپنے گناہ کا اقرار کیا، رب سے معافی چاہی، بخشش کے طالب ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، ابلیس آگ کے شعلے سے اور انسان اس چیز سے جو تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے یعنی مٹی سے۔ (مسلم)

قیاس فاسد کے قابل مذمت ہونے کا بیان

ایک اور روایت میں ہے فرشتے نور عرش سے جنت آگ سے۔ ایک غیر صحیح حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حور عین زعفران سے بنائی گئی ہیں۔ امام حسن فرماتے ہیں ابلیس نے یہ کام کیا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے قیاس کا دروازہ کھولا۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں سب سے پہلے قیاس فاسد کرنے والا ابلیس ہے۔ یاد رکھو سورج چاند کی پرستش اسی کی بدولت شروع ہوئی ہے۔ اس کی اسناد بھی صحیح ہے۔

خلاف نص قیاس کے مردود ہونے کا بیان

مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل واعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہوگی وہ اس سے افضل ہوگا، جس کی اصل مٹی ہو اور اس خبیث کا یہ خیال غلط و باطل ہے کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک و مولیٰ فضیلت دے، فضیلت کا مدار اصل و جوہر پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہے اور آگ کا مٹی سے افضل ہونا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش و تیزی اور ترفّع ہے۔ یہ سبب اِستکبار کا ہوتا ہے اور مٹی سے وقار، حِلم و حیا و صبر حاصل ہوتے ہیں، مٹی سے ملک آباد ہوتے ہیں آگ سے ہلاک، مٹی امانت دار ہے جو چیز اس میں رکھی جائے اس کو محفوظ رکھے اور بڑھائے۔ آگ فنا کر دیتی ہے باوجود اس کے لطف یہ ہے کہ مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے اور آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتی علاوہ بریں حماقت و شقاوت اِبلیس کی یہ کہ اس نے نص کے موجود ہوتے ہوئے اس کے مُقابل قیاس کیا اور جو قیاس کہ نص کے خلاف ہو وہ ضرور مردود۔ (خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا فَاخۡرُجۡ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيۡنَ○

ارشاد ہوا: پس تو یہاں سے اتر جا تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو یہاں تکبر کرے پس (میری بارگاہ سے) نکل جا بیشک تو ذلیل وخوار لوگوں میں سے ہے۔

شیطان کو بارگاہ الوہیت سے خارج کردینے کا بیان

"قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا" اَیۡ مِنَ الۡجَنَّة وَقِيلَ مِنَ السَّمَاوَات "فَمَا يَكُوۡن" يَنۡبَغِى "لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا فَاخۡرُجۡ" مِنۡهَا "اِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ" الذَّلِيلِين،

ارشاد ہوا پس تو یہاں یعنی جنت اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمانوں سے اتر جا تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو یہاں تکبر کرے پس میری بارگاہ سے نکل جا بیشک تو ذلیل وخوار لوگوں میں سے ہے۔

قَالَ اَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ○

اس نے کہا: مجھے اس دن تک (زندگی کی) مہلت دے جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

قیامت کے دن تک شیطان کیلئے مہلت ہونے کا بیان

"قَالَ اَنۡظِرۡنِى" اَخِّرۡنِى "اِلٰى يَوۡم يُبۡعَثُونَ" اَیۡ النَّاس،

اس نے کہا: مجھے اس دن تک زندگی کی مہلت دے جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ○

فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔

"قَالَ اِنَّك مِنَ الۡمُنۡظَرِينَ" وَفِىۡ اٰيَة اُخۡرٰى "اِلٰى يَوۡم الۡوَقۡت الۡمَعۡلُوم" اَیۡ يَوۡم النَّفۡخَة الۡاُولٰى،

فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔ اور ایک دوسری آیت میں ہے وقت معلوم یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک شیطان کو مہلت دی گئی ہے۔

قَالَ فَبِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ○

بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔

شیطان کا لوگوں کو گمراہی کے راستے پر لے جانے کی قسم کھانے کا بیان

"قَالَ فَبِمَا اَغۡوَيۡتَنِى" اَیۡ بِاِغۡوَائِكَ لِى وَالۡبَاء لِلۡقَسَمِ وَجَوَابه "لَاَقۡعُدَنَّ لَهُمۡ" اَیۡ لِبَنِىۡ اٰدَم "صِرَاطَكَ الۡمُسۡتَقِيم" اَیۡ عَلَى الطَّرِيق الۡمُوصِل اِلَيۡك،

بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا یعنی مجھے تیرے غواء کی قسم ہے یہاں پر باء قسم کیلئے آئی ہے۔ اور اس کا جواب "لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ" ہے یعنی میں بنی آدم کو ضرور تیرے سیدھے راستہ یعنی تیری راہ سے گمراہی کی طرف لے جاؤں گا۔

ابلیس کا اپنے تخت حکومت پر بیٹھ کر گمراہی پھیلانے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابلیس اپنا تخت حکومت پانی (یعنی سمندر) پر رکھتا ہے۔ پھر وہاں سے اپنی فوجوں کو روانہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا کریں۔ اس کی فوجوں میں ابلیس کا سب سے بڑا مقرب وہ ہے جو سب سے بڑا فتنہ انداز ہو۔ ان میں سے ایک واپس آ کر کہتا ہے۔ میں نے فلاں فلاں فتنے پیدا کئے ہیں۔ ابلیس اس کے جواب میں کہتا ہے: تو نے کچھ نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے! میں نے (ایک بندہ کو گمراہ کرنا شروع کیا اور) اس وقت تک اس آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈالودی۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ابلیس (یہ سن کر) اس کو اپنے قریب بٹھالیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا (حدیث کے ایک راوی) اعمش فرماتے ہیں میرا خیال ہے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجائے (فیدنیہ کے) فیلتزمہ (پس ابلیس اس کو گلے لگالیتا ہے) کے الفاظ نقل کئے تھے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 67)

ابلیس کا طریقہ واردات اس کی اپنی زبانی

ابلیس نے جب عہد الٰہی لے لیا تو اب بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری میں بھی اس کی اولاد کی راہ ماروں گا اور حق و نجات کے سیدھے راستے سے انہیں روکوں گا تیری توحید سے بہکا کر تیری عبادت سے سب کو ہٹادوں گا۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ فبما میں باقسم کے لئے ہے یعنی مجھے قسم ہے میں اپنی بربادی کے مقابلہ میں اس کی اولاد کو برباد کر کے رہوں گا۔

عون بن عبداللہ کہتے ہیں میں مکے کے راستے پر بیٹھ جاؤں گا لیکن صحیح یہی ہے کہ نیکی کے ہر راستے پر۔ چنانچہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے کیلئے اسلام لانے والے کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے کہ تو اپنے اور اپنے باپ دادا کے دین کو کیوں چھوڑتا ہے۔ اللہ کو اگر بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ اس کی باتوں میں نہیں آتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ہجرت کی راہ سے روکنے کیلئے اڑے آتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ تو اپنے وطن کو کیوں چھوڑتا ہے؟ اپنی زمین و آسمان سے الگ ہوتا ہے؟ غربت و بیکسی کی زندگی اختیار کرتا ہے؟ لیکن مسلمان اس کے بہکاوے میں نہیں آتا اور ہجرت کر گذرتا ہے۔ پھر جہاد کی روک کے لئے آتا ہے اور جہاد مال سے ہے اور جان سے۔ اس سے کہتا ہے کہ تو کیوں جہاد میں جاتا ہے؟ وہاں قتل کر دیا جائے گا، پھر تیری بیوی دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی، تیرا مال اوروں کے قبضے میں چلا جائے گا لیکن مسلمان اس کی نہیں مانتا اور جہاد میں قدم رکھ دیتا ہے پس ایسے لوگوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں لے جائے گو وہ جانور سے گر کر ہی مر جائیں۔

اس دوسری آیت کی تفسیر میں ابن عباس کا قول ہے کہ آگے سے آنے کا مطلب آخرت کے معاملہ میں شک وشبہ میں پیدا کرنا ہے۔ دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی رغبتیں دلاؤں گا دائیں طرف سے آنا امر دین کو مشکوک کرنا ہے بائیں طرف سے آنا گناہوں کو لذیذ بنانا ہے شیطانوں کا یہی کام ہے۔

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۝
پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے
اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

شیطان کا ہر طرح سے گمراہی پھیلانے کی کوشش کرنے کا بیان

"ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ" اَیْ مِنْ کُلِّ جِهَةٍ فَاَمْنَعُهُمْ عَنْ سُلُوکه قَالَ ابْن عَبَّاس وَلَا يَسْتَطِيع اَنْ يَّاْتِيَ مِنْ فَوْقهمْ لِئَلَّا يَحُول بَيْن الْعَبْد وَبَيْن رَحْمَة اللّٰه تَعَالٰى "وَلَا تَجِد اَكْثَرهمْ شَاكِرِيْنَ" مُؤْمِنِيْنَ،

پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے یعنی ہر طرف سے آ کر تیری راہ سے ان کو روکوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیطان بندے کے اوپر سے آنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ بندے اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل نہیں ہوسکتا۔ اور تو ان میں سے یعنی مؤمنین سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔

نیکیوں کو تباہ کرنے کیلئے شیطانی سازشوں کا بیان

ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان کہتا ہے میں ان کی دنیا و آخرت، نیکیاں بھلائیاں سب تباہ کر دینے کی کوشش میں رہوں گا اور برائیوں کی طرف ان کی رہبری کروں گا وہ سامنے سے آ کر کہتا ہے کہ جنت دوزخ قیامت کوئی چیز نہیں۔ وہ پشت کی جانب سے آ کر کہتا ہے دیکھ دنیا کس قدر زینت دار ہے وہ دائیں سے آ کر کہتا ہے خبردار نیکی کی راہ بہت کٹھن ہے۔ وہ بائیں سے آ کر کہتا ہے دیکھ گناہ کس قدر لذیذ ہیں پس ہر طرف سے آ کر ہر طرح بہکاتا ہے ہاں یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ اوپر کی طرف سے نہیں آ سکتا۔ اللہ کے بندے کے درمیان حائل ہو کر رحمت الٰہی کو روک نہیں بن سکتا۔ پس سامنے یعنی دنیا اور پیچھے یعنی آخرت اور دائیں یعنی اس طرح کی دیکھیں اور بائیں یعنی اس طرح نہ دیکھ سکیں یہ اقوال سب ٹھیک ہیں۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام خیر کے کاموں سے روکتا ہے اور سر کے تمام کام سمجھا جاتا ہے، اوپر کی سمت کا نام آیت میں نہیں وہ سمت رحمت رب کے آنے کیلئے خالی ہے اور وہاں شیطان کی روک نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اکثروں کو تو شاکر نہیں پائے گا یعنی موحد۔ ابلیس کو یہ وہم ہی وہم تھا لیکن نکلا مطابق واقعہ۔ جیسے فرمان ہے آیت (ولقد صدق علیھم ابلیس

ظنہ) الخ، یعنی ابلیس نے اپنا گمان پورا کر دکھایا سوائے مومنوں کی پاکباز جماعت کے اور لوگ اس کے مطیع بن گئے حالانکہ شیطان کی کچھ حکومت تو ان پر نہ تھی مگر ہاں ہم صحیح طور سے ایمان رکھنے والوں کو اور شکی لوگوں کو الگ الگ کر دینا چاہتے تھے۔ تیرا رب ہر چیز کا حافظ ہے۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝
فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا، ضرور جو اُن میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔

شیطان کو مردود و مغضوب کر کے بارگاہ الوہیت سے خارج کرنے کا بیان

"قَالَ اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا" بِالْهَمْزَةِ مُعَيَّبًا اَوْ مَمْقُوتًا "مَدْحُورًا" مُبْعَدًا عَنِ الرَّحْمَة "لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ" مِنَ النَّاس وَاللَّام لِلِابْتِدَاءِ اَوْ مُوَطِّئَة لِلْقَسَمِ وَهُوَ "لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّم مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ" اَیْ مِنْك بِذُرِّيَّتِك وَمِنَ النَّاس وَفِيْهِ تَغْلِيب الْحَاضِر عَلَى الْغَائِب وَفِي الْجُمْلَة مَعْنٰى جَزَاء مِنَ الشَّرْطِيَّة اَیْ مَنْ تَبِعَكَ اُعَذِّبهُ،

فرمایا یہاں سے نکل جا رد کیا گیا راندہ ہوا، یہاں پر مذؤما ہمزہ کے ساتھ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہاں سے معیوب، مغضوب اور معیوب ہو کر نکل جا اور تو رحمت سے دور ہے۔ اور جو اُن میں سے یعنی لوگوں میں سے تیرے کہے پر چلا، یہاں پر لام ابتدائیہ ہے یا تمہید قسم کیلئے ہے، میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ یعنی تیری اولاد اور لوگوں سے بھر دوں گا اور یہاں پر حاضر کی تغلیب علی غائب خطاب ہے۔ اور اس جملہ میں لفظ من جو شرط کی جزاء کے معنی میں ہے۔ یعنی جس نے تیری اتباع کی میں اس کو عذاب دوں گا۔

شیطان پر اللہ کی لعنت ہونے کا بیان

اس پر اللہ کی لعنت نازل ہوئی ہے، رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کی جماعت سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ عیب دار کر کے اتار دیا جاتا ہے، لفظ مذوم ماخوذ ہے ذام اور ذیم سے، یہ لفظ بہ نسبت لفظ ذم کے زیادہ مبالغے والا ہے، پس اس کے معنی عیب دار کے ہوئے اور مدحور کے معنی دور کئے ہوئے کے ہیں مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔ پس یہ ذلیل ہو کر اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر نیچے اتار دیا گیا۔ اللہ کی لعنت اس پر نازل ہوئی اور نکال دیا گیا اور فرمایا گیا کہ تو اور تیرے ماننے والے سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں جیسے اور آیت میں ہے (فان جھنم جزاکم) الخ تمہاری سب کی سزا جہنم ہے تو جس طرح چاہ انہیں بہکا لیکن اس سے مایوس ہو جا کہ میرے خاص بندے تیرے وسوسوں میں آ جائیں ان کا وکیل میں آپ ہوں۔

وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا
هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے

قریب مت جاؤ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم دینے کا بیان

"و" قَالَ "يَا اٰدَمُ اُسْكُنْ اَنْتَ " تَاكِيدٌ لِلضَّمِيرِ فِيْ اُسْكُنْ لِيَعْطِفَ عَلَيْهِ "وَزَوْجُكَ " حَوَّاء بِالْمَدِّ "الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ" بِالْاَكْلِ مِنْهَا وَهِيَ الْحِنْطَة،فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ،

اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، یہاں پر انت ضمیر جو اسکن میں ہے یہ ظاہری ضمیر اس کی تاکید کیلئے آئی ہے تا کہ اس پر اس کا عطف کیا جائے۔ اور لفظ حواء یہ مد کے ساتھ بھی آیا ہے۔ پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے قریب مت جاؤ یعنی کھانے کیلئے نہ جانا اور گندم کا دانہ ہے۔ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔

پہلا امتحان اور اسی میں لغزش اور اس کا انجام

ابلیس کو نکال کر حضرت آدم وحوا کو جنت میں پہنچا دیا گیا اور بجز ایک درخت کے انہیں ساری جنت کی چیزیں کھانے کی رخصت دے دی گئی۔ شیطان کو اس سے بڑا ہی حسد ہوا، ان کی نعمتوں کو دیکھ کر لعین جل گیا اور ٹھان لی کہ جس طرح سے ہو انہیں بہکا کر اللہ کے خلاف کر دوں۔ چنانچہ جھوٹ افتراء باندھ کر ان سے کہنے لگا کہ دیکھو یہ درخت وہ ہے جس کے کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی اسی جنت میں پاؤ گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ابلیس نے کہا میں تمہیں ایک درخت کا پتہ دیتا ہوں جس سے تمہیں بقاء اور ہمیشگی والا ملک مل جائے گا۔ یہاں ہے کہ ان سے کہا تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے روکا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ جیسے فرمان ہے آیت (يبين الله لكم ان تضلوا) مطلب یہ ہے کہ (لئلا تضلوا) اور آیت میں ہے (ان تميد بكم) یہاں بھی یہی مطلب ہے۔ (ملكين) کی دوسری قرأت (ملكين) بھی ہے لیکن جمہور کی قرأت لام کے زبر کے ساتھ ہے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ٥

پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تا کہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

شجر ممنوعہ کی طرف شیطان کی سکالری فکر کا بیان

"فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ" اِبْلِيس "لِيُبْدِيَ" يُظْهِر "لَهُمَا مَا وُرِيَ" فُوعِلَ مِنَ الْمُوَارَاة "عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا" كَرَاهَة "اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ" وَقُرِئَ بِكَسْرِ اللَّام "اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ" اَيْ وَذٰلِكَ لَازِم عَنِ الْاَكْل مِنْهَا كَمَا فِيْ اٰيَة اُخْرٰى "هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَة الْخُلْد وَمُلْك لَا يَبْلٰى"

پھر شیطان یعنی ابلیس نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تا کہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا، یہاں لفظ وری یہ فوعل کے وزن پر مواراۃ سے مشتق ہے۔اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یہاں پر ملکین کی لام کو کسرہ سے بھی پڑھا گیا ہے۔یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔اور یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے اس درخت کا پھل کھانا لازم ہے یا جس طرح دوسری آیت میں ہے کہ میں تمہیں ہیشگی کے درخت کی طرف رہنمائی نہ دلاؤں۔

یعنی ایسا وسوسہ ڈالا کہ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے سامنے بَرہنہ ہو جائیں۔اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ وہ جسم جس کو عورت کہتے ہیں اس کو چھپانا ضروری اور کھولنا منع ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اس کا کھولنا ہمیشہ سے عقل کے نزدیک مذموم اور طبیعتوں کو ناگوار رہا ہے۔

ستر کو چھپانے کیلئے حکم شرعی کا بیان

بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ ہر ایک سے چھپاؤ۔انہوں نے عرض کیا اگر کوئی کسی مرد کے ساتھ ہو تو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے اپنے ستر (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کرو کہ کوئی نہ دیکھ پائے۔عرض کیا بعض اوقات آدمی اکیلا ہی ہوتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔یہ حدیث حسن ہے۔ابو بہز کے دادا کا نام معاویہ بن حیدۃ قشیری ہے۔اس حدیث کو جریری بھی بہز کے والد حکیم بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 684)

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝
اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں سے ہوں۔

خیر خواہی کی بہانے جھوٹے تبلیغی کا بیان

"وَقَاسَمَهُمَا" اَيْ اَقْسَمَ لَهُمَا بِاللّٰهِ "اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ" فِيْ ذٰلِكَ،

اور اس نے دونوں کیلئے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً اس بات میں خیر خواہوں سے ہوں۔

پھر اپنا اعتبار جمانے کیلئے قسمیں کھانے لگا کہ دیکھو میری بات کو سچ مانو میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم سے پہلے سے ہی یہاں رہتا ہوں ہر ایک چیز کے خواص سے واقف ہوں تم اسے کھالو بس پھر یہیں رہو گے بلکہ فرشتے بن جاؤ گے قاسم باب مفاعلہ سے ہے اور اس کی خاصیت طرفین کی مشارکت ہے لیکن یہاں یہ خاصیت نہیں ہے۔ ایسے اشعار بھی ہیں جہاں قاسم آیا ہے اور صرف ایک طرف کے لئے۔ اس قسم کی وجہ سے اس خبیث کے بہکاوے میں حضرت آدم آ گئے۔ سچ ہے مومن اس وقت دھوکا کھا جاتا ہے جب کوئی ناپاک انسان اللہ کو بیچ میں دیتا ہے۔ چنانچہ سلف کا قول ہے کہ ہم اللہ کے نام کے بعد اپنے ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ
الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○
تو اُتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ درخت چکھا ان پر اُن کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے
چپٹانے لگے، اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

شجر ممنوعہ کے سبب انکشاف ستر ہونے کا بیان

"فَدَلّٰهُمَا" حَطَّهُمَا عَنْ مَنْزِلَتِهِمَا "بِغُرُوْر" مِنْهُ "فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَة" اَىْ اَكَلَا مِنْهَا "بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا" اَىْ ظَهَرَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا قُبُله وَقُبُل الْاٰخَر وَدُبُره وَسُمِّىَ كُلّ مِنْهَا سَوْاَة لِاَنَّ انْكِشَافه يَسُوء صَاحِبه "وَطَفِقَا يَخْصِفَان" اَخَذَا يُلْزِقَان "عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَق الْجَنَّة" لِيَسْتَتِرَا بِهِ "وَنَادَاهُمَا رَبّهمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَة وَاَقُلْ لَكُمَا اِنَّ الشَّيْطَان لَكُمَا عَدُوّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ،

تو انہیں ان کے مرتبے سے اُتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ درخت چکھا یعنی ان دونوں نے اس سے کھایا تو ان پر اُن کی شرم کی چیزیں کھل گئیں، یعنی ان میں ہر ایک کی شرمگاہیں بے لباس ہو گئیں اور ان کا نام سواۃ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کا منکشف ہونا شرمندہ کرتا ہے۔ اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے یعنی جنتی درختوں کے پتوں سے ستر پوشی کرنے لگے، اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان عداوت میں تمہارا کھلا دشمن ہے یہاں پر استفہام تقریری ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کے سبب دنیا آباد ہونے کا بیان

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "حضرت آدم علیہ السلام کا قد مثل درخت کھجور کے بہت لمبا تھا اور سر پر بہت لمبے لمبے بال تھے، درخت کھانے سے پہلے انہیں اپنی شرمگاہ کا علم بھی نہ تھا نظر ہی نہ پڑی تھی۔ لیکن اس خطا کے ہوتے ہی وہ

ظاہر ہوگئی، بھاگنے لگے تو ہاں ایک درخت میں الجھ گئے، کہنے لگے اے درخت مجھے چھوڑ دے درخت سے جواب ملا کہ ناممکن ہے، اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے آدم مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کہنے لگے یا اللہ شرمندگی ہے، شرمسار ہوں، گو یہ روایت مرفوع بھی مروی ہے لیکن زیادہ صحیح موقوف ہونا ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں، درخت کا پھل کھالیا اور چھپانے کی چیز ظاہر ہوگئی، جنت کے پتوں سے چھپانے لگے، ایک کو ایک پر چپکانے لگے، حضرت آدم مارے غیرت کے ادھر ادھر بھاگنے لگے لیکن ایک درخت کے ساتھ الجھ کر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ندا دی کہ آدم مجھ سے بھاگتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یا اللہ مگر شرماتا ہوں۔ جناب باری نے فرمایا آدم جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا تھا کیا وہ تجھے کافی نہ تھا؟ آپ نے جواب دیا بیشک کافی تھا لیکن یا اللہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ کوئی تیرا نام لے کر تیری قسم کھا کر جھوٹ کہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تو لغزش کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور تکلیفیں اٹھانا ہوں گی۔ چنانچہ جنت سے دونوں کو اتار دیا گیا، اب اس کشادگی کے بعد کی یہ تنگی ان پر بہت گراں گذری کھانے پینے کو ترس گئے، پھر انہیں لوہے کی صنعت سکھائی گئی، کھیتی کا کام بتایا گیا، آپ نے زمین صاف کی دانے بوئے، وہ آگے بڑھے، بالیں نکلیں، دانے پکے، پھر توڑے گئے، پھر پیسے آگئے، آٹا گندھا، پھر روٹی تیار ہوئی، پھر کھائی جب جا کر بھوک کی تکلیف سے نجات پائی۔ تین کے پتوں سے اپنا آگا پیچھا چھپاتے پھرتے تھے جو مثل کپڑے کے تھے، وہ نورانی پردے جن سے ایک دوسرے سے یہ اعضا چھپے ہوئے تھے، نافرمانی ہوتے ہی ہٹ گئے اور وہ نظر آنے لگے۔

حضرت آدم اسی وقت اللہ کی طرف رغبت کرنے لگے توبہ استغفار کی طرف جھک پڑے، بخلاف ابلیس کے کہ اس نے سزا کا نام سنتے ہی اپنے ابلیسی ہتھیار یعنی ہمیشہ کی زندگی وغیرہ طلب کی۔ اللہ نے دونوں کی دعا سنی اور دونوں کی طلب کردہ چیزیں عنایت فرمائی۔ مروی ہے کہ حضرت آدم نے جب درخت کھالیا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی سزا یہ ہے کہ حمل کی حالت میں بھی تکلیف میں رہیں گی بچہ ہونے کے وقت بھی تکلیف اٹھائیں گی، یہ سنتے ہی حضرت حواء نے نوحہ شروع کیا، حکم ہوا کہ یہی تجھ پر اور تیری اولاد پر لکھ دیا گیا۔ حضرت آدم نے جناب باری میں عرض کی اور اللہ نے انہیں دعا سکھائی انہوں نے دعا کی جو قبول ہوئی۔ لغزش کو معاف فرما دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○
دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی؛ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا
اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا بیان

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا" بِمَعْصِيَتِنَا، وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ،

دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم نے لغزش کے سبب اپنی جانوں پر زیادتی کی؛ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کیسے قبول ہوئی

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین پر آنے کے بعد تین سو برس تک ندامت کی وجہ سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور روتے ہی رہے۔

روایت ہے کہ اگر تمام انسانوں کے آنسو جمع کیے جائیں، تو اتنے نہیں ہوں گے، جتنے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام کے خوفِ الٰہی سے زمین پر گرے اور اگر تمام انسانوں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے، تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو ان سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ (تفسیر صاوی، البقرۃ) بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ پڑھ کر دعا مانگی کہ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔

یعنی اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ تیرا نام برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت ہی بلند مرتبہ ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔ (تفسیر جمل علی الجلالین، بقرہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا اور اگر تو ہمیں رحم فرما کر نہ بخشے گا، تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (تفسیر جلالین، ص، پ، الاعراف)

لیکن حاکم و طبرانی و ابونعیم و بیہقی نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتابِ الٰہی ہوا، تو آپ توبہ کی فکر میں حیران تھے۔ ناگہاں اس پریشانی کی عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ بارگاہِ الٰہی میں وہ مرتبہ کسی کو میسر نہیں، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ ملا کر عرش پر تحریر فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنی دعا میں رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کے ساتھ یہ عرض کیا کہ اسئلك بحق محمد ان تغفرلی اور ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات بھی ہیں کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ خَطِيْئَتِيْ

یعنی اے اللہ! تیرے بندہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبہ کے طفیل میں اور ان کی بزرگی کے صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے، میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ کو بخش دے۔ یہ دعا کرتے ہی حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی اور توبہ مقبول ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ، البقرۃ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ (پ۱، البقرۃ: 37)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے، تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی، بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ اور وسیلہ مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے اللہ کے حضور معروضہ کیا: اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانتے ہو ابھی تو وہ دنیا میں تشریف نہیں لائے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ قوائم عرش پر

" لا إله إلا الله محمد رسول الله "

لکھا ہوا پایا، تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ انہیں کا نام پاک ملایا ہے جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے پسندیدہ ومحبوب ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا، بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ترین ہیں، تم ان کے وسیلہ سے دعا کرو میں ضرور تم کو مغفرت عطا کروں گا، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

☆ مستدرك على الصحيحين، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، حديث نمبر: 4194.☆ معجم اوسط طبراني حديث نمبر:6690.☆ معجم صغير طبراني، باب الميم، من اسمه محمد، حديث نمبر: 989 ☆ دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب غزوة تبوك،اب ما جاء في تحدث رسول الله صلى الله عليه وسلم بنعمة ربه عز وجل، حديث نمبر: 2243 . ☆ مجمع الزوائد، ج،8ص،198،حديث نمبر:13917۔ ☆ جامع الاحاديث والمراسيل ,مسند على بن ابى طالب، حديث نمبر:33457.☆ كنز العمال، كتاب الفضائل من قسم الأفعال،الفصل الثالث في فضائل متفرقة تنبيء عن التحدث بالنعم، حديث نمبر: 32138 ۔ ☆ تفسير در منثور ، سورة البقرة: 7 3۔ ☆ تفسير الكشف والبيان للثعلبي، سورة البقرة: 7 3۔ ☆ تفسير روح البيان،ج،2،ص:376،سورة المائدة:16۔ ☆ الشريعة لابى بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجُرّيّ البغدادى(متوفى360 هـ) كتاب الإيمان والتصديق بأن الجنة والنار مخلوقتان، حديث نمبر:938.☆ المواهب اللدنية ,ج,1,ص82,.☆ شرح المواهب للزرقاني,ج,1,ص119,۔ ☆ خصائص كبرى،باب خصوصيته صلى الله عليه وسلم بكتابة اسمه الشريف مع اسم الله تعالى على العرش وسائر ما في الملكوت۔ ☆ سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد, جماع أبواب بعض الفضائل والآيات الواقعة قبل مولده صلى الله عليه وسلم, الباب الخامس في كتابة أسمه الشريف مع اسم الله تعالى على العرش،ج1ص85.☆ السيرة النبوية لابن كثير، ج،1 ص،320۔ ☆ خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى صلى الله عليه واله وسلم , الفصل الثاني " في توسل الزائر به صلى الله عليه وسلم إلى ربه تعالى۔ ☆ البداية والنهاية لابن كثير باب خلق آدم عليه السلام .☆حجة الله على العلمين في معجزات سيد المرسلين صلى الله عليه واله وسلم،23.☆ الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي. مطلب في جماعة يصلون على النبي، النبي صلى الله عليه وسلم.☆ تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف الألف،

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے وسیلہ سے بحق فلاں و بجاہ فلاں کہہ کر دعا مانگنی جائز اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دسویں محرم کو قبول ہوئی، جنت سے نکلتے وقت دوسری نعمتوں کے ساتھ عربی زبان بھی، آپ سے بھلا دی گئی تھی اور بجائے اس کے سریانی زبان آپ کی زبان پر جاری کر دی گئی تھی۔ مگر توبہ قبول ہونے کے بعد پھر عربی زبان بھی آپ کو عطا کر دی گئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص، پ، البقرۃ)

(۳) چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا اجتہادی تھی اور اجتہادی خطا معصیت نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی یا ظالم کہے گا، وہ نبی کی توہین کے سبب سے کافر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے۔ وہ اپنے بندہ خاص حضرت آدم علیہ السلام کو جو چاہے، فرمائے۔ اس میں ان کی عزت ہے۔ دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کوئی لفظ زبان پر لائے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے کلمات کو دلیل بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔

لہٰذا ہم پر یہی لازم ہے کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء کرام کا ادب و احترام لازم جانیں اور ہرگز ہرگز ان حضرات کی شان میں کوئی ایسا لفظ نہ بولیں، جس میں ادب کی کمی کا کوئی شائبہ بھی ہو۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○
ارشادِ باری ہوا تم (سب) نیچے اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں، اور تمہارے لئے زمین میں معیّن مدت
تک جائے سکونت اور متاعِ حیات (مقرر کر دیئے گئے ہیں گویا تمہیں زمین میں قیام و معاش کے دو بنیادی حق دے کر
اتارا جا رہا ہے، اس پر اپنا نظامِ زندگی استوار کرنا)۔

حضرت آدم وحواء کا زمین پر اتر آنے کا بیان

"قَالَ اهْبِطُوا" اَیْ اٰدم وَحَوَّاء بِمَا اشْتَمَلْتُمَا عَلَیْهِ مِنْ ذُرِّیَّتِکُمَا "بَعْضُکُمْ" بَعْض الذُّرِّیَّة "لِبَعْضٍ عَدُوّ" مِنْ ظُلْم بَعْضهمْ بَعْضًا "وَلَکُمْ فِی الْاَرْض مُسْتَقَرّ" اَیْ مَکَان اسْتِقْرَار "وَمَتَاع" تَمَتُّع "اِلٰی حِین" تَنْقَضِی فِیْهِ اٰجَالکُمْ،

ارشادِ باری ہوا اے آدم وحواء تم بمع اپنی اولاد کے جو مشتمل ہے نیچے اتر جاؤ تم میں سے بعض اولاد بعض کے دشمن ہیں، اور بعض دوسرے بعض کیلئے ظالم ہوں گے۔ تمہارے لئے زمین میں معیّن مدت تک جائے سکونت اور متاعِ حیات مقرر کر دیئے گئے ہیں گویا تمہیں زمین میں قیام و معاش کے دو بنیادی حق دے کر اتارا جا رہا ہے، اس پر اپنا نظامِ زندگی استوار کرنا۔ یہاں تک تمہیں اجل آ جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل وصورت میں قوم کے پاس آ کران سے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے لوگ منتشر ہوتے ہیں ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایسے آدمی سے سنا یہ بات سنی ہے جس کی شکل سے واقف ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 19)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو اسے محبوب رکھ فرمایا پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب کسی بندے کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے (وہ دنیا والوں کے لئے مقبول ہو جاتا ہے) اور جب اللہ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تو بھی اسے مبغوض رکھ پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے بغض رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے عداوت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2204)

جنت سے دنیا میں آنے پر آدم وموسیٰ علیہا السلام کے درمیان بحث کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کیا تم وہی آدم نہیں ہو جنہوں نے سب لوگوں کو پریشانی میں ڈالا اور جنت سے نکلوادیا؟ تو حضرت آدم نے حضرت موسیٰ سے کہا کیا تم وہی موسیٰ نہیں ہو جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لئے پسند فرمایا؟ تو کیا تم مجھ پر ایک ایسی چیز کا الزام عائد کرتے ہو جسے اللہ نے پہلے سے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدم موسیٰ پر اپنی تقدیر سے غالب آ گئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1934)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ میں ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا کہ کیا تم وہی آدم ہو جنہوں نے سب لوگوں کو محنت میں ڈالا اور جنت سے باہر نکلوایا، حضرت آدم نے فرمایا کیا تم وہی موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عطا فرمائی اپنے لئے خاص کیا اور پھر تم پر تورات نازل فرمائی؟ موسیٰ نے جواب دیا جی ہاں! آدم نے کہا تم نے میرے حالات تورات میں پڑھے ہونگے؟ جواب دیا ہاں! آدم نے کہا کہ کیا تم نے یہ نہیں پڑھا کہ یہ لغزش میری پیدائش سے قبل لکھ دی گئی تھی؟ موسیٰ بولے ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدم موسیٰ پر غالب آئے۔ "یم" کے معنی سمندر یا دریا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1932)

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝
ارشاد فرمایا تم اسی (زمین) میں زندگی گزارو گے اور اسی میں مَرو گے اور (قیامت کے روز) اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔

زمین میں رہنے اور اس میں دفن ہونے کا بیان

"قَالَ فِيْهَا" اَیْ الْاَرْض . "تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ" بِالْبَعْثِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْل،

ارشاد فرمایا تم اسی زمین میں زندگی گزارو گے اور اسی میں مَر و گے اور قیامت کے روز اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ یہاں پر "تُخْرَجُوْن" یہ معروف و مجہول دونوں طرح آیا ہے۔

انسان کا تخلیق شدہ مٹی والی جگہ میں دفن ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے۔ اور میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنے۔ اسی میں دفن ہونگے۔ (کنز العمال، العلل المتناهية، لابن الجوزی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتہ جو رحم زن پر موکل ہے جب نطفہ رحم میں قرار پاتا ہے اسے رحم سے لیکر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر عرض کرتا ہے: اے رب میرے! بنے گا یا نہیں؟ اگر فرماتا ہے نہیں، تو اس میں روح نہیں پڑتی اور خون ہو کر رحم سے نکل جاتا ہے۔ اور اگر فرماتا ہے: ہاں، تو عرض کرتا ہے: اے میرے رب! اسکا رزق کیا ہے؟ زمین میں کہاں کہاں چلے گا؟

کیا عمر ہے؟ کیا کام کریگا؟ ارشاد ہوتا ہے: لوح محفوظ میں دیکھ کہ اس میں نطفہ کا سب حال پائیگا۔ پھر فرشتہ وہاں کی مٹی لاتا ہے جہاں اسے دفن ہونا ہے۔ اسے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان کہ زمین ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں پھر ہم تمہیں لے جائینگے۔ (فتاوی افریقہ، ص۔۱۰۰، نوادر الاصول، حکیم الترمذی)

حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتہ جا کر اسکے مدفن کی مٹی لا کر اس نطفہ پر چھڑکتا ہے۔ تو آدمی اس مٹی اور اس بوند سے بنتا ہے۔ اور یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد کہ: ہم نے تمہیں زمین ہی سے بنایا اور اسی میں پھر تمہیں لے جائینگے۔ (فتاوی افریقہ ص۱۰۰، الترغیب والترہب للمنذری)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى
ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝
اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری
آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

دنیاوی لباس اور لباس تقویٰ کا بیان

"يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا " أَيْ خَلَقْنَاهُ لَكُمْ "يُوَارِي" يَسْتُر "سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا " وَهُوَ مَا يُتَجَمَّل بِهِ مِنَ الثِّيَاب "وَلِبَاسُ التَّقْوَى " الْعَمَل الصَّالِح وَالسَّمْت الْحَسَن بِالنَّصْبِ عُطِفَ عَلَى لِبَاسًا وَالرَّفْع مُبْتَدَأ خَبَره جُمْلَة "ذَلِكَ خَيْر ذَلِكَ مِنْ آيَات اللّٰه " دَلَائِل قُدْرَته "لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ" فَيُؤْمِنُونَ فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْخِطَاب،

اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا یعنی تمہارے لئے بنایا ہے کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو یعنی کپڑوں کے ذریعے خوبصورتی حاصل کرو اور پرہیزگاری کا لباس یعنی وہ نیک عمل ہے یا اچھی حالت اور یہاں پر لباس منصوب اس لئے ہوگا کہ اس کا عطف لباسا پر ہوا اور مرفوع بھی آیا ہے جب مبتداء ہوا اور یہ جملہ "ذٰلِكَ خَيْر ذٰلِكَ مِنْ آيَات اللّٰه" اس کی خبر ہے۔ وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں یعنی اس کی قدرت کے دلائل میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ یعنی وہ ایمان لے آئیں۔ یہاں پر خطاب میں غائب کی جانب التفات ہے۔

لباس کے معانی ومقاصد کا بیان

"لباس" اصل میں تو مصدر ہے، لیکن استعمال "ملبوس" کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ "کتاب" کا لفظ مصدر ہونے کے باوجود "مکتوب" کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے "لباس" کے ماضی اور مضارع کے صیغے باب علم یعلم سے آتے ہیں، ویسے اس کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) بھی آتا ہے۔ اور لبس جو لام کے زبر کے ساتھ آتا ہے اس کے معنی التباس وخلط کے ہیں جس کا باب ضرب یضرب ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کپڑوں میں کرتا سب سے زیادہ پسند تھا۔"

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 259)

کُرتے کی پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو اس کے پہننے سے جسم کے اعضاء اچھی طرح ڈھک جاتے ہیں اور دوسرے وہ بہت ہلکا اور جسم کے لئے آرام دہ ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ کرتا پہننے سے آدمی متواضع و منکسر معلوم ہوتا ہے اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ و مرغوب رہی ہوگی اس میں یقیناً وہ اسرار و انوار ہوں گے جو اس کے علاوہ کسی چیز میں نہیں ہونگے جیسا کہ تمام مستحبات کا حکم ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اے اولادِ آدم! (کہیں) تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان سے

راہوں میں دوڑتا ہے۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر شیطان ایسا ہے کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو تم ایسے سے مدد چاہو جو اس کو دیکھتا ہو اور وہ اسے نہ دیکھ سکے یعنی اللہ کریم ستار، رحیم غفار سے مدد چاہو۔ (خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○
اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا اور اللہ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔
فرما دیجئے کہ اللہ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ پر ایسی باتیں کرتے ہو جو تم خود نہیں جانتے۔

برے کاموں میں باپ دادا کی تقلید کرنے کا بیان

"وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً" كَالشِّرْكِ وَطَوَافِهِمْ بِالْبَيْتِ عُرَاةً قَائِلِينَ: لَا نَطُوف فِيْ ثِيَاب عَصَيْنَا اللّٰه فِيْهَا فَنُهُوا عَنْهَا "قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَاءَنَا" فَاقْتَدَيْنَا بِهِمْ "وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا" اَيْضًا "قُلْ" لَهُمْ "اِنَّ اللّٰه لَا يَاْمُر بِالْفَحْشَاءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰه مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" اَنَّهُ قَالَهُ اسْتِفْهَام اِنْكَار،

اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں جس طرح شرک کرنا اور ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کپڑوں میں طواف نہیں کریں گے کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی تو جب ان کو اس سے منع کیا گیا تو وہ کہتے ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے پس ہم نے ان کی اقتداء کی ہے۔ اور اللہ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کی ذات پر ایسی باتیں کرتے ہو جو تم خود بھی نہیں جانتے۔ یہاں پر استفہام انکاری ہے۔

سورہ اعراف آیت ۲۸ کے سبب نزول کا بیان

دور جاہلیت میں عرب لوگ ننگا ہو جانے کو کوئی معیوب فعل تصور نہیں کرتے تھے۔ بغیر پردہ یا اوٹ کے ننگے نہانا، راستے میں ہی بلا جھجک رفع حاجت کے لیے بیٹھ جانا یا محفل میں کسی کے ستر کھل جانے کو وہ عیب نہیں سمجھتے تھے اور اہل عرب ہی کا کیا ذکر ہر جاہلی معاشرہ میں یہی حالت ہوتی ہے۔ اہل عرب میں جو اس سے بھی زیادہ شرمناک فعل تھا وہ یہ تھا کہ وہ کعبہ کا طواف بھی ننگے ہو کر کرتے تھے اور انہوں نے اپنے اس فعل کو مذہبی تقدس کا درجہ دے رکھا تھا عورتیں اس شرمناک فعل میں مردوں سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں عورت برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتی اور کہتی جاتی کہ " کوئی ہے جو مجھے طواف کے لئے کپڑا دے تاکہ میں اس سے شرمگاہ ڈھانپ لوں۔ پھر کہتی آج یا تو کچھ شرمگاہ کھلی رہے گی یا پوری کھلی رہے گی

بہر حال جتنی بھی کھلی رہے گی میں اسے کسی پر حلال نہیں کروں گی۔" آیت (خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ ،الاعراف:31) اسی بارے میں نازل ہوئی۔ (مسلم۔کتاب التفسیر)

آج اس کا تھوڑا سا حصہ ظاہر ہو جائے گا اور جتنا بھی ظاہر ہو میں اسے اس کے لئے جائز نہیں رکھتی۔اس پر آیت (واذا فعلوا) الخ، نازل ہوئی ہے۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ
مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ۝
فرمادیجئے، میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے،اورتم ہر سجدہ کے وقت و مقام پر اپنے رُخ (کعبہ کی طرف) سیدھے کرلیا
کرو اور تمام تر فرمانبرداری اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کیا کرو۔جس طرح اس نے تمہاری
(خلق وحیات کی) ابتداء کی تم اسی طرح (اس کی طرف) پلٹو گے۔

عدل وانصاف کا حکم دینے کا بیان

"قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "وَاَقِیْمُوْا" مَعْطُوف عَلٰی مَعْنٰی بِالْقِسْطِ اَیْ قَالَ اَقْسِطُوا وَاَقِیْمُوْا اَوْ قَبْله فَاَقْبِلُوْا مُقَدَّرًا "وُجُوهكُمْ" لِلّٰہِ "عِنْدَ كُلِّ مَسْجِد" اَیْ اَخْلِصُوا لَهٗ سُجُودكُمْ "وَادْعُوهُ" اُعْبُدُوْهُ "مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْن" مِنْ الشِّرْك "كَمَا بَدَاَكُمْ" خَلَقَكُمْ وَلَمْ تَكُوْنُوْا شَیْئًا "تَعُوْدُوْنَ" اَیْ یُعِیدكُمْ اَحْیَاء یَوْم الْقِیَامَة،

فرمادیجئے، میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے،اورتم ہر سجدہ کے وقت و مقام پر اپنے رُخ سیدھے کرلیا کرو، یہاں اقیموا معطوف ہے جس کا معنی قسط یعنی انصاف ہے۔اوراس سے پہلے اقبلوا مقدر ہے یعنی عدل کرو اور اس پر قائم رہو اور اپنے ہر سجدے کو اللہ کیلئے خاص کرلو۔اورتمام تر فرمانبرداری اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کیا کرو۔یعنی شرک سے بچتے ہوئے جس طرح اس نے تمہاری خلق وحیات کی ابتداء کی جبکہ تم کچھ نہ تھے۔تم اسی طرح اس کی طرف پلٹو گے۔یعنی قیامت کے دن وہ تم کو اسی طرح زندہ کرے گا۔

افراط وتفریط سے بچنے کر انصاف کرنے کا بیان

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے ہر کام میں توسط واعتدال پر رہنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی ہدایت کی ہے پھر بھلا فواحش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔

مسجد" کو غالباً مصدر میمی بمعنی سجود لیکر تجوزاً نماز کا ترجمہ کیا ہے اور" وجوہ" کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے یعنی نماز ادا کرنے کے وقت اپنا منہ سیدھا (کعبہ کی طرف) رکھو۔مگر دوسرے بعض مفسرین اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ خدا کی عبادت کی طرف

ہمیشہ استقامت کے ساتھ دل سے متوجہ رہو۔ ابن کثیر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادت میں سیدھے رہو۔ جو راستہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اس سے ٹیڑھے ترچھے نہ چلو۔ عبادت کی مقبولیت دو ہی چیزوں پر موقوف تھی۔ خالص خدا کے لئے ہو۔ جس کو آگے فرمادیا۔ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور اس مشروع طریق کے موافق ہو جو انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمایا ہے۔ اس کو وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ میں ادا کیا گیا۔ بہر حال اس آیت میں اوامر شرعیہ کی تمام انواع کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں وہ سب "قسط" میں آگئے اور جن کا تعلق خدا سے ہے اگر قالبی ہیں تو "واقیموا وجوهکم" میں اور قلبی ہیں تو وادعوه مخلصین له الدین میں مندرج ہو گئے۔ انسان کو اعتدال، استقامت اور اخلاص کی راہوں پر چلنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ملنے والی ہے جس میں موجودہ زندگی کے نتائج سامنے آئیں گے اس کی فکر ابھی سے ہونی چاہئے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ اعراف، بیروت)

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○
ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی اور ایک گروہ، ان پر گمراہی ثابت ہو چکی، بے شک انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو
دوست بنالیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنانے والوں کا بیان

"فَرِيْقًا" مِنْكُمْ "هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَىْ غَيْرِهٖ

ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی اور ایک گروہ، ان پر گمراہی ثابت ہو چکی، بے شک انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

شیطان کا برے کام کو اچھا بنا کر پیش کرنا

کردار دو ہیں ایک شیطان کی راہ پر چلنے والے، دوسرے سیدنا آدم علیہ السلام کی راہ پر چلنے والے، واضح رہے کہ کوئی شخص یہ تسلیم کرنے پر کبھی تیار نہیں ہوتا کہ وہ شیطان کی راہ پر چل رہا ہے بلکہ وہ شیطان کا نام سن کر یا نام لے کر دو چار گالیاں بھی اسے سنا دے گا۔ نہ شیطان نے انسان کو گمراہ کرتے وقت کبھی اپنا آپ بتایا ہی ہے بس اس کا کام یہ ہے کہ کسی برے طریقہ کو خوبصورت کر کے پیش کر دے اور ویسے ہی سبز باغ دکھائے جیسے ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کو دکھائے تھے اس میں خواہ وہ کسی دینی مصلحت کی امید دلائے یا کسی دنیوی مفاد کی، اس طرح انسان اس کے بھرے میں آ جاتا ہے اور جس شخص نے اللہ کی سیدھی راہ سے ذرہ بھر بھی انحراف کیا وہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے فریب میں آ چکا ہے کیونکہ اس راہ کے سوا باقی سب شیطانی راہیں ہیں اور چونکہ شیطان

بھی کوئی اچھی بات ہی بجھاتا ہے لہٰذا یہ شیطان کے پیروکار بھی سمجھتے یہی ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ سب شیطانی چالیں ہوتی ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝
اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک
وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

نماز کیلئے زینت اختیار کرنے کا بیان

"يَا بَنِيْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ" مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَكُمْ "عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" عِنْدَ الصَّلَاةِ وَالطَّوَافِ "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا" مَا شِئْتُمْ، وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ،

اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت یعنی نماز اور طواف کیلئے اپنی زینت لے لو جو تمہارے ستر کو چھپائے۔ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

سورہ اعراف آیت ۳۱ کے شان نزول کا بیان

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اگرچہ اس سے مقصود عرب تھے جو ننگے بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے لیکن یہ تمام عالم سے خطاب ہے کیونکہ یہ نماز والی ہر مسجد کو شامل ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ دیہاتی ننگے بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک عورت بیت اللہ کا طواف ننگی ہو کر کرتی اور اپنی فرج پر باریک لمبا چمڑا جیسا کہ آج کل گدھوں کے منہ پر ہوتا ہے باندھ لیتی تا کہ مکھیاں تکلیف نہ دیں اور یہ شعر پڑھتی۔ آج میرے تمام فرج یا اس کا بعض حصہ ظاہر ہے میں اس کی طرف نظر حلال نہیں کرتی اس پر اللہ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ) اور انہیں کپڑے پہننے کا حکم دیا۔

((طبری 8-118، زادالمسیر 3-186، ابن کثیر 2-210))

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عورت زمانہ جاہلیت میں ننگی بیت اللہ کا طواف کیا کرتی تھیں اور اس کی فرج پر ایک پردہ ہوتا تھا وہ یہ شعر پڑھتی آج میری تمام فرج یا اس کا بعض حصہ ظاہر ہے اور اس کا جو حصہ بھی ظاہر ہے میں اس کی طرف نظر حلال نہیں کرتی۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ اور اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ۔ پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں خدا نے بندوں کے لیے پیدا کیں ہیں اس کو حرام کس نے کیا ہے۔ (مسلم 3028، نیسابوری 190، سیوطی 123، قرطبی 189)

ایک مسئلہ اس آیت سے احکام القرآن جصاص کی تصریح کے مطابق یہ نکلا کہ دنیا میں جتنی چیزیں کھانے پینے کی ہیں، اصل

ان میں یہ ہے کہ وہ سب جائز وحلال ہیں، جب تک کسی خاص چیز کی حرمت وممانعت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے ہر چیز کو جائز وحلال سمجھا جائے گا، اس کی طرف اشارہ اس بات سے ہوا کہ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا کا مفعول ذکر نہیں فرمایا کہ کیا چیز کھاؤ پیو، اور علماء عربیت کی تصریح ہے کہ ایسے مواقع پر مفعول ذکر نہ کرنا اس کے عموم کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے کہ ہر چیز کھا پی سکتے ہو بجز ان اشیاء کے جن کو بالتصریح حرام کر دیا گیا ہے۔ (احکام القرآن، جصاص)

کھانے پینے میں اسراف جائز نہیں

آیت کے آخری جملہ وَلَا تُسْرِفُوْا سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے کی تو اجازت ہے، بلکہ حکم ہے، مگر ساتھ ہی اسراف کرنے کی ممانعت ہے، اسراف کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا، پھر حد سے تجاوز کرنے کی کئی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ حلال سے تجاوز کر کے حرام تک پہنچ جائے، اور حرام کو کھانے پینے برتنے لگے اس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو بلا وجہ شرعی حرام سمجھ کر چھوڑ دے جس طرح حرام کا استعمال جرم و گناہ ہے اسی طرح حلال کو حرام سمجھنا بھی قانون الٰہی کی مخالفت اور سخت گناہ ہے۔ (ابن کثیر، مظہری، روح المعانی)

اسی طرح یہ بھی اسراف ہے کہ بھوک اور ضرورت سے زیادہ کھائے پیے، اسی لئے فقہاء نے پیٹ بھرنے سے زائد کھانے کو ناجائز لکھا ہے (احکام القرآن وغیرہ) اسی طرح یہ بھی اسراف کے حکم میں ہے کہ باوجود قدرت واختیار کے ضرورت سے اتنا کم کھائے جس سے کمزور ہو کر ادائے واجبات کی قدرت نہ رہے، ان دونوں قسم کے اسراف کو منع کرنے کے لئے قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے: (آیت، ان المبذرین کانو اخوان الشیطین یعنی فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: (آیت) والذین اذا انفقوا تا قواما۔ یعنی اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو خرچ کرنے میں توسط اور میانہ روی رکھتے ہیں نہ حد ضرورت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ اس سے کم خرچ کریں۔

کھانے پینے میں اعتدال دین ودنیا میں فائدے مند ہونے کا بیان

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہت کھانے پینے سے بچو، کیونکہ وہ جسم کو خراب کرتا ہے، بیماریاں پیدا کرتا ہے، عمل میں سستی پیدا کرتا ہے، بلکہ کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو کہ وہ جسم کی صحت کے لئے بھی مفید ہے اور اسراف سے دور ہے، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فربہ جسم عالم کو پسند نہیں فرماتے (مراد یہ ہے کہ جو زیادہ کھانے سے اختیاری طور پر فربہ ہو گیا ہو) اور فرمایا کہ آدمی اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو دین پر ترجیح نہ دینے لگے (روی عن ابی نعیم)

سلف صالحین نے اس بات کو اسراف میں داخل قرار دیا ہے کہ آدمی ہر وقت کھانے پینے ہی کے دھندے میں مشغول رہے، یا اس کو دوسرے اہم کاموں میں مقدم جانے، جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس کا مقصد زندگی یہی کھانا پینا ہے، انہی حضرات کا مشہور مقولہ ہے کہ خوردن برائے زیستن سیت نہ زیستین برائے خوردن۔ یعنی کھانا اس لئے ہے کہ زندگی قائم رہے، یہ نہیں کہ زندگی

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اسراف میں داخل فرمایا ہے کہ جب کسی چیز کو جی چاہئے اس کو ضرور پورا کرلے، ان من الاسراف ان تاکل کل ما اشتھیت (ابن ماجہ عن انس)

اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ دن میں دو مرتبہ کھانا تناول فرمایا، تو ارشاد فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہارا شغل صرف کھانا ہی رہ جائے۔

اور میانہ روی کا یہ حکم جو کھانے پینے کے متعلق اس آیت میں مذکور ہے صرف کھانے پینے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ پہننے اور رہنے سہنے کے ہر کام میں درمیانی کیفیت پسند اور محبوب ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو چاہو کھاؤ پیو، اور جو چاہو پہنو، صرف دو باتوں سے بچو، ایک یہ کہ اس میں اسراف یعنی قدر ضرورت سے زیادتی نہ ہو، دوسرے فخر وغرور نہ ہو۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

فرما دیجئے، اللہ کی اس زینت (و آرائش) کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے اور کھانے کی پاک ستھری چیزوں کو (بھی کس نے حرام کیا ہے)؟ فرما دیجئے: یہ (سب نعمتیں جو) اہلِ ایمان کی دنیا کی زندگی میں (بالعموم روا) ہیں قیامت کے دن بالخصوص (انہی کے لئے) ہوں گی۔ اس طرح ہم جاننے والوں کے لئے آیتیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

اللہ نے زینت کو بندوں کیلئے بنایا ہے

"قُلْ" اِنْكَارًا عَلَيْهِمْ "مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ" مِنَ اللِّبَاسِ "وَالطَّيِّبَات" الْمُسْتَلَذَّات "مِنَ الرِّزْق قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا" بِالِاسْتِحْقَاقِ وَاِنْ شَارَكَهُمْ فِيْهَا غَيْرهمْ "خَالِصَة" خَاصَّة بِهِمْ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْب حَال "يَوْم الْقِيَامَة كَذٰلِكَ نُفَصِّل الْاٰيَات" نُبَيِّنهَا مِثْل ذٰلِكَ التَّفْصِيل "لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ فَاِنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا،

آپ ﷺ ان کی بات کا انکار کرنے کیلئے فرمادیں، اللہ کی اس زینت و آرائش کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بہ لباس پیدا فرمائی ہے اور کھانے کی پاک ستھری لذت والی اشیاء کو بھی کس نے حرام کیا ہے؟ آپ ﷺ فرمادیں یہ سب نعمتیں جو اہلِ ایمان کی دنیا کی زندگی میں انہی کا حق ہے اگر چہ اس میں دوسرے بھی شامل ہو جائیں۔ قیامت کے دن بالخصوص انہی کے لئے ہوں گی۔ یہاں پر خالصہ یہ رفع کے ساتھ بھی آیا ہے جبکہ حال ہونے کے سبب منصوب بھی ہے۔ اس طرح ہم جاننے والوں کے لئے آیتیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ ہم جاننے والی قوم کیلئے اسی طرح تفصیل بیان کرتے ہیں بے شک وہی ان سے فائدہ اٹھانے والے ہوں گے۔

44
44

سورہ اعراف آیت ۳۲ کے سبب نزول کا بیان

الکلبی کا قول ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ صرف تھوڑا سا بقدر کفایت کھانا کھاتے تھے اور حج کے دنوں میں چکنائی نہیں کھاتے تھے اس طرح وہ اپنے حج کی تعظیم کرتے تھے مسلمانوں نے کہا یارسول اللہ ہم اس عمل کے زیادہ حق دار ہیں اس پر اللہ نے یہ حکم نازل کیا کہ کلا یعنی گوشت اور چکنائی کھا، واشربوا اور پیو۔

اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ایک خوبصورت شخص تھا اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ مجھے خوبصورتی پسند اور محبوب ہے اور آپ دیکھ ہی رہے ہو جو مجھے دیا گیا ہے، حد یہ ہے کہ میں نہیں پسند کرتا کہ کوئی شخص مجھ سے خوبصورتی میں برتر ہو جائے جوتے کے تسمے کے برابر بھی۔ کیا یہ بات تکبر کی وجہ سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ متکبر وہ ہے جو حق کو چھپائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 701)

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے جبکہ تکبر یہ ہے کہ کوئی شخص حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2087)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ دنیا کی ساری نعمتیں اور راحتیں اس خاص کیفیت کے ساتھ کہ وہ آخرت میں وبال جان نہ بنیں صرف فرمانبردار مؤمنین کا حصہ ہے، بخلاف کفار و فجار کے کہ گو دنیا میں نعمتیں ان کو بھی ملتی ہیں بلکہ زیادہ ملتی ہیں، مگر ان کی یہ نعمتیں آخرت میں وبال جان اور عذاب دائمی بننے والی ہیں، اس لئے نتیجہ کے اعتبار سے ان کے لئے یہ کوئی عزت و راحت کی چیز نہ ہوئی۔

اور بعض حضرات مفسرین نے اس کے یہ معنی قرار دیئے کہ دنیا میں ساری نعمتوں اور راحتوں کے ساتھ محنت و مشقت اور پھر زوال کا خطرہ اور پھر طرح طرح کے رنج و غم لگے ہوئے ہیں، خالص نعمت اور خالص راحت کا یہاں وجود ہی نہیں، البتہ قیامت میں جس کو یہ نعمتیں ملیں گی وہ خالص ہو کر ملیں گی، نہ ان کے ساتھ کوئی محنت و مشقت ہوگی، اور نہ ان کے زوال یا نقصان کا کوئی خطرہ، اور نہ ان کے بعد کوئی رنج و مصیبت، تینوں مفہوم آیت کے اس جملہ میں بن سکتے ہیں، اور اسی لئے مفسرین صحابہ و تابعین نے ان کو اختیار کیا ہے۔

آیت اپنے عُموم پر ہے ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حُرمت پر نَص وارد نہ ہوئی ہو۔ (خازن) تو جو لوگ توشہ گیارہویں، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ عُرس، مجالسِ شہادت وغیرہ کی شیرینی، سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں وہ اس آیت

کے خلاف کر کے گناہ گار ہوتے ہیں اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت وضلالت ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَيْرِ الْحَقِّ
وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ٥
تم فرماؤ! میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ
اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔

ظاہری وخفیہ برائیوں کی حرمت کا بیان

"قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ" الْكَبَائِر كَالزِّنَا "مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" اَیْ جَهْرهَا وَسِرّهَا "وَالْاِثْمَ" الْمَعْصِيَة "وَالْبَغْیَ" عَلَى النَّاس "بِغَيْرِ الْحَقِّ" وَهُوَ الظُّلْم "وَاَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ" بِاِشْرَاكِهٖ "سُلْطَانًا" حُجَّة "وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" مِنْ تَحْرِيم مَا لَمْ يُحَرِّم وَغَيْره،

تم فرماؤ! میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جس طرح کبیرہ گناہ ہیں جس طرح زنا وغیرہ ہیں۔ جو ان میں کھلی برے ہیں اور جو چھپے گناہ ہیں۔ اور گناہ یعنی معصیت اور لوگوں پر ناحق زیادتی اور وہ ظلم ہے کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری یعنی شرک کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔ یعنی کسی چیز کو حرام کہنا جس کی حرمت وغیرہ کا تمہیں علم ہی نہیں ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ٥
اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں

ہر امت کیلئے وقت مدت مقرر ہونے کا بیان

"وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَل" مُدَّة "فَاِذَا جَاءَ اَجَلهمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ" عَنْهُ "سَاعَة وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" عَلَيْهِ،

اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں

اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کو کہلا بھیجا کہ میرا ایک لڑکا وفات پا گیا ہے اس لئے آپ تشریف لائیں۔ آپ نے اس کا جواب کہلا بھیجا کہ سلام کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ کی جو چیز تھی وہ لے لی اور اسی کی ہے وہ چیز جو اس نے دی اور ہر شخص کی ایک مدت مقرر ہے اس لئے صبر کرو اور اسے بھی ثواب سمجھ۔ آپ کی صاحبزادی نے پھر آپ کے پاس آدمی قسم دیتے ہوئے بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور کچھ لوگ تھے وہ لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ راوی کا گمان ہے کہ گویا وہ ایک مشک تھی پس آپ کی دونوں آنکھیں بہنے لگیں، سعد نے عرض

کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرنے والے بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1229)

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی
وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝
اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمہارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں
تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

بنی آدم کیلئے ہدایت کی پیروی کرنے کے حکم کا بیان

"یَا بَنِیْ اٰدَمَ اِمَّا" فِیْهِ اِدْغَام نُوْن اِنْ الشَّرْطِیَّة فِیْ مَا الْمَزِیْدَة "یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُل مِنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ فَمَنْ اتَّقٰی" الشِّرْك "وَاَصْلَحَ" عَمَله "فَلَا خَوْف عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" فِی الْاٰخِرَة،

اے آدم کی اولاد! یہاں پر اما کے اندر ان شرطیہ کا ادغام ہے جبکہ ما زائدہ ہے۔ اگر کبھی تمہارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص شرک کرنے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ آخرت میں غمزدہ ہوں گے۔

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے سرکشی کی، وہی اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

آیات کو جھٹلانے اور ایمان نہ لانے والے اہل جہنم کا بیان

"وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوا بِاٰیَاتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا" تَکَبَّرُوْا "عَنْهَا" فَلَمْ یُؤْمِنُوْا بِهَا، اُولٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ،

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے سرکشی کی، وہی اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یَنَالُهُمْ نَصِیْبُهُمْ
مِّنَ الْکِتٰبِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ ۝

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتیں جھٹلائیں، انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا
یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم
اللہ کے سوا پوجتے تھے، کہتے ہیں وہ ہم سے گم گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر ظلم کرنے والوں کا بیان

"فَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا" بِنِسْبَۃِ الشَّرِیْكِ وَالْوَلَدِ اِلَیْہِ "اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ" الْقُرْاٰن "اُولٰٓئِكَ یَنَالُھُمْ" "یُصِیْبُھُمْ" "نَصِیْبُھُمْ" حَظّھُمْ "مِنَ الْکِتَابِ" مِمَّا کُتِبَ لَھُمْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مِنَ الرِّزْقِ وَالْاَجَلِ وَغَیْرِ ذٰلِكَ "حَتّٰٓی اِذَا جَآءَتْھُمْ رُسُلُنَا" اَیْ الْمَلَائِکَۃ "یَتَوَفَّوْنَھُمْ قَالُوْا" لَھُمْ تَبْکِیْتًا "اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ" تَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالُوْا ضَلُّوْا" غَابُوْا "عَنَّا" فَلَمْ نَرَھُمْ "وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ" عِنْدَ الْمَوْتِ، اَنَّھُمْ کَانُوْا کَافِرِیْنَ،

تو اس سے بڑھ کر ظالم کوئی ایک بھی نہیں ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یعنی اس کی طرف شرک اور بیٹے کی نسبت کی یا اس کی آیتیں یعنی قرآن کو جھٹلائیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ انہیں ان کے نصیب کا لکھا حصہ پہنچے گا یعنی کتاب کا حصہ جو لوح محفوظ میں ان کیلئے رزق اور موت وغیرہ لکھی ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے بہ طور توبیخ کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے، کہتے ہیں وہ ہم سے گم ہو گئے یعنی غائب ہوئے ہیں پس ہم نے انہیں نہیں دیکھا اور موت کے وقت اپنی جانوں پر خود گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

اللہ پر بہتان باندھنے والے ظالموں کا بیان

سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے اور وہ بھی جو اللہ کے کلام کی آیتوں کو جھوٹا سمجھے۔ انہیں ان کا مقدر ملے گا اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ انہیں سزا ہوگی، ان کے منہ کالے ہوں گے، ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔ اللہ کے وعدے وعید پورے ہو کر رہیں گے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کی عمر، عمل، رزق جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ دنیا میں تو ملے گا۔ یہ قول قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد کا جملہ اس کی تائید کرتا ہے۔ اسی مطلب کی آیت (اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ۔ النحل) ہے کہ اللہ پر جھوٹ باتیں گھڑ لینے والے فلاح کو نہیں پاتے، گو دنیا میں کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخر کار ہمارے سامنے ہی پیش ہوں گے، اس وقت ان کے کفر کے بدلے ہم انہیں سخت سزا دیں گے۔ ایک آیت میں ہے کافروں کے کفر سے تو غمگین نہ ہو، ان کا لوٹنا ہماری جانب ہی ہوگا، پھر ہم فرمایا کہ ان کی روحوں کو قبض کرنے کیلئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آتے ہیں تو ان کو بطور طنز کہتے ہیں کہ اب اپنے معبودوں کو کیوں نہیں پکارتے کہ وہ تمہیں اس عذاب سے بچالیں۔ آج وہ کہاں ہیں؟ تو یہ نہایت حسرت سے جواب دیتے ہیں کہ افسوس وہ تو کھوئے گئے، ہمیں ان سے اب کسی نفع کی امید نہیں رہی پس اپنے کفر کا آپ ہی اقرار کر

جب فرشتے نہایت سختی سے ان کی روح قبض کر کے برے حال سے لے جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے تھے وہ کہاں گئے جواب تمہارے کام نہیں آتے، انہیں بلاؤ تاکہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں۔ اس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود بنالیا جو اس کے مستحق نہ تھے۔ آج ہماری اس مصیبت میں ان کا کہیں پتہ نہیں۔ مگر اب ان کی حسرت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَاؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًاۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ۝
اللہ فرمائے گا، تم جنوں اور انسانوں کی ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی وہ اپنے جیسی دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی، یہاں تک کہ جب اس میں سارے (گروہ) جمع ہو جائیں گے تو ان کے پچھلے اپنے اگلوں کے حق میں کہیں گے کہ اے ہمارے ربّ! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دوگنا عذاب دے۔ ارشاد ہوگا: ہر ایک کے لئے دوگنا ہے مگر تم جانتے نہیں ہو۔

قیامت کے دن گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کیلئے دوگنا عذاب ہونے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰی لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَة "اُدْخُلُوْا فِیْ" جُمْلَة "اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنّ وَالْاِنْس فِی النَّار" مُتَعَلِّق بِادْخُلُوْا "كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّة" النَّار "لَعَنَتْ اُخْتهَا" الَّتِی قَبْلهَا لِضَلَالِهَا بِهَا "حَتّٰی اِذَا ادَّارَكُوا" تَلَاحَقُوا "فِیْهَا جَمِیْعًا قَالَتْ اُخْرَاهُمْ" وَهُمْ الْاَتْبَاع "لِاُوْلَاهُمْ" اَیْ لِاَجْلِهِمْ وَهُمْ الْمَتْبُوعُوْنَ "رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ اَضَلُّونَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنْ النَّار" مُضْعِفًا "قَالَ" تَعَالٰی "لِكُلٍّ" مِنْكُمْ وَمِنْهُمْ "ضِعْف" عَذَاب مُضْعِف "وَلٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ" بِالْیَاءِ وَالتَّاء مَا لِكُلِّ فَرِیْق،

اللہ قیامت کے دن ان کو فرمائے گا، تم سب جنوں اور انسانوں کی ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ یہاں پر فی النار یہ ادخلوا کے متعلق ہے۔ جب بھی کوئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی وہ اپنے جیسی دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی، کیونکہ یہ ان کی وجہ سے گمراہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ جب اس میں سارے گروہ جمع ہو جائیں گے تو ان کے پچھلے یعنی اتباع کرنے والے اپنے اگلوں یعنی متبوعین کے حق میں کہیں گے کہ اے ہمارے ربّ! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دوگنا عذاب دے۔ ارشاد ہوگا، ہر ایک کے لئے دوگنا ہے مگر تم جانتے نہیں ہو۔ یہاں پر یعلمون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے یعنی تم میں ہر فریق کیلئے دوگنا عذاب ہوگا۔

کفار کی گردنوں میں طوق

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرکوں کو جو اللہ پر افتراء باندھتے تھے، اس کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے، فرمائے گا کہ تم بھی اپنے جیسوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں خواہ وہ جنات میں سے ہوں خواہ انسانوں میں سے جہنم میں جاؤ۔ (فی النار یا توفی امم) کا بدل ہے یا (فی امم) میں (فی) معنی میں (مع) کے ہے۔ ہر گروہ اپنے ساتھ کے اپنے جیسے گروہ پر لعنت کرے گا جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم ایک دوسرے سے اس روز کفر کرو گے اور آیت میں ہے (اذ تبرا) یعنی وہ ایسا برا وقت ہوگا کہ گرو اپنے چیلوں سے دست بردار ہو جائیں گے، عذابوں کو دیکھتے ہی آپس کے سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ مرید لوگ اس وقت کہیں گے کہ اگر ہمیں بھی یہاں سے پھر واپس دنیا میں جانا مل جائے تو جیسے یہ لوگ آج ہم سے بیزار ہو گئے ہیں ہم بھی ان سے بالکل ہی دست بردار ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے کرتوت ان کے سامنے لائے گا جو ان کیلئے سرتا سر موجب حسرت ہوں گے اور یہ دوزخ سے کبھی آزاد نہ ہوں گے۔ یہاں فرماتا ہے کہ جب یہ سارے کے سارے جہنم میں جا چکیں گے تو پچھلے یعنی تابعدار مرید اور تقلید کرنے والے اگلوں سے یعنی جن کی وہ مانتے رہے ان کی بابت اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اس سے ظاہر ہے کہ یہ گمراہ کرنے والے ان سے پہلے ہی جہنم میں موجود ہوں کیونکہ ان کا گناہ بھی بڑھا ہوا تھا کہیں گے کہ یا اللہ انہیں دگنا عذاب کر

چنانچہ اور آیت میں ہے (یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا 66)33۔ الأحزاب) جبکہ ان کے چہرے آتش جہنم میں ادھر سے ادھر جھلسے جاتے ہوں گے۔ اس وقت حسرت وافسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ کاش کہ ہم اللہ رسول کے مطیع ہوتے۔ یا اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی تابعداری کی جنہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ یا اللہ انہیں دگنا عذاب کر۔ انہیں جواب ملا کہ ہر ایک کیلئے دگنا ہے۔ یعنی ہر ایک کو اس کی برائیوں کا پورا پورا بدلہ مل چکا ہے۔ جیسے فرمان ہے آیت (اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ 88)16۔ النحل) جنہوں نے کفر کیا اور راہ رب سے روکا ان کا ہم عذاب اور زیادہ کریں گے اور آیت میں ہے آیت (وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ 13)29۔ العنکبوت) یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔

وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ٥
اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔

حشر میں ایک دوسرے کو عذاب بتانے کا بیان

"وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ" لِاَنَّكُمْ لَمْ تَكْفُرُوْا بِسَبَبِنَا فَنَحْنُ وَاَنْتُمْ

سَوَاء، فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُوْنَ،

اوران کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، یعنی تم نے ہماری وجہ سے کفر نہیں کیا۔تو عذاب چکھواس کے بدلے جو ہم اور تم کمایا کرتے تھے۔

اور آیت میں ہے ان کے بوجھ ان پر لادے جائیں گے جن کو انہوں نے بے علمی سے گمراہ کیا۔اب وہ جن کی مانی جاتی رہی اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ جیسے ہم گمراہ تھے تم بھی گمراہ ہوئے اب اپنے کرتوت کا بدلہ اٹھاؤ اور آیت میں ہے ولو تری اذالظالمون موقوفون عندربهم کاش کہ تو دیکھتا جب کہ یہ گنہگار اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہوں گے۔ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن بن جاتے۔وہ جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ وہ تو تمہارے سامنے کھلی ہوئی موجود تھی بات یہ ہے کہ تم خود ہی گنہگار بدکردار تھے۔یہ پھر کہیں گے کہ نہیں نہیں تمہاری دن رات کی چالاکیوں نے اور تمہاری اس تعلیم نے (کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک ٹھہرائیں) ہمیں گم کردہ راہ بنا دیا۔بات یہ ہے کہ سب کے سب اس وقت سخت نادم ہوں گے لیکن ندامت کو دبانے کی کوشش میں ہوں گے۔ کفار کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا نہ کم نہ زیادہ بلکہ پورا پورا دیا جائے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ
الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ٥
بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرکشی کی ان کے لئے آسمان (رحمت وقبولیت) کے دروازے نہیں کھولے
جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوسکیں گے یہاں تک کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے (یعنی جیسے یہ
ناممکن ہے اسی طرح ان کا جنت میں داخل ہونا بھی ناممکن ہے)، اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

اہل ایمان واہل کفر کی ارواح کو آسمانوں کی طرف لے جانے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا " تَكَبَّرُوْا "عَنْهَا" فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بِهَا "لَا تُفَتَّح لَهُمْ اَبْوَاب السَّمَاء " اِذَا عُرِجَ بِاَرْوَاحِهِمْ اِلَيْهَا بَعْد الْمَوْت فَيُهْبَط بِهَا اِلٰى سِجِّين بِخِلَافِ الْمُؤْمِن فَتُفَتَّح لَهُ وَيُصْعَد بِرُوحِهِ اِلَى السَّمَاء السَّابِعَة كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيث "وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّة حَتّٰى يَلِج " يَدْخُل "الْجَمَل فِيْ سَمِّ الْخِيَاط" ثُقْب الْاِبْرَة وَهُوَ غَيْر مُمْكِن فَكَذَا دُخُولهمْ "وَكَذٰلِكَ " الْجَزَاء "نَجْزِى الْمُجْرِمِينَ" بِالْكُفْرِ،

بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا پس وہ ایمان نہ لائے۔جب مرنے کے بعد ان کی ارواح کو آسمانوں کی طرف لے جایا جائے گا تو ان کے دروازے ان کیلئے نہ کھلیں گے پس ان کو سجین میں پھینک دیا جائے گا جبکہ اہل ایمان

کیونکہ ان کیلئے دروازے کھولے جائیں گے اور ان کی روح کو ساتوں آسمانوں کی طرف لے جایا جائے گا جس طرح حدیث میں آیا ہے۔ اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے یہاں تک کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے (یعنی جیسے یہ ناممکن ہے اسی طرح ان کا جنت میں داخل ہونا بھی ناممکن ہے)، اور ہم مجرموں کو کفر کے سبب اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

مؤمن و کافر کی روح کا آسمان کی طرف جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جو شخص قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اگر وہ نیک وصالح ہوتا ہے تو (اس کی روح سے رحمت کے) فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک جان جو پاک بدن میں تھی! اس حال میں (جسم سے) نکل کہ (خدا اور مخلوق کے نزدیک) تیری تعریف کی گئی ہے اور تجھے خوشخبری ہو دائمی راحت وسکون کی، جنت کے پاک رزق کی اور اللہ سے ملاقات کی جو (تجھ پر) غضبناک نہیں ہے۔ قریب المرگ کے سامنے فرشتے برابر یہی بات کہتے ہیں یہاں تک کہ روح (خوشی خوشی) باہر نکل آتی ہے اور پھر فرشتے اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، آسمان کا دروازہ اس کے لئے (فرشتوں کے کہنے سے یا پہلے ہی سے) کھول دیا جاتا ہے (آسمان کے دربان) پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے؟ اسے لے جانے والے فرشتے (اس کا نام ونسب بتا کر) کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص (کی روح) ہے۔ پس کہا جاتا ہے کہ آفرین ہو اس جان پاک کو جو پاک بدن میں تھی اور (اے پاک جان آسمان میں) داخل ہو اس حال میں کہ تیری تعریف کی گئی اور خوشخبری ہو تجھے راحت کی، پاک رزق کی اور پروردگار سے ملاقات کی جو غضبناک نہیں ہے۔ اس روح سے برابر یہی بات کہی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس آسمان پر (یعنی عرش پر) پہنچ جاتی ہے۔ جہاں اللہ رب العزت کی رحمت خاص جلوہ فرما ہے!۔ اور اگر وہ برا (یعنی کافر) ہوتا ہے تو ملک الموت کہتے ہیں کہ اے خبیث جان جو پلید بدن میں اس حال میں (جسم سے) باہر نکل کہ تیری برائی کی گئی ہے اور یہ بری خبر سن لے کہ گرم پانی، پیپ اور ان کے علاوہ دوسری طرح کے عذاب تیرے منتظر ہیں۔ اس بدبخت قریب المرگ کے سامنے بار بار یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح (بادل نخواستہ) باہر نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے (تا کہ اس کی ذلت وخواری اس پر ظاہر کر دی جائے) جب اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلوائے جاتے ہیں تو دربانوں کی طرف سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون شخص ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص! پس کہا جاتا ہے کہ نفریں ہو اس خبیث جان پر جو پلید جسم میں تھی اور (اے خبیث جان) واپس چلی جا اس حال میں کہ تیری برائی کی گئی ہے اور تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ چنانچہ اسے آسمان سے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ قبر کی طرف آجاتی ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 105)

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ نہ ان کے اعمال چڑھیں نہ ان کی روحیں اس سے دونوں قول مل جاتے ہیں۔ اس کے بعد کے جملے میں جمہور کی قرأت تو جمل ہے جس کے معنی نر اونٹ کے ہیں۔ لیکن ایک قرأت میں جمل ہے اس کے معنی بڑے پہاڑ کے ہیں۔ مطلب یہ ہر دو صورت ایک ہی ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گذر سکے نہ پہاڑ، اسی طرح کافر جنت میں نہیں جاسکتا ان کا اوڑھنا

بچھونا آگ ہے ظالموں کی یہی سزا ہے۔ (جامع البیان، سورہ اعراف، بیروت)

لوگوں کے نامہ اعمال کیلئے آسمانی دروازوں کے کھلنے کا بیان

تفسیر بحر محیط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک تفسیر یہ نقل فرمائی ہے کہ نہ ان لوگوں کے اعمال کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے نہ ان کی دعاؤں کیلئے، مطلب یہ ہے کہ ان کی دعا قبول نہ کی جائے گی، اوران کے اعمال اس مقام پر جانے سے روک دیئے جائیں گے جہاں اللہ کے نیک بندوں کے اعمال محفوظ رکھے جاتے ہیں، جس کا نام قرآن کریم نے سورہ مطففین میں علیین بتلایا ہے، اور قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں بھی اس مضمون کی طرف اشارہ ہے، جس میں ارشاد ہے: (آیت) الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ، یعنی انسان کے کلمات طیبات اللہ تعالیٰ کے پاس لیجائے جاتے ہیں، اوران کا نیک عمل ان کو اٹھاتا ہے، یعنی انسان کے اعمال صالحہ اس کا سبب بنتے ہیں کہ اس کے کلمات طیبات حق تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں پہنچائے جاتے ہیں۔

اورایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ منکرین و کفار کی ارواح کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے، یہ روحیں نیچے پٹک دی جائیں گی۔

اوراس مضمون کی تائید حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اورامام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل نقل کیا ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی انصاری صحابی کے جنازہ میں تشریف لے گئے، ابھی قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی تو ایک جگہ بیٹھ گئے، اور صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد خاموش بیٹھ گئے، آپ نے سر مبارک اٹھا کہ فرمایا کہ مؤمن بندہ کے لئے جب موت کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سفید چمکتے ہوئے چہروں والے فرشتے آتے ہیں، جن کے ساتھ جنت کا کفن اور خوشبو ہوتی ہے، اور وہ مرنے والے کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر فرشتہ موت عزرائیل علیہ السلام آتے ہیں، اوراس کی روح کو خطاب کرتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ رب کی مغفرت اور خوشنودی کے لئے نکلو، اس وقت اس کی روح اس طرح بدن سے بآسانی نکل جاتی ہے جیسے کسی مشکیزہ کا دہانہ کھول دیا جائے تو اس کا پانی نکل جاتا ہے، اس کی روح کو فرشتہ موت اپنے ہاتھ میں لے کر ان فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے، یہ فرشتے اس کو لے کر چلتے ہیں، جہاں ان کو کوئی فرشتوں کا گروہ ملتا ہے وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کسی کی ہے۔

یہ حضرات اس کا وہ نام ولقب لیتے ہیں، جو عزت واحترام کے لئے اس کے واسطے دنیا میں استعمال کیا جاتا تھا، اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے، یہاں تک یہ فرشتے بھی ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھو، اوراس کو واپس کردو، یہ روح پھر لوٹ کر قبر میں آتی ہے، اور قبر میں حساب لینے والے فرشتے آکر اس کو اٹھاتے اور سوال کرتے ہیں، کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور دین اسلام ہے، پھر سوال ہوتا ہے کہ یہ بزرگ جو تمہارے لئے بھیجے گئے ہیں کون ہیں وہ کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس وقت ایک آسمانی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ سچا ہے، اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اور جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف اس کا دروازہ کھول دو، اس دروازہ سے اس کو جنت کی خوشبوئیں اور ہوائیں آنے لگتی ہیں، اور اس کا نیک عمل ایک حسین صورت میں اس کے پاس اس کو مانوس کرنے کے لئے آجاتا ہے۔

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ○
ان کیلئے آگ ہی بچھونا اور آگ ہی اوڑھنا ہے اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

جہنم کی آگ کا کفار کو ڈھانپ لینے کا بیان

"لَهُمْ مِنْ جَهَنَّم مِهَاد" فِرَاش "وَمِنْ فَوْقهمْ غَوَاشٍ" اَغْطِيَة مِنْ النَّار جَمْع غَاشِيَة وَتَنْوِينه عِوَض مِنْ الْيَاء الْمَحْذُوفَة، وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ،

ان کیلئے آگ ہی بچھونا اور ان کے اوپر آگ ہی اوڑھنا ہے، غواش کا معنی آگ ان کو ڈھانپ لے گی اور غاشیہ کی جمع ہے اور اس کی تنوین یاء محذوفہ کے بدلے میں آئی ہے۔ اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

مھاد۔ بچھونا۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔ مھد گہوارہ۔ پالنا۔ زمین۔ مھد مصدر (باب نصر) بچھانا۔ اختیار کرنا۔ کام کرنا۔ تمہید۔ کام کو ہموار کرنا۔ عذر سننا۔ عذر قبول کرنا۔ غواش۔ غاشیۃ کی جمع۔ اصل میں غواشی تھا۔ حالت رفع کے سبب ی کو ساقط کر دیا گیا۔ معنی آگ کے پردے۔ ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ؗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○
اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتے،
یہی لوگ اہلِ جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے جنت میں خلود کا بیان

"وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" مُبْتَدَأ "لَا نُكَلِّف نَفْسًا اِلَّا وُسْعهَا" طَاقَتهَا مِنْ الْعَمَل اعْتِرَاض بَيْنه وَبَيْن خَبَره وَهُوَ: "اُولٰئِكَ اَصْحَاب الْجَنَّة "هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ،

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، یہاں پر صالحات مبتداء ہے۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتے، یہ مبتداء اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور خبر یہ جملہ ہے۔ یہی لوگ اہلِ جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب نیک بختوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ جن کے دل میں ایمان ہے اور جو اپنے جسم سے قرآن وحدیث کے مطابق کام کرتے ہیں بخلاف بدکاروں کے کہ وہ دل میں کفر رکھتے ہیں اور عمل سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان اور نیکیاں انسان کے بس میں ہیں اللہ کے احکام انسانی طاقت سے زیادہ نہیں ہیں۔ ایسے لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے۔ ان کے دلوں میں سے آپس کی کدورتیں حسد بغض دور کر دیئے جائیں گے۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مومن آگ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت و دوزخ کے درمیان ایک ہی پل پر روک دیئے جائیں گے وہاں ان کے آپس کے مظالم کا بدلہ ہو جائے گا اور پاک ہو کر جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے۔ واللہ وہ لوگ اپنے اپنے درجوں کو اور مکانوں کو اس طرح پہچان لیں گے جیسے دنیا میں جان لیتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اہل جنت دروازہ جنت پر ایک درخت دیکھیں گے جس کی جڑوں کے پاس سے دو نہریں بہ رہی ہوں گی یہ ان میں سے ایک کا پانی پئیں گے جس سے دلوں کی کدورتیں دھل جائیں گی یہ شراب طہور ہے پھر دوسری نہر میں غسل کریں گے جس سے چہروں پر تروتازگی آجائے گی پھر نہ تو بال بکھریں نہ سرمہ لگانے اور سنگھار کرنے کی ضرورت پڑے۔

ہر انسان کو جنت و دوزخ میں اس کا مقام دیکھانے کا بیان

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی جیسا قول مروی ہے کہ انشاء اللہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دل اللہ تعالیٰ صاف کر دے گا۔ فرماتے ہیں کہ ہم اہل بدر کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔

ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر جنتی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ وہ اور بھی شکر کرے اور وہ کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت عنایت فرمائی اور ہر جہنمی کو اس کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ اس کی حسرت بڑھے اس وقت وہ کہے گا کاش کہ میں بھی راہ یافتہ ہوتا۔ پھر جنتیوں کو جنت کی جگہیں دے دی جائیں گی اور ایک منادی ندا کرے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سبب اپنی نیکیوں کے وارث بنا دیئے گئے یعنی تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہیں رحمت رب ملی اور رحمت رب سے تم داخل جنت ہوئے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا یاد رکھو تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا لوگوں نے پوچھا آپ بھی نہیں؟ فرمایا ہاں میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت وفضل میں ڈھانپ لے۔ (تفسیر محمدی، سورہ اعراف، بیروت)

ابن جریر میں ہے کہ نیک صالح شخص سے فرشتے کہتے ہیں اسے مطمئن نفس جو طیب جسم میں تھا تو تعریفوں والا بن کر نکل اور جنت کی خوشبو اور نسیم جنت کی طرف چل۔ اس اللہ کے پاس چل جو تجھ پر غصے نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب اس روح کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے، یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو وہ اسے مرحبا کہہ کر وہی کہتے ہیں یہاں تک کہ یہ اس آسمان میں پہنچتے ہیں جہاں اللہ ہے۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا ۖ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔

دلوں کے اندر سے کینہ کو دور کر دینے کا بیان

"وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ" حِقْد كَانَ بَيْنَهُمْ فِی الدُّنْيَا "تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ" تَحْت قُصُوْرِهِمْ "الْاَنْهَار وَقَالُوا" عِنْد الِاسْتِقْرَار فِیْ مَنَازِلهمْ "الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا" الْعَمَل الَّذِیْ هٰذَا جَزَاؤُهُ "وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰه" حَذَفَ جَوَاب لَوْلَا لِدَلَالَةِ مَا قَبْله عَلَيْهِ "لَقَدْ جَاءَتْ رُسُل رَبّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْا اَنْ" مُخَفَّفَة اَیْ اَنَّهُ اَوْ مُفَسِّرَة فِی الْمَوَاضِع الْخَمْسَة، اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ،

اور ان کے سینوں میں دنیاوی باہمی مخالفت کے سبب جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے محلات کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اپنے محلات میں کھڑے کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس عمل کی ہدایت دی جس کی جزاء یہ ہے اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، یہ جملہ اس محذوف "لَوْلَا لِدَلَالَةِ مَا قَبْله عَلَيْهِ" کا جواب ہے۔ بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی یہاں پر ان مخففہ ہے یعنی انہ یا پانچوں مقامات پر تفسیر کیلئے آیا ہے۔ کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔

اہل جنت کی باہمی الفت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ اہل جنت پر انعام فرمائے گا کہ ان کے سینوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض وعداوت کے جذبات ہوں گے، وہ دور کر دے گا، پھر ان کے دل ایک دوسرے کے بارے میں آئینے کی طرح صاف ہو جائیں گے، کسی کے بارے میں دل میں کوئی کدورت اور عداوت نہیں رہے گی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اہل جنت کے درمیان درجات ومنازل کا جو تفاوت ہوگا، اس پر وہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے۔ پہلے مفہوم کی تائید ایک حدیث میں ہوتی ہے کہ جنتیوں کو، جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور ان کے درمیان آپس کی جو زیادتیاں ہونگی، ایک دوسرے کو ان کا بدلہ دلایا جائے گا، حتیٰ

کہ جب وہ بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو پھر انہیں جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی۔ (صحیح بخاری)

یہ آواز دینے والا منادی خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ ہوگا یعنی آج ساری عملی جدوجہد ٹھکانے لگ گئی اور تم نے کوشش کر کے خدا کے فضل سے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ حدیث میں ہے کہ " کسی شخص کا عمل ہرگز اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخولِ جنت کا حقیقی سبب نہیں فقط ظاہری سبب ہے، دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کاملہ ہے جیسا کہ اسی حدیث میں الا ان یتغمدنی اللّٰہ برحمتہ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (بخاری، کتاب رقاق)

وَ نَادٰۤی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ
مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ۝
اور اہلِ جنت دوزخ والوں کو پکار کر کہیں گے: ہم نے تو واقعتاً اسے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے فرمایا تھا،
سو کیا تم نے (بھی) اسے سچا پایا جو وعدہ تمہارے ربّ نے (تم سے) کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ پھر ان کے درمیان
ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اہل جنت کا جہنمیوں کو آواز دیکر وعدے کی سچائی دریافت کرنے کا بیان

"وَنَادٰی اَصْحَاب الْجَنَّة اَصْحَاب النَّار " تَقْرِيرًا اَوْ تَبْكِيتًا "اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبّنَا حَقًّا" مِنْ الثَّوَاب "فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ" مَا وَعَدَكُمْ "رَبّكُمْ" مِنْ الْعَذَاب "حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّن " نَادٰی مُنَادٍ "بَيْنهمْ" بَيْنَ الْفَرِيْقَيْنِ اَسْمَعَهُمْ،اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ،

اور اہلِ جنت دوزخ والوں کو بہ طور اقرار یالا جواب کرنے کیلئے پکار کر کہیں گے، ہم نے تو واقعتاً اسے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے ثواب کا فرمایا تھا، سو کیا تم نے بھی اسے سچا پایا جو وعدہ تمہارے ربّ نے تم سے عذاب کا کیا تھا؟ وہ کہیں گے، ہاں۔ پھر ان دونوں سننے والے گروہوں کے درمیان ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جنتیوں اور دوزخیوں میں مکالمہ

جنتی جب جنت میں جا کر امن چین سے بیٹھ جائیں گے تو دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کیلئے ان سے دریافت فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے کئے گئے تھے صحیح پایا تم اپنی کہو۔ ان یہاں پر منسرہ ہے قول محذوف کا اور قد تحقیق کیلئے ہے۔ اس کے جواب میں مشرکین ندامت سے کہیں گے کہ ہاں ہم نے بھی اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے تھے ٹھیک پایا۔ جیسا سورۃ صافات میں فرمان ہے کہ اہل جنت میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو مجھ سے تعجب کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے قائل ہیں؟ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے کیا واقعہ ہی ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور ہمیں بدلے دیئے جائیں گے؟ یہ کہہ کر وہ اوپر سے جھانک کر دیکھے گا تو اپنے اس ساتھی

کو بچ جہنم میں پائے گا کہے گا قسم اللہ کی تو تو مجھے بھی تباہ کرنے ہی کو تھا اگر میرے رب کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی آج گرفتار عذاب ہوتا۔ اب بتاؤ دنیا میں جو کہا کرتا تھا کیا سچا تھا کہ ہم مر کر جینے والے اور بدلہ بھگتنے والے ہی نہیں؟ اس وقت فرشتے کہیں گے یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھوٹا مان رہے تھے اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہاری آنکھیں نہیں ہیں؟ اب یہاں پڑے جلتے بھنتے رہو صبر اور بیصبری دونوں نتیجے کے اعتبار سے تمہارے لئے یکساں ہے۔ تمہیں اپنے کئے کا بدلہ پانا ہی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے ان مقتولوں کو جو بدر میں کام آئے تھے اور جن کی لاشیں ایک کھائی میں تھیں ڈانٹا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اور دوسرے سرداروں کا بھی نام لیا اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو اپنے رب کے وہ وعدے دیکھ لئے جو اس نے مجھ سے کئے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان سے باتیں کر رہے ہیں جو مر کر مردار ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری بات کو تم بھی ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے پھر فرماتا ہے کہ اسی وقت ایک منادی ندا کر کے معلوم کرا دے گا کہ ظالموں پر رب کی ابدی لعنت واقع ہو چکی۔ جو لوگوں کو راہ حق اور شریعت ہدیٰ سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ کی شریعت ٹیڑھی کر دیں تا کہ اس پر کوئی عمل نہ کرے۔ آخرت پر بھی انہیں یقین نہ تھا اللہ کی ملاقات کو نہیں مانتے تھے اسی لئے بے پرواہی سے برائیاں کرتے تھے۔ حساب کا ڈر نہ تھا اس لئے سب سے زیادہ بدزبان اور بداعمال تھے۔ (تفسیر محمدی، سورہ اعراف، بیروت)

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝
جو اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

اللہ کے دین سے روکنے والوں کا بیان

"الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ" النَّاس "عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" دِيْنِه "وَيَبْغُوْنَهَا" اَیْ يَطْلُبُوْنَ السَّبِيْل "عِوَجًا" مُعْوَجَّة، "وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كَافِرُوْنَ،

جو اللہ کے راستے یعنی اس کے دین سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں یعنی کئی گمراہ کن راہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

اس آیت میں ظالموں کی ایک اور قسم کا ذکر کیا گیا ہے اور ایسے لوگ بھی ہر امت میں پائے جاتے ہیں مثلاً مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دعویٰ تو اپنے مسلمان ہونے کا کرتے ہیں مگر کہتے یہ ہیں کہ اسلام نے جو حدود مقرر فرمائی ہیں یہ وحشیانہ سزائیں ہیں۔ آج کے دور میں ان پر عمل درآمد محال ہے۔ اسلام نے عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دے کر انہیں قیدی بنا دیا ہے۔ لونڈی غلاموں کے جواز کا زمانہ لد گیا اسلام اپنے دور میں تو ایک زندہ تحریک تھی مگر آج یہ نظام فرسودہ ہو چکا ہے جو زمانے کا

کے دور میں سود کے بغیر ہماری معیشت چل ہی نہیں سکتی۔ یہ سب باتیں اسلام کا راستہ روکنے اور اس کی بیخ کنی (؟) کی باتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ روز آخرت پر اور اللہ کے حضور جوابدہی پر ایمان نہیں رکھتے ورنہ وہ ایسی باتیں نہ کہہ سکتے تھے؟

وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝
اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار اور اعراف کے اوپر مرد ہونگے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں۔

اصحاب اعراف کا جنت میں داخل ہونے کا بیان

"وَبَيْنَهُمَا" اَیْ اَصْحَاب الْجَنَّة وَالنَّار "حِجَاب" حَاجِز قِيلَ هُوَ سُوْر الْاَعْرَاف "وَعَلَى الْاَعْرَاف" وَهُوَ سُوْر الْجَنَّة "رِجَال" اسْتَوَتْ حَسَنَاتهمْ وَسَيِّئَاتهمْ كَمَا فِي الْحَدِيث "يَعْرِفُوْنَ كُلًّا" مِنْ اَهْل الْجَنَّة وَالنَّار "بِسِيمَاهُمْ" بِعَلَامَتِهِمْ وَهِيَ بَيَاض الْوُجُوه لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوَادهَا لِلْكَافِرِينَ لِرُؤْيَتِهِمْ لَهُمْ اِذْ مَوْضِعهمْ عَالٍ "لَمْ يَدْخُلُوْهَا" اَیْ اَصْحَاب الْاَعْرَاف الْجَنَّة "وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" فِي دُخُولهَا قَالَ الْحَسَن: لَمْ يُطْمِعهُمْ اِلَّا لِكَرَامَةٍ يُرِيْدهَا بِهِمْ وَرَوَى الْحَاكِم عَنْ حُذَيْفَة قَالَ بَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَبّك فَقَالَ قُوْمُوْا اُدْخُلُوا الْجَنَّة فَقَدْ غَفَرْت لَكُمْ، وَنَادَوْا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ،

اور اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ایک پردہ ہوگا کہا گیا ہے کہ وہ ایک دیوار ہے اور وہ جنت کی دیوار ہے اور اعراف کے اوپر مرد ہونگے، حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اس پر وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ اہل جنت اور اہل دوزخ ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے یعنی اہل ایمان کے چہرے سفید اور کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اس لئے بھی دیکھ سکیں گے کیونکہ وہ بلند جگہ پر ہوں گے۔ کیونکہ ابھی تک اصحاب اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔ اور وہ جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہوں گے۔ اور امام حسن نے فرمایا وہ اس لئے امید رکھتے ہوں کیونکہ سمجھیں گے کہ اللہ ان سے بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کیلئے اللہ تعالی فرمائے گا کہ تم کھڑے ہو جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ یقیناً تم بخش دیئے گئے ہو۔ اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ

45

مقام اعراف اوراس کے مصداق کا بیان

جنتیوں اور دوزخیوں کی بات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جنت دوزخ کے درمیان ایک اور حجاب حد فاصل اورُ دیوار ہے کہ دوزخیوں کو جنت سے فاصلے پر رکھے اسی دیوار کا ذکر آیت (فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ 13)57۔الحدید)، میں ہے یعنی ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے۔اس کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے۔اسی کا نام اعراف ہے۔

اعراف یہ عرف کی جمع ہے ہر اونچی زمین کو عرب میں عرفہ کہتے ہیں اسی لئے مرغ کے سر کی کلنگ کو بھی عرب میں عرف الدیک کہا جاتا ہے کیونکہ اونچی جگہ ہوتا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہ ایک اونچی جگہ ہے جنت دوزخ کے درمیان جہاں کچھ لوگ روک دیئے جائیں گے۔سدی فرماتے ہیں اس کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اور لوگوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔یہاں کون لوگ ہوں گے؟ اس میں بہت سے اقوال ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ وہ یہ لوگ ہوں گے جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی بعض سلف سے بھی یہی منقول ہے۔

حضرت حذیفہ حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود وغیرہ نے یہی فرمایا ہے۔یہی بعد والے مفسرین کا قول ہے۔ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ حضور سے جب ان لوگوں کی بابت جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں اور جو اعراف والے ہیں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے باپ کی اجازت بغیر پھر اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اور اپنے والدین کے نافرمان تھے تو جنت میں جانے سے باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم میں جانے سے شہادت نے روک دیا۔ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ روایتیں ہیں۔

بہرصورت ان سے اصحاب اعراف کا حال معلوم ہو رہا ہے۔حضرت حذیفہ سے جب ان کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بدیاں برابر برابر تھیں۔برائیوں کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکے اور نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے بچ گئے پس یہاں آڑ میں روک دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ان کے بارے میں سرزد ہو اور آیت میں آپ سے مروی ہے کہ یہ دوزخیوں کو دیکھ دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور اللہ سے نجات طلب کر رہے ہوں گے کہ ناگاہ ان کا رب ان کی طرف دیکھے گا اور فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمہیں بخشا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہوگا ایک نیکی بھی اگر برائیوں سے بڑھ گئی تو داخل جنت ہوگا اور ایک برائی بھی اگر نیکیوں سے زیادہ ہوگئی تو دوزخ میں جائے گا پھر آپ نے آیت (فمن ثقلت موازینہ) سے دو آیتوں تک تلاوت کیں اور فرمایا ایک رائی کے دانے کے برابر کی کمی زیادتی ہے میزان کا پلڑا ہلکا بھاری ہو جاتا ہے اور جن کی نیکیاں بدیاں برابر برابر ہوئیں یہ اعراف والے ہیں یہ ٹھہرا لئے جائیں گے اور جنتی دوزخی مشہور ہو جائیں گے یہ جب جنت کو دیکھیں گے تو اہل جنت ...

45

سلام کریں گے اور جب جہنم کو دیکھیں گے تو اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔ نیک لوگوں کو نور ملے گا جو ان کے آگے اور ان کے داہنے موجود رہے گا ہر انسان کو وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ہوں ایک نور ملے گا لیکن پل صراط پر منافقوں کا نور چھین لیا جائے گا اس وقت سچے مومن اللہ سے اپنے نور کے باقی رہنے کی دعائیں کریں گے۔ اعراف والوں کا نور چھینا نہیں جائے گا وہ ان کے آگے آگے موجود ہو گا انہیں جنت میں جانے کی طمع ہوگی، لوگوں ایک نیکی دس گنی کر کے لکھی جاتی ہے اور برائی اتنی ہی لکھی جاتی ہے جتنی ہو، افسوس ان پر جن کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آ جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت دوزخ کے درمیان ہے اصحاب اعراف وہیں ہوں گے۔ جب انہیں عافیت دینے کا اللہ کا ارادہ ہوگا تو حکم ملے گا انہیں ہر حیات کی طرف لے جاؤ اس کے دونوں کناروں پر سونے کے خیمے ہوں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے اس کی مٹی مشک خالص ہوگی اس میں غوطہ لگاتے ہی ان کی رنگتیں نکھر جائیں گی اور ان کی گردنوں پر ایک سفید چمکیلا نشان ہو جائے گا جس سے وہ پہچان لئے جائیں یہ اللہ کے سامنے لائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ مانگیں گے یہاں تک کہ ان کی تمام تمنائیں اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا پھر فرمائے گا ان جیسی ستر گنا اور نعمتیں بھی میں نے تمہیں دیں۔ پھر یہ جنت میں جائیں گے، وہ علامت ان پر موجود ہوگی جنت میں ان کا نام مساکین اہل جنت ہوگا، یہی روایت حضرت مجاہد کے اپنے قول سے بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ایک حسن سند کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراف والوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ سب سے آخر میں ہوگا، رب العالمیں جب اپنے بندوں کے فیصلے کر چکے گا تو ان سے فرمائے گا کہ تم لوگوں کو تمہاری نیکیوں نے دوزخ سے تو محفوظ کر لیا لیکن تم جنت میں جانے کے حقدار ثابت نہیں ہوئے اب تم کو میں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں جاؤ جنت میں رہو سہو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ زنا کی اولاد ہیں۔ ابن عساکر میں فرمان نبی ہے کہ مومن جنوں کو ثواب ہے اور ان میں سے جو برے ہیں انہیں عذاب بھی ہوگا، ہم نے ان کے ثواب اور ان کے ایمانداروں کے بابت حضور سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ اعراف میں ہوں گے جنت میں میری امت کے ساتھ نہ ہوں گے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا جنت کا ایک باغ جہاں نہریں جاری ہیں اور پھل پک رہے ہیں (بیہقی)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ صالح دینار فقہاء علما لوگ ہوں گے ابو مجاز فرماتے ہیں یہ فرشتے ہیں جنت دوزخ والوں کو جانتے ہیں پھر آپ نے ان آیتوں کے تلاوت کی اور فرمایا سب جنتی جنت میں جانے لگیں گے تو کہا جائے گا کہ تم امن وامان کے ساتھ بیخوف وخطر ہو کر جنت میں جاؤ۔ اس کی سند گو ٹھیک ہے لیکن یہ قول بہت غریب ہے کیونکہ روانی عبارت بھی اس کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے۔ حضرت مجاہد کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بارہ قول نقل کیے ہیں۔ صلحاء، انبیاء، ملائیکہ وغیرہ۔ یہ جنتیوں کو ان کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے اور دوزخیوں کو ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے یہ یہاں اسی لئے ہیں کہ ہر ایک کا امتیاز کر لیں اور سب کو

پہچان لیں یہ جنتیوں سے سلام کریں گے جنتیوں کو دیکھ کر اللہ کی پناہ چاہئیں گے اور طمع رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بھی بہشت بریں میں پہنچادے یہ طمع ان کے دل میں اللہ نے اسی لئے ڈالا ہے کہ اس کا ارادہ انہیں جنت میں لے جانے کا ہو چکا ہے۔ جب وہ اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ظالموں میں سے نہ کر۔ جب کوئی جماعت جہنم میں پہنچائی جاتی ہے تو یہ اپنے بچاؤ کی دعائیں کرنے لگتے ہیں جہنم سے ان کے چہرے کوئلے جیسے ہو جائیں گے لیکن جب جنت والوں کو دیکھیں گے تو یہ چیز چہروں سے دور ہو جائے گی جنتیوں کے چہروں کی پہچان نورانیت ہوگی اور دوزخیوں کے چہروں پر سیاہی اور آنکھوں میں بھینگا پن ہوگا۔

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ أَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝
اور جب ان کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم گروہ کے ساتھ نہ کر۔

اصحاب اعراف کا ظالموں کی معیت سے پناہ طلب کرنے کا بیان

"وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارهمْ" أَيْ أَصْحَاب الْأَعْرَاف "تِلْقَاء" جِهَة "أَصْحَاب النَّار قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا" فِي النَّار، مَعَ الْقَوْم الظَّالِمِينَ،

اور جب ان کی نگاہیں یعنی اعراف والوں کو نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو وہ کہیں گے، اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم گروہ کے ساتھ جمع نہ کر۔

اہل اعراف کا اہل دوزخ سے مکالمہ

اصحاب اعراف دوزخیوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کریں گے کیونکہ وہ خود بھی بیم و رجاء کی حالت میں ہوں گے دوزخ سے ڈر رہے ہوں گے اور جنت کی آس لگائے ہوئے ہوں گے لہٰذا ان کی آنکھوں کو اہل جہنم کی طرف پھیرا جائے گا تو پہلی بات جو ان کے منہ سے نکلے گی وہ یہ ہوگی کہ اے اللہ! ہمیں ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ پھر جب نظر پڑ ہی گئی تو سب سے پہلی بات جو وہ اہل دوزخ سے پوچھیں گے یہ ہوگی کہ آج تمہارا وہ جتھا کہاں گیا جس کے متعلق شیخیاں بگھارا کرتے تھے۔ جیسا کہ جب سورہ مدثر کی یہ آیت نازل ہوئی کہ "دوزخ پر انیس داروغے مقرر ہیں" تو کافر کہنے لگے کہ "ہم تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں ہم میں سے دس آدمی بھی ایک کا مقابلہ نہ کر سکیں گے؟ پھر ان میں سے ایک پہلوان قسم کا آدمی کہنے لگا کہ ان میں سے سترہ کو تو میں سنبھال لوں گا باقی دو کے لیے تم سب بھی کافی نہ ہو گے" اور دوسری بات وہ اہل دوزخ سے یہ کہیں گے کہ دیکھ لو جنت میں وہی لوگ جا رہے ہیں جنہیں تم فقیر مسکین اور غلام کہہ کر حقیر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ "ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اگر ہونا ہوتی تو یہاں اس دنیا میں بھی اس رحمت کا کچھ حصہ انہیں مل جاتا۔" انہیں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ آج بلا خوف و خطر جنت میں داخل ہو جاؤ اس طرح اصحاب اعراف اہل دوزخ ... کرتکبر اور غلط تصورات کو واضح کر دیں گے۔

وَ نَادٰٓی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ
جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝
اور اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمہیں کیا کام آیا
تمہارا گروہ اور وہ جو تم غرور کرتے تھے۔

اعراف والوں کو اہل جہنم کو بلانے کا بیان

"وَنَادٰی اَصۡحَاب الۡاَعۡرَاف رِجَالًا" مِنۡ اَصۡحَاب النَّار "یَعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمَاهُمۡ قَالُوۡا مَا اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ" مِنۡ النَّار "جَمۡعُكُمۡ" اَلۡمَال اَوۡ كَثۡرَتكُمۡ "وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ" اَیۡ وَاسۡتِكۡبَارُكُمۡ عَنۡ الۡاِیۡمَان،

اور اعراف والے کچھ مردوں کو جہنمیوں کو پکاریں گے جنہیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمہارا جمع کیا ہوا مال یا تمہاری کثرت تمہیں جہنم سے بچانے میں کیا کام آیا اور وہ جو ایمان لانے سے تم غرور کرتے تھے۔

یہ کس طبقہ کے ہوں گے اس میں بہت مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں وہ اَعراف پر ٹھہرے رہیں گے جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلام کریں گے اور دوزخیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے یارب ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ کر، آخر کار جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں شہید ہوئے مگر ان کے والدین ان سے ناراض تھے وہ اَعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کے والدین میں سے ایک ان سے راضی ہو ایک ناراض وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اَعراف کا مرتبہ اہل جنت سے کم ہے۔ مجاہد کا قول یہ ہے اَعراف میں صُلَحاء، فُقَراء، علماء ہوں گے اور ان کا وہاں قیام اس لئے ہوگا کہ دوسرے ان کے فضل و شرف کو دیکھیں اور ایک قول یہ ہے کہ اَعراف میں اَنبیاء ہوں گے اور وہ اس مکان عالی میں تمام اہل قیامت پر مُمتاز کئے جائیں گے اور انکی فضیلت اور رتبہ عالیہ کا اظہار کیا جائے گا تا کہ جنّتی اور دوزخی ان کو دیکھیں اور وہ ان سب کے احوال اور ثواب و عذاب کے مقدار و احوال کا معائنہ کریں۔ ان قولوں پر اصحاب اَعراف جنتیوں میں سے افضل لوگ ہوں گے کیونکہ وہ باقیوں سے مرتبہ میں اعلٰی ہیں۔ ان تمام اقوال میں کچھ تناقُض نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اَعراف میں ٹھہرائے جائیں اور ہر ایک کے ٹھہرانے کی حکمت جُداگانہ ہو۔

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ۝
کیا یہی وہ لوگ ہیں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے (کبھی) نہیں نوازے گا؟ (سن لو!
اب انہی کو کہا جا رہا ہے:) تم جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے۔

اہل اعراف اہل جہنم سے کمزور مسلمانوں کے بارے میں سوال کریں گے

وَيَقُولُوْنَ لَهُمْ مُشِيرِيْنَ اِلٰى ضُعَفَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ، "اَهٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ" قَدْ قِيْلَ لَهُمْ "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ" وَقُرِءَ: اُدْخِلُوْا بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَدَخَلُوْا فَجُمْلَةُ النَّفْيِ حَالٌ اَيْ مَقُوْلًا لَهُمْ ذٰلِكَ،

اور اصحاب اعراف کمزور مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جہنمیوں سے کہیں گے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے کبھی نہیں نوازے گا؟ سن لو اب انہی کو کہا جا رہا ہے، تم جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے۔ اور ایک قرأت میں ادخلوا مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔ اور دخلوا بھی آیا ہے دونوں حالتوں میں جملہ مقولہ کی نفی کی تقدیر سے حال ہے۔ یعنی ان سے اس حالت میں کہا جائے گا۔

کفر کے جن ستونوں کو، کافروں کے جن سرداروں کو اعراف والے ان کے چہروں سے پہچان لیں گے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے پوچھیں گے کہ آج تمہاری کثرت جمعیت کہاں گئی؟ اس نے تو تمہیں مطلقا فائدہ نہ پہنچایا۔ آج وہ تمہاری اکڑفوں کیا ہوئی تم تو بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے۔ ان کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فرمایا جائے گا کہ بدبختو انہی کی نسبت تم کہا کرتے تھے کہ اللہ انہیں کوئی راحت نہیں دے گا۔ اے اعراف والو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ بہ آرام بیکھٹکے جنت میں جاؤ۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝
اور دوزخ والے اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں پانی سے کچھ فیض یاب کر دو یا اس (رزق) میں سے جو اللہ نے
تمہیں بخشا ہے۔ وہ کہیں گے: بیشک اللہ نے یہ دونوں (نعمتیں) کافروں پر حرام کر دی ہیں۔

جہنمیوں کا اہل جنت سے پانی ورزق مانگنے کا بیان

"وَنَادٰى اَصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ" مِنَ الطَّعَامِ "قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا" مَنَعَهُمَا، عَلَى الْكَافِرِيْنَ،

اور دوزخ والے اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں پانی سے کچھ فیض یاب کر دو یا اس رزق میں سے جو اللہ نے تمہیں کھانے کیلئے بخشا ہے۔ وہ کہیں گے، بیشک اللہ نے یہ دونوں نعمتیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔

دوزخیوں کی ذلت وخواری اور ان کا بھیک مانگنا اور ڈانٹ دیا جانا بیان ہو رہا ہے کہ وہ جنتیوں سے پانی یا کھانا مانگیں گے۔ اپنے نزدیک کے رشتے کنبے والے جیسے باپ بیٹے بھائی بہن وغیرہ سے کہیں گے کہ ہم جل بھن رہے ہیں، بھوکے پیاسے ہیں، ہمیں ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمہ کھانا دے دو۔ وہ بحکم الٰہی انہیں جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ کفار پر حرام ہے۔ ابن عباس سے

سوال ہوتا ہے کہ کس چیز کا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا حضور کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل خیرات پانی ہے۔ دیکھو جہنمی اہل جنت سے اسی کا سوال کریں گے۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ
كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝
جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنالیا اور جنہیں دنیوی زندگی نے فریب دے رکھا تھا، آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں
گے جیسے وہ (ہم سے) اپنے اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

دین کو کھیل تماشہ سمجھنے والوں کی مذمت کا بیان

"الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ" نَتْرُكُهُمْ فِي النَّار "كَمَا نَسُوْا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا" بِتَرْكِهِمُ الْعَمَلَ لَهُ "وَمَا كَانُوْا بِاٰيَاتِنَا يَجْحَدُوْنَ" اَىْ وَكَمَا جَحَدُوا۔

جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنالیا اور جنہیں دنیوی زندگی نے فریب دے رکھا تھا، آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے یعنی ان کو جہنم میں چھوڑ دیں گے جیسے عمل کو چھوڑا اپنے اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ یعنی جس طرح انہوں نے انکار کیا۔

صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا تجھے قسم قسم کی راحتوں میں آزاد نہیں رکھا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ ہاں پروردگار بیشک تو نے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر کیا تو میری ملاقات پر ایمان رکھتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس میں بھی آج تجھے ایسا ہی بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔

کھیل تماشا ہی کو اپنا دین سمجھنے والے

جو انسان روز آخرت پر اور اللہ کے سامنے جواب دہی پر ایمان نہیں رکھتا اس کی زندگی ایمان رکھنے والوں سے یکسر مختلف ہوتی ہے اس کی زندگی کا منتہائے مقصود صرف یہ رہ جاتا ہے کہ دنیا میں جس قدر عیش و عشرت کر سکتا ہے کر لے، جس جائز یا ناجائز طریقے سے مال آتا ہے آئے۔ ان کی نظروں میں یہ دنیا بس ایک تفریح گاہ رہ جاتی ہے جس میں ہر شخص کو اپنی حیثیت کے مطابق عیش و عشرت اور سیر و تفریح کر کے اس دنیا سے رخصت ہونا چاہیے۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں سے سلوک بھی ان کے نظریہ کے مطابق کیا جائے گا۔ انہوں نے روز آخرت کو اور اللہ کے سامنے جوابدہی کو بھلا یا تو اللہ بھی انہیں ایسے ہی بھلا دے گا وہ آگ میں جل رہے ہوں تو جلتے رہیں بھوکے پیاسے ہیں تو بھوکے پیاسے ہی رہیں انہیں نہ کچھ کھانے کو ملے گا نہ پینے کو۔ تاکہ دنیا میں جو عیاشیاں

وَلَقَدْ جِئْنٰـهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰـهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝

اور بیشک ہم ان کے پاس ایسی کتاب (قرآن) لائے جسے ہم نے (اپنے) علم (کی بنا) پر مفصّل (یعنی واضح)

کیا، وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

قرآن میں وعدو وعید کے برحق ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ" اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ "بِكِتَابٍ" قُرْاٰن "فَصَّلْنَاهُ" بَيَّنَّاهُ بِالْاَخْبَارِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ "عَلٰى عِلْمٍ" حَال اَیْ عَالِمِيْنَ بِمَا فُصِّلَ فِيْهِ "هُدًى" حَال مِنَ الْهَاءِ "وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ" بِهٖ،

اور بیشک ہم اہل مکہ کے پاس ایسی کتاب قرآن لائے جسے ہم نے اپنے علم کی بنا پر مفصّل یعنی اخبار اور وعدو وعید کے ساتھ واضح کیا، یعنی علم سے ان کی تفصیل کو بیان کر دیا ہے یہاں پر ھدی یہ فصلنہ کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ وہ اس پر ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝

وہ اس کے انجام کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن اس کا انجام آ پہنچے گا تو وہ لوگ جنھوں نے اس سے پہلے اسے بھلا دیا تھا، کہیں گے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے، تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ ہمارے لیے سفارش کریں، یا ہمیں واپس بھیجا جائے تو ہم اس کے برخلاف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ انھوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔

وہ کس انجام کا انتظار کر رہے ہیں؟

"هَلْ يَنْظُرُوْنَ" مَا يَنْتَظِرُوْنَ "اِلَّا تَاْوِيْله" عَاقِبَة مَا فِيْهِ "يَوْم يَاْتِي تَاْوِيْله" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة "يَقُوْل الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْل" تَرَكُوا الْاِيْمَان بِهٖ "قَدْ جَاءَتْ رُسُل رَبّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاء فَيَشْفَعُوا لَنَا اَوْ" هَلْ "نُرَدّ" اِلَى الدُّنْيَا "فَنَعْمَل غَيْر الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَل" نُوَحِّد اللّٰه وَنَتْرُك الشِّرْك فَيُقَال لَهُمْ: لَا "قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسهمْ" اِذْ صَارُوْا اِلَى الْهَلَاك "وَضَلَّ" ذَهَبَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" مِنْ دَعْوَى الشَّرِيْك،

وہ اس کے انجام کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن اس کا انجام آ پہنچے گا، وہ قیامت کا دن ہے۔ تو وہ لوگ جنہوں

نے اس سے پہلے ایمان کو ترک کر کے اسے بھلا دیا تھا، کہیں گے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ ہمارے لیے سفارش کریں، یا ہمیں واپس دنیا میں بھیجا جائے تو ہم اس کے برخلاف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔ یعنی شرک کو چھوڑ کر تیری توحید کو اپنا ئیں گے۔ پس ان سے کہا جائے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا یعنی جانوں کا ہلاک کر دیا ہے۔ اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ یعنی جو وہ شرک کا دعویٰ کرتے تھے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۗ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۗ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○
بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

زمین وآسمان کی چھ دن میں خلقت ہونے میں حکمت کا بیان

"اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْاَرْض فِىْ سِتَّة اَيَّام" مِنْ اَيَّام الدُّنْيَا اَىْ فِىْ قَدرهَا لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ شَمْس وَلَوْ شَاءَ خَلَقَهُنَّ فِىْ لَمْحَة وَالْعُدُول عَنْهُ لِتَعْلِيْم خَلْقه التَّثَبُّت "ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْش" فِى اللُّغَة: سَرِير الْمُلْك اسْتِوَاء يَلِيق بِهٖ "يُغْشِى اللَّيْل النَّهَار" مُخَفَّفًا وَّمُشَدَّدًا اَىْ يُغَطِّى كُلًّا مِنْهُمَا بِالْاٰخَرِ "يَطْلُبُهٗ" يَطْلُب كُلّ مِنْهُمَا بِالْاٰخَرِ طَلَبًا "حَثِيثًا" سَرِيعًا "وَالشَّمْس وَالْقَمَر وَالنُّجُوم" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى السَّمَاوَات وَالرَّفْع مُبْتَدَأ خَبَره "مُسَخَّرَات" مُذَلَّلَات "بِاَمْرِهِ" بِقُدْرَتِهٖ "اَلَا لَهُ الْخَلْق" جَمِيْعًا "وَالْاَمْر" كُلّه "تَبَارَكَ" تَعَاظَمَ "اللّٰه رَبّ" مَالِك،

بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو دنیا کی مقدار کے مطابق چھ دن میں پیدا کیا، کیونکہ اس وقت سورج نہ تھا۔ اور اگر وہ چاہتا تو لمحہ بھر میں ان کو پیدا فرما دیتا لیکن لمحہ بھر میں پیدا نہ کرنے میں لوگوں کیلئے جلدی نہ کرنے کی تعلیم ہے۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اور عرش کا لغوی معنی تخت بادشاہت ہے۔ یعنی اس پر جلوہ فرمانا جس طرح اس کے شایان شان ہے۔ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، یہاں یغشی یہ مخفف اور مشدد دونوں طرح آیا ہے اس کا معنی یغطی یعنی ان میں ہر ایک کا دوسرے کو ڈھانپ لینا ہے۔ ان میں ہر ایک دوسرے کے پیچھے تیز چلتا ہوا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے پیدا کیے، یہاں پر تینوں سماوات پر عطف کے سبب منصوب ہیں اور مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع اور ان کی خبر مسخرات ہے اس حال میں کہ اس کے حکم سے یعنی اس قدرت سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو، ساری مخلوق کو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے،

بہت برکت وعظمت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ یعنی مالک ہے۔

بہت سی آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ آسمان وزمین اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بنائی ہے یعنی اتوار سے جمعہ تک۔ جمعہ کے دن ساری مخلوق پیدا ہو چکی۔ اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے یا تو یہ دن دنیا کے معمولی دنوں کے برابر ہی تھے جیسے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے فی الفور سمجھا جاتا ہے یا ہر دن ایک ہزار سال کا تھا جیسے کہ حضرت مجاہد کا قول ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل کا فرمان ہے اور بروایت ضحاک ابن عباس کا قول ہے۔ ہفتہ کے دن کوئی مخلوق پیدا نہیں ہوئی۔ اسی لئے اس کا نام عربی میں (یوم السبت) ہے (سبت) کے معنی قطع کرنے ختم کرنے کے ہیں۔

مسند احمد نسائی اور صحیح مسلم میں جو حدیث ہے کہ اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر سے لے کر مغرب تک۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ گنوایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات دن تک پیدائش کا سلسلہ جاری رہا حالانکہ قرآن میں موجود ہے کہ چھ دن میں پیدائش ختم ہوئی۔

اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ زبردست حفاظ حدیث نے اس حدیث پر کلام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ عبارت حضرت ابو ہریرہ نے کعب احبار سے لی ہے فرمان رسول ﷺ نہیں ہے

پھر فرماتا ہے کہ وہ اپنے عرش پر مستویٰ ہوا۔ اس پر لوگوں نے بہت کچھ چہ میگوئیاں کی ہیں۔ جنہیں تفصیل سے بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ اس مقام میں سلف صالحین کی روش اختیار کی جائے۔

امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام لیث، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ وغیرہ ائمہ سلف وخلف رحمہم اللہ ان سب بزرگان دین کا مذہب یہی تھا کہ جیسی یہ آیت ہے اسی طرح اسے رکھا جائے بغیر کیفیت کے، بغیر تشبیہ کے اور بغیر مہمل چھوڑنے کے، ہاں مشبہین کے ذہنوں میں جو چیز آ رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک اور بہت دور ہے اللہ کے مشابہ اس کی مخلوق میں سے کوئی نہیں۔ فرمان ہے آیت (لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ 11) 42۔ الشوریٰ:11) اس کے مثل کوئی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔ بلکہ حقیقت یہی ہے۔

جو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی ہے انہی میں سے حضرت نعیم بن حماد خزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ حضرات امام بخاری کے استاد ہیں فرماتے ہیں جو شخص اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دے وہ کافر ہے اور جو شخص اللہ کے اس وصف سے انکار کرے جو اس نے اپنی ذات پاک کیلئے بیان فرمایا ہے وہ بھی کافر ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اوصاف ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے بیان فرمائے ہیں ان میں ہرگز تشبیہ نہیں۔ پس صحیح ہدایت کے راستے پر وہی ہے جو آثار صحیحہ اور اخبار صریحہ سے جو اوصاف رب العزت وحدہ لاشریک لہ کے ثابت ہیں انہیں اسی طرح جانے جو اللہ کی جلالت شان کے شایان ہے اور ہر عیب ونقصان سے اپنے رب کو پاک اور مبرا ومنزہ سمجھے۔ پھر فرمان ہے کہ رات کا اندھیرا دن کے اجالے سے اور دن کا اجالا رات کے اندھیرے سے

دور ہو جاتا ہے، ہر ایک دوسرے کے پیچھے لپکا چلا آتا ہے یہ گیا وہ آیا وہ گیا یہ آیا۔ جیسے فرمایا آیت (وایۃ لھم الیل) الخ، ان کے سمجھنے کیلئے ہماری ایک نشانی رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو نکالتے ہیں جس سے یہ اندھیرے میں آ جاتے ہیں۔ سورج اپنے ٹھکانے کی طرف برابر جا رہا ہے یہ ہے اندازہ اللہ کا مقرر کیا ہوا جو غالب اور باعلم ہے۔ ہم نے چاند کی بھی منزلیں ٹھہرادی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی جیسا ہو کر رہ جاتا ہے۔ نہ آفتاب ماہتاب سے آگے نکل سکتا ہے نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔ رات دن میں کوئی فاصلہ نہیں ایک کا جانا ہی دوسرے کا آ جانا ہے ہر ایک دوسرے کے برابر پیچھے ہے آیت (والشمس والقمر والنجوم) کو بعض نے پیش سے بھی پڑھا ہے۔ معنی مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب برابر ہے۔ یہ سب اللہ کے زیر فرمان، اس کے ماتحت اور اس کے ارادے میں ہیں۔ ملک اور تصرف اسی کا ہے۔ وہ برکتوں والا اور تمام جہان کا پالنے والا ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝
تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کیا کرو، بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

عاجزی وخفیہ انداز میں دعا مانگنے کا بیان

"اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا" حَال تَذَلُّلًا "وَخُفْيَةً" سِرًّا "إِنَّهُ لَا يُحِبّ الْمُعْتَدِينَ" فِي الدُّعَاء بِالتَّشَدُّقِ وَرَفْع الصَّوْت،

تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کیا کرو، یہاں تضرعا حال ہے جس معنی انتہائی عاجزی ہے۔ بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی دعا میں آواز کی زیادہ بلندی کو پسند نہیں کرتا۔

سورہ اعراف آیت ۵۵ کے مضمون نزول کا بیان

بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازیں بہت بلند کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے جسے تم پکار رہے ہو وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں کہ دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ داخلِ عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و مُحتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت رَوا اعتِقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ "تَضَرُّع سے اظہار عِجز و خُشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو۔ حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عبادات میں اظہار افضل ہے یا اخفاء، بعض کہتے ہیں کہ اِخفاء افضل ہے کیونکہ وہ رِیا سے بہت

دور ہے، بعض کہتے ہیں کہ اظہار افضل ہے اس لئے کہ اس سے دوسروں کو رغبت عبادت پیدا ہوتی ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریا کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لئے اخفاء افضل ہے اور اگر قلب صاف ہو اندیشہ ریا نہ ہو تو اظہار افضل ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں میں اظہار افضل ہے، نماز فرض مسجد ہی میں بہتر ہے اور زکوٰۃ کا اظہار کر کے دینا ہی افضل ہے اور نفل عبادات میں خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اخفاء افضل ہے۔ دعا میں حد سے بڑھنا کئی طرح ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت بلند آواز سے چیخے۔

انفرادی عبادات میں آہستہ آواز سے ذکر کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علانیہ اور جہراً دعا کرنے میں اور آہستہ پست آواز سے کرنے میں ستر درجہ فضیلت کا فرق ہے، سلف صالحین کی عادت یہ تھی کہ ذکر و دعا میں بڑا مجاہدہ کرتے اور اکثر اوقات مشغول رہتے تھے مگر کوئی ان کی آواز نہ سنتا تھا، بلکہ ان کی دعائیں صرف ان کے اور ان کے رب کے درمیان رہتی تھیں، ان میں بہت سے حضرات پورا قرآن حفظ کرتے اور تلاوت کرتے رہتے تھے، مگر کسی دوسرے کو خبر نہ ہوتی تھی، اور بہت سے حضرات بڑا علم دین حاصل کرتے، مگر لوگوں پر جتلاتے نہ پھرتے تھے، بہت سے حضرات راتوں کو اپنے گھروں میں طویل طویل نمازیں ادا کرتے مگر آنے والوں کو کچھ خبر نہ ہوتی تھی، اور فرمایا کہ ہم نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ تمام عبادات جن کو وہ پوشیدہ کر کے ادا کر سکتے تھے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اس کو ظاہر کر کے ادا کرتے ہوں، ان کی آوازیں دعاؤں میں نہایت پست ہوتی تھیں۔ (مظہری)

ابن جریج نے فرمایا کہ دعاء میں آواز بلند کرنا اور شور کرنا مکروہ ہے، امام ابو جصاص حنفی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کا آہستہ مانگنا بہ نسبت اظہار کے افضل ہے، حضرت حسن بصری اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی منقول ہے، اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے ختم پر جو آمین کہی جاتی ہے اس کو بھی آہستہ کہنا افضل ہے، کیونکہ آمین بھی ایک دعا ہے۔

اجتماعی عبادات میں بلند آواز سے ذکر کرنے کی فضیلت کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کرتے تھے حتیٰ کہ میں جب ذکر سنتا تو پہچان جاتا کہ اب وہ نماز سے فارغ ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہوا ہے ہم نے صحیح بخاری کی اس روایت کو اس لئے پیش کیا ہے کہ نام نہاد اسلام کی تبلیغ کرنے والے اور بخاری کا صرف نام استعمال کر کے لوگوں کو اپنی ذاتی خواہشات کی طرف ورغلانے والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اور بغیر علم کے فرض نمازوں کے بعد والے ذکر کو بدعت کہہ دیتے ہیں۔

انتباہ

قرآن واحادیث کی روشنی میں کثیر دلائل سے ذکر ودعا میں جہری واخفاء کے دلائل موجود ہیں جو مختلف قرائن اور احوال کی صورت میں مختلف ہیں۔لہٰذا عام کم پڑھے جاہل لوگ محض لفظی استدلال کرتے ہوئے اس مسئلہ میں اختلاف کر کے لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ایسی سکالری فکر سے امت مسلمہ کو محفوظ رہنا چاہیے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝
اور زمین میں اس کے سنور جانے کے بعد فساد انگیزی نہ کرو اور ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اس سے دعا کرتے
رہا کرو، بیشک اللہ کی رحمت احسان شعار لوگوں کے قریب ہوتی ہے۔

احسان والے لوگوں کا رحمت الٰہی کے قریب ہونے کا بیان

"وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْض" بِالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِي "بَعْدَ اِصْلَاحِهَا" بِبَعْثِ الرُّسُل "وَادْعُوهُ خَوْفًا" مِنْ عِقَابه "وَطَمَعًا" فِيْ رَحْمَته "اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰه قَرِيب مِنْ الْمُحْسِنِيْنَ" الْمُطِيعِيْنَ وَتَذْكِير قَرِيب الْمُخْبَر بِهِ عَنْ رَحْمَة لِإِضَافَتِهَا اِلَى اللّٰه،

اور زمین میں رسولان گرامی کی بعثت کے بعد سنور جانے کے بعد شرک ومعاصی کے سبب فساد انگیزی نہ کرو کیونکہ ان رسولان گرامی نے تمہیں اس کے عذاب سے خودف دلایا ہے۔اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس سے دعا کرتے رہا کرو، بیشک اللہ کی رحمت احسان والوں کے قریب ہوتی ہے۔محسنین سے مراد اطاعت کرنے والے ہیں اور یہاں لفظ قریب کو مذکر اس لئے لایا گیا ہے۔کیونکہ یہی رحمت کا مخبر بہ ہے۔کیونکہ اس کا اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی اصلاح کرنا اس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ اس کو اول ہی ٹھیک ٹھیک اور درست پیدا فرمایا، جیسے (آیت) واصلح بالھم دوسرے یہ کہ اس میں جو فساد آ گیا تھا اس کو دور کر دیا، جیسے (آیت) یصلح لکم اعمالکم، تیسری یہ کہ اس کو صلاح کا حکم دیا جائے، اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کی اصلاح ودرستی فرمادی تو اس کے بعد تم اس میں فساد اور خرابی نہ ڈالو، اس میں زمین کی درستی کرنے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک ظاہری درستی کہ زمین کو کھیتی اور درخت اُگانے کے قابل بنایا، اس پر بادلوں سے پانی برسا کر زمین سے پھل پھول نکالے، انسان اور دوسرے جانداروں کے لئے زمین سے ہر قسم کی ضروریات زندگی اور آسائش کے سامان پیدا فرمائے۔

اللہ کی رحمت کا نیک لوگوں کے قریب ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا پس اس کی ایک

راہب کی طرف راہنمائی کی گئی وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا اس نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے اس نے کہا نہیں پس اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دیئے پھر زمین والوں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی اس نے کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے تو اس نے کہا جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے تم اس اس جگہ کی طرف جاؤ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ بری جگہ ہے پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب آدھے راستے پر پہنچا تو اس کی موت واقع ہوگئی پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کر لیا تھا یعنی جہاں سے وہ چلا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2507)

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا ۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ
مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری
بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ
پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

بارش سے پہلے چلنے والی ہواؤں کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِل الرِّیَاح بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَته" اَیْ مُتَفَرِّقَة قُدَّام الْمَطَر وَفِیْ قِرَاءَة بِسُكُوْنِ الشِّیْن تَخْفِیفًا وَّفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا وَفَتْح النُّوْن مَصْدَرًا وَّفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا وَضَمّ الْمُوَحَّدَة بَدَل النُّوْن: اَیْ مُبَشِّرًا وَّمُفْرَد الْاُولٰی نُشُور كَرَسُوْلٍ وَّالْاَخِیْرَة بَشِیْر "حَتّٰی اِذَا اَقَلَّتْ" حَمَلَتْ الرِّیَاح "سَحَابًا ثِقَالًا" بِالْمَطَرِ "سُقْنَاهُ" اَیْ السَّحَاب وَفِیْهِ الْتِفَات عَنْ الْغَیْبَة "لِبَلَدٍ مَیِّت" لَا نَبَات بِهٖ اَیْ لِاِحْیَائِهَا "فَاَنْزَلْنَا بِهٖ" بِالْبَلَدِ "الْمَاء فَاَخْرَجْنَا بِهٖ" بِالْمَاءِ "مِنْ كُلّ الثَّمَرَات كَذٰلِكَ "

اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، یعنی وہ ہوائیں جو بارش سے پہلے چلتی ہیں، ایک قرأت کے مطابق شین کے سکون کے ساتھ بہ طور تخفیف جبکہ دوسری قرأت کے مطابق شین کے سکون اور نون کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے اور ایک اور دوسری قرأت کے مطابق سکون شین کی بہ جائے باء کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے یعنی اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، پہلے کا مفرد نشور جس طرح لفظ رسول ہے جبکہ دوسرے کا مفرد بشیر ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل بارش کے ساتھ اٹھاتی ہیں تو ہم ان بادلوں کو کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، یہاں پر بھی غائب کی طرف توجہ کیلئے خطاب ہے۔ اور مردہ شہر سے مراد جس میں زراعت نہ ہوتی ہو یعنی ان کے ذریعے اس کو زندہ کرتے ہیں یعنی قابل کاشت کرتے ہیں۔ پھر اس شہر سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس پانی کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں ان کی قبروں سے نکال کر ان کو زندہ کریں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ یعنی تم ایمان لے آؤ۔

نباتات کے اگنے سے دوبارہ زندہ ہونے پر استدلال کا بیان

حضرت زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے میں اس کا مطیع ہوں جس کے اطاعت گذار میٹھے اور صاف پانی کے بھرے ہوئے بادل ہیں اور جس کے تابع فرمان بھاری بوجھل پہاڑوں والی زمین ہے۔ پھر ہم ان بادلوں کو مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں جس میں کوئی سبزہ نہیں خشک اور بنجر ہے۔ پھر اس سے پانی برسا کر اسی غیر آباد زمین کو سر سبز بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے حالانکہ وہ بوسیدہ ہڈیاں اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گئے ہوں گے۔

قیامت کے دن ان پر اللہ عزوجل بارش برسائے گا چالیس دن تک برابر برستی رہے گی جس سے جسم قبروں میں اگنے لگیں گے جیسے دانہ زمین پر اگتا ہے۔

یہی مثال مومن و کافر کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس علم و ہدایت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ بارش ہوئی زمین کے ایک صاف عمدہ ٹکڑے تھے ان پر بھی وہ پانی برسا لیکن نہ تو وہاں رکا نہ وہاں کچھ اگا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے دین حق کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے سر ہی نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت ہی نہ لی جو میری معرفت پہنچی۔ (صحیح مسلم وسنن نسائی وغیرہ)

چالیس سال کی مسلسل بارش ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلے صور پر تمام عالم فنا ہو جائے گا کوئی چیز زندہ باقی نہ رہے گی، اور دوسری صور پر پھر از سر نو نیا عالم پیدا ہوگا، اور سب مردے زندہ ہو جائیں گے، حدیث مذکور میں ہے کہ ان دونوں مرتبہ کے صور کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا، اور ان چالیس سال میں مسلسل بارش ہوتی رہے گی، اسی عرصہ میں ہر مردہ انسان اور جانور کے اجزاء بدن اس کے ساتھ جمع کر کے ہر ایک کا مکمل ڈھانچہ بن جائے گا اور پھر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے وقت ان لاشوں کے اندر روح آ جائے گی، اور زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے، اس روایت

کا اکثر حصہ بخاری و مسلم میں موجود ہے، بعض اجزاء ابن ابی داؤد کی کتاب البعث سے لئے گئے ہیں۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ۝

اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے ناقص کے سوانہیں نکلتی اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔

مٹی سے مؤمن وکافر کی مثال کی وضاحت کا بیان

"وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ" الْعَذْبُ التُّرَابِ "يَخْرُجُ نَبَاتُهُ" حَسَنًا "بِإِذْنِ رَبِّهِ" هٰذَا مَثَلٌ لِلْمُؤْمِنِ يَسْمَعُ الْمَوْعِظَةَ فَيَنْتَفِعُ بِهَا "وَالَّذِي خَبُثَ" تُرَابُهُ "لَا يَخْرُجُ" نَبَاتُهُ "إِلَّا نَكِدًا" عَسِرًا بِمَشَقَّةٍ وَهٰذَا مَثَلٌ لِلْكَافِرِ "كَذٰلِكَ" كَمَا بَيَّنَّا مَا ذُكِرَ "نُصَرِّفُ" نُبَيِّنُ "الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ" اللّٰهَ فَيُؤْمِنُونَ،

اور جو شہر پاکیزہ یعنی مٹی اچھی ہے اس سے اچھی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے یہ مؤمن کی مثال ہے جو نصیحت سنتا ہے اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے۔ اور جو خراب یعنی جس کی مٹی خراب ہے اس کی کھیتی ناقص کے سوانہیں نکلتی۔ یعنی یہ مشکل نکارہ چیزیں اگاتی ہے یہ کافر کی مثال ہے۔ اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو اللہ کا شکر کرتے ہیں۔ پس وہ ایمان رکھتے ہیں۔

پاکیزہ شہر سے مؤمن کی مثال دیکر سمجھانے کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ' مجھے اللہ تعالیٰ نے علم ہدایت دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی۔ اس کے جو حصے زرخیز تھے انہوں نے پانی کو اپنے اندر جذب کر کے چارہ اور گھاس خوب اگایا (یعنی بھرپور پیداوار دی) اور اس کے بعض حصے سخت تھے جنہوں نے پانی کو روک لیا (اندر جذب نہیں ہوا' تاہم اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، خود بھی پیا۔ کھیتوں کو بھی سیراب کیا اور کاشتکاری کی اور زمین کا کچھ حصہ بالکل چٹیل تھا، جس نے پانی روکا اور نہ کچھ کیا۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کی دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ نے مجھے جس چیز کے ساتھ بھیجا اس سے اس نے نفع اٹھایا، پس خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور مثال اس شخص کی بھی ہے جس نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ وہ ہدایت ہی قبول کی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔ (صحیح بخاری)

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۝

بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا: اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کیا کرو
اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً مجھے تمہارے اوپر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف آتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کا بیان

"لَقَدْ" جَوَاب قَسَم مَحْذُوْف "اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِه فَقَالَ یَا قَوْمِ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰـهٍ غَیْرِه" بِـالْجَرِّ صِفَةً لِاِلٰهٍ وَالرَّفْع بَدَل مِنْ مَحِلّه "اِنِّیْ اَخَاف عَلَیْكُمْ" اِنْ عَبَدْتُمْ غَیْرِه "عَذَاب یَوْم عَظِیْم" هُوَ یَوْم الْقِیَامَة،

یہاں پر لقد یہ محذوف قسم کا جواب ہے۔ بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یہاں پر لفظ غیر لفظ الہ کی صفت ہونے کے سبب مجرور ہے اور محل الہ سے بدل ہونے کی صورت میں مرفوع ہوگا۔ یقیناً مجھے تمہارے اوپر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف آتا ہے۔ یعنی جب تم نے اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کی، اور بڑے دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت توحید کا بیان

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے۔ آپ نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ (یعنی ادریس علیہ السلام یہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا) بن برد بن مہلیل بن قنین بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

ائمہ نسب جیسے امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں حضرت نوح جیسا کوئی اور نبی امت کی طرف سے ستایا نہیں گیا۔ ہاں انبیاء قتل ضرور کئے گئے۔ انہیں نوح اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا رونا بہت روتے تھے۔ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گذرے تھے۔ اصنام پرستی کا رواج اسی طرح شروع ہوا کہ جب میں نیک بندے فوت ہوگئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان بڑوں کی تصویریں بنا لیں تاکہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنالئے کچھ اور زمانے کے بعد انہی بتوں کو پوجا کرنے لگے اور ان کے نام انہی بڑوں کے ناموں پر رکھ لئے۔ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ۔ جب بت پرستی کا رواج ہوگیا، اللہ نے اپنے رسول حضرت نوح کو بھیجا آپ نے انہیں اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا، بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

قوم نوح کے سرداروں نے اپنے نبی مکرم کو بھی گمراہ کہہ دیا

"قَالَ الْمَلَأ" الْاَشْرَاف "مِنْ قَوْمه اِنَّا لَنَرَاكَ فِیْ ضَلَال مُبِین" "بَیِّن،

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا اے نوح! بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ جب قوم نوح کے بڑوں نے، ان کے سرداروں نے اور ان کے نمبرداروں نے حضرت نوح کو جواب دیا کہ تم تو بہک گئے ہو ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹا رہے ہو۔ ہر بد شخص نیک لوگوں کو گمراہ سمجھا کرتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جب یہ بدکاران نیک کاروں کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو بہکے ہوئے ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ اگر یہ دین اچھا ہوتا تو ان سے پہلے ہم نہ مان لیتے؟ یہ تو بات ہی غلط اور جھوٹ ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی بعثت و نبوت صرف اپنی قوم کے لئے تھی ساری دنیا کے لئے عام نہ تھی اور ان کی قوم عراق میں آباد بظاہر مہذب مگر شرک میں مبتلا تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی وہ یہ تھی اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اس کے پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت ہے جو اصل اصول ہے، دوسرے جملہ میں شرک و کفر سے پرہیز کرنے کی تلقین ہے جو اس قوم میں وباء کی طرح پھیل گیا تھا۔ تیسرے جملہ میں اس عذاب عظیم کے خطرہ سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہو سکتا ہے اور دنیا میں طوفان کا عذاب بھی۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

انہوں نے کہا، اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا بیان

"قَالَ یَا قَوْم لَیْسَ بِی ضَلَالَة" هِیَ اَعَمّ مِنْ الضَّلَال فَنَفْیهَا اَبْلَغ مِنْ نَفْیه،

انہوں نے کہا، اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں، وہ عام گمراہی ہے اور یہاں گمراہی کی زیادہ نفی ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول مبعوث ہوا ہوں۔

حضرت نوح نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں بہکا ہوا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہیں پیغام رب پہنچا رہا ہوں۔ تمہارا خیر خواہ ہوں اور اللہ کی وہ باتیں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔ ہر رسول مبلغ، فصیح، بلیغ، ناصح، خیر خواہ اور عالم باللہ ہوتا ہے۔ ان صفات میں اور کوئی ان کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتا۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمہیں نصیحت کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اللہ اور اس کے رسولان گرامی کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کا بیان

"اُبَلِّغُكُمْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد "رِسَالَات رَبِّي وَاَنْصَح" اُرِيْد الْخَيْر، لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ،

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں یہاں پر لفظ ابلغ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ اور تمہیں نصیحت کر رہا ہوں یعنی میں تمہارے لئے بھلائی کا ارادہ رکھتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفے کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا جبکہ وہ بہت بڑی تعداد میں بہت زیادہ تھے کہ اے لوگو تم میری بابت اللہ کے ہاں پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ کردی تھی اور حق رسالت ادا کر دیا تھا اور پوری خیر خواہی کی تھی پس آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچے زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یا اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو شاہد رہ، یا اللہ تو گواہ رہ۔

حاکم کے خیر خواہ نہ ہونے کے سبب سخت وعید کا بیان

امام محدث حسن روایت کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد، معقل بن یسار کے مرض الموت میں عیادت کو گئے تو ان سے معقل نے کہا کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو کسی رعیت کا حاکم بنایا اور خیر خواہی کے ذریعے اس کی حفاظت نہیں کی تو جنت کی خوشبو تک اس کو نہیں پہنچے گی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2063)

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد (کی زبان) پر نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں (عذاب الٰہی سے) ڈرائے اور تم پرہیز گار بن جاؤ اور یہ اس لئے ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔

کفار کا انسانی سے جنس نبوت ورسالت کے انتخاب پر تعجب کرنے کا بیان

"اَ" كَذَّبْتُمْ "وَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْر" مَوْعِظَة "مِنْ رَبِّكُمْ عَلٰى" لِسَان "رَجُل مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ" الْعَذَاب اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا "وَلِتَتَّقُوْا" اللّٰه "وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" بِهَا،

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبان پر نصیحت آئی

تا کہ وہ تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرائے یعنی جب تم ایمان لاؤ اور تم اللہ سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ اس کے سبب تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ تم اس بات کو انوکھا اور تعجب والا نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائے اور اسے اپنی پیغمبری سے ممتاز کر دے تا کہ وہ تمہیں ہوشیار کر دے پھر تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب الٰہی سے نجات پالو اور تم پر گونا گوں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ان دلیلوں اور وعظوں نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا یہ انہیں جھٹلاتے رہے مخالفت سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا صرف چند لوگ سنور گئے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝
پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا سو ہم نے انہیں اور ان لوگوں کو جو کشتی میں ان کی معیت میں تھے نجات دی اور ہم نے
ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، بیشک وہ اندھے (یعنی بے بصیرت) لوگ تھے۔

قوم نوح کا طوفان کے ذریعے ہلاک ہو جانے کا بیان

"فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" مِنَ الْغَرَق "فِي الْفُلْك " السَّفِينَة "وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا" بِالطُّوفَانِ "اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ" عَنْ الْحَق،

پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا سو ہم نے انہیں اور ان لوگوں کو جو کشتی میں ان کی معیت میں تھے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کو طوفان میں غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، بیشک وہ لوگ حق سے اندھے تھے۔

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ قوم نوح پر طوفان کا عذاب اس وقت آیا جب کہ وہ اپنی کثرت وقوت کے اعتبار سے بھرپور تھے۔ عراق کی زمین اور اس کے پہاڑ ان کی کثرت کے سبب تنگ ہو رہے تھے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ نافرمان لوگوں کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ عذاب اس وقت بھیجتے ہیں جب وہ اپنی کثرت، قوت اور دولت میں انتہاء کو پہنچ جائیں اور اس میں بدمست ہو جائیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں کتنے آدمی تھے اس میں روایات مختلف ہیں۔ ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اسی ۸۰ آدمی تھے جن میں ایک کا نام جرہم تھا یہ عربی زبان بولتا تھا۔ بعض روایات میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اسی ۸۰ کے عدد میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ طوفان کے بعد یہ سب حضرات موصل میں جس جگہ مقیم ہوئے اس بستی کا نام ثمانون مشہور ہو گیا۔

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝
اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو
اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، کیا تم پرہیزگار نہیں بنتے۔

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو دعوت توحید دینے کا بیان

"وَ" اَرْسَلْنَا "اِلٰی عَادٍ" الْاُوْلٰی "اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ" وَحِّدُوْهُ "مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ" تَخَافُوْنَهٗ فَتُؤْمِنُوْنَ،

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے قومی بھائی ہُود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، کیا تم پرہیزگار نہیں بنتے۔ پس تم اس کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں کہ ایمان لے آتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت ہود علیہ السلام کو ہم نے نبی بنا کر بھیجا یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ یہ عاد اولیٰ ہیں۔ یہ جنگل میں ستونوں میں رہتے تھے۔ فرمان ہے آیت (الم تر کف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم تخلق مثلھا فی البلاد) یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد ارم کے ساتھ تیرے رب نے کیا کیا؟ جو بلند قامت تھے دوسرے شہروں میں جن کی مانند لوگ پیدا ہی نہیں کئے گئے۔ یہ لوگ بڑے قوی طاقتور اور لانبے چوڑے قد کے تھے جیسے فرمان ہے کہ عادیوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے زیادہ قوی کون ہے؟ کیا انہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔ وہ ہماری آیتوں سے انکار کر بیٹھے ان کے شہر یمن میں احقاف تھے، یہ ریتلے پہاڑ تھے۔

حضرت علی نے حضرت موت کے ایک شخص سے کہا کہ تو نے ایک سرخ ٹیلہ دیکھا ہوگا جس میں سرخ رنگ کی راکھ جیسی مٹی ہے اس کے آس پاس پیلو اور بیری کے درخت بکثرت ہیں وہ ٹیلہ فلاں جگہ حضر موت میں ہے اس نے کہا امیر المومنین آپ تو اس طرح کے نشان بتا رہے ہیں گویا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے آپ نے فرمایا نہیں دیکھا تو نہیں لیکن ہاں مجھ تک حدیث پہنچی ہے کہ وہیں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بستیاں یمن میں تھیں اسی لئے ان کے پیغمبر وہیں مدفون ہیں آپ ان سب میں شریف قبیلے کے تھے اس لئے کہ انبیاء ہمیشہ حسب نسب کے اعتبار سے عالی خاندان میں ہی ہوتے رہے ہیں لیکن آپ کی قوم جس طرح جسمانی طور سے سخت اور زوردار تھی اسی طرح دلوں کے اعتبار سے بھی بہت سخت تھی جب اپنے نبی کی زبانی اللہ کی عبادت اور تقویٰ کی نصیحت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جو خود انھیں کے خاندان سے تھے۔ اور ابوالبرکات جونی جو انساب عرب کے بڑے ماہر مشہور ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ ہود علیہ السلام کے بیٹے یعرب بن قحطان ہیں جو یمن میں جا کر آباد ہوئے اور یمنی اقوام انھیں کی نسل ہیں۔ اور عربی زبان کی ابتداء انھیں سے ہوئی اور یعرب کی مناسبت سے ہی زبان کا نام عربی اور اس کے بولنے والوں کو عرب کہا گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ عربی زبان تو عہد نوح علیہ السلام سے جاری تھی کشتی نوح علیہ السلام کے ایک رفیق جرہم تھے جو عربی زبان بولتے تھے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ۝

اس کی قوم کے کافر سردار بولے بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں

قوم ہود کا اپنے نبی مکرم کی رسالت کو جھٹلانے کا بیان

"قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمه اِنَّا لَنَرَاكَ فِیْ سَفَاهَة " جَهَالَة "وَاِنَّا لَنظُنّك مِنَ الْكَاذِبِیْنَ " فِیْ رِسَالَتك

اس کی قوم کے کافر سردار بولے، بیشک ہم تمہیں بیوقوف یعنی جہالت میں دیکھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں تمہاری رسالت میں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔

تو لوگوں کو بھاری اکثریت اور ان کے سردار اور بڑے بول اٹھے کہ تو تو پاگل ہو گیا ہے ہمیں اپنے بتوں کی ان خوبصورت تصویروں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ واحد کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے۔ یہی تعجب قریش کو ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس نے سارے معبودوں کو عبادت سے ہٹا کر ایک کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے۔ یہی تعجب قریش کو ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس نے سارے معبودوں کو عبادت سے ہٹا کر ایک کی عبادت کی دعوت کیوں دی؟

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

کہا اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں۔

حضرت ہود نے انہیں جواب دیا کہ مجھ میں تو بیوقوفی کی بفضلہ کوئی بات نہیں۔ میں تو تمہیں کلام اللہ پہنچا رہا ہوں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور امانت داری سے حق رسالت ادا کر رہا ہوں۔ یہی وہ صفتیں ہیں جو تمام رسولوں میں یکساں ہوتی ہیں یعنی پیغام حق پہنچانا، لوگوں کی بھلائی چاہنا اور امانتداری کا نمونہ بننا۔ تم میری رسالت پر تعجب نہ کرو بلکہ اللہ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے تم میں سے ایک فرد کو اپنا پیغمبر بنایا کہ وہ تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراوے۔ تمہیں رب کے اس احسان کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس نے تمہیں ہلاک ہونے والوں کے بقایا میں سے بنایا۔ تمہیں باقی رکھا اتنا ہی نہیں بلکہ تمہیں قوی ہیکل، مضبوط اور طاقتور کر دیا۔ یہی نعمت حضرت طالوت پر تھی کہ انہیں جسمانی اور علمی کشادگی دی گئی تھی۔ تم اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تا کہ نجات حاصل کر سکو۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ۝

تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔

کفار کے جواب میں اعلان رسالت کرنے کا بیان

"اُبَلِّغُكُمْ رِسَالَات رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِح اَمِین" مَاْمُوْن عَلَى الرِّسَالَة،

تمہیں اپنے رب کی طرف سے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانت والا معتمد خیر خواہ ہوں۔ کفار کا حضرت ہود علیہ السلام کی جناب میں یہ گستاخانہ کلام کہ تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں، جھوٹا گمان کرتے ہیں، انتہا درجہ کی بے ادبی اور کمینگی تھی اور وہ مستحق اس بات کے تھے کہ انہیں سخت ترین جواب دیا جاتا مگر آپ نے اپنے اَخلاق و ادب اور شانِ حِلم سے جو جواب دیا اس میں شان مقابلہ ہی نہ پیدا ہونے دی اور ان کی جہالت سے چشم پوشی فرمائی۔ اس سے دنیا کو سبق ملتا ہے کہ سُفَہاء اور بدخِصال لوگوں سے اس طرح مخاطبہ کرنا چاہئے مع ہٰذا آپ نے اپنی رِسالت اور خیر خواہی و امانت کا ذکر فرمایا۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اہل علم و کمال کو ضرورت کے موقع پر اپنے منصب و کمال کا اظہار جائز ہے۔

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ
خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد پر نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں
(عذابِ الٰہی سے) ڈرائے، اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد جانشین بنایا اور تمہاری خلقت میں (قد و قامت
اور) قوت کو مزید بڑھا دے، سو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

قوم عاد کے سو ہاتھ لمبے قد و قامت والے لوگوں کا بیان

"اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى" لِسَان "رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء "فِي الْاَرْض "مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً" قُوَّة وَطُولًا وَّكَانَ طَوِيلهمْ مِائَة ذِرَاع وَقَصِيرهمْ سِتِّينَ "فَاذْكُرُوْا اٰلَاء اللّٰه" نِعَمه "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوزُوْنَ،

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبان پر نصیحت آئی تاکہ وہ تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرائے، اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد زمین پر جانشین بنایا اور تمہاری خلقت میں قد و قامت اور قوت کو مزید بڑھا دے، اوران کا لمبے قد والا شخص ایک سو ہاتھ لمبا ہوتا تھا جبکہ ان میں چھوٹے قد والا شخص ساٹھ ہاتھ لمبا ہوتا تھا۔ سو تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ یعنی تم کامیاب ہو جاؤ۔

آیت میں قوم عاد کا وہی اعتراض ذکر کیا گیا ہے جو ان سے پہلے قوم نوح علیہ السلام نے پیش کیا تھا کہ ہم کسی اپنے ہی جیسے بشر اور انسان کو کیسے اپنا بڑا اور پیشوا مان لیں کوئی فرشتہ ہوتا تو ممکن تھا کہ ہم مان لیتے۔ اس کا جواب بھی قرآن کریم نے وہی ذکر کیا جو نوح علیہ السلام نے دیا تھا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کوئی انسان اللہ کا نبی ورسول ہو کر لوگوں کو ڈرانے کے لئے آ جائے۔ کیونکہ درحقیقت انسان کے سمجھانے بجھانے کے لئے انسان ہی کا پیغمبر ہونا موثر ہو سکتا ہے۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○

وہ کہنے لگے، کیا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اوران کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ سوتم ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔

قوم عاد کا سرکشی کرتے ہوئے عذاب کو طلب کرنے کا بیان

"قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰه وَحْده وَنَذَرَ" نَتْرُك "مَا كَانَ يَعْبُد اٰبَاؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدنَا" بِه مِنْ الْعَذَاب "اِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِيْنَ" فِيْ قَوْلك .

وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اوران سب خداؤں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ سوتم ہمارے پاس وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے ہو اگر تم اپنے قول کے اعتبار سے سچے لوگوں میں سے ہو۔

انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کی تشریف آوری کا مقصد یہی ہے کہ ہم اللہ واحد کے پرستار بن جائیں اور باپ دادا کے پرانے معبودوں سے روگردانی کرلیں؟ سنو اگر یہی مقصود ہے تو اسکا پورا ہونا محال ہے۔ہم تیار ہیں اگر تم سچے ہو تو اپنے اللہ سے ہمارے لئے عذاب طلب کرو۔یہی کفار مکہ نے کہا تھا کہنے لگے کہ یا اللہ یہ جو کلام محمد ﷺ کا کہا ہوا ہے یہی حق ہے اور وہ واقعی تیرا کلام ہے اور ہم نہیں مانتے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور سخت المناک عذاب ہمیں کر۔قوم عاد کے بتوں کے نام یہ ہیں صمد ۔صمو دھبا۔ان کی اس ڈھٹائی کے مقابلے میں اللہ کا عذاب اور اس کا غضب ثابت ہو گیا۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ○

انہوں نے کہا، یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہو گیا۔کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری؟ سوتم انتظار کرو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

قوم عاد پر آندھی کے ذریعے عذاب آنے کا بیان

"قَالَ قَدْ وَقَعَ " وَجَبَ "عَلَيْكُمْ مِنْ رَبّكُمْ رِجْس " عَذَاب "وَغَضَب اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْ اَسْمَاء سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ " اَيْ سَمَّيْتُمْ بِهَا اَصْنَامًا تَعْبُدُوْنَهَا "مَا نَزَّلَ اللّٰه بِهَا " اَيْ بِعِبَادَتِهَا "مِنْ سُلْطَان" حُجَّة وَبُرْهَان "فَانْتَظِرُوْا" الْعَذَاب "اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنْ الْمُنْتَظِرِيْنَ " ذٰلِكُمْ بِتَكْذِيْبِكُمْ لِيْ

فَاَرْسَلْتُ عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ،

انہوں نے کہا، یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہو گیا۔ کیا تم مجھ سے ان بتوں کے ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود ہی فرضی طور پر رکھ لئے ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو، جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی سند یعنی دلیل و حجت نہیں اتاری؟ سو تم عذاب کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ کیونکہ تم نے میری رسالت کو جھٹلایا ہے۔ پس ان پر نقصان دہ آندھی چلی۔

رجس سے مراد رجز یعنی عذاب ہے ناراضی اور غصے کے معنی یہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم ان بتوں کی بابت مجھ سے جھگڑ رہے ہو جن کے نام بھی تم نے خود رکھے ہیں یا تمہارے بڑوں نے۔ اور خواہ مخواہ بیوجہ انہیں معبود سمجھ بیٹھے ہو یہ پتھر کے ٹکڑے محض بے ضرر اور بے نفع ہیں۔ نہ اللہ نے ان کی عبادت کی کوئی دلیل اتاری ہے۔ ہاں اگر تم مقابلے پر اتر ہی آئے ہو تو منتظر رہو میں بھی منتظر ہوں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ مقبول بارگاہ رب کون ہے اور مردود بارگاہ کون ہے؟ کون مستحق عذاب ہے اور کون قابل ثواب ہے؟

قوم عاد سے متعلق عربی شعراء کا کلام جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔ اے لوگو جو قوم کی طرف سے اللہ سے دعائیں کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو کہ اللہ عادیوں پر بارش برسائے جو آج قحط سالی کی وجہ سے تباہ ہو گئے ہیں بھوک کے پیاسے مر رہے ہیں بڈھے بچے مرد عورتیں تباہ حال پھر رہے ہیں یہاں تک کہ بولنا چالنا ان پر دوبھر ہو گیا ہے۔ جنگلی جانوران کی آبادیوں میں پھر رہے ہیں کیونکہ کسی آدمی میں اتنی قوت کہاں کہ وہ تیر چلا سکے۔ لیکن افسوس کہ تم یہاں اپنے من مانے مشغلوں میں منہمک ہو گئے اور بیفائدہ وقت ضائع کرنے لگے۔ تم سے زیادہ برا وفد دنیا میں کوئی نہ ہو گا یاد رکھو اگر اب بھی تم نے مستعدی سے قومی خدمت نہ کی تو تم برباد اور غارت ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر ان کے کان کھڑے ہوئے یہ حرم میں گئے اور دعائیں مانگنا شروع کیں اللہ تعالیٰ نے تین بادل ان کے سامنے پیش کئے ایک سفید ایک سیاہ ایک سرخ اور ایک آواز آئی کہ ان میں سے ایک اختیار کر لو اس نے سیاہ بادل پسند کیا آوز آئی کہ تو نے سیاہ پسند کیا جو عادیوں میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑے گا نہ باپ کو نہ بیٹے کو سب کو غارت کر دے گا سوائے بنو لویزیہ کے۔ یہ بنو لویزیہ بھی عادیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مکہ میں مقیم تھے ان پر وہ عذاب نہیں آئے تھے یہی باقی رہے اور انہی میں سے عاد اخری ہوئے۔ اس وفد کے سردار نے سیاہ بادل پسند کیا تھا جو اسی وقت عادیوں کی طرف چلا۔ اس شخص کا نام قیل بن غز تھا۔ جب یہ بادل عادیوں کے میدان میں پہنچا جس کا نام مغیث تھا تو اسے دیکھ وہ لوگ خوشیاں منانے لگے کہ اس ابر سے پانی ضرور برسے گا حالانکہ یہ وہ تھا جس کی یہ لوگ نبی کے مقابلہ میں جلدی مچا رہے تھے جس میں المناک عذاب تھا جو تمام چیزوں کو فنا کر دینے والا تھا۔ سب سے پہلے اس عذاب الوہی کو ایک عورت نے دیکھا جس کا نام ممید تھا یہ چیخ مار کر بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش آئی تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا آگ کا بگولہ جو بصورت ہوا تھا جسے فرشتے گھسیٹے لئے چلے آتے تھے۔ برابر سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ آگ والی ہوا ان پر چلتی رہی اور عذاب کا بادل ان پر برستا رہا۔ تمام عادیوں کا ستیاناس ہو گیا۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۝

پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت کے باعث نجات بخشی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

اللہ کے عذاب کے سبب کفار قوم کی جڑ کٹ جانے کا بیان

"فَاَنْجَیْنَاهُ" اَیْ هُوْدًا "وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ "بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ" الْقَوْمِ "الَّذِیْنَ كَذَّبُوا بِاٰیَاتِنَا" اَیْ اسْتَاْصَلْنَاهُمْ "وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ" عَطْفٌ عَلٰی كَذَّبُوا،

پھر ہم نے حضرت ہود علیہ السلام اور جو لوگ ان کے ساتھ اہل ایمان تھے اپنی رحمت کے باعث نجات بخشی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ اس کا عطف کذبوا پر ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والوں کی نجات کا بیان

حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے مومن ساتھی ایک باغیچے میں چلے گئے وہاں اللہ نے انہیں محفوظ رکھا وہی ہوا ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہو کر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہی۔ ہاں عادیوں پر اس ہوا نے سنگباری شروع کر دی، ان کے دماغ پھٹ گئے۔ آخر انہیں اٹھا اٹھا کر دے پٹخا سر الگ ہو گئے دھڑ الگ جا پڑے یہ ہوا سوار کو سواری سمیت ادھر اٹھا لیتی تھی اور بہت اونچے لے جا کر اسے اوندھا دے پٹختی تھی۔ یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ عذاب الٰہی کے آ جانے سے حضرت ہود کو اور مومنوں کو نجات مل گئی رحمت حق ان کے شامل حال رہی اور باقی کفار اس بدترین سزا میں گرفتار ہوئے۔

عادیوں کے وفد کا بہ طور مثال بن جانے کا بیان

مسند احمد میں ہے حضرت حارث بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علا بن حضرمی کی شکایت لے کر چلا جب میں ربذہ میں پہنچا تو بنو تمیم کی ایک بڑھیا لاچار ہو کر بیٹھی ہوئی ملی۔ مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے مجھے سرکار رسالت مآب میں پہنچنا ہے۔ کیا تو میرے ساتھ اتنا سلوک کرے گا کہ مجھے دربار رسالت میں پہنچا دے؟ میں نے کہا آؤ چنانچہ میں نے اسے اپنے اونٹ پر بٹھا لیا اور مدینے پہنچا دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے سیاہ جھنڈے لہرا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار لٹکائے کھڑے ہیں میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کہیں لشکر بھیجنے والے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل میں تشریف لے گئے۔ میں آپ کے پیچھے ہی گیا۔ اجازت طلب کی اجازت ملی جب میں نے اندر جا کر سلام کیا تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تم میں اور بنو تمیم میں کچھ چشمک ہے؟ میں نے کہا حضور اس کے ذمہ دار وہی

ہیں۔ میں اب حاضر خدمت ہو رہا تھا تو راستے میں قبیلہ تمیم کی ایک بڑھیا عورت مل گئی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی اس نے مجھ سے درخواست کی اور میں اسے اپنی سواری پر بٹھا کر یہاں لایا ہوں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے اسے بھی اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی روک کر دیجئے۔ اس پر بڑھیا تیز ہو کر بولی اگر آپ نے ایسا کر دیا تو پھر آپ کے ہاں کے بےبس کہاں پناہ لیں گے؟ میں نے کہا سبحان اللہ! تیری اور میری تو وہی مثل ہوئی کہ بکری اپنی موت کو آپ اٹھا کر لے گئی، میں نے ہی تجھے یہاں پہنچایا، مجھے اس کے انجام کی کیا خبر تھی؟ اللہ نہ کرے کہ میں بھی عادی قبیلے کے وفد کی طرح ہو جاؤں۔ تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بنی عادیوں کے وفد کا قصہ کیا ہے؟ باوجود یہ کہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس کا علم تھا لیکن یہ سمجھ کر کہ اس وقت آپ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے قصہ شروع کر دیا کہ حضور جس وقت عادیوں میں قحط سالی نمودار ہوئی تو انہوں نے قیل نامی ایک شخص کو بطور اپنے قاصد کے بیت اللہ شریف دعا وغیرہ کرنے کیلئے بھیجا۔ یہ معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر مہمان بنا۔ یہاں شراب و کباب اور راگ رنگ میں ایسا مشغول ہوا کہ مہینے بھر تک جام لنڈھاتا رہا اور معاویہ کی دو لونڈیوں کے گانے سنتا رہا ان کا نام جرادہ تھا۔ مہینے بھر کے بعد مہرہ کے پہاڑوں پر گیا اور اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ باری تعالیٰ میں کسی بیمار کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کے فدیئے کے لئے نہیں آیا یا اللہ عادیوں کو تو وہ پلا جو پلایا کرتا تھا اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ چند سیاہ رنگ کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں ان میں سے ایک غیبی صدا آئی کہ ان میں سے جو تجھے پسند ہو قبول کر لے۔ اس نے سخت سیاہ بادل کو اختیار کیا اسی وقت دوسری آواز آئی کہ لے لے خاک راکھ جو عادیوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے۔ عادیوں پر ہوا کے خزانے میں سے صرف بقدر انگوٹھی کے حلقے کے ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے سب کو غارت اور تہ و بالا کر دیا۔ ابو وائل کہتے ہیں۔ یہ واقعہ سارے عرب میں ضرب المثل ہو گیا تھا جب لوگ کسی کو بطور وفد کے بھیجتے تھے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ عادیوں کے وفد کی طرح نہ ہو جانا۔ اسی طرح مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے سنن کی اور کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ (مسند احمد بن حنبل وکتب سنن)

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے، سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کسی برے طریقے سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی طرف بعثت کا بیان

"و" اَرْسَلْنَا "اِلٰی ثَمُوْد" بِتَرْكِ الصَّرْف مُرَادًا بِهِ الْقَبِیْلَة ۔ "اَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ یَا قَوْمِ اُعْبُدُوا اللّٰه مَا

لَکُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ" مُعْجِزَۃٌ "مِنْ رَّبِّکُمْ" عَلٰی صِدْقِی "ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً" حَال عَامِلُهَا مَعْنَی الْاِشَارَۃِ وَکَانُوْا سَاَلُوْہُ اَنْ یُّخْرِجَهَا لَهُمْ مِنْ صَخْرَۃٍ عَیَّنُوْھَا "فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ" بِعَقْرٍ اَوْ ضَرْبٍ "فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ"

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، لفظ ثمود جب قبیلے کا نام ہو تو یہ غیر منصرف ہے۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے میری صداقت پر ایک واضح دلیل یعنی معجزہ آ چکا ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے، آیہ یہ حال ہے اس کا عامل اسم اشارہ ہے اور جب انہوں نے سوال کیا کہ آپ ان کیلئے اس معین پتھر سے اونٹنی نکال دیں۔ سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کسی برے طریقے سے یعنی مارنے یا بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

حضرت صالح علیہ السلام اور اونٹنی والے معجزے کا بیان

حضرت صالح فرماتے ہیں لوگوں تمہارے پاس دلیل الٰہی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے حضرت صالح سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جو ان کی بستی کے ایک کنارے پڑی تھی جس کا نام کاتبہ تھا اس سے آپ ایک اونٹنی نکالیں جو گابھن ہو (دودھ دینے والی اونٹنی جو دس ماہ کی حاملہ ہو) حضرت صالح نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم ایمان قبول کر لوگے؟ انہوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھی دعا کی ان سب کے دیکھتے ہی چٹان نے ہلنا شروع کیا اور چیخ گئی اس کے بیچ سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جندع بن عمرو نے تو اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی۔ باقی جو اور سردار تھے وہ ایمان لانے کیلئے تیار تھے مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن ہمر بن جلمس وغیرہ نے انہیں روک دیا۔ حضرت جندع کا بھتیجا شہاب نامی تھا یہ ثمودیوں کا بڑا عالم فاضل اور شریف شخص تھا اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن انہی بدبختوں نے اسے بھی روکا جس پر ایک مومن ثمودی مہوش بن غنمہ نے کہا کہ آل عمرو نے شہاب کو دین حق کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ مشرف باسلام ہو جائے اور اگر ہو جاتا تو اس کی عزت سیوا ہو جاتی مگر بدبختوں نے اسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا۔ اس حاملہ اونٹنی کو اس وقت بچہ ہوا ایک مدت تک دونوں ان میں رہے۔ ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی۔ اس دن اس قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے

ایک روایت میں ہے کہ ہجر کی بستی کے پاس آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معجزے نہ طلب کرو دیکھو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی لیکن ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن یہ سب اس کا دودھ پیتے تھے اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے۔ بجز اس ایک شخص کے جو حرم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابو غال یہ بھی جب حد حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن

ہے مسلم شریف کی شرط پر۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ثمودی قبیلے کی طرف سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحید الٰہی سکھائی کہ فقط اس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری ہی عبادت کرو اور ارشاد ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝
اور یاد کرو جب اس نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم علاقوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر (ان میں) گھر بناتے ہو، سو تم اللہ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔

قوم عاد کے بعد قوم ثمود کی خلافت کا بیان

"وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء" فِي الْاَرْض "مِنْ بَعْد عَادٍ وَبَوَّاَكُمْ" اَسْكَنَكُمْ "فِي الْاَرْض تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلهَا قُصُوْرًا" تَسْكُنُوْنَهَا فِي الصَّيْف "وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَال بُيُوْتًا" تَسْكُنُوْنَهَا فِي الشِّتَاء وَنَصَبُهُ عَلَى الْحَال الْمُقَدَّرَة،

اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ عاد کے بعد زمین میں جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم میدانی علاقوں میں محلات بناتے ہو اور گرمیوں میں ان میں رہتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو، اور سردیوں میں ان میں رہتے ہو۔ یہاں پر بیوت حال مقدرہ ہونے کے سبب منصوب ہے۔ لہٰذا تم اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔

عذاب والے مقام سے گزرنے کی ممانعت کا بیان

جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو مقام حجر پر اترے۔ کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جلدی سے وہاں کے کسی کنوئیں سے پانی لے کر آٹا گوندھ لیا تھا آپ نے اس گوندھے ہوئے آٹے کو پھینک دینے یا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا اور جو پانی مشکوں میں بھرا گیا تھا اسے بہا دینے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو وہ کنواں دکھلایا جہاں سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر پانی لینا ہے تو اس کنوئیں سے لے کر استعمال کرو پھر آپ نے جلد از جلد وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گنہگاروں کی بستیوں میں نہ جایا کرو مگر روتے ہوئے، اللہ سے ڈرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا کہیں تم پر بھی آن پڑے یہ کہہ کر آپ نے کجاوے ہی پر اپنا منہ چادر سے ڈھانک لیا۔ (بخاری۔ کتاب بدالانبیاء)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○

ان کی قوم کے ان سرداروں اور رئیسوں نے جو متکبر و سرکش تھے ان غریب پسے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے: کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا: جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بیشک ہم اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

قوم ثمود کے سرداروں کا کمزور لوگوں کو شک وشبہ میں ڈالنے کا بیان

"قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِه" تَكَبَّرُوْا عَنِ الْاِیْمَانِ بِهٖ "لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ" اَیْ مِنْ قَوْمِه بَدَل مِمَّا قَبْلَه بِاِعَادَةِ الْجَار "اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صَالِحًا مُرْسَل مِنْ رَبِّه" اِلَیْكُمْ "قَالُوا" نَعَمْ، اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ،

ان کی قوم کے ان سرداروں اور رئیسوں نے جو ایمان لانے میں متکبر و سرکش تھے ان غریب پسے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے، یعنی امن منہم یہ اعادہ جار کے ساتھ ماقبل سے بدل ہے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا، جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بیشک ہم اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○

متکبر لوگ کہنے لگے، بیشک جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیں۔

اہل تکبر کا کمزور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کا بیان

یہ بھی استہزاء کی ہی ایک قسم ہے یعنی متکبر لوگ جو اپنے آپ کو انتہائی عقل مند سمجھتے تھے، ایمان لانے والے کمزور مسلمانوں سے پوچھتے تھے بھلا صالح علیہ السلام کی جس دعوت کی ہمیں سمجھ نہیں آ رہی اور ہم اسے غیر معقول باتیں سمجھتے ہیں تم انہیں کیسے معقول سمجھ کر ایمان لے آئے ہو؟ کمزور مسلمانوں نے اپنی ایمانی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ جس بات کو تم غلط کہتے ہو ہم اسی کو معقول اور برحق سمجھ کر ایمان لائے ہیں اور اسے واقعی رسول برحق سمجھتے ہیں۔ متکبر لوگ کہنے لگے ہم تو بہر حال تمہاری احمقانہ باتوں کو کبھی قبول نہیں کر سکتے۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○

پس انہوں نے اونٹنی کو (کاٹ کر) مار ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح! ہم پر لے آؤ،

جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

اونٹنی کو قتل کرنے کے سبب عذاب آجانے کا بیان

وَكَانَتْ النَّاقَة لَهَا يَوْم فِي الْمَاء وَلَهُمْ يَوْم فَمَلُّوا ذَلِكَ "فَعَقَرُوا النَّاقَة" عَقَرَهَا قُدَار بِأَمْرِهِمْ بِأَنْ قَتَلَهَا بِالسَّيْفِ "وَعَتَوْا عَنْ أَمْر رَبّهمْ وَقَالُوا يَا صَالِح ائْتِنَا بِمَا تَعِدنَا" بِهِ مِنْ الْعَذَاب عَلَى قَتْلهَا "إِنْ كُنْت مِنْ الْمُرْسَلِينَ"

ایک پانی پینے کی باری اونٹنی کی ہوتی اور ایک دن ان کیلئے باری ہوتی تھی۔ تو اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں یعنی قدار نامی ایک بندے نے تلوار سے اس کو قتل کر دیا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح! ہم پر وہ عذاب لے آؤ، جس کا تم وعدہ اس اونٹنی کے قتل پر دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

قوم ثمود کی تباہی کا بیان

امام ابن جریر وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عنیزہ بنت غنم بن مجلز جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالح سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور تھی بھی یہ عورت مالدار۔ اس کے خاوند کا نام ذواب بن عمرو تھا جو ثمودیوں کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جس کا نام صدقہ بنت محیا بن زہیر بن مختار تھا۔ یہ بھی حسن کے علاوہ مال اور حسب نسب میں بڑھی ہوئی تھی اس کے خاوند مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سرکش عورت نے ان کو چھوڑ دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اکساتی تھیں کہ کوئی آمادہ ہو جائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دے، صدقہ نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تیرے گھر آجاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا، اس پر اس نے مصدع بن مہرج بن محیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اسے بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ یہ خبیث اس کے حسن و جمال کا مفتوں تھا اس برائی پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر عنیزہ نے قدار بن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کرے اسے میں تجھے دے دوں گی اسی شرط پر کہ تو اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال۔ یہ خبیث بھی آمادہ ہو گیا یہ تھا بھی زناکاری کا بچہ، سالف کی اولاد میں نہ تھا، جیسان نامی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زناکاری کی تھی اسی سے یہ پیدا ہوا تھا اب دونوں چلے اور اہل ثمود اور دوسرے شریروں کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہو گئے اور یہ نو فسادی شخص اس بد ارادے پر تل گئے۔

اس شہر میں نو شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا سراسر فسادی ہی تھے۔ چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے ان کے کہنے سننے سے تمام کفار بھی اس پر راضی ہو گئے اور اونٹنی کے واپس آنے کا راستے میں یہ دونوں شریر اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے جب اونٹنی نکلی تو پہلے مصدع نے اسے تیر مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا اسی وقت عنیزہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدار کے پاس بھیجا اس نے کہا قدار کیا دیکھتے ہو اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو۔ یہ اس کا منہ دیکھتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں پچھلے پاؤں کاٹ

دیئے اونٹنی چکرا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑی پر چلا گیا یہاں قدار نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مر گئی اس کا بچہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔ حسن بصری فرماتے ہیں اس نے اللہ کے سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی پھر جس چٹان سے نکلا تھا اسی میں سما گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقعہ پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بیجان پڑی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا بس اب تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، ہوا بھی یہی۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا اس لئے اترا گئے اور ان مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آتا تو بھی آ ؤ روز روز کے اس جھنجھٹ سے پاک ہو جائیں۔

چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور اسے اور اس کے گھرانے کو تہ تیغ کرو اور صاف انکار کر دو کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بیخبر رہے اب انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا؟ رات کو یہ اپنی بدنیتی سے حضرت صالح کے گھر کی طرف چلے آپ کا گھر پہاڑی کی بلندی پر تھا ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب کو ہی پیس ڈالا۔

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ٥
تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔

اچانک سخت زلزنے کے عذاب میں تباہ ہونے کا بیان

"فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَة" الزَّلْزَلَة الشَّدِيْدَة مِنْ الْاَرْض وَالصَّيْحَة مِنْ السَّمَاء "فَاَصْبَحُوا فِيْ دَارهمْ جَاثِمِينَ" بَارِكِيْنِ عَلَى الرُّكَب مَيِّتِيْنَ،

تو انہیں سخت زلزلے نے اچانک پکڑ لیا یعنی آسمان کی طرف سے چیخ نے ان کو پکڑ لیا تو انہوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ یعنی گھٹنوں کے بل گرے ہوئے تھے۔

ان کا تو یہ حشر ہوا ادھر جمعرات کے دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور ہفتے کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا ان کے منہ سیاہ ہو گئے تین دن جب گذر گئے تو چوتھا دن اتوار صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑاکا ہوا جس کی ہولناک دہشت انگیز چنگھاڑ نے ان کے کلیجے پھاڑ دیئے ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ہی ان سب کا ڈھیر ہو گیا، مردوں سے مکانات، بازار، گلی، کوچے بھر گئے۔ مرد،

ایک کافرہ عورت بچادی گئی، یہ بھی بڑی خبیثہ تھی حضرت صالح علیہ السلام کی عداوت کی آگ سے بھری ہوئی تھی اسکی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں لیکن ادھر عذاب آیا ادھر اس کے پاؤں کھل گئے اپنی بستی سے سرپٹ بھاگی اور تیز دوڑتی ہوئی دوسرے شہر میں پہنچی اور وہاں جا کر ان سب کے سامنے سارا واقعہ بیان کر ہی چکنے کے بعد ان سے پانی مانگا۔ ابھی پوری پیاس بھی نہ بجھی تھی کہ عذاب الٰہی آ پڑا اور وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ ہاں ابو دغال نامی ایک شخص اور بچ گیا تھا یہ یہاں نہ تھا حرم کی پاک زمین میں تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ اپنے کسی کام کی غرض سے حد حرم سے باہر آیا اسی وقت آسمان سے پتھر آیا اور اسے بھی جہنم واصل کیا ثمودیوں میں سے سوائے حضرت صالح اور انکے مومن صحابہ کے اور کوئی بھی نہ بچا۔

فَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَ قَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّیۡ وَ نَصَحۡتُ لَـكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِیۡنَ ٥
پھر صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا
اور نصیحت بھی کر دی تھی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند (ہی) نہیں کرتے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے اعراض کرنے کا بیان

"فَتَوَلّٰی" اَعۡـرَضَ صَـالِـح، عَـنۡـهُـمۡ وَقَـالَ یَـا قَـوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّی وَنَصَحۡتُ لَكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِینَ،

پھر صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور نصیحت بھی کر دی تھی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔

حضرت صالح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بےسمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو دعوت دے لی۔

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب بدری کفار پر غالب آئے وہیں تین دن تک ٹھہرے رہے پھر رات کے آخری وقت اونٹنی پر زین کس کر آپ تشریف لے چلے اور جب اس گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں ان کافروں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں تو آپ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے اے ابوجہل، اے عتبہ، اے شیبہ، اے فلاں، اے فلاں، بتاؤ رب کے وعدے تم نے درست پائے؟ میں نے تو اپنے رب کے فرمان کی صداقت اپنی آنکھوں دیکھ لی۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے باتیں کر رہے ہیں جو مردار ہو گئے؟ آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اسے یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن جواب کی طاقت نہیں۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے میرا خاندان ہونے کے باوجود میرے ساتھ وہ برائی کی کہ کسی خاندان نے اپنے پیغمبر کے ساتھ نہ کی۔ تم نے میرے ہم قبیلہ ہونے کے باوجود مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے مجھے سچا سمجھا۔ تم نے رشتہ داری کے باوجود مجھے دیس نکالا دیا اور دوسرں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی۔ افسوس تم اپنے ہو کر مجھ سے برسر جنگ رہے اور دوسروں نے میری امداد کی۔ پس تم اپنے نبی کے بدترین قبیلے ہو۔

یہی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرمار ہے ہیں کہ میں نے تو ہمدردی کی انتہا کر دی اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن آہ نہ تم نے اس سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ حق کی پیروی کی نہ اپنے خیر خواہ کی مانی۔ بلکہ اسے اپنا دشمن سمجھ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہر نبی جب دیکھتا کہ اب میری امت پر عام عذاب آنے والا ہے انہیں چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا ہے اور حرم مکہ میں پناہ لیتا۔

مسند احمد میں ہے کہ حج کے موقعہ پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی عسفان پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ آپ نے جواب دیا وادی عسفان فرمایا میرے سامنے سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام ابھی ابھی گذرے اونٹنیوں پر سوار تھے جن کی نکیلیں کھجور کے پتوں کی تھیں کمبلوں کے تہ بند بندھے ہوئے اور موٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ لبیک پکارتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل)

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ٥
اور لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے اسی طرح بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو
جسے تم سے پہلے اہلِ جہاں میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "لُوطًا" وَيُبَدَّل مِنْهُ "اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَة" اَیْ اَدْبَار الرِّجَال "مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَد مِنْ الْعَالَمِينَ" الْاِنْس وَالْجِنّ،

اور یاد کرو جب حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے اسی طرح بھیجا، لفظ اذکر لوطا یہ اذ قال سے بدل ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو یعنی مردوں سے لواطت کرتے ہو جسے تم سے پہلے اہلِ جہاں میں سے کسی انسان و جن نے نہیں کیا تھا۔

لوط علیہ السلام کی بدنصیب قوم کا بیان

فرمان ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا تو ان کے واقعہ کو بھی یاد کر، حضرت لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا نبی بنا کر سدوم نامی بستی کی طرف بھیجا آپ نے انہیں اور آس پاس کے لوگوں کو اللہ کی توحید اور اپنی اطاعت کی طرف بلایا نیکیوں کے کرنے برائیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ جن میں ایک برائی اغلام بازی تھی جو ان سے پہلے دنیا سے مفقود تھی۔ اس بدکاری کے موجد یہی ملعون لوگ تھے۔

جامع دمشق کے بانی خلیفہ ولید بن عبدالملک کہتے ہیں اگر یہ خبر قرآن میں نہ ہوتی تو میں تو اس

بات کوبھی نہ مانتا کہ مرد مرد سے حاجت روائی کرلے اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام نے ان حرام کاروں سے فرمایا کہ تم سے پہلے تو یہ ناپاک اور خبیث فعل کسی نے نہیں کیا۔عورتوں کو جو اس کام کیلئے تھیں چھوڑ کر تم مردوں پر ریجھ رہے ہو؟ اس سے بڑھ کر اسراف اور جہالت اور کیا ہوگی؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ ہیں میری بچیاں یعنی تمہاری قوم کی عورتیں۔لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کی چاہت نہیں۔ہم تو تمہارے ان مہمان لڑکوں کے خواہاں ہیں مفسرین فرماتے ہیں جس طرح مرد مردوں میں مشغول تھے عورتیں عورتوں میں پھنسی ہوئی تھیں۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝
بیشک تم نفسانی خواہش کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو۔

قوم لوط کا مردوں سے شہوت پرستی کرنے کا بیان

"اَاِنَّكُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَاِدْخَال الْاَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ . وَفِيْ قِرَاءَة اِنَّكُمْ . "لَتَاْتُوْنَ الرِّجَال شَهْوَة مِنْ دُوْن النِّسَاء بَلْ اَنْتُمْ قَوْم مُسْرِفُوْنَ" مُتَجَاوِزُوْنَ الْحَلَال اِلَى الْحَرَام،

یہاں پر دونوں ہمزوں کا تحقق ہے جبکہ دوسرا سہولت کیلئے آیا ہے اور ان دونوں کے درمیان میں دونوں صورتوں میں الف کو داخل کیا جائے گا۔اور ایک قرأت میں انکم ہے۔

بیشک تم نفسانی خواہش کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو۔یعنی حلال سے حرام کی طرف جانے والے ہو۔

لوطی کی سزا میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو قوم لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو اس باب میں حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی احادیث منقول ہیں اس حدیث کو ہم ابن عباس کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔محمد بن اسحاق نے اس حدیث کو عمرو بن ابی عمر سے روایت کیا ہے اور فرمایا قوم لوط کا سا عمل کرنے والا ملعون ہے قتل کا ذکر نہیں کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ چوپائے سے بدفعلی کرنے والا بھی ملعون ہے۔عاصم بن عمرو بن سہیل بن ابی صالح سے وہ اپنے والد سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ہم نہیں جانتے کہ اس حدیث کو عاصم کے علاوہ کسی اور نے بھی سہیل بن ابی صالح سے روایت کیا ہو عاصم بن عمر حفظ کے اعتبار سے حدیث میں ضعیف ہیں لوطی عمل کرنے والے کی سزا کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اسے سنگسار کیا جائے خواہ وہ شادی شدہ یا غیر شادی

شدہ۔امام مالک،شافعی،احمد،اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض علماء وفقہاء تابعین،حسن بصری،ابراہیم نخعی اور عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ لواطت کرنے والے پر اسی طرح حد جاری کی جائے جس طرح زانی پر حد جاری کی جاتی ہے۔سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1498)

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○
اوران کی قوم کا سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: ان کو بستی سے نکال دو بیشک یہ لوگ بڑے پاکیزگی کے طلب گار ہیں۔

قوم لوط کا لوط علیہ السلام کو جواب دینے کا بیان

"وَمَا كَانَ جَوَاب قَوْمه اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَخْرِجُوهُمْ" اَیْ لُوطًا وَّاَتْبَاعه "مِنْ قَرْيَتكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاس يَتَطَهَّرُوْنَ" مِنْ اَدْبَار الرِّجَال،

اوران کی قوم کا سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے،ان کو یعنی لوط علیہ السلام اوران کے متبعین کو بستی سے نکال دو بیشک یہ لوگ لواطت سے بچ کر بڑے پاکیزگی کے طلب گار ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کے جواب میں ان کی قوم کا جواب اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں سے کوئی معقول جواب تو بن نہیں سکا ضد میں آ کر آپس میں یہ کہنے لگے کہ یہ لوگ بڑی پاکی اور صفائی کے مدعی ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○
پس ہم نے ان کو (یعنی لوط علیہ السلام کو) اوران کے اہلِ خانہ کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے،
وہ عذاب میں پڑے رہنے والوں میں سے تھی۔

حضرت لوط علیہ السلام اوران کے اہل کا عذاب سے محفوظ رہنے کا بیان

"فَاَنْجَيْنَاهُ وَاَهْله اِلَّا امْرَاَته كَانَتْ مِنْ الْغَابِرِينَ" الْبَاقِيْنَ فِي الْعَذَاب،

پس ہم نے ان کو یعنی لوط علیہ السلام کو اوران کے اہلِ خانہ کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے،وہ عذاب میں پڑے رہنے والوں میں سے تھی۔یعنی وہ عذاب میں رہنے والوں میں سے تھی۔

حضرت لوط اوران کا گھرانا اللہ کے ان عذابوں سے بچ گیا جو لوطیوں پر نازل ہوئے بجز آپ کے گھرانے کے اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا جیسے فرمان رب ہے آیت (فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین) یعنی وہاں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو نکال دیا۔لیکن بجز ایک گھر والوں کے وہاں ہم نے کسی مسلمان کو پایا ہی نہیں۔بلکہ خاندان لوط میں سے بھی خود حضرت لوط علیہ السلام

پہنچا دیتی اسی لئے حضرت لوط سے کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جانا بلکہ اسے خبر بھی نہ کرنا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھ تو چلی تھی لیکن جب قوم پر عذاب آیا تو اس کے دل میں ان کی محبت آ گئی اور رحم کی نگاہ سے انہیں دیکھنے لگی وہیں اسی وقت وہی عذاب اس بدنصیب پر بھی آ گیا لیکن زیادہ ظاہر قول پہلا ہی ہے یعنی نہ اسے حضرت لوط نے عذاب کی خبر کی نہ اسے اپنے ساتھ لے گئے یہ یہیں باقی رہ گئی اور پھر ہلاک ہوگئی۔(غابرین) کے معنی بھی باقی رہ جانے والے ہیں۔جن بزرگوں نے اس کے معنی ہلاک ہونے والے کئے ہیں وہ بطور لزوم کے ہیں۔کیونکہ جو باقی تھے وہ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شہر سے نکلتے ہی عذاب الٰہی ان پر بارش کی طرح برس پڑا وہ بارش پتھروں اور ڈھیلوں کی تھی جو ہر ایک پر بالخصوص نشان زدہ اسی کیلئے آسمان سے گر رہے تھے۔گو اللہ کے عذاب کو بے انصاف لوگ دور سمجھ رہے ہوں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔اے پیغمبر آپ خود دیکھ لیجئے کہ اللہ کی نافرمانیوں اور رسول اللہ کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند اور بیٹیوں کے ہمراہ روانہ ہوئی تھی، لیکن جب شہر تباہ ہونے کی آواز اور ہلاک ہونے والوں کا شور سنا تو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس نے مڑ کر دیکھا اور بولی "ہائے میری قوم" وہیں ایک پتھر اس پر آ پڑا، جس نے اسکا سر پھاڑ کر اسے اسکی قوم سے ملا دیا۔

وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ۠
اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کردی سو آپ دیکھئے کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

قوم لوط پر بدکرداری کے سبب پتھروں کی بارش ہونے کا بیان

"وَاَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهِمۡ مَطَرًا" هُوَ حِجَارَة السِّجِّيل فَاَهۡلَكَتۡهُمۡ،فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِينَ،

اور ہم نے ان پر پتھروں کی کنکرلی بارش کردی جس نے ان کو ہلاک کردیا لہٰذا آپ دیکھئے کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

مجاہد نے کہا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اس کو اوندھا کر کے گرا دیا اور اسکے بعد پتھروں کی بارش کی گئی۔

وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ
بَیِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فَاَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَهُمۡ وَ لَا
تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ۠
اور مدین کی طرف (ہم نے) ان کے (قومی) بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (بھیجا)، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی
عبادت کیا کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ چکی ہے سو تم ماپ

اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں اس (کے ماحول حیات) کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم (اس الوہی پیغام کو) ماننے والے ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب کرنے کا بیان

"وَ" اَرْسَلْنَا "اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَاءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ" مُعْجِزَۃٌ "مِنْ رَبِّکُمْ" عَلٰی صِدْقِی "فَاَوْفُوا" اَتِمُّوا "الْکَیْلَ وَالْمِیزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا" تُنْقِصُوا "النَّاسَ اَشْیَاءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ" بِالْکُفْرِ وَالْمَعَاصِی "بَعْدَ اِصْلَاحِھَا" بِبَعْثِ الرُّسُلِ "ذٰلِکُمْ" الْمَذْکُور "خَیْرٌ لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ" مُرِیْدِی الْاِیْمَان فَبَادِرُوْا اِلَیْہِ،

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے میری صداقت پر روشن دلیل یعنی معجزہ آچکا ہے سو تم ماپ اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں رسولان گرامی کی بعثت کے بعد اس کی اصلاح کے بعد کفر و نافرمانی کے سبب فساد برپا نہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم اس الوہی پیغام کو ماننے والے ہو۔ یعنی اگر تمہارا ایمان لانے کا ارادہ ہے تو تم اس کی جانب جلدی کرو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا تعارف

مشہور مؤرخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت شعیب میکیل بن یشجر کے لڑکے تھے ان کا نام سریانی زبان میں یثرون تھا۔ یہ یاد رہے کہ قبیلے کا نام بھی مدین تھا اور اس بستی کا نام بھی یہی تھا یہ شہر معان سے ہوتے ہوئے حجاز جانے والے کے راستے میں آتا ہے۔ آیت قرآن وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْیَنَ میں شہر مدین کے کنویں کا ذکر موجود ہے اس سے مراد ایکہ والے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ آپ نے بھی تمام رسولوں کی طرح انہیں توحید کی اور شرک سے بچنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میری نبوت کی دلیلیں تمہارے سامنے آچکی ہیں۔ خالق کا حق بتا کر پھر مخلوق کے حق کی ادائیگی کی طرف رہبری کی اور فرمایا کہ ناپ تول میں کمی کی عادت چھوڑو لوگوں کے حقوق نہ مارو۔ کہو کچھ اور کرو کچھ یہ خیانت ہے فرمان ہے آیت (ویل للمطففین) ان ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے (ویل) ہے۔ اللہ اس بدخصلت سے ہر ایک کو بچائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا اور وعظ بیان ہوتا ہے۔ آپ کو بہ سبب فصاحت عبارت اور عمدگی وعظ کے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَتَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ۚ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ ۠ وَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ ○

اورتم ہر راستہ پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ تم ہر اس شخص کو جو اس (دعوت) پر ایمان لے آیا ہے خوفزدہ کرو اور (اسے) اللہ کی راہ سے
روکو اور اس (دعوت) میں کجی تلاش کرو (تا کہ اسے دینِ حق سے برگشتہ اور متنفر کرسکو) اور (اللہ کا احسان) یاد کرو جب تم
تھوڑے تھے تو اس نے تمہیں کثرت بخشی، اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

راستوں میں بیٹھ کر مال چھیننے اور ٹیکس وصول کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ" طَرِيْق "تُوْعِدُوْنَ" تُخَوِّفُوْنَ النَّاس بِاَخْذِ ثِيَابهمْ اَوْ الْمَكْس مِنْهُمْ "وَتَصُدُّوْنَ" تَصْرِفُوْنَ "عَنْ سَبِيْل اللّٰه" دِيْنه "مَنْ اٰمَنَ بِهٖ" بِتَوَعُّدِكُمْ اِيَّاهُ بِالْقَتْلِ "وَتَبْغُوْنَهَا" تَطْلُبُوْنَ الطَّرِيْق "عِوَجًا" مُعْوَجَّة "وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُفْسِدِيْنَ" قَبْلكُمْ بِتَكْذِيبِ رُسُلهمْ اَىْ اٰخِر اَمْرهمْ مِنْ الْهَلَاك،

اورتم ہر راستہ پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ تم ہر اس شخص کو جو اس دعوت پر ایمان لے آیا ہے ان سے کپڑے چھین کر یا ٹیکس لے کر انہیں خوفزدہ کرو اور اسے اللہ کی راہ یعنی اس کے دین سے روکو اور اس دعوت میں کجی تلاش کرو یعنی تم اس کو قتل کی دھمکی دے کر اس کو ایمان سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اور اللہ کا احسان یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہیں کثرت بخشی، اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ یعنی جنہوں نے تم سے پہلے رسولان گرامی کی تکذیب کی تو ان کی ہلاکت کا حکم کیسے آیا؟ اس پر غور کرو۔

راستوں کے حقوق اور راستوں میں بیٹھنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو، لوگوں نے عرض کیا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہم وہیں بیٹھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم وہاں بیٹھنے پر مجبور ہو تو راستے کو اس کا حق عطا کرو لوگوں نے عرض کیا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نگاہیں نیچی رکھنا ایذاء رسانی سے رکنا سلام کا جواب دینا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2364)

علامہ قرطبی نے فرمایا وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا یعنی تم لوگ اللہ کے راستہ میں کجی کی تلاش میں لگے رہتے ہو کہ کہیں اُنگلی رکھنے کی جگہ ملے تو اعتراضات وشبہات کے دفتر کھول دیں اور لوگوں کو دین حق سے بیزار کرنے کی کوشش کریں۔

فرماتے ہیں کہ مسافروں کے راستے میں دہشت گردی نہ پھیلاؤ۔ ڈاکہ نہ ڈالو اور انہیں ڈرا دھمکا کر ان کا مال زبردستی نہ چھینو۔ میرے پاس ہدایت حاصل کرنے کیلئے جو آنا چاہتا ہے اسے خوفزدہ کر کے روک دیتے ہو۔ ایمانداروں کو اللہ کی راہ پر چلنے میں روڑے اٹکاتے ہو۔ راہ حق کو ٹیڑھا کر دینا چاہتے ہو ان تمام برائیوں سے بچو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر ہے کہ ہر راستے پر نہ بیٹھنے کی ہدایت سے تو قتل و غارت سے روک کے لئے ہو جو ان کی عادت تھی اور پھر راہ حق سے مومنوں کو نہ روکنے کی ہدایت پھر کی ہو

تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ گنتی میں قوت میں تم کچھ نہ تھے بہت ہی کم تھے اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری تعداد بڑھا دی اور تمہیں زور آور کر دیا رب کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ عبرت کی آنکھوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے ابھی ابھی گذرے ہیں جن کے ظلم و جبر کی وجہ سے جن کی بدامنی اور فساد کی وجہ سے رب کے عذاب ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اللہ کی نافرمانیوں میں رسولوں کے جھٹلانے میں مشغول رہے دلیر بن گئے جس کے بدلے اللہ کی پکڑ ان پر نازل ہوئی۔

وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ○

اور اگر تم میں سے کوئی ایک گروہ اس پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

اللہ کا فیصلہ آنے تک انتظار کرنے کا بیان

"وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا" بِهٖ "فَاصْبِرُوْا" انْتَظِرُوْا "حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا" وَبَیْنَكُمْ بِاِنْجَاءِ الْمُحِقِّ وَاِهْلَاكِ الْمُبْطِلِ "وَهُوَ خَیْرُ الْحَاكِمِیْنَ" اَعْدَلُهُمْ،

اور اگر تم میں سے کوئی ایک گروہ اس دین پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو اے ایمان والو! صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے، یعنی اہل حق کی نجات اور اہل باطل کی ہلاکت کا فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ یعنی جو ان کیلئے ہونا چاہے۔

شہر میں داخل ہونے والے راستوں پر ان لوگوں کے بیٹھنے کے دو مقاصد تھے ایک یہ کہ جہاں داؤ لگتا مسافروں اور راہ گیروں کو لوٹ لیتے اور دوسرے جو لوگ شہر میں آنا چاہتے انہیں سیدنا شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے بھی تھے، بہکاتے بھی تھے اور دھمکاتے بھی تھے اور کہتے کہ یہ شخص دغا باز اور فریبی ہے اس کا کہنا نہ ماننا نہ اس کی چالوں ہی میں آنا اور آپ کی تعلیم اور شریعت میں سینکڑوں قسم کی جاہلانہ نکتہ چینیاں کرتے اور عیب لگاتے تھے اور سیدنا شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والے معدودے چند لوگوں پر طرح طرح کی سختیاں بھی کرتے تھے کہ وہ ان کے دین سے باز آ جائیں۔ سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کو بڑے نرم الفاظ میں پہلے اللہ کے ان پر احسانات یاد دلائے پھر فرمایا کہ اگر چند لوگ ایمان لے آئے ہیں تو انہیں پریشان کیوں کرتے ہو۔ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہے اللہ اس سے خود نمٹ لے گا تھوڑی دیر صبر تو کرو۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ○

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے، اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ کہا، کیا اگرچہ ہم بیزار ہوں۔

قوم شعیب کا انہیں اپنے باطل مذہب کی طرف بلانے کا بیان

"قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِه" عَنِ الْاِيْمَان "لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْب وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَك مِنْ قَرْيَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ" تَرْجِعُنَّ "فِيْ مِلَّتِنَا" دِيْنِنَا وَغَلَّبُوْا فِي الْخِطَاب الْجَمْع عَلَى الْوَاحِد لِاَنَّ شُعَيْبًا لَمْ يَكُنْ فِيْ مِلَّتِهِمْ قَطُّ وَعَلٰى نَحْوه اَجَابَ "قَالَ" نَعُوْد فِيْهَا "اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ" لَهَا اسْتِفْهَام اِنْكَار،

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے، یعنی جو ایمان سے تکبر کرتے تھے انہوں کہا اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ یہاں جمع کا واحد پر اطلاق غلبہ کے سبب ہے۔ کیونکہ شعیب علیہ السلام ان کے مذہب والوں میں سے نہ تھے۔ لہٰذا اسی لئے آپ نے ان سے کہا، کیا میں تمہارے مذہب کی جانب آجاؤں؟ اگرچہ ہم بیزار ہوں۔ یہاں پر استفہام انکاری ہے۔

قَدِافْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝

یقیناً ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت میں پھر آجائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دی اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اس میں پھر آجائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کی دعا مانگنے کا بیان

"قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰه كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْد اِذْ نَجَّانَا مِنْهَا وَمَا يَكُوْن" يَنْبَغِي "لَنَا اَنْ نَعُوْد فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَشَاء اللّٰه رَبّنَا" ذٰلِكَ فَيَخْذُلنَا "وَسِعَ رَبّنَا كُلّ شَيْء عِلْمًا" اَيْ وَسِعَ عِلْمه كُلّ شَيْء وَمِنْهُ حَالِيْ وَحَالكُمْ "عَلَى اللّٰه تَوَكَّلْنَا رَبّنَا افْتَحْ" اُحْكُمْ "بَيْننَا وَبَيْن قَوْمنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْر الْفَاتِحِيْنَ" الْحَاكِمِيْنَ،

یقیناً ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت میں پھر آجائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دی اور

ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اس میں پھر آ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے، یعنی اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔اس میں میری اور تمہاری حالت ہے۔ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا ہے، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

شعیب علیہ السلام کی قوم نے اپنی بربادی کو آواز دی

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ کی تمام نصیحتیں سن کر جو جواب دیا اس کا ذکر کیا جا رہا ہے ہوا یہ کہ دلیلوں سے ہار کر یہ لوگ اپنی قوت جتانے پر اتر آئے اور کہنے لگے اب تجھے اور تیرے ساتھیوں کو ہم دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیتے ہیں یا تو جلا وطنی قبول کر یا ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ ہم تو دل سے تمہارے ان مشرکانہ کاموں سے بیزار ہیں۔انہیں سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ پھر تمہارے اس دباؤ اور اس خواہش کے کیا معنی؟ اگر اللہ کرے ہم پھر سے تمہارے کفر میں شامل ہو جائیں تو ہم سے بڑھ کر گناہگار کون ہوگا؟ اس کے تو صاف معنی یہ ہیں کہ ہم نے دو گھڑی پہلے محض ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھ کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ خیال فرمایئے کہ اس جواب میں اللہ کے نبی علیہ السلام نے ایمان داروں کو مرتد ہونے سے کس طرح دھمکایا ہے؟ لیکن چونکہ انسان کمزور ہے۔ نہ معلوم کس کا دل کیسا ہے اور آگے چل کر کیا ظاہر ہونے والا ہے؟ اس لئے فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ سب کچھ ہے اگر وہ ہی کسی کے خیالات الٹ دے تو میں بلند ورنہیں۔ ہر چیز کے آغاز انجام کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہمارا توکل اور بھروسہ اپنے تمام کاموں میں صرف اسی کی ذات پاک پر ہے۔اے اللہ تو ہم میں اور ہماری قوم میں فیصلہ فرما ہماری مدد فرما تو سب حاکموں کا حاکم ہے، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، عادل ہے، ظالم نہیں۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۝
اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا بے شک اگر تم شعیب کے پیچھے چلے تو بے شک
تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو۔

"وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ" اَیْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ "لَئِنْ" لام قسم، لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ،

اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا یعنی انہوں نے ایک دوسرے سے کہا جنہوں نے کفر کیا بے شک اگر تم شعیب کے پیچھے چلے، یہاں پر لام قسمیہ ہے۔تو بے شک تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو۔

قوم شعیب کا شوق تباہی پورا ہوا

اس قوم کی سرکشی بد باطنی ملاحظہ ہو کر مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کیلئے انہیں یقین دلا رہے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی اطاعت تمہیں ... نقصان میں اتر جاؤ گے۔ان مومنوں کے دلوں کو ڈرانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسمانی عذاب

بصورت زلزلہ زمین سے آیا اور انہیں سچ مچ لرزا دیا اور غارت و برباد ہو کر خود ہی نقصان میں پھنس گئے۔

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۝
پس انہیں شدید زلزلہ (کے عذاب) نے آ پکڑا، سو وہ (ہلاک ہو کر) صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

اچانک آسمانی کڑک کے عذاب آنے کا بیان

"فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ" الزَّلْزَلَة الشَّدِيْدَة "فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جَاثِمِينَ" بَارِكِيْنَ عَلَى الرُّكَب مَيِّتِيْنَ،

پس انہیں شدید زلزلہ کے عذاب نے آ پکڑا، سو وہ ہلاک ہو کر صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ یعنی وہ گھٹنوں کے بل مردہ پڑے رہ گئے۔

سورۃ ہود میں بیان ہے کہ آسمانی کڑا کے کی آواز سے یہ ہلاک کیے گئے۔ وہاں بیان ہے کہ انہوں نے اپنے وطن سے نکل جانے کی دھمکی ایمان داروں کو دی تھی تو آسمانی ڈانٹ کی آواز نے ان کی آواز پست کر دی اور ہمیشہ کیلئے یہ خاموش کر دیئے گئے۔ سورۃ شعراء میں بیان ہے کہ بادل ان پر سے عذاب بن کر برسا۔ کیونکہ وہیں ذکر ہے کہ خود انہوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں عذاب ان پر ایک ساتھ آئے۔ ادھر ابر اٹھا جس سے شعلہ باری ہونے لگی، آگ برسنے لگی۔ ادھر تند اور سخت کڑا کے کی آواز آئی، ادھر زمین پر زلزلہ آیا۔ نیچے اوپر کے عذابوں سے دیکھتے ہی دیکھتے تہ و بالا کر دیئے گئے، اپنی اپنی جگہ ڈھیر ہو گئے یا وہ وقت تھا کہ یہاں سے مومنوں کو نکالنا چاہتے تھے یا یہ وقت ہے کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کسی وقت یہاں یہ لوگ آباد بھی تھے یا مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ تم نقصان میں اتر و گے یا یہ ہے کہ خود برباد ہو گئے۔

الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ۛۚ اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝
وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا
وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔

قوم شعیب کا اپنے نبی کی تکذیب کرنے کا بیان

"الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا" مُبْتَدَا خَبَره "كَاَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمهَا مَحْذُوْف اَیْ كَاَنَّهُمْ "لَمْ يَغْنَوْا" يُقِيْمُوْا "فِيْهَا" فِیْ دِيَارهمْ "الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمْ الْخَاسِرِيْنَ" التَّاْكِيد بِاِعَادَةِ الْمَوْصُول وَغَيْرِهٖ لِلرَّدِّ عَلَيْهِمْ فِیْ قَوْلهمْ السَّابِق،

یہاں پر الذین کذبوا شعیبا یہ مبتداء ہے اور کان اس کی خبر ہے جو مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہم ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں یعنی اپنے گھروں میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔ یہاں موصول وغیرہ کے ساتھ اعادہ اس لئے کہ قول سابق میں ان کی تردید کر دی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں آیتوں میں تطبیق کے لئے فرمایا کہ شعیب علیہ السلام کی قوم پر اول تو ایسی سخت گرمی مسلط ہوئی جیسے جہنم کا دروازہ ان کی طرف کھول دیا گیا ہو جس سے ان کا دم گھٹنے لگا نہ کسی سایہ میں چین آتا تھا نہ پانی میں۔ یہ لوگ گرمی سے گھبرا کر تہ خانوں میں گھس گئے تو وہاں اوپر سے بھی زیادہ سخت گرمی پائی۔ پریشان ہو کر شہر سے جنگل کی طرف بھاگے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک گہرا بادل بھیج دیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی۔ یہ سب لوگ گرمی سے بدحواس تھے دوڑ دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ اس وقت یہ سارا بادل آگ ہو کر ان پر برسا اور زلزلہ بھی آیا جس سے یہ سب لوگ راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئے۔ اس طرح اس قوم پر زلزلہ اور عذاب ظلہ دونوں جمع ہو گئے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۝
پھر وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے
اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی، تو میں نہ ماننے والے لوگوں پر کیسے غم کروں۔

شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے رخ پھیر لینے کا بیان

"فَتَوَلّٰى" اَعْرَضَ "عَنْهُمْ وَقَالَ یَا قَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ" فَلَمْ تُؤْمِنُوْا "فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كَافِرِیْنَ" اَحْزَنُ اسْتِفْهَامٌ بِمَعْنَى النَّفْیِ،

پھر وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی، تو میں نہ ماننے والے لوگوں پر کیسے غم کروں۔ یعنی کیونکر غمزدہ ہوں یہاں پر استفہام بہ معنی نفی ہے۔

قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آچکنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام وہاں سے چلے اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے فرمایا کہ میں سبکدوش ہو چکا ہوں۔ اللہ کا پیغام سنا چکا، سمجھا بجھا چکا، غم خواری ہمدردی کر چکا۔ لیکن تم کافر کے کافر ہی رہے اب مجھے کیا پڑی کہ تمہارے افسوس میں اپنی جان ہلکان کروں؟

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ۝
اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے باشندوں کو (نبی کی تکذیب و مزاحمت کے باعث) سختی و تنگی
اور تکلیف و مصیبت میں گرفتار کر لیا تا کہ وہ آہ و زاری کریں۔

تنگی و سختی دور ہو جانے کے باوجود ایمان نہ لانے کا بیان

"وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِنْ نَبِیٍّ" فَكَذَّبُوْهُ "اِلَّا اَخَذْنَا" عَاقَبْنَا "اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاءِ" شِدَّةِ الْفَقْرِ "وَالضَّرَّاءِ" الْمَرَضِ "لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ" یَتَذَلَّلُوْنَ فَیُؤْمِنُوْنَ،

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے باشندوں کو نبی کی تکذیب و مزاحمت کے باعث سختی و تنگی یعنی شدید غریبی اور تکلیف و مصیبت یعنی مرض میں گرفتار کرلیا تاکہ وہ آہ وزاری کریں۔ کہ ایمان لے آئیں۔

مسروق سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ اے لوگو! جو شخص کسی بات کو جانتا ہے تو وہ اس کو بیان کرے اور جو نہیں جانتا ہے تو اس کو کہنا چاہئے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے اس لئے کہ یہ علم کی بات ہے کہ جو جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے اللہ بزرگ و برتر نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والا ہوں اور عنقریب میں تم سے دخان (دھواں) کے معنی بیان کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو اسلام کی طرف بلایا اور ان لوگوں نے تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ یوسف علیہ السلام کی قحط سالی کی طرح قحط سالی کے ذریعہ ان کے خلاف میری مدد کر چنانچہ قحط نے ان لوگوں کو گھیر لیا اور ہر چیز ختم ہوگئی یہاں تک کہ وہ لوگ مردار اور چمڑے کھانے لگے یہ حالت ہوگئی کہ آسمان کی طرف کوئی شخص نظر اٹھاتا تو بھوک کے سبب سے اسے دھواں نظر آتا اللہ عزوجل نے فرمایا انتظار کرو اس دن کا جس دن آسمان کھلا دھواں لائے گا لوگوں پر چھا جائے گا یہ دردناک عذاب ہوگا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے دعا کی اے ہمارے خدا! ہم سے عذاب دور کر ہم ایمان لاتے ہیں انہیں نصیحت کہاں حالانکہ ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آچکا پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے کہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے بیشک ہم تھوڑے دن کے لئے عذاب دور کردیں گے۔ ابن مسعود نے کہا کہ قیامت میں بھی عذاب دور کیا جائے گا ابن مسعود کا بیان ہے کہ عذاب دور کردیا گیا پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ نے انہیں بدر کے دن پکڑا اللہ نے فرمایا جس دن ہم سخت پکڑیں گے ہم اس وقت انتقام لے لیں گے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2018)

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ
وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○
پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی، یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی رنج
اور راحت پہنچتی رہی ہے سو ہم نے انہیں اس کفرانِ نعمت پر اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر بھی نہ تھی۔

کفران نعمت و انکار عذاب کے سبب عذاب آجانے کا بیان

"ثُمَّ بَدَّلْنَا" اَعْطَيْنَاهُمْ "مَكَانَ السَّيِّئَةِ" الْعَذَاب "الْحَسَنَةَ" الْغِنٰى وَالصِّحَّة "حَتّٰى عَفَوْا" كَثُرُوْا "وَقَالُوْا" كُفْرًا لِلنِّعْمَةِ "قَدْ مَسَّ اٰبَاءَنَا الضَّرَّاء وَالسَّرَّاء" كَمَا مَسَّنَا وَهٰذِهٖ عَادَة الدَّهْر وَلَيْسَتْ بِعُقُوْبَةٍ مِّنَ اللّٰه فَكُوْنُوْا عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ "فَاَخَذْنَاهُمْ" بِالْعَذَابِ "بَغْتَةً" فَجْاَة "وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" بِوَقْتِ مَجِيْئِهٖ قَبْله،

پھر ہم نے ان کی بدحالی یعنی عذاب کی جگہ خوش حالی یعنی دولت وصحت میں بدل دی، یہاں تک کہ وہ ہر لحاظ سے بہت بڑھ گئے۔ اورناشکری سے کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی اسی طرح رنج اور راحت پہنچتی رہی ہے جس طرح ہمیں پہنچ رہے ہیں اور یہ زمانے کا آنا جانا ہے۔لہٰذا اللہ کی طرف سے کوئی پکڑ نہیں ہے۔ پس تم اسی حالت میں رہو جس پر تم ہو۔ تو ہم نے انہیں اس کفرانِ نعمت پر اچانک عذاب سے پکڑ لیا اور انہیں اس کی خبر بھی نہ تھی۔ یعنی اس سے پہلے اس کے آنے کی خبر تک نہ تھی۔

بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن پر تعجب ہے اس کی دونوں حالتیں انجام کے لحاظ سے اس کیلئے بہتر ہوتی ہیں۔ یہ دکھ پر صبر کرتا ہے، انجام بہتر ہوتا ہے، سکھ پر شکر کرتا ہے، نیکیاں پاتا ہے، پس مومن رنج وراحت دونوں میں اپنی آزمائش کو سمجھ لیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے بلاؤں کی وجہ سے مومن کے گناہ بالکل دور ہو جاتے ہیں اور وہ پاک صاف ہو جاتا ہے۔ ہاں منافق کی مثال گدھے جیسی ہے جسے نہیں معلوم کہ کیوں باندھا گیا اور کیوں کھولا گیا؟ (اوکمال قال) پس ان لوگوں کو اس کے بعد اللہ کے عذاب نے اچانک آ پکڑا یہ محض بیخبر تھے اپنی خرمستیوں میں لگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچانک موت مومن کے لئے رحمت ہے اور کافروں کے لئے حسرت ہے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ○
اور اگر (ان) بستیوں کے باشندے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن
انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، سو ہم نے انہیں ان اَعمالِ (بد) کے باعث جو وہ انجام دیتے تھے (عذاب کی) گرفت میں لے لیا۔

ایمان وتقویٰ کے سبب آسمان سے برکات نازل ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرَى" الْمُكَذِّبِينَ "اٰمَنُوا" بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِمْ "وَاتَّقَوْا" الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "لَفَتَحْنَا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "عَلَيْهِمْ بَرَكَات مِنَ السَّمَاء" بِالْمَطَرِ "وَالْاَرْض" بِالنَّبَاتِ "وَلٰكِنْ كَذَّبُوا" الرُّسُل "فَاَخَذْنَاهُمْ" عَاقَبْنَاهُمْ "بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ"

اور اگر ان بستیوں کے جھوٹے باشندے اللہ اور اس کے رسولانِ گرامی پر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے یعنی کفر ونافرمانی سے بچتے تو ہم ان پر آسمان بارش کی صورت میں اور زمین سے زراعت کی صورت میں برکتیں کھول دیتے، فتحنا یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔ لیکن انہوں نے رسولانِ گرامی کو جھٹلایا، سو ہم نے انہیں ان اَعمال کے باعث جو وہ انجام دیتے تھے عذاب کی گرفت میں لے لیا۔

آسمانی برکت سے مراد دائمی نعمت کا بیان

امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ برکت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے کبھی تو خیر باقی ودائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں اور

کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آیت کی مراد یہ ہوگی کہ ایمان وتقویٰ اختیار کرنے پر ان آسمانی وزمینی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے جو دائمی اور غیر منقطع ہوں یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں، جو مکذبین کو چندروز کے لیے بطور امہال واستدراج حاصل ہوتی ہے اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبال جان بنتی ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ انہوں نے نقل فرمایا حد قائم کرنا ایک ملک میں بہتر ہے اس ملک والوں کے واسطے چالیس رات تک بارش ہونے سے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1214)

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ٥
تو کیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔

راتوں رات عذاب آجانے کا بیان

"اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى" اَلْمُكَذِّبُوْنَ "اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا" عَذَابُنَا "بَيَاتًا" لَيْلًا "وَهُمْ نَآئِمُوْنَ" غَافِلُوْنَ عَنْهُ،

تو کیا جھوٹے بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آجائے اور وہ اس سے بے خبر ہوکر سوئے ہوئے ہوں۔

اس کے مخلص بندے اس کا خوف رکھتے ہیں۔ ربیع بن خثیم کی صاحبزادی نے ان سے کہا کیا سبب ہے میں دیکھتی ہوں سب لوگ سوتے ہیں اور آپ نہیں سوتے ہیں؟ فرمایا! اے نور نظر، تیرا باپ شب کو سونے سے ڈرتا ہے یعنی یہ کہ غافل ہوکر سوجانا کہیں سبب عذاب نہ ہو۔

اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ٥
اور کیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آجائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔

کھیل کود میں رہنے کی حالت میں عذاب آجانے کا بیان

"اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى" نَهَارًا، وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ،

اور کیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آجائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔

ان آیات سے ایک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی گرفت یا عذاب دفعتہً آتا ہے، جبکہ لوگ مطلقاً اس سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں خواہ یہ عذاب دن کے وقت آئے جبکہ لوگ اپنے کاروبار، کام کاج یا کھیل تفریح میں مشغول ہوں اور خواہ رات کے وقت آجائے جبکہ وہ غفلت کی نیند سو رہے ہوں۔ یعنی موت کی طرح اس عذاب کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ موت کے آثار تو بسا اوقات محسوس ہونے لگتے ہیں مگر ایسی گرفت ہمیشہ ناگہانی طور پر آتی ہے اور دوسری یہ بات کہ جب ان لوگوں میں بھی کفر وعصیان اور سرکشی

کی وہی امراض وعلامات پائی جائیں جن کی بنا پر پہلی قوموں پر عذاب آیا تھا تو آخران پر کیوں نہیں آ سکتا پھران لوگوں کے نڈر ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۝
پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بےخوف ہو گئے ہیں، تو اللہ کی تدبیر سے بےخوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

اللہ کے عذاب سے بےخوف ہونے والوں کا بیان

"اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰه" اسْتِدْرَاجه اِيَّاهُمْ بِالنِّعْمَةِ وَاَخذهمْ بَغْتَة،فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ،

پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بےخوف ہو گئے ہیں، یعنی نعمت کے ذریعے درجہ بہ درجہ پکڑ اور اچانک پکڑ سے بےخوف ہوئے ہیں تو اللہ کی تدبیر سے بےخوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

عذاب وثواب میں اللہ کی تدبیر کے عمدہ ہونے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ حضرت یوسف نے کہا کہ اے میرے باپ یہ ہے کہ میرے خواب کی تعبیر جو میں نے پہلے دیکھا تھا جس کو میرے لئے رب نے سچا کر دکھایا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا، ایک تو یہ کہ مجھے قید سے نجات دی دوسرے یہ کہ تم سب کو جنگل سے یہاں لایا، بعد اس کے شیطان نے میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا، بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اسکی عمدہ تدبیر کرتا ہے وہ بڑا حکمت والا علم والا ہے، اے میرے رب تو نے مجھے سلطنت کا حصہ دیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم دیا، آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی کارساز ہے، دنیا وآخرت میں مجھ کو مسلمان کر کے فوت کر اور نیکوں سے ملا، فاطر، بدیع، مبتدع، باری اور خالق کے معنی ایک ہی ہے بدو سے بادیہ آتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1917)

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ
وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۝
اور کیا وہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث ہوئے، انہیں اتنی ہدایت نہ ملی کہ ہم چاہیں تو انہیں
ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔

گناہوں میں سرکشی کے سبب دلوں پر مہر لگ جانے کا بیان

"اَوَلَمْ يَهْدِ" يَتَبَيَّن "لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْض" بِالسُّكْنٰى "مِنْ بَعْد" هَلَاك "اَهْلهَا اَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمهَا مَحْذُوْف اَيْ اَنَّهُ "لَوْ نَشَاء اَصَبْنَاهُمْ" بِالْعَذَابِ "بِذُنُوبِهِمْ" كَمَا اَصَبْنَا مَنْ قَبْلهمْ وَالْهَمْزَة فِي الْمَوَاضِع الْاَرْبَعَة لِلتَّوْبِيخ وَالْفَاء وَالْوَاو الدَّاخِلَة عَلَيْهِمَا لِلْعَطْفِ وَفِيْ قِرَاءَة بِسُكُوْنِ الْوَاو فِي

الْمَوْضِعِ الْاَوَّلِ عَطْفًا بِاَوْ "وَنَطْبَعُ" نَحْنُ نَخْتِم "عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ" الْمَوْعِظَةَ سَمَاع تَدَبُّر،

اور کیا وہ ان سابقہ مالکوں کی ہلاکت کے بعد جو زمین کے مالک تھے وہ اس کے اس کے وارث ہوئے، انہیں اتنی ہدایت نہ ملی، یہاں پر ان مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہ ہے۔ کہ ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر عذاب دیں جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو دیا یہاں پر چاروں مواقع پر ہمزہ توبیخ کیلئے آیا ہے۔ اور فاء اور واؤ کا داخلہ عطف کیلئے ہے۔ اور ایک قرأت میں مقام اول میں واؤ سکون کے ساتھ حرف او پر عطف کرتے ہوئے آیا ہے۔ اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے یعنی ایسا سماعت نصیحت جو غور و فکر کا سبب بنے۔

گناہوں کے اضافہ سے دل کی سیاہی کے بڑھ جانے کا بیان

طبع کے معنی چھاپنے اور مہر لگانے کے ہیں اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ واقعات ماضیہ سے بھی کوئی عبرت اور ہدایت حاصل نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غضب الٰہی سے ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے پھر وہ کچھ نہیں سنتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر اگر وہ اس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو اس کا دل اس نقطہ سیاہ سے صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے پس یہ ران یعنی زنگ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ۔ آیت (کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون)۔ یوں ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر یہ اس چیز یعنی گناہ کا زنگ ہے جو وہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے دلوں پر خیر و بھلائی بالکل باقی نہیں رہی۔ اس روایت کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے نقل کیا ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 874)

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا
لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ○
یہ بستیاں ہیں، ہم تجھ سے ان کے کچھ حالات بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر
آئے، تو وہ ایسے نہ تھے کہ اس چیز کو مان لیتے جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔

ایمان کی ترغیب کیلئے اظہار معجزات کا بیان

"تِلْكَ الْقُرَى" الَّتِي مَرَّ ذِكْرهَا "نَقُصّ عَلَيْك" يَا مُحَمَّد "مِنْ اَنْبَائِهَا" اَخْبَار اَهْلهَا "وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" الْمُعْجِزَات الظَّاهِرَات "فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوا" عِنْد مَجِيئِهِمْ "بِمَا كَذَّبُوا" كَفَرُوْا بِهِ ... اسْتَمَرُّوا عَلَى الْكُفْر "كَذٰلِكَ" الطَّبْع، يَطْبَع اللّٰه عَلٰى قُلُوْب

الکافِرِینَ،

یہ بستیاں جن ذکر گزر چکا ہے یا محمد ﷺ ہم تجھ سے ان کے یعنی ان کے رہنے والوں کے کچھ حالات بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل یعنی ظاہری معجزات لے کر آئے، تو وہ ایسے نہ تھے کہ ان معجزات کے آتے ان کو مان لیتے جیسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے یعنی کفر کر چکے تھے۔ بلکہ معجزات کے آنے کے بعد بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔

سابقہ امم کے واقعات عذاب بیان کرنے کے مقاصد کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے قوم نوح، ہود، صالح، لوط اور قوم شعیب کا بیان گذر چکا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان سب کے پاس ہمارے رسول حق لے کر پہنچے، معجزے دکھائے، سمجھایا، بجھایا، دلیلیں دیں لیکن وہ نہ مانے اور اپنی بدعادتوں سے باز نہ آئے۔ جس کی پاداش میں ہلاک ہو گئے، صرف ماننے والے بچ گئے۔ اللہ کا طریقہ اسی طرح جاری ہے کہ جب تک رسول نہ آ جائیں، خبردار نہ کر دیئے جائیں عذاب نہیں دیئے جاتے، ہم ظالم نہیں لیکن جبکہ لوگ خود ظلم پر کمر کس لیں تو پھر ہمارے عذاب انہیں آ پکڑتے ہیں۔ ان سب نے جن چیزوں کا انکار کر دیا تھا ان پر باوجود دلیلیں دیکھ لینے کے بھی ایمان نہ لائے۔ آیت (بما کذبوا) میں "ب" سببیہ ہے جیسے آیت (واذا سمعوا) کے پارے کے آخر میں فرمایا ہے کہ تم کیا جانو؟ یہ لوگ تو معجزے آنے پر بھی ایمان نہ لائیں گے، ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسے کہ یہ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے، یہاں بھی فرمان ہے کہ کفار کے دلوں پر اسی طرح ہم مہریں لگا دیا کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بدعہد ہیں بلکہ عموماً فاسق ہیں۔ یہ عہد وہ ہے جو روز ازل میں لیا گیا اور اسی پر پیدا کئے گئے اسی فطرت اور جبلت میں رکھا گیا اسی کی تاکید انبیاء علیہم السلام کرتے کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا یا مطلق پروا نہ کی اور اس عہد کے خلاف غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی۔ اللہ کو مالک خالق اور لائق عبادت مان کر آئے تھے لیکن یہاں اس کے سراسر خلاف کرنے لگے اور بیدلیل، خلاف عقل ونقل، خلاف فطرت اور خلاف شرع، اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت میں لگ گئے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو موحد اور یکطرفہ پیدا کیا لیکن شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیں۔ بخاری ومسلم میں ہے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اسے اس کے ماں باپ یہودی نصرانی مجوسی بنا لیتے ہیں۔ خود قرآن کریم میں ہے، ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے تھے سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اے دنیا کے لوگو تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو۔ اور آیت میں ہے تو اپنے سے پہلے کے رسولوں سے دریافت کر لو کیا ہم نے اپنے سوا اور معبود ان کے لئے مقرر کئے تھے؟ (تفسیر ابن کثیر)

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ○

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا نباہ نہ پایا اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا۔

عہد کو پورا نہ کر سکنے والوں کا بیان

"وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ" اَیْ النَّاس "مِنْ عَهْد" اَیْ وَفَاء بِعَهْدِهِمْ یَوْم اُخِذَ الْمِیْثَاق "وَاِنْ" مُخَفَّفَة، وَجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِیْنَ،

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا نباہ کرنے والا نہ پایا یعنی میثاق کے دن ان سے عہد کو پورا کرنے والا نہ پایا۔ یہاں پر ان مخففہ ہے، اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ عہد سے مراد عہد الست ہے جو ازل میں تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے ان سب کی روحوں کو پیدا فرما کر لیا گیا تھا، جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں، اس وقت تمام ارواح انسانی نے اقرار اور عہد کے طور پر جواب دیا بلیٰ یعنی ضرور آپ ہمارے رب ہیں، دنیا میں آ کر اکثر لوگ اس عہد ازل کو بھول گئے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق پرستی کی لعنت میں گرفتار ہو گئے، اس لئے اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد نہ پایا، یعنی عہد کی پاسداری اور ایفاء نہ پایا۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ○

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباری سرداروں کے پاس بھیجا

تو انہوں نے ان کے ساتھ ظلم کیا، پھر آپ دیکھئے کہ فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

قوم فرعون کا معجزات کے ساتھ ظلم کرنے کا بیان

"ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدهمْ" اَیْ الرُّسُل الْمَذْكُورِیْنَ "مُوسَی بِاٰیَاتِنَا" التِّسْع "اِلٰی فِرْعَوْن وَمَلَئِهٖ" قَوْمه "فَظَلَمُوا" كَفَرُوْا "بِهَا فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُفْسِدِیْنَ" بِالْكُفْرِ مِنْ اِهْلَاكهمْ،

پھر ہم نے ان کے بعد یعنی مذکورہ رسولان گرامی کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباری سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان دلائل اور معجزات کے ساتھ ظلم یعنی کفر کیا، پھر آپ دیکھئے کہ فساد پھیلانے والوں کا انجام ان کے کفر کے سبب ان کی ہلاکت کے ساتھ کیسا ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ معجزات عظیمہ ظاہر ہوئے تو فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم لوگوں پر غالب آ کر یہاں کا رئیس ہو جائے اور تم کو یہاں آباد نہ رہنے دے سو اس بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ چنانچہ سورہ شعراء میں یہ قول فرعون کا منقول ہے اس کو سن کر جیسا کہ مصاحبین سلاطین کی عادت ان کی ہاں میں

ہاں ملانے کی ہوتی ہے فرعون کے قول کی تصدیق وموافقت کے لئے) قوم فرعون میں جو سردار (اور اہل دربار) لوگ تھے انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ واقعی (جیسا ہمارے بادشاہ کہتے ہیں کہ) یہ شخص بڑا جادوگر ہے (ضرور) یہ (ہی) چاہتا ہے کہ (اپنے جادو کے زور سے خود مع بنی اسرائیل کے رئیس ہو جائے اور) تم کو (بوجہ اس کے کہ بنی اسرائیل کی نظر میں خار ہو) تمہاری (اس) سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ (جیسا کہ بادشاہ دریافت کر رہے ہیں) کیا مشورہ دیتے ہو۔

وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝
اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے فرعون! بیشک میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول آیا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا بیان

"وَقَالَ مُوسَى يَا فِرْعَوْن اِنِّي رَسُوْل مِنْ رَبّ الْعَالَمِينَ" اِلَيْك فَكَذَّبَهُ،

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے فرعون! بیشک میں تمہاری جانب تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول آیا ہوں۔ تو اس نے آپ کی تکذیب کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور فرعون کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اللہ کے کلیم نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمیں کا رسول ہوں۔ جو تمام عالم کا خالق و مالک ہے۔

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ۝
میرے شایان یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کروں جو سچی ہو۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار
کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق کو بیان کیا

"حَقِيق" جَدِير "عَلٰى اَنْ" اَىْ بِاَنْ "لَا اَقُوْل عَلَى اللّٰه اِلَّا الْحَق" وَفِىْ قِرَاءَة بِتَشْدِيْدِ الْيَاء فَحَقِيق مُبْتَدَأ خَبَره اَنْ وَمَا بَعْده "قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِي" اِلَى الشَّام "بَنِيْ اِسْرَائِيل" وَكَانَ اسْتَعْبَدَهُمْ،

میرے شایان یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کروں جو سچی ہو۔ ایک قرأت میں علی یہ یاء کی شد کے ساتھ آیا ہے اور اس صورت میں حقیق مبتداء بنے گا اور اَن اور اس کا مابعد اس کی خبر بنے گا۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ شام کی طرف روانہ کر دے۔ حالانکہ فرعون نے ان کو غلام بنا رکھا تھا۔

مجھے یہی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں وہی باتیں کہوں جو سراسر حق ہوں "ب" اور "علی" یہ متعاقب ہوا کرتے ہیں جیسے رمیت القوس ... علی ... اور بعض مفسرین کہتے ہیں حقیق کے معنی حریص کے ہیں۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ

مجھ پر واجب اور حق ہے کہ اللہ ذوالمنین کا نام لے کر وہی خبر دوں جو حق وصداقت والی ہو کیونکہ میں اللہ عزوجل کی عظمت سے واقف ہوں۔ میں اپنی صداقت کی الٰہی دلیل بھی ساتھ ہی لایا ہوں۔ تو قوم بنی اسرائیل کو اپنے مظالم سے آزاد کر دے، انہیں اپنی زبردستی کی غلامی سے نکال دے، انہیں ان کے رب کی عبادت کرنے دے، یہ ایک زبردست بزرگ پیغمبر کی نسل سے ہیں یعنی حضرت یعقوب بن اسحاق بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ فرعون نے کہا میں تجھے سچا نہیں سمجھتا نہ تیری طلب پوری کروں گا اور اگر تو اپنے دعوے میں واقعہ ہی سچا ہے تو کوئی معجزہ پیش کر۔

بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرنے کا بیان

سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور اپنے بھائیوں کو چار سو سال پیشتر کنعان سے مصر میں بلا لیا تھا یہیں ان کی نسل بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہی اس وقت اس کی حیثیت ایک حکمران قوم کی تھی۔ کچھ مدت بعد ان میں وہ تمام امراض پیدا ہو گئے جو کسی قوم کی موت کا سبب بن جاتے ہیں اور جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ بنی اسرائیل جو لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے فرعونیوں کے ماتحت محکوم قوم کی حیثیت سے نہایت ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی اس مظلومانہ اور ذلت کی زندگی کا بچپن ہی سے شدید احساس ہو گیا تھا اور اسی بنا پر انہوں نے ایک اسرائیلی کی حمایت میں ایک فرعونی کو نادانستہ طور پر مار ڈالا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا دوسرا بڑا مقصد بنی اسرائیل کی آزادی قرار دیا۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ٥
اس نے کہا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کا معجزہ طلب کرنے کا بیان

"قَالَ" فِرْعَوْن لَهُ "اِنْ كُنْت جِئْت بِاٰيَةٍ" عَلٰى دَعْوَاك "فَاْتِ بِهَا اِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِيْنَ" فِيْهَا،

فرعون نے آپ سے کہا اگر تو اپنے دعویٰ کے مطابق کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو اس بات میں سچوں میں سے ہے۔

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ٥
تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدہا ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جانے کا بیان

"فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَان مُبِين" حَيَّة عَظِيْمَة،

تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک بہت بڑا اژدہا ہو گیا۔ حضرت وہب فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے

ہی فرعون کہنے لگا میں تجھے پہچانتا ہوں۔آپ نے فرمایا یقیناً اس نے کہا تو نے بچپن ہمارے گھر کے ٹکڑوں پر ہی تو گذارا ہے۔اس کا جواب حضرت موسیٰ دے ہی رہے تھے کہ اس نے کہا اسے گرفتار کرلو۔آپ نے جھٹ سے اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی جس نے سانپ بن کر ان پر حملہ کر دیا اس بدحواسی میں ایک دوسرے کو کچلتے اور قتل کرتے ہوئے وہ سب کے سب بھاگے چنانچہ پچیس ہزار آدمی اسی ہنگامے میں ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے اور فرعون سیدھا اپنے گھر میں گھس گیا۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ اس اژدھا نے فرعون کی طرف منہ پھیلایا تو گھبرا کر تخت شاہی سے کود کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ لی اور دربار کے ہزاروں آدمی اس کی دہشت سے مرگئے (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۠
اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا تھا۔

معجزہ ید بیضاء کا بیان

"وَنَزَعَ يَده" اَخرَجَهَا مِنْ جَيْبه "فَاِذَا هِيَ بَيْضَاء " ذَات شُعَاع "لِلنَّاظِرِينَ" خِلَاف مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ الْاُدْمَة،

اور اپنا ہاتھ مبارک آستین سے باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا نور تھا۔یعنی اپنے گندم گوں رنگ کے خلاف تھا۔

بیضاء کے لفظی معنی سفید کے ہیں اور ہاتھ کا سفید ہو جانا کبھی برص کی بیماری کے سبب بھی ہوا کرتا ہے، اس لئے ایک دوسری آیت میں اس جگہ من غیر سوء کا لفظ بھی آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھ کی سفیدی کسی بیماری کے سبب نہ تھی۔اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفیدی بھی معمولی سفیدی نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ روشنی ہوتی تھی جس سے ساری فضا روشن ہو جاتی تھی۔(تفسیر قرطبی، سورہ اعراف، بیروت)

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ۠
فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یقیناً یہ تو ایک ماہر فن جادوگر ہے۔

معجزات موسویٰ کو جادو سے تعبیر کرنے والوں کا بیان

"قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْم فِرْعَوْن اِنَّ هٰذَا لَسَاحِر عَلِيْم" فَائِق فِيْ عِلْم السِّحْر وَفِي الشُّعَرَاء اَنَّهٗ مِنْ قَوْل فِرْعَوْن نَفْسه فَكَاَنَّهُمْ قَالُوْهُ مَعَهٗ عَلٰى سَبِيْل التَّشَاوُر،

فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یقیناً یہ تو ایک ماہر فن جادوگر ہے۔یعنی جادو کے علم میں ماہر ہے۔اور سورہ شعراء یہ قول فرعون کی جانب مضاف ہے ممکن ہے لوگوں نے فرعون کے مشورہ کے مطابق کہا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو اسی انداز سے ظاہر فرماتے ہیں کہ اگر دیکھنے والے ذرا بھی غور کریں اور ہٹ دھرمی اختیار نہ کریں تو معجزہ اور سحر کا فرق خود بخود سمجھ لیں۔ سحر کرنے والے عموماً ناپاکی اور گندگی میں رہتے ہیں اور جتنی زیادہ گندگی اور ناپاکی میں ہوں اتنا ہی ان کا جادو زیادہ کامیاب ہوتا ہے، بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ طہارت ونظافت ان کی طبیعت ثانیہ ہوتی ہے، اور یہ بھی کھلا ہوا فرق من جانب اللہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ کسی کا جادو چلتا بھی نہیں۔

اور اہل بصیرت تو اصل حقیقت کو جانتے ہیں کہ جادو سے جو چیزیں ظاہر کی جاتی ہیں وہ سب دائرہ اسباب طبعیہ کے اندر ہوتی ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسباب عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ مخفی اسباب ہوتے ہیں، اس لئے وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ یہ کام بغیر کسی ظاہری سبب کے ہوگیا، بخلاف معجزہ کے کہ اس میں اسباب طبعیہ کا مطلق کوئی دخل نہیں ہوتا، وہ براہ راست قدرت حق کا فعل ہوتا ہے۔

يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ۝
یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے، سوتم کیا مشورہ دیتے ہو۔

جب ڈر خوف جاتا رہا فرعون پھر سے اپنے تخت پر آ بیٹھا اور درباریوں کے اوسان درست ہو گئے تو فرعون نے کہا بھئی مجھے تو یہ جادوگر لگتا ہے اور ہے بھی بڑا استاد۔ ان لوگوں نے اس کی تائید کی اور کہا حضور درست فرما رہے ہیں۔ اب مشورے کرنے لگے کہ اگر یہ معاملہ یونہی رہا تو لوگ اس کی طرف مائل ہو جائیں گے اور جب یہ قوت پکڑے گا تو ہم سے بادشاہت چھین لے گا ہمیں جلاوطن کردے گا بتاؤ کیا کرنا چاہئے؟ اللہ کی شان ہے جس سے خوف کھایا وہی سامنے آیا۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ۝
پھر انہوں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو التواء میں رکھو اور شہروں میں اپنے آدمی بھیج دو۔

فرعون کا مختلف شہروں سے جادوگروں کو جمع کرنے کا بیان

"قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ" اَخِّرْ اَمْرَهُمَا "وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِيْنَ" جَامِعِيْنَ،

پھر انہوں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو التواء میں رکھو اور شہروں میں اپنے آدمی بھیج دو۔ کہ وہ سب جادوگروں کو جمع کرلیں۔

فرعون کے درباریوں نے مشورہ دیا کہ ان دونوں بھائیوں کا معاملہ تو اس وقت رفع دفع کرو، اسے ملتوی رکھو اور ملک کے ہر حصے میں ہرکارے بھیج دو جو جادوگروں کو جمع کر کے آپ کے دربار میں لائیں۔ تو جب تمام استاد فن جادوگر آجائیں ان سے مقابلہ کرایا جائے تو یہ ہار جائے گا اور منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا، یہ اگر جادو جانتا ہے تو ہماری رعایا میں جادوگروں کی کیا کمی ہے؟ بڑے بڑے ماہر جادوگر ہم میں موجود ہیں جو اپنے فن میں بینظیر ہیں اور بہت چست وچالاک ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ سے کہا گیا

کہ ہم سمجھ گئے کہ تو جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دینے کے ارادے سے آیا ہے تو اگر تجھ میں کوئی سکت ہے تو آ ہاتھ ملا ہم تجھ سے مقابلے کا دن اور جگہ مقرر کرتے ہیں اور جگہ مقرر ہو جائے پھر جو بھاگے وہی ہارا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ ہوس بھی نکال لو۔ جاؤ تمہارا عید کا دن مجھے منظور ہے اور دن چڑھے اجالے کا وقت اور شرط یہ کہ یہ مقابلہ مجمع عام میں ہو۔ چنانچہ فرعون اس تیاری میں مصروف ہو گیا۔

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحِرٍ عَلِيمٍ ○
وہ تیرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے آئیں۔

فرعون کے دور میں جادو کے عروج کا بیان

"يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ " وَفِي قِرَاءَةٍ سَحَّار "عَلِيم" يَفْضُل مُوسَى فِي عِلْم السِّحْر فَجَمَعُوا،

وہ تیرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے آئیں۔ ایک قرأت میں سحار آیا ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر جادو میں برتری رکھتے ہوں پس وہ سب آ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کو بڑا عروج حاصل تھا، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش کردہ معجزات کو بھی انہوں نے جادو سمجھا اور جادو کے ذریعے اس کا توڑ مہیا کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہماری زمین سے نکال دے؟ پس ہم بھی اس جیسا جادو تیرے مقابلے میں لائیں گے، اس کے لئے کسی ہموار جگہ اور وقت کا ہم تعین کر لیں جس کی دونوں پابندی کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا نوروز کا دن اور چاشت کا وقت ہے اس حساب سے لوگ جمع ہو جائیں۔ (سورہ طٰہٰ۔۵۷)

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○
اور جادوگر فرعون کے پاس آئے بولے کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں،

مختلف شہروں سے جادوں گروں کے جمع ہونے کا بیان

"وَجَاءَ السَّحَرَة فِرْعَوْن قَالُوْا اَاِنَّ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَاِدْخَال اَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ،اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ،

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے بولے، یہاں پر دونوں ہمزے ثابت ہیں۔ جبکہ دوسرا ہمزہ تسہیل کیلئے آیا ہے۔ اور ان کے درمیان دونوں صورتوں الف کو بھی داخل کیا گیا ہے۔ کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں۔

تین لاکھ جادوگروں کا مقابلہ کیلئے آنے کا بیان

لوگوں کے مشورہ کے مطابق ملک بھر سے جادوگروں کے جمع کرنے کا انتظام کیا گیا، اور سب جادوگر فرعون کے پاس پہنچ گئے تو

انہوں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آگئے تو ہمیں اس کی کچھ اجرت اور انعام بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا کہ اجرت بھی ملے گی اور اس پر مزید یہ انعام ہوگا کہ تم سب، ہمارے مقربین میں داخل ہو جاؤ گے۔ یہ جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے ملک بھر سے جمع کئے گئے تھے، ان کی تعداد میں تاریخی روایات مختلف ہیں۔ نو سو سے لے کر تین لاکھ تک کی روایات ہیں۔ ان کے ساتھ لاٹھیوں اور رسیوں کا ایک انبار تھا جو تین سو اونٹوں پر لاد کر لایا گیا تھا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اعراف، بیروت)

قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ۝
کہا ہاں! اور یقیناً تم ضرور مقرب لوگوں سے ہو گے۔

جادوگروں کا مقابلہ سے پہلے ہی مزدوری مانگنے کا بیان

مقابلے کے لیے عید کا دن طے ہوا جس میں عوام الناس کو بھی شمولیت کی عام دعوت دی گئی تھی اس بھرے مجمع میں فرعون اپنے سب درباریوں سمیت حاضر ہوا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام بھی بروقت پہنچ گئے اور جادوگروں کو چونکہ شاہی دربار سے بلاوا آیا تھا لہٰذا انہوں نے آتے ہی یہ سوال کر دیا کہ انہیں ان کے ایسے بڑے مقابلہ کرنے کے عوض کچھ مزدوری بھی ملے گی؟ اسی ایک بات سے ایک جادوگر اور ایک نبی کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ جادوگر جو کچھ کرتا ہے اپنے پیٹ کی خاطر کرتا ہے اور یہی اس کا پیشہ ہوتا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اپنی قوم سے یہی کہتے رہے کہ "ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہے۔" خیر جادوگروں کے اس سوال پر فرعون نے جادوگروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ صرف مزدوری کی کیا بات کرتے ہو تمہیں میرے ہاں مناصب بھی ملیں گے اور فرعون نے ایسا جواب اس لیے دیا کہ یہ اس کی عزت اور بے عزتی کا مسئلہ بن گیا تھا۔

قَالُوۡا يٰمُوۡسٰٓى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ نَحۡنُ الۡمُلۡقِيۡنَ۝
ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام خواہ آپ ڈالیے اور یا ہم ہی ڈالیں۔

جادوگروں کو موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہونے کا بیان

"قَالُوۡا يَا مُوسَى اِمَّا اَنۡ تُلۡقِى" عَصَاك "وَاِمَّا اَنۡ نَكُوۡنَ نَحۡنُ الۡمُلۡقِيۡنَ" مَا مَعَنَا،

ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام خواہ آپ اپنا عصا ڈالیے اور یا ہم ہی آپ کے ساتھ ڈالیں۔

القاء کے معنی ڈالنے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ جب میدان مقابلہ میں پہنچے تو جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یا تو آپ پہلے ڈالیں یا ہم پہلے ڈالنے والوں میں سے ہو جائیں۔ جادوگروں کا یہ کہنا اپنی بے فکری اور بڑائی جتانے کے لئے تھا کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں کہ ابتداء ہماری طرف سے ہو، کیونکہ ہم ہر حالت میں اپنے فن پر اطمینان رکھتے ہیں۔ ان کے انداز بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ چاہتے تو یہی تھے کہ پہلا وار ان کا ہو مگر اظہار قوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پہل آپ کرنا چاہتے ہو یا ہم کریں۔

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○

(موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو، پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھایا۔

جادوگروں کے جادو کے اظہار کا بیان

"قَالَ اَلْقُوا" اَمر لِلاِذْنِ بِتَقْدِيمِ اِلْقَائِهِمْ تَوَصُّلًا بِهٖ اِلٰى اِظْهَارِ الْحَقِّ "فَلَمَّا اَلْقَوْا" حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ "سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ" صَرَفُوهَا عَنْ حَقِيقَةِ اِدْرَاكِهَا "وَاسْتَرْهَبُوهُمْ" خَوَّفُوهُمْ حَيْثُ خَيَّلُوهَا حَيَّاتٍ تَسْعٰى، وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ،

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو، یہاں امر اجازت کیلئے آیا ہے کہ ان لوگوں کا پہلے ڈالنا یہ حق کے اظہار کا وسیلہ بن جائے۔ پس جب انہوں نے اپنی رسیوں اور لکڑیوں کو ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی گئی کہ وہ ان کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور ان پر ہیبت غالب کر دی یعنی وہ ان سے ڈرنے لگے کیونکہ ان کے خیال وہ زندہ سانپ تھے۔ اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھایا۔

جادوگروں سے مقابلہ کرنے کا بیان

جادوگروں کو اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ سب فی الحقیقت اپنے اس فن کے لاجواب استاد تھے اس لئے انہوں نے آتے ہی حضرت موسیٰ کو چیلنج دیا کہ لو ہوشیار ہو جاؤ تمہیں اختیار ہے میدان میں اپنے کرتب پہلے دکاؤ اور اگر کہو تو پہل ہم کر دیں۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے کہ تمہارے حوصلے نکل جائیں اور لوگ تمہارا کمال فن دیکھ لیں اور پھر اللہ کی قدرت کو بھی دیکھ لیں اور حق و باطل میں دیکھ بھال کر فیصلہ کر سکیں وہ تو یہ چاہتے ہی تھے انہوں نے جھٹ سے اپنی رسیاں اور لکڑیاں نکال نکال کر میدان میں ڈالنی شروع کر دین ادھر وہ میدان میں پڑتے ہی چلتی پھرتی اور بنی بنائی سانپ معلوم ہونے لگیں۔ یہ صرف نظر بندی تھی۔ فی الواقع خارج میں ان کا وجود بدل نہیں گیا تھا بلکہ اس طرح لوگوں کو دکھائی دیتی تھیں کہ گویا زندہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اللہ کی طرف سے اسی وقت وحی آئی کہ خوف نہ کر تو ہی غالب رہے گا۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی ڈال تو سہی ان کا کیا دھرا یہ تو سب ہڑپ کر جائے گی۔ یہ سب تو جادوگری کا کرشمہ ہے بھلا جادو والے بھی کبھی کامیاب ہوئے ہیں؟ بڑی موٹی موٹی رسیاں اور لمبی لمبی لکڑیاں انہوں نے ڈالی تھیں جو سب چلتی پھرتی دوڑتی بھاگتی معلوم ہو رہی تھیں، یہ جادوگر پندرہ ہزار یا تیس ہزار سے اوپر اوپر تھے یا ستر ہزار کی تعداد میں تھے، ہر ایک اپنے ساتھ رسیاں اور لکڑیاں لایا تھا صف بستہ کھڑے تھے اور لوگ چاروں طرف موجود تھے ہر ایک ہمہ تن شوق بنا ہوا تھا فرعون اپنے لاؤ لشکر اور درباریوں سمیت بڑے رعب سے اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ادھر وقت ہوا ادھر سب کی نگاہوں نے دیکھا کہ ایک درویش صفت اللہ کا نبی اپنے ساتھ اپنے بھائی کو لئے ہوئے لکڑی ٹکاتے ہوئے آ رہے ہیں۔ یہ تھے جن کے مقابلے کی یہ دھوم دھام تھی۔ آپ کے آتے ہی جادوگروں نے صرف یہ دریافت کر کے کہ ابتدا کس کی

طرف سے ہونی چاہئے خود ابتدا کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھر فرعون کی پھر تماشائیوں کی آنکھوں پر جادو کر کے سب کو ہیبت زدہ کر دیا۔ اب جو اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو ہزار ہا کی تعداد میں پہاڑوں کے برابر سانپ نظر آنے لگے جو اوپر تلے ایک دوسرے سے لپٹ رہے ہیں ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں میدان بھر گیا ہے انہوں نے اپنے فن کا پورا مظاہرہ کر دکھایا۔

وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَلۡقِ عَصَاکَ ۚ فَاِذَا ہِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِکُوۡنَ ۝
اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف عصا ڈالنے کی وحی کا بیان

"وَاَوۡحَیۡنَا اِلٰی مُوۡسٰی اَنۡ اَلۡقِ عَصَاکَ فَاِذَا ہِیَ تَلۡقَفُ " بِحَذۡفِ اِحۡدَی التَّاءَ یۡنِ فِی الۡاَصۡلِ تَبۡتَلِعُ "مَا یَاۡفِکُوۡنَ" یُقَلِّبُوۡنَ بِتَمۡوِیۡھِھِمۡ،

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی، تلقف اصل میں دونوں طرح کی تاء میں سے ایک تاء کا حذف ہے۔ جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ یعنی جو وہ لوگوں کو ہاتھ صفائی دیکھا رہے تھے۔

اسی میدان میں جادوگروں کے اس حملے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکڑی کو صرف زمین پر گرا وہ اسی وقت ان کے سارے ہی لغویات ہضم کر جائے گی۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ کی لکڑی نے اژدھا بن کر سارے میدان کو صاف کر دیا جو کچھ وہاں تھا سب کو ہڑپ کر گیا۔ ایک بھی چیز اب میدان میں نظر نہ آتی تھی۔

فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَ بَطَلَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝
پس حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ختم ہو گیا۔

حق کے ظاہر اور باطل کے دب جانے کا بیان

"فَوَقَعَ الۡحَقُّ" ثَبَتَ وَظَهَرَ "وَبَطَلَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ" مِنَ السِّحۡرِ،

پس حق ثابت یعنی ظاہر ہو گیا اور جو کچھ وہ جادو سے کر رہے تھے سب باطل بھی ظاہر ہو گیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاں اس پہ ہاتھ رکھا ویسی کی ویسی لکڑی بن گئی۔ یہ دیکھتے ہی جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کی طرف سے معجزہ ہے۔ حق ثابت ہو گیا باطل دب گیا۔ تمیز ہو گئی معاملہ صاف ہو گیا۔ فرعونی بری طرح ہارے اور بری طرح پسپا ہوئے۔

فَغُلِبُوۡا ہُنَالِکَ وَ انۡقَلَبُوۡا صٰغِرِیۡنَ ۝
تو اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔

فرعون اوراس کی قوم کے مغلوب ہونے کا بیان

"فَغُلِبُوا" اَیْ فِرْعَوْن وَقَوْمه "هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ " صَارُوْا ذَلِيلِيْنَ،
تواس موقع پر وہ یعنی فرعون اوراس کی قوم مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔

جادوگروں کے ایمان لانے کا بیان

وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
120۔اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے۔121۔وہ بول اٹھے: ہم سارے جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔

عصائے موسیٰ سانپ بن کر ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا اور سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا۔ جس سے ساحرین کو تنبہ ہوئی کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ آخر فرعون کے لوگ بھرے مجمع میں شکست کھا کر اور ذلیل ہو کر میدان مقابلہ سے لوٹے، اور ساحرین خدائی نشانی دیکھ کر بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ و ہارون نے ظہور حق پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اسی وقت ساحرین بھی سربسجود ہو گئے۔ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ کا لفظ بتلاتا ہے کہ کوئی ایسا قوی حال ان پر طاری ہوا جس کے بعد بجز خضوع و استسلام کوئی چارہ نہیں رہا۔ رحمت الٰہیہ کا کیا کہنا کہ جو لوگ ابھی ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف کامل بن گئے۔

رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۝
جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔

موسیٰ وہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لانے کا بیان

"رَبّ مُوسَى وَهَارُوْنَ" لِعِلْمِهِمْ بِاَنَّ مَا شَاهَدُوْهُ مِنَ الْعَصَا لَا يَتَاَتّى بِالسِّحْرِ،
جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔ کیونکہ ان کے علم کے مطابق جس کا انہوں نے عصا سے مشاہدہ کیا یہ سمجھ لیا کہ ایسا جادو سے نہیں ہو سکتا۔

سجدے میں گر کر انہوں نے رب العالمین پر ایمان لانے اعلان دیا جس سے فرعونیوں کو مغالطہ ہو سکتا تھا کہ یہ سجدہ فرعون کو کیا گیا ہے جس کی الوہیت کے وہ قائل تھے اس لئے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب کہہ کر واضح کر دیا کہ یہ سجدہ ہم جہانوں کے رب کو ہی کر رہے ہیں۔ لوگوں کے خود ساختہ کسی رب کو نہیں۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ
فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

فرعون نے کہا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک یہ تو ایک چال ہے
جو تم نے اس شہر میں چلی ہے، تا کہ تم اس سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو، سو تم جلد جان لو گے۔

فرعون کا جادوگروں پر الزام فریب کا بیان

"قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ" بِتَحْقِیْقِ الْھَمْزَتَیْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِیَةِ اَلِفًا "بِہٖ" بِمُوْسٰی "قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ" اَنَا "لَکُمْ اِنَّ ھٰذَا" الَّذِیْ صَنَعْتُمُوْہُ "لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْھَا اَھْلَھَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" مَا یَنَالُکُمْ مِنِّیْ،

فرعون نے کہا تم اس پر یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اس سے پہلے ایمان لے آئے، یہاں پر بھی دو ہمزے متحقق ہیں اور دوسرے کا الف کے ساتھ ابدال ہے۔ کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک یہ تو ایک چال ہے جس کو تم نے اس شہر میں چلی ہے، تا کہ تم اس سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو، سو تم جلد جان لو گے۔ یعنی میری طرف سے تمہارے لئے اس کا انجام سامنے آجائے گا۔

جادوگروں کے اس طرح مجمع عام میں ہار جانے پھر اس طرح سب کے سامنے بیدھڑک اسلام قبول کر لینے سے فرعون آگ بگولا ہو گیا اور اس اثر کو روکنے کیلئے سب سے پہلے تو ان مسلمانوں سے کہنے لگا تمہارا بھید مجھ پر کھل گیا ہے تم سب مع موسیٰ کے ایک ہی ہو یہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو تم نے آپس میں پہلے یہ طے کیا کہ بھئی تو پہلے چلا جا پھر ہم آ جائیں گے اس طرح میدان قائم ہو ہم مصنوعی لڑائی لڑ کر ہار جائینگے اور اس طرح اس ملک کے اصلی باشندوں کو یہاں سے نکال باہر کریں گے۔ فرعون کے اس جھوٹ پر اللہ کی مار ہے۔ کوئی بیوقوف انسان بھی اس کے ایک جملہ کو بھی صحیح نہیں سمجھ سکتا۔ سب کو معلوم تھا موسیٰ علیہ السلام اپنا بچپن فرعون کے محل میں گذارتے ہیں، اس کے بعد مدین میں عمر کا ایک حصہ بسر کرتے ہیں، مدین سے سیدھے مصر کو پہنچ کر اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں اور معجزے دکھاتے ہیں جن سے عاجز آکر فرعون اپنے جادوگروں کو جمع کرتا ہے وہ براہ راست اس کی سپاہ کے ساتھ اس کے دربار میں پیش ہوتے ہیں انعام واکرام کے لالچ سے ان کے دل بڑھائے جاتے ہیں وہ اپنی فتح مندی کا یقین دلاتے ہیں فرعون انہیں اپنی رضا مندی کا یقین دلاتا ہے خوب عیاریاں کر کے میدان جماتے ہیں حضرت موسیٰ ان میں سے ایک سے بھی واقف نہیں کبھی نہ کسی کو دیکھا ہے نہ سنا ہے نہ ملے ہیں نہ جانتے ہیں۔ لیکن وزیرے چنیں شہریارے چناں وہاں تو ان لوگوں کا مجمع تھا کہ فرعون نے جب کہا کہ میں رب اعلیٰ ہوں تو سب نے گردنیں جھکا کر کہا بیشک حضور آپ خدا ہیں تو ایسے جہالت کے پلندوں سے کوئی بات منوا لینی کیا مشکل تھی؟ اس کے رعب میں آکر ایمان لانے کا ارادہ بدلا اور سمجھ بیٹھے کہ واقعی فرعون ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کے امیر سے فرمایا کہ اگر میں غالب آ جاؤں تو کیا تو مجھ پر ایمان لائے گا؟ اس نے کہا آج میدان میں ہماری جانب جو جادو پیش کیا جائے گا اس کا جواب ساری مخلوق کے پاس نہیں تو اگر اس پر غالب آ گیا تو مجھے بیشک یقین ہو جائے گا کہ وہ جادو نہیں معجزہ ہے۔ یہ گفتگو فرعون کے کانوں تک پہنچی اسے یہ دوہرا رہا ہے کہ تم نے ملی بھگت کر لی۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

میں یقیناً تمہارے ہاتھوں کو اور تمہارے پاؤں کو ایک دوسرے کی الٹی سمت سے کاٹ ڈالوں گا پھر ضرور بالضرور تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔

جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کے حکم کا بیان

"لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَاف" اَیْ یَد کُلِّ وَاحِد الْیُمْنٰی وَرِجْله الْیُسْرٰی، ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ،

میں یقیناً تمہارے ہاتھوں کو اور تمہارے پاؤں کو ایک دوسرے کی الٹی سمت سے کاٹ ڈالوں گا یعنی ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دو۔ پھر ضرور بالضرور تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔

اس طرح لوگوں کے دل حقانیت سے ہٹا کر انہیں بدظن کرنے کیلئے دوسری چال یہ چلتا اور کہتا ہے کہ تم اپنے اکیے، اتفاق اور پوشیدہ جال سے جاتے یہ ہو کہ ہماری دولت وشوکت چھین لو ہمیں یہاں سے نکال باہر کرو، اس طرح اپنی قوم کے دل ان کی طرف سے پھیر کر پھر انہیں خوفزدہ کرنے کیلئے چوتھی چال چلتا ہے کہ ان نومسلموں سے کہتا ہے کہ دیکھو تو تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ سو میں کتنے بیس ہوتے ہیں۔ مجھے بھی قسم ہے جو تمہارے ہاتھ پاؤں نہ کٹوائے اور وہ بھی الٹی طرح یعنی پہلے اگر سیدھا ہاتھ کاٹا جائے تو پھر بایاں پاؤں اور اگر پہلے سیدھا پاؤں کاٹا گیا تو پھر الٹا ہاتھ۔ اسی طرح بیدست وپا کر کے کھجوروں کی شاخوں پر لٹکا دوں گا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس ظالم بادشاہ سے پہلے ان دونوں سزاؤں کا رواج نہ تھا۔ یہ دھمکی دے کر وہ سمجھتا تھا کہ اب یہ نرم پڑ جائیں گے لیکن وہ تو ایمان میں اور پختہ ہو گئے، بالاتفاق جواب دیتے ہیں کہ اچھا ڈرایا؟

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝

بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔

فرعون کے ڈرانے کے سبب جادوگروں کے ایمان کے زیادہ مضبوط ہونے کا بیان

"قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا" بَعْد مَوْتنَا بِاَیِّ وَجْه کَانَ "مُنْقَلِبُوْنَ" رَاجِعُوْنَ فِی الْاٰخِرَة،

بولے یقیناً ہم اپنی موت کے بعد اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔ یعنی آخرت میں اسی جانب لوٹنے والے ہیں۔

یہاں سے تو واپس اللہ کے پاس جانا ہی ہے اسی کے قبضہ وقدرت میں سب کچھ ہے آج اگر تیری سزاؤں سے بچ گئے تو کیا اللہ کے ہاں کی سزائیں بھی معاف ہو جائیں گی؟ ہمارے نزدیک تو دنیا کی سزائیں بھگت لینا بہ نسبت آخرت کے عذاب کے بھگتنے کے بہت ہی آسان ہے۔ تو ہم سے اللہ کے نبی کا مقابلہ کرا چکا ہے لیکن اب جبکہ ہم پر حق واضح ہو گیا ہم اس پر ایمان لے آئے تو تو چڑ رہا ہے۔ کہنے کو تو یہ سب کچھ کہہ گئے لیکن پھر خیال آیا کہ کہیں ہمارا قدم پھسل نہ جائے اس لئے دعا میں دل کھول دیا کہ اے اللہ

ہمیں صبر عطا فرما، ثابت قدمی دے، ہمیں اسلام پر ہی موت دے، تیرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے ہی دنیا سے رخصت ہوں۔ ایسا نہ ہو اس ظالم کے رعب میں یا اس کی دھمکیوں میں آ جائیں یا سزاؤں سے ڈر جائیں یا ان کے برداشت کی تاب نہ لائیں۔ ان دعاؤں کے بعد دل بڑھ جاتے ہیں، ہمتیں دگنی ہو جاتی ہیں فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ہیں تجھے جو کرنا ہے اس میں کمی نہ کر، کسر اٹھا نہ رکھ، جو جی میں ہے کر گذر تو دنیا ہی میں سزائیں دے سکتا ہے۔ ہم صبر کر لیں گے کیا عجب کہ ہمارے ایمان کی وجہ سے اللہ ہماری خطائیں معاف فرمائے خصوصاً ابھی کی یہ خطا کہ ہم نے جھوٹ سے سچ کا مقابلہ کیا۔ بیشک اللہ بہتر ہے اور زیادہ باقی ہے۔ گناہگاروں کے لئے اس کے ہاں جہنم کی سزا ہے جہاں نہ موت آئے نہ کارآمد زندگی ہو۔ اور مومنوں کے لئے اس کے پاس جنتیں ہیں جہاں بڑے بلند درجے ہیں۔ سبحان اللہ یہ لوگ دن کے ابتدائی حصے میں کافر اور جادوگر تھے اور اسی دن کے آخری حصے میں مومن بلکہ نیک شہید تھے۔

وَمَا تَنقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآئَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۠
اور تو ہم سے اس کے سوا کس چیز کا بدلہ لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئیں،
اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرماں بردار ہوں۔

صبر اور اسلام پر موت آنے کی دعا کرنے کا بیان

"وَمَا تَنقِم" تُنكِر "مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا" عِنْد فِعْل مَا تَوَعَّدَنَا بِهِ لِئَلَّا نَرْجِع كُفَّارًا، "وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ"

اور تو ہم سے اس کے سوا کس چیز کا بدلہ یعنی انتقام لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے یعنی جب فرعون اپنی دھمکی کو پورا کرنے آئے تو ہم کفر کی طرف نہ پلٹیں اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرماں بردار ہوں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو کل تک بدترین کفر میں مبتلا تھے کہ فرعون جیسے بیہودہ انسان کو خدا مانتے تھے، اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت سے بالکل ناآشنا تھے، ان میں یکبارگی ایسا انقلاب کیسے آ گیا کہ اب پچھلے سب عقائد واعمال سے یکسر تائب ہو کر دین حق پر اتنے پختہ ہو گئے کہ اس کے لئے جان تک دینے کو تیار نظر آتے ہیں، اور دنیا سے رخصت ہونے کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس چلے جائیں۔ اور صرف یہی نہیں کہ ایمان کی قوت اور جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت ان میں پیدا ہو گئی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم ومعرفت کے دروازے ان پر کھل گئے تھے یہی وجہ ہے کہ فرعون کے مقابلہ میں اس جرأت مندانہ بیان کے ساتھ یہ دعا بھی کرنے لگے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۔ یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں کامل صبر عطا فرما اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہمیں وفات دے۔ اس میں اشارہ اس معرفت کی طرف ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو انسان کا عزم وہمت کچھ کام نہیں آتا، اس لئے اسی سے ثابت قدمی کی دعا کی گئی۔ اور یہ دعا جیسے معرفت حق کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اسی طرح اس مشکل کے حل کا

بہترین ذریعہ بھی ہے جس میں یہ لوگ اس وقت مبتلا تھے، کیونکہ صبر اور ثابت قدمی ہی وہ چیز ہے جو انسان کو اپنے حریف کے مقابلہ میں کامیاب کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ
وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ○
اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، تا کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں
اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں
کو زندہ رکھیں گے اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔

فرعون پر شان نبوت کی ہیبت کے طاری ہو جانے کا بیان

"وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْن" لَهٗ "اَتَذَرُ" تَتْرُك "مُوسَى وَقَوْمه لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْض" بِالدُّعَاءِ إِلَى مُخَالَفَتك "وَيَذَرك وَ اٰلِهَتك" وَكَانَ صَنَعَ لَهُمْ اَصْنَامًا صِغَارًا يَعْبُدُوْنَهَا وَقَالَ اَنَا رَبّكُمْ . وَرَبّهَا وَلِذَا قَالَ اَنَا رَبّكُمْ الْاَعْلٰى "قَالَ سَنُقَتِّلُ" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيف "اَبْنَاءَ هُمْ" الْمَوْلُوْدِيْنَ "وَنَسْتَحْيِي" نَسْتَبْقِي "نِسَاءَ هُمْ" كَفِعْلِنَا بِهِمْ مِنْ قَبْل "وَاِنَّا فَوْقهمْ قَاهِرُوْنَ" قَادِرُوْنَ فَفَعَلُوْا بِهِمْ ذٰلِكَ فَشَكَا بَنُو اِسْرَائِيل،

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، یعنی تیری مخالفت کی طرف بلا کر وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ ان کیلئے جو انہوں نے چھوٹے بت بنا رکھے ہیں جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اور کہا کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں، اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے نقتل تشدید اور تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی ان کے پیدا ہونے والے بیٹوں کو قتل کر دوں گا۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے جس طرح اس سے پہلے ہم نے کیا ہے۔ اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔ تو فرعون نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی۔

علماء مفسرین نے فرمایا کہ قوم کے اس طرح جھنجوڑنے پر بھی فرعون نے یہ تو کہا کہ ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے، لیکن حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے بارے میں اس وقت بھی اس کی زبان پر کوئی بات نہ آئی۔ وجہ یہ ہے کہ اس معجزہ اور واقعہ نے فرعون کے قلب و دماغ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخت ہیبت بٹھلا دی تھی۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ فرعون کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا تو پیشاب خطا ہو جاتا تھا، اور یہ بالکل صحیح ہے، ہیبت حق کا یہی حال ہوتا ہے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۞

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بناتا ہے اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔

اللہ سے مدد مانگنے اور صبر کرنے کا بیان

"قَالَ مُوْسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا" عَلٰى اَذَاهُمْ "اِنَّ الْاَرْض لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا" يُعْطِيهَا "مَنْ يَّشَاء مِنْ عِبَاده وَالْعَاقِبَة" الْمَحْمُودَة "لِلْمُتَّقِيْنَ" اللّٰه،

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور ان کی پہنچائی گئی تکالیف پر صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بناتا ہے اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔ یعنی جو اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔

صبر کے سبب حصول فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جہاد کے بارے میں بتایئے (کہ کون سا جہاد موجب ثواب ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو اگر تو محض اللہ کے لئے جہاد کرے اور اس کی تکالیف پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو صبر و احتساب کی فضیلت کے ساتھ اٹھائے گا اور اگر تو دکھاوے اور حصول دنیا کے لئے جہاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی تجھے ریاکاری اور طلب دنیا کی صفت پر اٹھائے گا اے عبداللہ بن عمرو! تو جس حالت پر بھی لڑے گا یا جس حالت پر مارا جائے گا اللہ تجھے اسی حال پر اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 754)

صبر کے ذریعے مدد طلب کرنے کا بیان

ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے عرض کیا کہ اے ابوثعلبہ آپ سے آیت کریمہ "عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ" کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تم نے ایک جاننے والے سے اس کے متعلق سوال کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ بلکہ نیکی کا حکم کرتے رہو اور ایک دوسرے کو برائی سے روکتے رہو یہاں تک کہ تم یہ دیکھو کہ کسی کنجوس آدمی کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کی اتباع کی جاتی ہے اور دنیا کے پیچھے بھاگا جاتا ہے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کو پسند کر کے اس پر بیٹھا ہے تو پھر تمہارے ذمہ اپنے نفس کو لازم پکڑنا ہے اور عوام کو اپنی جانب سے چھوڑ دو کیونکہ تمہارے بعد ایسے دن آنے والے ہیں کہ جن میں صبر کرنا (دین پر) ایسا ہے کہ جیسے انگارہ کو پکڑنا۔ ان دنوں میں دین پر عمل کرنے والے کو پچاس عامل افراد کا اجر ملے گا جو اس جیسا عمل کرتے ہیں روای کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ دوسرے رواۃ نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ پچاس کا اجر ان میں کے پچاس کا ہوگا؟

فرمایا کہ نہیں تم میں سے پچاس کا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 947)

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ
عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝
بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے
دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو۔

پریشانیوں پر صبر کے بعد اجر کا بیان

"قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" فِيْهَا،

بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو۔

کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ وہ ان تین اشخاص میں سے ایک ہیں جن کا گناہ (غزوہ تبوک) میں معاف ہوا تھا۔ اور کعب بن اشرف ایک یہودی تھا جو (اپنے اشعار میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت کیا کرتا تھا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہجرت کر کے) مدینہ تشریف لائے تو یہاں مختلف مذاہب کے لوگ تھے جن میں مسلمان بھی تھے۔ بت پرست مشرکین بھی اور یہودی بھی جو (اپنے اشعار اور کلام کے ذریعہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذاء پہنچاتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر اور درگزر کا حکم فرمایا اسی موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے تم ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اس موقعہ پر اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار تو بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ پس جب کعب بن اشرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے سے باز نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم فرمایا کہ وہ اس کو قتل کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجیں پس انہوں نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا۔ اور راوی نے اس کے قتل کا قصہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب انہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر ڈالا تو یہودی اور مشرکین سب خائف ہو گئے اور یہ سب لوگ صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور بولے چند لوگوں نے ہمارے سردار کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وہ باتیں ان کے سامنے نقل کیں جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت میں کہا کرتا تھا اس کے بعد آپ نے ان سے فرمایا اب ہمارے اور تمہارے درمیان ایک قرارداد لکھی جانی چاہیئے جس پر دونوں فریق رک جائیں (اور اس سے تجاوز نہ کریں) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان کے اور تمام مسلمانوں کے

49

درمیان ایک قرارداد لکھی۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1233)

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ۝
پھر ہم نے اہلِ فرعون کو چند سالوں اور میووں کے نقصان سے گرفت میں لے لیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فرعون اور قوم فرعون پر قحط سالی مسلط ہو جانے کا بیان

"وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ" بِالْقَحْطِ "وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَات لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ" یَتَّعِظُوْنَ فَیُؤْمِنُوْنَ

پھر ہم نے اہلِ فرعون کو قحط کے چند سالوں اور میووں کے نقصان سے عذاب کی گرفت میں لے لیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ کہ ایمان لاتے۔

بنی اسرائیل کو کمزور کرنے کے لئے یہ ظالمانہ قانون کہ جو لڑکا پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے یہ اب دوسری مرتبہ نافذ کیا گیا، اس کا پہلا نمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا، جس کے ناکام ہونے کا مشاہدہ یہ اس وقت تک کر رہا تھا، مگر جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو رسوا کرنا چاہتے ہیں اس کی تدبیریں ایسی ہی ہو جایا کرتی ہیں جو انجام کار ان کے لئے تباہی کا سامان کر دیتی ہیں، چنانچہ آگے معلوم ہوگا کہ فرعون کا یہ ظلم وجور آخر کار اس کو اور اس کی قوم کو لے ڈوبا۔

اب آل فرعون پر بھی سختی کے مواقع آئے تا کہ ان کی آنکھیں کھلیں اور اللہ کے دین کی طرف جھکیں، کھیتیاں کم آئیں، قحط سالیاں پڑ گئیں، درختوں میں پھل کم لگے یہاں تک کہ ایک درخت میں ایک ہی کھجور لگی یہ صرف بطور آزمائش تھا کہ وہ اب بھی ٹھیک ٹھاک ہو جائیں۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو راستی سے دشمنی ہو گئی۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی
وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۝
پھر جب انہیں آسائش پہنچتی تو کہتے: یہ ہماری اپنی وجہ سے ہے۔ اور اگر انہیں سختی پہنچتی، وہ موسیٰ (علیہ السلام)
اور ان کے (ایمان والے) ساتھیوں کی نسبت بدشگونی کرتے، خبردار! ان کا شگون (یعنی شامتِ اعمال) تو اللہ ہی
کے پاس ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

قوم فرعون کا بدشگونی لینے کا بیان

"فَاِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ" الْخِصْب وَالْغِنٰی "قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ" اَیْ نَسْتَحِقّهَا وَلَمْ یَشْكُرُوْا عَلَیْهَا "وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ" جَدْب وَبَلَاء "یَطَّیَّرُوْا" یَتَشَاءَمُوْا "بِمُوسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ" مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ "اَلَا اِنَّمَا طَائِرهمْ" شُؤْمهمْ "عِنْد اللّٰه" یَاْتِیهِمْ بِهٖ "وَلٰكِنَّ اَكْثَرهمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اَنَّ مَا یُصِیبهُمْ مِنْ عِنْدہٖ،

پھر جب انہیں آسائش یعنی خوشحالی اور شادابی پہنچتی ہے تو کہتے یہ ہماری اپنی وجہ سے ہے۔ یعنی ہم اسی کے حقدار ہیں۔ اور اگر انہیں سختی یعنی قحط و مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ایمان والے ساتھیوں کی نسبت بدشگونی کرتے ہیں۔ خبردار! ان کا شگون یعنی شامتِ اعمال تو اللہ ہی کے پاس ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ یعنی جو کچھ آتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے۔

خوشی اور فراخی دیکھ کر تو اکڑ کر کہتے کہ یہ ہماری وجہ سے ہے اور خشک سالی اور تنگی دیکھ کر آواز لگاتے کہ یہ موسیٰ اور مومنوں کی وجہ سے ہے۔ جب کہ مصیبتیں اور راحتیں اللہ کی جانب سے ہیں لیکن بےعملی کی باتیں بناتے رہے ان کی بدشگونی ان کے بداعمال تھے جو اللہ کی طرف سے ان پر مصیبتیں لاتے تھے۔

فال اور عدم فال والی جماعت کا بیان

سعید بن جبیر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں تو میرے سامنے سے نبی گزرنے لگے، ایک کے ساتھ صرف ایک آدمی، دوسرے کے ساتھ دو آدمی اور ایک نبی کے ساتھ ایک جماعت تھی اور ایک نبی ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی نہ تھا اور میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق تک پھیلی ہوئی تھی، میں نے تمنا کی کہ یہ میری امت ہوتی، تو کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ دیکھ، میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق تک پھیلی ہوئی تھی اور مجھ سے کہا گیا کہ یہ تیری امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، لوگ جدا ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیان نہیں کیا کہ وہ کون ہیں، اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چہ میگوئیاں کرنے لگے، کسی نے کہا کہ ہم تو شرک کے زمانہ میں پیدا ہوئے پھر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے (اس لئے ہم ان میں سے نہیں ہو سکتے) بلکہ وہ ہماری اولاد ہو گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو فال کو نہیں مانتے اور نہ ہی منتر پڑھواتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں، عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے ہوں، آپ نے فرمایا: ہاں، پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور پوچھا کہ کیا میں بھی ان میں سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عکاشہ تم سے بازی لے گیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 722)

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○
اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

طلب معجزہ و مشاہدہ قحط کے باوجود ایمان سے انکار کا بیان

"وَقَالُوْا" لِمُوسَى "مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ" فَدَعَا عَلَيْهِمْ،

اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آ ؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کیلئے دعائے ضرر کر دی۔

ان کی عقل پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے تھے کہ قحط اور خشک سالی کے مصائب کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے جادو کا نتیجہ قرار دے رہے تھے حالانکہ جادوگر میں ایسی ہرگز کوئی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے جادو کے اثر سے کسی علاقہ پر قحط یا خشک سالی مسلط کر دے اس کے باوجود وہ یہی کہتے تھے کہ موسیٰ (علیہ السلام)! تم ہم پر کیسا بھی جادو کر دو' ہم کبھی تمہاری بات تسلیم نہیں کریں گے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ
فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۝
تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں،
پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

فرعونیوں پر ٹڈیوں اور مینڈکوں کے عذاب کا بیان

"فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ" وَهُوَ مَاء دَخَلَ بُيُوتهمْ وَوَصَلَ اِلٰى حُلُوق الْجَالِسِينَ سَبْعَة اَيَّام "وَالْجَرَاد" فَاَكَلَ زَرْعهمْ وَثِمَارهمْ كَذٰلِكَ "وَالْقُمَّل" السُّوس اَوْ نَوْع مِنْ الْقُرَاد فَتَتَبَّعَ مَا تَرَكَهُ الْجَرَاد "وَالضَّفَادِع" فَمَلَاَتْ بُيُوتهمْ وَطَعَامهمْ "وَالدَّم" فِيْ مِيَاههمْ "اٰيَات مُفَصَّلَات" مُبَيَّنَات "فَاسْتَكْبَرُوْا" عَنْ الْاِيْمَان بِهَا، وَكَانُوْا قَوْمًا مُجْرِمِينَ،

تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور وہ پانی تھا جو ان کے گھروں میں داخل ہو گیا اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کے گلے تک جا پہنچا اور سات دن تک اسی طرح حالت رہی۔ اور ٹڈیاں بھیجیں جنہوں نے کی زراعت اور پھلوں کو کھا لیا۔ اور جوئیں بھیجیں یا جوؤں کی کوئی قسم ہے تو ٹڈیوں سے بچا کھچا انہوں نے صاف کر دیا اور مینڈک بھیج دیئے اور مینڈکوں سے ان کے گھر اور کھانے بھر گئے اور خون ان کے پانیوں میں ملا دیا۔ جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

عذاب والی ٹڈیوں کی کیفیت وجسامت کا بیان

مجاہد فرماتے ہیں یہ ٹڈیاں ان کے دروازوں کی کیلیں کھا جاتی تھیں اور لکڑی چھوڑ دیتی تھیں اور زاعی کہتے ہیں میں ایک دن جنگل میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ٹڈیاں بہت سی آسمان کی طرف ہیں اور ان میں سے ایک ٹڈی پر ایک شخص سوار ہے جو ہتھیار بند ہے جو جس طرف اشارہ کرتا ہے ساری ٹڈیاں اس طرف کو جھک جاتی ہیں اور وہ زبان سے برابر کہہ رہا ہے کہ دنیا باطل ہے اور اس میں جو ہے وہ بھی باطل ہے۔

شریح قاضی فرماتے ہیں اس جانور میں سات مختلف جانوروں کی شان ہے اس کا سر گھوڑے جیسا ہے گردن بیل جیسی ہے

سینہ شیر جیسا ہے پر گدھ جیسے ہیں پر اونٹ جیسے ہیں دم سانپ کی طرح کی ہے۔ پیٹ بچھو جیسا ہے۔
سعید بن مسیّب کہتے ہیں سیاہ رنگ کے چھوٹے سے کیڑے ہیں۔ اس کا واحد قملہ ہے۔ یہ جانور جب اونٹ کو چمٹ جاتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔ الغرض ایسے ہی موذی جانور بصورت عذاب فرعونیوں کے لئے بھیجے گئے تھے۔ فرعون کی سرکشی اور انکار پر طوفان آیا جس سے انہیں یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔ گڑگڑا کر حضرت موسیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اللہ سے دعا کیجئے یہ موسلا دھار پانی رک جائے تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ کر دیں گے۔ آپ نے دعا کی طوفان ہٹ گیا تو یہ اپنے وعدے سے پھر گئے۔ پھر اللہ کی شان ہے کہ کھیتیاں اور باغات اس قدر پھلے کہ اس سے پہلے کبھی ایسے نہیں پھلے تھے جب تیار ہو گئے تو ٹڈیوں کا عذاب آیا اسے دیکھ کر پھر گھبرائے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہٹا لے اب ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں آپ کی دعا سے یہ عذاب بھی ہٹ گیا لیکن انہوں نے پھر وعدہ شکنی کی۔ فصلیں کاٹ لائے کھلیان اٹھا لئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب پھر اور شکل میں آیا تمام اناج وغیرہ میں کیڑا لگ گیا اس قدر بکثرت یہ جانور پھیل گئے کہ دس پیمانے لے کر کوئی شخص پسوانے نکلتا تو پسوائے تک وہ جانور سات پیمانے کھا لیتے۔ گھبرا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے پھر وعدے کئے آپ پھر دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس آفت کو بھی ہٹا لیا۔ لیکن انہوں نے پھر بے ایمانی کی۔ نہ بنی اسرائیل کو رہا کیا نہ ایمان قبول کیا۔ اس پر مینڈکوں کا عذاب آیا۔ دربار میں فرعون بیٹھا ہوا ہے تو وہیں مینڈک ظاہر ہو کر ٹرانے لگا سمجھ گئے کہ یہ نئی شکل کا عذاب الٰہی ہے۔ اب یہ پھیلنے اور بڑھنے شروع ہوئے یہاں تک کہ آدمی بیٹھتا تو اس کی گردن تک آس پاس سے اسے مینڈک گھیر لیتے۔ جہاں بات کرنے کیلئے کوئی منہ کھولتا کہ مینڈک تڑپ کر اس کے منہ میں گھس جاتا۔ پھر تنگ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس عذاب کے ہٹنے کی درخواست کی اور اقرار کیا کہ ہم خود ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر دیں گے آپ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو بھی دفع کر دیا لیکن پھر مکر گئے۔ چنانچہ ان پر خون کا عذاب آیا تمام برتنوں میں خون کھانے پینے کی چیزوں میں خون کنویں میں سے پانی نکلایں تو خون۔ تالاب سے پانی لائیں تو خون۔ پھر تڑپ اٹھے فرعون نے کہا یہ بھی جادو ہے لیکن جب تنگ آ گئے تو آخر حضرت موسیٰ سے مع وعدہ درخواست کی کہ ہم تو پانی سے ترس گئے۔ چنانچہ آپ نے قول قرار لے کر پوری دعا کی اور اللہ نے اس عذاب کو بھی ہٹا لیا لیکن یہ پھر منکر ہو گئے۔ فرعون جب میدان سے ناکام واپس لوٹا تھا اس نے ٹھان لی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو میں ایمان نہ لاؤں گا۔ چنانچہ طوفان کی وجہ سے بھوکوں مرنے لگے پھر ٹڈیوں کا عذاب آیا تو درخت تو کیا گھر کی چوکھٹیں اور دروازوں تک وہ کھا گئیں مکانات گرنے لگے پھر حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے ایک پتھر پر لکڑی ماری۔ جس میں سے بیشمار چچڑیاں نکل پڑیں اور پھیل گئیں۔ کھانا، پینا، سونا، بیٹھنا، سب بند ہو گیا۔ پھر مینڈکوں کا عذاب آیا جہاں دیکھو مینڈک نظر آنے لگے۔ پھر خون کا عذاب آیا نہریں، تالاب، کنویں، مٹکے گھڑے وغیرہ غرض بجائے پانی کے خون ہی خون سب چیزیں ہو گئیں۔ عبید اللہ بن عمرو فرماتے ہیں مینڈک کو نہ مارو یہ جب بصورت عذاب فرعونیوں کے پاس آئے تو ایک نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے تنور میں چھلانگ ماری۔ اللہ نے اس کے بدلے انہیں پانی کی ٹھنڈک عطا فرمائی اور ان کی آواز کو اپنی تسبیح بنایا۔ یہ بھی مروی ہے کہ خون

سے مراد نکسیر پھوٹنا ہے الغرض ہر عذاب کو دیکھ کر اقرار کرتے لیکن جب حضرت موسیٰ کی دعا سے وہ ہٹ جاتا تو پھر انکار کر جاتے۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ج
لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝
اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً
اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کردے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔

قوم فرعون کا عذاب کے دور ہوتے ہی دوبارہ کفر اپنانے کا بیان

"وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْز" الْعَذَاب "قَالُوْا يَا مُوسَى اُدْعُ لَنَا رَبّك بِمَا عَهِدَ عِنْدك "مِنْ كَشْف الْعَذَاب عَنَّا اِنْ اٰمَنَّا "لَئِنْ" لَام قَسَم، وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْ اِسْرَائِيلَ،

اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کردے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے، یہاں پر لئن میں لام قسمیہ ہے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝
پھر جب ہم ان سے اس مدت تک کے لئے جس کو وہ پہنچنے والے ہوتے وہ عذاب ٹال دیتے تو وہ فوراً ہی عہد توڑ دیتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب دور ہوجانے کا بیان

"فَلَمَّا كَشَفْنَا" بِدُعَاءِ مُوسَى "عَنْهُمْ الرِّجْز اِلٰى اَجَل هُمْ بَالِغُوهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ" يَنْقُضُوْنَ عَهْدهمْ وَيُصِرُّوْنَ عَلٰى كُفْرِهِمْ،

اس کے بعد جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے سبب ان سے عذاب کو دور کر دیا جو ان کو ایک مدت میں پہنچنے والا تھا۔ وہ پھر انکار کر دیتے یعنی وہ اپنے عہد کو توڑ کر اپنے کفر پر قائم رہتے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝
پھر ہم نے ان سے (بالآخر تمام نافرمانیوں اور بدعہدیوں کا) بدلہ لے لیا اور ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا،
اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی (پے در پے) تکذیب کی تھی اور وہ ان سے (بالکل) غافل تھے۔

قوم فرعون کی کثیر بدعہدیوں کے سبب انجامی عذاب کا بیان

"فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمّ" الْبَحْر الْمِلْح "بِاَنَّهُمْ" بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

غَافِلِينَ" لَا يَتَدَبَّرُونَهَا،

پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور ہم نے انہیں دریائے شور میں غرق کر دیا، اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی، یہاں پر باء سبب کیلئے آئی ہے۔ اور وہ ان سے بالکل غافل تھے۔ کیونکہ وہ ان میں غور وفکر نہیں کرتے تھے۔

لشکر فرعون کا دریا میں ڈوب جانے کا بیان

جب یہ لوگ اپنی سرکشی اور خود پسندی میں اتنے بڑھ گئے کہ باری تعالیٰ کی بار بار کی نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان لانے سے برابر انکار کرتے رہے تو قدرت نے اپنے زبردست انتقام میں انہیں پھانس لیا اور سب کو دریا برد کر دیا۔ بنی اسرائیل بحکم اللہ تعالیٰ ہجرت کر کے چلے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا ان کے لئے خشک ہو گیا پھر فرعون اور اس کے ساتھی اس میں اترے تو دریا میں پھر روانی آ گئی اور پانی کا ریلہ آیا اور وہ سب ڈوب گئے۔ یہ تھا انجام اللہ کی باتوں کو جھوٹ سمجھنے اور ان سے غافل رہنے کا۔ پھر پروردگار نے بنو اسرائیل جیسے کمزور نا تواں لوگوں کو اس زمین کا وارث بنا دیا۔ مشرق و مغرب ان کے قبضے میں آ گیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے ان بیسوں پر احسان کرنا چاہا اور انہیں امام اور وارث بنانا چاہا۔ انہیں حکومت سونپ دی اور فرعون وہامان اور ان کے لشکریوں کو وہ نتیجہ دکھایا جس سے وہ بھاگ رہے تھے۔ فرعونیوں سے ہرے بھرے باغات "چشمے" کھیتیاں، عمدہ مقامات، فراواں نعمتیں چھڑوا کر ہم نے دوسری قوم کے سپرد کر دیں۔ یہ ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ سرزمین شام برکت والی ہے۔ بنی اسرائیل کا صبر نیک نتیجہ لایا فرعون اور اس کی قوم کی بنی بنائی چیزیں غارت ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا
مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝
اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم
نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور
ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔

سرزمین مصر اور شام میں برکتوں کے نزول کا بیان

"وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ" بِالِاسْتِعْبَادِ وَهُمْ بَنُو اِسْرَائِيل "مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا" بِالْمَاءِ وَالشَّجَر صِفَة لِلْاَرْضِ وَهِيَ الشَّام "وَتَمَّتْ كَلِمَة رَبّك الْحُسْنَى" وَهِيَ قَوْله تَعَالَى "وَنُرِيد اَنْ نَمُنّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْاَرْض" اِلَخ "عَلَى بَنِي اِسْرَائِيل بِمَا صَبَرُوا"

عَلٰی اَذٰی عَدُوِّهِمْ "وَدَمَّرْنَا" اَهْلَكْنَا "مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُه" مِنَ الْعِمَارَة "وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ" بِكَسْرِ الرَّاءِ وَضَمِّهَا يَرْفَعُوْنَ مِنَ الْبُنْيَانِ .

اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، کیونکہ ان کو انہوں نے غلام بنا رکھا تھا اور وہ بنو اسرائیل تھے۔ اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے پانی اور درخت کی برکت رکھی ہے یہاں پر "اَلَّتِیْ بَارَكْنَا فِیْهَا" یہ الارض کی صفت ہے اور وہ سرزمین شام ہے۔ اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول "وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ" ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے تکالیف پر صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم عمارت بناتی تھی۔ اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔ یعرشون یہاں پر راء کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ وہ دیواروں کو بلند کرتے ہیں۔

زمین سے مراد اس جگہ جمہور مفسرین کے قول کے مطابق ملک شام اور مصر کی سرزمین ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قوم فرعون اور قوم عمالقہ کے ہلاک ہونے کے بعد قبضہ اور حکومت عطا فرمائی۔

اور اَلَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا سے یہ بتلا دیا کہ ان زمینوں میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے اپنی برکات نازل فرمائی ہیں، ملک شام کے بارے میں تو قرآن کریم کی متعدد آیات میں محل برکات ہونے کا ذکر ہے اَلَّتِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهَا میں اسی کا بیان ہے، اسی طرح ارض مصر کے بارے میں بھی محل برکات وثمرات ہونا متعدد روایات سے نیز مشاہدات سے ثابت ہے، حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ مصر کا دریائے نیل سید الانہار یعنی دریاؤں کا سردار ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ برکات کے دس حصوں میں سے نو مصر میں ہیں اور باقی ایک پوری زمین میں ہیں۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ
قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○
اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے)
تھے بولے اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں، بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو۔

بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارنے کا بیان

"وَجَاوَزْنَا" عَبَرْنَا "بِبَنِیْٓ اِسْرَاۤئِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا" فَمَرُّوْا "عَلٰی قَوْمٍ يَعْكُفُوْنَ" بِضَمِّ الْكَافِ وَكَسْرِهَا "عَلٰی اَصْنَامٍ لَهُمْ" يُقِيْمُوْنَ عَلٰی عِبَادَتِهَا "قَالُوْا يَا مُوْسَی اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا" صَنَمًا نَعْبُدُهُ "كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ" حَيْثُ قَابَلْتُمْ نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِمَا قُلْتُمُوْهُ،

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے جم کر بیٹھے تھے

یَعۡکُفُوۡنَ یہ کاف کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح آیا ہے یعنی جوان کے بت تھے جن کی عبادت کوانہوں نے قائم کررکھا تھا۔ بولے اے موسیٰ ! ہمیں ایک بت معبود بنادے تاکہ ہم اس کو عبادت کریں جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں، فرمایا تم ضرور جاہل لوگ ہو۔ حالانکہ تم پراللہ کی نعمتیں ہیں جنہیں تم نے حاصل کیا ہے جو میں نے تم سے بیان بھی کی ہیں۔

معجزات دیکھنے کے بعد بھی بنی اسرائیل کا بت پرستی کرنے کا بیان

اتنی ساری اللہ کی قدرت کی نشانیاں بنی اسرائیل دیکھ چکے لیکن دریا پار اترتے ہی بت پرستوں کے ایک گروہ کو اپنے بتوں کے آس پاس اعتکاف میں بیٹھے دیکھتے ہی حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ "ہمارے لئے بھی کوئی چیز مقرر کردیجئے تاکہ ہم بھی اس کی عبادت کریں جیسے کہ ان کے معبودان کے سامنے ہیں۔ یہ کافر لوگ کنعانی تھے ایک قول ہے کہ لخم قبیلہ کے تھے یہ گائے کی شکل بنائے ہوئے اس کی پوجا کررہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکے جواب میں فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے محض ناواقف ہو۔ تم نہیں جانتے کہ اللہ شریک ومثیل سے پاک اور بلندتر ہے۔ یہ لوگ جس کام میں مبتلا ہیں وہ تباہ کن ہے اوران کا عمل باطل ہے ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے شریف سے حنین کو روانہ ہوئے تو راستے میں انہیں بیری کا وہ درخت ملا جہاں مشرکین مجاور بن کر بیٹھا کرتے تھے اور اپنے ہتھیار وہاں لٹکایا کرتے تھے اس کا نام ذات انواط تھا تو صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ ایک ذات انواط ہمارے لئے بھی مقرر کردیں۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری ذات ہے کہ تم نے قوم موسیٰ جیسی بات کہدی کہ ہمارے لئے بھی معبود مقرر کردیجئے جیسا ان کا معبود ہے۔ جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ نے فرمایا تم جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس شغل میں ہیں وہ ہلاکت خیز ہے اور جس کام میں ہیں وہ باطل ہے (ابن جریر) مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یہ درخواست کرنے والے حضرت ابوواقد لیثی تھے جواب سے پہلے یہ سوال سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ اکبر کہنا بھی مروی ہے اور یہ بھی کہ آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے اگلوں کی سی چال چلنے لگے۔

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمۡ فِيۡهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۝
بلاشبہ یہ لوگ جس چیز (کی پوجا) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ ہلاک ہوجانے والی ہے اور جو کچھ وہ کررہے ہیں وہ (بالکل) باطل ہے۔

بت پرستی کو ختم کرنے کے عظیم مقصد کا بیان

"اِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ" هَالِك،مَّا هُمْ فِيۡهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ،

بلاشبہ یہ لوگ جس چیز کی پوجا میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ہلاک ہوجانے والی ہے اور جو کچھ وہ کررہے ہیں وہ (بالکل) باطل ہے۔

میرا تو مشن ہی یہی ہے کہ ایسے بتوں کو برباد کردوں اور ایسے باطل پرستوں کو ختم کردوں اور ایک تم ہو کہ مجھی سے کہہ رہے ہو کہ میں تمہیں بت بنادوں۔ اللہ نے تمہیں فضیلت اس لیے تو نہیں بخشی کہ تم اپنے سے حقیر اور اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیز کے سامنے

سجدہ ریز ہو جاؤ لہٰذا ایسی جہالت کی باتیں نہ کرو۔

قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰـهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝
موسیٰ علیہ السلام نے کہا، کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ اسی اللہ نے
تمہیں سارے جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

"قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا" مَعْبُوْدًا وَّاَصْله اَبْغِی لَكُمْ "وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِیْنَ" فِیْ زَمَانِكُمْ بِمَا ذَكَرَهٗ فِیْ قَوْله،

موسیٰ علیہ السلام نے کہا، کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ اسی اللہ نے تمہیں یعنی تمہارے زمانے میں سارے جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ جس کو آنے والے فرمان میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

انہیں اس گمراہ خیالی سے روکنے کیلئے آپ اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلا رہے ہیں کہ فرعونیوں کی غلامی سے اللہ نے تمہیں آزادی دلوائی، ذلت و رسوائی سے چھٹکارا دیا۔ پھر اوج و عزت عطا فرمائی تمہارے دیکھتے ہوئے تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا۔ ایسے رب کے سوا اور کوئی لائق عبادت کیسے ہو سکتا ہے؟ فرعون کے وقت کی اپنی ابتری کو بھول گئے جس سے اللہ نے نجات دی۔ اس کی پوری تفسیر سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے۔

وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ
وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ۝
اور (وہ وقت) یاد کرو جب ہم نے تم کو اہلِ فرعون سے نجات بخشی جو تمہیں بہت ہی سخت عذاب دیتے تھے، وہ تمہارے لڑکوں کو قتل
کر دیتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے زبردست آزمائش تھی۔

بنی اسرائیل کو فرعونی مظالم سے نجات دلانے کا بیان

"وَ" اُذْكُرُوْا "اِذْ اَنْجَیْنَاكُمْ" وَفِیْ قِرَاءَة اَنْجَاكُمْ "مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ" یُكَلِّفُوْنَكُمْ وَیُذِیْقُوْنَكُمْ "سُوْء الْعَذَاب" اَشَدّه وَهُوَ "یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَاءَكُمْ" یَسْتَبْقُوْنَ "وَفِیْ ذٰلِكُمْ" الْاِنْجَاء اَوْ الْعَذَاب "بَلَاء" اِنْعَام اَوْ اِبْتِلَاء "مِنْ رَبّكُمْ عَظِیْم" اَفَلَا تَتَّعِظُوْنَ فَتَنْتَهُوا عَمَّا قُلْتُمْ،

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو اہلِ فرعون سے نجات بخشی۔ ایک قرأت میں انجاکم ہے۔ جو تمہیں بہت ہی سخت عذاب

دیتے تھے، یعنی وہ تمہیں سخت کاموں کا مکلف کر کے عذاب دیتا تھا۔ وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کر دیتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے زبردست آزمائش تھی۔ یعنی بڑی آزمائش یا عذاب تھا۔ کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ تم ان چیزوں سے باز آجاؤ جن کا ممانعت کا تمہیں کہا ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقٰتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ
وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○
اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں
پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔

تیس دن کی مدت کا روزوں کے سبب چالیس میں بدل جانے کا بیان

"وَوٰعَدْنَا" بِاَلِفٍ وَدُوْنِهَا "مُوسٰى ثَلَاثِيْنَ لَيْلَةً" نُكَلِّمُهُ عِنْدَ انْتِهَائِهَا بِاَنْ يَّصُومَهَا وَهِيَ ذُو الْقَعْدَةِ فَصَامَهَا فَلَمَّا تَمَّتْ اَنْكَرَ خُلُوفَ فَمِهِ فَاسْتَاكَ فَاَمَرَهُ اللّٰهُ بِعَشَرَةٍ اُخْرٰى لِيُكَلِّمَهُ بِخُلُوفِ فَمِهِ "وَاَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ" مِنْ ذِي الْحِجَّةِ "فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ" وَقْتُ وَعْدِهِ بِكَلَامِهِ اِيَّاهُ "اَرْبَعِيْنَ" حَالٌ "لَيْلَةً" تَمْيِيزٌ "وَقَالَ مُوسٰى لِاَخِيهِ هَارُوْنَ" عِنْدَ ذَهَابِهِ اِلَى الْجَبَلِ لِلْمُنَاجَاةِ "اُخْلُفْنِي" كُنْ خَلِيفَتِي "فِي قَوْمِي وَاَصْلِحْ" اَمْرَهُمْ "وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ" بِمُوَافَقَتِهِمْ عَلَى الْمَعَاصِي،

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی، وعدناہ یہ الف کے ساتھ اور بغیر الف کے بھی آیا ہے۔ اس کی مدت کے مکمل ہونے کے وہ کلام کرے گا۔ وہ ایسے کہ موسیٰ علیہ السلام اس مدت میں روزہ رکھیں اور وہ ذی قعد کا مہینہ تھا جب مدت پوری ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے منہ روزوں کے سبب کراہت کی بو محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے ماہ میں دس دنوں کے روزوں کا حکم دے دیا تاکہ وہ اسی بو کی حالت میں ان سے کلام کرے۔ اور وہ دس دن ذی حج میں پورے کرے۔ اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی تو وعدہ کے مطابق موسیٰ علیہ السلام ہم کلام ہوئے۔ یہاں پر اربعین یہ حال ہے اور لیلہ یہ تمیز ہے۔ اور موسیٰ نے اللہ کی بارگاہ میں پہاڑ پر مناجات کیلئے جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا یعنی ان کو اچھائی کا حکم دینا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔ یعنی فساد کرنے والوں کی معصیت میں اتباع نہ کرنا۔

موسیٰ علیہ السلام سے تیس پھر چالیس راتوں کے عہد کا بیان

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اس میں ایک حکمت تدریج اور آہستگی کی ہے کہ کوئی کام کسی کے ذمہ لگایا جائے تو اول ہی زیادہ مقدار کام کی اس پر نہ ڈالی جائے تاکہ وہ آسانی سے برداشت کرے، پھر مزید کام دیا جائے۔

اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس طرز میں حکام اور اولوالامر کو اس کی تعلیم دینا ہے کہ اگر کسی کو کوئی کام ایک معین وقت میں پورا کرنے کا حکم دیا جائے اور اس معین میعاد میں وہ پورا نہ کر سکے تو اس کو مزید مہلت دی جائے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں پیش آیا کہ تیس راتیں پوری کرنے کے بعد جس کیفیت کا حاصل ہونا مطلوب تھا وہ پوری نہ ہوئی اس لئے مزید دس راتوں کا اضافہ کیا گیا کیونکہ ان دس راتوں کے اضافہ کا جو واقعہ مفسرین نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ تیس راتوں کے اعتکاف میں موسیٰ علیہ السلام نے حسب قاعدہ تیس روزے بھی مسلسل رکھے بیچ میں افطار نہیں کیا، تیسواں روزہ پورا کرنے کے بعد افطار کر کے مقررہ مقام طور پر حاضر ہوئے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ روزہ دار کے منہ سے جو ایک خاص قسم کی رائحہ معدہ کی تبخیر سے پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، آپ نے افطار کے بعد مسواک کر کے اس رائحہ کو زائل کر دیا، اس لئے مزید دس روزے اور رکھیے تا کہ وہ رائحہ پھر پیدا ہو جائے۔

اور بعض روایات تفسیر میں جو اس جگہ یہ منقول ہے کہ تیسویں روزہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کر لی تھی جس کے ذریعہ وہ رائحہ صوم زائل ہو گیا تھا، اس سے اس بات پر استدلال نہیں ہو سکتا کہ روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ یا ممنوع ہے کیونکہ اول تو اس روایت کی کوئی سند مذکور نہیں، دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے متعلق ہو عام لوگوں کے لئے نہ ہو یا شریعت موسوی میں ایسا ہی حکم سب کے لئے ہو کہ روزہ کی حالت میں مسواک نہ کی جائے، لیکن شریعت محمدیہ میں تو بحالت روزہ مسواک کرنے کا معمول حدیث سے ثابت ہے جس کو بیہقی نے بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خیر خصائل الصائم السواک یعنی روزہ دار کا بہترین عمل مسواک ہے۔ اس روایت کو جامع صغیر میں نقل کر کے حسن فرمایا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ یہ فرق ان دونوں سفروں کی نوعیت کے سبب سے تھا، پہلا سفر مخلوق کے ساتھ مخلوق کی تلاش میں تھا، اور کوہ طور کا سفر مخلوق سے علیحدہ ہو کر ایک ذات حق سبحانہ کی جستجو میں، اس کا یہی اثر ہونا تھا کہ بشری تقاضے نہایت مضمحل ہو گئے، کھانے پینے کی حاجت اتنی گھٹ گئی کہ تیس روز تک کوئی تکلیف محسوس نہیں فرمائی۔

اور یہ تیس راتیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق ماہ ذی القعدہ کی راتیں تھیں اور پھر ان پر دس راتیں ذی الحجہ کی بڑھائی گئیں، اس سے معلوم ہوا کہ تورات کا عطیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوم النحر (یعنی عید الاضحیٰ) کے دن ملا (قرطبی)

ایک مسئلہ اصلاح نفسی میں چالیس دن رات کو خاص دخل ہے۔

اس آیت کے اشارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چالیس راتوں کو باطنی حالات کی اصلاح میں کوئی خاص دخل ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس روز اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں۔ (روح البیان)

سب سے پہلے خود حق تعالیٰ نے اپنے کام یعنی پیدائش عالم کے لئے ایک میعاد چھ روز کی متعین فرما کر یہ اصول بتلا دیا ہے،

حالانکہ حق تعالیٰ کو آسمان زمین اور سارے عالم کو پیدا کرنے کے لئے ایک منٹ کی بھی ضرورت نہیں جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کے لئے فرمادیں کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے مگر اس خاص طرز عمل میں مخلوق کو یہ ہدایت دینا تھی کہ اپنے کاموں کو غور و فکر اور تدریج کے ساتھ انجام دیا کریں، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی تو اس کے لئے بھی ایک میعاد مقرر فرمائی اس میں اسی اصول کی تعلیم ہے۔ (قرطبی)

اور یہی وہ اصول تھا جس کو نظر انداز کر دینا بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب بنا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سابق حکم خداوندی کے مطابق اپنی قوم سے یہ کہہ کر گئے تھے کہ تیس روز کے لئے جا رہا ہوں یہاں جب دس روز کی مدت بڑھ گئی تو اپنی جلد بازی کے سبب لگے یہ کہنے کہ موسیٰ علیہ السلام تو کہیں گم ہو گئے، اب ہمیں کوئی دوسرا پیشوا بنا لینا چاہئے۔

اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سامری کے دام میں پھنس کر " گوسالہ "پرستی شروع کر دی، اگر غور و فکر اور اپنے کاموں میں تدریج و تامل کے عادی ہوتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ (قرطبی)

اول یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق کوہ طور پر جا کر اعتکاف کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا: اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي یعنی میرے پیچھے آپ میری قوم میں میری قائم مقامی کے فرائض انجام دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کام کا ذمہ دار ہو وہ اگر کسی ضرورت سے کہیں جائے تو اس پر لازم ہے کہ اس کام کا انتظام کر کے جائے۔

نیز یہ ثابت ہوا کہ حکومت کے ذمہ دار حضرات جب کہیں سفر کریں تو اپنا قائم مقام اور خلیفہ مقرر کر کے جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہی تھی کہ جب کبھی مدینہ سے باہر جانا ہوا تو کسی شخص کو خلیفہ بنا کر جاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت علی مرتضی کو خلیفہ بنایا، ایک مرتبہ عبداللہ بن ام مکتوم کو، اسی طرح مختلف اوقات میں مختلف صحابہ کو مدینہ میں خلیفہ بنا کر باہر تشریف لے گئے۔ (قرطبی)

موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کے وقت ان کو چند ہدایات دیں، اس سے معلوم ہوا کہ جس کو قائم مقام بنایا جائے اس کی سہولت کار کے لئے ضروری ہدایات دے کر جائے، ان ہدایات میں پہلی ہدایت یہ ہے کہ اَصْلِحْ اس میں اَصْلِحْ کا مفعول ذکر نہیں فرمایا کہ کس کی اصلاح کرو، اس سے اشارہ اس عموم کی طرف ہے کہ اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنی قوم کی بھی، یعنی جب ان میں کوئی بات فساد کی محسوس کرو تو ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو، دوسری ہدایت یہ دی کہ لَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ یعنی فساد کرنے والوں کے راستہ کا اتباع نہ کرو، ظاہر ہے کہ ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں، ان سے فساد میں مبتلا ہونے کا تو خطرہ نہ تھا اس لئے اس ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ مفسدین کی مدد یا ہمت افزائی کا کوئی کام نہ کرو۔

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب قوم کو دیکھا کہ سامری کے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ اس کے کہنے سے گوسالہ پرستی شروع کر دی تو قوم کو اس بے ہودگی سے روکا اور سامری کو ڈانٹا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی کے بعد جب یہ خیال کیا کہ

ہارون علیہ السلام نے میرے پیچھے اپنے فرض ادا کرنے میں کوتاہی کی تو ان سے مواخذہ فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہئے جو بد نظمی اور بے فکری ہی کو سب سے بڑی بزرگی سمجھتے ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ، سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ تو جب اس کا رب پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا تو پاک ہے، میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

کوہ طور کے جلوہ نورانی کا بیان

"وَلَمَّا جَآءَ مُوْسَى لِمِيْقَاتِنَا " اَىْ لِلْوَقْتِ الَّذِىْ وَعَدْنَاهُ بِالْكَلَامِ فِيْهِ "وَكَلَّمَهٗ رَبُّه" بِلَا وَاسِطَةٍ كَلَامًا سَمِعَهٗ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ "قَالَ رَبِّ اَرِنِىْ" نَفْسَك "اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِى " اَىْ لَا تَقْدِرُ عَلٰى رُؤْيَتِى وَالتَّعْبِيْرُ بِهٖ دُوْنَ لَنْ اُرٰى يُفِيْدُ اِمْكَانَ رُؤْيَتِهٖ تَعَالٰى "وَلٰكِنْ اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ " الَّذِىْ هُوَ اَقْوٰى مِنْك "فَاِنِ اسْتَقَرَّ " ثَبَتَ "مَكَانَه فَسَوْفَ تَرَانِى " اَىْ تَثْبُتُ لِرُؤْيَتِى وَاِلَّا فَلَا طَاقَةَ لَك "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّه" اَىْ ظَهَرَ مِنْ نُوْرِهٖ قَدْرَ نِصْفِ اُنْمُلَةِ الْخِنْصَرِ كَمَا فِىْ حَدِيْثٍ صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ "لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا" بِالْقَصْرِ وَالْمَدِّ اَىْ مَدْكُوْكًا مُسْتَوِيًا بِالْاَرْضِ "وَخَرَّ مُوْسَى صَعِقًا" مَغْشِيًّا عَلَيْهِ لِهَوْلِ مَا رَاٰى "فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَك " تَنْزِيْهًا لَّك "تُبْتُ اِلَيْك " مِنْ سُؤَالِ مَا لَمْ اُؤْمَرْ بِهٖ "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" فِىْ زَمَانِىْ

اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے بلا واسطہ اس سے کلام کیا جس کو انہوں نے ہر جہت سے سنا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے اپنا آپ دیکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا یعنی تجھے میری دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہاں لن اریٰ سے تعبیر نہیں کیا تا کہ رؤیت باری کا امکان باقی رہے۔ اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ، کیونکہ وہ طاقت میں تجھ سے قوی ہے۔ سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو پھر عنقریب تو بھی مجھے دیکھ لے گا۔ ورنہ تیرے لئے طاقت نہیں ہے۔ تو جب اس کا رب پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا، یعنی اپنے نور سے خنصر انگلی کے پورے کی نصف مقدار کے برابر نور کو ظاہر کیا جس طرح حدیث میں آیا ہے اور امام حاکم اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا لفظ دکا یہ مد اور قصر دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی وہ ریزہ ریزہ ہو کر

زمین کے برابر ہو گیا۔ اور موسیٰ نے جو دیکھا تو اس کے ہولناک ہونے کے سبب بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا تو پاک ہے، میں نے سوال کرنے سے تیری طرف توبہ کی جس کا مجھے حکم نہ ہوا اور اپنے زمانے میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

سورہ اعراف آیت ۱۴۳ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا) 7۔الاعراف:143) (پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی کی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا)۔ حماد کہتے ہیں کہ سلیمان نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی نوک داہنی انگلی پر رکھی اور فرمایا پھر پہاڑ پھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حماد بن سلمہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1016)

دنیا میں دیدار الٰہی نہ ہو سکنے کا بیان

حضرت موسیٰ ہوش میں آتے ہی اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور تعظیم وجلال بیان فرمانے لگے کہ واقعی وہ ایسا ہی ہے کہ کوئی زندہ اس کے جمال کی تاب نہیں لا سکتا۔ پھر اپنے سوال سے توبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سب بنی اسرائیل سے پہلے میں ایمان لانے والا بنتا ہوں۔ میں اس پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں کہ واقعی کوئی زندہ آنکھ تجھے دیکھ نہیں سکتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ سے پہلے کوئی مومن ہی نہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کا دیدار زندوں کے لئے ناممکن ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الشفا کے شروع میں لکھتے ہیں کہ دیدار الٰہی کی اس تجلی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس چیونٹی کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے جو دس فرسخ دور رات کے اندھیرے میں کسی پتھر پر چل رہی ہو اور بہت ممکن ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا معراج کے واقعہ کے بعد مخصوص ہوئے ہوں اور آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا قاضی صاحب کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ ۫ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ
وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ۝
ارشاد ہوا، اے موسیٰ! بیشک میں نے تمہیں لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ذریعے برگزیدہ ومنتخب فرما لیا۔
سو میں نے تمہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اسے تھام لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا بیان

"قَالَ" تعالٰى لَهٗ "يَا مُوْسَى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ" اخْتَرْتُكَ "عَلَى النَّاس" اَهْل زَمَانك "بِرِسَالَاتِي"

بِالْجَمْعِ وَالْإِفْرَادِ "وَبِكَلَامِي" أَيْ تَكْلِيْمِي إِيَّاكَ "فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ" مِنَ الْفَضْلِ "وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ" لِأَنْعُمِي،

ارشاد ہوا، اے موسیٰ! بیشک میں نے تمہیں تیرے زمانے کے لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ذریعے برگزیدہ ومنتخب فرمالیا۔ رسالات یہ جمع اور مفرد کے ساتھ آیا ہے۔ سو میں نے تمہیں جو کچھ فضل عطا فرمایا ہے اسے تھام لو اور میری عطا کردہ نعمتوں کیلئے شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری فرماتا ہے کہ دوہری نعمت آپ کو عطا ہوئی یعنی رسالت اور ہم کلامی۔ مگر چونکہ ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اول وآخر نبیوں کے سردار ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسالت ختم کرنے والا آپ کو بنایا کہ قیامت تک آپ ہی کی شریعت جاری رہے گی اور تمام انبیاء اور رسولوں سے آپ کے تابعدار تعداد میں زیادہ ہوں گے فضیلت کے اعتبار سے آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جو خلیل اللہ تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو کلیم اللہ تھے۔ اے موسیٰ جو مناجات اور کلام تجھے میں نے دیا ہے وہ لے لے اور مضبوطی سے اس پر استقامت رکھ اور اس پر جتنا تجھ سے ہو سکے شکر بجالایا کر۔ کہا گیا ہے کہ تورات کی تختیاں جواہر کی تھیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے تمام احکام حلال حرام کے تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے تھے ان ہی تختیوں میں تورات تھی جس کے متعلق فرمان ہے کہ اگلے لوگوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے کتاب عطا فرمائی۔ یہ بھی مروی ہے کہ تورات سے پہلے یہ تختیاں ملی تھیں۔

الغرض دیدار الٰہی جس کی تمنا آپ نے کی تھی اس کے عوض یہ چیز آپ کو ملی۔ کہا گیا اسے ماننے کے ارادے سے لے لو اور اپنی قوم کو ان اچھائیوں پر عمل کرنے کی ہدایت کرو۔ آپ کو زیادہ تاکید ہوئی اور قوم کو ان سے کم۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری حکم عدولی کرنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ جیسے کوئی کسی کو دھمکاتے ہوئے کہے کہ تم میری مخالفت انجام بھی دیکھ لوگے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں شام کے بدکاروں کے گھروں کا مالک بنادوں گا یا مراد اس سے فرعونیوں کا ترکہ ہو۔ لیکن پہلی بات ہی زیادہ ٹھیک معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ فرمان تیہ کے میدان سے پہلے اور فرعون سے نجات پالینے کے بعد کا ہے۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْا بِأَحْسَنِهَا سَأُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور ہم نے ان کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر ایک چیز کی نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل لکھ دی (ہے)، تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو اور اپنی قوم کو (بھی) حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں کو اختیار کرلیں۔ میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا مقام دکھاؤں گا۔

کتاب تورات کی تختیوں کا بیان

"وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ" أَيْ أَلْوَاحِ التَّوْرَاةِ وَكَانَتْ مِنْ سِدْرِ الْجَنَّةِ أَوْ زَبَرْجَدٍ أَوْ زُمُرُّدٍ سَبْعَةً أَوْ

عَشَرَة "مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" يَحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي الدِّيْنِ "مَوْعِظَةً وَتَفْصِيْلًا" تَبْيِيْنًا "لِكُلِّ شَيْءٍ" بَدَل مِنَ الْجَار وَالْمَجْرُوْر قَبْله "فَخُذْهَا" قَبْله قُلْنَا مُقَدَّرًا "بِقُوَّةٍ" بِجِدٍّ وَاجْتِهَاد "وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُورِيْكُمْ دَارَ الْفَاسِقِيْنَ" فِرْعَوْن وَأَتْبَاعه وَهِيَ مِصْر لِتَعْتَبِرُوْا بِهِمْ،

اور ہم نے ان کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر ایک چیز کی نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل لکھ دی ہے جو جنت والے بیری کے درخت یا زبرجد یا زمرد کی سات یا دس تختیاں تھیں۔ جس میں ضروریات دین کے احکام تھے۔ یہاں پر موعظہ اور تفصیلا یہ ماقبل جار مجرور کے محل سے بدل ہے۔ تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو یہاں پر فخذھا سے پہلے قلنا مقدر ہے۔ یعنی سختی اور مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے۔ اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ اس کو پکڑ لیں، اور اس کی بہترین باتوں کو اختیار کر لیں۔ میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا مقام دکھاؤں گا۔ جو فرعون اور اس کی اتباع کرنے والے ہیں اور وہ مقام مصر ہے تا کہ ان کے سبب تمہیں عبرت حاصل ہو۔

جو آخرت میں ان کا ٹھکانا ہے۔ حسن وعطا نے کہا کہ بدکاروں کے گھر سے جہنم مراد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں تمہیں شام میں داخل کروں گا اور گزری ہوئی اُمتوں کے منازل دکھاؤں گا جنہوں نے اللہ کی مخالفت کی تا کہ تمہیں اس سے عبرت حاصل ہو۔ عطیہ عوفی کا قول ہے کہ دار الفاسقین سے فرعون اور اس کی قوم کے مکانات مراد ہیں جو مصر میں ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ اس سے منازلِ کفار مراد ہیں۔ کلبی نے کہا کہ عاد و ثمود اور ہلاک شدہ اُمتوں کے منازل مراد ہیں جن پر عرب کے لوگ اپنے سفروں میں ہو کر گزرا کرتے تھے۔

سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ج وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ج وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ○

اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں، یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بن بیٹھے۔

تکبر کے سبب حق سے پھرنے کا بیان

"سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيَاتِي" دَلَائِل قُدْرَتِي مِنَ الْمَصْنُوْعَات وَغَيْرِهَا "الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْض بِغَيْرِ الْحَقّ" بِأَنْ أَخْذُلهمْ فَلَا يَتَكَبَّرُوْنَ فِيْهَا "وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَة لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْل" طَرِيْق "الرُّشْد" الْهُدَى الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْد اللّٰه "لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا" يَسْلُكُوْهُ "وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْل الْغَيّ" الضَّلَال "يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ" الصَّرْف "بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غَافِلِيْنَ" تَقَدَّمَ مِثْله

50 اور میں اپنی آیتوں سے یعنی جو میری قدرت کی صنعت وغیرہ پر دلائل ہیں انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں جبکہ میں انہیں اس طرح رسوا کروں گا کہ وہ ان دلائل میں غور وفکر نہ کر سکیں۔ اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں جو اللہ کی طرف سے آئی ہے اس میں بھی چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں، یہ پھیرنا اس لیے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بن بیٹھے۔ جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔

تکبر کے انجام کا بیان

تکبر کا نتیجہ ہمیشہ جہالت ہوتا ہے ایسے لوگوں کو حق سمجھنے، اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ان کے بے ایمانی کی وجہ سے ان کے دل الٹ جاتے ہیں، آنکھ کان بیکار ہو جاتے ہیں۔ ان کی کجی ان کے دلوں کو بھی کج کر دیتی ہے۔ علماء کا مقولہ ہے کہ متکبر اور پوچھنے سے جی چرانے والا کبھی عالم نہیں ہو سکتا۔ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے علم کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو دوسرے کے سامنے نہ جھکائے وہ عمر بھر ذلت و رسوائی میں رہتا ہے۔ متکبر لوگوں کو قرآن کی سمجھ کہاں؟ وہ تو رب کی آیتوں سے بھاگتے رہتے ہیں۔ اس امت کے لوگ ہوں یا اور امتوں کے سب کے ساتھ اللہ کا طریقہ یہی رہا ہے کہ تکبر کی وجہ سے حق کی پیروی نصیب نہیں ہوتی چونکہ یہ لوگ اللہ کے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اگرچہ یہ بڑے بڑے معجزے بھی دیکھ لیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ گو نجات کے راستے ان پر کھل جائیں لیکن اس راہ پر چلنا ان کے لئے دشوار ہے۔ ہاں بری راہ سامنے آتے ہی بے طرح اس پر لپکے۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں جھٹلانا ہے اور اپنے اعمال کے نتیجوں سے بے خبر ہیں۔ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں، آخرت کا یقین نہ رکھیں، اسی عقیدے پر مریں ان کے اعمال اکارت ہیں۔ ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے بدلہ صرف کئے ہوئے اعمال کا ہی ملتا ہے۔ بھلے کا بھلا اور برے کا برا، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال برباد ہو گئے۔ انہیں کیا بدلہ ملے گا
مگر وہی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

دنیا میں صلہ رحمی وصدقہ کرنے کا اجر کفار کو آخرت میں نہ ملنے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاء الْاٰخِرَة" الْبَعْث وَغَيْره "حَبِطَتْ" بَطَلَتْ "اَعْمَالهمْ" مَا عَمِلُوْهُ فِي الدُّنْيَا مِنْ خَيْر كَصِلَةِ رَحِم وَصَدَقَة فَلَا ثَوَاب لَهُمْ لِعَدَمِ شَرْطه "هَلْ" مَا "يُجْزَوْنَ اِلَّا" جَزَاء "مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" مِنْ التَّكْذِيب وَالْمَعَاصِي،

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا یعنی دوبارہ زندہ ہونے وغیرہ کو جھٹلایا ہے تو ان دنیا میں ان

کیے ہوئے اعمال برباد ہوگئے۔ جس طرح انہوں نے صلہ رحمی اور صدقہ کیا تھا تو شرط نہ پائے جانے کے سبب ان کا کوئی ثواب نہیں ہوگا۔ انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ یعنی جو انہوں کی تکذیب اور نافرمانی کی تھی۔

ذوالنون قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکمت قرآن سے اہل باطل کے قلوب کا اکرام نہیں فرماتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جو لوگ میرے بندوں پر تکبّر کرتے ہیں اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتوں کے قبول اور تصدیق سے پھیر دوں گا تا کہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں یہ ان کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۝
اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا جو ایک جسم تھا، اس کی آواز گائے کی تھی، کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرسکتا ہے اور نہ ہی انہیں راستہ دکھا سکتا ہے۔ انہوں نے اسی کو بنالیا اور وہ ظالم تھے۔

مٹی سے آواز کے متاثر کرنے کا بیان

"وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِهٖ" اَیْ بَعْدَ ذَهَابِهٖ اِلَی الْمُنَاجَاةِ "مِنْ حُلِیِّهِمْ" الَّذِیْ اسْتَعَارُوْهُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ بِعِلَّةِ عُرْسٍ فَبَقِیَ عِنْدَهُمْ "عِجْلًا" صَاغَهُ لَهُمْ مِنْهُ السَّامِرِیّ "جَسَدًا" بَدَلَ لَحْمًا وَّدَمًا "لَهٗ خُوَارٌ" اَیْ صَوْتٌ یُسْمَعُ انْقَلَبَ كَذٰلِكَ بِوَضْعِ التُّرَابِ الَّذِیْ اَخَذَهٗ مِنْ حَافِرِ فَرَسِ جِبْرِیْلَ فِیْ فَمِهٖ فَاِنَّ اَثَرَهُ الْحَیَاةُ فِیْمَا یُوْضَعُ فِیْهِ وَمَفْعُوْلُ اتَّخَذَ الثَّانِیْ مَحْذُوْفٌ اَیْ اِلٰهًا "اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا" فَكَیْفَ یُتَّخَذُ اِلٰهًا "اِتَّخَذُوْهُ" اِلٰهًا "وَكَانُوْا ظَالِمِیْنَ" بِاتِّخَاذِهٖ،

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے کوہِ طور پر جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا وہ زیورات جو فرعون کی قوم سے شادی کے بہانے ان کو ملے تھے۔ وہ ان کے پاس باقی تھے۔ سامری انے ان کیلئے پتلا بنادیا جو ایک جسم تھا، جسد سے مراد خود وگوشت ہے۔ اس کی آواز گائے کی تھی، جس کو سامری نے جبرائیل کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے لیا تھا۔ اس کا اثر ہر زندگی والی چیز میں ظاہر ہوتا تھا۔ جس میں اس کو ڈالا جاتا۔ یہاں پر اتخذ کا مفعول ثانی محذوف ہے جو الہا ہے۔ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرسکتا ہے اور نہ ہی انہیں راستہ دکھا سکتا ہے۔ تو وہ معبود کیسے بن سکتا ہے۔ انہوں نے اسی کو معبود بنالیا اور وہ اس کو معبود بنا کر ظلم کرنے والے ہیں۔

سامری کا بچھڑے کو بنانے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے وعدے کے مطابق تورات لینے گئے ادھر فرعونیوں کے جو زیور بنی اسرائیل کے پاس رہ گئے تھے سامری نے انہیں جمع کیا اور اپنے پاس سے اس میں خاک کی مٹھی ڈال دی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کی ٹاپ

تلے سے اس نے اٹھالی تھی اللہ کی قدرت سے وہ سونا گل کر مثل ایک گائے کے جسم کے ہوگیا اور چونکہ کھوکھلا تھا اس میں سے آواز بھی آنے لگی اور وہ بالکل ہو بہو گائے کی سی آواز تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کو بہکا کر اس کی عبادت کرانی شروع کر دی بہت سے لوگ اسے پوجنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے طور پر حضرت موسیٰ کو اس فتنے کی خبر دی۔ یہ بچھڑا یا تو سچ مچ خون گوشت کا بن گیا تھا یا سونے کا ہی تھا مگر شکل گائے کی تھی یہ اللہ ہی جانے۔ بنی اسرائیل تو آواز سنتے ہی ناچنے لگے اور اس پر ریجھ گئے۔ سامری نے کہہ دیا کہ اللہ تو یہی ہے موسیٰ بھول گئے ہیں۔ انہیں اتنی بھی تمیز نہ آئی کہ وہ اللہ تو کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور کسی نفع نقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتا۔ اس بچھڑے کو اس اللہ کو چھوڑ کر پوجو جو سب کا مالک اور سب کا خالق ہے۔ اس کی وجہ سوائے اندھے پن اور بے عقلی کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے پھر جب اس محبت میں کمی آئی آنکھیں کھلیں تو اپنے اس فعل پر نادم ہونے لگے اور یقین کر لیا کہ واقعی ہم گمراہ ہو گئے تو اللہ سے بخشش مانگنے لگے۔ ایک قرأت میں تغفر تے سے بھی ہے۔ جان گئے کہ اگر معافی نہ ملی تو بڑے نقصان سے دوچار ہو جائیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے جھکے اور التجا کرنے لگے۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

اور جب وہ اپنے کئے پر شدید نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ واقعی گمراہ ہو گئے ہیں (تو) کہنے لگے: اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

اللہ کی بارگاہ میں بخشش کی دعا مانگنے کا بیان

"وَلَـمَّا سُقِطَ فِيْ اَيْدِيهِمْ" اَيْ نَـدِمُوْا عَلٰى عِبَادَتِه "وَرَاَوْا" عَلِمُوْا "اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا" بِهَا وَذٰلِكَ بَعْد رُجُوع مُوسَى "قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمنَا رَبّنَا وَيَغْفِر لَنَا" بِالْيَاءِ وَالتَّاء فِيهِمَا،لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ،

اور جب وہ اپنے کئے یعنی کی ہوئی عبادت پر شدید نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ واقعی گمراہ ہو گئے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کر کے کہنے لگے، اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہاں یغفر یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۡ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف نہایت غم و غصہ سے بھرے ہوئے پلٹے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد میرے پیچھے بہت ہی برا کام کیا ہے، کیا تم نے اپنے رب کے حکم پر جلد بازی کی؟ اور تختیاں نیچے رکھ دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی

طرف کھینچا تو ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک اس قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں، سو آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کریں۔

موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے قوم کی طرف واپسی کا بیان

"وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى اِلٰى قَوْمِه غَضْبَانَ" "مِنْ جِهَتِهِمْ" "اَسِفًا" شَدِيْدَ الْحُزْنِ "قَالَ بِئْسَمَا" اَیْ بِئْسَ خِلَافَةً "خَلَفْتُمُوْنِیْ" خَلَفْتُمُوْنِيهَا "مِنْ بَعْدِی" خِلَافَتُكُمْ هٰذِهٖ حَيْثُ اَشْرَكْتُمْ "اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ" اَلْوَاحَ التَّوْرَاةِ غَضَبًا لِرَبِّهٖ فَتَكَسَّرَتْ "وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ" اَیْ بِشَعْرِهٖ بِيَمِيْنِهٖ وَلِحْيَتِه بِشِمَالِهٖ "يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ" غَضَبًا "قَالَ" يَا "ابْنَ اُمَّ" بِكَسْرِ الْمِيمِ وَفَتْحِهَا اَرَادَ اُمِّی وَذِكْرُهَا اَعْطَفُ لِقَلْبِهٖ "اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا" قَارَبُوْا "يَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ" تُفْرِحْ "بِیَ الْاَعْدَاءَ" بِاِهَانَتِكَ اِيَّایَ "وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" بِعِبَادَةِ الْعِجْلِ فِی الْمُؤَاخَذَةِ،

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف نہایت غم وغصہ سے بھرے ہوئے پلٹے یعنی شدید غمزدہ حالت میں آئے۔ تو کہنے لگے کہ تم نے میرے جانے کے بعد میرے پیچھے بہت ہی برا کام کیا ہے، یعنی میرے بعد تم نے شرک اپنا لیا کیا تم نے اپنے رب کے حکم پر جلد بازی کی؟ اور موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں نیچے رکھ دیں جو ٹوٹ گئیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا یعنی دائیں ہاتھ سے سر کے بال اور بائیں ہاتھ سے داڑھی کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ تو ہارون علیہ السلام نے کہا، اے میری ماں کے بیٹے! یہاں پر ام کی میم کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ اور والدہ کا ذکر اس لئے کیا کہ ان کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے بیشک اس قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ میرے منع کرنے پر مجھے قتل کر ڈالیں، سو آپ کی اہانت کے سبب دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں کے زمرے میں شامل نہ کریں۔ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی پوجا کی۔

موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ طور پر ہی اپنی قوم کا یہ کفر معلوم ہو چکا تھا اس لئے سخت غضبناک ہو کر واپس آئے اور فرمانے لگے کہ تم نے تو میرے بعد سخت نالائقی کی۔ تم نے میرا انتظار بھی نہ کیا میری ذرا سی تاخیر میں یہ ظلم ڈھایا غصے کے مارے تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ زمرد یا یاقوت یا کسی اور چیز کی تھیں۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما لے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اپنے اور اپنے بھائی کیلئے دعا مانگنے کا بیان

"قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ" مَا صَنَعْتَ بِاَخِیْ "وَلِاَخِیْ" اُشْرِكُهٗ فِی الدُّعَاءِ اِرْضَاءً لَهٗ وَدَفْعًا لِلشَّمَاتَةِ بِهٖ،

وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ،

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! جو مجھ سے اور میرے بھائی سے ہوا، مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرمادے یہاں پر موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں اپنے بھائی کو شامل کرلیا تاکہ وہ خوش ہو جائیں اور ان کا رنج دور ہو جائے۔ اور ہمیں اپنی رحمت کے دامن میں داخل فرمالے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

سیدنا ہارون علیہ السلام کے حلیمانہ جواب سے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت کچھ اعتدال پر آئی تو سمجھے کہ انہوں نے اس معاملہ میں اپنے بھائی پر زیادتی کی ہے لہٰذا فوراً اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوئے کہ مجھے بھی بخش دے اور اگر میرے بھائی سے ان لوگوں کو شرک سے باز رکھنے میں کچھ کوتاہی واقع ہوئی ہے تو اسے بھی معاف فرمادے اور ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اپنے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو اس دعائے مغفرت و رحمت میں شریک کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی جو سیدنا ہارون علیہ السلام نے کہا تھا کہ مجھ پر میرے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔ اس قسم کی دعا سے اس شکایت کا ازالہ بھی مقصود تھا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ
وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ۝
بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا ہے انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب بھی پہنچے گا اور دنیوی زندگی
میں ذلت بھی، اور ہم اسی طرح افترا پردازوں کو سزا دیتے ہیں۔

بچھڑے کی پرستش کے سبب عذاب کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ" اِلٰهًا "سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ" عَذَاب "مِنْ رَبِّهِمْ وَذِلَّة فِی الْحَیَاة الدُّنْیَا" فَعُذِّبُوا بِالْاَمْرِ بِقَتْلِ اَنْفُسِهِمْ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّة اِلٰی یَوْم الْقِیَامَة "وَكَذٰلِكَ" كَمَا جَزَیْنَاهُمْ "نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ" عَلَی اللّٰه بِالْاِشْرَاكِ وَغَیْرِه،

بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا ہے انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب یعنی عذاب بھی پہنچے گا اور دنیوی زندگی میں ذلت بھی، یعنی انہیں ان کی جانوں کے قتل کا حکم اور قیامت کے دن ان پر ذلت مسلط کردی جائے گی۔ اور ہم اسی طرح افترا پردازوں یعنی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کو سزا دیتے ہیں۔

حسن بصری فرماتے ہیں گو وہ دنیوی ٹھاٹھ رکھتا ہو لیکن ذلت اس کے چہرے پر برستی ہے۔ قیامت تک یہی سزا ہر جھوٹے افترا باز کی اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔ پھر فرماتے ہے کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے خواہ کیسا ہی گناہ ہو لیکن توبہ کے بعد وہ معاف فرمادیتا ہے گو کفر و شرک اور نفاق و شقاق ہی کیوں نہ ہو۔ فرمان ہے کہ جو لوگ برائیوں کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لائیں تو اے رسول رحمت اور اے نبی نور (یعنی قرآن) تیرا رب اس فعل کے بعد بھی غفور و رحیم ہے۔

وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ٥

اور جن لوگوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے (تو) بیشک آپ کا رب اس کے بعد بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

گناہوں کے بعد توبہ کر لینے کا بیان

"وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّئَات ثُمَّ تَابُوا" رَجَعُوا عَنْهَا "مِنْ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوا " بِاللّٰهِ "اِنَّ رَبَّك مِنْ بَعْدِهَا " اَیْ التَّوْبَة "لَغَفُور" لَهُمْ "رَحِیْم" بِهِمْ،

اور جن لوگوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کرلی یعنی ان کاموں سے رجوع کرلیا اور ایمان لے آئے تو بیشک آپ کا رب اس کے بعد یعنی توبہ کرنے کے بعد ان کیلئے بڑا ہی بخشنے والا، ان کے ساتھ مہربان ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کاری کرے پھر اس سے نکاح کر لے تو؟ آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی کوئی دس دس مرتبہ اسے تلاوت کیا اور کوئی حکم یا منع نہیں کیا۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ٥

اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

دوبارہ تختیوں کو وہاں سے اٹھالینے کا بیان

"وَلَمَّا سَكَتَ " سَكَنَ "عَنْ مُوسَى الْغَضَب اَخَذَ الْاَلْوَاح" الَّتِی اَلْقَاهَا "وَفِیْ نُسْخَتهَا" اَیْ مَا نُسِخَ فِیهَا اَیْ كُتِبَ "هُدًى" مِنْ الضَّلَالَة "وَرَحْمَة لِلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ" یَخَافُوْنَ وَاَدْخَلَ اللَّام عَلَى الْمَفْعُول لِتَقَدُّمِهِ،

اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں جن کو رکھا تھا اور ان کی تحریر میں گمراہی سے ہدایت اور رحمت لکھی ہوئی ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ یہاں پر مفعول کے مقدم ہونے کے سبب اس لام کو داخل کیا گیا ہے۔ اور وہ لفظ لربھم ہے۔

حضرت موسیٰ کو اپنی قوم پر جو غصہ تھا جب وہ جاتا رہا تو سخت غصے کی حالت میں جن تختیوں کو انہوں نے زمین پر ڈال دیا تھا اب اٹھالیں۔ یہ غصہ صرف اللہ کی راہ میں تھا کیونکہ آپ کی قوم نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ ان تختیوں میں ہدایت ورحمت تھی۔ کہتے ہیں کہ جب کلیم اللہ نے تختیاں زمین پر ڈال دیں تو وہ ٹوٹ گئیں پھر انہیں جمع کیا۔ تو ان میں رہبری اور رحم پایا اور تفصیل اٹھالی گئی تھی۔ کہتے ہیں کہ ان تختیوں کے ٹکڑے شاہی خزانوں میں بنی اسرائیل کے پاس دولت اسلامیہ کے ابتدائی زمانے تک محفوظ رہے۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ
اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا
مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ○
اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر 70، مرد ہمارے وعدہ کے لیے چنے پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا موسیٰ نے عرض کی
اے رب میرے! تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں
نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا، تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے
اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

بنی اسرائیل سے میقات کیلئے ستر آدمیوں کے انتخاب کا بیان

"وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَه" اَیْ مِنْ قَوْمِه "سَبْعِيْنَ رَجُلًا" مِـمَّنْ لَّمْ يَعْبُدُوا الْعِجْل بِاَمْرِهٖ تَعَالٰی "لِمِيْقَاتِنَا" اَیْ لِلْوَقْتِ الَّذِیْ وَعَدْنَاهُ بِاِتْيَانِهِمْ فِيْهِ لِيَعْتَذِرُوْا مِنْ عِبَادَة اَصْحَابهمْ الْعِجْل فَخَرَجَ بِهِمْ "فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَة" الزَّلْزَلَة الشَّدِيْدَة قَالَ ابْن عَبَّاس: لِاَنَّهُمْ لَمْ يُزَايِلُوْا قَوْمهمْ حِين عَبَدُوا الْعِجْل قَالَ: وَهُمْ غَيْر الَّذِيْنَ سَاَلُوا الرُّؤْيَة وَاَخَذَتْهُمْ الصَّاعِقَة "قَالَ" مُوسٰى "رَبّ لَوْ شِئْت اَهْلَكْتهمْ مِنْ قَبْل وَاِيَّایَ" اَیْ قَبْل خُرُوجِی بِهِمْ لِيُعَايِن بَنُو اِسْرَائِيل ذٰلِكَ وَلَا يَتَّهِمُوْنَ "اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاء مِنَّا" اسْتِفْهَام اسْتِعْطَاف اَیْ لَا تُعَذِّبنَا بِذَنْبِ غَيْرنَا "اِنْ" مَا "هِیَ" اَیْ الْفِتْنَة الَّتِی وَقَعَ فِيْهَا السُّفَهَاء "اِلَّا فِتْنَتك" اِبْتِلَاؤُك "تُضِلّ بِهَا مَنْ تَشَاء" اِضْلَاله "وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَاء" هِدَايَته "اَنْتَ وَلِيّنَا" مُتَوَلِّی اُمُورنَا،

اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر 70، مرد ہمارے وعدہ کے لیے چنے۔ یعنی جن کو مقررہ وقت پر آنے کیلئے کہا گیا جس کا ان سے عہد ہوا۔ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی کیونکہ اللہ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے ان اصحاب کی معافی مانگیں جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی، جب وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زلزلہ اس لئے آیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا سے منع نہیں کیا تھا۔ اور یہ لوگ اللہ کی رؤیت کا سوال کرنے والوں کے سوا کوئی اور تھے۔ موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے! تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا یعنی میرے ساتھ ان کے نکلنے سے پہلے ہی ان کو ہلاکت کر دیتا تا کہ بنواسرائیل اس کا خود مشاہدہ کرتے اور وہ مجھ پر کوئی الزام نہ لگاتے۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا، یہاں استفہام رحم کیلئے ہے، وہ بے وقوفوں کا فتنہ نہیں ہے مگر تیرا آزمانا، تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے یعنی ہدایت دے جسے چاہے تو ہمارے

معاملات کا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

ستر آدمیوں کے بے ہوش ہونے یا ہوش میں آنے کا بیان

امام محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ انہیں اس بت پرستی سے توبہ کرنے کیلئے بطور وفد کے آپ لے چلے تھے۔ ان سے فرمادیا تھا کہ پاک صاف ہو جاؤ پاک کپڑے پہن لو اور روزے سے چلو یہ اللہ کے بتائے ہوئے وقت پر طور سینا پہنچے۔ مناجات میں مشغول ہوئے تو انہوں نے خواہش کی کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم بھی اللہ کا کلام سنیں آپ نے دعا کی جب حسب عادت بادل آیا اور موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ گئے اور بادل میں چھپ گئے قوم سے فرمایا تم بھی قریب آجاؤ یہ بھی اندر چلے گئے اور حسب معمول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی پر ایک نور چمکنے لگا جو اللہ کے کلام کے وقت برابر چمکتا رہتا تھا اس وقت کوئی انسان آپ کے چہرے پر نگاہ نہیں ڈال سکتا تھا آپ نے حجاب کر لیا لوگ سب سجدے میں گر پڑے اور اللہ کا کلام شروع ہوا جو یہ لوگ بھی سن رہے تھے کہ فرمان ہو رہا ہے یہ کر یہ نہ کر وغیرہ۔ جب باتیں ہو چکیں اور ابر اٹھ گیا تو ان لوگوں نے کہا ہم تو جب تک اللہ کو خود خوب ظاہر نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر کڑا کا نازل ہوا اور سب کے سب ایک ساتھ مر گئے موسیٰ علیہ السلام بہت گھبرائے اور مناجات شروع کر دی اس میں یہاں تک کہا کہ اگر ہلاک ہی کرنا تھا تو اس سے پہلے ہلاک کیا ہوتا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اور شبر اور شبیر کو لے کر پہاڑ کی گھاٹی میں گئے۔ ہارون ایک بلند جگہ کھڑے تھے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی جب آپ واپس بنی اسرائیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے بھائی بڑے ملنسار اور نرم آدمی تھے آپ نے ہی انہیں الگ لے جا کر قتل کر دیا اس پر آپ نے فرمایا اچھا تم اپنے میں سے ستر آدمی چھانٹ کر میرے ساتھ کر دو انہوں نے کر دیئے جنہیں لے کر آپ گئے اور حضرت ہارون کی لاش سے پوچھا کہ آپ کو کس نے قتل کیا؟ اللہ کی قدرت سے وہ بولے کسی نے نہیں بلکہ میں اپنی موت مرا ہوں انہوں نے کہا بس موسیٰ اب سے آپ کی نافرمانی ہرگز نہ کی جائے گی اسی وقت زلزلہ آیا جس سے وہ سب مر گئے اب تو حضرت موسیٰ بہت گھبرائے دائیں بائیں گھومنے لگے اور وہ عرض کرنے لگے جو قرآن میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجا قبول کر لی ان سب کو زندہ کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ
بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ
وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بیشک ہم تیری طرف رجوع لائے، فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کرنے کا بیان

"وَاکْتُبْ" اَوْجِبْ "لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ" حَسَنَةً "اِنَّا هُدْنَا" تُبْنَا "اِلَیْكَ قَالَ" تَعَالٰی "عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاءُ" تَعْذِیبَه "وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ" عَمَّتْ "كُلَّ شَیْءٍ" فِی الدُّنْیَا "فَسَاَكْتُبُهَا" فِی الْاٰخِرَةِ، لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ،

اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت کیلئے بھی بھلائی لکھ لے۔ بیشک ہم تیری طرف رجوع لائے، یعنی ہم توبہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب دنیا میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا اور آخرت میں ان کیلئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں یہ تو تیری طرف کی آزمائش ہی ہے تیرا ہی حکم چلتا ہے اور تیری ہی چاہت کامیاب ہے۔ ہدایت و ضلالت تیرے ہی ساتھ ہے جس کو تو ہدایت دے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو بہکائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ تو جس سے روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے دے دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ ملک کا مالک تو اکیلا، حکم کا حاکم صرف تو ہی ہے۔ خلق وامر تیرا ہی ہے تو ہمارا ولی ہے، ہمیں بخش، ہم پر رحم فرما، تو سب سے اچھا معاف فرمانے والا ہے۔ غفر کے معنی ہیں چھپا دینا اور پکڑ نہ کرنا جب رحمت بھی اس کے ساتھ مل جائے تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ آئندہ اس گناہ سے بچاؤ ہو جائے۔ گناہوں کا بخش دینے والا صرف تو ہی ہے۔ پس جس چیز سے ڈر تھا اس کا بچاؤ طلب کرنے کے بعد اب مقصود حاصل کرنے کیلئے دعا کی جاتی ہے کہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اسے ہمارے نام لکھ دے واجب وثابت کر دے۔ حسنہ کی تفسیر سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں، رغبت ہماری تیری ہی جانب ہے، ہماری توبہ اور عاجزی تیری طرف ہے۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ چونکہ انہوں نے ھدنا کہا تھا اس لئے انہیں یہودی کہا گیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ؗ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر من جانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور

ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

سابقہ کتب سماوی میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف والقاب کا بیان

"اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ" مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیل" بِاسْمِہٖ وَصِفَتِہٖ "یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَاھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَات" مِمَّا حَرَّمَ فِیْ شَرْعِھِمْ "وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِث" مِنَ الْمَیْتَۃِ وَنَحْوِھَا "وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ" ثِقْلَھُمْ "وَالْاَغْلَال" الشَّدَائِد "الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ" کَقَتْلِ النَّفْسِ فِی التَّوْبَۃِ وَقَطْعِ اَثَرِ النَّجَاسَۃِ، فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَہٗۤ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ،

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر مِن جانبِ اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں جیسے مردار وغیر ہیں۔ اور ان سے ان کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے، ساقط فرماتے ہیں۔ جس طرح توبہ کرنے کیلئے اپنی جان کو قربان کرنا ہے۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

گذشتہ زمانوں میں نبی آخر الزماں ﷺ کے اوصاف کی معرفت کا بیان

مسند احمد میں ہے ایک صاحب فرماتے ہیں میں کچھ خرید و فروخت کا سامان لے کر مدینے آیا جب اپنی تجارت سے فارغ ہوا تو میں نے کہا اس شخص سے بھی مل لوں میں چلا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں میں بھی پیچھے پیچھے چلنے لگا آپ ایک یہودی عالم کے گھر گئے اس کا نوجوان خوبصورت تنومند بیٹا نزع کی حالت میں تھا اور وہ اپنے دل کو تسکین دینے کیلئے تورات کھولے ہوئے اس کے پاس بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تجھے اس کی قسم جس نے یہ تورات نازل فرمائی ہے کیا میری صفت اور میرے مبعوث ہونے کی خبر اس میں تمہارے پاس ہے

یا نہیں؟ اس نے اپنے سر کے اشارے سے انکار کیا۔ اسی وقت اس کا وہ بچہ بول اٹھا کہ اس کی قسم جس نے تورات نازل فرمائی ہے ہم آپ کی صفات اور آپ کے آنے کا پورا حال اس تورات میں موجود پاتے ہیں اور میری تہہ دل سے گواہی ہے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا اس یہودی کو اپنے بھائی کے پاس سے ہٹاؤ پھر آپ ہی اس کے کفن دفن کے والی بنے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

مستدرک حاکم میں ہے حضرت ہشام بن عاص اموی فرماتے ہیں کہ میں اور ایک صاحب روم کے بادشاہ ہرقل کو دعوت اسلام دینے کیلئے روانہ ہوئے۔ غوطہ دمشق میں پہنچ کر ہم جبلہ بن ایہم غسانی کے ہاں گئے اس نے اپنا قاصد بھیجا کہ ہم اس سے باتیں کرلیں۔ ہم نے کہا واللہ ہم تم سے کوئی بات نہ کریں گے ہم بادشاہ کے پاس بھیجے گئے ہیں اگر وہ چاہیں تو ہم سے خود سنیں اور خود جواب دیں ورنہ ہم قاصدوں سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ قاصدوں نے یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی اس نے اجازت دی اور ہمیں اپنے پاس بلا لیا چنانچہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ اس وقت سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہنے لگا کہ دیکھ میں نے یہ لباس پہن رکھا ہے اور حلف اٹھایا ہے کہ جب تک تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں گا اس سیاہ لبادے کو نہ اتاروں گا۔ قاصد اسلام نے یہ سن کر پھر کہا بادشاہ ہوش سنبھالو اللہ کی قسم یہ آپ کے تخت کی جگہ اور آپ کے بڑھے بادشاہ کا پائے تخت بھی انشاء اللہ عنقریب ہم اپنے قبضے میں کرلیں گے۔ یہ کوئی ہماری ہوس نہیں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں یہ پختہ خبر مل چکی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہاں ہم سے ہمارا یہ تخت وتاج وہ قوم چھینے گی جو دنوں کو روزے سے رہتے ہوں اور راتوں کو تہجد پڑھتے ہوں۔ اچھا تم بتاؤ تمہارے روزے کے احکام کیا ہیں؟ اب جو ہم نے بتائے تو اس کا منہ کالا ہو گیا۔ اس نے اسی وقت ہمارے ساتھ اپنا ایک آدمی کر دیا اور کہا انہیں شاہ روم کے پاس لے جاؤ جب ہم اس کے پائے تخت کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا تم اس حال میں تو اس شہر میں نہیں جا سکتے اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے عمدہ سواریاں لا دوں ان پر سوار ہو کر تم شہر میں چلو ہم نے کہا ناممکن ہے ہم تو اسی حالت میں انہی سواریوں پر چلیں گے انہوں نے بادشاہ سے کہلوا بھیجا وہاں سے اجازت آئی کہ اچھا انہیں اونٹوں پر ہی لے آؤ ہم اپنے اونٹوں پر سوار گلے میں تلواریں لٹائے شاہی محل کے پاس پہنچے وہاں ہم نے اپنی سواریاں بٹھائیں بادشاہ دریچے میں سے ہمیں دیکھ رہا تھا ہمارے منہ سے بے ساختہ دعا (لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر) کا نعرہ نکل گیا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اسی وقت شام اور روم کا محل تھرا اٹھا اس طرح جس طرح کسی خوشے کو تیز ہوا کا جھونکا ہلا رہا ہو اسی وقت محل سے شاہی قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپ کو یہ نہیں چاہئے کہ اپنے دین کو اس طرح ہمارے سامنے اعلان کرو، چلو تم کو بادشاہ سلامت یاد کر رہے ہیں چنانچہ ہم اس کے ساتھ دربار میں گئے دیکھا کہ چاروں طرف سرخ مخمل اور سرخ ریشم ہے خود بھی سرخ لباس پہنے ہوئے ہے تمام دربار پادریوں اور ارکان سلطنت سے بھرا ہوا ہے۔ جب ہم پاس پہنچ گئے تو مسکرا کر کہنے لگا جو سلام تم میں آپس میں مروج ہے تم نے مجھے وہ سلام کیوں نہ کیا؟ ترجمان کی معرفت ہمیں بادشاہ کا یہ سوال پہنچا تو ہم نے جواب دیا کہ جو سلام ہم میں ہے اس کے لائق تم نہیں اور جو آداب کا دستور تم میں ہے وہ ہمیں پسند نہیں۔ اس نے کہا اچھا تمہارا سلام آپس میں کیا ہے؟ ہم نے کہا السلام علیکم اس نے کہا اپنے بادشاہ کو تم کس طرح

سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا صرف ان ہی الفاظ سے۔ پوچھا اچھا وہ بھی تمہیں کوئی جواب دیتے ہیں ہم نے کہا یہی الفاظ وہ کہتے ہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں سب سے بڑا کلمہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا دعا (لا الـــه الا الله و الله اکبـــر)۔ اللہ عزوجل کی قسم ادھر ہم نے یہ کلمہ کہا ادھر پھر سے محل میں زلزلہ پڑا یہاں تک کہ سارا دربار چھت کی طرف نظریں کر کے سہم گیا۔ بادشاہ ہیبت زدہ ہو کر پوچھنے لگا کیوں جی اپنے گھروں میں بھی جب کبھی تم یہ کلمہ پڑھتے ہو تمہارے گھر بھی اس طرح زلزلے میں آجاتے ہیں؟ ہم نے کہا کبھی نہیں ہم نے تو یہ بات یہیں آپ کے ہاں ہی دیکھی ہے۔ بادشاہ کہنے لگا کاش کہ تم جب کبھی اس کلمے کو کہتے تمام چیزیں اسی طرح ہل جاتیں اور میرا آدھا ملک ہی رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا یہ کیوں؟ اس نے جواب دیا اس لئے کہ یہ آسان تھا بہ نسبت اس بات کے کہ یہ امر نبوت ہو۔ پھر اس نے ہم سے ہمارا ارادہ دریافت کیا ہم نے صاف بتایا۔ اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم نماز کس طرح پڑھتے ہو اور روزہ کس طرح رکھتے ہو؟ ہم نے دونوں باتیں بتادیں اس نے اب ہمیں رخصت کیا اور بڑے اکرام و احترام سے ہمیں شاہی معزز مہمانوں میں رکھا۔ تین دن جب گذرے تو رات کے وقت ہمیں قاصد بلانے آیا ہم پھر دربار میں گئے تو اس نے ہم سے پھر ہمارا مطلب پوچھا ہم نے اسے دوہرایا پھر اس نے ایک حویلی کی شکل کی سونا منڈھی ہوئی ایک چیز منگوائی جس میں بہت سارے مکانات تھے اور ان کے دروازے تھے اس نے اسے کنجی سے کھول کر ایک سیاہ رنگ کا ریشمی جامہ نکالا ہم نے دیکھا کہ اس میں ایک شخص ہے جس کی بڑی بڑی آنکھیں ہیں بڑی رانیں ہیں۔ بڑی لمبی اور گھنی داڑھی ہے اور سر کے بال دو حصوں میں نہایت کو خوبصورت لمبے لمبے ہیں ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بال بہت ہی تھے۔ پھر دوسرا دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ ریشم کا پارچہ نکالا جس میں ایک سفید صورت تھی جس کے گھونگر والے بال تھے سرخ رنگ آنکھیں تھیں بڑے کلے کے آدمی تھے اور بڑی خوش وضع داڑھی تھی ہم سے پوچھا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے انکار کیا تو کہا یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک شخص تھا نہایت ہی گورا چٹا رنگ، بہت خوبصورت آنکھیں، کشادہ پیشانی، لمبے رخسار، سفید داڑھی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ مسکرا رہے ہیں۔ ہم سے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے انکار کیا تو کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اس میں سے ایک خوبصورت سفید شکل دکھائی دی جو ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ ہم سے پوچھا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا یہ حضرت محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ کہا اور ہمارے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ اب تک کھڑا ہوا تھا اب وہ بیٹھ گیا اور ہم سے دوبارہ پوچھا کہ یہی شکل حضور کی ہے ہم نے کہا واللہ یہی ہے اسی طرح کہ گویا تو آپ کو آپ کی زندگی میں دیکھ رہا ہے۔ پس وہ تھوڑی دیر تک غور سے اسے دیکھتا رہا پھر ہم سے کہنے لگا کہ یہ آخری گھر تھا لیکن میں نے اور گھروں کو چھوڑ کر اسے بیچ میں ہی اس لئے کھول دیا کہ تمہیں آزما لوں کہ تم پہچان جاتے ہو یا نہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے بھی سیاہ رنگ ریشمی کپڑا نکالا جس میں ایک گندم گوں نرمی والی صورت تھی۔ بال گھنگھریالے آنکھیں گہری نظریں تیز تیور تیکھے دانت پر دانت ہونٹ موٹے ہو رہے تھے جیسے کہ غصے میں بھرے ہوئے ہیں۔ ہم سے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے انکار کیا بادشاہ نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اسی کے متصل ایک اور

صورت تھی جو قریب قریب اسی کی سی تھی۔ مگر ان کے سر کے بال گویا تیل لگے ہوئے تھے۔ ماتھا کشادہ تھا، آنکھوں میں کچھ فراخی تھی ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہمارے انکار پر کہا یہ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سفید رنگ ریشم کا ٹکڑا نکالا جس میں ایک گندم گوں رنگ میانہ قد سیدھے بالوں والا ایک شخص تھا گویا وہ غضبناک ہے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سفید ریشمی کپڑا نکال کر دکھایا جس میں سنہرے رنگ کے ایک آدمی تھے جن کا قد طویل نہ تھا رخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصورت تھا ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا جس میں ایک شکل تھی سفید رنگ خوبصورت اونچی ناک والے اچھے قامت والے نورانی چہرے والے جس میں خوف اللہ ظاہر تھا رنگ سرخی مائل سفید تھا پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ پھر اور دروازہ کھول کر سفید ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکال کر دکھایا جس میں ایک صورت تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی صورت سے بہت ہی ملتی جلتی تھی اور چہرہ تو سورج کی طرح روشن تھا، پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو کہا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سفید ریشم کا پارچہ نکال کر ہمیں دکھایا جس میں ایک صورت تھی سرخ رنگ بھری پنڈلیاں کشادہ آنکھیں اونچا پیٹ قدرے چھوٹا قد تلوار لٹکائے ہوئے۔ پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں پھر اور دروازہ کھول کر سفید ریشم نکالا جس میں ایک صورت تھی موٹی رانوں والی لمبے پیروں والی گھوڑے سوار۔ پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ حریری پارچہ نکالا جس میں ایک صورت تھی۔ سفید رنگ نوجوان سخت سیاہ داڑھی بہت زیادہ بال خوشنما آنکھیں خوبصورت چہرہ۔ پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہا یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے پوچھا آپ کے پاس یہ صورتیں کہاں سے آئیں؟ یہ تو ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ یہ تمام انبیاء کی اصلی صورت کے بالکل ٹھیک نمونے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو بالکل ٹھیک اور درست پایا۔ بادشاہ نے جواب دیا بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رب العزت سے دعا کی کہ آپ کی اولاد میں سے جو انبیاء علیہم السلام ہیں ان سب کو دکھایا جائے پس ان کی صورتیں آپ پر نازل ہوئیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے خزانے میں جو سورج کے غروب ہونے کی جگہ پر تھا محفوظ تھیں ذوالقرنین نے انہیں وہاں سے لے لیا اور حضرت دانیال کو دیں۔ پھر بادشاہ کہنے لگے کہ میں تو اس پر خوش ہوں کہ اپنی بادشاہت چھوڑ دوں میں اگر غلام ہوتا تو تمہارے ہاتھوں بک جاتا اور تمہاری غلامی میں اپنی پوری زندگی بسر کرتا۔ پھر اس نے ہمیں بہت کچھ تحفے تحائف دے کر اچھی طرح رخصت کیا۔ جب ہم خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں پہنچے اور یہ سارا واقعہ بیان کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمانے لگے اس مسکین کے ساتھ اللہ کی توفیق رفیق ہوتی تو یہ ایسا کر گذرتا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ نصرانی اور یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اپنی کتابوں میں برابر پاتے ہیں۔ یہ روایت امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں

بھی ہے۔

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفتیں تورات میں ہوں وہ مجھے بتاؤ تو انہوں نے فرمایا ہاں واللہ آپ کی صفتیں تورات میں ہیں جو قرآن میں بھی ہیں کہ اے نبی ہم نے آپ کو گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا اور ان پڑھوں کو گمراہی سے بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں، آپ کا نام متوکل ہے، آپ بدگو اور بدخلق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قبض نہ کرے گا جب تک کہ آپ کی وجہ سے لوگوں کی زبان سے لا الہ الا اللہ کہلوا کر ٹیڑھے دین کو درست نہ کر دے۔ بند دلوں کو کھول دے گا، بہرے کانوں کو سننے والا بنا دے گا، اندھی آنکھوں کو دیکھتی کر دے گا۔ یہ روایت صحیح بخاری شریف میں بھی ہے۔

حضرت عطا فرماتے ہیں پھر میں حضرت کعب سے ملا اور ان سے بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا ایک حرف کی بھی کمی بیشی دونوں صاحبوں کے بیان میں نہ تھی یہ اور بات ہے کہ آپ نے اپنی لغت میں دونوں کے الفاظ بولے۔ بخاری شریف کی اس روایت میں اس ذکر کے بعد کہ آپ بدخلق نہیں یہ بھی ہے کہ آپ بازاروں میں شوروغل کرنے والے نہیں، آپ برائی کے بدلے برائی کرنے والے نہیں بلکہ معافی اور درگذر کرنے والے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو کی حدیث کے ذکر کے بعد ہے کہ سلف کے کلام میں عموماً تورات کا لفظ اہل کتاب کی کتابوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کے مشابہ اور بھی روایتیں ہیں۔

طبرانی میں حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ میں تجارت کی غرض سے شام میں گیا وہاں میری ملاقات اہل کتاب کے ایک عالم سے ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ نبی تم میں ہوئے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا اگر تمہیں ان کی صورت دکھائیں تو تم پہچان لوگے؟ میں نے کہا ضرور چنانچہ وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جہاں بہت سی صورتیں تھیں لیکن ان میں میری نگاہ میں حضور کی کوئی شبیہ نہ آئی، اسی وقت ایک اور عالم آیا ہم سے پوچھا کیا بات ہے؟ جب اسے ساری بات معلوم ہوئی تو وہ ہمیں اپنے مکان لے گیا وہاں جاتے ہی میری نگاہ آپ کی شبیہ پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ گویا کوئی آپ کے پیچھے ہی آپ کو تھامے ہوئے ہے، میں نے یہ دیکھ کر اس سے پوچھا یہ دوسرے صاحب پیچھے کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ جو نبی آیا اس کے بعد بھی نبی آیا لیکن اس نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اس کے پیچھے کا یہ شخص اس کا خلیفہ ہے۔ اب جو میں نے غور سے دیکھا تو وہ بالکل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل تھی۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے موذن اقرع کو ایک پادری کے پاس بھیجا آپ اسے بلالائے امیر المومنین نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ تم میری صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں، کہا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ قرن۔ آپ نے کوڑا اٹھا کر فرمایا قرن کیا ہے؟ اس نے کہا گویا کہ وہ لوہے کا سینگ ہے وہ امیر ہے دین میں بہت سخت۔ فرمایا اچھا میرے بعد والے کی صفت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خلیفہ تو وہ نیک صالح ہے لیکن اپنے قرابتداروں کو وہ دوسروں پر ترجیح دے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ عثمان پر رحم کرے تین بار یہ فرمایا پھر فرمایا اچھا ان کے بعد؟ اس نے کہا لوہے کے ٹکڑے جیسا۔

حضرت عمر نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا اور افسوس کرنے لگے اس نے کہا اے امیر المومنین ہوں گے تو وہ نیک خلیفہ لیکن بنائے ہی اس وقت جائیں گے جب تلوار کھچی ہوئی ہوا اور خون بہہ رہا ہو۔ (ابوداؤد)

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝
آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت
ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ جو
(شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک
کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے
(سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پا سکو۔

تمام بنی نوع انسانیت کیلئے نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کا بیان

"قُلْ" خِطَاب لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يٰٓاَيُّهَا النَّاس اِنِّي رَسُوْل اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوَات وَالْاَرْض لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيت فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْله النَّبِيّ الْاُمِّيّ الَّذِيْ يُؤْمِن بِاللّٰهِ وَكَلِمَاته" الْقُرْاٰن "وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ" تَرْشُدُوْنَ،

یہاں نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے خطاب ہے۔ کہ آپ ﷺ فرما دیں، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ جو (شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے کلمات یعنی قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پا سکو۔

نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونے کا بیان

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عُموم رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خَلق کے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی امت۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (۲) میرے لئے غنائم حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے نہیں ہوئی تھیں۔ (۳) میرے لئے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابلِ تیمّم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت

آ ئے وہیں پڑھ لے۔(۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔(۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝
اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک جماعت ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں۔

قوم موسیٰ سے راہ حق بتانے والی جماعت کا بیان

"وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى اُمَّةٌ" جَمَاعَةٌ "يَهْدُوْنَ" النَّاسَ "بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ" فِي الْحُكْمِ

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل پر مبنی فیصلے کرتے ہیں۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝
اور ہم نے انہیں گروہ در گروہ بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس (یہ) وحی بھیجی جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، پس ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ معلوم کر لیا، اور ہم نے ان پر اَبر کا سائبان تان دیا، اور ہم نے ان پر منّ و سلویٰ اتارا، (اور ان سے فرمایا:) جن پاکیزہ چیزوں کا رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ، (مگر نافرمانی اور کفرانِ نعمت کر کے) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

"وَقَطَّعْنَاهُمْ" فَرَّقْنَا بَنِيْ اِسْرَائِيل "اثْنَتَيْ عَشْرَةَ" حَال "اَسْبَاطًا" بَدَل مِنْهُ اَيْ قَبَائِل "اُمَمًا" بَدَل مِمَّا قَبْله "وَاَوْحَيْنَا اِلَى مُوسَى اِذْ اسْتَسْقَاهُ قَوْمه" فِي التِّيه "اَنْ اضْرِبْ بِعَصَاك الْحَجَر" فَضَرَبَهُ "فَانْبَجَسَتْ" انْفَجَرَتْ "مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَة عَيْنًا" بِعَدَدِ الْاَسْبَاط "قَدْ عَلِمَ كُلّ اُنَاس" سِبْط مِنْهُمْ "مَشْرَبهمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمْ الْغَمَام" فِي التِّيه مِنْ حَرّ الشَّمْس "وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ الْمَنّ وَالسَّلْوَى" هُمَا التَّرَنْجَبِيْن وَالطَّيْر السُّمَانِيّ بِتَخْفِيفِ الْمِيم وَالْقَصْر وَقُلْنَا لَهُمْ، كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ،

اور ہم نے انہیں گروہ در گروہ بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، یہاں پر 'اثْنَتَيْ عَشْرَةَ' حال ہے اور اسباطا یہ اثنتی سے بدل ہے

51
51

اس کا معنی قبائل ہے۔ اور امما یہ ما قبل یعنی بدل سے بدل ہے۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ وحی بھیجی۔ جب میدان تیہ میں ان کی قوم نے پانی مانگا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، جتنی ان کے قبائل کی تعداد تھی۔ پس ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ معلوم کرلیا، اور ہم نے میدان تیہ میں سورج کی گرمی سے بچانے کیلئے ان پر اَبر کا سائبان تان دیا، اور ہم نے ان پر من و سلویٰ اتارا، اور وہ ترنجبین اور بٹیروں کا گوشت تھا یہاں پر سمانی یہ میم کی تخفیف اور قصر دونوں طرح آیا ہے۔

اور ان سے فرمایا جن پاکیزہ چیزوں کا رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ، (مگر نافرمانی اور کفرانِ نعمت کر کے) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

بنی اسرائیل کی مردم شماری، پھر ان کو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی اولاد ہونے کے لحاظ سے بارہ قبیلوں میں منظم کرنے کا کام سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سرانجام دیا تھا پھر ان قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کا ایک نقیب یا سردار مقرر کیا۔ اس سردار کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے قبیلہ کے دینی، تمدنی اور معاشی مسائل کی نگرانی کرے اور ان لوگوں کو راہ راست پر رکھنے کا حتی المقدور انتظام کرے۔ پھر ان سب پر بنی لاوی کے سردار کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ اپنے قبیلہ کے مسائل کی نگرانی کے علاوہ دوسرے سب قبائل کے حالات کی بھی نگرانی کرے گا اور یہ وہی قبیلہ تھا جس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام خود بھی تعلق رکھتے تھے۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ
وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
اور جب ان سے کہا گیا اس بستی میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے
داخل ہو تو ہم تمہارے لیے تمہاری خطائیں معاف کردیں گے، عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔

سجدے میں حالت میں حطہ کی بہ جائے حنطہ کہنے والوں کا بیان

"و" اذْكُرْ "اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ" بَيْتَ الْمَقْدِس "وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا" اَمْرُنَا "حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ" اَیْ بَابَ الْقَرْيَةِ "سُجَّدًا" سُجُود انْحِنَاء "نَغْفِر" بِالنُّوْنِ وَالتَّاء مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُوْلِ "لَكُمْ خَطِيْئَاتكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ" بِالطَّاعَةِ ثَوَابًا،

اور تم یاد کرو جب ان سے کہا گیا اس بستی یعنی بیت المقدس میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے یعنی اس بستی کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، سجدہ انتہائی جھکنے کو کہتے ہیں۔ تو ہم تمہارے لیے تمہاری خطائیں معاف کردیں گے، نغفر یہ نون اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور تاء کی صورت میں مبنی بہ مفعول ہوگا۔ عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو ان کی اطاعت کا ثواب دیں گے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۝

پھران میں سے ظالموں نے اس بات کو جوان سے کہی گئی تھی، دوسری بات سے بدل ڈالا، سوہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

اللہ کے فرمان کو بدلنے والوں کا بیان

"فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ" فَقَالُوْا: حَبَّة فِيْ شَعْرَة وَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اَسْتَاهِهِمْ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا" عَذَابًا، مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ،

پھران میں سے ظالموں نے اس بات کو جوان سے کہی گئی تھی، دوسری بات سے بدل ڈالا، یعنی انہوں نے حبہ فی شعرۃ کہنے لگے اور سیرینوں کے بل وہ داخل ہوئے۔ سوہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۝

اوران سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔

بحر قلزم کے کنارے مچھلیوں کا شکار کرنے والوں کا بیان

"وَاسْاَلْهُمْ" يَا مُحَمَّدُ تَوْبِيْخًا "عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ" مُجَاوِرَة بَحْرِ الْقُلْزُمِ وَهِيَ اَيْلَة مَا وَقَعَ بِاَهْلِهَا "اِذْ يَعْدُوْنَ" يَعْتَدُوْنَ "فِي السَّبْتِ" بِصَيْدِ السَّمَكِ الْمَاْمُوْرِيْنَ بِتَرْكِهِ فِيْهِ "اِذْ" ظَرْف لِيَعْدُوْنَ "تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا" ظَاهِرَة عَلَى الْمَاء "وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ" لَا يُعَظِّمُوْنَ السَّبْتَ اَيْ سَائِرَ الْاَيَّامِ "لَا تَاْتِيْهِمْ" اِبْتِلَاء مِنَ اللّٰه "كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" وَلَمَّا صَادُوا السَّمَكَ افْتَرَقَتِ الْقَرْيَة اَثْلَاثًا ثُلُث صَادُوْا مَعَهُمْ وَثُلُث نَهَوْهُمْ وَثُلُث اَمْسَكُوْا عَنِ الصَّيْدِ وَالنَّهْيِ

یا محمد ﷺ آپ ان سے بہ توبیخ پوچھیں جو جو سمندر کے کنارے پر تھی، جو بحر قلزم کے قریب واقع تھی اور وہ ایلہ ہے اس کے رہنے والوں کے ساتھ کیا ہوا؟ جب وہ مچھلی کا شکار کرنے میں ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، کیونکہ اس دن ان کو منع کیا

گیا تھا۔ جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، یعنی ہفتہ کے سوا وہ بقیہ ایام جن کی وہ تعظیم کرتے تھے ان دنوں وہ مچھلیاں نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اور جب انہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تو اس بستی کے تین گروہ بن گئے ان میں ایک گروہ شکار کیا۔ اور دوسرے گروہ نے شکار نہ کیا جبکہ تیسرے گروہ نے نہ شکار کیا اور نہ ان کو شکار سے منع کیا۔

ان لوگوں کی یہ بستی بحر قلزم کے کنارے واقع تھی جس کا نام آیلہ تھا۔ مدین اور طور کے درمیان یہ شہر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بستی کا نام مدین تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام متنا تھا۔ یہ مدین اور عینوں کے درمیان تھا۔ انہیں حکم ملا کہ یہ ہفتہ کے دن کی حرمت کریں اور اس دن شکار نہ کھیلیں، مچھلی نہ پکڑیں۔ ادھر مچھلیوں کی بحکم الٰہی یہ حالت ہوئی کہ ہفتے والے دن تو چڑھی چلی آتیں کھلم کھلا ہاتھ لگتیں تیرتی پھرتیں سب طرف سے سمٹ کر آجاتیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا ایک مچھلی بھی نظر نہ آتی بلکہ تلاش پر بھی ہاتھ نہ لگتی۔ یہ ہماری آزمائش تھی کہ مچھلیاں ہیں تو شکار منع اور شکار جائز ہے تو مچھلیاں ندارد۔ چونکہ یہ لوگ فاسق اور بیحکم تھے اس لئے ہم نے بھی ان کو اس طرح آزمایا آخر ان لوگوں نے حیلہ جوئی شروع کی ایسے اسباب جمع کرنے شروع کئے جو باطن میں اس حرام کام کا ذریعہ بن جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی طرح حیلے کر کے ذرا سی دیر کے لئے اللہ کے حرام کو حلال نہ کر لینا۔ اس حدیث کو امام ابن بطہ لائے ہیں اور اس کی سند نہایت عمدہ ہے اس کے راوی احمد ہیں۔ محمد بن مسلم کا ذکر امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور انہیں ثقہ کہا ہے باقی اور سب راوی بہت مشہور ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں ایسی بہت سی سندوں کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔

وَاِذۡ قَالَتۡ اُمَّةٌ مِّنۡهُمۡ لِمَ تَعِظُوۡنَ قَوۡمَا ۙ اللّٰهُ مُهۡلِكُهُمۡ اَوۡ مُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ
قَالُوۡا مَعۡذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ۝
اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے
والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔

اللہ کے عذاب کے حقدار بننے والوں کیلئے نصیحت نہ ہونے کا بیان

"وَاِذۡ" عَطۡف عَلٰى اِذۡ قَبۡله "قَالَتۡ اُمَّةٌ مِنۡهُمۡ" لِمَ تَصۡد وَلَمۡ تَنۡهَ لِمَنۡ نَهٰى "لِمَ تَعِظُوۡنَ قَوۡمًا اللّٰه مُهۡلِكهمۡ اَوۡ مُعَذِّبهمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا قَالُوۡا" مَوۡعِظَتنَا "مَعۡذِرَة" نَعۡتَذِر بِهَا "اِلٰى رَبّكُمۡ" لِئَلَّا نُنۡسَب اِلٰى تَقۡصِير فِيۡ تَرۡك النَّهۡي "وَلَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ" الصَّيۡد،

یہاں پر واذ کا ماقبل پر عطف ہے۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے

تا کہ ترک نہی کا نسبت ہماری جانب نہ ہو اور اس لیے کہ شاید وہ شکار کرنے سے ڈر جائیں۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ پہلے ہفتہ کے دن کی تعظیم بطور بدعت خود ان لوگوں نے نکالی اب اللہ کی طرف سے بطور آزمائش کے وہ تعظیم ان پر ضروری قرار دے دی گئی اور حکم ہو گیا کہ اس دن مچھلی کا شکار نہ کرو پھر مچھلیوں کا اس دن نمایاں ہونا اور دنوں میں نہ نکلنا وغیرہ بیان فرما کر فرمایا کہ پھر ان میں سے ایک شخص نے ایک مچھلی ہفتے کے دن پکڑی اس کی ناک میں سوراخ کر کے ڈور باندھ کر ایک کیل کنارے گاڑ کر اس میں ڈور اٹکا کر مچھلی کو دریا میں ڈال دیا دوسرے دن جا کر پانی میں سے نکال لایا اور بھون کر کھالی سوائے اس پاک باز حق گو جماعت کے لوگوں کے کسی نے نہ اسے روکا نہ منع کیا نہ سمجھایا لیکن ان کی نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس ایک کی دیکھا دیکھی اور بھی یہی کام کرنے لگے یہاں تک کہ بازاروں میں مچھلی آنے لگی اور اعلانیہ یہ کام ہونے لگا۔ ایک اور جماعت کے لوگوں نے اس حق والی جماعت سے کہا کہ تم ان لوگوں کو کیوں وعظ کرتے ہو اللہ تو انہیں ہلاک کرنے والا سخت عذاب کرنے والا ہے تو انہوں نے وہ جواب دیا یعنی اللہ کا فرمان دہرایا۔ لیکن لوگ فرمان ربانی کو بھول بیٹھے اور عذاب رب کے خود شکار ہو گئے۔ یہ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے ایک تو شکار کھیلنے والا، ایک منع کرنے والا، ایک ان منع کرنے والوں سے کہنے والا کہ اب نصیحت بیکار ہے۔ بس وہ تو بچ گئے جو برابر روکتے رہے تھے اور دونوں جماعتیں ہلاک کر دی گئیں۔ سند اس کی نہایت عمدہ ہے لیکن حضرت ابن عباس کا حضرت عکرمہ کے قول کی طرف رجوع کرنا اس قول کے کہنے سے اولیٰ ہے اس لئے کہ اس قول کے بعد ان پر ان کے حال کی حقیقت کھل گئی۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
بِعَذَابٍۭ بَىِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۝
پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے،
اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

نصیحت کو بھلا دینے والوں کا بیان

"فَلَمَّا نَسُوا" تَرَكُوا "مَا ذُكِّرُوْا" وُعِظُوا "بِهٖ" فَلَمْ يَرْجِعُوا "اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنْ السُّوءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوا" بِالِاعْتِدَاءِ "بِعَذَابٍ بَئِيس" شَدِيْد،

پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

پھر فرمان ہے کہ ہم نے ظالموں کو سخت عذابوں سے دبوچ لیا۔ مفہوم کی دلالت تو اس بات پر ہے کہ جو باقی رہے بچ گئے۔

(بئیس) کی کئی ایک قرأت یں ہیں اس کے معنی سخت کے، دردناک کے، تکلیف دہ کے ہیں اور سب کا مطلب قریب قریب یکساں

ہے۔ان کی سرکشی اوران کے حد سے گذر جانے کے باعث ہم نے ان سے کہدیا کہ تم ذلیل حقیر اور ناقدرے بندر بن جاؤ چنانچہ وہ ایسے ہی ہو گئے۔

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ۝
پھر جب انہوں نے اس چیز (کے ترک کرنے کے حکم) سے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے (تو)
ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ۔

بندر بنانے والی وعید وعذاب کا بیان

"فَلَمَّا عَتَوْا " تَكَبَّرُوْا "عَنْ" تَرْك "مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ " صَاغِرِيْنَ فَكَانُوْهَا وَهٰذَا تَفْصِيل لِمَا قَبْله قَالَ ابْن عَبَّاس: مَا اَدْرِى مَا فَعَلَ بِالْفِرْقَةِ السَّاكِتَة وَقَالَ عِكْرِمَة: لَمْ تُهْلَك لِاَنَّهَا كَرِهَتْ مَا فَعَلُوْهُ وَقَالَتْ: لِمَ تَعِظُوْنَ اِلَخ وَرَوَى الْحَاكِم عَنْ ابْن عَبَّاس: اَنَّهُ رَجَعَ اِلَيْهِ وَاَعْجَبَهُ،

پھر جب انہوں نے اس چیز کے ترک کرنے کے حکم سے سرکشی کی، جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ۔ یہاں پر فاء برائے تفصیل ہے برائے تعقیب نہیں ہے۔اور یہ پہلے کی وضاحت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس گروہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا جو خاموش رہا۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ وہ ہلاک نہیں ہوئے کیونکہ انہوں نے ان کے کردہ کام کو ناپسند کیا۔اوراس جماعت کا یہ کہنا کہ تم اس جماعت کو کیوں نصیحت کرتے ہو جس کو اللہ عذاب دینا چاہتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس کے بعد اپنے قول توقف سے رجوع کیا اوراس کو پسند کیا۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝
اور جب تیرے رب نے صاف اعلان کردیا کہ وہ قیامت کے دن تک ان پر ایسا شخص ضرور بھیجتا رہے گا جو انھیں برا عذاب
دے، بے شک تیرا رب یقیناً بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

"وَاِذْ تَاَذَّنَ " اَعْلَمَ "رَبّك لَيَبْعَثَن عَلَيْهِمْ " اَىْ الْيَهُوْد "اِلٰى يَوْم الْقِيَامَة مَنْ يَّسُومهُمْ سُوء الْعَذَاب " بِالذُّلِّ وَاَخْذ الْجِزْيَة فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ سُلَيْمَان وَبَعْده بُخْتَنَصَّر فَقَتَلَهُمْ وَسَبَاهُمْ وَضَرَبَ عَلَيْهِمْ الْجِزْيَة فَكَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلَى الْمَجُوس اِلٰى اَنْ بَعَثَ نَبِيّنَا صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهَا عَلَيْهِمْ "اِنَّ رَبّك

لَسَرِیعُ الْعِقَابِ "لِمَنْ عَصَاهُ "وَاِنَّهٗ لَغَفُورٌ "لِاَهْلِ طَاعَتِه "رَحِیمٌ" بِهِمْ،

اور جب تیرے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ ان یہود پر قیامت کے دن تک ان پر ایسا شخص ضرور بھیجتا رہے گا جو انھیں برا عذاب دے، یعنی ان کو رسوا کرے گا اور ان سے جزیہ لے گا پس ان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھیجا اور ان کے بعد بخت نصر کو بھیجا جس نے ان کو قتل کر دیا اور قید میں ڈال دیا اور ان پر جزیہ لازم کیا جو وہ مجوسیوں کو ادا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ دنیا میں یہی سلوک رہا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ﷺ نے بھی ان پر جزیہ لازم کیا۔ بے شک تیرا رب یقیناً بہت جلد سزا دینے والا ہے یعنی اس کی نافرمانی کرے۔ اور بے شک وہ اہل طاعت کو بے حد بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت رحم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انجام ذلت و رسوائی ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے یہود کو اطلاع کر دی کہ ان کی اس سخت نافرمانی و بار بار کی بغاوت اور ہر موقعہ پر نافرمانی، رب سے سرکشی اور اللہ کے حرام کو اپنے کام میں لانے کیلئے حیلہ جوئی کر کے اسے حلال کی جامہ پوشی کا بدلہ یہ ہے کہ قیامت تک تم دبے رہو ذلت میں رہو لوگ تمہیں پست کرتے چلے جائیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان پر تاوان مقرر کر دیا تھا سات سال یا تیرہ سال تک یہ اسے ادا کرتے رہے، سب سے پہلے خراج کا طریقہ آپ نے ہی ایجاد کیا پھر ان پر یونانیوں کی حکومت ہوئی پھر کسرانیوں کلدانیوں اور نصرانیوں کی۔ سب کے زمانے میں ذلیل اور حقیر رہے ان سے جزیہ لیا جاتا رہا اور انہیں پستی سے ابھرنے کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ پھر اسلام آیا اور اس نے بھی انہیں پست کیا جزیہ اور خراج برابر ان سے وصول ہوتا رہا۔ غرض یہ ذلیل رہے اس امت کے ہاتھوں بھی حقارت کے گڑھے میں گرے رہے۔ بالآخر یہ دجال کے سات مل جائیں گے لیکن مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جا کر ان کی تخم ریزی کر دیں گے، جو بھی شریعت الٰہ کی مخالفت کرتا ہے، اللہ کے فرمان کی تحقیر کرتا ہے اللہ اسے جلدی ہی سزا دے دیتا ہے۔ ہاں جو اس کی طرف رغبت و رجوع کرے، توبہ کرے، جھکے تو وہ بھی اس کے ساتھ بخشش و رحمت سے پیش آتا ہے چونکہ ایمان نام ہے خوف اور امید کا اسی لئے یہاں اور اکثر جگہ عذاب و ثواب، پکڑ دکڑ اور بخشش اور لالچ دونوں کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔

وَقَطَّعْنٰـهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰـهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝

اور ہم نے انھیں زمین میں مختلف گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، انھی میں سے کچھ نیک تھے اور ان میں سے کچھ اس کے علاوہ تھے اور ہم نے اچھے حالات اور برے حالات کے ساتھ ان کی آزمائش کی، تاکہ وہ باز آ جائیں۔

یہود کو نعمت و نقمت سے آزمانے کا بیان

"وَقَطَّعْنَاهُمْ" فَرَّقْنَاهُمْ "فِی الْاَرْض اُمَمًا" فِرَقًا "مِنْهُمُ الصَّالِحُوْنَ وَمِنْهُمْ" نَاس "دُوْن ذٰلِكَ" الْكُفَّار وَالْفَاسِقُوْنَ "وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ" بِالنِّعَمِ "وَالسَّیِّئَات" النِّقَم "لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ" عَنْ

فِسْقِهِمْ،

اور ہم نے انھیں زمین میں مختلف گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، انھی میں سے کچھ نیک تھے اور ان میں سے کچھ اس کے علاوہ یعنی کفار وفساق تھے اور ہم نے اچھے حالات یعنی نعمتوں کے ساتھ اور برے حالات یعنی سختی کے ساتھ ان کی آزمائش کی، تا کہ وہ فسق سے باز آ جائیں۔

قَطَّعنا، مصدر تقطیع سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور امم، امۃ کی جمع ہے جسکے معنی ہیں، ایک جماعت یا ایک فرقہ، مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہود کی قوم کے ٹکڑے ٹکرے زمین کے مختلف حصوں میں متفرق کر دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کا ایک جگہ اجتماع اور اکثریت اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے اور اس کا مختلف جگہوں میں منتشر ہو جانا ایک طرح کا عذاب الٰہی، مسلمانوں پر حق تعالیٰ کا یہ انعام ہمیشہ رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہے گا کہ وہ جس جگہ رہے ان کی ایک زبردست اجتماعی قوت وہاں پیدا ہو گی۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ
وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ
اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝
پھر ان کے بعد ان کی جگہ نالائق جانشین آئے، جو کتاب کے وارث بنے، وہ اس حقیر دنیا کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں
ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا اور اگر ان کے پاس اس جیسا اور سامان آ جائے تو اسے بھی لے لیں گے، کیا ان پر کتاب کا
عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور انھوں نے جو کچھ اس میں ہے پڑھ لیا ہے اور آخری گھر ان
لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

بنی اسرائیل کے نالائق جانشینوں کا بیان

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْف وَرِثُوا الْكِتَاب" التَّوْرَاة عَنْ آبَائِهِمْ "يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى" اَیْ حُطَام هٰذَا الشَّیْء الدَّنِیء اَیْ الدُّنْیَا مِنْ حَلَال وَحَرَام "وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا" مَا فَعَلْنَاهُ "وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَض مِثْله يَاْخُذُوهُ" الْجُمْلَة حَال اَیْ يَرْجُونَ الْمَغْفِرَة وَهُمْ عَائِدُوْنَ اِلٰى مَا فَعَلُوْهُ مُصِرُّوْنَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِی التَّوْرَاة وَعْد الْمَغْفِرَة مَعَ الْاِصْرَار "اَلَمْ يُؤْخَذ" اسْتِفْهَام تَقْرِير "عَلَيْهِمْ مِيْثَاق الْكِتَاب" الْاِضَافَة بِمَعْنٰى فِی "اَنْ لَا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰه اِلَّا الْحَقّ وَدَرَسُوا" عَطْف عَلٰى يُؤْخَذ قَرَءُوْا "مَا فِيْهِ" فَلِمَ كَذَبُوْا عَلَيْهِ بِنِسْبَةِ الْمَغْفِرَة اِلَيْهِ مَعَ الْاِصْرَار "وَالدَّار الْاٰخِرَة خَيْر لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ" الْحَرَام "اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء اَنَّهَا خَيْر فَيُؤْثِرُوْنَهَا عَلَى الدُّنْيَا،

پھران کے بعدان کی جگہ نالائق جانشین آئے، جو کتاب تورات کے وارث اپنے آباء کی طرف سے بنے، وہ اس حقیر دنیا کا سامان لیتے ہیں یعنی دنیا میں حقیر چیزیں اکٹھی کرتے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام ہوں اور کہتے ہیں ہم نے جو کیا ہے اس پر ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا اور اگران کے پاس اس جیسا اور سامان آجائے تو اسے بھی لے لیں گے، یعنی اس کو بھی حاصل کرنے کے لالچ میں حاصل کریں گے۔ یہاں پر یہ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی ان کی حالت یہ ہے کہ پھر بھی وہ بخشش کا گمان لیے ہوئے ہیں۔ جبکہ وہ بار بار اسی طرح مال کی لوٹ مار کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ تورات میں اصرار کے ساتھ اس طرح کرنے پر [illegible] کا وعدہ نہیں [illegible] کیا ان پر کتاب کا عہد نہیں لیا گیا۔ الم یؤخذ یہاں استفہام تقریری ہے۔ یعنی ان پر عہد ہے کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور انھوں نے جو کچھ اس میں ہے پڑھ لیا ہے یہاں درسوا کا عطف قرؤوپر ہے۔ لہٰذا انہوں نے مغفرت کی نسبت کے ساتھ جبکہ اپنی غلطیوں میں اصرار کر رہے ہیں تو کیوں جھٹلایا ہے۔ اور آخری گھران لوگوں کے لیے بہتر ہے جو حرام سے بچتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

یہاں پر یعقلون یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی انہیں اس بھلائی کا پتہ نہیں ہے اگر وہ اس بھلائی کو سمجھ لیں تو وہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں۔

بنی اسرائیل مختلف فرقے اور گروہ کر کے زمین میں پھیلا دیئے گئے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تم زمین میں رہو سہو، جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں جمع کر کے لائیں گے ان میں کچھ تو نیک لوگ تھے کچھ بد تھے، جنات میں بھی یہی حال ہے جیسے سورہ جن میں ان کا قول ہے کہ ہم میں کچھ تو نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہیں ہمارے بھی مختلف فرقے ہوتے آئے ہیں پھر فرمان ہے کہ میں نے انہیں سختی نرمی سے، لالچ اور خوف سے، عافیت اور بلا سے غرض ہر طرح پرکھ لیا تا کہ وہ اپنے کرتوت سے ہٹ جائیں جب یہ زمانہ بھی گذرا جس میں نیک بد ہر طرح کے لوگ تھے ان کے بعد تو ایسے ناخلف اور نالائق آئے جن میں کوئی بھلائی اور خیریت تھی ہی نہیں۔ یہ اب تورات کی تلاوت والے رہ گئے ممکن ہے اس سے مراد صرف نصرانی ہوں اور ممکن ہے کہ یہ خبر عام نصرانی غیر نصرانی سب پر مشتمل ہو وہ حق بات کو بدلنے اور مٹانے کی فکر میں لگ گئے جیب بھر دو جو چاہو کہلوا لو۔ پس ہوس یہ ہے کہ ہے کیا؟ توبہ کر لیں گے معاف ہو جائے گا پھر موقع آیا پھر دنیا لے کر اللہ کی باتیں بدل دیں۔ گناہ کیا توبہ کی پھر موقعہ ملتے ہی لپک کر گناہ کر لیا۔ مقصود ان کا دنیا طلبی ہے حلال سے ملے چاہے حرام سے ملے پھر بھی مغفرت کی تمنا ہے۔ یہ ہیں جو وارث رسول کہلواتے ہیں اور جن سے اللہ نے عہد لیا ہے جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز تک ضائع کر دی۔ بنی اسرائیل کا آوے کا آوا بگڑ گیا آج ایک کو قاضی بناتے ہیں وہ رشوتیں کھانے اور احکام بدلنے لگتا ہے وہ اسے ہٹا کر دوسرے کو قائم کرتے ہیں اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے پوچھتے ہیں بھئی ایسا کیوں کرتے ہو؟ جواب ملتا ہے اللہ غفور و رحیم ہے پھر وہ ان لوگوں میں سے کسی کو اس عہدے پر لاتے ہیں جو اگلے قاضیوں حاکموں اور ججوں کا شاکی تھا لیکن وہ بھی رشوتیں لینے لگتا ہے اور ناحق فیصلے کرنے لگتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم سے مضبوط عہد و پیمان ہم نے لے لیا ہے کہ تم حق کو ظاہر کیا کرو اسے نہ چھپاؤ لیکن ذلیل دنیا کے لالچ میں آ کر عذاب رب مول لے رہے ہو۔

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ○

اور جولوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

کتاب سے وابسطہ رہنے اور نماز قائم کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيف "بِالْكِتَابِ" مِنْهُمْ "وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ" كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَام وَاَصْحَابه "اِنَّا لَا نُضِيع اَجْر الْمُصْلِحِينَ" الْجُمْلَة خَبَر الَّذِيْنَ وَفِيْهِ وَضَعَ الظَّاهِر مَوْضِع الْمُضْمَر اَىْ اَجْرهمْ

اور جولوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں یہاں پر یمسکون یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔اور انھوں نے نماز قائم کی، جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ہیں۔یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔یہاں پر باسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے یعنی ان کا اجر ہے۔

سورہ اعراف آیت ۱۷۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اہل کتاب میں سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ ایسے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے پہلی کتاب کا اِتباع کیا اور اس کی تحریف نہ کی، اس کے مضامین کو نہ چھپایا اور اس کتاب کے اِتباع کی بدولت انہیں قرآن پاک پر ایمان نصیب ہوا۔(خازن ومدارک، سورہ اعراف، بیروت)

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○

اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔

بنی اسرائیل پر طور پہاڑ کو بلند کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَل" رَفَعْنَاهُ مِنْ اَصْله "فَوْقهمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّة وَظَنُّوا" اَيْقَنُوْا "اَنَّهٗ وَاقِع بِهِمْ" سَاقِط عَلَيْهِمْ بِوَعْدِ اللّٰه اِيَّاهُمْ بِوُقُوعِهِ اِنْ لَمْ يَقْبَلُوْا اَحْكَام التَّوْرَاة وَكَانُوْا اَبَوْهَا لِثِقَلِهَا فَقَبِلُوْا وَقُلْنَا لَهُمْ "خُذُوا مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ" بِجِدٍّ وَاجْتِهَاد "وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ" بِالْعَمَلِ بِهِ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"

اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، یعنی اس کو جڑ سے پکڑ کر ان کے اوپر لا کھڑا کیا جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔یعنی اب اگر انہوں نے اللہ کے عہد یعنی احکام تورات کو پورا نہ کیا تو یہ پہاڑ ان

پر گرا دیا جائے گا۔ اگر چہ احکام کے بھاری ہونے سبب وہ انکار کر چکے تھے لیکن اب انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ ہم نے ان سے کہا جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے کوشش واجتہاد کی قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، یعنی اس پر عمل کرو تا کہ تم بچ جاؤ۔

عذاب کے ڈر سے سجدے میں گر جانے والے یہود کا بیان

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام انہیں ارض مقدس کی طرف لے چلے اور غصہ اتر جانے کے بعد تختیاں اٹھالیں اور ان میں جو حکم احکام تھے، وہ انہیں سنائے تو انہیں وہ سخت معلوم ہوئے اور تسلیم وتعمیل سے صاف انکار کر دیا تو بحکم الٰہی فرشتوں نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر لا کھڑا کر دیا۔

سنن نسائی سے روایت ہے کہ جب کلیم اللہ علیہ صلوات نے فرمایا کہ لوگو اللہ کی کتاب کے احکام قبول کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں سناؤ اس میں کیا احکام ہیں؟ اگر آسان ہوئے تو ہم منظور کرلیں گے ورنہ نہ مانیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کے اصرار پر بھی یہ لوگ یہی کہتے رہے آخر اسی وقت اللہ کے حکم سے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے سروں پر معلق کھڑا ہو گیا اور اللہ کے پیغمبر نے فرمایا بولو اب مانتے ہو یا اللہ تعالیٰ تم پر پہاڑ گرا کر تمہیں فنا کر دے؟ اسی وقت یہ سب کے سب مارے ڈر کے سجدے میں گر پڑے لیکن بائیں آنکھ سجدے میں تھی اور دائیں سے اوپر دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ گر نہ پڑے۔ چنانچہ یہودیوں میں اب تک سجدے کا طریقہ یہی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اسی طرح کے سجدے نے ہم پر سے عذاب الٰہی دور کر دیا ہے۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو کھولا تو ان میں کتاب تھی جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اسی وقت تمام پہاڑ درخت پتھر سب کانپ اٹھے۔ آج بھی یہودی تلاوت تورات کے وقت کانپ اٹھتے ہیں اور ان کے سر جھک جاتے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ
بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝
اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا
(اور فرمایا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ بول اٹھے، کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے ہم گواہی دیتے ہیں تا کہ
قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔

بنو آدم سے ربوبیت کا عہد لینے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "اِذْ" حِين "اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَم مِنْ ظُهُورِهِمْ " بَدَل اشْتِمَال مِمَّا قَبْله بِإِعَادَةِ الْجَار "ذُرِّيَّتهمْ" بِاَنْ اَخْرَجَ بَعْضهمْ مِنْ صُلْب بَعْض مِنْ صُلْب اٰدَم نَسْلًا بَعْد نَسْل كَنَحْوِ مَا يَتَوَالَدُوْنَ كَالذَّرِّ بِنُعْمَانَ يَوْم عَرَفَة وَنَصَبَ لَهُمْ دَلَائِل عَلٰى رُبُوبِيَّته وَرَكَّبَ فِيهِمْ عَقْلًا "وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى

اَنْفُسَهُمْ " قَالَ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى " اَنْتَ رَبُّنَا "شَهِدْنَا" بِذٰلِكَ وَالْاِشْهَاد "اَنْ" لَا "يَقُوْلُوا" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فِيْ . الْمَوْضِعَيْنِ اَيْ الْكُفَّار "يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا" التَّوْحِيْد "غٰفِلِيْنَ" لَا نَعْرِفُهُ، غٰفِلِيْنَ،

اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی یہاں پر من ظهورهم یه بنی آدم سے اعادہ جار مجرور کے ساتھ بدل اشتمال ہے۔یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے عرفہ کے دن وادی نعمان میں اولادِ آدم کو چیونٹی کی مثل نسل درنسل نکالا جس طرح انہوں نے دنیا میں آنا تھا۔تا کہ ان کو عقلوں کو ترتیب دیا جائے۔اوران کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا اور فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ سب بول اٹھے، کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے۔ہم گواہی دیتے ہیں تا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔یہاں یقولوا یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔یعنی کفار کہیں اس عہد توحید کا انکار نہ کردیں اور یہ نہ کہہ دیں کہ ہم اس کو پہچانتے ہی نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ظہور اولاد کا بیان

حضرت مسلم بن یسار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بنی ا دم من ظهورهم ذريتهم؟ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۔ (الاعراف ۱۷۲)"ترجمہ" اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کا نکالا اور (سب کچھ سمجھ عطا کر کے) ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں! ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں۔تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید سے محض بے خبر تھے) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب اس آیت کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ۔اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا پھر ان کی پیٹھ پر داہنا ہاتھ پھیرا اور اس میں سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت کے لئے اور جنت والوں کے سے اعمال کرنے کے لئے جو وہ کریں گے پیدا کیا ہے۔پھر اپنا ہاتھ آدم کی پشت پر پھیرا اور اس میں سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا کہ میں نے ان کو دوزخ کے لئے اور دوزخیوں کے سے کام کرنے کے لئے جو وہ کریں گے پیدا کیا ہے۔یہ سن کر ایک آدمی نے کہا" یارسول اللہ ﷺ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنت والوں ہی کے سے عمل کراتا ہے یہاں تک کہ اس (بندہ) کی وفات جنت والوں جیسے اعمال پر ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کی بنا پر اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے سے اعمال صادر کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل دوزخ جیسے اعمال پر مرجاتا ہے لہٰذا اسے ان اعمال کی بناء پر دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔(مؤطا مالک، جامع ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 92)

یہ عہد میثاق عالم ارواح میں ہوا تھا جیسا کہ دیگر احادیث میں آتا ہے کہ رب قدوس نے تمام روحوں کو جو ازل سے لے کر ابد

تک دنیا میں آنے والی تھیں ننھی ننھی چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیا اور پھران کو عقل و دانائی بھی عنایت فرمائی اور اپنی ربوبیت والوہیت کا سب سے اقرار کرایا۔ اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ ازل سے ابد تک دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا ہوں گے سب کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی تھی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی ان کی پشت سے ان کی اولاد اسی طرح قیامت تک جتنے انسان پیدا کیے جائیں گے سب کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی۔ داہنے ہاتھ کے پھیرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو داہنا ہاتھ پھیرنے کا حکم دیا تھا ورنہ اللہ تعالیٰ کی نورانی ذات ہاتھ پیر کی ظاہری ثقالت سے پاک وصاف ہے۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ اس سے اپنی قوت وقدرت کا اظہار مقصود ہے۔

اَوْ تَقُوْلُوْآ اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ○
یا تم کہنے لگو کہ شرک تو محض ہمارے آباء واجداد نے پہلے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد اولاد تھے، تو کیا تو ہمیں
اس گناہ کی پاداش میں ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے انجام دیا تھا۔

قیامت کے دن مشرکین کے کسی عذر کو بھی قبول نہ کرنے کا بیان

"اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ " اَیْ قَبْلَنَا "وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ" فَاقْتَدَيْنَا بِهِمْ "اَفَتُهْلِكُنَا" تُعَذِّبنَا "بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ" مِنْ اٰبَائِنَا بِتَاْسِيسِ الشِّرْك الْمَعْنٰى لَا يُمْكِنهُمْ الِاحْتِجَاج بِذٰلِكَ مَعَ اِشْهَادهمْ عَلٰى اَنْفُسهمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَالتَّذْكِير بِهٖ عَلٰى لِسَان صَاحِب الْمُعْجِزَة قَائِم مَقَام ذِكْره فِي النُّفُوس،

یا ایسا نہ ہو کہ تم کہنے لگو کہ شرک تو محض ہمارے آباء واجداد نے پہلے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے لہٰذا ہمیں عذاب کیوں دیتا ہے کیونکہ ہم مجرم نہیں اصل مجرم وہ ہیں جنہوں نے شرک کی بنیاد رکھی ہے۔ تو کیا تو ہمیں اس گناہ کی پاداش میں ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے انجام دیا تھا۔ یعنی ان کے آباء جو شرک کیا ہے لہٰذا اس شہادت کے سبب ان کو احتجاج کرنے کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ اور اس عہد کو صاحب معجزہ نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے یاد دلوانا یہ خود ان کے دلوں میں ہونے کی طرح بنادیا ہے۔

سورہ اعراف آیت ۱۷۲،۱۷۳ کے مضامین کا بیان

حضرت مسلم بن یسار جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ) 7۔الاعراف:173) اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی

قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی)۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا اور اس سے ان کی اولاد نکالی پھر فرمایا کہ انہیں جنت کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ لوگ اسی کیلئے عمل کریں گے۔ پھر ہاتھ پھیرا اور اولاد نکال کر فرمایا کہ انہیں میں نے دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے یہ اسی کیلئے عمل کریں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کیلئے پیدا کرتے ہیں تو اسے جنت ہی کے اعمال میں لگا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اہل جنت ہی کے اعمال پر مرتا ہے اور اسے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور کسی بندے کو جہنم کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے بھی اسی کے مطابق کام لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل دوزخ ہی کے عمل پر مرتا ہے اور پھر اسے دوزخ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور مسلم بن یسار کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع نہیں۔ بعض راوی مسلم اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ایک شخص کا واسطہ ذکر کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1018)

بنی نوانسانیت کی پیشانیوں میں نور رکھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ پھر ان کی پیٹھ سے قیامت تک آنے والی ان کی نسل کی روحیں نکل آئیں۔ پھر ہر انسان کی پیشانی پر نور کی چمک رکھ دی۔ پھر انہیں آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے پوچھا اے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپ کی اولاد ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بہت پسند آئی تو اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے رب یہ کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپ کی اولاد میں سے آخری امتوں کا ایک فرد ہے۔ اس کا نام داؤد ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اس کی عمر کتنی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اس کی عمر مجھ سے چالیس سال زیادہ کر دیجئے۔

پھر جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی تو موت کا فرشتہ حاضر ہوا۔ آدم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے کہا کہ وہ تو آپ اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دے چکے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا لہٰذا ان کی اولاد بھی انکار کرنے لگی۔ آدم علیہ السلام بھول گئے اور ان کی اولاد بھی بھولنے لگی۔ پھر آدم علیہ السلام نے غلطی کی لہٰذا ان کی اولاد بھی غلطی کرنے لگے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1019)

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○
اور اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کریں۔

دلائل کو وضاحت سے بتانے کا بیان

"وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ " نُبَيِّنُهَا مِثْلَ مَا بَيَّنَّا الْمِيْثَاقَ لِيَتَدَبَّرُوْهَا "وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" عَنْ كُفْرِهِمْ،

اور اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں یعنی اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں جس طرح ہم نے میثاق کو بیان کیا ہے۔ تاکہ وہ اس میں غور وفکر کریں تاکہ وہ کفر سے واپس لوٹ آئیں۔

ہم اسی طرح اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کیا کرتے ہیں تاکہ لوگ غفلت اور کجروی سے باز آجائیں، مراد یہ ہے کہ آیات الٰہیہ میں ذرا بھی غور کریں تو وہ اس عہد و میثاق کی طرف لوٹ آئیں جو ازل میں کیا گیا تھا یعنی اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا اعتراف کرنے لگیں اور اس کے نتیجہ میں اس کی اطاعت کو لازم سمجھیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝
اور انہیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر شیطان نے اسے
پیچھے لگالیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

یہود کا دین سے دور نکل جانے کی مثال کا بیان

"وَاتْلُ" يَا مُحَمَّدُ "عَلَيْهِمْ" اَیْ الْيَهُوْد "نَبَا" خَبَر "الَّذِیْ اٰتَيْنَاهُ اٰيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا" خَرَجَ بِكُفْرِهٖ كَمَا تَخْرُجُ الْحَيَّةُ مِنْ جِلْدِهَا وَهُوَ بلعم بْن بَاعُوْرَاءَ مِنْ عُلَمَاء بَنِیْ اِسْرَائِيل سُئِلَ اَنْ يَدْعُو عَلٰى مُوسٰى وَاُهْدِیَ اِلَيْهِ شَیْء فَدَعَا فَانْقَلَبَ عَلَيْهِ وَانْدَلَعَ لِسَانه عَلٰى صَدْره "فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَان" فَاَدْرَكَهُ فَصَارَ قَرِينه، فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ،

یا محمد ﷺ آپ ان کو یعنی یہود کو اس شخص کی خبر پڑھ کر سنائیے جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، یعنی وہ کفر کے سبب اپنی عزت سے اس طرح نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کھال کو اتارتے ہوئے اس سے نکل جاتا ہے۔ اور وہ بنو اسرائیل میں بلعم باعورا ہے۔ جس سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کیلئے بددعا کرے جب اس نے بددعا کرنا شروع کی تو وہ زبان سے نکل کر اسی کے سینے کے چمٹ گئی یعنی بددعا انہی کی طرف لوٹ گئی۔ پھر شیطان نے اسے پیچھے لگا لیا اس نے اس کو گمراہ کیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

بلعم بن باعورا بخت کے واقعہ کا بیان

عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ بنی اسرائیل کے ایک شخص بلعم بن باعورا کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن عباس اور دیگر مفسرین کرام بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ بلعم بن باعورا ہے (زاد المسیر 3۔287، قرطبی 7۔319)

الوالبی کہتے ہیں کہ یہ جبارین کے شہر کا آدمی تھا جس کا نام بلعم تھا یہ اللہ کا اسم اعظم جانتا تھا جب ان کی سرزمین میں حضرت

موسیٰ آئے تو بلعم کے چچازاد اور اس کی قوم کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ یہ موسیٰ تو لوہے کا آدمی ہے اور اس کے ساتھ بہت کثیر تعداد لشکر ہے اگر یہ ہم پر غالب آ گیا تو ہمیں ہلاک کردے گا لہٰذا تم اللہ سے دعا کرو کہ ہم سے موسیٰ اور اس کے حواریوں کو واپس کردے اس نے کہا اگر میں نے موسیٰ اور ان کے حواریوں کو واپس لوٹانے کی دعا کی تو میری دنیا وآخرت برباد ہو جائے گی لیکن وہ سب مل کر اس سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے ان حضرات کے خلاف دعا کردی تو اللہ نے اس کو اس کے مقام سے نکال دیا اور یہی اللہ کے اس فرمان میں ہے۔ انْسَلَخَ مِنْهَا) (درمنثور3۔145)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ امیہ بن ابی صلت ثقفی کے متعلق نازل ہوئی اس نے کئی کتب کا مطالعہ کیا ہوا تھا اور اسے یہ علم تھا کہ اللہ اس وقت میں کوئی رسول بھیجنے والے ہیں اور اسے امید تھی کہ وہ خود ہی وہ پیغمبر (موعود) ہے جب اللہ نے محمد کو ﷺ رسول بنا کر بھیجا تو اس نے آپ سے حسد کیا اور آپ کا انکار کیا۔ (نیسابوری 191)

مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جنگ کا قصد کیا اور سرزمین شام میں نزول فرمایا تو بلعم باعور کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے وہ یہاں آئے ہیں ہمیں ہمارے بلاد سے نکالیں گے اور قتل کریں گے اور بجائے ہمارے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے، تیرے پاس اسم اعظم ہے اور تیری دعا قبول ہوتی ہے تو نکل اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر اللہ تعالیٰ انہیں یہاں سے ہٹا دے۔ بلعم باعور نے کہا تمہارا برا ہو حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور ایمان دار لوگ ہیں، میں کیسے ان پر دعا کروں؟ میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا وآخرت برباد ہو جائے گی مگر قوم اس سے اصرار کرتی رہی اور بہت الحاح وزاری کے ساتھ انہوں نے اپنا یہ سوال جاری رکھا تو بلعم باعور نے کہا کہ میں اپنے رب کی مرضی معلوم کرلوں اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا پہلے مرضی الٰہی معلوم کر لیتا اور خواب میں اس کا جواب مل جاتا چنانچہ اس مرتبہ بھی اس کو یہی جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کے خلاف دعا نہ کرنا، اس نے قوم سے کہہ دیا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے ان پر دعا کرنے کی مُمانعت فرمادی تب قوم نے اس کو ہدیئے اور نذرانے دیئے جو اس نے قبول کئے اور قوم نے اپنا سوال جاری رکھا۔

تو پھر دوسری مرتبہ بلعم باعور نے رب تبارک وتعالیٰ سے اجازت چاہی اس کا کچھ جواب نہ ملا، اس نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے اس مرتبہ کچھ جواب ہی نہ ملا قوم کے لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی منع فرماتا اور قوم کا الحاح و اصرار اور بھی زیادہ ہوا حتی کہ انہوں نے اس کو فتنہ میں ڈال دیا اور آخر کار وہ بددعا کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھا تو جو بددعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تھا بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آتا تھا۔ قوم نے کہا اے بلعم یہ کیا کر رہا ہے؟ بنی اسرائیل کے لئے دعا کرتا ہے ہمارے لئے بددعا، کہا یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تو اس نے اپنی قوم سے کہا میری دنیا وآخرت دونوں

برباد ہوگئیں۔اس آیت میں اس کا بیان ہے۔(تفسیر ابن کثیر، جامع البیان، خزائن العرفان، سورہ اعراف، بیروت)

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ
الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۗ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○
اور اگر ہم چاہتے تو اسے اُن کے ذریعے بلند کر دیتے، مگر وہ زمین کی طرف چمٹ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، تو اس
کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے
ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ سو تو یہ بیان سنا دے، تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

یہود کی حالت کو کتے کی مثال سے سمجھانے کا بیان

"وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ" اِلٰى مَنَازِلِ الْعُلَمَاءِ "بِهَا" بِاَنْ نُوَفِّقَهُ لِلْعَمَلِ "وَلٰكِنَّهُ اَخْلَدَ" سَكَنَ "اِلَى الْاَرْضِ" اَىْ الدُّنْيَا وَمَالَ اِلَيْهَا "وَاتَّبَعَ هَوَاهُ" فِىْ دُعَائِهِ اِلَيْهَا فَوَضَعْنَاهُ "فَمَثَله" صِفَته "كَمَثَلِ الْكَلْب اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ" بِالطَّرْدِ وَالزَّجْر "يَلْهَثْ" يَدْلَع لِسَانه "اَوْ" اِنْ "تَتْرُكْهُ يَلْهَث" وَلَيْسَ غَيْرهِ مِنْ الْحَيَوَان كَذٰلِكَ وَجُمْلَتَا الشَّرْط حَال اَىْ لَاهِثًا ذَلِيْلًا بِكُلِّ حَال وَالْقَصْد التَّشْبِيه فِى الْوَضْع وَالْخِسَّة بِقَرِيْنَةِ الْفَاء الْمُشْعِرَة بِتَرْتِيْبِ مَا بَعْدهَا عَلٰى مَا قَبْلهَا مِنْ الْمَيْل اِلَى الدُّنْيَا وَاتِّبَاع الْهَوٰى وَبِقَرِيْنَةِ قَوْله "ذٰلِكَ" الْمَثَل "مَثَل الْقَوْم الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا فَاقْصُصْ الْقَصَص" عَلَى الْيَهُوْد "لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ فِيْهَا فَيُؤْمِنُوْنَ،

اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان کے ذریعے بلند کر دیتے، یعنی اس کو اچھے عمل کی توفیق دے کر علماء کے مقام پر بلند کرتے۔ مگر وہ زمین اور اس کے مال کی طرف چمٹ گیا اور اس نے اپنی دعا میں خواہش کی اتباع کی تو ہم نے بھی اسے ایسی ہی جگہ پر چھوڑ دیا، تو اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے یعنی اس کو دھتکارے تو وہ ذلت سے زبان لٹکائے یا اسے چھوڑ دے یعنی اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے ہانپتا ہے، ذلت کی یہ حالت کتے کے سوا کسی اور جانور میں نہیں ہے۔ یہاں پر دونوں جملے شرطیہ ہیں اور حال ہیں۔ اور یہاں ذلت وخواری سے تشبیہ دینا مراد ہے۔ کیونکہ اس پر قرینہ فاء ہے۔ جو مشعر ہے اور یہ اپنے مابعد کی طرف یعنی وہ دنیا اور اتباع خواہش کے سبب ایسا ہے۔ اور ذلک مثل سے مراد اس قوم کی مثال بھی ایسی ہے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ لہٰذا آپ ان یہود کو یہ بیان سنا دیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔ یعنی وہ غور وفکر کریں اور ایمان لے آئیں۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں، جو بعثت نبوی ﷺ سے پہلے آپ کی علامات وخصوصیات

تورات میں پڑھ کر لوگوں کو بتلایا کرتے اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کیا کرتے تھے، مگر جب آپ تشریف لائے تو سب سے زیادہ دشمنی اور مخالفت انہی لوگوں نے کی اور تورات کے احکام سے ایسے صاف نکل گئے جیسے بلعم بن باعورا نکل گیا تھا۔

سَآءَ مَثَلاَ نِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ○
مثال کے لحاظ سے وہ قوم بہت ہی بری ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور (درحقیقت) وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کیلیے بری مثال ہونے کا بیان

"سَاءَ" بِئْسَ "مَثَلًا الْقَوْم" اَیْ مَثَل الْقَوْم "الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ" بِالتَّكْذِيبِ،

مثال کے لحاظ سے وہ قوم بہت ہی بری ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور درحقیقت وہ تکذیب کر کے اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

مشرکین وغیرہم کے رد میں جابجا قرآن نے عنکبوت، ذباب، مکڑی، مکھی وغیرہ کی مثالیں بیان فرمائی ہیں مگر ان لوگوں کی مثال ایسی بری ہے کہ کوئی غیرت مند آدمی حتی المقدور اس کو اپنے پر چسپاں نہیں ہونے دے گا۔ اور جو بے حیا غدار اپنے احوال پر چسپاں ہونے دیتا ہے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○
جسے اللہ ہدایت فرماتا ہے پس وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہراتا ہے پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی۔ اللہ کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا اور اس کے گمراہ کئے ہوئے کو کوئی راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود صرف اللہ ہی ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میری گواہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ
بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○
اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی اور دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے
نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

جہنم کیلئے انسانوں اور جنات کی تخلیق کا بیان

"وَلَقَدْ ذَرَأْنَا" خَلَقْنَا "لِجَهَنَّم كَثِيرًا مِنَ الْجِنّ وَالْإِنْس لَهُمْ قُلُوب لَا يَفْقَهُونَ بِهَا" الْحَقّ "وَلَهُمْ أَعْيُن لَا يُبْصِرُونَ بِهَا " دَلَائِل قُدْرَة اللّٰه بَصَر اعْتِبَار "وَلَهُمْ آذَان لَا يَسْمَعُونَ بِهَا" الْآيَات وَالْمَوَاعِظ سَمَاع تَدَبُّر وَاتِّعَاظ "أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ " فِي عَدَم الْفِقْه وَالْبَصَر وَالِاسْتِمَاع "بَلْ هُمْ أَضَلّ " مِنَ الْأَنْعَام لِأَنَّهَا تَطْلُب مَنَافِعهَا وَتَهْرُب مِنْ مَضَارّهَا وَهَؤُلَاءِ يُقْدِمُونَ عَلَى النَّار مُعَانَدَة، أُولَئِكَ هُمْ الْغَافِلُونَ،

اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی اور جو دل تو رکھتے ہیں لیکن ان میں حق کو سمجھنے والی سمجھ نہیں ہے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان اللہ کی قدرت کو دیکھتے نہیں ہیں اور وہ کان رکھتے ہیں لیکن ان سے آیات و نصیحت سنتے نہیں ہیں۔ تا کہ وہ غور وفکر کرتے اور نصیحت حاصل کرتے یہی لوگ فقہ کا علم، نگاہ بصیرت اور استماع حق نہ جاننے کے سبب جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ کیونکہ جانور منافع کی چیزوں کو طلب کرتا ہے اور نقصان دہ چیزوں سے بھاگتا ہے۔ جبکہ یہ لوگ جہنم کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔ پس یہ ان سے بھی بدتر ہوئے۔ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

جنت وجہنم کے متعلق تقدیر ہونے کا بیان

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچہ کا جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس جنت کی چڑیوں میں سے چڑیا کے لئے خوشی ہو اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ ہی گناہ کرنے کے زمانے تک پہنچا آپ نے فرمایا اے عائشہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جنت کا اہل بنایا اور انہیں پیدا ہی جنت کے لئے کیا ہے اس حال میں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے اور بعض کو جہنم کا اہل بنایا اور انہیں پیدا ہی جہنم کے لئے کیا ہے اس حال میں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2267)

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ط
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥
اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں وہ جلد اپنا کیا پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا بیان

"وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى" التِّسْعَة وَالتِّسْعُونَ الْوَارِد بِهَا الْحَدِيث وَالْحُسْنَى مُؤَنَّث الْأَحْسَن "فَادْعُوهُ" سَمُّوهُ "بِهَا وَذَرُوا" اُتْرُكُوا "الَّذِينَ يُلْحِدُونَ " مِنْ أَلْحَدَ وَلَحَدَ يَمِيلُونَ عَنْ الْحَقّ . "فِي أَسْمَائِهِ" حَيْثُ اشْتَقُّوا مِنْهَا أَسْمَاء لِآلِهَتِهِمْ: كَاللَّاتِ مِنْ اللّٰه وَالْعُزَّى مِنْ الْعَزِيز وَمَنَاة مِنْ الْمَنَّان

"سَيُجْزَوْنَ" فِى الْاٰخِرَةِ جَزَاء "مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ،

اور تمام اچھے نام اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام ہیں جو ۹۹ ہیں جو حدیث میں ذکر ہوئے ہیں۔اور لفظ حسنیٰ یہ احسن کی مؤنث ہے۔تو اسے ان سے پکارو جن کا ذکر ہوا ہے۔اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں یعنی جو ملحد بے دینوں نے اللہ کے ناموں سے بنالئے ہیں یعنی جس طرح اللہ سے لات اور عزیز سے عزیٰ اور منان سے منات بنایا ہے۔وہ جلد اپنا کیا پائیں گے یعنی آخرت میں ان کے کیے ہوئے اعمال کی جزاء ان کو مل جائے گی۔اور یہ حکم بھی حکم جہاد سے پہلے کا ہے۔

اللہ کے ناموں کو یاد کرنے والے کیلئے جنت کی خوشخبری ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جس شخص نے ان ناموں کو یاد کیا وہ ابتدا ہی میں بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 808)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان ناموں کو یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسم ذات اللہ کے علاوہ ننانوے نام یہ ہیں۔ (۱) الرحمٰن (۲) الرحیم (۳) الملک (۴) القدوس (۵) السلام (۶) المومن (۷) المہیمن (۸) العزیز (۹) الجبار (۱۰) المتکبر (۱۱) الخالق (۱۲) الباری (۱۳) المصور (۱۴) الغفار (۱۵) القہار (۱۶) الوہاب (۱۷) الرزاق (۱۸) الفتاح (۱۹) العلیم (۲۰) القابض (۲۱) الباسط (۲۲) الخافض (۲۳) الرافع (۲۴) المعز (۲۵) المذل (۲۶) السمیع (۲۷) البصیر (۲۸) الحکم (۲۹) العدل (۳۰) اللطیف (۳۱) الخبیر (۳۲) الحلیم (۳۳) العظیم (۳۴) الغفور (۳۵) الشکور (۳۶) العلی (۳۷) الکبیر (۳۸) الحفیظ (۳۹) المقیت (۴۰) الحسیب (۴۱) الجلیل (۴۲) الکریم (۴۳) الرقیب (۴۴) المجیب (۴۵) الواسع (۴۶) الحکیم (۴۷) الودود (۴۸) المجید (۴۹) الباعث (۵۰) الشہید (۵۱) الحق (۵۲) الوکیل (۵۳) القوی (۵۴) المتین (۵۵) الولی (۵۶) الحمید (۵۷) المحصی (۵۸) المبدی (۵۹) المعید (۶۰) المحی (۶۱) الممیت (۶۲) الحی (۶۳) القیوم (۶۴) الواجد (۶۵) الماجد (۶۶) الواحد (۶۷) الاحد (۶۸) الصمد (۶۹) القادر (۷۰) المقتدر (۷۱) المقدم (۷۲) المؤخر (۷۳) الاول (۷۴) الآخر (۷۵) الظاہر (۷۶) الباطن (۷۷) الوالی (۷۸) المتعال (۷۹) البر (۸۰) التواب (۸۱) المنتقم (۸۲) العفو (۸۳) الرؤف (۸۴) مالک الملک (۸۵) ذوالجلال والاکرام (۸۶) المقسط (۸۷) الجامع (۸۸) الغنی (۸۹) المغنی (۹۰) المانع (۹۱) الضار (۹۲) النافع (۹۳) النور (۹۴) الہادی (۹۵) البدیع (۹۶) الباقی (۹۷) الوارث (۹۸) الرشید (۹۹) الصبور۔اس روایت کو ترمذی نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 809)

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ○

اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں۔

امت محمدیہ ﷺ کا قیامت تک دین پر قائم رہنے کا بیان

"وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ" هُمْ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِيْ حَدِيْثٍ .

اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں۔اور وہ امت محمدیہ ﷺ ہے جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

حضرت حمید بن عبدالرحمان نے کہا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں فقہ عطا کرتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا، حتی کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت)۔(بخاری شریف، ج ا،ص ۱۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام تفسیر ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ امت جس کا ذکر اس آیت میں ہے، میری امت ہے جو اپنے سب جھگڑوں کے فیصلے حق وانصاف یعنی قانون الٰہی کے مطابق کریں گے اور لینے دینے کے تمام معاملات میں حق وانصاف کو سامنے رکھیں گے۔اور عبد بن حمید کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ آیت تمہارے حق میں آئی ہے۔(جامع البیان، سورہ اعراف، بیروت)

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے ہم عنقریب انہیں آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گے
ایسے طریقے سے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔

قرآنی آیات کو جھٹلانے والوں کا ہلاکت کی طرف جانے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا" اَلْقُرْاٰنِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ" نَاْخُذُهُمْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا ،مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ،

اور جن لوگوں یعنی اہل مکہ نے ہماری آیتوں یعنی قرآن کو جھٹلایا ہے ہم عنقریب انہیں آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گے ایسے طریقے سے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔

ایسے لوگوں کو روزی میں کشادی دی جائے گی، معاش کی آسانیاں ملیں گی، وہ دھوکے میں پڑ جائیں گے اور حقانیت کو بھول جائیں گے۔جب پورے مست ہو جائیں گے اور ہماری نصیحت کو گئی گذری کر دیں گے تو ہم انہیں ہر طرح کے آرام دیں گے یہاں تک کہ وہ مست ہو جائیں تب انہیں ہم ناگہانی پکڑ میں پکڑ لیں گے۔اس وقت وہ مایوسی کے ساتھ منہ تکتے رہ جائیں گے اور ان

ظالموں کی رگ کٹ جائے گی۔ حقیقت میں تعریفوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انہیں میں تو ڈھیل دونگا اور یہ میری اس تدبیر سے بے خبر ہوں گے۔ میری تدبیر کبھی ناکام نہیں ہوتی وہ بڑی مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے۔

وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِیْ مَتِيْنٌ ○
اور میں انہیں مہلت دے رہا ہوں، بیشک میری گرفت بڑی مضبوط ہے۔

"وَاُمْلِی لَهُمْ" اَمْهِلُهُمْ "اِنَّ كَيْدِی مَتِيْن" شَدِيْد لَا يُطَاق،

اور میں انہیں مہلت دے رہا ہوں، بیشک میری گرفت بڑی مضبوط ہے۔ جس کا کوئی توڑ ہی نہیں ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ؎ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○
اور کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے؟ وہ تو ایک کھلم کھلا ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔

بد بخت کفار مکہ کا شان نبوت کو جنون سمجھ بیٹھنے کا بیان

"اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا" فَيَعْلَمُوْا "مَا بِصَاحِبِهِمْ" مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مِنْ جِنَّة" جُنُوْن "اِنْ" مَا "هُوَ اِلَّا نَذِير مُبِين" بَيِّن الْاِنْذَار،

اور کیا انہوں نے غور نہیں کیا یعنی سمجھا نہیں ہے کہ ان کے ساتھی حضرت محمد ﷺ میں جنون کی کون سی چیز ہے؟ یعنی جنوں میں سے کسی قسم کا جنون نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک کھلم کھلا لوگوں کو ڈر سنانے کے سوا کچھ نہیں۔

سورہ اعراف آیت ۱۸۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش کو بلایا اور آپ نے انہیں قبیلے کا نام لے کر پکارا اے بنوفلاں، اے بنوفلاں۔ انہیں اللہ کی سزا اور عذاب سے ڈرایا تو ان میں سے ایک نے کہا تمہارا یہ ساتھی مجنون ہے صبح تک رات اس نے چیختے ہوئے گذاری ہے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

(سیوطی 123، زادالمسیر 3-296، قرطبی 7-230)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر شب کے وقت قبیلہ قبیلہ کو پکارا اور فرمایا کہ میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہوں اور آپ نے انہیں اللہ کا خوف دلایا اور پیش آنے والے حوادث کا ذکر کیا تو ان میں سے کسی نے آپ کی طرف جنون کی نسبت کی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کیا انہوں نے فکر و تامل سے کام نہ لیا اور عاقبت اندیشی و دور بینی بالکل بالائے طاق رکھ دی اور یہ دیکھ کر کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اقوال و افعال میں ان کے مخالف ہیں اور دنیا اور اس کی لذتوں سے آپ نے منہ پھیر لیا ہے، آخرت کی طرف متوجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس کا خوف دلانے میں شب و روز مشغول ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کی طرف جنون کی نسبت کر دی یہ ان کی غلطی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، اعراف، لاہور)

اَوَلَمْ يَنظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰٓى
اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝
کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی اور یہ کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک
آ گیا ہو تو اس کے بعد اور کونسی بات پر یقین لائیں گے۔

زمین وآسمان کے عجائبات میں غور وفکر کرنے کا بیان

"اَوَلَمْ يَنظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْت" مُلْك "السَّمٰوٰات وَالْاَرْض وَ" فِيْ "مَا خَلَقَ اللّٰه مِنْ شَيْء" بَيَان لِمَا فَيَسْتَدِلُّوا بِهٖ عَلٰى قُدْرَة صَانِعه وَوَحْدَانِيَّته "و" فِيْ "اَنْ" اَيْ اَنَّهٗ "عَسٰى اَنْ يَّكُوْن قَدْ اقْتَرَبَ" قَرُبَ "اَجَلهمْ" فَيَمُوْتُوْا كُفَّارًا فَيَصِيْرُوْا اِلَى النَّار فَيُبَادِرُوْا اِلَى الْاِيْمَان "فَبِاَيِّ حَدِيْث بَعْده" اَيْ الْقُرْاٰن، يُؤْمِنُوْنَ،

کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور اس چیز میں جس کو اللہ نے بنایا ہے۔ یہ بیان اس لئے ہے کہ وہ اس سے اللہ کی قدرت اس کی صنعت اور اس کی توحید پر استدلال کریں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک آ گیا ہے پس وہ حالت کفر میں مر گئے اور انہوں جہنم میں پہنچ گئے تو پھر کیا کریں لہٰذا ابھی ان کو ایمان کی طرف آنا چاہیے۔ تو وہ اس قرآن کے بعد اور کونسی بات پر یقین لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی اتنی بڑی وسیع بادشاہت میں سے اور زمین وآسمان کی ہر طرح کی مخلوق میں سے کسی ایک چیز نے بھی بعد از غور وفکر انہیں یہ توفیق نہ دی کہ یہ باایمان ہو جاتے؟ اور رب کو بینظیر و بے شبہ واحد وفرد مان لیتے؟ اور جان لیتے کہ اتنی بڑی خلق کا خالق اتنے بڑے ملک کا واحد مالک ہی عبادتوں کے لائق ہے؟ پھر یہ ایمان قبول کر لیتے اسی کی عبادتوں میں لگ جاتے اور شرک و کفر سے یکسو ہو جاتے؟ انہیں ڈر لگنے لگتا کہ کیا خبر ہماری موت کا وقت قریب ہی آ گیا ہو؟ ہم کفر پر ہی مر جائیں تو ابدی سزاؤں میں پڑ جائیں؟ جب انہیں اتنی نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد، اس قدر باتیں سمجھا دینے کے بعد بھی ایمان ویقین نہ آیا، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے آ جانے کے بعد بھی یہ راہ راست پر نہ آئے تو اب کس بات کو مانیں گے؟ مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ معراج والی رات جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ گویا اوپر کی طرف بجلی کڑک اور کھڑ کھڑاہٹ ہو رہی ہے، میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس پہنچا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں جتنے اونچے تھے جن میں سانپ بھر رہے تھے جو باہر سے ہی نظر آتے تھے میں نے حضرت جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا یہ سود خور ہیں جب میں وہاں سے اترنے لگا تو آسمان اول پر آ کر میں نے دیکھا کہ نیچے کی جانب دھواں، غبار اور شور غل ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرائیل نے کہا یہ شیاطین ہیں جو اپنی خرمستیوں اور دھینگامشتیوں سے لوگوں کی آنکھوں پر پردے ڈال رہے ہیں کہ وہ آسمان وزمین کی بادشاہت کی چیزوں

میں غور وفکر نہ کر سکیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ بڑے عجائبات دیکھتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝
جسے اللہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں۔

"مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ" بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ مَعَ الرَّفْعِ اسْتِئْنَافًا وَّالْجَزْمِ عَطْفًا عَلٰى مَحَلِّ مَا بَعْدَ الْفَاءِ "فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" يَتَرَدَّدُوْنَ تَحَيُّرًا،

جسے اللہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، یذر یہاں پر یاء اور نون بمع رفع بھی بہ طور استیناف آیا ہے۔ اور مجزوم بھی آیا ہے جب اس کا عطف فاء کے مابعد پر بہ طور محل ہو۔ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یعنی حیران و پریشان پھرتے رہیں گے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ
اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ
حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
یہ (کفار) آپ سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ فرمادیں کہ اس کا علم تو
صرف میرے رب کے پاس ہے، اسے اپنے (مقررہ) وقت پر اس (اللہ) کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ وہ آسمانوں اور
زمین (کے رہنے والوں) پر (شدائد و مصائب کے خوف کے باعث) بوجھل (لگ رہی) ہے۔ وہ تم پر اچانک (حادثاتی طور پر)
آجائے گی، یہ لوگ آپ سے (اس طرح) سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں، فرمادیں کہ
اس کا علم تو محض اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔

کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کرنے کا بیان

"يَسْئَلُوْنَكَ" اَيْ اَهْلُ مَكَّةَ "عَنِ السَّاعَةِ" الْقِيَامَةِ "اَيَّانَ" مَتٰى "مُرْسٰهَا قُلْ" لَهُمْ "اِنَّمَا عِلْمُهَا" مَتٰى تَكُوْنُ "عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا" يُظْهِرُهَا "لِوَقْتِهَا" اللَّامُ بِمَعْنٰى فِيْ "اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ" عَظُمَتْ "فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" عَلٰى اَهْلِهَا لِهَوْلِهَا "لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً" فَجْاَةً "يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ" مُبَالِغٌ فِي السُّؤَالِ "عَنْهَا" حَتّٰى عَلِمْتَهَا "قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ" تَاْكِيْدٌ "وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" اَنَّ عِلْمَهَا عِنْدَهٗ تَعَالٰى،

یہ اہل مکہ آپ سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ آپ ﷺ ان سے فرمادیں

کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، اسے اپنے مقررہ وقت پر اس اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ یہاں لوقتہا میں لام بہ معنی فی ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں پر شدائد و مصائب کے خوف کے باعث بوجھل لگ رہی ہے۔ وہ تم پر اچانک حادثاتی طور پر آ جائے گی، یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں، آپ ان سے فرما دیں کہ اس کا علم تو محض اللہ کے پاس ہے یہ جملہ بہ طور تاکید ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ کیونکہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔

قیامت کے متعلق یہود و کفار کا سوال کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حبل بن ابی قشیر اور شموال بن زید یہودیوں نے کہا اے محمد ﷺ ہمیں بتایئے قیامت کب آئے گی؟ اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ قیامت کب آئے گی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(زادالمسیر 3۔297،طبری9۔94)

قتادہ کہتے ہیں کہ قریش نے محمد ﷺ سے کہا بے شک آپ کے اور ہمارے درمیان رشتہ داری ہے پس آپ ہمیں خبر دیجیے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَسْـــــَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا (ترجمہ) یہ (لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(طبری9۔93)

قرظہ بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت ابوموسیٰ کو منبر بصرہ پر فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھا گیا اور میں اس وقت موجود تھا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور قیامت کو اس کے وقت پر وہی ذات ظاہر فرمائے گی ہاں البتہ میں تمہیں اس کی علامات اور اس سے پہلے رونما ہونے والے چند واقعات بتا دیتا ہوں اس سے پہلے بہت سے فتنے اور ہرج ہوگا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہرج کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ حبشہ کی زبان میں قتل کو کہتے ہیں اور لوگوں کے دل تنگ پڑ جائیں گے اور ان کے درمیان اجنبیت ڈال دی جائے گی حتیٰ کہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں پہچانیں گے اور کام کے لوگ اٹھا لیے جائیں گے اور بیکار رہ جائیں گے جو اچھائی کو اچھا نہیں سمجھیں گے اور برائی کو برا خیال نہیں کریں گے۔

(نیسابوری 193، سیوطی 124، مسند ابی یعلی 13۔199)

قیامت سے متعلق اہل ایمان کا سوال کرنے کا بیان

سلیمان حماد ثابت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی بابت دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے بجز اس کے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہوں اس پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کو تم دوست رکھتے ہو۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم کسی بات پر اتنے خوش نہیں ہوئے جس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر کہ تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کو تم دوست رکھو گے مسرور ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھتا ہوں اور مجھے امید واثق ہے کہ چونکہ مجھے ان حضرات سے محبت ہے لہٰذا میں ان کے ہمراہ ہوں گا اگرچہ میں نے ان حضرات جیسے اعمال نہیں کئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 932)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ
مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝
آپ (ان سے یہ بھی) فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں ہوں مگر (یہ کہ) جس قدر اللہ
نے چاہا، اور (اسی طرح بغیر عطاءِ الٰہی کے) اگر میں خود غیب کا علم رکھتا تو میں اَز خود بہت سی بھلائی (اور فتوحات) حاصل
کر لیتا اور مجھے (کسی موقع پر) کوئی سختی (اور تکلیف بھی) نہ پہنچتی، میں تو (اپنے منصب رسالت کے باعث) فقط ڈر
سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی سخاوت کا بیان

ڈر اور خوشی کی خبریں بھی اُمورِ غیب میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرماتا ہے کیونکہ مِن جانبِ اللہ ایسی اِطلاع علی الغیب کے بغیر نہ تو نبوت و رسالت متحقق ہوتی ہے اور نہ ہی یہ فریضہ ادا ہوسکتا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا گیا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الغَيبِ بِضَنِينٍ (التکویر، 24:81) (اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غیب بتانے میں ہرگز بخیل نہیں)۔ اس قرآنی ارشاد کے مطابق غیب بتانے میں بخیل نہ ہونا تب ہی ممکن ہوسکتا ہے اگر باری تعالیٰ نے کمال فراوانی کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم و اَخبارِ غیب پر مطلع فرمایا ہو، اگر سرے سے علمِ غیب عطا ہی نہ کیا گیا ہو تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب بتانا کیسا اور پھر اس پر بخیل نہ ہونے کا کیا مطلب؟ سو معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے کی قطعاً نفی نہیں بلکہ نفع و نقصان پر خود قادر و مالک اور بالذات عالم الغیب ہونے کی نفی ہے کیونکہ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

ذاتی علم غیب و اختیار کا صرف اللہ کے پاس ہونے کا بیان

"قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا" اَجْلُبُهُ "وَلَا ضَرًّا" اَدْفَعه "اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه وَلَوْ كُنْت اَعْلَم الْغَيْب" مَا غَابَ عَنِّي "لَاسْتَكْثَرْت مِنْ الْخَيْر وَمَا مَسَّنِيَ السُّوء" مِنْ فَقْر وَغَيْره لِاحْتِرَازِي عَنْهُ بِاجْتِنَابِ الْمَضَارّ "إِنْ" مَا "اَنَا اِلَّا نَذِير" بِالنَّارِ لِلْكَافِرِينَ "وَبَشِير" بِالْجَنَّةِ،

آپ ان سے یہ بھی فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں ہوں مگر یہ کہ جس قدر اللہ نے چاہا، اور اسی طرح بغیر عطاءِ الٰہی کے اگر میں خود غیب کا علم رکھتا تو میں اَز خود بہت سی بھلائی اور فتوحات حاصل کر لیتا اور مجھے کسی موقع پر کوئی سختی اور تکلیف بھی نہ پہنچتی، کیونکہ میں اس [illegible] کر لیتا [illegible] میں تو اپنے منصب رسالت [illegible] فقط کفار کو جہنم کا ڈر سنانے والا اور ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں جو ایمان رکھتے ہیں۔

سورہ اعراف آیت ۱۸۸ کے شان نزول کا بیان

غزوہ بنی مُصطلق سے واپسی کے وقت راہ میں تیز ہوا چلی چوپائے بھاگ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ مدینہ طیبہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو میرا ناقہ کہاں ہے؟ عبداللہ بن اُبی منافق اپنی قوم سے کہنے لگا ان کا کیسا عجیب حال ہے کہ مدینہ میں مرنے والے کی تو خبر دے رہے ہیں اور اپنا ناقہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا یہ قول بھی مخفی نہ رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں اور میرا ناقہ اس گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں اُلجھ گئی ہے چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی شان سے وہ ناقہ پایا گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

کلبی کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے کہا کہ اے محمد ﷺ کیا تمہارا رب تمہیں بھاؤ چڑھنے سے پہلے سستے بھاؤ کی خبر نہیں دیتا کہ تا کہ تم خریداری کر کے نفع کماؤ اور زمین جس پر قحط نازل ہونے والا ہے کے متعلق نہیں بتلاتا کہ تم بھی زرخیز زمین کی طرف کوچ کر جاؤ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زادالمسیر 3۔299)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ
حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○
وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑ ابنایا، تا کہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے، پھر جب
اس نے اس (عورت) کو ڈھانکا تو اس نے ہلکا سا حمل اٹھالیا، پس اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بھاری ہو گئی تو دونوں نے
اللہ سے دعا کی، جوان کا رب ہے کہ بے شک اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔

حضرت آدم وحواء علیہما السلام کا نیک بچے کے پیدا ہونے کی دعا کرنے کا بیان

"هُوَ" اَیْ اللّٰه "الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْس وَاحِدَة" اَیْ اٰدَم "وَجَعَلَ" خَلَقَ "مِنْهَا زَوْجهَا" حَوَّاء "لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا" وَیَاْلَفهَا "فَلَمَّا تَغَشَّاهَا" جَامَعَهَا "حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیفًا" هُوَ النُّطْفَة "فَمَرَّتْ بِهٖ" ذَهَبَتْ وَجَاءَتْ لِخِفَّتِهِ "فَلَمَّا اَثْقَلَتْ" بِكِبَرِ الْوَلَد فِیْ بَطْنهَا وَاَشْفَقَا اَنْ یَكُوْن بَهِیمَة "دَعَوَا اللّٰه رَبّهمَا لَئِنْ اٰتَیْتنَا" وَلَدًا "صَالِحًا" سَوِیًّا "لَنَكُوْنَنَّ مِنْ الشَّاكِرِیْنَ" لَكَ عَلَیْهِ،

وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا یعنی حضرت حواء کو بنایا، تا کہ وہ

اس کی طرف جا کر سکون حاصل کریں۔ پھر جب اس نے اس کو ڈھانکا یعنی ان سے جماع کیا تو اس نے ہلکا سا حمل اٹھالیا، وہ اصل تھی پس اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بچے کے بڑے ہونے کے سبب بھاری ہوگئی تو ان دونوں کو خوف پیدا ہوا کہ یہ کوئی جانور نہ ہو تو دونوں نے اللہ سے دعا کی، جو ان کا رب ہے کہ بے شک اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور ہی تیرے شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔

سورہ اعراف ۱۸۹ کے مضمون نزول کا بیان

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت آدم اوران کی بیوی اولاد زندہ نہ رہتی تھی تو ان دونوں سے شیطان نے کہا کہ جب تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبدالحارث رکھو جبکہ شیطان کا نام اس سے پہلے حارث تھا چنانچہ انہوں نے (بے خبری میں) ایسا کر دیا یہی اللہ کے اس فرمان میں ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ جب وہ ان کو صحیح سالم (بچہ) دے دیتا ہے تو اس (بچے) میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔ (زادالمسیر 3-302)

عکرمہ کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب عام ہے ہر ایک شخص کو اور معنی یہ ہیں کہ اللہ وہی ہے جس نے تم میں سے ہر ایک کو ایک جان سے یعنی اس کے باپ سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کی بی بی کو بنایا پھر جب وہ دونوں جمع ہوئے اور حمل ظاہر ہوا اوران دونوں نے تندرست بچہ کی دعا کی اور ایسا بچہ ملنے پر ادائے شکر کا عہد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ویسا ہی بچہ عنایت فرمایا۔ ان کی حالت یہ ہوئی کہ کبھی تو وہ اس بچہ کو طبائع کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے دہریوں کا حال ہے۔

کبھی ستاروں کی طرف جیسا کواکب پرستوں کا طریقہ ہے، کبھی بتوں کی طرف جیسا بت پرستوں کا دستور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے اس شرک سے برتر ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝
پھر جب اس نے انھیں تندرست بچہ عطا کیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے انھیں عطا کیا تھا،
پس اللہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

آدم وحواء کے پہلے بچے کے پاس ابلیس کے آنے کا بیان

"فَلَمَّا اٰتٰهُمَا" وَلَدًا "صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاء" وَفِي قِرَاءَة بِكَسْرِ الشِّين وَالتَّنْوِين اَيْ شَرِيكًا "فِيمَا اٰتٰهُمَا" بِتَسْمِيَتِهِ عَبْد الْحَارِث وَلَا يَنْبَغِي اَنْ يَكُون عَبْدًا اِلَّا لِلّٰهِ وَلَيْسَ بِاِشْرَاكٍ فِي الْعُبُودِيَّة لِعِصْمَةِ اٰدَم وَرَوَى سَمُرَة عَنْ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (لَمَّا وَلَدَتْ حَوَّاء طَافَ بِهَا اِبْلِيس وَكَانَ لَا يَعِيش لَهَا وَلَد فَقَالَ: سَمِّيهِ عَبْد الْحَارِث فَاِنَّهُ يَعِيش فَسَمَّتْهُ فَعَاشَ فَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَحْي الشَّيْطَان وَاَمْره) رَوَاهُ الْحَاكِم وَقَالَ صَحِيح وَالتِّرْمِذِيّ وَقَالَ حَسَن غَرِيب "فَتَعَالَى اللّٰه عَمَّا

يُشْرِكُوْنَ" اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ بِهٖ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْجُمْلَةُ مُسَبَّبَةٌ عَطْفٌ عَلٰى خَلَقَكُمْ وَمَا بَيْنَهُمَا اعْتِرَاضٌ،

پھر جب اس نے انھیں تندرست بچہ عطا کیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے۔ ایک قرأت میں شین کے کسرہ اور تنوین کے ساتھ یعنی شریکا آیا ہے۔ جب انہیں بچہ عطا ہوا تو انہوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھا حالانکہ یہ مناسب ہی نہ تھا کہ اللہ کے سواوہ کسی اور بندہ ہو۔ اگر چہ یہ عبادت میں شرک نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام شرک سے معصوم ہیں۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حواء کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی تو شیطان ان کے گرد چکر لگانے لگا۔ اور حضرت حواء کے ہاں بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو شیطان نے کہا کہ اس کا نام عبدالحارث رکھو تو یہ زندہ رہے گا تو انہوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا اور یہ سب کچھ شیطان کی وجہ سے ہوا۔ اس حدیث کا امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے جبکہ امام ترمذی نے حسن غریب کیا ہے۔ پس اللہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ یعنی اہل مکہ جو بتوں کے ذریعے اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ یہاں خلقکم پر عطف ہونے کے سبب یہ جملہ مسببہ ہے۔ جبکہ ان کے درمیان جو ہے وہ جملہ معترضہ ہے۔

اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ٥
کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔

مشرکین کے خود ساختہ جھوٹے معبودوں کی حیثیت کا بیان

"اَيُشْرِكُوْنَ" بِهٖ فِي الْعِبَادَةِ،

کیا وہ ایسوں کو عبادت میں شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہی کام کرتے تھے کہ رات کے وقت چپکے سے جا کر مشرکین کے بت توڑ آتے اور جو لکڑی کے ہوتے انہیں توڑ کر بیوہ عورتوں کو دے دیتے کہ وہ اپنا ایندھن بنالیں اور قوم کے بت پرست عبرت حاصل کریں۔ خود حضرت معاذ کا باپ عمرو بن جموح بھی بت پرست تھا یہ دونوں نوجوان دوست وہاں بھی پہنچتے اور اس بت کو پلیدی سے آلودہ کر آتے۔ جب یہ آتا تو اپنے خدا کو اس حالت میں دیکھ کر بہت پیچ وتاب کھاتا، پھر دھوتا، پھر اس پر خوشبو ملتا۔

ایک مرتبہ اس نے اس کے پاس تلوار رکھ دی اور کہا دیکھ آج تیرا دشمن آئے تو اس تلوار سے اس کا کام تمام کر دینا۔ یہ اس رات بھی پہنچے اور اس کی درگت کر کے پاخانے سے لیپ کر کے چلے آئے مگر تاہم اسے اثر نہ ہوا صبح کو اسی طرح اس نے دھودھا کر ٹھیک ٹھاک کر کے خوشبو لگا کر بیٹھا کر ڈنڈوت کی یعنی (اٹھک بیٹھک) کی۔ جب ان دونوں نے دیکھا کہ کسی طرح یہ نہیں مانتا تو ایک رات اس بت کو اٹھالائے اور ایک کتے کا پلا جو مرا پڑا تھا اس کے گلے میں باندھ دیا اور محلے کے ایک کنویں میں ڈال دیا صبح اس نے اپنے بت کو نہ پا کر تلاش کی تو کنویں میں اسے نظر آیا کہ کتے کے مردہ بچے کے ساتھ پڑا ہوا ہے اب اسے بت سے اور بت پرستی سے

نفرت ہوگئی اور اس نے کہا اگر تو سچ مچ اللہ ہوتا تو کنوئیں میں کتے کے پلے کے ساتھ پڑا ہوا نہ ہوتا پھر حاضر حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو گئے پھر تو اسلام میں پورے پکے ہو گئے۔ (تفسیر محمدی، سورہ اعراف، بیروت)

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ○
اور نہ وہ ان مشرکوں کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ ہی کی مدد کر سکتے ہیں۔

نصرت و مدد کی طاقت بتوں میں نہ ہونے کا بیان

"وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ" أَيْ لِعَابِدِيهِمْ "نَصْرًا وَّلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ" بِمَنْعِهَا مِمَّنْ أَرَادَ بِهِمْ سُوءًا مِنْ كَسْرٍ أَوْ غَيْرِهِ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّوْبِيخ،

اور نہ وہ ان مشرکوں کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہیں حالانکہ مشرک ان کی عبادت کرتے ہیں اور نہ اپنے آپ ہی کی مدد کر سکتے ہیں۔یعنی وہ اپنے آپ کو اس شخص سے نہیں بچا سکتے جو ان کو توڑنے کا ان کے خیال میں برا ارادہ کرے۔ یہاں استفہام توبیخ کیلئے آیا ہے۔

بتوں کی پرستی کرنے میں جہالت کا بیان

اس میں بتوں کی بے قدری اور بطلان شرک کا بیان اور مشرکین کے کمالِ جہل کا اظہار ہے اور بتایا گیا ہے کہ عبادت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو عابد کو نفع پہنچانے اور اس کا ضرر دفع کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ مشرکین جن بتوں کو پوجتے ہیں ان کی بیقدرتی اس درجہ کی ہے کہ وہ کسی چیز کے بنانے والے نہیں، کسی چیز کے بنانے والے تو کیا ہوتے خود اپنی ذات میں دوسرے سے بے نیاز نہیں، آپ مخلوق ہیں، بنانے والے کے محتاج ہیں، اس سے بڑھ کر بے اختیاری یہ ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور کسی کی کیا مدد کریں خود انہیں ضرر پہنچے تو دفع نہیں کر سکتے، کوئی انہیں توڑ دے، گرا دے جو چاہے کرے وہ اس سے اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، ایسے مجبور بے اختیار کو پوجنا انتہا درجہ کا جہل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ○
اور اگر تم ان کو (راہِ) ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہ کریں گے۔ تمہارے حق میں برابر ہے خواہ تم انہیں
(حق و ہدایت کی طرف) بلاؤ یا تم خاموش رہو۔

بتوں کا تمہاری دعوت پر جواب نہ دینے کا بیان

"وَإِنْ تَدْعُوهُمْ" أَيْ الْأَصْنَام "إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "سَوَاء عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ" إِلَيْهِ "أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ" عَنْ دُعَائِهِمْ لَا يَتَّبِعُوهُ لِعَدَمِ سَمَاعِهِمْ"

اور اگر تم ان بتوں یا بت پرستوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہ کریں گے۔ یتبعوا یہاں پر تخفیف و تشدید دونوں

طرح آیا ہے۔تمہارے حق میں برابر ہے خواہ تم انہیں حق وہدایت کی طرف بلاؤ یا تم خاموش رہو۔تو وہ تمہاری بلانے کی اتباع نہ کریں گے کیونکہ وہ تمہاری پکار ہی کو نہ سنیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝
بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔

اپنی مثل مخلوق کی عبادت کرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ" تَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَاد" مَمْلُوكَة "اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ" دُعَاءَ كُمْ "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْ اَنَّهَا اٰلِهَة ثُمَّ بَيَّنَ غَايَة عَجْزهمْ وَفَضْل عَابِدِيهِمْ عَلَيْهِمْ،

بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے یعنی غلام ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں تمہاری پکار کا جواب دیں اگر تم سچے ہو۔یعنی اگر تم ان کے معبود ماننے میں سچے ہو اس کے بعد ان کی عاجزی کی انتہاء کو بیان کیا ہے کہ ان کے عبادت گار بھی ان سے افضل ہیں جو کم از کم پکار کو سن کر جواب تو دیتے ہیں۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ۝
کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں،
یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرما دیں کہ تم اپنے شریکوں کو بلالو، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس مجھے مہلت نہ دو۔

چلنے پھرنے اور دیکھنے کی بھی صلاحیت نہ رکھنے والے باطل معبودوں کا بیان

"اَلَهُمْ اَرْجُل يَمْشُونَ بِهَا اَمْ" "اَيْدٍ" جَمْع يَد اسْتِفْهَام اِنْكَارِيّ اَيْ لَيْسَ لَهُمْ شَيْء مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ لَكُمْ فَكَيْفَ تَعْبُدُوْنَهُمْ وَاَنْتُمْ اَتَمّ حَالًا مِنْهُمْ "قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّد "اُدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ" اِلٰى هَلَاكِي "ثُمَّ كِيدُوْنِي فَلَا تُنْظِرُوْنِي" تُمْهِلُوْنَ فَاِنِّي لَا اُبَالِي بِكُمْ،

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ یا یہ استفہام انکاری ہے۔یعنی ان میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔جو تمہارے پاس ہے۔لہٰذا تم ان کی کیسے عبادت کرتے ہو حالانکہ تمہاری حالت ان سے بہتر و مکمل ہے۔یا محمد ﷺ آپ فرما دیں کہ تم اپنے شریکوں کو میری ہلاکت کی جانب بلالو، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس مجھے مہلت نہ دو۔کیونکہ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔

سورہ اعراف آیت ۱۹۵ کے سبب نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بت پرستی کی مذمت کی اور بتوں کی عاجزی اور بے اختیاری کا بیان فرمایا تو مشرکین نے دھمکایا اور کہا کہ بتوں کو برا کہنے والے تباہ ہوجاتے ہیں، برباد ہوجاتے ہیں، یہ بت انہیں ہلاک کردیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اگر بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو تو انہیں پکارو اور میری نقصان رسانی میں ان سے مدد لو اور تم بھی جو مکر وفریب کرسکتے ہو وہ میرے مقابلہ میں کرو اور اس میں دیر نہ کرو، مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں اور تم سب میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

اِنَّ وَلِیِّ ۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ○
بیشک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔

میرے معاملات کا والی اللہ ہے

"اِنَّ وَلِیَّ اللّٰهُ" مُتَوَلِّی اُمُوْرِی "الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتَابَ" الْقُرْاٰن "وَهُوَ یَتَوَلَّى الصَّالِحِیْنَ" بِحِفْظِهٖ،

بیشک میرے معاملات میں میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب یعنی قرآن اتارا، اور وہ نیکوں کو اپنی حفاظت کے ساتھ دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد آخری جملے میں عام ضابطہ بتلادیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تو بڑی شان ہے عام صالح اور نیک مسلمانوں کا بھی اللہ متولی اور کفیل ہوتا ہے، ان کی مدد کرتا ہے اس لئے ان کو کسی دشمن کی مخالفت اور دشمنی مضر نہیں ہوتی، اکثر اوقات تو دنیا ہی میں وہ ان پر غالب کردیا جاتا ہے اور اگر کسی وقت بتقاضائے حکمت غالب بھی نہ ہو تو بھی اس کے اصل مقصد میں کوئی خلل نہیں پڑتا وہ ظاہر میں ناکام ہوکر بھی مقصد کے لحاظ سے کامیاب ہی ہوتا ہے کیونکہ مومن صالح کا اصل مقصد ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے، اگر وہ دنیا میں کسی وجہ سے ناکام بھی ہوجائے تو رضائے الٰہی کا اصل مقصد پھر بھی اس کو حاصل ہوتا ہے اور وہ کامیاب ہی ہوتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ○
اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کرسکتے، اور نہ خود اپنی مدد کریں۔

مدد کی طاقت نہ رکھنے والوں کا بیان

"وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ" فَكَیْفَ اُبَالِیْ بِهِمْ،

اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کرسکتے، اور نہ خود اپنی مدد کریں۔ تو میں ان کی کیسے پرواہ رکھوں؟

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○
اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری بات سن بھی نہیں سکتے۔ تمہیں ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمہاری
طرف تک رہے ہیں حالانکہ فی الواقع کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

بتوں کی بے بسی کا بیان

"وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ " اَیْ الْاَصْنَام "اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰهُمْ" اَیْ الْاَصْنَام يَا مُحَمَّدُ "يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ " اَیْ يُقَابِلُوْنَكَ كَالنَّاظِرِ ،وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ،

اور اگر تم انہیں یعنی بتوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ بت تمہاری بات سن بھی نہیں سکتے۔ یا محمد ﷺ تمہیں ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمہاری طرف تک رہے ہیں یعنی جس طرح وہ دیکھنے والے کی طرح دیکھ رہے ہیں حالانکہ فی الواقع کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○
آپ درگزر فرمانا اختیار کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔

اچھے اخلاق کے سبب دوسروں سے درگزر کرنے کا بیان

"خُذْ الْعَفْوَ " الْيُسْرَ مِنْ اَخْلَاقِ النَّاسِ وَلَا تَبْحَثْ عَنْهَا "وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ " بِالْمَعْرُوْفِ "وَاَعْرِضْ عَنْ الْجَاهِلِيْنَ" فَلَا تُقَابِلْهُمْ بِسَفَهِهِمْ،

آپ ان سے اچھے اخلاق کے سبب درگزر فرمائیں اوران سے بحث نہ کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ یعنی ان کی بے وقوفی کا تقابل نہ کریں۔

جمہور مفسرین نے جس کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ عفو کہا جاتا ہے ہر ایسے کام کو جو آسانی کے ساتھ بغیر کسی کلفت اور مشقت کے ہو سکے، تو معنی اس جملہ کے یہ ہوئے کہ آپ قبول کرلیا کریں اس چیز کو جو لوگ آسانی سے کرسکیں یعنی واجبات شرعیہ میں آپ لوگوں سے اعلی معیار کا مطالبہ نہ کریں بلکہ وہ جس پیمانہ پر آسانی سے عمل پیرا ہوسکیں آپ اتنے ہی درجہ کو قبول کرلیا کریں، مثلا نماز کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ ساری دنیا سے منقطع اور یکسو ہو کر اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے اس لئے کھڑا ہے کہ حمد وثنا کے ساتھ اپنے معروضات کو بلا واسطہ بارگاہ الہی میں خود پیش کر رہا ہے گویا وہ اس وقت براہ راست حق تعالی شانہ سے مخاطب ہے، اس کے جو آثار خشوع، خضوع ادب واحترام کے ہونا چاہئیں، ظاہر ہے کہ لاکھوں نمازیوں میں سے کسی کسی اللہ کے بندے کو نصیب ہوتے ہیں عام لوگ اس درجہ کو نہیں پاسکتے تو اس آیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تعلیم دی کہ آپ ان لوگوں سے اس اعلی معیار کا مطالبہ ہی نہ رکھیں، بلکہ جس درجہ کو وہ آسانی سے حاصل کرسکتے ہیں وہ ہی قبول فرمالیں، اسی طرح دوسری عبادات زکوۃ، روزہ، حج اور عام معاملات ومعاشرت کے واجبات شرعیہ میں جو لوگ پورا پورا حق ادا نہیں کرسکتے ان سے سرسری اطاعت و

فرمانبرداری ہی کو قبول کرلیا جائے۔

ائمہ تفسیر کی ایک بڑی جماعت حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، صدیقہ عائشہ اور مجاہد رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ نے اس جملہ کے بھی یہی معنی قرار دیئے ہیں۔

دوسرے معنی عفو کے معافی اور درگزر کرنے کے بھی آتے ہیں، علماء تفسیر کی ایک جماعت نے اس جگہ یہی معنی مراد لے کر اس جملہ کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ آپ گناہگاروں خطاکاروں کے گناہ وقصور کو معاف کردیا کریں۔

امام تفسیر ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے آیت کا مطلب پوچھا، جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتلایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کریں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے تعلق قطع کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

اس جگہ ابن مردویہ نے بروایت سعد بن عبادہ نقل کیا ہے کہ غزوہ احد میں جب آنحضرت کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا گیا اور بڑی بے دردی سے ان کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بے حرمتی کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش کو اس ہیئت میں دیکھ کر فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرکے چھوڑوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کا یہ مقام نہیں، آپ کے شایان شان یہ ہے کہ عفو و درگزر سے کام لیں۔

اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد نے عقبہ بن عامر کی روایت سے نقل کی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکارم اخلاق کی تعلیم دی وہ وہی تھی کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو، جو تم سے قطع تعلق کردے تم اس سے ملا کرو، جو تمہیں محروم کردے تم اس کو بخشش دیا کرو۔

اور بیہقی نے بروایت علی مرتضیٰ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو اولین وآخرین کے اخلاق سے بہتر اخلاق کی تعلیم دیتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جو شخص تم کو محروم کرے تم اس پر بخشش کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کردو، جو تم سے تعلق قطع کرے تم اس سے بھی ملا کرو۔

لفظ عفو کے پہلے اور دوسرے معنی میں اگرچہ فرق ہے لیکن حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ لوگوں کے اعمال واخلاق میں سرسری اطاعت وفرمانبرداری کو قبول فرمالیا کریں، زیادہ تجسس اور تفتیش میں نہ پڑیں، اور ان سے اعلیٰ معیار کی اطاعت کا مطالبہ نہ کریں اور ان کی خطاؤں اور قصور سے درگزر فرمائیں، ظلم کا انتقام نہ لیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واخلاق ہمیشہ اسی سانچے میں ڈھلے رہے، جس کا پورا مظاہرہ اس وقت ہوا جب مکہ فتح ہوکر آپ کے جانی دشمن آپ کے قبضہ میں آئے تو آپ نے سب کو آزاد کرکے فرمادیا کہ تمہارے مظالم کا بدلہ لینا تو کیا ہم تمہیں پچھلے معاملات پر ملامت بھی نہیں کرتے۔

دوسرا جملہ اس ہدایت نامہ کا وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ ہے، عرف بمعنی معروف ہر اچھے اور مستحسن کام کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو

لوگ آپ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ ان سے انتقام نہ لیں بلکہ معاف کردیں مگر ساتھ ہی ان کو نیک کام کی ہدایت بھی کرتے رہیں، گویا بدی کا بدلہ نیکی سے ظلم کا بدلہ صرف انصاف ہی سے نہیں بلکہ احسان سے دیں۔

تفسیر ابن کثیر میں کہ کنارہ کش ہونے کا بھی مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں، یہ معنی نہیں کہ ان کو ہدایت کرنا چھوڑ دیں کہ یہ وظیفہ رسالت ونبوت کے شایان شان نہیں۔

صحیح بخاری میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم کی خلافت کے زمانہ میں عیینہ ابن حصن مدینہ میں آیا اور اپنے بھتیجے حرابن قیس کا مہمان ہوا، حضرت حر بن قیس ان اہل علم حضرات میں سے تھے جو حضرت فاروق اعظم کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے، عیینہ نے اپنے بھتیجہ حر بن قیس سے کہا کہ تم امیرالمومنین کے مقرب ہو میرے لئے ان سے ملاقات کا کوئی وقت لے لو، حر بن قیس نے فاروق اعظم سے درخواست کی کہ میرا چچا عیینہ آپ سے ملنا چاہتا ہے، آپ نے اجازت دے دی۔

وَ اِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝
اور اے انسان اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (ان امور کے خلاف) تجھے ابھارے تو اللہ سے
پناہ طلب کیا کر، بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

انسان کا اپنے آپ کو شیطانی وسواس سے بچانے کا بیان

"وَاِمَّا" فِيۡهِ اِدۡغَام نُوۡن اِنۡ الشَّرۡطِيَّة فِيۡ مَا الۡمَزِيۡدَة "يَنۡزَغَنك مِنۡ الشَّيۡطَان نَزۡغ " اَيۡ اِنۡ يَّصۡرِفك عَمَّا اَمَرۡت بِهٖ صَارِف "فَاسۡتَعِذۡ بِاَللّٰهِ" جَوَاب الشَّرۡط وَجَوَاب الۡاَمۡر مَحۡذُوۡف اَيۡ يَدۡفَعهُ عَنۡك "اِنَّهٗ سَمِيۡع" لِلۡقَوۡلِ "عَلِيۡم" بِالۡفِعۡلِ،

یہاں پر اما کے اندران کا ادغام ہے جو شرطیہ ہے اور ما زائدہ ہے۔ اور اے انسان اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ان امور کے خلاف تجھے ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، یہ جواب شرط ہے جبکہ جواب امر محذوف ہے۔ یعنی اس کو اپنے آپ سے دور کر۔ بیشک وہ قول کو سننے والا، فعل کو جاننے والا ہے۔

شیطانی شر سے بچنے کیلئے پناہ طلب کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ کلمات کہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں، ملک اللہ ہی کا ہے اور اسی کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ایک دن میں سو بار پڑھا تو اس کو دس غلام (کے آزاد کرنے) کا ثواب ملے گا اور سو گناہ اس کے مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس دن شام ہونے تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے کوئی آدمی افضل نہ ہوگا، مگر وہ شخص جو اس سے زیادہ بڑھے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1352)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو تو اس کو چاہیے کہ بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور اپنی کروٹ کو تبدیل کر دے جس پر وہ خواب دیکھنے کے وقت سویا ہوا تھا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 546)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار برس پہلے کتاب لکھی یعنی لوح محفوظ میں فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیا۔ اس کتاب میں سے وہ دونوں آیتیں نازل فرمائیں جن پر سورت بقرہ کا اختتام ہوتا ہے یعنی آمن الرسول سے آخری سورت تک یہ آیتیں جس مکان میں تین رات تک پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا۔ (ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 656)

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ٥
بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

شیطانی خیالات اور وسواس سے اپنے آپ کو بچانے کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ" اَصَابَهُمْ "طَیْفٌ" وَفِیْ قِرَاءَة طَائِف اَیْ شَیْءٌ اَلَمَّ بِهِمْ "مِنَ الشَّیْطَان تَذَكَّرُوْا" عِقَاب اللّٰه وَثَوَابه "فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ" الْحَقّ مِنْ غَیْرِهٖ فَیَرْجِعُوْنَ،

بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے۔ یہاں پر طیف ایک قرأت میں طائف ہے یعنی ایسی چیز جس کے سبب شیطان ان کو وسوسہ دلائے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ یعنی اللہ کے عذاب اور ثواب کو یاد کر کے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں۔ اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یعنی وہ حق کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور حق سے جو غیر ہے اس سے واپس حق کی جانب لوٹ آتے ہیں۔

طائف کی دوسری قرأت طیف ہے۔ یہ دونوں مشہور قرأتیں ہیں دونوں کے معنی ایک ہیں بعض نے لفظی تعریف بھی کی ہے فرمان ہے کہ وہ لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں جنہیں اللہ کا ڈر ہے جو نیکیوں کے عامل اور برائیوں سے رکنے والے ہیں انہیں جب کبھی غصہ آ جائے، شیطان ان پر اپنا کوئی داؤ چلانا چاہے۔ تو یہ لوگ توبہ کر لیتے ہیں، اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے شیطانی شر سے پناہ مانگنے لگتے ہیں اور اسی وقت اللہ کی جناب میں رجوع کرتے ہیں اور استقامت کے ساتھ صحت پر جم جاتے ہیں۔

نیک لوگوں کا اپنے آپ کو شیطان کے شر سے محفوظ کر لینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب تم میں سے کوئی آدمی (رات کو) سوتا ہے تو شیطان مردود اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ پر (یہ کہہ کر) مارتا ہے (یعنی اس کے دل میں یہ

بات ڈالتا ہے) کہ "ابھی بہت رات باقی ہے سوتا رہ" لہٰذا اگر کوئی آدمی (شیطان کے اس مکر میں نہیں آتا اور عبادت الٰہی کے لئے) جاگتا ہے اور (دل میں ہی یا زبان سے) اللہ کو یاد کرتا ہے تو (غفلت وسستی کی) ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وہ وضو کرتا ہے تو (نجاست کی) دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اس کے بعد جب نماز پڑھتا ہے تو (کسالت و بطالت کی) تیسری گرہ (بھی کھل جاتی ہے چنانچہ ایسا آدمی شاد ماں اور پاک نفس صبح کرتا ہے ورنہ وہ (جو آدمی نہ جاگتا ہے نہ ذکر کرتا ہے اور نہ وضو کر کے نماز ہی پڑھتا ہے تو وہ) کاہل اور پلید نفس صبح کرتا ہے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1194)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبر والے نوجوان سے کلام وجواب کا بیان

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ اپنی تاریخ میں عمرو بن جامع کے حالات میں نقل کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عابد مسجد میں رہا کرتا تھا اور اللہ کی عبادت کا بہت مشتاق تھا ایک عورت نے اس پر ڈورے ڈالنے شروع کئے یہاں تک کہ اسے بہکا لیا قریب تھا کہ وہ اس کے ساتھ کوٹھڑی میں چلا جائے جو اسے یہ آیت (اذا مسھم)، یاد آئی اور غش کھا کر گر پڑا بہت دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا اس نے پھر اس آیت کو یاد کیا اور اس قدر اللہ کا خوف اس کے دل میں سمایا کہ اس کی جان نکل گئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے والد سے ہمدردی اور غم خواری کی۔ چونکہ انہیں رات ہی کو دفن کر دیا گیا تھا آپ ان کی قبر پر گئے آپ کے ساتھ بہت سے آدمی تھے۔ آپ نے وہاں جا کر ان کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی اور اسے آواز دے کر فرمایا اے نوجوان! آیت (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ 46) 55۔الرحمٰن: 46) جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھے اس کیلئے دو دو جنتیں ہیں۔ اسی وقت قبر کے اندر سے آواز آئی کہ مجھے میرے رب عزوجل نے وہ دونوں دو دو مرتبے عطا فرما دیئے۔ (تفسیر ابن کثیر، اعراف، بیروت)

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ٥
اور جو ان شیطانوں کے بھائی ہیں وہ انہیں گمراہی میں بڑھاتے رہتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔

شیطان صفت کفار کا لوگوں کو گمراہ کرنے کا بیان

"وَاِخْوَانهم" اَیْ اِخْوَان الشَّيَاطِين مِنْ الْكُفَّار "يَمُدُّونَهُمْ" اَيْ الشَّيَاطِين "فِي الْغَيّ ثُمَّ" هُمْ "لَا يُقْصِرُوْنَ" يَكُفُّونَ عَنْهُ بِالتَّبَصُّرِ كَمَا تَبَصَّرَ الْمُتَّقُوْنَ،

اور جو کفار ان شیطانوں کے بھائی ہیں وہ شیاطین انہیں گمراہی میں بڑھاتے رہتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔ یعنی ان کو دیکھنے سے روک لیتے ہیں جس طرح اہل تقویٰ لوگ دیکھ کر اپنے آپ کو شیطان سے بچاتے ہیں۔

اب ان کا حال بیان ہو رہا ہے جو خود شیطان کے بھائی بنے ہوئے ہیں۔ جیسے فضول خرچ لوگوں کو قرآن نے شیطان کے بھائی قرار دیا ہے ایسے لوگ اس کی باتیں سنتے ہیں، مانتے ہیں اور ان پر ہی عمل کرتے ہیں۔ شیاطین ان کے سامنے برائیاں اچھے رنگ میں پیش کرتے ہیں، ان پر وہ آسان ہو جاتی ہیں اور یہ پوری مشغولیت کے ساتھ ان میں پھنس جاتے ہیں۔ دن بدن اپنی

بدکاری میں بڑھتے جاتے ہیں، جہالت اور نادانی کی حد کر دیتے ہیں۔نہ شیطان ان کے بہکانے میں کوتاہی برتتے ہیں نہ یہ برائیاں کرنے میں کمی کرتے۔ یہ ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں اور وہ ان وسوسوں میں پھنستے رہتے ہیں یہ انہیں بھڑکاتے رہتے ہیں اور گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں وہ برے عمل کیے جاتے ہیں اور برائیوں پر مداومت اور لذت کے ساتھ جمے رہتے ہیں۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝

اور جب تو ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائے تو کہتے ہیں تو نے خود اس کا انتخاب کیوں نہیں کر لیا؟ آپ فرما دیں کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

کثیر معجزات کے باوجود کفار مکہ کا معجزہ طلب کرنے کا بیان

"وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ" اَیْ اَھْل مَکَّة "بِاٰيَةٍ" مِمَّا اقْتَرَحُوا "قَالُوْا لَوْلَا" . هَلَّا "اجْتَبَيْتَهَا" اَنْشَاْتَهَا مِنْ قِبَل نَفْسك "قُلْ" لَهُمْ "اِنَّمَا اَتَّبِع مَا يُوْحَى اِلَيَّ مِنْ رَبِّی" وَلَيْسَ لِی اَنْ اٰتِی مِنْ عِنْد نَفْسِی بِشَیْءٍ "هٰذَا" الْقُرْاٰن "بَصَائِر" حُجَج، مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ،

اور جب اہل مکہ کے پاس کوئی نشانی نہ لائے تو کہتے ہیں تو نے خود اس کا انتخاب کیوں نہیں کر لیا؟ یعنی آپ یہ معجزہ اپنی جانب سے کیوں نہیں لائے؟ آپ ان سے فرما دیں کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔لہٰذا مجھے خود اپنی جانب سے کوئی معجزہ لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے دلائل ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جو قرآن مجید اور صحیح روایات حدیث سے ثابت ہیں ان کی بڑی تعداد ہے، علماء نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خصائص کبریٰ دو ضخیم جلدوں میں اسی موضوع پر لکھی ہوئی مشہور و معروف ہے۔ علامہ ابن جوزی، امام غزالی اور ہمارے زمانے میں مفتی محمد امین صاحب فیصل آباد نے بھی کثیر رسائل شائع کیے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے معجزات پر مبنی ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات سامنے آنے کے باوجود مخالفین اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی طرف سے متعین کر کے نئے نئے معجزات دکھلانے کا مطالبہ کرتے رہتے تھے جس کا ذکر اسی سورت میں پہلے بھی آچکا ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کی قرأت کے وقت خاموش رہنے اور سننے کے حکم کا بیان

"وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰن فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَاَنْصِتُوا" عَنِ الْكَلَام "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" نَزَلَتْ فِی تَرْكِ الْكَلَام فِی الْخُطْبَةِ وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْقُرْاٰنِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَيْهِ وَقِيلَ فِی قِرَاءَةِ الْقُرْاٰن مُطْلَقًا،

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور کلام کرنے سے چپ رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ آیت جمعہ میں خطبہ کے وقت ترک کلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کو قرآن سے تعبیر کیا ہے کیونکہ وہ خطبہ بھی قرآن پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں قرآن سے مراد مطلق قرأت قرآن ہے۔

سورہ اعراف آیت ۲۰۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دوران نماز آوازیں بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (زادالمسیر 3۔312، درمنثور 2۔155)

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب شروع شروع میں نماز فرض ہوئی تو لوگ اپنی نمازوں میں گفتگو کیا کرتے تھے ایک شخص آتا اور اپنے ساتھ والے سے پوچھتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں وہ کہتا اتنی پڑھ لی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعز شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 9۔111، قرطبی 7۔353)

زہری کہتے ہیں کہ یہ ایک انصاری نوجوان کے متعلق نازل ہوئیں جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرات کرتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فرض نماز میں قرات کی آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے بلند آواز سے قرآت کرنے لگے جس سے آپ سے نماز میں خلط ہو گیا تو اس پر یہ آیت اتری۔ سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، عمرو بن دینار، اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن اور دوران خطبہ امام کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (طبری 9۔112، قرطبی 7۔353،)

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں رات کو پڑاوڈالنے کے بعد صبح کو فرمایا کہ میں نے اپنے اشعری رفقائے سفر کو ان کی تلاوت کی آوازوں سے رات کے اندھیرے میں پہچان لیا کہ ان کے خیمے کس طرف اور کہاں ہیں، اگرچہ دن میں مجھے ان کے جائے قیام کا علم نہیں تھا۔

اس واقعہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعری حضرات کو اس سے منع نہیں فرمایا کہ بلند آواز سے کیوں قرأت کی اور نہ سونے والوں کو ہدایت فرمائی کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہو تو تم سب بیٹھو اور قرآن سنو۔

اس قسم کی روایات سے فقہاء نے خارج نماز کی تلاوت کے معاملہ میں کچھ گنجائش دی ہے، لیکن اولی اور بہتر سب کے نزدیک یہی ہے کہ خارج نماز بھی جب کہیں سے تلاوت قرآن کی آواز آئے تو اس پر کان لگائے اور خاموش رہے اور اسی لئے ایسے مواقع میں جہاں لوگ سونے میں یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تلاوت قرآن بآواز بلند کرنا مناسب نہیں۔

آیت قرأت کا نماز سے متعلق ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔ طلحہ کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطاء بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور وعید کے قابل ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے، میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔ تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز کے سوا جب کوئی پڑھ رہا ہو تو کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھی بہت سے بزرگوں کا فرمان ہے کہ مراد اس سے نماز میں ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔ حضرت عطاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور میٹھی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرأت پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احترام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (حدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 819)

فاذا اکبر فکبروا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریمہ میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قراءت کرے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرات سننا چاہئے اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فانصتوا" یعنی چپ رہو

فرمایا۔ فا ستمعوا یعنی سنونہیں فرمایا ارشاد ربانی ہے۔

آیت (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ، 7 ۔الاعراف: 204))

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں خاموش رہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری بآواز بلند ہو یا سری بآواز آہستہ ہو۔

مدرک رکوع کی رکعت کا عدم فاتحہ خلف الامام ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لیے) نماز میں آؤ اور مجھے سجدے کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدے میں چلے جاؤ۔

اور اس سجدے کو کسی حساب میں نہ لگاؤ ہاں جس آدمی نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1113)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں آکر اس حال میں شریک ہو کہ امام سجدے میں ہو اور وہ بھی سجدے میں چلا جائے تو اس کی پوری رکعت نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی آدمی اس حال میں شریک ہو کہ امام رکوع میں ہو اور اسے رکوع مل جائے تو اسکی پوری رکعت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہو جب امام سجدے میں ہو تو وہ سجدے میں چلا جائے۔ مگر اس سجدے کی وجہ سے وہ اس رکعت کا ادا کرنا نہ سمجھے کیونکہ جس طرح رکوع میں شریک ہو جانے سے پوری رکعت مل جاتی ہے اسی طرح سجدے میں شریک ہونے پر پوری رکعت نہیں ملتی۔

دوسرے جزو کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) حدیث میں لفظ "رکعۃ" سے رکوع مراد ہے اور "صلوٰۃ" سے رکعت یعنی جس نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ رکوع اس نے بھی پالیا تو اس کو پوری رکعت مل گئی (۲) رکعۃ اور صلوٰۃ دونوں اپنے حقیقی معنی میں استعمال کئے گئے ہیں اس طرح حدیث کے اس جزء کا مطلب یہ ہوگا کہ جس آدمی نے جماعت میں ایک رکعت بھی پالی تو اس نے امام کے ساتھ پوری نماز کو پالیا لہٰذا اسے نماز باجماعت کو ثواب بھی ملے گا اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔

ان لوگوں کو اس سوال کا جواب دینا چاہیے کہ اس حدیث کے مطابق امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والے شخص کی نماز کی وہ رکعت کس طرح ہو جائے گی۔ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی۔ امید ہے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کیلئے یہ دلیل بھی کافی ہوگی۔

امام کے پیچھے فاتحہ اور کسی دوسری سورت کی قرأت میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور

سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے جہری نماز میں محض امام کی قرات سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں خواہ نمازی سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرائت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ "صحابہ" کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورت فاتحہ کی قرات کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحدیث (مَنْ کَانَ لَہ اِمامٌ فَقِرَاءَ ۃُ الِا مَام قِرَاءَ ۃٌ لَہ ۔

یعنی نماز میں جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرات ہی اس مقتدی کی قرات ہوگی۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البخاری و مسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکورہ ہے علیہ اجماع الصحابہ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۝
اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کر اور غافلوں سے نہ ہو۔

اللہ کا ذکر درمیانی آواز سے کرنے کا بیان

"وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ " اَیْ سِرًّا "تَضَرُّعًا" تَذَلُّلًا "وَخِیفَةً" خَوْفًا مِنْهُ "و" فَوْقَ السِّرِّ "دُوْنَ الْجَهْرِ مِنْ الْقَوْل" اَیْ قَصْدًا بَیْنَهمَا "بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَال" اَوَائِل النَّهَار وَاَوَاخِره "وَلَا تَكُنْ مِنْ الْغَافِلِیْنَ" عَنْ ذِكْر اللّٰه،

اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے یعنی اس سے خوف زدہ ہو کر اور بلند آواز کے بغیر چیخ کے ہو اور آہستہ سے ذرا بلند ہو یعنی درمیانی آواز سے اس کو صبح و شام یاد کرو یعنی دن کے اول و آخر حصے میں اس کو یاد کرو اور اللہ کا ذکر نہ کرنے والے غافلوں میں سے نہ ہونا۔

ذکر و تلاوت قرآن کو درمیانی آواز میں کرنے کا بیان

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات کو نکلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ پست آواز سے قرات کررہے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ بلند آواز سے قرات کررہے ہیں جب یہ دونوں حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ تم پست آواز سے قرات کررہے تھے (اس کی کیا وجہ ہے)؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس کو سنا تا تھا جو سرگوشی کو بھی سن لیتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر جب میں تمہارے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ تم بلند آواز سے قرات کررہے ہو (بتاؤ اس کی کیا وجہ تھی) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا میں سونے والے کو جگا تا تھا اور شیطان کو بھگا تا تھا حسن کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تم اپنی آواز تھوڑی بلند کرو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عمر تم اپنی آواز تھوڑی پست کرو۔ (سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1325)

حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے متعلق دریافت کیا کہ کب پڑھتے تھے فرمایا کبھی اول شب میں اور کبھی آخر شب میں۔ میں نے پوچھا کے اس میں قرات کیسے کرتے تھے آہستہ یا بلند آواز میں؟ فرمایا کہ دونوں طرح کبھی آہستہ اور کبھی بلند آواز میں نیز کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سوتے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ قتیبہ کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے غسل سے مراد غسل جنابت ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1433)

اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ۝ السجدۃ
بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

نیک لوگوں کی طرح نیک بن جانے کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْد رَبّك اَیْ الْمَلَائِکَة "لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ" یَتَکَبَّرُوْنَ "عَنْ عِبَادَته وَیُسَبِّحُوْنَهٗ" یُنَزِّهُوْنَهٗ عَمَّا لَا یَلِیق بِهٖ "وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ" اَیْ یَخُصُّوْنَهٗ بِالْخُضُوْعِ وَالْعِبَادَة فَکُوْنُوْا مِثْلهمْ.

بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس فرشتے ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے ہیں یعنی جو چیز اس کی شان کے لائق نہیں ہے وہ اس سے پاک ہے۔ اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی خصوع اور عبادت میں اسی کو خاص کرتے ہیں۔ لہٰذا تم بھی ان جیسے بن جاؤ۔

سجدہ کرنے کے سبب گناہوں کی بخشش ہو جانے کا بیان

حضرت معدان بن ابی طلحہ یعمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا اور عرض کیا کہ آپ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جس کے کرنے سے مجھے اللہ جنت میں داخل کر دے یا میں نے کہا کہ مجھے اللہ

کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کے بارے میں خبر دیں وہ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا تو وہ خاموش رہے پھر میں نے تیسری مرتبہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اللہ کی رضا کے لئے سجدوں کی کثرت لازم ہے تو جب بھی کوئی سجدہ کرتا ہے تو اللہ اس سجدہ کے سبب سے تیرا ایک درجہ بڑھا دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ تیری ایک خطا مٹا دیتے ہیں معدان کہتے ہیں پھر میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو ان سے پوچھا تو انہوں نے بھی مجھے حضرت ثوبان کی طرح بتایا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1088)

مؤمن کے سجدے سے شیطان کے رونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ابن آدم یعنی انسان سجدہ والی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا اور ہائے افسوس کہتا ہوا اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور ابی کریب کی روایت میں ہے شیطان کہتا ہے ہائے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم کیا گیا تو وہ سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں سجدے کا انکار کر کے جہنمی ہو گیا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 245)

سورہ اعراف کی تفسیر مصباحین جلد دوئم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عام کے تصدق سے آج بہ مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۴ فروری ۲۰۱۴ء بروز جمعہ بعد نماز عصر تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کی دوسری جلد سورہ اعراف کی تفسیر کے ساتھ مکمل ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے ایمان پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور اس تفسیر کو پڑھنے والے جملہ قارئین ومتعلقین کی بخشش فرمائے۔ اور تمام امت مسلمہ کیلئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور قرب قیامت کے ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے امین،

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

چك سنتیكا بهاولنگر

ماخذ ومراجع تفسیر مصباحین از کتب تفاسیر

عنوان الكتاب	مؤلف الكتاب

تنوير المقباس من تفسير ابن عباس موافق للمطبوع،جمعه محمد بن يعقوب الفيروز آبادى

تفسير البحر المحيط (موافق للمطبوع)أبو حيان الأندلسى

تفسير إبن أبى حاتم (موافق للمطبوع)إبن أبى حاتم

تفسير البيضاوى (أنوار التنزيل و أسرار التأويل) موافق للمطبوعالبيضاوى

تفسير حقى (روح البيان فى تفسير القرآن)إسماعيل حقى البروسوى

روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى موافق للمطبوع،الإمام الآلوسى

تفسير الكشاف موافق للمطبوع،الزمخشرى المعتزلى

أضواء البيان فى إيضاح القرآن بالقرآن (موافق للمطبوع)الشيخ محمد المختار الشنقيطى

الدر المنثور فى التفسير بالمأثور موافق للمطبوع،جلال الدين السيوطى

تفسير الطبرى (جامع البيان عن تأويل آى القرآن) موافق للمطبوع،الإمام ابن جرير الطبرى

تفسير القرطبى (الجامع لأحكام القرآن) موافق للمطبوع،الإمام ابوعبدالله القرطبى

تفسير القشيرى (المسمى لطائف الإشارات) أبو القاسم عبد الكريم بن هوازن القشيرى

تفسير ابن برجان (تنبيه الأفهام إلى تدبر الكتاب الحكيم وتعرّف الآيات والنبأ العظيم)ابن برجان الصوفى (ت 536هـ)

تيسير اللطيف المنان فى خلاصة تفسير القرآن،الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدى

تفسير الخازن (لباب التأويل فى معانى التنزيل) موافق للمطبوع،أبو الحسن على بن محمد الخازن

تفسير مقاتل (موافق للمطبوع)مقاتل بن سليمان الأزدى

تفسير البكرى (تفسير القران العظيم)محمد بن محمد الصديقى البكرى

تفسير السخاوى (تفسير القرآن العظيم) ط دار ابن حزم أبو الحسن علم الدين السخاوى

تفسير الملا على القارى المسمى (أنوار القرآن وأسرار الفرقان،ملا على القارى (1014هـ

تفسير القرآن العظيم المسمى تأويلات أهل السنة (مؤسسة الرسالة)أبى منصور الماتريدى

درج الدرر فى تفسير القران العظيم (مصور)المنسوب لعبدالقاهر الجرجانى

فتح الرحمن فى تفسير القرآن (نسخة مصورة) دار النوادرالإمام مجير الدين العليمى الحنبلى ?927

فتح الرحمن الرحيم فى تفسير القرآن الكريم (نسخة مصورة)أ.د محمد محمد سالم محيسن

تفسير البيضاوى (أنوار التنزيل و أسرار التأويل) نسخة مصورةالبيضاوى

نكت وتنبيهات فى تفسير القرآن المجيد،أبو العباس البسيلى التونسى

حاشية الطيبي على الكشاف (فتوح الغيب في الكشف عن قناع الريب) دراسة وتحقيق،مجموعة من المحققين
عمدة الحفاظ في تفسير أشرف الألفاظ،السمين الحلبي
تفسير ابن كثير (تفسير القرآن العظيم) ط. دار طيبة،الحافظ ابن كثير
تفسير الخطيب المكي،السيد عبد الحميد الخطيب
تفسير أبي مسلم الأصفهاني المعتزلي،جمع وإعداد وتحقيق: د. خضر محمد نبها
تفسير العشر الأخير مع أحكام تهم المسلم مجموعة من المؤلفين
إيجاز البيان عن معاني القرآن موافق للمطبوع،محمود بن أبي الحسن النيسابوري الغزنوي
تفسير فتح البيان في مقاصد القرآن نسخة الشاملة،صديق حسن خان القنوجي
القاموس البسيط في معاني القرآن المحيط (نسخة مصورة)محمد الرفاعي أبو زيد
الجواهر في تفسير القرآن الكريم (نسخة مصورة)طنطاوي جوهري
تفسير الراغب الأصفهاني ومقدمته موافق للمطبوع،الراغب الأصفهاني
حاشية القونوي على تفسير البيضاوي ومعه حاشية ابن التمجيد (نسخة مصورة)عصام الدين إسماعيل الحنفي القونوي
الحاوي في تفسير القرآن الكريم 840) مجلداً) للشاملة،عبد الرحمن بن محمد القماش
تفسير الإمام الشافعي (نسخة الشاملة)الإمام الشافعي
سورة الواقعة ومنهجها في العقائد،الشيخ محمود غريب
من أسرار التنزيل (موافق للمطبوع)الرازي
موسوعة الصحيح المسبور من التفسير بالمأثور (موافق للمطبوع) حكمت بن بشير بن ياسين
التفسير الوسيط (موافق للمطبوع)أ.د. وهبة الزحيلي
تفسير الهداية إلى بلوغ النهاية (موافق للمطبوع) مكي بن أبي طالب
صفوة الآثار والمفاهيم من تفسير القرآن العظيم (تفسير الشيخ الدوسري) الشيخ عبدالرحمن الدوسري
تفسير توفيق الرحمن في دروس القرآن موافق للمطبوع،العلامة فيصل آل مبارك
حاشية الشهاب على تفسير البيضاوي (المسماه) عناية القاضي وكفاية الراضي،شهاب الدين الخفاجي
تفسير القرآن الكريم (لابن القيم) موافق للمطبوع،ابن قيم الجوزية
تفسير القرآن الحكيم (تفسير المنار) موافق للمطبوع،محمد رشيد رضا
التفسير الواضح موافق للمطبوع،الدكتور محمد محمود حجازي
تفسير القاسمي المسمى (محاسن التأويل)محمد جمال الدين القاسمي
زهرة التفاسير موافق للمطبوع،الشيخ محمد أبو زهرة
تفسير الشيخ الشعراوي،الشيخ محمد متولي الشعراوي
صفوة التفاسير،محمد بن علي الصابوني

جامع لطائف التفسير (1 20) بصيغة الشاملة،عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير (8 20)عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير (7)عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير (6)عبد الرحمن بن محمد القماش

مقدمات أربعة عشر تفسيراً من تفاسير الموسوعة الشاملة،مكتبة مشكاة الإسلامية

التفسير القيم لابن القيم،جمع وترتيب محمد أويس الندوى

تفسير ابن عرفة المالكى (موافق للمطبوع)ابن عرفة الورغمى

تفسير ابن عادل الحنبلى (اللباب فى علوم الكتاب) موافق للمطبوع،ابن عادل الحنبلى

تفسير الماوردى النكت والعيون (موافق للمطبوع)الماوردى

تفسير السراج المنير (موافق للمطبوع)الخطيب الشربينى

مختصر تفسير البغوى،عبد الله بن أحمد بن على الزيد

تفسير ابن أبى زمنين (تفسير القرآن العزيز) موافق للمطبوع،ابن أبى زمنين

تفسير العز بن عبد السلام (تفسير القرآن) موافق للمطبوع،العز بن عبدالسلام

أيسر التفاسير لكلام العلى الكبير موافق للمطبوع،الشيخ أبو بكر الجزائرى

تفسير النيسابورى (غرائب القرآن ورغائب الفرقان) موافق للمطبوع،حسن بن محمد النيسابورى

الدر المصون فى علم الكتاب المكنون،السمين الحلبى

نظم الدرر فى تناسب الآيات والسور (موافق للمطبوع)الإمام برهان الدين البقاعى

البحر المديد فى تفسير القرآن المجيد (موافق للمطبوع)ابن عجيبة

تفسير الإمام ابن أبى العز جمعاً ودراسة،شايع بن عبده الأسمرى

الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز موافق للمطبوع،الواحدى

فسير أبى السعود (إرشاد العقل السليم) موافق للمطبوع،أبو السعود

تفسير السمعانى (تفسير القرآن) pdf + وورد موافق للمطبوع،أبو المظفر السمعانى

تفسير عبدالرزاق الصنعانى (تفسير القرآن) مصور + وورد،الإمام عبدالرزاق الصنعانى

تفسير السمرقندى (بحر العلوم)،أبو الليث السمرقندى

تفسير سفيان الثورى موافق للمطبوع،سفيان الثورى

تفسير مجاهد موافق للمطبوع،مجاهد بن جبر المكى

تفسير النسفى (مدارك التنزيل وحقائق التأويل) موافق للمطبوع،الإمام النسفى

تفسير الفخر الرازى (مفاتيح الغيب)الفخر الرازى

المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز موافق للمطبوع،ابن عطية

تفسير ابن جزى (التسهيل لعلوم التنزيل) موافق للمطبوع،ابن جزى الكلبى
الكشف والبيان فى تفسير القرآن ط دار إحياء التراث العربى + نسخة موافق للمطبوع،أبو إسحاق الثعلبى
التفسير من سنن سعيد بن منصور،الإمام سعيد بن منصور
التفسير الميسر (نسخة مصورة)مجموعة من العلماء
الجواهر الحسان فى تفسير القرآن موافق للمطبوع،أبو زيد الثعالبى
التفسير الميسر،مجموعة من العلماء
تفسير مراح لبيد (التفسير المنير لمعالم التنزيل) موافق للمطبوع،محمد نووى الجاوى
زاد المسير فى علم التفسير موافق للمطبوع،ابن الجوزى
حسن التحرير فى تهذيب تفسير ابن كثير،محمد الحمود النجدى
تفسير نظام القرآن وتأويل الفرقان بالفرقان (نسخة مصورة)الإمام عبدالحميد الفراهى
تفسير محمد بن إسحاق (نسخة مصورة)جمع وترتيب محمد عبد الله أبو صعيليك
تفسير ابن باديس (فى مجالس التذكير من كلام الحكيم الخبير)عبد الحميد محمد ابن باديس الصنهاجى
تفسير القرآن الحكيم (نسخة مصورة) محمد عبدالمنعم خفاجى
تفسير الشهرستانى المسمى (مفاتيح الأسرار ومصابيح الأبرار)محمد عبد الكريم الشهرستانى
تفسير سورة البقرة (كاملة) فوائد منوعات فضائل أقوال،سليمان محمد اللهيميد
تهذيب تفسير جزء (عَمّ) من التفسير الثمين للشيخ محمد العثيمين،لقمان أمين شهربازارى
صحيح وضعيف موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان نسخة مصورة،على بن أبى بكر الهيثمى نور الدين
جزء فيه تفسير القرآن برواية أبى جعفر الترمذى،ابو جعفر الترمذى
المصابيح فى تفسير القرآن العظيم (نسخة مصورة)الوزير المغربى
مهذب تفسير الجلالين (نسخة مصورة)هذبه الشيخ سعدالحصين
تفسير القرآن العظيم لابن فورك (نسخة مصورة)محمد بن الحسن بن فورك
المقتطف من عيون التفاسير (نسخة مصورة)مصطفى الحصن المنصورى
تفسير القرآن العظيم لابن فورك (للشاملة) موافق للمطبوع،محمد بن الحسن بن فورك
تفسير القرآن المسمى تبصير الرحمن وتيسير المنان (نسخة مصورة)على بن أحمد بن ابراهيم المهايمى
البيّنات فى تفسير سورة الحجرات،الدكتور عبد المجيد البيانونى
تفسير القرآن الكريم لابن أبى الربيع الإشبيلى (نسخة مصورة)ابن أبى الربيع الإشبيلى
الثمر الدانى فى لطائف التفسير والسبع المثانى،السيد مختار
تفسير يحيى بن سلام،يحيى بن سلام
تفسير القرآن العظيم مسندا عن رسول الله والصحابة والتابعين (نسخة مصورة)إبن أبى حاتم الرازى

تفسير القرآن ليحيى ونافع ومسلم وعطاء (نسخة مصورة)تحقيق ودراسة حكمت بشير ياسين

تفسير أوضح التفاسير (للشاملة)محمد عبد اللطيف الخطيب

التفسير الحديث (وورد + الشاملة)دروزة محمد عزت

سلسلة التفسير لمصطفى العدوى،الشيخ مصطفى العدوى

الفواتح الإلهية والمفاتح الغيبية الموضحة للكلم القرآنية والحكم الفرقانية،نعمة الله بن محمود النخجوانى

التماس الأجر بتفسير سورة القدر دراسة بيانية . فقهية،سامى وديع عبد الفتاح القدومى

آيات بينات (التعريف بكتاب الله . مواضيع السور . تفسير جزء عم)د ياسر بن عواض الطويرقى

مسائل الرازى وأجوبتها من غرائب آى التنزيل،محمد بن.أبى بكر بن عبد القادر الرازى

نواهد الأبكار وشوارد الأفكار حاشية السيوطى على تفسير البيضاوى موافق للمطبوع،جلال الدين السيوطى

غاية الأمانى فى تفسير الكلام الربانى،أحمد بن إسماعيل بن عثمان الكورانى

العذب النمير من مجالس الشنقيطى فى التفسير (ط. دار ابن القيم)خالد بن عثمان السبت

النفحة القدسية فى شرح الأربعين النووية،عبدالرحمن اليحيا التركى

تفسير الإمام البنا (نظرات فى كتاب الله) pdfحسن البنا

قطعة من تفسير الإمام عبد بن حميد،عبد بن حميد

التقييد الكبير فى تفسير كتاب الله المجيد،أحمد بن محمد البسيلى التونسى

التفسير الميسر للشيخ عبدالله خياط،الشيخ عبد الله خياط

تفسير الربانيين لعموم المؤمنين (جزء عم)الشيخ مصطفى العدوى

تفسير التابعين عرض ودراسة مقارنقد. محمد بن عبدالله الخضيرى

تفسير الدجوى،الشيخ يوسف بن أحمد نصر الدجوى

تفسير الكتاب العزيز وإعرابه،عبيد الله بن أبى جعفر الأندلسى الأشبيلى

وقفات فى رحاب التفسير (pdf)د. محمود محمد الحنطور

تبصير الخلف بضابط الأصول التى من خالفها خرج عن منهج السلف (مصور)الشيخ احمد بن محمد بن الصادق النجار

تفسير المظهرى،مظهرى محمد ثناء الله

بدائع التفسير الجامع لما فسره الإمام ابن قيم الجوزية (دار ابن الجوزى)ابن قيم الجوزية

غاية الأمانى فى تفسير الكلام الربانى،أحمد بن إسماعيل بن عثمان الكورانى

الروايات التفسيرية فى فتح البارى،عبد المجيد الشيخ عبد البارى

تاريخ الأحزاب العمالية الصهيونية فى فلسطين 1905 .1948م،إعداد أحسن أبو حلبية

التقريب لتفسير التحرير والتنوير لابن عاشور،الشيخ محمد بن إبراهيم الحمد

تفسير القرآن من الجامع لابن وهب موافق للمطبوع،عبدالله بن وهب

تكملة كتاب التفسير من سنن سعيد بن منصور موافق ومقابل على المطبوع،الإمام سعيد بن منصور

فى رحاب التفسير (تفسير الشيخ عبدالحميد كشك)الشيخ عبدالحميد كشك

جامع لطائف التفسير (21 - 28)عبد الرحمن بن محمد القماش

درة التنزيل وغرة التأويل (نسخة مصورة)الخطيب الإسكافى

روائع البيان تفسير آيات الأحكام،محمد بن على الصابونى

التفسير المنير فى العقيدة والشريعة والمنهج موافق للمطبوع أ.د. وهبة الزحيلى

بيان المعانى على حسب ترتيب النزول موافق للمطبوع،العلامة عبد القادر ملاحويش آل غازى الفراتى

نيل المرام من تفسير آيات الأحكام موافق للمطبوع،صديق حسن خان القنوجى

تفسير المراغى موافق للمطبوع،أحمد مصطفى المراغى

تفسير القرآن العظيم (المنسوب) للإمام الطبرانى،المنسوب للإمام الطبرانى

كتاب تفسير القرآن (تفسير ابن المنذر) موافق للمطبوع،الإمام ابن المنذر

المهذب فى تفسير سورة الملك،على بن نايف الشحود

المهذب فى تفسير سورة يسين،على بن نايف الشحود

كشف المعانى فى المتشابه من المثانى (موافق للمطبوع)شيخ الإسلام بدر الدين بن جماعة

تفسير سورة القيامة،العلامة عبدالحميد الفراهى

تفسيرسورة الفاتحة،ابن رجب الحنبلى

اليسير فى اختصار تفسير ابن كثير pdfمجموعة من المؤلفين

معانى القرآن موافق للمطبوع،يحيى بن زياد الفراء

جامع البيان فى تفسير القرآن (نسخة مصورة)محمد بن عبد الرحمن الإيجى الشيرازى

الإجابة لإيراد ما استدركته عائشة على الصحابة (ط الخانجى)الإمام الزركشى

تفسير المنتخب فى تفسير القرآن الكريم،لجنة علماء الأزهر

جامع لطائف التفسير (1)عبد الرحمن بن محمد القماش

تفسير سورة النبأ وسورة الملك تفسيراً موضوعيا،عدنان بن أحمد البحيصى

فيض الرحمن تفسير جواهر القرآن،أبو يوسف محمد زايد

جامع لطائف التفسير (2)عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير (3)عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير (4)عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير (5)عبد الرحمن بن محمد القماش

التعليق المتقن فى تفسير آيات من بعض سور القرآن المحكم،حبيب الرحمن بن السيد أمداد أحمد الموسوى

ملاك التأويل القاطع بذوى الإلحاد والتعطيل فى توجيه المتشابه اللفظ من آى التنزيل (موافق للمطبوع)أبو جعفر ابن الزبير الغرناطى

الصحيح المسند من فضائل القرآن وسوره وآياته،احمد البكيرى

روائع التفسير الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلى موافق للمطبوع،ابن رجب الحنبلى

تفسير سورة الفاتحة،الشيخ عبدالكريم الخضير

تفسير سورة القارعة،الشيخ عبدالكريم الخضير

شرح منظومة التفسير للشيخ الأديب المفسر عبد العزيز الزمزمى،الشيخ عبدالكريم الخضير

على قمم الجبال،الشيخ محمد العريفى

تيسير العلى القدير لاختصار تفسير ابن كثير نسخة مصورة،اختصرة محمد نسيب الرفاعى

تفسير ابن جريج نسخة مصورة،على حسن عبدالغنى

تفسير السدى الكبير (نسخة مصورة)إسماعيل بن عبد الرحمن السدى الكبير أبو محمد

تفسير حدائق الروح والريحان فى روابى علوم القرآن (نسخة مصورة)محمد الأمين العلوى الهررى

حاشية محى الدين شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (نسخة مصورة)محى الدين شيخ زاده

تتمة أضواء البيان فى إيضاح القرآن بالقرآن،الشيخ عطية محمد سالم

تفسير ابن عباس ومروياته فى التفسير من كتب السنة pdfعبد العزيز بن عبد الله الحميدى

زبدة التفسير بهامش مصحف المدينة المنورة،الدكتور عمر بن سليمان الأشقر

المفصل فى شرح آية لاَ إِكْرَاهَ فِى الدِّينِ،على بن نايف الشحود

روائع التفسير الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلى pdfطارق عوض الله بن محمد

مصابيح الدرر فى تناسب آيات القرآن الكريم والسور (موافق للمطبوع)عادل بن محمد أبو العلاء

تفسير الإمام النسائى (صاحب السنن)الإمام النسائى

مختصر تفسير السعدى (تيسير اللطيف المنان فى خلاصة تفسير القرآن)الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدى

رموز الكنوز فى تفسير الكتاب العزيز (ت بن دهيش)عبد الرّازق بن رزق الله الرّسْعَنى الحنبلى

درة التنزيل وغرة التأويل (للشاملة)الخطيب الإسكافى

تفسير الكرمانى (غرائب التفسير وعجائب التأويل) موافق للمطبوع،محمود بن حمزة الكرمانى

تفسير الضحاك (المتوفى سنة 105هـ)جمع ودارسة محمد شكرى أحمد الزاويتى

تفسير أم المؤمنين عائشة رضى الله عنها،جمع ودراسة د. عبدالله عبدالله أبو السعود بدر

تفسير جزء عم،الشيخ محمد بن شامى بن مطاعن شيبة

التفسير القرآنى للقرآن موافق للمطبوع،الدكتور عبد الكريم الخطيب

التفسير الموجز مع دروس من القرآن،الشيخ محمد بن شامى بن مطاعن شيبة

مخطوط مقدمة تفسير الرَّاغِب الأصفهاني،الراغب الأصفهاني
التفسير الجامع لسورة الملك،أبو يوسف بن اسماعيل المصري
الجمان في تشبيهات القرآن،عبد الله بن محمد بن ناقيا البغدادي
حاشية مقدمة التفسير،الشيخ عبدالرحمن بن قاسم
تفسير التحرير والتنوير موافق للمطبوع،الطاهر بن عاشور
تفسير البغوى (معالم التنزيل) موافق للمطبوع،الإمام البغوى
فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير (موافق للمطبوع)الشوكاني
تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان (موافق للمطبوع)الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي .